اثمار الھدایۃ

علی الھدایۃ

ھدایہ ثانی

۵۱۱ھ - ۵۹۳ھ

چھٹی جلد

اس شرح میں ہر ہر مسئلے کے لئے تین تین حدیثیں ہیں

شارح

حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

ناشر

مکتبہ ثمیر، مانچسٹر، انگلینڈ

Mobile (0044)7459131157

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اثمار الھدایہ جلد ٦

نام مؤلف۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا ثمیر الدین قاسمی

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مکتبہ ثمیر، مانچیسٹر، انگلینڈ

طباعت پہلی بار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جون ۲۰۱۲ء

مؤلف کا پتہ

Maulana Samiruddin Qasmi

70 Stamford Street , Old trafford

Manchester,England -M16 9LL

E samiruddinqasmi@gmail.com

Mobile (00 44) 07459131157

website samiruddinbooks.co.uk

انڈیا کا پتہ

مولانا ساجد صاحب
At Post. ghutti
Via Mahagama Dist Godda
Jharkhand-INDIA
Pin 814154

Mobile 0091 6202078366

ملنے کے پتے

مولانا مسلم صاحب دہلی۔امام مسجد بادل بیگ
بازار سرکی والان 5005
حوض قاضی، دہلی
Pin 110006
فون نمبر 0091 9717158837

ثاقب بک ڈپو
مقام، پوسٹ دیوبند ضلع سہارنپور
یوپی۔انڈیا
پین کوڈ 247554
tel 0091 8937896482

﴿خصوصیات اثمار الھدایۃ﴾

(۱)	ھدایہ کے ہر مسئلے کے لئے تین حدیث تین حوالے لانے کی کوشش کی گئی ہے، اوراس کا پورا حوالہ دیا گیا ہے
(۲)	پھر صاحب ھدایہ جو حدیث لائے ہیں وہ کس کتاب میں ہے اس کا پورا حوالہ دیا گیا ہے تا کہ صاحب ھدایہ کی حدیث پر اشکال باقی نہ رہے۔ اور یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث ہے، یا قول صحابی، یا قول تابعی۔
(۳)	طلباء کے ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسئلے کا محاوری اور آسان ترجمہ پیش کیا ہے۔
(۴)	کمال یہ ہے کہ عموما ہر ہر مسئلے کو چار مرتبہ سمجھایا ہے، تا کہ طلباء مسئلہ اور اسکی دلیل بھی آسانی سے سمجھ جائیں
(۵)	مسائل کی تشریح آسان اور سلیس اردو میں کی ہے۔
(٦)	وجہ کے تحت ہر مسئلے کی دلیل نقلی قرآن اور احادیث سے مع حوالہ پیش کی گئی ہے۔
(۷)	حسب موقع دلیل عقلی بھی ذکر کر دی گئی ہے۔
(۸)	امام شافعیؒ کا مسلک انکی، کتاب الام، کے حوالے سے لکھا گیا اور حدیث کی دلیل بھی وہیں سے ذکر کی گئی ہے
(۹)	کونسا مسئلہ کس اصول پر فٹ ہوتا ہے وہ اصول بھی بیان کیا گیا ہے۔
(۱۰)	لغت کے تحت مشکل الفاظ کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔
(۱۱)	لفظی ابحاث اور اعتراض و جوابات سے دانستہ احتراز کیا گیا ہے تا کہ طلباء کا ذہن پریشان نہ ہو۔
(۱۲)	جو حدیث ہے اس کے لئے 'حدیث' اور جو قول صحابی یا قول تابعی ہے اس کے لئے قول صحابی، یا قول تابعی لکھا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ کون حدیث ہے اور کون قول صحابی، یا قول تابعی ہے۔
(۱۳)	حدیث کے حوالے کے لئے پورا باب لکھا۔ پھر بیروتی کتابوں کا صفحہ نمبر لکھا اور بیروتی یا سعودی کتابوں کا احادیث نمبر لکھ دیا گیا تا کہ حدیث نکالنے میں آسانی ہو۔
(۱۴)	پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان بھی لکھ دئے گئے ہیں تا کہ دونوں اوزان میں بآسانی موازنہ کیا جا سکے۔
(۱۵)	کتاب البیوع میں بہت سارے مسئلے اصول پر ہیں، میں نے ہر جگہ اصول لکھا ہے تا کہ اصول یاد ہو جائے اور مسئلہ سمجھنے میں بھی آسانی ہو۔

ہم اثمار الهدایہ ہی کو کیوں پڑھیں ؟

(۱)	اس شرح میں ہر جگہ اصول لکھے گئے ہیں جن سے مسئلہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے اور اصول بھی یاد ہو جاتے ہیں
(۲)	اس شرح میں ہر مسئلے کے تحت تین حدیثیں، تین حوالے ہیں جس سے دل کو سکون ہو جاتا ہے کہ کس مسئلے کے لئے کون سی حدیث ہے۔
(۳)	کوشش کی گئی ہے کہ احادیث صحاح ستہ ہی سے لائی جائے، تا کہ حدیث مضبوط ہوں۔
(۴)	صاحب ھدایہ جو حدیث لائے ہیں اس کی مکمل دو تخریج پیش کی گئی ہے۔
(۵)	ایک ایک مسئلے کو چار چار بار مختلف انداز سے سمجھایا ہے، جس سے مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔
(٦)	بلا وجہ اعتراض و جوابات نہیں لکھا گیا ہے۔
(۷)	سمجھانے کا انداز بہت آسان ہے۔
(۸)	پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان مثلا گرام وغیرہ کو لکھ دیا گیا ہے، جس سے پرانا اور نیا دونوں وزنوں سے واقفیت ہوتی ہے۔
(۹)	امام شافعیؒ کا مسلک انکی کتاب الام سے نقل کیا گیا ہے، اور انکی دلیل بھی صحاح ستہ سے دی گئی ہے۔

فہرست مضامین اثمار الھد ایہ جلد٦

فہرست مضامین اثمار الھدایہ جلد٦

کِتَابُ الْعِتَاقِ

لے الْاِعْتَاقُ تَصَرُّفٌ مَنْدُوْبٌ اِلَيْهِ، قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ أَيُّمَا مُسْلِمٌ أَعْتَقَ مُؤْمِنًا أَعْتَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِكُلِّ عَضْوٍ مِنْهُ عَضْوًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ وَلِهٰذَا اسْتَحَبُّوْا أَنْ يُعْتِقَ الرَّجُلُ الْعَبْدَ وَالْمَرْأَةُ الْأَمَةَ لِيَتَحَقَّقَ مُقَابَلَةُ الْأَعْضَاءِ بِالْأَعْضَاءِ.

(۲۲۱۱) قَالَ الْعِتْقُ يَصِحُّ مِنَ الْحُرِّ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ فِي مِلْكِهِ

﴿ کتاب العتاق ﴾

نوٹ :اس باب میں صاحب ہدایہ نے عموما منطقی محاورہ استعمال کیا ہے،جس کی وجہ سے کتاب سمجھنا مشکل ہوتا ہے،اس لئے بہت غور سے عبارت سمجھیں۔

ترجمہ :لے غلام کو آزاد کرنا ایک مستحب تصرف ہے، چنانچہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مسلمان مومن غلام کو آزاد کرے گا تو اللہ پاک اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والا کا عضو جہنم کی آگ سے آزاد کردے گا، اسی وجہ سے مستحب ہے کہ مرد غلام کو آزاد کرے،اور عورت باندی کو آزاد کرے تاکہ عضو کا مقابلہ عضو سے متحقق ہو جائے۔

تشریح : عتاق کا ترجمہ ہے آزاد کرنا،شریعت میں غلام آزاد کرنے کی بڑی ترغیب دی ہے،اور اس کو مستحب کام شمار کیا گیا ہے۔

وجه :اس کے لئے آیت یہ ہے(۱) وما ادراک ما العقبة ٥ فک رقبة ٥ او اطعام فی یوم ذی مسغبة ٥ (آیت ۱۲،۱۳،۱۴،سورۃ البلد۹۰)(۲)اور حدیث میں ہے قال ابو ھریرة ؓ قال النبی ﷺ ایما رجل اعتق امرء مسلما استنقذ الله بكل عضو منه عضوا من النار (بخاری شریف،باب فی العتق وفضلہ،ص۴۰۷،نمبر۲۵۱۷)۔(۳)عن ابی ھریرة عن رسول الله ﷺ قال من اعتق رقبة مومنة اعتق الله بكل عضو من اعضائه من النار حتی فرجه بفرجه ۔(مسلم شریف،باب فضل العتق،ص۶۵۷،نمبر۱۵۰۹،۳۷۹۶)اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام باندی کو آزاد کرنا چاہئے اس سے ثواب ملتا ہے۔

ترجمہ :(۲۲۱۱) آزادگی واقع ہوتی ہے آزاد، بالغ، عاقل سے اس کی ملکیت میں۔

تشریح ؛چار شرطیں پائی جائیں، پھر آزاد کرے تب آزادگی واقع ہوگی،اور چار شرطوں میں سے ایک کی بھی کمی ہو اور آدمی

۱؎ شَرْطُ الْحُرِّيَّةِ لِاَنَّ الْعِتْقَ لَايَصِحُّ اِلَّا فِي الْمِلْكِ وَلَا مِلْكَ لِلْمَمْلُوْكِ ۲؎ وَالْبُلُوْغِ لِاَنَّ الصَّبِيَّ لَيْسَ مِنْ اَهْلِهٖ لِكَوْنِهٖ ضَرَرًا ظَاهِرًا، وَلِهٰذَا لَايَمْلِكُهُ الْوَلِيُّ عَلَيْهِ،

آزاد کرے تو غلام آزاد نہیں ہوگا۔

[۱]۔۔پہلی شرط یہ ہے کہ آدمی آذاد ہو چنانچہ غلام اور باندی کی جانب سے آزادگی واقع نہیں ہوگی

[۲]۔۔دوسری شرط یہ ہے کہ آدمی بالغ ہو چنانچہ بچہ آزاد کرے تو اس کی آزادگی واقع نہیں ہوگی۔

[۳]۔۔تیسری شرط یہ ہے کہ آدمی عاقل ہو، چنانچہ آدمی مجنون ہو تو اس کی آزادگی واقع نہیں ہوگی

[۴]۔۔اور چوتھی شرط یہ ہے کہ غلام اس کی ملکیت میں ہو، اگر دوسری کی ملکیت میں ہو تو اس کی آزادگی واقع نہیں ہوگی۔ ہر ایک کی تفصیلی دلیل آگے آرہی ہے۔

ترجمہ: ۱؎ آزاد ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ آزاد کرنا ملکیت میں ہو تب ہی صحیح ہوتا ہے، اور مملوک آدمی کی ملکیت نہیں ہوتی [اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کے آقا کی ملکیت ہے]، اس لئے غلام کے آذاد کرنے سے آزاد نہیں ہوگا۔

تشریح: آزاد کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ غلام اس کی ملکیت میں ہو، اور جو آدمی خود غلام ہے تو اس کی ملکیت میں کچھ نہیں ہے، اس کی ملکیت میں جو کچھ ہے وہ اس کے آقا کی ہے، اس لئے یہ غلام آزاد نہیں کرسکتا۔ مثلا تجارت کی اجازت دیئے ہوئے غلام کے پاس غلام ہو اور اس کو آزاد کرنا چاہے تو اس سے آزادگی واقع نہیں ہوگی

وجہ: (۱) اس آیت میں اس کا اشارہ ہے۔ **ضرب الله مثلا عبدا مملوکا لا یقدر علی شیء**۔ (آیت ۷۵، سورۃ النحل ۱۶) اس آیت میں ہے مملوک غلام کی ملکیت میں کچھ نہیں ہوتا۔ (۲) **عن سالم عن ابیه عن النبی ﷺ قال من باع عبدا و له مال فماله للبائع الا ان یشترطه المبتاع**۔ (اس حدیث میں بھی ذکر کیا کہ مال بائع کا یعنی مالک کا ہے غلام کا نہیں ہے (۳) **عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال اذا نکح العبد بغیر اذن مولاہ فنکاحه باطل**۔ (ابو داود شریف، باب نکاح العبد بغیر اذن موالیہ، ص ۳۰۱، نمبر ۲۰۷۹) اس حدیث میں ہے کہ بغیر اجازت کے غلام اپنا نکاح بھی نہیں کرسکتا، کیونکہ اس کی ملکیت میں کچھ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اور بالغ ہونا (آزاد کرنے کے لئے شرط ہے) اس لئے کہ بچہ آزاد کرنے کا اہل نہیں ہے، اس لئے کہ آزاد کرنے میں واضح نقصان ہے۔، یہی وجہ ہے کہ جو بچے کا ولی ہے وہ بھی بچے کے غلام کو آزاد کرنے کا مالک نہیں ہوتا۔

تشریح: آزاد کرنے کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ آدمی بالغ ہو۔

وجہ: (۱) اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بچہ آزاد کرنے کا اہل نہیں ہے، (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں بچے کو کوئی فائدہ نظر نہیں

۳؎ وَالْعَقْلُ لِاَنَّ الْمَجْنُوْنَ لَيْسَ بِأَهْلٍ لِلتَّصَرُّف ۴؎ وَلِهٰذَا لَوْ قَالَ الْبَائِعُ: أَعْتَقْتُ وَأَنَا صَبِيٌّ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ، ۵؎ وَكَـذَا اِذَا قَـالَ الْمُعْتِقُ أَعْتَقْتُ وَأَنَا مَجْنُوْنٌ وَجُنُوْنُهُ كَانَ ظَاهِرًا لِوُجُوْدِ الْاِسْنَادِ اِلَى حَالَةٍ

آتا ہم بلکہ ظاہری طور پر نقصان نظر آتا ہے، اس لئے بچے سے آزادگی نہیں ہوگی، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ بچے کا جو ولی ہے وہ بھی بچے کے غلام کو آزاد کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا کیونکہ اس میں ظاہری طور پر بچے کا نقصان ہے ۔(۳) اس حدیث میں ہے کہ بچہ کے قول کا اعتبار نہیں ہے۔عن علیؓ عن النبیؐ قال رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یعقل ۔(ابوداؤد شریف، باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا، ص ٦١٩، نمبر ۴۴٠۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچے اور مجنون کی آزادگی کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اور عقل ہونا، اس لئے کہ مجنون تصرف کرنے کا اہل نہیں ہے۔

تشریح: آزاد کرنے کے لئے عقل ہونا بھی ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ مجنون آزاد کرے تو اس سے آزاد نہیں ہوگا، اس کی دلیل اوپر حدیث گزر چکی ہے۔

وجہ: (۱) بخاری میں قول صحابی ہے۔وقال عثمان لیس لمجنون ولا سکران طلاق (بخاری شریف، باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ، ص ٩٤١، نمبر ۵۲٦٩) اس قول صحابی سے بھی معلوم ہوا کہ بچے اور مجنون کے طلاق اور عتاق کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴؎ یہی وجہ ہے کہ اگر بالغ آدمی کہے کہ میں نے بچہ ہونے کی حالت میں آزاد کیا تھا تو اس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا، اور غلام آزاد نہیں ہوگا۔

تشریح: آزاد کرنے والے کا عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے اس کے لئے تین تفریع بیان کر رہے ہیں [۱] پہلی تفریع یہ ہے کہ بالغ آدمی یہ دعوی کرتا ہے کہ میں جب بچہ تھا تو اس وقت غلام آزاد کیا تھا تو اس کی بات مانی جائے گی اور غلام آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۵؎ [۲] ایسے ہی آزاد کرنے والے نے کہا کہ میں نے جنون کی حالت میں آزاد کیا تھا، اور اس کا جنون سب کو معلوم تھا تو غلام آزاد نہیں ہوگا، کیونکہ آزادگی کے منافی حالت کی طرف نسبت کی۔

تشریح: [۲] یہ دوسری تفریع ہے، ایک آدمی ابھی عقل والا ہے، لیکن کسی زمانے میں مجنون ہوا تھا، اور اس کا جنون سب کو معلوم ہے، اب یہ آدمی کہتا ہے کہ جنون کی حالت میں میں نے غلام آزاد کیا تھا تو اس کی بات مانی جائے گی، اور اس کا غلام آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ آزاد کرنے کی نسبت ایسے وقت کی طرف کیا جبکہ وہ آزاد کرنے کے قابل نہیں تھا، یعنی وہ اس وقت

مُنَافِيَةٍ، ٦ وَكَذَا لَوْ قَالَ الصَّبِيُّ كُلُّ مَمْلُوكٍ أَمْلِكُهُ فَهُوَ حُرٌّ إِذَا احْتَمَلْتُ لَا يَصِحُّ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِأَهْلٍ لِقَوْلٍ مُلْزِمٍ، ٧ وَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الْعَبْدُ فِي مِلْكِهِ حَتَّى لَوْ أَعْتَقَ عَبْدَ غَيْرِهِ لَا يُنْفُذُ عِتْقُهُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا عِتْقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُهُ ابْنُ آدَمَ. (٢٢١٢) وَإِذَا قَالَ لِعَبْدِهِ أَوْ أَمَتِهِ أَنْتَ حُرٌّ أَوْ مُعْتَقٌ أَوْ عَتِيقٌ أَوْ مُحَرَّرٌ أَوْ قَدْ حَرَّرْتُكَ أَوْ قَدْ أَعْتَقْتُكَ فَقَدْ عَتَقَ نَوَى بِهِ الْعِتْقَ أَوْ لَمْ يَنْوِ

مجنون تھا۔

لغت: **ظاھر الوجود**: جنون اتنا ظاہر تھا کہ لوگوں کو معلوم تھا۔ **لاسناد الی حالة منافیة**: آزاد کرنے کی نسبت ایسی حالت کی طرف کی کہ وہ آزاد کرنے کی منافی ہے، یعنی جنون کی حالت ہے، جس میں غلام آزاد نہیں ہوسکتا۔

ترجمہ: ترجمہ :٦ [٣] ایسے ہی اگر بچے نے کہا کہ جب میں بالغ ہو جاؤں تو جتنے غلام کا میں مالک ہوں گا وہ سب آزاد تو اس کی بات صحیح نہیں ہوگی، اس لئے کہ یہ بچہ اس وقت قول کے لازم ہونے کا اہل نہیں ہے۔

تشریح: [٣] یہ تیسری تفریع ہے۔ بچہ جب تک بچہ ہے اس کی بات کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے اگر اس نے کہا کہ جب میں بالغ ہو جاؤں اس وقت جتنے غلام کا مالک ہوں وہ سب آزاد، تو اس کا غلام آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ بال رہا ہے اس وقت اس کی بات کا اعتبار نہیں ہے، اور اس قول اس پر لازم نہیں ہے۔

لغت: **لیس باھل لقول ملزم**: بچہ پر اس کی بات لازم ہو جائے وہ اس کا اہل نہیں ہے، یعنی بچہ ہونے کی حالت میں اس کی بات کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: ٧ اور یہ بھی ضروری ہے کہ غلام اس کی ملکیت میں ہو، یہی وجہ ہے کہ اگر دوسرے کا غلام آزاد کیا تو اس کی آزادگی نافذ نہیں ہوگی، کیونکہ حضورؐ نے فرمایا، کہ ابن آدم جس کا مالک نہیں ہے اس میں آزادگی نہیں ہوگی۔

تشریح: غلام آزاد کرنے والے کی ملکیت میں ہو تب ہی آزاد ہوگا۔

وجہ: حدیث میں ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر مالک ہو تب ہی آزاد کرسکتا ہے۔ **عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ؐ قال لا طلاق الا فیما تملک ولا عتق الا فیما تملک ولا بیع الا فیما تملک** (ابو داؤد شریف، باب فی الطلاق قبل النکاح، ص ٣١٧، نمبر ٢١٩٠) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس غلام کا مالک نہ ہو اس کو آزاد نہیں کرسکتا۔ اور غلام آدمی غلام باندی کا مالک نہیں ہوتا اس لئے وہ آزاد نہیں کرسکتا۔

ترجمہ: (٢٢١٢) پس اگر اپنے غلام اور باندی سے کہا، تو آزاد ہے، یا آزاد کیا ہوا ہے، یا میں نے تجھ کو آزاد کیا تو آزاد ہو جائے گا۔ آقا نے آزادگی کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

۱؎ لِاَنَّ هٰذِهِ الْاَلْفَاظَ صَرِيْحَةٌ فِيْهِ. لِاَنَّهَا مُسْتَعْمَلَةٌ فِيْهِ شَرْعًا وَعُرْفًا فَأَغْنٰى ذٰلِكَ عَنِ النِّيَّةِ ۲؎ وَالْوَضْعُ وَاِنْ كَانَ فِي الْاِخْبَارِ فَقَدْ جُعِلَ اِنْشَاءً فِي التَّصَرُّفَاتِ الشَّرْعِيَّةِ لِلْحَاجَةِ كَمَا فِي الطَّلَاقِ

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ یہ الفاظ آزاد کرنے میں صریح ہیں، اس لئے کہ آزاد کرنے کے لئے شرعا اور عرفا استعمال ہوتے ہیں، اس لئے ان میں نیت کی ضرورت نہیں ہے۔

اصول : جو الفاظ صراحت کے طور آزاد کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں ان میں نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے

تشریح: عربی زبان میں آزاد کرنے کے یہ سب جملے ہیں کہ ان سب جملوں کو استعمال کرنے سے آزادگی واقع ہو جائے گی۔ اور چونکہ یہ الفاظ صریح ہیں اس لئے نیت کرے یا نہ کرے ہر حال میں آزادگی واقع ہو جائے گی۔

وجہ: (۱) حر کا لفظ صریح ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ ومن قتل مؤمنا خطاء فتحرير رقبة مؤمنة (آیت ۹۲، سورۃ النساء۴) اس آیت میں آزادگی کے لئے تحریر کا لفظ استعمال ہوا ہے جو صریح ہے۔ (۲) اور عتق کے صریح ہونے کے لئے یہ حدیث ہے۔ قال لی ابو هرية قال النبی ﷺ ايما رجل اعتق امرء مسلما استنقذ الله بكل عضو منه عضوا من النار (بخاری شریف، باب فی العتق وفضلہ، ص ۴۴۲، نمبر ۲۵۱۷) اس حدیث میں عتق کا لفظ صریح ہے۔ اور انہیں دونوں لفظوں سے باقی جملے بنے ہیں اس لئے وہ جملے بھی صریح ہوئے۔ اس لئے ان جملوں سے بغیر نیت کئے ہوئے بھی طلاق واقع ہو جائیگی۔

لغت: حر: آزاد، معتق: عتق سے اسم مفعول ہے آزاد کیا ہوا ہے، عتیق: فعیل کے وزن پر اسم مفعول ہے آزاد کیا ہوا، محرر: آزاد کیا ہوا یہ بھی اسم مفعول ہے، حررتُ: میں نے آزاد کیا، اعتقتُ: میں نے تجھے آزاد کیا۔

ترجمہ : ۲؎ ان الفاظ کی اصل وضع خبر دینا ہے، لیکن ضرورت کی وجہ سے شرعی تصرفات میں انشاء کا معنی میں کر دیا گیا ہے، جیسے طلاق، اور بیع اور اس کے علاوہ میں ہوتا ہے۔

تشریح : یہ ایک اشکال کا جواب ہے۔ اشکال یہ ہے کہ یہ الفاظ خبر دینے کے لئے ہیں، جیسے انت حر: تو آزاد ہے، تو آزاد ہونے کی خبر دے رہا، لیکن ضرورت کی بنا پر یوں کہا جائے گا کہ اب اس کو آزاد کر رہا ہے۔ جیسے طلاق میں اطلق نہیں کہتا، بلکہ انت طالق کہتا ہے جو خبر ہے اور اس کا معنی یہ لیتا ہے کہ ابھی طلاق دے رہا ہوں، یا بعتُ، کہتا کہ میں نے بیچ دیا، اور اس کا معنی یہ لیتا ہے کہ میں ابھی بیچ رہا ہوں، اسی کو انشاء کہتے ہیں۔

لغت : اخبار: جو چیز پہلے گزر چکی اس کے بارے میں خبر دینے کو، اخبار، کہتے ہیں۔ انشاء: کوئی کام ابھی کر رہا ہو اس کو، انشاء، کہتے ہیں، جیسے میں یہ چیز تمہارے ہاتھ میں بیچ رہا ہوں اس کو، انشاء، کہتے ہیں۔

وَالْبَيْعِ وَغَيْرِهِمَا. (۲۲۱۳) وَلَوْقَالَ عَنَيْتُ بِهِ الْأَخْبَارَ الْبَاطِلَ أَوْ أَنَّهُ حُرٌّ مِنَ الْعَمَلِ صُدِّقَ دِيَانَةً ۱؎ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُهُ وَلَايَدِيْنُ قَضَاءً ۱؎ لِأَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ (۲۲۱۴) وَلَوْقَالَ لَهُ يَا حُرٌّ يَا عَتِيْقُ يَعْتِقُ ۱؎ لِأَنَّهُ نِدَاءٌ بِمَا هُوَصَرِيْحٌ فِي الْعِتْقِ وَقُوَ لِا سْتِحْضَارِ الْمُنَادَى بِا لْوَصْفِ الْمَذْكُوْرِهَذَا هُوَ حَقِيْقَتُهُ فَيَقْتَضِي تَحَقُّقَ الْوَصْفِ فِيْهِ وَأَنَّهُ يَثْبُتُ مِنْ جِهَتِهِ فَيَقْتَضِي ثُبُوْتَهُ تَصْدِيقاًلَهُ فِيْمَا أَخْبَرَ،وَسَنُقَرِّرُهُ مِنْ بَعْدُ أَنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى ۲؎ أَلَّا أَذَا سَمَّاهُ حُرًّاثُمَّ نَادَاهُ يَا حُرُّ لِأَنَّ مُرَادَهُ الْأَعْلَامُ باسْمٍ عَلَمَهُ وَهُوَمَا لَقَّبَهُ بِه،

ترجمہ : (۲۲۱۳)اوراگراس نے کہا کہ میں نے ان جملوں سے جھوٹی خبر کی نیت کی ہے، یا میں نے نیت کی کہ کام سے اس کو چھٹکارا ہے تو دیانت میں اس کی تصدیق کی جائے گی، کیونکہ اس کا بھی احتمال ہے، لیکن قضا کے طور پر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ یہ ظاہر کے خلاف ہے۔

تشریح :اوپر کے سارے الفاظ، انت حر، وغیرہ الفاظ بول کراس نے میں نے جھوٹ بولا ہے، یا اس کا مطلب یہ لیا کہ کام سے غلام کو چھٹکارا ہے تو دیانت کے طور پر مان لیا جائے گا اور غلام آزاد نہیں ہوگا، کیونکہ ان جملوں کا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے، لیکن قضا کے طور پر اس کو نہیں مانا جائے گا، کیونکہ یہ ظاہر کے خلاف ہے۔

ترجمہ:(۲۲۱۴)اوراگر یاحر، یایاعتیق [اۓ آزاد] کہا تب بھی غلام آزاد ہو جائے گا۔

تشریح :اپنے غلام کو یاحر، یایاعتیق، کہا تو مالک غلام کو آزادگی کے وصف کے ساتھ متصف کرر ہا ہے، اور مالک اس کو آزادگی دے بھی سکتا ہے اس لئے ان دونوں الفاظ سے غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ یہاں صریح آزادگی کے ساتھ پکارنا ہے، اور وہ ہے کہ جسکو پکارا جار ہا ہے اس میں آزادگی کی صفت ہو، اس جملے کی حقیقت یہی ہے اس لئے اس میں اس صفت کا متحقق ہونے کا تقاضہ کرتا ہے، اور مالک کی جانب سے یہ صفت ثابت ہوسکتی ہے، اس لئے مالک کی تصدیق کے لئے اس صفت کے ثابت ہونے کا تقاضہ کرتا ہے، اس کی لمبی بحث بعد میں ہوگی ان شاء اللہ۔

تشریح: یہاں لمبی بحث کی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ، مالک نے اپنے غلام کو، اۓ آزاد، کہا ہے، اور مالک یہ صفت غلام میں دے بھی سکتا ہے، اس لئے غلام میں یہ صفت آجائے گی اور وہ آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ : ۲؎ لیکن اگر غلام کا نام ہی حر رکھ دیا پھر اس کو یاحر، ہا[تو آزاد نہیں ہوگا] اس لئے کہ مالک کا مقصد نام سے پکارنا ہے جو اس نے نام رکھا تھا۔

تشریح :اپنے غلام کا نام حر، رکھ دیا پھر، یاحر کہا تو آزاد نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہاں نام سے اس کو پکارنا مقصود ہے۔

۳؎ وَلَوْنَادَاهُ بِالْفَارِسِيَّةِ يَا آزَادَ وَقَدْ لَقَّبَهُ بِالحرِّ قَالُوْ يَعْتِقُ،وَكَذَا عَكْسُهُ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِنِدَاءٍ بِاسْمٍ عَلِمَهُ فَيُعْتَبَرُ أَخْبَارًا عَنِ الْوَصْفِ (۲۲۱۵) وَكَذَا لَوْقَالَ رَأْسُكَ حُرٌّ أَوْ وَجْهُكَ أَوْ رَقَبَتُكَ أَوْ بَدَنُكَ أَوْقَالَ لِأَمَتِهِ فَرْجُكَ حُرٌّ ۱؎ لِأَنَّ هٰذِهِ الْأَلْفَاظَ يُعَبَّرُبِهَا عَنْ جَمِيعِ الْبَدَنِ وَقَدْ مَرَّ فِي الطَّلَاقِ،

لغت :اعلام: پکارنا۔ مالقبہ: جواس نے لقب رکھا،یعنی نام رکھا۔

ترجمہ :۳؎ اگرحرنام رکھا گیا تھااور فارسی میں غلام کوکہا،یا آزاد،تو علمافرماتے ہیں کہ آزادہوجائے گا،اوراس کا الٹا[غلام کا نام آزادرکھااوراس کو یا حر سے پکارا تو بھی آزاد ہوجائے گا]،اس لئے کہ اس کے نام سے نہیں پکارا ہے اس لئے آزادگی کی وصف کے ساتھ خبر دینے کا اعتبار کیا جائے گا۔

تشریح:غلام کا نام حررکھ دیااوراس کو یا آزاد کہہ کر پکارا تو علما کے نزدیک غلام آزادہوجائے گا۔دوسری صورت یہ ہے کہ غلام کا نام آزادرکھا،اوراس کو یاحر کہہ کر پکارا تو بھی آزاد ہوجائے گا۔

وجہ : کیونکہ جونام رکھا گیا تھااس نام سے نہیں پکارا،اس لئے یہاں نام مرادنہیں ہے، بلکہ آزادگی کی صفت ثابت کرنا مقصود ہے،اس لئے غلام آزادہوجائے گا۔

ترجمہ :(۲۲۱۵)ایسے ہی اگر کہا تیراسرآزاد،یا تیراچہرا،یا تیری گردن آزاد،یا تیرابدن آزاد،یا اپنی باندی سے کہا تیری شرمگاہ آزادتو آزادہوجائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ ان الفاظ سے پورابدن مراد لیتے ہیں،اس کی بحث کتاب الطلاق میں گزرچکی ہے۔

اصول :جس عضوکو بول کر پورابدن مرادلیا جاتا ہواس عضو کے نام لینے سے پورابدن مرادلیا جائے گااور پوراغلام آزاد ہوجائے گا۔

تشریح : یہ مسائل اس اصول پر ہیں کہ ایسے عضو کے بارے میں کہا کہ وہ آزاد ہے جس سے پوراجسم مراد لیتے ہیں تواس سے پوراجسم مرادلیکرغلام یاباندی آزادہوجائیں گے۔مثلا کہا کہ تیراسرآزاد ہےتواس سے پوراغلام آزادہوجائے گا۔کیونکہ سر بول کر پوراانسان مراد لیتے ہیں۔

وجہ:(۱)آیت میں ہے۔ومن قتل مومنا خطاء فتحرير رقبة مؤمنة (آیت۹۲سورۃ النساء۴)اس آیت میں رقبۃ بول کر پوراانسان مرادلیا ہے۔اس لئے گردن بول کر پوراانسان مراد لیتے ہیں۔(۲)اورعنق بول پوراجسم مراد لینے کا ثبوت اس آیت میں ہے۔فظلت اعناقهم لها خاضعين (آیت۴،سورۃ الشعراء۲۶)(۳)اوروجہ بول کر پوراجسم مراد لینے کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ وعنت الوجوه للحى القيوم (آیت۱۱۱سورۃ طہ۲۰)باقی کواسی پرقیاس کرلیں۔(۴)اس قول

۲ وَأَنْ أَضَافَهُ أَلَى جُزْءٍ شَائِعٍ يَقَعُ فِي ذٰلِکَ الْجُزْءِ، وَسَيَأْتِيکَ الاِخْتِلَافُ فِيْهِ أَنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى (۲۲۱۶) وَأَنْ أَضَافَهُ أَلَى جَزْءٍ مِبعِيَّنٍ لَايُعَبَّرُ بِهِ عَنْ الْجُمْلَةِ كَالْيَدِوَالرِّجْلِ لَا يَقَعُ ۱ عِنْدَنَا خِلَافاً لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَةُ اللّٰهُ ،وِالْكَلَامُ فِيْهِ كَالْكَلَامِ فِي الطَّلَاقِ وَقَدْ بَيَّنَاهُ. (۲۲۱۷) وَلَوْقَالَ لَا مِلْکَ لِيُ

تابعی میں ہے۔عن قتادۃ قال اذا قال اصبعک طالق فھی طالق قد وقع الطلاق علیھا (مصنف عبدالرزاق، باب یطلق بعض تطلیقۃ، ج سادس، ص۳۷۳ نمبر۱۱۲۵۲) اس سے انگلی کا ثبوت ہوا۔لیکن گردن وغیرہ تو اس سے اہم عضو ہے اس سے بدرجۂ اولی طلاق واقع ہوگی۔

ترجمہ: ۲ اگر آزادگی کی نسبت شائع جز کی طرف کی تو پہلے اس جز میں آزادگی واقع ہوگی، پھر پورے بدن میں یہ پھیل جائے گی[اور پور بدن آزاد ہوجائے گا۔اس بارے میں اختلاف ہے جو عنقریب آرہا ہے۔

تشریح: ،آدھا، چوتھائی، پون، ایک تہائی، اور دو تہائی جسم کو جز وشائع کہتے ہیں۔اب کسی نے چوتھائی غلام آزا کیا تو اس چوتھائی پر آزادگی ہوگی، پھر وہ پورے بدن پر پھیلے گا اور پورے بدن کو آزدگی مل جائے گی

وجہ: (۱) آدھے جسم کو آزادگی واقع ہوگی تو غلام کے ہر ہر عضو کے آدھے پر آزادگی واقع ہوگی اس لئے کہ آزاد میں آدھا نہیں ہوتا پورا ہی ہوتا ہے۔اس لئے پورے انسان کو آزادگی ملے گی (۲) قول تابعی میں ہے۔عن الشعبی قال اذا قال انت طالق نصفا او ثلث تطلیقۃ فھی تطلیقۃ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۵ ما قالوا فی الرجل یطلق امرأتہ نصف تطلیقۃ ج رابع ،ص ۸۷،نمبر ۱۸۰۵۵ رمصنف عبدالرزاق ،نمبر ۱۱۲۵۱) اس قول تابعی میں آدھی طلاق اور تہائی طلاق کو ایک طلاق قرار دیا۔اسی پر قیاس کر کے آدھے انسان کو پورا انسان قرار دیا جائے گا۔اور پورے انسان پر آزادگی آجائے گی۔

ترجمہ: (۲۲۱۶) اور اگر آزادگی کو کسی ایسے معین عضو کی طرف منسوب کیا جس سے پورا جسم مراد نہیں لیا جاتا، جیسے ہاتھ اور پیر، تو اس سے آزادگی واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۱ ہمارے نزدیک، خلاف امام شافعیؒ کے، اور یہاں پر اتنی ہی بحث ہے جتنی کتاب الطلاق میں گزری، اور اس کو ہم نے کتاب الطلاق میں بیان کر دیا ہے۔

تشریح: اور اگر کہا تیرے ہاتھ یا تیرے پاؤں کو آزاد کرتا ہوں تو آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ: ہاتھ اور پاؤں بول کر پورا جسم مراد نہیں لیتے اس لئے ہاتھ کو اور پاؤں کو آزاد کیا تو پورا جسم آزاد نہیں ہوگا، یعنی غلام آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۲۱۷) اور اگر کہا کہ میری آپ پر ملکیت نہیں ہے اور اس سے آزادگی کی نیت کی تو آزاد ہوجائے گا۔اور اگر نیت

عَلَيْکَ وَنَوٰى بِهِ الْحرِّيَّةَ عَتِيْقَ وَأَنْ لَمْ يَنْوِ لَمْ يُعْتَقْ ﴿١﴾ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنَّهُ أَنَّهُ أَرَادَ لا مِلْکَ لِی عَلَيْکَ لِأَنِّی بِعْتُکَ ،وَيُحْتَمَلُ لِأَنِّی أَعْتَقْتُکَ فَلا يَتَعَيَّنُ أَحَدُهُمَا مُرَادًا اِلَّا بِالنِّيَّةِ قَالَ (٢٢١٨) وَكَذَاكِنَايَاتُ الْعِتقِ ﴿١﴾ وَ ذٰلِکَ مِثْلُ قَوْلِهِ خَرَجْتُ مِنْ مِلْكِی وِلا سَبِيْلَ لِی عَلَيْکَ وَلَا رِقَّ لِیُ

نہیں کی تو آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ :﴿١﴾ اس لئے کہ احتمال رکھتا ہے کہ میری تم پراس لئے ملکیت نہیں ہے کہ میں تم کو دوسرے کے ہاتھ میں بیچ دیا ہے،اور یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ میں نے تم کو آزاد کر دیا،تو چونکہ نیت کے بغیر دونوں میں سے ایک مراد متعین نہیں ہوسکتی[اس لئے نیت کے بغیر آزاد نہیں ہوگا۔

تشریح : آزاد کرنے کے لئے الفاظ کنایہ استعمال کئے تو اگر اس سے آزاد کرنے کی نیت ہو تو آزاد ہو جائے گا۔اور اگر آزاد کرنے کی نیت نہ ہو تو آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ :(۱) کنایہ کے الفاظ کے دو معنی ہوتے ہیں۔ایک معنی سے آزادگی ہوگی اور دوسرے معنی لینے سے آزادگی نہیں ہوگی اس لئے آزاد کرنے کے لئے نیت کرنا ہوگا۔مثلا میری تم پر ملکیت نہیں ہے کا ایک معنی یہ ہے کہ تم کو بیچ دیا اس لئے میری تم پر ملکیت نہیں ہے۔اس سے آزادگی نہیں ہوگی۔اور دوسرا معنی ہے کہ میں نے تم کو آزاد کر دیا اس لئے میری تم پر ملکیت نہیں ہے۔اس لئے اس معنی لینے سے آزاد ہو جائے گا۔لیکن اس معنی لینے کے لئے نیت کرنی ہوگی (۲) حضرت رکانہؓ نے بیوی کو طلاق دینے کے لئے لفظ کنایہ استعمال کیا تھا تو حضورؐ نے اس کی نیت پوچھی۔پھر انہوں نے کہا کہ ایک طلاق کی نیت کی ہے اس لئے ایک طلاق واقع کی۔حدیث یہ ہے۔عن عبد الله بن علی بن یزید رکانة عن ابیه عن جده انه طلق امرأته البتة فاتی رسول الله ﷺ فقال ما اردت؟ قال واحدة قال الله؟ قال الله! قال هو علی ما اردت۔(ابوداؤد شریف، باب فی البتۃ،ص ۳۲۰،نمبر ۲۲۰۸،ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یطلق امرأتہ البتۃ،ص ۲۸۵،نمبر ۱۱۷۷)اس حدیث میں البتۃ کا لفظ کنایہ استعمال کیا ہے اس لئے آپؐ نے رکانہ سے نیت پوچھی۔

اصول: تمام کنائی الفاظ میں یہی اصول ہے کہ نیت کرے گا تو آزادگی واقع ہوگی ورنہ نہیں۔

ترجمہ:(۲۲۱۸) اور ایسے ہی تمام کنائی الفاظ کا حال ہے،

ترجمہ :﴿١﴾ مثلا تم میری ملکیت سے نکل گیا، یا میرا تم پر کوئی راستہ نہیں ہے،تم پر میری غلامیت نہیں ہے، میں نے تمہارا راستہ چھوڑ دیا،اس لئے کہ احتمال رکھتا ہے کہ راستے سے انکار کرنا، ملک سے نکلنا،اور راستہ چھوڑ دینا بیچنے اور مکاتب بنانے کی وجہ سے ہو،جیسا کہ یہ احتمال رکھتا ہے کہ آزاد کرنے سے ہو اس لئے نیت ضروری ہے۔

عَـلَیْکَ وَقَـدْ خَلَّیْتُ سَبِیلَکَ لِاَنَّهُ یَحْتَمِلُ نَفْیَ السَّبِیْلِ وَالْخُرُوْجَ عَنْ الْمِلْکِ وَتَخْلِیَةِ السَّبِیْلِ بِا الْبَیْعِ أَوْ الْکِتَبَةِ کَمَا یَحْتَمِلُ بِا لْعِتْقِ فَلا بُدَّ مِنْ النِّیَّةِ، ۲ وَکَذَا قَوْلُهُ لِأَمَتِهِ قَدْ أَطْلَقْتُکِ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ قَوْلِهِ خَلَّیْتُ سَبِیْلَکَ وَهُوَ الْمَرْوِیُّ عَنْ أَبِی یُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ ۳ بِخِلَافِ قَوْلِهِ طَلَّقْتُکَ عَلَی مَا نُبَیِّنُ مِنْ بَعْدُ أَنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَی

(۲۲۱۹) وَلَوْ قَالَ لَا سُلْطَانَ لِی عَلَیْکَ وَنَوَی الْعِتْقَ لَمْ یَعْتِقْ ۱ لِأَنَّ السُّلْطَانَ عِبَارَةٌ عَنِ الْیَدِ، وَسُمِّیَ السُّلْطَانُ بِهِ لِقِیَامِ یَدِهِ وَقَدْ یَبْقَی الْمِلْکُ دُوْنَ الْیَدِ کَمَا فِی الْمُکَاتَبِ

تشریح: تمام کنائی الفاظ میں یہی ہے کہ آزاد کرنے کی نیت کرے گا تو آزاد ہوگا ورنہ نہیں۔ اس کی چار مثالیں دے رہے ہیں [۱] تم میری ملکیت سے نکل گئے [۲] میرا تم پر راستہ نہیں ہے، [۳] میری تم پر غلامیت نہیں ہے [۴] میں نے تمہارا راستہ چھوڑ دیا۔ ان چاروں الفاظ میں یہ بھی احتمال ہے کہ آزاد کرنے سے ملکیت نہیں ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ غلام کو بیچنے، یا مکاتب بنانے کی وجہ سے ملکیت نہیں ہے، چونکہ ان الفاظ میں دونوں احتمال ہیں اس لئے آزاد کرنے کی نیت کرے گا تو آزاد ہوگا، اور آزاد کرنے کی نیت نہیں کرے گا تو آزاد نہیں ہوگا۔

لغت: خلیتُ سبیلک: خل: کا ترجمہ ہے چھوڑنا۔ پورے جملے کا ترجمہ ہے، میں نے تمہارا راستہ چھوڑ دیا۔

ترجمہ: ۲ ایسے ہی اپنی باندی کو یہ کہنا کہ میں نے تمہارا راستہ چھوڑ دیا، اس لئے کہ یہ لفظ خلیتُ سبیلک کے معنی میں ہے، امام ابو یوسفؒ سے یہی روایت ہے۔

تشریح: الف کے ساتھ اطلقتُ، بولا تو اس کا ترجمہ ہے میں نے تمہارا راستہ چھوڑ دیا تو اس میں بھی آزاد کرنے کی نیت کرے گا تو آزادگی واقع ہوگی ورنہ نہیں، کیونکہ یہ لفظ خلیتُ سبیلک کے معنی میں ہے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ سے یہی مروی ہے۔

ترجمہ: ۳ بخلاف طلقتُ کے لفظ کے، [اس سے آزادگی واقع نہیں ہوگی] جیسا کہ ہم بعد میں بیان کریں گے ان شاء اللہ۔

تشریح: آقا بغیر الف کے طلقتُ بولا تو اس کا ظاہری ترجمہ ہے طلاق دینا، اس میں آزاد ہونے کا ترجمہ نہیں ہے اس لئے آزاد کرنے کی نیت کے باوجود اس سے آزادگی نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۲۲۱۹) اور اگر کہا میرا تم پر قبضہ نہیں ہے اور اس سے آزادگی کی نیت کی تو آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ سلطان کا ترجمہ ہے غلبہ ہونا [یا قبضہ ہونا] اور بادشاہ کو بھی سلطان اس لئے کہتے ہیں کہ اسکا قبضہ ہوتا ہے، اور ایسا ہوتا ہے کہ ملک ہو اور قبضہ نہ ہو، جیسے کہ مکاتب، میں ملک ہوتی ہے، لیکن آقا کا اس پر قبضہ نہیں ہوتا۔

وجہ: میرا تم پر قبضہ نہیں ہے اس سے غلام آزاد ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ مکاتب غلام پر ملکیت ہوتی ہے وہ آزاد نہیں ہوتا

۲؎ بِخَلَافِ قَوْلِهِ: لَا سَبِيْلَ لِي عَلَيْكَ لِأَنَّ نَفْيَهُ مُطْلَقًا بِانْتِفَاءِ الْمِلْكِ لِأَنَّ لِلْمَوْلَى عَلَى الْمُكَاتَبِ سَبِيْلًا فَلِهٰذَا يَحْتَمِلُ الْعِتْقَ.

(۲۲۲۰) وَلَوْ قَالَ هٰذَا ابْنِي وَثَبَتَ عَلَى ذٰلِكَ عَتَقَ ۱؎ وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ إِذَا كَانَ يُوْلَدُ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ، وَإِذَا كَانَ لَا يُوْلَدُ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ ذَكَرَهُ بَعْدَ هٰذَا ،

لیکن پھر بھی آقا کا اس پر قبضہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ تجارت کرنے اور اپنا نفقہ جمع کرنے میں آزاد ہوتا ہے۔ اس لئے اس جملے سے آزاد ہونا متیقن نہیں ہے۔ اس لئے اس جملے میں نیت کرنے سے بھی آزادگی واقع نہیں ہوگی۔

لغت: لا سلطان لی علیک: میرا تم پر غلبہ نہیں، یا قبضہ نہیں ہے۔

ترجمہ: ترجمہ ۲؎ بخلاف لا سبیل لی علیک: تم پر میرا کوئی راستہ نہیں ہے [اس سے آزادگی واقع ہو جائے گی اس لئے کہ اس سے مکمل ملک کی نفی ہوتی ہے، اس لئے کہ آقا کا مکاتب پر راستہ ہوتا ہے، اس لئے اس لفظ میں آزادگی کا احتمال ہے۔

تشریح: آقا نے اپنے غلام سے لا سبیل لی علیک، کہا اور آزاد کرنے کی نیت کی تو اس سے غلام آزاد ہو جائے گا۔

وجہ: لا سبیل کا ترجمہ ہوا کہ ملک کا بھی راستہ نہیں رہا، اور مکاتب پر چاہے قبضہ نہ ہو لیکن ملکیت کا راستہ تو رہتا ہے، اس لئے جب آقا نے کہا کہ کوئی راستہ نہیں ہے تو اشارہ کیا کہ ملکیت بھی اب باقی نہیں رہی، اس لئے ایسا کہا اور آزادگی کی نیت کی تو مکاتب، یا غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۲۲۰) اگر کہا یہ میرا بیٹا ہے اور اسی پر جما رہا۔

ترجمہ: ۱؎ مسئلے کا معنی یہ ہے کہ اس عمر کا غلام آقا کا بیٹا بن سکتا ہو [تو آقا سے نسب ثابت کیا جائے گا] اور اگر اس عمر کا غلام اس آقا کا بیٹا نہیں بن سکتا، تو اس مسئلے کو بعد میں ذکر کریں گے

تشریح: آقا نے اپنے غلام سے کہا کہ تم میرا بیٹا ہو۔ تو دو شرطیں پائی جائیں تو آقا سے غلام کا نسب بھی ثابت ہوگا، اور نسب ثابت ہونے کی بنا پر غلام آزاد بھی ہو جائے گا [۱] ایک تو یہ کہ غلام آقا سے اتنا چھوٹا ہو کہ وہ آقا کا بیٹا بن سکتا ہو، [۲] اور دوسری شرط یہ ہے کہ غلام نسب مشہور نہ ہو، یعنی وہ ثابت النسب نہ ہو۔ اور اگر غلام بڑا ہو، یا اس کا نسب مشہور ہو تو غلام آزاد ہوگا، لیکن آقا سے اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔

اگر یہ میرا بیٹا ہے، کہنے کے بعد آقا اس پر جما نہیں رہا، بلکہ کہا کہ میں نے یہ بات مذاق میں کہی ہے، یا جھوٹ بولا ہے تو اس کو جھوٹ مانا جائے گا، اور غلام آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) غلام آقا کا بیٹا بن گیا تو ذی رحم کے مالک بننے کی وجہ سے غلام آزاد ہو جائے گا، حدیث میں ہے۔ عن سمرۃ بن

۲ ثُمَّ أَنْ لَمْ يَكُنْ لِلْعَبْدِ نَسَبٌ مَعْرُوفٌ يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ لِأَنَّ وِلَايَةَ الدَّعْوَةِ بِالْمِلْكِ ثَابِتَةٌ وَالْعَبْدُ مُحْتَاجٌ إِلَى النَّسَبِ فَيَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ، وَاثْبَتَ عَتَقَ لِأَنَّهُ يَسْتَنِدُ النَّسَبُ أَلَى وَقْتِ الْعُلُوقِ، ۳ وَإِنْ كَانَ لَهُ نَسَبٌ مَعْرُوفٌ لَايَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ لِلتَّعَذُّرِ وَيُعْتَقُ أَعْمَالًا لِلَّفْظِ فِيْ مَجَازِهِ عِنْدَ تَعَذُّرِ أَعْمَالِهِ بِحَقِيْقَتِهِ، وَوَجْهُ الْمَجَازِ نَذْكُرُهُ مِنْ بَعْدُ أَنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى

(۲۲۲۱) وَلَوْقَالَ هٰذَا مَوْلَايَ عَتَقَ.

جندب فيما يحسب حماد قال قال رسول الله ﷺ من ملك ذارحم محرم فهو حر ۔(ابوداؤد شریف، باب فیمن ملک ذا رحم محرم ،ص ۵٦۰ ،نمبر ۳۹۴۹ ،ترمذی شریف، باب ما جاء فیمن ملک ذا رحم محرم ،ص ۳۳۰ ،نمبر ۱۳٦۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی رحم محرم کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ :۲ پھر اگر غلام کا نسب مشہور نہ ہو تو آقا سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا ، کیونکہ مالک ہونے کی وجہ سے آقا کو بیٹا ہونے کا دعوی کرنے کا حق ہے، اور غلام کے نسب ثابت کرنے کی ضرورت بھی ہے، اس لئے غلام کا نسب آقا سے ثابت ہو جائے گا، اور جب نسب ثابت ہو گیا تو نطفہ ٹھہرنے کے وقت سے ہی غلام آزاد شمار کیا جائے گا۔

ترجمہ :۳ اور اگر اس کا نسب مشہور تو متعذر ہونے کی وجہ سے آقا سے اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا، لیکن لفظ کو مجاز پر محمول کرتے ہوئے غلام آزاد ہو جائے گا، کیونکہ یہاں پر حقیقت پر عمل کرنا مشکل ہے، اس بحث کو بعد میں ذکر کریں گے ان شاء اللہ۔

تشریح : غلام کا نسب مشہور نہیں ہے، یعنی کسی سے ثابت نہیں ہے، اور غلام کا مالک ہونے کی وجہ سے آقا کو یہ حق ہے کہ اس پر بیٹا ہونے کا دعوی کر دے، اور غلام کو بھی نسب ثابت کرنے کی ضرورت ہے [کیونکہ حرامی بچہ شریعت کی نظر میں اچھی بات نہیں ہے] اس لئے آقا سے غلام کا نسب ثابت کر دیا جائے گا، اور غلام ماں کے پیٹ سے ہی آزاد شمار کیا جائے گا۔

وجہ : بیٹے کا حقیقی معنی یہاں لینا مشکل ہے، کیونکہ غلام کا نسب پہلے سے مشہور ہے اس لئے اس کا مجازی معنی مراد لیا جائے گا اور غلام آزاد ہو جائے گا،

لغت :حقیقت: یہ منطقی محارہ ہے، لفظ کو اس کے اصلی معنی میں استعمال کرنے کو حقیقت کہتے ہیں۔ مجاز: لفظ کو کسی دوسرے معنی میں استعمال کرنے کو مجاز، کہتے ہیں، لیکن دوسرے معنی میں استعمال کرنے کے لئے ضروری ہے کہ حقیقی اور مجازی معنی کے درمیان کوئی مشترکہ علت ہو، مثلا بیٹا ہونا سبب ہے اور اس کی وجہ سے آزاد ہونا مسبب ہے، اب بیٹا بول کر آزاد ہونا مراد لی جائے تو سبب بول کر مسبب مراد لیا، یہ مجازی معنی ہوا۔

ترجمہ:(۲۲۲۱) اور اگر کہا، یہ میرا مولی ہے، یا اے مولی، تو اس سے غلام آزاد ہو جائے گا۔

لے أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّ اسْمَ الْمَوْلَى نوأَنْ كَانَ يَنْتَظِمُ النَّاصِرَ وَابْنَ الْعَمِّ وَالْمُوَالَاةُ فِي الدِّيْنِ وَالْاَعْلَى وَالْأَسْفَلَ فِي الْعِتَاقَةِ أَلَّا أَنَّهُ تَعَيَّنَ الْأَسْفَلَ فَصَارَ كَا سْمٍ خَاصٍ لَهُ،وَهَذَا لِأَنَّ الْمَوْلَى لَا يَسْتَنْصِرُ بِمَمْلُوكِهِ عَادَةً وَلِلْعَبْدِ نَسَبٌ مَعْرُوفٌ فَا نْتَفَى الْأَوَّلُ ، وَالثَّانِيْ وَالثَّالِثُ نَوْعُ مَجَازٍ، وَالْكَلَامُ لِلْحَقِيْقَةِ وَالْأَضَافَةُ أَلَى الْعَبْدِ تُنَافِيْ كَوْنَهُ مُعْتِقًافَتَعَيَّنَ الْمَوْلَى الْأَسْفَلَ فَالْتَحَقَ بِا الصَّرِيْحِ ،

ترجمہ :لے بہرحال پہلا جملہ،یعنی یہ میرا مولی ہے،اس لئے کہ مولی کا لفظ مددگار کے معنی میں ہے،اور چچازاد بھائی کے معنی میں ہے،اور دین میں موالات کے معنی میں ہے اور آزاد کرنے والے کے معنی میں ہے،اور آزاد شدہ غلام کے معنی میں ہے،مگر یہاں آزاد شدہ غلام کا معنی متعین ہے،تو گویا کہ مولی کا لفظ آزاد شدہ غلام کے لئے خاص ہو گیا،

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آقا عموما مملوک سے مدد نہیں لیتا،[اس لئے مولی یہاں مدد کرنے والے کے معنی میں نہیں ہوگا]،اور غلام کا نسب مشہور ہے اس لئے چچازاد بھائی کے معنی میں بھی نہیں ہوگا،اور تیسرا،یعنی موالات فی الدین، یہ مجازی معنی ہے اور یہاں کلام حقیقی معنی میں ہے،اور غلام کو کہہ رہا ہے مولی اس لئے اس سے آزاد کرنے والا مراد نہیں ہوگا،اس لئے آزاد شدہ کا ترجمہ متعین ہو گیا،اس لئے یہ لفظ صریح کی طرح ہو گیا۔

تشریح : یہاں عبارت لمبی ہے اس کو غور سے سمجھیں۔۔مولی کا پانچ معانی ہیں، چار معانی یہاں بن نہیں سکتے اس لئے پانچواں معنی متعین ہو گیا،اور گویا کہ آقا نے صراحتا کہا کہ یہ غلام آزاد ہے اس لئے ,یہ میرا مولی ہے، کہنے سے بغیر نیت کے بھی غلام آزاد ہو جائے گا۔

مولی کے پانچ معانی یہ ہیں

[۱] مولی کا پہلا ترجمہ ہے۔ مددگار...... یہ معنی اس لئے یہاں نہیں لے سکتا کہ آقا عموما غلام سے مدد نہیں لیتا۔

[۲] مولی کا دوسرا ترجمہ ہے۔ چچازاد بھائی ...... یہ معنی اس لئے یہاں نہیں لے سکتا کہ غلام کا نسب مشہور ہے اس لئے آقا کا چچا زاد بھائی نہیں ہوگا۔

[۳] مولی کا تیسرا ترجمہ ہے۔ دین کے اندر موالات ...... یہ معنی اس لئے یہاں نہیں لے سکتا کیونکہ مولی کا یہ معنی مجازی ہے جبکہ بہتر یہ ہے کہ حقیقی معنی بن سکتا ہو تو حقیقی معنی مراد لیا جائے۔

[۴] مولی کا چوتھا ترجمہ ہے۔ آزاد کرنے والا آقا...... یہ معنی اس لئے یہاں نہیں لے سکتا کہ غلام کو مولی کہہ رہا اور غلام آزاد کرنے والا نہیں ہوتا۔

[۵] مولی کا پانچواں ترجمہ ہے۔ آزاد شدہ غلام ...... پہلا چار معنی مراد نہیں لے سکتے تو اب یہ پانچواں معنی ہی متعین ہو جائے گا

۲؎ وَكَذَا اِذَا قَالَ لِأَمَتِهِ : هٰذِهِ مَوْلَاتِيْ لِمَا بَيَّنَّا ، ۳؎ وَلَوْقَالَ : عَنَيْتُ بِهِ الْمَوْلَى فِي الدِّيْنِ أَوِالْكِذْبِ يُصَدَّقُ فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا يُصَدَّقُ فِي الْقَضَاءِ لِمُخَالَفَتِهِ الظَّاهِرِ ۴؎ أَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّهُ لَمَّا تَعَيَّنَ الْأَسْفَلُ مُرَادًاالْتَحَقَ بِاالصَّرِيْحِ وَ بِاالنِّدَاءِ بِا للَّفْظِ الصَّرِيْحِ يُعْتِقَ بِأَنْ قَالَ:يَاحُرُّ يَا عَتِيْقُ يَا عَتِيْقُ فَكَذَا النَّدَاءُ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

،اور غلام آزاد ہوجائے گا،اس میں نیت کی بھی ضرورت نہیں ہوگی ، کیونکہ مولی کا لفظ آزاد کرنے میں صریح ہے،اور صریح لفظ میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی،اس لئے بغیر نیت کے بھی غلام آزاد ہوجائے گا۔

لغت :موالاۃ فی الدین: کوئی آدمی گھر چھوڑ کر کسی دوسرے خاندان میں آبسا ہو،اب وہ اس خاندان والے سے کہے کہ اگر میں مرگیا تو تم لوگ میرا وارث ہوجانا،اور اگر مجھ پر کوئی تاوان لازم ہو تو تم لوگ میرے تاوان کو ادا کرنا،اس قسم کے معاہدے کو موالات فی الدین، کہتے ہیں،مولی کا یہ معنی مجازی ہے،مولی کا حقیقی معنی ہے آزاد کرنے والا آقا، یا آزاد شدہ غلام ۔اوپر کے مسئلے میں آزاد شدہ غلام ہی مراد لیا جائے گا۔الاعلی فی العتاقہ :آزاد کرنے میں جو اعلی ہے،اس سے آزاد کرنے والا مراد ہے،جو آزاد کرنے میں اعلی ہے۔الاسفل فی العتاقہ :اس سے آزاد شدہ غلام مراد جو اسفل ہے۔الاول: سے یہاں مولی کا پہلا معنی مراد ہے،یعنی مدد کرنے والا۔الثانی: دوسرا معنی ،یعنی چچا زاد بھائی۔الثالث: سے مولی کا تیسرا معنی،مراد ہے یعنی مولی فی الدین۔مولی کا یہ مجازی معنی ہے۔

ترجمہ:۲؎ ایسے ہی اگر اپنی باندی سے کہا، یہ میری مولی ہے،تو باندی آزاد ہوجائے،اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح :اپنی باندی سے،کہا یہ میری مولی ہے تو، یہاں مولی کے پانچ معانی میں سے پانچواں معنی متعین ہوگا اور باندی آزاد ہوجائے گی۔دلیل پہلے گزر چکی ہے۔

ترجمہ :۳؎ اور اگر کہا کہ ہذا مولایا، سے میری مراد مولی فی الدین ہے، یا میں نے جھوٹ بولا تو دیانۃ تصدیق کر لی جائے گی قضاء تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ مطلب ظاہر کے مخالف ہے۔

تشریح : یہ میرا مولی ہے، کہہ کر آقا نے کہا کہ میں،مولی فی الدین مراد لی تو یہ معنی ایک تو مجازی ہے اور ظاہر کے خلاف ہے اس لئے دیانۃ تو مان لی جائے گا،لیکن قضاء نہیں مانا جائے گا،اسی طرح کہا کہ میں نے جھوٹ بولا ہے تو دیانۃ مان لیا جائے گا ،لیکن قضاء نہیں مانا جائے گا۔

ترجمہ :۴؎ بہرحال دوسرا لفظ [یعنی یا مولای] تو اس میں جب اسفل یعنی آزاد شدہ غلام متعین ہے تو گویا کہ آزاد کرنے میں صریح ہوگیا،اور یوں کہا یا حر، یا عتیق،اس لئے اس سے آزاد ہوجائے گا۔

۵ؔ وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَايُعْتِقُ فِي الثَّانِي لِأَنَّهُ يَقْصِدُ بِهِ الْأَكْرَامَ بِمَنْزِلَةِ قَوْلِهِ يَاسَيِّدِيْ يَامَالِكِيْ. ٦ؔ قُلْنَا: الْكَلَامُ لِحَقِيْقَةِ وَقَدْ اَمْكَنَ الْعَمَلُ بِهِ، بِخِلَافِ مَاذَكَرَهُ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيْهِ مَايَخْتَصُّ بِالْعِتْقِ فَكَذَااُكْرَامًا مَحضًا،

(۲۲۲۲) وَلَوْ قَالَ يَا ابْنِيْ اَوْ يَا أَخِي لَمْ يَعْتِقْ ١ؔ لِأَنَّ النِّدَاءَ لِأَعْلَامِ الْمُنَادَىٰ أَلَّا أَنَّهُ أذَا كَانَ

تشریح :مولی کے پانچ معانی میں سے آخری معنی متعین ہوگیا تو گویا کہ صراحتا کہا،اے آزاد،اس لئے اس سے بغیر نیت کئے بھی آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ:۵ؔ امام زفرؒ نے فرمایا کہ دوسرے لفظ[یعنی یا مولای] میں غلام آزادنہیں ہوگا،کیونکہ اس سے اکرام کرنا مقصود ہوسکتا ہے،جیسے یا سیدی،یا مالکی،کہتے ہیں۔

تشریح : امام زفرؒ نے فرمایا۔غلام کو یا سیدی،یا مالکی کہےتو آزادنہیں ہوتا اسی طرح یا مولای،کہےتو آزادنہیں ہوگا،کیونکہ اس لفظ سے اکرام کرنا مقصود ہے،آزادکرنا مقصودنہیں ہے۔

ترجمہ :٦ؔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ کلام میں حقیقی ترجمہ لینا زیادہ بہتر ہے،اور یا مولای میں حقیقی ترجمہ لینا ممکن ہے[اس لئے وہی ترجمہ لیا جائے گا] بخلاف ان الفاظ کے جنکو امام زفرؒ نے ذکر کیا،کیونکہ یہ الفاظ آزاد کے معنی کے ساتھ خاص نہیں ہےاس لئے وہاں اکرام ہی مراد ہوگا۔

تشریح :ہمارا جواب یہ ہے کہ یا مولای کا ترجمہ اکرام اور تعظیم کرنا مجازی معنی ہے،حالانکہ حقیقی معنی،یعنی آزادکرنا،پرعمل ہو سکتا ہےاس لئے حقیقی معنی مرادلیا جائے گا اور غلام آزاد ہوجائے گا۔اور یا سیدی،اور یا مالکی،میں آزادکرنے کا معنی ہے ہی نہیں اس لئے وہاں تعظیم کرنے کا معنی ہی لیا جائے گا اور غلام آزادنہیں ہوگا۔دونوں الفاظ میں یہ فرق ہے۔

ترجمہ: (۲۲۲۲)اور اگر کہا اے میرے بیٹے یا اے میرے بھائی تو آزاد نہ ہوگا۔

وجہ :یہ الفاظ پیار کے طور پر کہتے ہیں۔اور کبھی احترام کے لئے بھی کہتے ہیں۔اس لئے ان سے آزادکرنا متعین نہیں ہوا۔اس لئے اے میرے بیٹے،یا اے میرے بھائی کہنے سے غلام آزادنہیں ہوگا۔

ترجمہ :١ؔ اس لئے کہ پکارنا منادی کو آواز دینے کے لئے ہے،لیکن اگر ایسا ہو کہ پکارنے والے کی جانب سے وہ صفت ثابت کرسکتا ہو تو منادی میں یہ صفت ثابت ہوجائے گی،تا کہ اس مخصوص صفت کے ساتھ منادی کو حاضر کیا جائے،جیسے کہ یا حر میں،جیسا کہ ہم نے بیان کیا،اور اگر پکارنا ایسے وصف کے ساتھ ہو کہ اس وصف کو پکارنے والے کی جانب سے ثابت نہیں کیا جا سکتا ہو تو یہ پکارنا صرف پکارنے کے لئے ہوگا،صفت کو ثابت کرنے کے لئے نہیں ہوگا،کیونکہ یہ ناممکن ہے،اور پکارنے کے

بِـوَصْفٍ يَـمْكِنُ أَثْبَاتُهُ مِنْ جِهَتِهِ كَانَ لِتَحْقِيْقِ ذٰلِكَ الْوَصْفِ فِيْ الْمُنَادِىْ اسْتِحْضَا رًا لَهُ بِا لْوَصْفِ الْـمَـخْـصُوْ صِ كَمَا فِي قَوْلِهِ يَا حُرُّ عَلَى مَا بَيَّنَّا هُ، وَإِذَا كَانَ النِّدَاءُ بِوَصْفٍ لَا يُمْكِنُ أَثْبَا تُهُ مِنْ جِهَتِهِ كَـانَ لِلْأَعْلَامِ الْـمُـجَـرَّدِ دُوْنَ تَـحْقِيْقِ الْوَصْفِ فِيْهِ لِتُعَذُّرِهِ وَالْبُنُوَّةُ لَا يُمْكِنُ أَثْبَا تُهَا حَالَةَ النِّدَا ءِ مِنْ جِهَتِهِ لِأَنَّـهُ لَـوْانْـخَلَقَ مِنْ مَاءِ غَيْرِهِ لَا يَكُوْنُ اِبْنًا لَهُ بِهٰذَا النِّدَاءِ فَكَانَ لِمُجَرَّدِ الْأَعْلَامِ. ۲؎ وَيُرْ وَى عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَةُ اللّٰهُ شَاذًّا أَنَّهُ يُعْتَقُ فِيْهِمَا وَا لْأَعْتِمَا دُ عَلَى الظَّاهِرِ ،

(۲۲۲۳) وَلَوْ قَالَ : يَا ابْنُ لَا يُعْتِقُ ۱؎ لِأَنَّ الْأَمْرَ كَمَا أَخْبَرَ فَأَنَّهُ ابْنِ أَبِيْهِ،

وقت میں پکارنے والے کی جانب سے بیٹا ثابت کرنا ناممکن ہے،اس لئے کہ غلام دوسرے کے نطفہ سے پیدا ہوا ہو،تو اس پکارنے سے آقا کا بیٹا نہیں ہوسکتا ہے،اس لئے یہ نداء محض پکارنے کے لئے ہوگا[اور غلام آزاد نہیں ہوگا]

تشریح :دلیل کی عبارت پیچیدہ ہے۔لمبی عبارت کا حاصل یہ ہے۔۔آقا ایسی صفت کے ساتھ غلام کو پکارتا ہے کہ وہ صفت غلام میں ثابت کرسکتا ہے تو وہ صفت ثابت ہو جائے گی۔مثلا آقا کہتا یا حر،تو آزدگی کی صفت غلام میں ثابت کرسکتا ہے اس لئے غلام میں یہ صفت ثابت ہوگی اور غلام آزاد ہو جائے گا۔لیکن اگر ایسی صفت کے ساتھ پکارتا ہے کہ وہ صفت ثابت نہیں کرسکتا تو یہ جملہ محض آواز دینے کے لئے ہوگا،اور غلام آزاد نہیں ہوگا،مثلا یا ابنی کہا،تو ابن کی صفت غلام میں داخل نہیں کرسکتا،کیونکہ غلام کسی اور کے نطفے سے پیدا ہوا ہے اس لئے یہ جملہ محض آواز دینے کے لئے ہوگا اور غلام آزاد نہیں ہوگا۔

لغت: منادی: جسکو پکارا ہو،اس کو منادی،کہتے ہیں،اور پکارنے کو نداء،کہتے ہیں۔استحضار الہ:اس کو سامنے حاضر کیا جائے۔ اعلام المجر د:محض پکارنے کے لئے۔انخلق:خلق سے مشتق ہے،پیدا ہوا ہو۔

ترجمہ :۲؎ امام ابوحنیفہؒ سے ایک شاذ روایت یہ ہے کہ ان دونوں الفاظ[یا ابنی،اور یا اخی] سے غلام آزاد ہو جائے گا،لیکن اعتماد ظاہر روایت پر ہی ہے۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ :(۲۲۲۳)اور اگر کہا،یا ابن،تو اس سے آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ وہ غلام کسی کا بیٹا تو ہے۔

تشریح :یہاں ائے میرے بیٹے نہیں کہا،بلکہ ائے بیٹے،کہا ہے تو وہ کسی نہ کسی کا بیٹا تو ہے اس لئے وہ آزاد نہیں ہوگا،کیونکہ آقا نے یوں نہیں کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔

(٢٢٢٤)وَكَذَا أذَا قَالَ:يَا بُنَىَّ أَوْيَا بُنَيَّةُ لِ لِأَنَّهُ تَصْغِيرُ الابْنِ وَالْبِنْتِ مِنْ غَيْرِ أَضَافَةٍ وَالْأَمْرُ كَمَا أَخْبَرَ .

(٢٢٢٥) وَإِنْ قَالَ لِغُلَامٍ لا يُو لَدُ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ هَذَا ابْنِيْ عَتَقَ لِ عِنْدَ أَبِى حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ،

٢ وَقَالَا: لايُعْتِقُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَهُمْ أَنَّهُ كَلَامٌ مُحَالُ الْحَقِيْقَةِفَيُرَدُّ فَيَلْغُو كَقَوْلِهِ أَعْتَقْتُكَ قَبْلَ أَخْلُقَ أَوْ قَبْلَ أَنْ تُخْلَقَ.

ترجمہ:(٢٢٢٤) ایسے ہی اگر کہا اے چھوٹے سے لڑکے، یا اے چھوٹی سی لڑکی[تو آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ:لِ اس لئے کہ یہ ابن اور بنت کی تصغیر ہے، یا کی طرف اضافت کئے بغیر، اور اس کے کہنے کے مطابق وہ کسی نہ کسی کا بیٹا تو ہے۔

تشریح:ابن اور بنت کی تصغیر بنا کر کہا یا بنیّ، یا بنیّۃ، کہا یعنی اے چھوٹے سے لڑکے، اے چھوٹی سی لڑکی، تو اس سے غلام یا باندی آزاد نہیں ہوں گے۔ اور آقا نے کہنے میں کوئی غلطی نہیں کی ہے، کیونکہ وہ کسی نہ کسی کا بیٹا تو ہے ہی۔

لغت:الامر کما اخبر: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جیسا آقا نے کہا ہے معاملہ ایسا ہی ہے کہ وہ کسی نہ کسی کا بیٹا تو ہے ہی۔

ترجمہ: (٢٢٢٥) اگر ایسے غلام کے بارے میں کہا جو اس جیسا لڑکا اس جیسے سے پیدا نہیں ہوسکتا کہ یہ میرا بیٹا ہے

ترجمہ: لِ تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک آزاد ہو جائے گا۔

نوٹ:یہاں جو دلائل ہیں سب منطقی ہیں اور محاورہ بھی منطقی استعمال کئے ہیں، اس لئے غور سے سمجھیں۔

تشریح :غلام آقا کے ہم عمر تھا اس جیسا غلام اس عمر کے آقا کی اولاد نہیں ہوسکتی تھی۔ ایسے غلام کے بارے میں آقا نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔

وجہ: اس صورت میں عمر بڑی ہونے کی وجہ سے غلام حقیقت میں بیٹا تو نہیں بن پائے گا البتہ مجاز پر حمل کیا جائے گا۔ اور یوں کہا جائے گا کہ بیٹا بول کر آزادگی مراد لی ہے۔ جس کی وجہ سے غلام آزاد ہو جائے گا۔

اصول:امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ آزاد کرنے کا کوئی بھی شائبہ پیدا ہو جائے تو آزاد کر دیتے ہیں۔

ترجمہ:٢ اور صاحبین کے نزدیک آزاد نہیں ہوگا۔ اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے۔ انکی دلیل یہ ہے کہ حقیقت پر عمل کرنا محال ہے اس لئے کلام کو رد کر دیا جائے گا اور کلام لغو ہو جائے گا، جیسے یوں کہے کہ میرے پیدا ہونے سے پہلے تم کو آزاد کیا، یا تیرے پیدا ہونے سے پہلے تم کو آزاد کیا لغو کلام ہے۔

اصول: صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ حقیقی معنی لینا ممکن ہو لیکن کسی وجہ سے عمل کرنا مشکل ہو تو مجازی معنی لیا جائے گا، لیکن اگر حقیقی معنی لینا محال ہو تو مجازی معنی بھی نہیں لیا جاسکے گا۔

۳؎ وَلِأَبِی حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ كَلَامٌ مُحَالٌ بِحَقِيْقَتِهِ لَكِنَّهُ صَحِيْحٌ بِمَجَازِهِ لِأَنَّهُ أَخْبَارٌ عَنْ حُرِّيَّتِهِ مِنْ حِيْنِ مِلْكِهِ ، وَهٰذَا لِأَنَّ الْبُنُوَّةَ فِي الْمَمْلُوْكِ سَبَبٌ لِحُرِّيَّتِهِ ، أَمَّا أَجْمَاعًا أَوْ صِلَةً لِلْقَرَابَةِ ،وَاِطْلَاقُ السَّبَبِ وَاِرَادَةُ الْمُسَبَّبِ مُسْتَجَازٌ فِي اللُّغَةِ تَجَوُّزًا ، ۴؎ وَلِأَنَّ الْحُرِّيَّةَ مُلَازِمَةٌ لِلْبُنُوَّةِ فِي الْمَمْلُوْكِ وَالْمُشَابَهَةُ فِيْ وَصْفٍ مُلَازِمٍ مِنْ طُرُقِ الْمَجَازِ عَلَى مَا عُرِفَ فَيُحْمَلُ عَلَيْهِ تَحَرُّزًا عَنْ الْأَلْغَاءِ ، ۵؎ بِخِلَافِ مَا اسْتَشْهَدَ بِهٖ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ لَهُ فِي الْمَجَازِ فَتَعَيَّنَ الْأَلْغَاءُ ،

تشریح :صاحبینؒ اورامام شافعیؒ یہ فرماتے ہیں کہ غلام آزادنہیں ہوگا،اورانکی دلیل یہ ہے کہ غلام کی عمرآقا سے بڑی ہونے کی وجہ سے حقیقت پرعمل کرنا ناممکن ہے اس لئے مجازی معنی بھی نہیں لیا جاسکے گا اور کلام لغواور بیکار ہو جائے گا،اس کی دو مثال دیتے ہیں کہ آقا یوں کہے کہ میرے پیدا ہونے سے پہلے تم کو آزاد کیا تو یہ کلام سب کے نزدیک لغو ہے، یا یوں کہے کہ تیرے پیدا ہونے سے پہلے میں نے تم کو آزاد کیا یہ کلام سب کے نزدیک لغو ہے،جس طرح یہ کلام لغو ہے اسی طرح اوپر کا کلام لغو ہو جائے،اور مجازی معنی پر بھی عمل نہیں ہوگا،اور غلام آزادنہیں ہوگا۔

ترجمہ :۳؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ اس کلام کو حقیقت پر محمول کرنا محال ہے،لیکن مجاز پر محمول کرنا صحیح ہے،اس لئے کہ مالک بننے کے وقت سے غلام کو آزاد ہونے کی خبر دینا ہے،اوراس کی وجہ یہ ہے کہ مملوک میں بیٹا ہونا اس کے آزاد ہونے کا سبب ہے، یہ بات اجماعی ہے، یا رشتہ دار کے لئے صلہ رحمی کے طور پر ہے،اور سبب بول کر مسبب مراد لینا لغت میں مجاز ہے۔

تشریح :امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ آقا کے جملے کو حقیقت پر محمول کرنا محال ہے،لیکن اس سے مجاز مراد لیا جاسکتا ہے یعنی آزاد ہونا اس لئے آزاد ہونا مراد لیکر غلام کو آزاد کر دیا جائے گا۔

وجہ: کیونکہ بیٹا ہونا سبب ہے اوراس کی وجہ سے آزاد ہونا مسبب ہے، یہاں سبب بول کر مجازا مسبب مراد لیا ہے۔

ترجمہ :۴؎ اوراس لئے کہ اگر مملوک میں بیٹا ہو تو اس کے لئے آزاد ہونا لازم ہے،اور وصف لازم میں مشابہ ہونا مجاز کا طریقہ ہے،جیسا کہ معلوم ہوا،اس لئے کلام کو لغو کرنے سے بچنے کے لئے مجاز پر حمل کیا جائے گا۔

تشریح : یہ مجاز پر محمول کرنے کی دوسری دلیل ہے۔ یہاں بیٹا ہونا یہ موصوف ہے،اور بیٹے کے لئے آزاد ہونا یہ لازمی صفت ہے،اس لئے بیٹا موصوف بول کر آزاد ہونا صفت مراد لیا،اس لئے غلام آزاد ہو جائے گا۔کلام کو لغو قرار دینے کے بجائے مجاز پر محمول کر دیا گیا۔

ترجمہ:۵؎ بخلاف جس جملے سے صاحبین نے استدلال کیا اس لئے کہ وہاں مجاز کی کوئی صورت ہی نہیں ہے اس لئے لغو ہی کرنا متعین ہے۔

۶ وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ لِغَيْرِهِ قَطَعْتُ يَدَكَ فَأَخْرَجَهُمَا صَحِيْحَتَيْنِ حَيْثُ لَمْ يَجْعَلْ مَجَازًا عَنِ الْأَقْرَارِ بِالْمَالِ وَالْتِزَامِهِ وَأَنْ كَانَ الْقَطْعُ سَبَبًا لِوُجُوْبِ الْمَالِ لِأَنَّ الْقَطْعَ خَطَأٌ سَبَبٌ لِوُجُوْبِ مَالٍ مَخْصُوْصٍ وَهُوَ الْأَرْشُ ، وَأَنَّهُ يُخَالِفُ مُطْلَقَ الْمَالِ فِي الْوَصْفِ حَتَّى وَجَبَ عَلَى الْعَاقِلَةِ فِيْ سَنَتَيْنِ وَلَا يُمْكِنُ أَثْبَاتُهُ بِدُوْنِ الْقَطْعِ ، وَمَا أَمْكَنَ أَثْبَاتُهُ فَالْقَطْعُ لَيْسَ بِسَبَبٍ لَهُ ، اَمَّا الْحُرِّيَّةُ فَلَا تَخْتَلِفُ ذَاتًا وَحُكْمًا فَأَمْكَنَ جَعْلَهُ مَجَازًا عِنْهُ . ۷ وَلَوْ قَالَ: هَذَا أَبِيْ أَوْ أُمِّيْ وَمِثْلُهُ لَا يُوْلَدُ لِمِثْلِهِمَا فَهُوَ عَلَى الْخِلَافِ لِمَا بَيَّنَّا ،

تشریح: صاحبین نے استدلال کیا تھا کہ آقا نے ,اعتقتک قبل ان اخلق ، کہا، اعتقتک قبل ان تخلق : کہا تو یہ کلام لغو ہے، تو اس کا جواب دے رہے ہیں کہ ان دونوں جملوں میں مجاز کسی بھی صورت میں بن ہی نہیں سکتا اس لئے وہ کلام لغو ہوگا۔

ترجمہ : ۶ یہ بخلاف اگر غیر سے کہا کہ ,میں نے تمہارا ہاتھ کاٹا، اور سامنے والے نے اپنا دونوں ہاتھ صحیح سالم نکال کر دیکھا دیا تو مجازا مال کا اقرار شمار نہیں کیا جائے گا حالانکہ ہاتھ کاٹنا مال کے واجب ہونے کا سبب ہے، اس لئے کہ غلطی سے کاٹنا مخصوص مال کے واجب ہونے کا سبب ہوتا ہے، اس کو ارش، کہتے ہیں، یہ مطلق مال سے الگ چیز ہے، یہی وجہ ہے کہ ارش دو سال میں عاقلہ پر لازم ہوتی ہے، اور ارش کا ثابت کرنا کاٹے بغیر ممکن نہیں ہے، اور جو عام مال کا ثابت کرنا ممکن ہے تو کاٹنا اس کا سبب نہیں ہے، اور آزادگی کا حال یہ ہے کہ ذات اور حکم میں الگ الگ نہیں ہوتا اس لئے وہاں مجاز بنانا ممکن ہے۔

تشریح :اس عبارت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ارش کے لئے ہاتھ کاٹنا سبب ہے، اور لازم وملزوم بھی ہے، اس لئے اگر کسی نے کہا کہ میں نے زید کا ہاتھ کاٹا ہے، تو اس پر ہاتھ کی قیمت [ارش] لازم ہونا چاہئے ,لیکن زید نے اپنا سالم ہاتھ دکھلا دیا تو ارش لازم نہیں ہوگا۔

وجہ: کیونکہ ہاتھ کاٹنا اور ارش لازم ملزوم ہے، اب ہاتھ کاٹنا نہیں پایا گیا تو ارش بھی لازم نہیں ہوگا۔

اس کے برخلاف آزادگی تو ذات اور حکم کے اعتبار سے مختلف نہیں ہے اس لئے ابنی کہہ کر مجاز کے طور پر حریت مراد لی جا سکتی ہے ،اس لئے غلام آزاد ہو جائے گا۔

لغت:ارش: ہاتھ کاٹنے کی قیمت کو,ارش، کہتے ہیں۔ عاقلہ: مجرم کے وہ رشتہ دار جو دو سال میں ارش کی رقم کو ادا کریں گے۔

ترجمہ :۷ اور اگر غلام سے کہا کہ یہ میرا باپ ہے، یا باندی سے کہا یہ میری ماں ہے، اور آقا کی عمر کی عمر ایسی ہے کہ غلام باپ نہیں بن سکتا، اور باندی ماں نہیں بن سکتی تو یہ مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے جسکو ہم نے بیان کیا۔

٨ وَلَوقَالَ لِصَبِيٍّ صَغِيرٍ :هَذَاجَدِّ قِيلَ :هُوَعَلَى الخِلَافِ .وَقِيلَ :لَا يُعْتَقُ بِالْأَجْمَاعِ لِأَنَّ هَذَا لُكَلَامَ لَا مُوجِبِ .بِخِلَافِ الْأُبُوَّةِ وَالْبُنُوَّةِ لِأَنَّ لَهُمَامُوجِبًا فِي الْمُلْكِ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ، ٩ وَلَوْقَالَ :هَذَا اَخِي لَاأَ يُعْتَقُ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ،وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يُعْتَقُ وَوَجْهُ الرِّوَا يَتَيْنِ مَا بَيَّنَّا هُ. ١٠ وَلَوْقَالَ لِعَبْدِهِ هَذَا ابْنَتِي فَقَدْ قِيلَ عَلَى الْخِلَافِ ،

تشریح :غلام،اورآقا کی عمر قریب قریب ہے،اورآقا نے غلام سے کہا کہ یہ میرا باپ ہے، یا باندی سے کہا کہ یہ میری ماں ہے تو اس بارے میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ غلام آزاد ہو جائے گا، کیونکہ یہاں مجازی معنی مراد لیا جائے گا، اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ غلام آزاد نہیں ہوگا، کیونکہ حقیقت مراد نہیں لے سکتے تو مجاز بھی مراد نہیں لے سکتے۔

ترجمہ :٨ اگر چھوٹے بچے سے کہا کہ یہ میرا دادا ہے، تو بعض حضرات نے فرمایا کہ اسی اختلاف پر ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ بالاتفاق آزاد نہیں ہوگا، اسلئے کہ اس کلام میں ملک کا سبب نہیں ہے مگر باپ کے واسطے سے، اور باپ آقا کے کلام میں ثابت نہیں ہے اسلئے مجاز پر حمل کرنا ناممکن ہے، بخلاف باپ اور بیٹے کے اس لئے کہ وہ بغیر واسطے کے آزادگی کا سبب ہے۔

تشریح : آقا نے اپنے بہت چھوٹے غلام کے لئے کہا کہ یہ میرا دادا ہے تو ایک روایت یہ ہے کہ اس بارے میں صاحبین اور امام ابوحنیفہؒ کا اختلاف ہے، یعنی صاحبینؒ کے نزدیک آزاد نہیں ہوگا، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مجازی معنی مراد لیا جائے گا اور غلام آزاد ہو جائے گا۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ :بچہ دادا بنے گا باپ کے واسطے سے، اور آقا کے کلام میں باپ کا ذکر نہیں ہے اس لئے یہاں مجازی معنی نہیں لیا جائے گا اور بچہ آزاد بھی نہیں ہوگا۔ اس کے برخلاف باپ اور بیٹے میں بیچ میں کوئی واسطہ نہیں ہے اس لئے وہاں مجازی معنی مراد لیا جائے گا اور آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ :٩ اگر غلام سے کہا یہ میرا بھائی ہے تو ظاہر روایت میں آزاد نہیں ہوگا [کیونکہ بیچ میں باپ کا واسطہ ہے جسکو آقا نے ذکر نہیں کیا]، اور امام ابوحنیفہؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ غلام آزاد ہو جائے گا، اور دونوں روایتوں کی وجہ ہم نے بیان کر دیا ہے۔

تشریح :آقا نے اپنے غلام سے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ غلام آزاد ہو جائے گا، کیونکہ یہاں مجازی معنی مراد لیا جائے گا یعنی آزاد ہونا۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ غلام آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ : یہاں بھائی بننے کے لئے باپ کا واسطہ ہے اور آقا کے کلام میں باپ کا ذکر نہیں ہے اس لئے مجازی معنی مراد نہیں لیا جا سکے گا، اس لئے غلام آزاد بھی نہیں ہوگا۔

ترجمہ :١٠ اگر غلام سے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے تو بعض حضرات نے فرمایا کہ اسی اختلاف پر ہے [یعنی امام ابوحنیفہؒ کے

ا۔ وَقَدْ قِيلَ هُوَ بِالْأَجْمَاعِ لِأَنَّ الْمُشَارَ أَلِيهِ لَيْسَ مِنْ جِنْسِ الْمُسَمَّى فَتَعَلَّقَ الْحُكْمُ بِا الْمُسَمّى وَهُوَ مَعْدُومٌ فَلَا يُعْتَبَرُ وَقَدْ حَقَّقْنَاهُ فِي النِّكَاحِ.

(٢٢٢٦) وَأَنْ قَالَ لِأَمَتِهِ : أَنْتِ طَالِقٌ أَوْ بَائِنٌ أَوْ تَخَمَّرِي وَنَوَى بِهِ الْعِتْقَ لَمْ تُعْتَقْ ۔ا۔ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعْتِقُ أَذَا نَوَى ، وَكَذَا عَلَى هَذَا الْخِلَافِ سَائِرَ أَلْفَاظِ الصَّرِيحَ وَالْكِنَا يَةِ عَلَى مَا قَالَ مَشَايِخُهُمْ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ ،

نزدیک مجازی معنی مرادلیکر غلام آزاد ہو جائے گا، اور صاحبینؒ کے نزدیک مجازی معنی لینا ناممکن ہوگا اور غلام آزاد نہیں ہوگا]۔

تشریح : یہاں بول رہا ہے لڑکی اور اشارہ کر رہا ہے لڑکے کی طرف اس لئے اشارے کا اعتبار کر لیا جائے، اور گویا کہ اس کو اپنا بیٹا کہا اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غلام آزاد ہو جائے گا، یہ ایک روایت ہے۔

ترجمہ :ا۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ بالا جماع ہے کہ آزاد نہیں ہوگا اس لئے جس غلام کی طرف اشارہ کیا ہے وہ لڑکی کی جنس میں سے نہیں ہے اور جو جملہ بولا حکم اس پر ہوگا اور وہ معدوم ہے اس لئے بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا [اور غلام آزاد نہیں ہوگا]۔ اس کی پوری تحقیق کتاب النکاح میں گزر چکی ہے۔

تشریح : اور دوسری روایت یہ ہے کہ جو بولا ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا، جس کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور بولا ہے لڑکی، اور غلام لڑکی نہیں ہے، اس لئے کلام لغو ہو جائے گا اور غلام آزاد نہیں ہوگا۔

لغت : مشارالیہ: جس کی طرف اشارہ کیا، یعنی غلام جسکی طرف اشارہ کیا ہے۔ مسمی: جو بولا ہے، یعنی لڑکی بولا ہے۔ **تعلق الحکم بالمسمی**: آزادگی کا حکم لڑکی کے ساتھ ہوگا، اور غلام لڑکی نہیں ہے، وہ تو لڑکا ہے، اس لئے کلام لغو ہو جائے گا۔

ترجمہ : (٢٢٢٦) اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ تجھے طلاق ہے، یا تو بائن ہے، یا تو اوڑھنی اوڑھ لے اور اس سے آزادگی کی نیت کی تو آزاد نہیں ہوگی۔

وجہ : نکاح میں صرف ملک بضعہ ہوتی ہے جو جزوی ملک ہے۔ اور طلاق کے ذریعہ اس ملک کو ختم کرنا ہے اور عتاق کے ذریعہ پورے جسم کی ملکیت ختم کرتے ہیں جو کل ہے اس لئے جز یعنی طلاق بول کر کل یعنی عتاق مراد لینا مشکل ہے۔ کیونکہ ضعیف بول کر قوی مراد لینا مجاز متعارف نہیں ہے۔ اس لئے انت طالق بول کر عتاق مراد لینا جائز نہیں ہوگا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ضعیف لفظ بول کر قوی لفظ مراد لینا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ کمزور ہے۔

ترجمہ :ا۔ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر ان الفاظ سے آزاد ہونے کی نیت کی تو آزاد ہو جائے گی۔ ، اسی اختلاف پر صریح اور کنایہ کے تمام الفاظ ہیں، جیسا کہ مشائخ نے فرمایا۔

۲ؕ لَـهٗ أَنَّهٗ نَوَى مَا يَحْتَمِلُهٗ لَفْظُهٗ لِأَنَّ بَيْنَ الْمِلْكَيْنِ مُوَافَقَةً أَذْكُلُّوَاحِدٍ مِنْهُمَا مِلْكُ الْعَيْنِ، اَمَّا مِلْكُ الْيَـمِيْـنِ فِـيْ فَظَاهِرٌ. وَكَذَالِكَ مِلْكُ النِّكَاحِ فِي حُكْمِ مِلْكِ الْعَيْنِ حَتّٰى كَانَ التَّأْبِيْدُ مِنْ شَرْطِهِ وَالتَّـأْقِيْـتُ مُبْتِلًا لَـهٗ وَ عَـمَـلُ الـلَّفْظَيْنِ فِي أَسْقَاطِ مَا هُوَ حَقُّهٗ وَهُوَ الْمِلْكُ وَلِهٰذَ يَصِحُّ التَّعْلِيْقُ فِيْهِ بِالشَّرْطِ ۳ؕ أَمَّا الْأَحْكَامُ تَثْبُتُ سَبَبٌ سَابِقٍ وَهُوَ كَوْنُهٗ مُكَلَّفًا،

تشـــریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ انت طالق بول کرانت حرمراد لینا جائز ہے۔ کیونکہ دونوں میں ملکیت کو ختم کرنا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ عتاق میں پورے جسم کی ملکیت ختم کرنا ہے، اور انت طالق میں صرف بضعہ کی ملکیت کو ختم کرنا ہے، اس لئے طلاق بول کر مجازا آزاد مراد لینا جائز ہے۔ طلاق دینے کے لئے صریح اور کنایہ کے جتنے الفاظ ہیں سب کے بارے میں یہی اختلاف ہے، یعنی ان کے استعمال کرنے سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آزادگی واقع نہیں ہوگی، اور شافعیؒ کے نزدیک آزادگی واقع ہو جائے گی۔

ترجـمـه: ۲ؕ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ لفظ طلاق جس چیز کا احتمال رکھتا تھا اسی کی نیت کی، اس لئے کہ دونوں ملکیت میں موافقت ہے، اس لئے دونوں الفاظ عین کی ملکیت پر دلالت کرتے ہیں، ملک یمین میں تو ظاہر ہے، ایسے ہی ملک نکاح ملک عین کے حکم میں ہے یہی وجہ ہے کہ نکاح کے لئے ہمیشہ ہونے شرط لگائی جاتی ہے، اور نکاح موقت باطل ہے، اور عتق اور طلاق دونوں لفظوں میں اپنے حق کو ساقط کرنا ہے، یعنی ملکیت کو ساقط کرنا ہے، اسی لئے طلاق کو بھی شرط پر معلق کرنا صحیح ہے۔

تشریح: اس عبارت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عتاق اور طلاق دونوں میں اپنی ملکیت کو ساقط کرنا ہے یہ اور بات ہے کہ عتاق میں پورے جسم کی ملکیت ختم کرنا ہوتا ہے اور طلاق میں صرف ملک بضع کو ختم کرنا ہوتا ہے، اس لئے دونوں میں ملکیت کی مناسبت ہے، اس لئے طلاق بول کر مجازا عتاق مراد لیا جا سکتا ہے۔

وجه: نکاح میں یوں قید لگائی کہ چند مہینے کے لئے نکاح کرتا ہوں تو نکاح موقت ہوگا اور نکاح باطل ہو جائے گا، بلکہ نکاح میں ہمیشہ کے لئے نکاح کرنا شرط ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح میں بھی ذات کی ملکیت ہوتی ہے، اور طلاق کے ذریعہ سے اس ملکیت کو ختم کرنا ہوتا ہے، اس لئے طلاق بول کر عتاق لینا جائز ہے

لغت: ملک العین: عین جسم کی ملکیت۔ ملک یمین: پورے غلام کی ملکیت کو ملک یمین، کہتے ہیں، ملک نکاح میں بھی ملک عین ہوتا ہے، لیکن صرف ملک بضع ہوتا ہے۔ التاقیت: موقت سے مشتق ہے، چند دنوں کے لئے نکاح کرنا۔ لھذا یصح التعلیق فیہ بالشرط: طلاق کو شرط پر معلق کرنا جائز ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ طلاق میں ذات کی ملکیت کو ختم کرنا ہے۔

ترجمه: ۳ؕ بہر حال احکام تو سابق سبب سے ثابت ہوتے ہیں، یعنی کہ وہ مکلّف ہے۔

۴ وَلِهَذَا يَصْلُحُ لَفْظَةُ الْعِتْقِ وَالتَّحْرِيْرُ كِنَايَةً عَنْ الطَّلَاقِ فَكَذَا عَكْسُهُ ۵ وَلَنَا اَنَّهُ نَوَى مَا لَا يَحتَمِلُهُ لَفظُهُ لِأَنَّ االْأَعْتَاقَ لُغَةً أَثْبَاتُ الْقُوَّةِ وَالطَّلَاقَ رَفْعُ الْقَيْدِ ، وَهَذَا لِأَنَّ الْعَبْدَ الْحَقَ بِا لْجَمَادَاتِ وَبِا لْأَعْتَاقِ يَحْيٰى فَيَقْدِرُ ، وَلَا كَذَا لِكَ الْمَنْكُوحَةُ فَأَنَّهَا قَادِرٌ أَلَّا أَنَّ قَيْدَ النِّكَاحِ مَانِعٌ وَبِا الطَّلَاقِ يَرْتَفِعُ الْمَانِعُ فَيَظْهَرُ الْقُوَّةُ وَلَا خِفَاءَ أَنَّ الْأَوَّلَ أَقْوَى ، ۶ وَلِأَنَّ مِلْكَ الْيَمِيْنِ فَوْقَ مِلْكِ النِّكَاحِ فَكَانَ أَسْقَاطُهُ وَاللَّفْظُ يَصْلُحُ مَجَازًا عَمَّا هُوَ دُونَ حَقِيْقَتِهِ لَا عَمَّا هُوَ فَوْقَهُ، فَلِهَذَا

تشریح :احکام کا اصل مدار طلاق کا لفظ نہیں بلکہ چونکہ وہ مکلّف انسان ہے اس لئے اس کے بولنے سے آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۴ اسی لئے عتق اور تحریر کے لفظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اس لئے اس کا الٹا بھی جائز ہوگا۔

تشریح :امام شافعیؒ کی یہ دوسری دلیل ہے، کہ عتق اور تحریر کے لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے، اس لئے طلاق کے لفظ سے آزادگی واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ :۵ ہماری دلیل یہ ہے کہ لفظ جس کا احتمال رکھتا ہے اس کی نیت نہیں کی، اس لئے کہ اعتاق کا لغوی معنی قوت کو ثابت کرنا ہے، اور طلاق کا لغوی معنی قید کا اٹھانا ہے [اس لئے طلاق کے لفظ سے آزادگی نہیں ہوگی] اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام پتھر کی طرح ہو گیا ہے اور آزاد کر کے اس کو زندہ کیا اور قدرت دی، اور منکوحہ عورت میں یہ بات نہیں ہے، اس لئے کہ منکوحہ تو پہلے سے قدرت والی ہے یہ اور بات ہے کہ نکاح کی قید کی وجہ سے گھر سے باہر نہیں نکل سکتی، اور طلاق اس مانع کو اٹھا دیتی ہے اور اس کی قوت ظاہر ہو جاتی ہے، اور اس میں پوشیدگی نہیں ہے کہ اول یعنی عتاق قوی ہے۔

تشریح :یہ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل ہے، یہ ہے منطقی دلیل۔ عتاق کا لغوی ترجمہ ہے تصرف کی قوت ثابت کرنا، کیونکہ غلام تصرف کرنے میں جمادات [یعنی پتھر] کی طرح ہے، کہ وہ تصرف نہیں کر سکتا، لیکن آزاد کر کے اس کو تصرف کرنے کی قوت دینا ہے، اور طلاق کا لغوی ترجمہ ہے نکاح کی قید کو دور کرنا، چنانچہ عورت پہلے سے تصرف کرنے پر قادر تھی البتہ اس میں نکاح کی قید تھی، طلاق دیکر اس قید کو ختم کر دیا،، جب طلاق اور عتاق کے ترجمے میں موافقت نہیں ہوئی، تو طلاق بول کر مجازا اعتاق لینا بھی درست نہیں ہوگا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ عتاق قوی ہے اور طلاق کا لفظ کمزور ہے، اس لئے کمزور کا لفظ بول کر قوی مراد لینا درست نہیں ہے، اس لئے طلاق کے لفظ سے غلام آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۶ اور اس لئے کہ ملک یمین ملک نکاح سے اوپر ہے اس لئے طلاق کے لفظ سے اپنے سے قوی کو ساقط کرنا ہوا، اور لفظ میں اپنی حقیقت سے نیچے کا مجاز ہوتا ہے اپنے سے اوپر کا مجاز نہیں ہوتا اس لئے جس بات میں جھگڑا ہے اس میں ممنوع ہوگا، اور اس کے الٹے میں جائز ہوگا۔

امْتَنَعَ فِیْ الْمُتَنَا زَعِ فِیْهِ وَانْسَا غُ فِیْ عَکْسِهِ .

(۲۲۲۷) وَاَذَا قَالَ لِعَبْدِهِ أَنْتَ مِثْلُالْحُرِّ لَمْ یَعْتِقْ ﴿۱﴾ لِأَنَّ الْمِثْلَ یُسْتَعْمَلُ لِلْمُشَارَکَةِ فِیْ بَعْضِ الْمَعْنٰی عُرُفًا فَوَقَعَ الشَّکُّ فِی الْحُرِّیَّةِ

(۲۲۲۸) وَلَوْقَالَ : مَا أَنْتَ أَلَّا حُرٌّ عَتَقَ ﴿۱﴾ لِأَنَّ الِا سْتِشْنَا ءَ مِنْ النَّفْیِ أَثْبَاتٌ عَلَی وَجْهِ التَّا کِیْدِ کَمَا فِیْ کَلِمَةِ الشَّهَادَةِ

(۲۲۲۹) وَلَوْقَالَ رَأْسُکَ رَأْسُ حُرٍّ لا یَعْتِقُ ﴿۱﴾ لِأَنَّهُ تَشْبِیْهٌ بِحَذْفِ حَرْفِه

تشریح : ملک یمین ملک نکاح سے اوپر ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ اوپر کو بول کر نیچے کی چیز لے سکتے ہیں، لیکن نیچے کا لفظ بول کر اوپر والا نہیں لے سکتے، اس لئے عتاق بول کر طلاق لے سکتے ہیں لیکن طلاق بول کر عتاق مراد نہیں لے سکتے۔

لغت : متنازع: یہاں متنازع سے مراد طلاق بول کر عتاق مراد لینا ہے، اور اس کے الٹے سے مراد عتاق بول کر طلاق مراد لینا ہے جو جائز ہے۔ انساغ: ساغ سے مشتق ہے، جائز ہونا۔

ترجمه:(۲۲۲۷) اگر اپنے غلام سے کہا تم آزاد کی طرح ہو تو آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمه :ترجمہ:﴿۱﴾ اس لئے کہ لفظ مثل بعض معنی میں شرکت کے لئے آتا ہے عرف میں اس لئے آزاد ہونے میں شک واقع ہو گیا [اس لئے آزاد نہیں ہوگا]

وجه :(۱) تم آزاد کی طرح ہو کا مطلب یہ ہے کہ تم آزاد کی طرح ہو شرافت، تعظیم اور بزرگی میں۔ اس لئے اس جملے سے آزاد کرنا مقصود نہیں ہے اس لئے آزاد نہیں ہوگا۔ (۲) دوسری وجہ مصنف نے بیان کی ہے کہ لفظ مثل بعض صفات شرکت کے لئے آتا ہے، اس لئے یہ کوئی ضروری نہیں ہے وہ آزاد ہونے میں شریک ہو، اس شک کی بنا پر غلام آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمه:(۲۲۲۸) اور اگر کہا نہیں ہو تم مگر آزاد تو آزاد ہو جائے گا۔

ترجمه :﴿۱﴾ اس لئے کہ نفی کے بعد کسی چیز کو ثابت کرنا، تاکید کے ساتھ ثابت کرنا ہوتا ہے، جیسے لا الہ الا اللہ میں تاکید کے ساتھ معبود ہونے کو ثابت کیا ہے اس لئے آزاد ہو جائے گا

تشریح :اگر کہا کہ نہیں ہو تم مگر آزاد تو اس جملے سے غلام آزاد ہو جائے گا۔

وجه: اس جملے میں حصر کے ساتھ آزاد کرنا ہی مقصود ہے اس لئے بدرجہ اولی آزاد ہوگا۔

ترجمه:(۲۲۲۹) اگر کہا تمہارا سر آزاد کے سر کی طرح ہے تو اس سے آزاد نہیں ہوگا

ترجمه:﴿۱﴾ اس لئے حرف تشبیہ کو حذف کر کے تشبیہ دینا ہے۔

(۲۲۳۰) وَلَوْقَالَ رَأْسُک رَأْسُ حُرٌّ عَتَقَ ۱؎ لِأَنَّـهُ أَثْبَـاتُ الْحُرِّيَّةِ فِيْهِ أَذْ الرَّأْسُ يُعَبَّرُ بِهِ عَنْ جَمِيْعِ الْبَدَنِ

تشریح:اس عبارت میں آزاد آدمی کے سر کے ساتھ تشبیہ دینا ہے اس لئے غلام آزاد نہیں ہوگا۔

لغت:رأسک رأسُ حرٍ : یہاں دو عبارتیں ہیں[۱] پہلی عبارت میں رأس کو حر کی طرف اضافت کردیا گیا ہے،اس کا ترجمہ ہوگا تمہارا سر آزاد کے سر کی طرح ہے،اس صورت میں غلام آزاد نہیں ہوگا۔[۲] دوسری عبارت میں رأسک رأس حرٌ ہے،اس عبارت میں رأس موصوف ہے اور حر صفت ہے،اور عبارت کا ترجمہ تمہارا سر آزاد ہے،اس صورت میں غلام آزاد ہو جائے گا، کیونکہ اس کا سر غلامیت سے آزاد ہوگیا،اور سر بول کر پورا جسم مراد لیا گیا ہے۔اس کی تفصیل آگے کی عبارت میں آرہی ہے

ترجمہ:(۲۲۳۰)اور اگر کہا تمہار سر آزاد سر ہے تو آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ یہاں غلام میں آزادگی کو ثابت کرنا ہے اس لئے کہ سر سے پورا انسان مراد لیتے ہیں۔

تشریح: یہاں ''رأس اور حر'' موصوف صفت ہے اور ترجمہ ہے تمہارا سر آزاد ہے اس لئے غلام آزاد ہو جائے گا۔

﴿فصل﴾

(٢٢٣١) وَمَنْ مَلَکَ ذَارَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ ١؎ وَهٰذَا اللَّفْظُ مَرْوِیٌّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَلَکَ ذَارَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْه ٢؎ فَهُوَ حُرٌّ وَاللَّفْظُ بِعُمُوْمِهٖ

﴿فصل﴾

ترجمہ:(٢٢٣١)اگرآدمی ذی رحم محرم کا مالک ہوجائے تو وہ اس پرآزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ: ١؎ یہ لفظ حضور ﷺ سے روایت ہے،حضور ﷺ نے کہا کہ کوئی ذی رحم محرم کا مالک بنے گا تو وہ غلام آزاد ہوجائے گا۔

تشریح:اس ذی رحم محرم میں بھائی،بہن،چچا،پھوپی،ماموں،خالہ بھی داخل ہیں،یعنی ان لوگوں پر مالک بنے تو یہ لوگ بھی آزاد ہوجائیں گے۔

وجہ :(١)ذی رحم محرم جیسے قریبی رشتہ والے کا مالک ہوا اور اس کو غلام بنا کر رکھے ایسا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔اس لئے وہ آزاد ہو جائے گا(٢)حدیث میں اس کا ثبوت ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔**عن سمرة بن جندب فیما یحسب حماد قال قال رسول الله ﷺ من ملک ذا رحم محرم فهو حر** (ابوداؤد شریف،باب فیمن ملک ذارحم محرم،ص ٥٦٠،نمبر ٣٩٤٩ رترمذی شریف،باب ماجاء فیمن ملک ذارحم محرم،ص ٣٣٠،نمبر ١٣٦٥)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی رحم محرم کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہوجائے گا۔(٣)بھائی آزاد ہوجائے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن ابن عباس قال جاء رجل یقال له صالح باخیه ، فقال یارسول الله انی ارید ان اعتق اخی هذا فقال ان الله اعتقه حین ملکته** .(دارقطنی،باب المکاتب،ج رابع،ص ٢٧،نمبر ٤١٨٢)اس حدیث میں ہے کہ بھائی کا مالک جیسے ہی ہوا وہ آزاد ہوگیا۔

لغت:جن لوگوں سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے اس کو ذی رحم محرم،کہتے ہیں،یہ ذی رحم محرم تین قسم کے ہیں۔

[١] باپ،ماں،دادا،دادی،نانا،نانی،اس سے آدمی پیدا ہوتا ہے،یہ اصول ہیں اور اس کو ولادت کا رشتہ،کہتے ہیں۔

[٢] بیٹا،بیٹی،پوتا،پوتی،نواسہ،نواسی،یہ اصول سے پیدا ہوئے ہیں،انکو بھی ولادت کا رشتہ،کہتے ہیں،ان لوگوں کو فروع کہتے ہیں۔

[٣] بھائی،بہن،چچا،پھوپھی،ماموں،خالہ۔یہ ماں،یا باپ کے واسطے سے رشتہ دار ہیں،یہ ولادت کا رشتہ نہیں ہیں۔یہ اٹھارہ آدمی ایسے ہیں کہ آدمی ان لوگوں کا مالک بنے گا تو وہ آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ: ٢؎ اور یہ لفظ اپنے عموم کی وجہ سے ہر ان قرابت کو شامل ہے جو محرم ہو،چاہے اولاد ہو یا والدین ہوں یا اس کے علاوہ ہو۔

يَنْتَظِمُ كُلَّ قَرَابَةٍ مُؤَيَّدَةٍ بِالْمَحْرَمِيَّةِ وِلَادَةً أَوْغَيْرَهُ ٣ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ يُخَالِفُنَا فِيْ غَيْرِهِ لَهُ أَنَّ ثُبُوْتَ الْوِتْقِ مِنْ غَيْرِ مَرْضَاةِ الْمَالِكِ يَنْفِيهِ الْقِيَاسُ أَوْ لَا يَقْتَضِيهِ ، وَالْأُخُوَّةُ وَمَا يُضَاهِيهَا نَازِلَةٌ عَنْ قَرَابَةِ الْوِلَادَةِ فَامْتَنَعَ الْأَلْحَاقُ أَوْالِاسْتِدْلَالُ بِهِ، ٤ وَلِهٰذَا امْتَنَعَ التَّكَاتُبُ عَلَى الْمُكَاتِبِ فِي غَيْرِالْوِلَادِ وَلَمْ يَمْتَنِعُ فِيهِ. ٥ وَلَنَا مَا رَوَيْنَا ، وَلِأَنَّهُ مَلَكَ قَرِيْبَهُ قَرَابَةً مُؤَثِّرَةً فِي الْمَحْرَمِيَّةِ فَيَعْتِقُ عَلَيْهِ ، وَهٰذَا هُوَالْمُؤَثِّرُ فِيْ الْأَصْلِ ، وَالْوِلَادُ مُلْغِيٌّ لِأَنَّهَا هِيَ الَّتِيْ يُفْتَرَضُ وَصْلُهَا وَيَحْرُمُ

تشریح: حدیث میں ذی رحم محرم کا لفظ ہے اس کے عموم کی وجہ سے تینوں قسم کے ذی رحم محرم آزاد ہو جائیں گے۔

ترجمہ : ۳ اور امام شافعیؒ ولادت کے علاوہ میں ہماری مخالفت کرتے ہیں، انکی دلیل یہ ہے کہ یہاں مالک کی مرضی کے بغیر عتق ثابت ہوتی ہے، اور قیاس اس کی نفی کرتی ہے، یا قیاس کا تقاضہ یہ نہیں ہے، اور بھائی اور بھائی کے جو مشابہ ہے وہ ولادت کی رشتہ داری سے نیچے ہیں، اس لئے ولادت کے ساتھ ملانا ممنوع ہوگا اور اس کے لئے استدلال کرنا بھی ممنوع ہوگا۔

تشریح : امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ جو ذی رحم محرم ولادت کی وجہ سے ہیں وہ تو حدیث کی بنا پر آزاد ہو جائیں گے، لیکن جو ولادت والے رشتہ دار نہیں ہیں، جیسے بھائی بہن، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ یہ آزاد نہیں ہوں گے۔

وجہ : (۱) اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہاں مالک کی مرضی کے بغیر حدیث کی بنا پر آزاد ہو رہا اس لئے قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جو ولادت والا ہو وہی آزاد ہو۔ (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ بھائی وغیرہ ولادت سے نیچے درجے کا رشتہ دار ہیں اس لئے یہ ولادت والے رشتہ دار کے درجے میں نہ رہے۔

لغت : یضاھیھا : جو اس کے مشابہ ہے۔ نازلۃ : عن قرابۃ الولادۃ : ولادت کے رشتہ داری سے نیچے درجے میں ہے۔

ترجمہ : ۴ یہی وجہ ہے کہ ولادت کے علاوہ جو رشتہ دار ہیں وہ مکاتب پر مکاتب نہیں بنے گا، جبکہ ولادت والے رشتہ دار مکاتب بن جاتے ہیں۔

تشریح : امام شافعیؒ کی یہ تیسری دلیل ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ کوئی مکاتب ہے اور وہ ولادت والے رشتہ دار کے مالک بنے تو وہ بھی مکاتب بن جائیں گے، لیکن ولادت کے علاوہ جو لوگ ہیں وہ مکاتب نہیں بنیں گے، اس سے ثابت ہوا کہ بھائی وغیر ولادت والے رشتہ دار کے درجے میں نہیں ہیں، اس لئے اس پر مالک ہونے کے بعد وہ آزاد نہیں ہوگا۔

لغت : امتنع التکاتب : مکاتب نہیں بنے گا۔ لم یمتنع : ممنوع نہیں ہوگا، یعنی ولادت والے رشتہ دار مکاتب بن جائیں گے۔

ترجمہ : ۵ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو ہم نے روایت کی ہے، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ ایسی قرابت کا مالک بنا جو محرم ہونے میں موثر ہے، اس لئے وہ آزاد ہو جائے گا، اور اصل میں بھی ذی رحم محرم ہونا ہی موثر ہے۔ ولادت لغو ہے۔ اسی لئے ذی

قَطْعُهَا حَتّٰی وَجَبَتِ النَّفَقَةُ وَحَرُمَ النِّكَاحُ ٦ ۔ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا اَذَا كَانَ الْمَالِكُ مُسْلِمًا اَوْكَافِرًا فِيْ دَارِ الْاَسْلَامِ لِعُمُوْمِ الْعِلَّةِ .

رحم محرم کے ساتھ صلہ رحمی کرنا فرض ہے، اور انکو منقطع کرنا حرام ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا نفقہ لازم ہوتا ہے، اور ان سے نکاح کرنا حرام ہے۔

تشریح : آزاد ہونے سبب ذی رحم محرم ہونا ہے اس کی پانچ دلیل دے رہے ہیں [۱] اوپر کی حدیث جس میں ہے کہ ذی رحم محرم کا مالک بنا تو وہ آزاد ہو جائے گا چاہے ولادت ہو یا بھائی ہو [۲] ولادت میں بھی آزاد ہونے سبب ذی رحم محرم ہے ولادت آزاد ہونے کا سبب نہیں ہے [۳] چنانچہ تمام ز رحم محرم سے صلہ رحمی کرنا فرض ہے اور ان سے قطع تعلق کرنا حرام ہے۔ [۴] سب ذی رحم محرم کا نفقہ لازم ہوتا ہے [۵] سب ذی رحم محرم سے نکاح کرنا حرام ہے، ان پانچ دلائل سے ثابت ہوا کہ ذی رحم محرم کا مالک بنے گا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

وجہ : (۱) آیت میں ہے کہ وراثت کی مقدار نفقہ واجب ہے۔ وعلی الوارث مثل ذلک ۔ (آیت ۲۳۳، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ وارث پر نفقہ واجب ہے۔ (۲) حدیث میں ہے۔ حدثنا کلیب بن منفعة عن جده انه اتی النبی ﷺ فقال یا رسول الله ! من ابر ؟ قال امک واباک واختک واخاک ومولاک الذی یلی ذلک حقا واجبا ورحما موصولة. (ابوداؤد شریف، باب فی برالوالدین، ص ۷۲۲، نمبر ۵۱۴۰) (۳) اور نسائی میں ہے۔ عن طارق المحاربی قال قدمنا المدینة فاذا رسول الله قائم علی المنبر یخطب الناس وهو یقول ید المعطی العلیا وابداء بمن تعول امک واباک واختک واخاک ثم ادناک ادناک. (سنن نسائی شریف، باب ایتھما الید العلیا؟، ص ۳۵۰، نمبر ۲۵۳۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی رحم محرم کا نفقہ بھی واجب ہوتا ہے۔ (۴) اور خود اس آدمی کے پاس مال نہ ہو تب بھی ذی رحم محرم پر نفقہ واجب ہوگا اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ عن الضحاک فی هذه الآیة وعلی الوارث مثل ذلک ،قال الوالد یموت ویترک ولدا صغیرا فان کان له مال فرضاعه فی ماله وان لم یکن له مال فرضاعه علی عصبته ۔ (مصنف ابن ابی شیبة، ۲۲۸ فی قوله وعلی الوارث مثل ذلک، ج رابع، ص ۱۸۹، نمبر ۱۹۱۴۷) ان آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی رحم محرم ہونا اصل ہے۔

ترجمہ: ٦ اور کوئی فرق نہیں ہے اس بارے میں کہ مسلمان ہو یا کافر ہو دار الاسلام مین، کیونکہ علت عام ہے۔

تشریح : دار الاسلام میں مالک مسلمان ہے اور ذی رحم محرم کافر تب بھی وہ کافر آزاد ہو جائے گا، اسی طرح مالک کافر ہے اور مملوک مسلمان ہے تب بھی وہ آزاد ہو جائے گا، کیونکہ ذی رحم محرم پر ملکیت پائی گئی۔

۷ وَالْـمُكَاتِبُ أَذَا اشْتَرَى أَخَاهُ وَمَنْ يَجْرِىْ مَجْرَاهُ لا يَتَكَاتَبُ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ مِلْكٌ تَامٌّ يَقْدِرُهُ عَلَـى الْأَعْتَـاقِ وَالِا فْتِرَاضِ عِنْدَ الْقُدْرَةِ ، بِخَلا فِ الْوِلَادِ لِأَنَّ الْعِتْقَ فِيْهِ مِنْ مَقَاصِدِ الْكِتَابَةِ فَامْتَنَعَ الْبَيْـعُ فَيَعْتِقُ تَحْقِيْقًا لِمَقْصُوْدِ الْعَقْدِ .٨ وَعَـنْ أَبِـىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ يَتَكَا تُبُ عَلَى الْأَخِ أَيْـضًا وَهَوَ قَوْلُهُمَا قُلْنَا أَنْ نَمْنَعَ ، ٩ وَهَـذَا بِخِلَافِ مَا أَذَا مَلَكَ ابْنَةَ عَمِّهِ وَهِىَ أُخْتُهُ مِنَ الرَّضَا عِ لِأَنَّ الْمَحْرَمِيَّةِ مَا ثَبَتَتْ بِالْقِرَابَةِ ،

ترجمہ :۷ اور مکاتب اپنے بھائی، یا بھائی جیسے کو خریدتا ہے تو وہ مکاتب نہیں بنے گا اس لئے کہ اس کو آزاد کرنے پر پاری ملکیت نہیں ہے، اور مسئلے کی صورت جو فرض کی گئی ہے وہ آزادگی پر قدرت کے وقت کی گئی ہے، بخلاف ولادت کے اس لئے کہ مکاتب ہونے کا مقصد ہی یہ ہے کہ ان رشتہ داروں کو آزاد کیا جائے، اسی لئے ولادتی رشتہ دار کو بیچنا منع ہے، اس لئے عقد کتابت کے مقصد کو ثابت کرنے کے لئے آزاد ہو جائے گا۔

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے امام شافعیؒ کو جواب ہے۔ مکاتب جب اپنے بھائی وغیرہ کا مالک بنے گا تو وہ اس لئے آزاد نہیں ہوگا، کہ مکاتب بھائی کو آزاد کرنے پر قادر نہیں ہے، اور مسئلہ یہ فرض کیا گیا ہے کہ آزاد کرنے پر ملک تام ہو تب وہ مکاتب بنے گا۔ اور ولادتی رشتہ دار اس لئے مکاتب بن جائیں گے کہ مکاتب جب مکاتب بن رہا تھا تو اس کا مقصد ہی یہ تھا کہ مال کتابت کو ادا کر کے خود آزاد ہو جائیں، اور اپنے ولادتی رشتہ دار کو آزاد کروائیں، کیونکہ ان رشتہ داروں کے غلام رہنے سے مکاتب کو عار محسوس ہوتی ہے، اس لئے ولادتی رشتہ دار مکاتب بن جائیں گے۔ اور بھائی کے غلام رہنے سے بھائی کو عار نہیں ہوتی اس لئے اس کے مکاتب بننے کا مقصد نہیں ہے کہ بھائی کو مکاتب بنائیں، اس لئے بھائی مکاتب نہیں بنے گا۔

ترجمہ :٨ امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ بھائی بھی مکاتب بن جائے گا، اور یہی قول صاحبینؒ کا ہے، اس صورت میں ہم امام شافعیؒ کا اعتراض روک دیں گے

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر بھائی مکاتب ہے اور اس حال میں بھائی کا مالک بنا ولادتی رشتہ مکاتب بنتا ہے بھائی بھی مکاتب بن جائے گا، اس صورت میں امام شافعی کی دلیل ہمارے خلاف نہیں چلے گی۔

ترجمہ :٩ یہ بخلاف اگر چچازاد بہن پر مالک بن گیا، اور وہ رضاعی بہن بھی ہے تو وہ آزاد نہیں ہوگی، اس لئے کہ نسب کی وجہ سے محرم نہیں ہے بلکہ رضاعت کی وجہ سے محرم ہے۔

تشریح :آزاد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ نسب کی وجہ سے نکاح کرنا حرام ہو، چچازاد بہن بھی ہو اور وہ رضاعی بہن بھی ہو تو یہاں نکاح کرنا حرام ہے دودھ پینے کی وجہ سے، نسب کی وجہ سے نکاح کرنا حرام نہیں ہے اس لئے ایسے چچازاد بہن کا مالک

۱۰؎ وَالصَّبِيُّ جُعِلَ أَهْلًا لِهَذَا الْعِتْقِ ، وَكَذَا الْمَجْنُونُ حَتَّى عَتَقَ الْقَرِيبُ عَلَيْهِمَا عِنْدَ الْمِلْكِ ؛ لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْعَبْدِ فَشَابَهَ النَّفَقَةَ .

(۲۲۳۲) وَمَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا لِوَجْهِ اللَّهِ تَعَالَى أَوْ لِلشَّيْطَانِ أَوْ لِلصَّنَمِ عَتَقَ ، ۱؎ لِوُجُودِ رُكْنِ الْأَعْتَاقِ مِنْ أَهْلِهِ فِي مَحَلِّهِ ۲؎ وَوَصْفُ الْقُرْبَةِ فِي اللَّفْظِ الْأَوَّلِ زِيَادَةٌ فَلَا يَخْتَلُّ الْعِتْقُ بِعَدَمِهِ فِي اللَّفْظَيْنِ الْآخَرَيْنِ .

(۲۲۳۳) وَعِتْقُ الْمُكْرَهِ وَالسَّكْرَانِ وَاقِعٌ ۱؎ لِصُدُورِ الرُّكْنِ مِنَ الْأَهْلِ فِي الْمَحَلِّ كَمَا فِي

بن گیا تو وہ آزاد نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۱۰؎ اس آزادگی کے لئے بچہ بھی اہل ہے، اور ایسے ہی مجنون، یہاں تک کہ مالک ہوتے وقت اس کے ذی رحم اس پر آزاد ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کے ساتھ بندے کا حق متعلق ہو گیا اس لئے یہ نفقہ کے مشابہ ہو گیا۔

تشریح: بچہ اور مجنون مکلّف نہیں ہیں اس کے باوجود اگر وہ ذی رحم محرم کا مالک بنے تو ان پر بھی ذی رحم محرم آزاد ہو جائے گا۔

وجہ: یہ اللہ کا حق نہیں ہے، بلکہ بندے کا حق ہے، تو جس طرح مجنون اور بچہ پر ذی رحم محرم کا نفقہ لازم ہوتا ہے اسی طرح ان پر آزاد بھی ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۲۳۲) کسی نے غلام کو اللہ کی خوشنودی کے لئے آزاد کیا، یا شیطان کی خوشنودی کے لئے، یا بت کی خوشنودی کے لئے آزاد کیا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ کیونکہ کیونکہ آزاد کرنے کا رکن اہل سے محل میں پایا گیا۔

تشریح: من اہلہ فی محلّہ: یہ ایک محاورہ ہے، اہل سے مراد ہے کہ آزاد کرنے والا عاقل، بالغ تھا، اور محل سے مراد ہے کہ غلام عاقل اور بالغ آدمی کا مملوک تھا۔ اب عاقل بالغ کی جانب سے مملوک کا آزاد کرنا پایا گیا ہے اس لئے غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۲؎ اور قربت کی صفت پہلے لفظ [یعنی لوجہ اللہ] میں زیادہ ہے اس لئے دوسرے دو لفظوں [یعنی للشیطان، اور للصنم] میں وجہ کا لفظ نہ پائے جائے تب بھی آزاد ہونے میں کوئی خلل نہیں پڑتا ہے۔

تشریح: یہاں عبارت کی اصلاح فرما رہے ہیں۔ پہلا جملہ اعتق عبدا لوجه الله میں وجہ کا لفظ زائد ہے، وہ نہ بھی ہو تب بھی غلام آزاد ہو جائے گا، اس لئے دوسرے دو جملے، یعنی للشیطان اور للصنم میں وجہ کا لفظ نہ بھی ہو تب بھی غلام آزاد ہو جائے گا۔ البتہ شیطان اور بت کی خوشنودی کے لئے آزاد کرنے میں آدمی گناہ گار ہوگا۔

ترجمہ: (۲۲۳۳) جس آدمی کو آزاد کرنے پر مجبور کیا ہو، یا جو آدمی نشہ میں مست ہو اس کا آزاد کرنا واقع ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اسلئے کہ اہل کا رکن صادر ہوا ہے محل میں، جیسے طلاق میں واقع ہو جاتی ہے، اور اسکو پہلے ہم نے بیان کر دیا ہے۔

الطَّلَاقِ وَقَدْ بَيَّنَّا هُ مِنْ قَبْلُ.

(٢٢٣٤) وَأَنْ أَضَافَ الْعِتْقَ أَلَى مِلْكٍ أَوْشَرْطٍ صَحَّ كَمَا فِي الطَّلَاقِ

تشــــريح :مالک کوآزادکرنے پرمجبورکردیاجسکی وجہ سےاس نے آزادکیاتوغلام آزادہوجائے گا،اسی طرح مالک نشہ میں مست ہےاوراس حال میں آزادکیاتوغلام آزادہوجائے گا۔

وجــــه :(١)اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مالک عاقل بالغ ہے،اوراپنےمملوک کوآزادکررہاہےاس لئے غلام آزادہوجائے گا ـ(٢)اس قول تابعی میں ہے۔ **عن الاعمش عن ابراهيم قالا : طلاق الكره جائز انما افتدى به نفسه** (مصنف عبدالرزاق،باب طلاق الکرہ،ج سادس،ص ٣١٧،نمبر١١٤٦٣ رمصنف ابن ابی شیبۃ،باب من کان یری طلاق المکرّہ جائزا،ج رابع،ص ٨٥،نمبر١٨٠٣٥)) اس اثر میں ہے کہ زبردستی کی طلاق واقع ہوجائے گی۔اسی پرعتاق کوقیاس کیاجائے گا(٣) **عن ابن عمر قال : طلاق الكره جائز** (مصنف عبدالرزاق،باب طلاق الکرہ،ج سادس،ص ٣١٧، نمبر١١٤٦٥)اس اثر میں ہے کہ زبردستی کی طلاق واقع ہوجائے گی(٣)اورنشہ میں مست ہےاس کی آزادگی واقع ہونے کے لئے یہ قول تابعی میں ہے۔ **عن مجاهد قال طلاق السكران جائز** (مصنف ابن ابی شیبۃ،باب ٣٤ من اجاز طلاق السکران،ج رابع،ص ٨٧،نمبر١٧٩٥١ رسنن للبیہقی ،باب من قال یجوز طلاق السکران وعتقہ،ج سابع،ص ٥٨٩،نمبر١٥١١٢) ان اثروں سےمعلوم ہواکہ سکرکی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوگی۔یہی رائے حضرت عطاء،حضرت حسن،محمدابن سیرین ،عمرابن عبدالعزیزحضرت ابراہیم نخعی اورسعید بن مسیّب وغیرہ کی ہے۔

تــرجمه :(٢٢٣٤)اگرآزادگی کوملک کی طرف منسوب کیا[مثلا کہا کہ اگرمیں تمہارامالک بناتو آزادہے]یاشرط کی طرف منسوب کیا[مثلا کہاکہ اگرتم گھرمیں داخل ہوئےتوتم آزادہو]تویہ منسوب کرناصحیح ہے،جیسے کہ طلاق میں ہوتاہے۔

تشريح :آزادگی کوملک کی طرف منسوب کیا،مثلایوں کہاکہ اگرمیں تمہارامالک بناتوتم آزادہوتوجب اس غلام کامالک بنے گاتواس وقت غلام آزادہوجائے گا۔اسی طرح آزادگی کوشرط کی منسوب کیا،مثلایوں کہا،کہ اگرتم گھرمیں داخل ہوتوتو آزادہے ،پس غلام گھرمیں داخل ہواتووہ آزادہوجائے گا۔

وجه:غلام کوابھی آزادنہیں کررہاہے بلکہ مالک ہونےپرآزادگی کاپیغام دےرہاہےاس لئے مالک ہونےپرآزادہوجائے گا، اسی طرح شرط پرمعلق کیاہےتوشرط پائےجانے پرغلام آزادہوجائے گا۔

وجه:(١)اثرمیں اس کاثبوت ہے۔ **ان رجلا اتى عمر بن الخطاب فقال كل امرأة اتزوجها فهى طالق ثلاثا فقال له عمر فهو كما قلت** (مصنف عبدالرزاق،نمبر١١٤٧٤) **عن ابراهيم قال اذا وقت امرأة او**

۱؎ أَمَّا الْأَضَافَةُ أَلَى الْمِلْکِ فَفِیْهِ خِلَا فُ الشَّافِعِیِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَدْ بَیَّنَّا هُ فِی کِتَابِ الطَّلَاقِ ، ۲؎ وَأَمَّا التَّعْلِیقُ بِالشَّرْطِ فَلِأَنَّهُ أَسْقَاطٌ فَیَجْرِی فِیْهِ التَّعْلِیْق ۳؎ بِخِلَافِ التَّمْلِیْکَاتِ عَلَی مَا عُرِفَ فِیْ مَوْضِعِهِ

قبیلة جاز، واذا عم کل امرأة فلیس بشیء (مصنف عبد الرزاق، باب الطلاق قبل النکاح ج سادس، ص ۴۲۱ نمبر ۱۱۴۷۱ / مصنف ابن ابی شیبة ۱۶ من کان یوقعه علیه ویلزمه الطلاق اذا وقت ج رابع، ص ۶۶، نمبر ۱۷۸۳۲ / کتاب الاثار لامام محمد ، باب من قال ان تزوجت فلانة فھی طالق ص ۱۱۰، نمبر ۵۰۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ نکاح پر طلاق کو معلق کرے تو شرط پانے پر طلاق واقع ہوگی۔ اسی پر قیاس کرتے ملک پر آزادگی کو معلق کرے تو ملک پائے جانے پر آزادگی واقع ہوجائے گی

وجه : (۱) شرط پائے جانے پر آزادگی ہوگی اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔ عن ابراهیم قال : من وقت فی الطلاق وقتا فدخل الوقت وقع الطلاق . (مصنف ابن ابی شیبة، باب من قال: لایطلق حتی یحل الاجل، ج رابع، ص ۲۷، نمبر ۱۷۸۸۶ / مصنف عبد الرزاق، باب الطلاق الی اجل، ج سادس، ص ۳۳۰، نمبر ۱۱۳۵۲) اس اثر میں ہے کہ اگر طلاق کو وقت پر معلق کیا تو جب وقت آئے گا اس وقت طلاق واقع ہوجائے گی، اسی پر قیاس کرتے ہوئے آزادگی واقع ہوگی۔

ترجمہ : ۱؎ آزادگی کو ملکیت کی طرف منسوب کرنے سے آزادگی واقع ہوگی اس بارے میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے اور اس بات کو ہم نے کتاب الطلاق میں بیان کیا ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت ملکیت نہیں ہے اس لئے آزادگی واقع نہیں ہوگی

وجه : (۱) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ قال لا طلاق الا فیما تملک ولا عتق الا فیما تملک (د) (ابوداؤد شریف، باب فی الطلاق قبل النکاح ص ۳۰۵ نمبر ۲۱۹۰ / ترمذی شریف، باب ماجاء لاطلاق قبل النکاح ص ۲۲۳ نمبر ۱۱۸۱) (۲) عن علی ابن ابی طالب عن النبی ﷺ قال لا طلاق قبل النکاح (الف) (ابن ماجہ شریف، باب لاطلاق قبل النکاح ص ۲۹۳ نمبر ۲۰۴۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے ملک سے پہلے آزادگی نہیں ہوگی

ترجمہ : ۲؎ بہرحال شرط پر معلق کرنا تو اس میں اسقاط ہے اس لئے اس میں شرط جاری ہوگی۔۔

تشریح : آزاد کرنے میں دو حیثیت ہیں [۱] ایک یہ کہ غلام کو آزاد کر کے اس کو تصرف کی قوت دی۔ اور دوسری حیثیت یہ ہے کہ آقا نے اپنی ملکیت ساقط کی، چونکہ اپنی ملکیت کو ساقط کرنا اصل ہے اس لئے اس کو شرط پر معلق کرنا جائز ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ بخلاف تملیکات کے، اس کی تفسیر اصول کی کتابوں میں ہے۔

(۲۲۳۵) وَاِذَاخَرَجَ عَبْدُ الْحَرْبِیِّ اَلَیْنَا مُسْلِمًا عَتَقَ ۱؎ لِقَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ عَبِیْدِ الطَّائِفِ حِیْنَ خَرَجُوْا اِلَیْہِ مُسْلِمِیْنَ ھُمْ عُتَقَاءُ اللّٰہِ تَعَالٰی. ۲؎ وَلِاَنَّہٗ اَحْرَزَ نَفْسَہٗ وَھُوَ مُسْلِمٌ وَلَا اسْتِرْقَاقَ عَلَی الْمُسْلِمِ ابْتِدَاءً .

(۲۲۳۶) وَاِنْ اَعْتَقَ حَامِلًا عَتَقَ حَمْلُھَا تَبَعًا لَھَا ۱؎ اِذْھُوَ مُتَّصِلٌ بِھَا

تشریح: تملیکات: مطلب یہ ہے کہ غلام کو کسی چیز کا مالک بنانا ہو تو اس کو شرط پر معلق کرنا صحیح نہیں ہے۔اس کی تفصیل اصول کی کتابوں میں ہے۔

ترجمہ:(۲۲۳۵) کوئی حربی غلام ہماری طرف مسلمان ہو کر آیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ :۱؎ کیونکہ طائف کے غلام کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا جب وہ مسلمان ہو کر آئے کہ وہ اللہ کا آزاد شدہ غلام ہے۔

وجہ:صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے. **عن علی ابن ابی طالب قال خرج عبدان الی رسول اللہ ﷺ یعنی یوم الحدیبیہ قبل الصلح ، فکتب الیہ موالیھم ......و قال ھم عتقاء اللہ عز و جل** ۔(ابوداود شریف، باب فی عبید المشرکین یلحقون بالمسلمین فیسلمون ،ص ۳۹۱،نمبر ۲۷۰۰)اس حدیث میں ہے کہ مسلمان ہو کر آنے والا غلام آزاد ہے۔

ترجمہ :۲؎ اور اس لئے کہ اپنے آپ کو مسلمان کی حالت میں محفوظ کیا ہے،اور ابتداء مسلمان کو غلام نہیں بنا سکتے۔

تشریح :یہ دلیل عقلی ہے۔قاعدہ یہ ہے کہ جو مسلمان بن کر دار الاسلام آیا ہو اس کو غلام نہیں بنا سکتے ،اور یہ غلام مسلمان بن کر دار الاسلام آیا ہے اس لئے اکو غلام نہیں بنا سکتے ، یہ آزاد ہو جائے گا۔۔احرز: حرز سے مشتق ہے،محفوظ کرنا۔استرقاق: رق سے مشتق ہے غلام بنانا۔

ترجمہ :(۲۲۳۶) مالک نے حامل عورت کو آزاد کیا تو اس کا حمل بھی آزاد ہو جائے گا تابع ہونے کی وجہ سے۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ حمل عورت کے ساتھ متصل ہے۔

وجہ :(۱) حمل باندی کے عضو کی طرح ہے اس لئے جب باندی آزاد ہوگی تو چاہے حمل کو آزاد کرنے کا انکار کیا ہو پھر بھی وہ آزاد ہو جائے گا (۲) قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔ **قال سفیان... و اذا استثنی مافی بطنھا عتقت کلھا انما ولدھا کعضو منھا. و اذا اعتق ما فی بطنھا و لم یعتقھا لم یعتق الا ما فی بطنھا** (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یعتق امتہ ویستثنی مافی بطنھا والرجل یشتری ابنہ ، ج تاسع ،ص ۹۳،نمبر ۱۷۱۱۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ حمل باندی کے عضو کی طرح ہے اس لئے حمل کا استثناء بھی کرے تب بھی وہ آزاد ہو جائے گا

(۲۲۳۷) وَلَوْ أَعْتَقَ الْحَمْلَ خَاصَّةً عَتَقَ دُوْنَهَا ۱؎ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ أَلَى أَعْتَاقِهَا مَقْصُوْدًا لِعَدَمِ الْأَضَافَةِ أَلَيْهَا وَلَا أَلَيْهِ تَبَعًا لِمَا فِيْهِ مِنْ قَلْبِ الْمَوْضُوْعِ ۲؎ ثُمَّ أَعْتَاقُ الْحَمَلِ صَحِيْحٌ وَلَا يَصِحُّ بَيْعُهُ وِهِبَتُهُ لِأَنَّ التَّسْلِيْمَ نَفْسَهُ شَرْطٌ فِي الْهِبَةِ وَالْقُدْرَةُ عَلَيْهِ فِي الْبَيْعِ وَلَمْ يُوْجَدْ ذٰلِکَ بِالْأَضَافَةِ لِى الْجَنِيْنِ وَشَيْءٍ مِنْ ذٰلِکَ لَيْسَ بِشَرْطٍ فِي الْأَعْتَاقِ فَافْتَرَقَا

ترجمہ :(۲۲۳۷) اگر صرف حمل کو آزاد کیا تو حمل ہی آزاد ہوگا۔

ترجمہ :۱؎ صرف باندی کو آزاد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اس لئے کہ اس کی طرف آزادگی کی نسبت نہیں کی، اور باندی کو حمل کے تابع بھی نہیں بنا سکتے کیونکہ یہ موضوع سے الٹی چیز ہو جائے گی۔

تشریح :مالک نے صرف حمل کو آزاد کیا تو صرف حمل آزاد ہو جائے گا، باندی اس لئے آزاد نہیں ہوگی کہ اس کو آزاد نہیں کیا ہے، اور باندی کو حمل کے تابع اس لئے نہیں کر سکتے کہ یہاں حمل باندی کے تابع ہے اس لئے باندی کو حمل کے تابع کر دیں تو یہ الٹا ہو جائے گا، یہ قلب موضوع ہو جائے گا۔

وجہ :(۱) قول تابعی میں اس کا اشارہ ہے۔ **عن ابراهیم قال اذا اعتق الرجل امته و استثنی ما فی بطنها فله ما استثنی** (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یعتق امتہ ویستثنی ما فی بطنھا ج تاسع، ص۹۳، نمبر ۱۷۱۱۱) اس اثر میں اگر چہ یہ ہے کہ باندی کو آزاد کرے اور حمل کا استثنی کرے تو جائز ہے۔ لیکن اس پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ حمل کو آزاد کرے اور باندی کا انکار کرے تو جائز ہو جائے گا۔ اوپر کے اثر میں تھا **لم یعتق الا ما فی بطنها** (مصنف عبد الرزاق، نمبر ۱۷۱۱۱) اس سے بھی معلوم ہوا کہ صرف حمل آزاد ہوگا۔

ترجمہ :۲؎ پھر صرف حمل کو آزاد کرنا صحیح ہے، جبکہ حمل کا بیچنا اور اس کا ہبہ کرنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ ہبہ میں نفس حمل کو سپرد کرنا شرط ہے، اور بیع میں حمل کو سپرد کرنے پر قدرت ہونا شرط ہے، اور حمل کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہ ہو نہیں سکے گا [کیونکہ وہ تو پیٹ کے اندر ہے]، اور آزاد کرنے میں ان میں سی کسی شرط کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے دونوں میں فرق ہو گیا۔

تشریح :صرف حمل کو ہبہ نہیں کر سکتا، اور نہ بیچ سکتا ہے، جبکہ اس کو آزاد کر سکتا ہے، ان دونوں میں کیا فرق ہے اس کو بیان کر رہے ہیں۔ ہبہ اس وقت صحیح نہیں ہوگا جب تک حمل کو سپرد نہ کر دے، اور حمل کو سپرد نہیں کر سکتا اس لئے ہبہ کرنا درست نہیں ہوگا، اسی طرح بیع کرنے کے لئے سپرد کرنے پر قدرت ہونی چاہئے، اور حمل کو سپرد کرنے پر قدرت نہیں ہے اس لئے اس کی بیع بھی جائز نہیں ہے۔ اور آزاد کرنے کے لئے حمل کو سپرد کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے حمل کو آزاد کرنا جائز ہے۔

(۲۲۳۸) وَلَوْ أَعْتَقَ الْحَمَلَ عَلَى مَالٍ صَحَّ وَلَا يَجِبُ الْمَالُ ۱؎ أَذْ لَا وَجْهَ أَلَى أَلْزَامِ الْمَالِ عَلَى الْجَنِيْنِ لِعَدَمِ الْوِلَايَةِ عَلَيْهِ ، وَلَا أَلَى الْزَمِهِ، الْأُمَّ لِأَنَّهُ فِيْ حَقِّ الْعِتْقِ نَفْسٌ عَلَى حِدَةٍ ،وَا شْتِرَاطُ بَدَلِ الْعِتْقِ عَلَى غَيْرِ الْمُعْتِقِ لَا يَجُوْزُ عَلَى مَا مَرَّ فِي الْخُلْعِ. ۲؎ وَأَنَّا يُعْرَفُ قِيَامُ الْحَبَلِ وَقْتَ الْعِتْقِ أَذَا جَاءَ تْ بِهِ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْهُ ، لِأَنَّهُ أَدْنٰى مُدَّةِ الْحَمَلِ قَالَ

(۲۲۳۹) قال وَوَلَدُ الْأَمَةِ مِنْ مَوْلَاهَا حُرٌّ ۱؎ لِأَنَّهُ مَخْلُوْقٌ مِنْ مَائِهِ فَيَيْتِقُ عَلَيْهِ ، هَذَا هُوَا لْأَصْلُ ، وَلَا مُعَارِضَ لَهُ فِيْهِ لِأَنَّ وَلَدَ الْأَمَةِ لِمَوْلَاهَا .

ترجمه :(۲۲۳۸)اگر مال کے بدلے حمل کو آزاد کیا تو،تو حمل پر مال واجب نہیں ہوگا۔

ترجمه :۱؎ بچے پر مال لازم اس لئے نہیں کر سکتے کہ اس پر کسی کی ولایت نہیں ہے،اور ماں پر اس لئے لازم نہیں کر سکتے کہ آزادگی کے بارے میں وہ ایک الگ نفس ہے اور آزادگی کا بدلہ ایک ایسے نفس پر جو آزاد نہیں ہو رہا ہے جائز نہیں ہے، جیسے کہ خلع میں گزر گیا ہے۔

تشریح:مثلا پانچ ہزار درہم کے بدلے میں حمل کو آزاد کیا تو حمل آزاد ہو جائے گا،لیکن حمل پر، یا ماں پر کوئی رقم لازم نہیں ہوگی۔

وجه :اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ تو گوشت کا لتھڑا ہے اس لئے پر رقم لازم نہیں کر سکتے ،اور ماں پر اس لئے لازم نہیں کر سکتے کہ آزادگی کے بارے میں وہ الگ آدمی ہے،اور آزادگی کا بدلہ ایسے آدمی پر کرنا جو آزاد نہیں ہو رہا ہو، یہ صحیح نہیں ہے اس لئے ماں پر بھی یہ رقم لازم نہیں کر سکتے ،اس لئے پوری رقم ہی ساقط ہو جائے گی۔محشی حضرات فرماتے ہیں کہ کتاب الخلع میں اس قسم کا مسئلہ مذکور نہیں ہے اس لئے صاحب ہدایہ نے جو کتاب الخلع کا حوالہ دیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

ترجمه :۲؎ حمل کا موجود ہونا اس وقت معلوم ہوگا جبکہ آزاد کرنے کے وقت سے چھ مہینے کے اندر بچے کی ولادت ہو جائے ،اس لئے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔

تشریح :جس وقت آزاد کیا اس وقت سے چھ مہینے کے اندر اندر ولادت ہو جائے تو سمجھا جائے گا کہ آزاد کرتے وقت بچہ پیٹ میں تھا، کیونکہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔

ترجمه (۲۲۳۹) باندی کا بچہ اس کے آقا سے آزاد ہوگا۔

ترجمه :۱؎ اس لئے کہ یہ بچہ آزاد کے نطفے سے پیدا ہوا ہے،اس لئے آقا پر آزاد ہو جائے گا،اور اصل نطفہ تو آقا کا ہی سمجھا جائے گا،اور یہاں آقا کا کوئی معارض نہیں ہے اس لئے کہ باندی کا بچہ آقا کا ہی ہے۔

تشریح:اپنی باندی سے بچہ پیدا کیا تو یہ بچہ خود بخود آزاد ہو جائے گا،

(۲۲۴۰) قال وَوَلَدُهَا مِنْ زَوْجِهَا مَمْلُوْکٌ لِسَيِّدِهَا ۱ لِتَرَجُّحِ جَانِبِ الْأُمِّ بِاعْتِبَارِ الْحِضَانَةِ أَوْ لِاسْتِهْلَاکِ مَائِهِ بِمَائِهَا وَالْمُنَافَاةُ مُتَحَقِّقَةٌ

وجہ :(۱)اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ آقا کے نطفے سے پیدا ہوا ہے اس لئے وہ آزاد ہو جائے گا، باقی رہا کہ باندی کا بھی تو نطفہ ہے تو اس کا جواب دیا کہ باندی کا نطفہ بھی آقا کی ملکیت میں ہے تو گویا کہ آقا ہی کے نطفے سے بچہ پیدا ہوا ہے اس لئے بچہ آزاد ہو جائے گا (۲) اس حدیث میں ہے کہ بچے کی وجہ سے اس کی ماں بھی آزاد ہو جائے گی، تو بچہ بدرجہ اولی آزاد ہو جائے گا، حدیث یہ ہے۔عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ ایما رجل ولدت امته منه فهی معتقة عن دبر منه ۔ (ابن ماجہ شریف، باب امہات الاولاد، ص ۳۶۱، نمبر ۲۵۱۵) (۳) عن سمرة بن جندب فیما یحسب حماد قال قال رسول اللہ ﷺ من ملک ذا رحم محرم فهو حر (ابوداؤد شریف، باب فیمن ملک ذا رحم محرم، ص ۵۶۰، نمبر ۳۹۴۹/ ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن ملک ذا رحم محرم، ص ۳۳۰، نمبر ۱۳۶۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی رحم محرم کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہو جائے گا، اور آقا اپنے بچے کا مالک بنا اس لئے وہ بچہ آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ :(۲۲۴۰) باندی کا بچہ اپنے شوہر سے اس کے آقا کا مملوک بنے گا۔

تشریح: آقا نے باندی کا نکاح کرایا، اب یہ نکاح آزاد مرد سے کرایا ہو یا غلام مرد سے دونوں صورتوں میں باندی کا جو بچہ ہوگا وہ آقا کا غلام ہوگا، یہاں باپ کا اعتبار نہیں کیا گیا بلکہ ماں کا اعتبار کیا گیا ہے۔ آگے اس کی وجہ بیان کی جا رہی ہے۔

وجہ :(۱) قول صحابی میں ہے کہ مدبرہ اور مکاتبہ کا بچہ ماں کے تابع ہو کر غلام اور باندی بنے گا۔عن ابن عمر قال ولد المدبرة یعتقون بعتقها ویرقون برقها (دار قطنی، کتاب المکاتب، ج رابع، ص ۷۷، نمبر ۴۲۱۳، سنن للبیہقی، باب ماجاء فی ولد المدبرة من غیر سیدها بعد تدبیرها، ج عاشر، ص ۵۳۱، نمبر ۲۱۵۸۴) (۲) قول صحابی میں ہے۔عن علیؓ قال ولدها بمنزلتها یعنی المکاتبة (سنن للبیہقی، باب ولد المکاتب من جاریۃ وولد المکاتبۃ من زوجها، ج عاشر، ص ۵۶۰، نمبر ۲۱۶۹۹) اس قول صحابی سے بھی معلوم ہوا مکاتبہ کا بچہ مکاتبہ کے درجے میں ہے اسی طرح باندی کا بچہ غلام ہوگا۔

ترجمہ :۱ یہاں ماں کی جانب ترجیح ہوئی پرورش کرنے کی وجہ سے، یا اس لئے کہ باپ کا پانی ماں کے پانی میں ہلاک ہو گیا، اور منافات متحقق ہے اور شوہر اس پر راضی ہے۔

تشریح :عام حالات میں باپ کو ترجیح ہوتی ہے اسی سے نسب ثابت ہوتا ہے، اسی پر بچے کا نفقہ لازم ہوتا ہے تو یہاں ماں کو کیسے ترجیح ہوگئی؟ اس کا تین جواب دے رہے ہیں [۱] ماں کو پرورش کا حق ہے [۲] باپ کا نطفہ گویا کہ عورت کے نطفے میں گم ہو گیا، کیونکہ بچہ ماں کے عضو کی طرح ہو جاتا ہے، اور اس کی پیٹ کے ساتھ چپک جاتا ہے، چنانچہ قینچی سے کاٹ کر بچے کو ماں

۲؎ وَالزَّوْجُ قَدْ رَضِیَ بِهِ ، ۳؎ بِخِلَافِ وَلَدِ الْمَغْرُوْرِ لِأَنَّ لْوَالِدَ مَارَضِیَ بِهِ .

(۲۲۴۱) وَلَدُ الْحُرَّةِ حُرٌّ عَلَی کُلِّ حَالٍ ۱؎ لِأَنَّ جَانِبَهَا رَاجِعٌ فَیَتْبَعُهَا فِی وَصْفِ الْحُرِّیَّةِ کَمَا یَتْبَعُهَا فِی الْمَمْلُوْکِیَّةِ وَالْمَرْقُوْقِیَّهِ اَلتَّدْبِیْرِ وَأُمُوْمِیَّةِ الْوَلَدَ وَالْکِتَابَةِ ، وَا للّٰهُ تَعَالَی أَعْلَمُ

سے الگ کرتے ہیں، ان وجوہات کی وجہ سے یہاں بچے کو ماں کے تابع کیا اور باندی ہے اس لئے بچہ آقا کا غلام ہوگا

لغت: المنافاۃ متحققۃ: یہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ ترجیح تو وہاں ہوتی ہے جہاں دونوں جانب دلائل ہوں، اور دونوں کے درمیان منافات ہو، یہاں منافات کیسے ہیں، تو اس کا جواب دیا کہ یہاں منافات ہے، کیونکہ باپ کا نطفہ چاہتا ہے کہ بچہ باپ کے تابع ہوکر آزاد ہو، اور ماں کا نطفہ چاہتا ہے کہ ماں کے تابع ہوکر بچہ غلام ہو، اس لئے یہاں ماں کی پرورش، اور اس کے عضو ہونے کی وجہ سے ماں کی جانب ترجیح دی اور بچہ ماں کے تابع کر دیا اور غلام بنا دیا۔

ترجمہ: ۲؎ اور شوہر اپنے بچے کے غلام بننے پر راضی ہے۔

تشریح: یہ تیسری دلیل ہے۔ مرد نے جب باندی سے شادی کی تو وہ اس بات پر راضی ہے کہ میرا بچہ غلام ہو جائے، اس لئے غلام قرار دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳؎ بخلاف مغرور کا بچہ کے وہ غلام نہیں بنے گا، اس لئے کہ والد بچے کے غلام بننے پر راضی نہیں ہے۔

تشریح: بیوی نے یہ کہا کہ میں آزاد ہوں اس لئے آزاد شوہر خالد نے اس سے نکاح کر لیا، اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ عمر کی باندی ہے، جسکی وجہ سے یہ لڑکا اس کا غلام ہو جائے گا،، اس کو ولد مغرور کہتے ہیں، کیونکہ باپ کو یہ دھوکہ دیا گیا کہ اس کا بچہ آزاد ہوگا، اس صورت میں باپ اپنے بچے کے غلام ہونے پر راضی نہیں ہے، اس لئے بچہ آزاد ہوگا، لیکن باپ پر بچے کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمہ: (۲۲۴۱) آزاد عورت کا بچہ ہر حال میں آزاد ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ بچہ عورت کی جانب راجح ہوگا، اس لئے آزادگی کی صفت میں بھی اسی کے تابع ہوگا، جیسے کہ مملوک ہونے میں غلام ہونے میں، مدبر ہونے میں ام ولد ہونے میں، اور مکاتب ہونے میں ہوتا ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بچہ غلام اور آزاد ہونے میں ماں کے تابع ہوتا ہے۔

تشریح: ماں آزاد ہے، اب اس نے آزاد سے نکاح کیا تب تو بچہ آزاد ہوگا ہی، لیکن اگر غلام سے نکاح کیا تب بھی بچہ آزاد ہوگا۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں بچہ ماں کے تابع ہوگا، یہاں اس کی چار مثالیں دی ہیں [۱] ماں مملوک ہو تو بچہ بھی غلام

ہوتا ہے، جیسا کہ اوپر گزرا[۲] ماں مدبر ہو تو اس کا بچہ بھی مدبر ہی ہوگا ، [۳] ماں ام ولد ہو تو بچہ بھی ام ولد ہوگا اور آقا کے مرنے کے بعد دونوں آزاد ہو جائیں گے [۴] ماں مکاتبہ ہے تو اس کا بچہ بھی مکاتب ہوگا ، اور ماں مال کتابت آدا کرے گی تو ماں اور بیٹا دونوں آزاد ہو جائیں گے، ٹھیک اسی طرح یہاں ماں آزاد ہے اس لئے اس کا بچہ بھی آزاد ہوگا ، چاہے اس کا باپ غلام کیوں نہ ہو۔(۲)اس قول صحابی میں اس کا ذکر ہے۔عن علیؓ قال ولدها بمنزلتها يعني المكاتبة (سنن للبیہقی ، باب ولد المکاتب من جاریۃ وولد المکاتبۃ من زوجھا ، ج عاشر ، ص ۵۳۳ ، نمبر ۲۱۶۹۹)

لغت: مملوک۔مرقوق: مملوک اور رقیت میں تھوڑا سا فرق ہے۔کامل غلامت کو رقیت ، کہتے اور ملکیت کو مملوک ، کہتے ہیں ، مکاتب میں مملوک ہے، لیکن رقیت کم ہے کیونکہ وہ تجارت کرنے میں آزاد ہے۔ اسی لئے مصنف نے یہاں دونوں کا ذکر کیا۔

باب العبد يُعتق بعضه

(۲۲۴۲) وَأَذَا أَعْتَقَ الْمَوْلَى بَعْضَ عَبْدِهِ عَتَقَ ذٰلِكَ الْقَدْرُ وَيَسْعَى فِي بَقِيَّةِ قِيْمَتِهِ لِمَوْلَاهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَ : يَعْتِقُ كُلُّهُ لِ وَأَصْلُهُ أَنَّ الْأَعْتَقَ يَتَجَزَّأُ عِنْدَهُ فَيَقْتَصِرُ عَلَى مَا أَعْتَق،

﴿باب العبد یعتق بعضہ﴾

ترجمہ :(۲۲۴۲)اور اگر آقا نے اپنے بعض غلام کو آزاد کیا تو یہ بعض حصہ آزاد ہو جائے گا اور بقیہ قیمت میں مولی کے لئے سعی کرے گا۔اور صاحبین فرماتے ہیں کہ کل آزاد ہوگا۔

ترجمہ : لے اس مسئلے کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آزادگی میں ٹکڑا ہو سکتا ہے، اس لئے جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا۔

اصول :امام ابوحنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ غلامیت میں ٹکڑا ہو سکتا ہے، اس لئے آدھا آزاد کیا تو اتنا آزاد ہوگا باقی غلامیت میں باقی رہے گا۔

دوسرا اصول:غلام پر ملکیت مالک کا حق ہے، اس لئے جس آدھے کو آزاد نہیں کیا وہ اس کی مرضی کے بغیر آزاد نہیں ہوگا۔

اصول :صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ غلامیت میں ٹکڑا نہیں ہوتا اس لئے جیسے ہی آدھا آزاد کیا تو پورا آزاد ہو جائے گا، البتہ غلام اپنی آدھی قیمت کما کر دے گا تا کہ آقا کو نقصان نہ ہو

تشریح : پورا غلام آقا ہی کا تھا۔اب آقا نے اس کا بعض حصہ آزاد کیا تو یہ بعض ہی آزاد ہوگا۔امام ابوحنیفہ کے نزدیک کل آزاد نہیں ہوگا۔اور صاحبین کے نزدیک کل غلام آزاد ہو جائے گا۔

وجہ :امام ابوحنیفہؒ کی دلیل (۱) غلام پر ملکیت اس کا اپنا حق ہے اس لئے جس حصے کو آزاد نہیں کیا وہ اس کی مرضی کے بغیر آزاد نہیں ہوگا (۲) یہ حدیث ہے جس میں ہے کہ جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا۔عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ قال من اعتق شركا له في عبد فكان له مال يبلغ ثمن العبد قوم العبد عليه قيمة عدل فاعطى شركاءه حصصهم وعتق عليه العبد والا فقد عتق منه ما عتق (بخاری شریف، باب اذا اعتق عبدا بین اثنین اوامۃ بین الشرکاء، ص ۴۰۷، نمبر ۲۵۲۲، مسلم شریف، باب من اعتق شرکا لہ فی عبد، ص ۶۵۳، نمبر ۱۵۰۱/۳۷۷۰) اس حدیث میں یہ ہے کہ اگر آزاد کرنے والے کے پاس باقی غلام کی قیمت نہ ہو تو اتنا ہی آزاد ہوگا جتنا آزاد کیا۔اس سے معلوم ہوا کہ غلام کی آزادگی میں حصہ اور تجزی ہو سکتا ہے۔اس لئے آقا نے جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا۔اور اپنا باقی حصہ غلام سعی کر کے آقا کو ادا کرے گا

٢ ۔ وَعِندَهُمَا لا يَتجزَّأُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَأَضَافَتُهُ أَلَى الْبَعْضِ كَاأَضَا فَتِهِ أَلَى الْكُلِّ فَلِهَذَا عُتِقَ كُلُّهُ. لَهُمْ أَنَّ الْأَعْتَاقَ أَثْبَاتُ الْعِتْقِ وَهُوَ قُوَّةٌ حُكْمِيَّةٌ. وَأَثْبَاتُهَا بِأَزَالَةِ ضِدِّهَا وَهُوَ الرِّقُّ الَّذِيْ هُوَ ضُعْفٌ حُكْمِيٌّ وَهُمَالَا يَتَجَزَّانِ فَصَارَ كَا الطَّلَاقِ وَالْعَفُوِ عَنْ الْقِصَا صِ وَالَا سْتِيْلَاد .

---

(٣) حدیث میں ہے۔ حدثنی اسمعیل بن امیه عن ابیه عن جده قال کان لهم غلام یقال له طهمان او ذکوان قال فاعتق جده نصفه فجاء العبد الی النبی ﷺ فاخبره فقال النبی ﷺ تعتق فی عتقک وترق فی رقک قال فکان یخدم سیده حتی مات ۔ (سنن للبیہقی، باب من اعتق من مملوکہ شقصا، ج عاشر ص ٤٦٣، نمبر ٢١٣١٩، مصنف عبد الرزاق، باب من اعتق بعض عبدہ، ج تاسع ص ٤٧، نمبر ١٧٠١٦) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا۔

صاحبینؒ کے نزدیک پورا غلام آزاد ہوگا، انکی دلیل یہ ہے۔

وجہ: (١) یہ حدیث ہے۔ عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال من اعتق نصیبا او شقصا فی مملوک فخلاصة علیه فی ماله ان کان له مال والا قوم علیه فاستسعی به غیر مشفوق علیه. (بخاری شریف، باب اذا اعتق نصیبا فی عبد ولیس لہ مال استسعی العبد غیر مشقوق علیہ، ص ٤٠٨، نمبر ٢٥٢٧، مسلم شریف، باب ذکر سعایۃ العبد، ص ٦٥٣، نمبر ٣٧٧٣/١٥٠٣) اس حدیث میں ہے کہ اگر آزاد کرنے والے شریک کے پاس باقی غلام کی قیمت نہ ہو تب بھی پورا غلام آزاد ہوگا بعد میں غلام کو اپنی قیمت سعی کر کے ادا کرنا ہوگا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آدھا آزاد کرنے سے پورا غلام آزاد ہوگا۔ آزادگی میں تجزی نہیں ہوگی (٢) عن ابی الملیح ان رجلا من قومه اعتق ثلث غلامه فرفع ذلک الی النبی ﷺ فقال هو حر کله لیس لله شریک . (سنن للبیہقی، باب من اعتق من مملوکہ شقصا، ج عاشر ص ٤٧٢، نمبر ٢١٣١٧، مصنف عبد الرزاق، باب من اعتق بعض عبدہ، ج تاسع ص ٥٧، نمبر ١٧٠٢١) اس حدیث سے معلوم ہوا پورا غلام آزاد ہوگا۔

ترجمہ: ٢ ۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد کرنے میں ٹکڑا نہیں ہوتا، اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے اس لئے بعض حصے کی طرف آزادگی کی نسبت کرنا گویا کہ کل کی طرف نسبت کرنا ہے اس لئے پورا غلام ہی آزاد ہوگا، انکی دلیل یہ ہے کہ آزادگی عتق کو ثابت کرنا ہے اور یہ حکمی قوت ہے، اور اس کی ضد یعنی رقیت کو زائل کر کے اس قوت کو ثابت کرنا ہے، اور یہ رقیت ضعف حکمی ہے، اور یہ دونوں چیزیں [یعنی حکمی قوت، اور حکمی کمزوری میں ٹکڑا نہیں ہوتا، اس لئے وہ طلاق، قصاص سے معافی، اور ام ولد بنانے کی طرح ہو گیا۔

تشریح: صاحبین کے نزدیک آزادگی میں ٹکڑا نہیں ہوتا، اس لئے آدھے کی آزادگی پوری کی آزادگی ہو جائے گی۔

وجہ: یہ دلیل تھوڑی منطقی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ آزدگی سے انسانی قوت حاصل ہوتی، اور قوت کے ثابت کرنے میں ٹکڑا

٣ وَلِأَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ الْأَعْتَاقَ أَثْبَاتُ الْعِتْقِ بِأَزَالَةِ الْمِلْکِ ، أَوْهُوَ أَزَالَةُالْمِلْکِ لِأَنَّ لِلْمِلْکَ حَقُّهُ وَالرِّقَّ حَقُّ الشَّرْعِ أَوْ حَقُّ الْعَامَّةِ وَحُکْمُ التَّصَرُّفِ مَا یَدْخُلُ تَحْتَ وَلَایَةِ الْمُتَصَرِّفِ وَهُوَ أَزَالَةُ حَقِّهِ لَا حَقَّ غَیْرِهِ . وَالْأَصْلُ أَنَّ التَّصَرُّفَ یَقْتَصِرُ عَلَی مَوْضِعِ الْأَضَافَةِ وَالتَّعَدِّیْ أ،لَی مَا وَرَاءَ هُ ضَرُوْرَةَ عَدَمِ التَّجَزِیْ ، وَالْمِلْکُ مُتَجَزٍّ کَمَا فِیْ الْبَیْعِ وَالْهِبَةِ فَیَبْقَی عَلَی الْأَصْلِ، ٤ وَتَجِبُ السِّعَایَةُ لِاحْتِبَاسِ مَالِیَّةِ الْبَعْضِ عِنْدَ الْعَبْدِ ، وَالْمُسْتَسْعَی بِمَنْزِلَةِ الْمُکَاتَبِ عِنْدَهُ لِأَنَّ الْأَضَافَةَ أَلَی الْبَعْضِ تُوجِبُ ثُبُوتَ الْمَکَالِکِیَّةِ فِیْ کُلِّهِ ، وَبَقَاءُ الْمِلْکِ فِیْ بَعْضِهِ یَمْنَعُهُ ، فَعَمِلْنَا بِا

نہیں ہوتا اس لئے پورے غلام کی آزادگی ہو جائے گی ،اس کی تین مثال دیتے ہیں ،[۱] جس طرح طلاق میں ٹکڑا نہیں ہوتا ، آدھی طلاق دے تو پوری طلاق ہوتی ہے ، ایسے ہی یہاں ہوگا ۔[۲] مجرم پر قصاص لازم تھا ،لیکن ایک آدمی نے بھی قصاص معاف کر دیا تو سب کی جانب سے قصاص معاف ہو جائے گا ،اسی طرح یہاں بھی پوری آزادگی ہوگی[۳] یا ام ولد بنایا تو پوری باندی ام ولد بنے گی ،اسی طرح یہاں آزادگی دی تو پورا غلام ہی آزاد ہو جائے گا ۔

لغت:قوۃ حکمیہ :آزاد کرنے کو حکمی قوت کہتے ہیں ،اور غلامیت کو حکمی ضعف ، کہتے ہیں ۔

ترجمہ :٣ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ آزاد کرنا ملکیت کو زائل کر کے عتق کو ثابت کرنا ہے ،اس لئے کہ ملکیت مالک کا حق ہے ،اور رقیت یہ شریعت کا حق ہے ، یا عوام کا حق ہے ،اور تصرف کا حق اتنا ہی ہوتا ہے جتنا مالک کی ولایت میں ہوتا ہے ، اور وہ ہے اپنے حق کو زائل کرنا ، نہ کہ غیر کے حق کو ،اور اصل قاعدہ یہ ہے کہ تصرف اضافت کی جگہ ہی پر منحصر ہوتا ہے ،اور اس سے تجاوز کرنا ضرورت کی جگہ پر ہوتا ہے ،اور ملک میں ٹکڑا ہوتا ہے ، جیسے کہ بیع اور ہبہ میں ہوتا ہے ۔

تشریح :اس لمبی منطقی عبارت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ۔آزادگی کا ترجمہ ہے اپنی ملکیت کو زائل کرنا ،اور ملکیت میں ٹکڑا ہوتا ہے اس لئے آزادگی میں ٹکڑا ہو جائے گا ۔اس کی دو مثالیں دی ہیں [۱] جیسے بیع میں ٹکڑا ہوتا ہے ، یعنی آدھے غلام کو بیچے اور آدھے کو نہ بیچے ۔[۲] یا آدھے غلام کو ہبہ کرے اور آدھے کو ہبہ نہ کرے اسی طرح آقا کو یہ بھی حق ہے کہ آدھے کو آزاد کرے اور آدھے کو آزاد نہ کرے ،اس لئے اس کی مرضی کے بغیر باقی آدھا آزاد نہیں ہوگا ۔اور رقیت جو ہے اس میں شریعت کا حق ہے ، چونکہ یہ مالک کا حق نہیں ہے اس لئے اس میں تصرف نہیں کر سکتا ۔

ترجمہ :٤ غلام پر کما کر دینا واجب ہوگا اس لئے کہ غلام کے پاس بعضے مالیت محبوس ہے ،اور کمانے والا غلام مکاتب کے درجے میں ہوگا ،اس لئے کہ غلام کے بعض حصے کی طرف آزادگی کی نسبت کرنا یہ چاہتا ہے کہ پورا غلام آزاد ہو جائے ،لیکن بعض غلام میں آقا کی ملکیت باقی ہے یہ چاہتا ہے کہ پورا غلام آزاد نہ ہو ،اس لئے ہم نے دونوں دلیلوں پر عمل کرتے ہوئے اس غلام

الـدَّلِيْلَيْنِ بِأَنْزَالِهِ مُكَاتَبًا أُذْهُوَ مَالِكُ يَدِا أَلَّا رَقَبَةً ، ۵؎ وَالسَّعَايَةُ كَبَدَلِ الْكِتَابَةِ، فَلَهُ أَنْ يَسْتَسْعِيَهُ وَلَهُ خِيَارُ أَنْ يُعْتِقَهُ لِأَنَّ الْمُكَاتَبَ قَابِلٌ لِلْأَعْتَاقِ ۶؎ غَيْرَأَنَّهُ أَذَا عَجزَ لَايُرَدُّ أَلَى الرِّقّ لِأَنَّهُ أَسْقَاطٌ لَا أَلَى أَحَدَ فَلَا يَقْبَلُ الْفَسْخَ ، بِخِلَافِ الْكِتَابَةِ الْمَقْصُوْةِ لِأَنَّهُ عَقْدٌ .يُقَالُ وَيُفْسَخُ ،

کومکاتب کے درجے میں اتارا، اس لئے کہ مکاتب کمائے ہوئے پر قبضہ رکھتا ہے، لیکن اپنی گردن پر ملکیت نہیں رکھتا۔

تشریح: دلیل بہت پیچیدہ ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ غلام جو آدھا آزاد ہوا ہے اس کو اپنی باقی آدھی قیمت کما کر دینا ہوگا، اوراس کی وجہ یہ ہے کہ آدھا ہی آزاد ہوا ہے اور باقی آدھا غلامیت میں باقی ہے، اور یہ غلام مکاتب کی طرح ہوگا، مکاتب کی گردن آقا کی ملکیت میں ہوتی ہے، لیکن کمانے میں آزاد ہوتا ہے، پھر یہ کما کر کے اپنی گردن چھڑاتا ہے۔

لغت: سعایہ: یہ سعی سے مشتق ہے، اپنی قیمت کما کر دینا، اسی سے ہے مستسعی: کما کر دینے والا۔

ترجمہ: ۵؎ کما کر دینا بدل کتابت کی طرح ہے، اب آقا کو حق ہے کہ اس سے کما کر لے لے اور یہ بھی حق ہے کہ اس کو آزاد کر دے، اس لئے کہ مکاتب آزاد کرنے کے قابل ہوتا ہے۔

تشریح: فرماتے ہیں کہ غلام جو کما کر دیگا وہ بدل کتابت کی طرح ہے، اور غلام مکاتب کی طرح ہے، چنانچہ آقا کو یہ حق ہوگا کہ چاہے تو سعی کروا کر اسکی قیمت وصول کر لے، اور یہ بھی حق ہے کہ باقی حصے کو بھی آزاد کر دے۔

ترجمہ: ۶؎ یہ اور بات ہے کہ اگر غلام کمانے سے عاجز ہو جائے تو تو واپس غلامیت کی طرف نہیں جائے گا، اس لئے کہ آزادگی دے چکا ہے اس لئے اب فسخ نہیں ہوگا، بخلاف مکاتب بنانے کے اس لئے کہ وہ ایسا عقد ہے جو جس میں اقالہ بھی ہوتا ہے اور کتابت فسخ بھی ہوسکتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں آزادگی اور مکاتب میں فرق بیان کرر ہے ہیں، مکاتب میں اگر غلام کما کر دینے سے عاجز ہو جائے تو کتابت فسخ ہو جائے گا، اور مکاتب دوبارہ غلام بن جائے گا، کیونکہ مکاتب قیمت ادا کرنے کی شرط پر آزاد ہونے والا تھا، اور اس نے ادا نہیں کیا اس لئے آزاد بھی نہیں ہوگا۔ اور آدھے آزاد کئے ہوئے غلام میں باضابطہ آزاد کر چکا ہے، اس لئے دوبارہ وہ غلامیت کی طرف واپس نہیں جائے گا، اور غلام کی موت تک یہی حال برقرار رہے گا کہ آدھا آزاد رہے گا اور باقی آدھے پر کما کر دینا واجب رہے گا۔

لغت: لانہ اسقاط لا الی احد: یہ منطقی محاورہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آدھے غلام کو آزاد کر ہی چکا ہے اس لئے اب وہ ختم نہیں ہوگا۔ یقال: اقالہ کرنے سے مشتق ہے، اقالہ ہوسکتا ہے، یعنی کتابت فسخ ہوسکتی ہے۔

ترجمہ: ۶؎ طلاق اور قصاص سے معافی میں تیسری صورت نہیں ہے اسلئے کل میں طلاق اور معافی ثابت کر دی تا کہ حرام کو

ے وَلَیْسَ فِی الطَّلَاقِ وَالْعَفْوِ عَنْ قِصَاص حَالَةً مُتَوَسِّطَةً ، فَأَثْبَتْنَاهُ فِی الکُلِّ تَرْجِیْحًا لِلْمُحَرَّمِ ، ۸ وَلِاسْتِیْلَادُ مُتَجزٍ عِنْدَهُ ،حَتّٰی لَوْاسْتَوْلَدَ نَصِیْبَهُ مِنْ مُدَبَّرَةٍ یَقْتَصِرُ عَلَیْهِ ۹ وَفِی الْقِنَّةِ لَمَّا ضَمِنَ نَصِیْبَ صَاحِبِهِ بِأَفْسَادِ مَلَکَهُ ب،الضَّمَانِ فَکَمُلَ الاِسْتِیْلَادُ.

(۲۲۴۳) وَّاِذَا کَانَ الْعَبْدُ بَیْنَ شَرِیْکَیْنِ فَأَعْتَقَ أَحَدُهُمَا نَصِیْبَهُ عَتَقَ ، فَأَنْ کَانَ مُوْسِرًا فَشَرِیْکُهُ بِالْخِیَارِ ، أَنْ شَاءَ عَتَقَ ، وَأَنْ شَاءَ ضَمَّنَ شَرِیْکَهُ قِیْمَةَ نَصِیْبِهِ ، وَأَنْ شَاءَ اسْتَسْعَی الْعَبْدَ ،

ترجیح ہو۔

تشریح : یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے صاحبین کو جواب ہے،انہوں نے کہا تھا کہ طلاق میں اور قصاص کی معافی میں آدھی طلاق واقع ہو اور آدھی نہ ہو، یا قصاص میں آدھا قصاص معاف ہو اور آدھا نہ ہو ایسا نہیں ہوتا،اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ طلاق میں یا واقع ہوگی یا واقع نہیں ہوگی ،اس میں درمیان کی کوئی شکل نہیں ہے کہ آدھی طلاق واقع ہو اور آدھی طلاق واقع نہ ہو اس لئے طلاق پوری واقع ہوگی ، یہی حال قصاص سے معافی کا ہے۔

ترجمہ :۸ اور ام ولد بنانے میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ٹکڑا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مدبرہ باندی میں اپنے حصے کو ام ولد بنایا تو اپنا ہی حصہ مدبرہ بنے گی۔

تشریح: یہ بھی امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے صاحبینؒ کو جواب ہے۔انہوں نے کہا تھا کہ پوری باندی ام ولد بنتی ہے،تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آدھی باندی بھی ام ولد بنے گی ،اور ام ولد بننے میں ٹکڑا ہوسکتا ہے ،اس کی صورت یہ ہے کہ مدبرہ باندی دو آدمیوں کے درمیان آدھی آدھی ہو اور مثلا زید نے اپنے حصے میں وطی کرلیا اور اس سے بچہ پیدا کرلیا تو یہ باندی آدھی ام ولد بنے گی ،اس لئے صاحبین کا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ:۹ خالص باندی ہو اور فساد کرنے کی وجہ سے ساتھی کو اس کی قیمت دے دے تو پوری باندی ام ولد بنے گی۔

تشریح : باندی مدبرہ نہ ہو بلکہ خالص باندی ہو تو اس کو قنیہ کہتے ہیں،قنیہ باندی دو آدمی کے درمیان مشترک تھی ایک آدمی نے اپنے حصے کو ام ولد بنا دیا تو وہ آدھا حصہ ام ولد بن جائے گی ، چونکہ اس نے ام ولد بنا کر باندی میں آزدگی کا شائبہ دے دیا اس لئے ساتھ کے حصے کی قیمت دینی ہوگی ، جب اس کو ادا کردے گا تو اب پوری باندی اس کی ہو جائے گی اور اب پوری باندی ام ولد بن جائے گی ،تاہم پہلے آدھی باندی ام ولد تھی ،جس کا مطلب یہ ہے کہ ام ولد میں ٹکڑا ہوسکتا ہے۔

ترجمہ :(۲۲۴۳) اور اگر غلام دو شریکوں کے درمیان ہو پھر ان میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا تو اس کا حصہ آزاد ہوگا۔ پس اگر آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اس کے شریک کو اختیار ہے اگر چاہے تو آزاد کرے اور چاہے تو اس کے شریک کو ضامن

(۲۲۴۴) فَإِنْ ضَمَّنَ رَجَعَ الْمُعْتِقُ عَلَى الْعَبْدِ وَالْوَلَاءُ لِلْمُعْتِقِ ،وَإِنْ أَعْتَقَ أَوِاسْتَسْعَى فَا لْوَلَاءُ بَيْنَهُمَا،

بنائے اپنے حصے کی قیمت کا اور چاہے تو غلام سے سعایت کرائے۔

تشریح : غلام دوشریکوں کے درمیان مثلا آدھا آدھا تھا۔ایک نے اپنا آدھا حصہ آزاد کردیا اور آزاد کرنے والا مالدار ہے تو اس صورت میں دوسرے شریک کو تین اختیارات ہیں۔[۱] ایک تو یہ کہ اپنا حصہ آزاد کردے کیونکہ اس پر اس کی ملکیت ہے ۔[۲] دوسرا اختیار یہ ہے کہ شریک کو اپنے حصے کی قیمت کا ضامن بنادے اور اس سے اس کی قیمت لے لے۔کیونکہ وہ مالدار ہے اور اس نے آزاد کر کے غلام میں نقص ڈالا ہے۔[۳] اور تیسرا اختیار یہ ہے کہ خود غلام سے اپنے حصے کی سعایت کروالے۔ اور غلام سے کام کروا کر اپنے حصے کی قیمت وصول کرلے۔

وجہ :(۱) یہ تینوں اختیارات اس لئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے اصول کے مطابق جتنا آزاد کیا اتنا آزاد ہوا اور جتنا آزاد نہیں کیا اتنا ابھی تک غلام باقی ہے۔لیکن چونکہ شریک نے آزاد کر کے غلام میں آزادگی کا شائبہ لایا جو نقص ہے اور وہ مالدار بھی ہے کہ غلام کے باقی حصے کی قیمت ادا کرسکتا ہے اس لئے اس سے اپنی قیمت وصول کرلے (۲) اوپر کی حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔عن ابن عمر قال قال رسول اللہ من اعتق شرکا لہ فی مملوک فعلیہ عتقہ کلہ ان کان لہ مال یبلغ ثمنہ فان لم یکن لہ مال یقوم علیہ قیمۃ عدل علی المعتق فاعتق منہ ما اعتق (بخاری شریف، باب اذا اعتق عبدا بین اثنین او امۃ بین الشرکاء، ص۴۰۷، نمبر ۲۵۲۳، مسلم شریف ، باب من اعتق شرکا لہ فی عبد، ص ۶۵۳، نمبر ۱۵۰۱/۳۷۷۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اس سے اپنے حصے کا ضمان لے سکتا ہے۔

اور تیسرا اختیار یہ بھی ہے کہ اپنے حصے کی غلام سے سعی کروالے۔

وجہ: کیونکہ اسکے آزاد کرنے سے پورا غلام آزاد نہیں ہوا ہے۔اور غلام کو آزاد ہونا ہے تو وہ اپنی قیمت سعایت کر کے ادا کرے۔

ترجمہ :(۲۲۴۴) اور آزاد کرنے والے کو ضامن بنایا تو آزاد کرنے والا غلام سے یہ قیمت وصول کرے گا، اور اس صورت میں ولاء آزاد کرنے والے کا ہوگا۔اور اگر خود آزاد کیا یا غلام سے سعی کروایا تو ولاء دونوں کے درمیان ہوگا۔

تشریح : یہاں تین صورتیں ہیں [۱] زید اور عمر کے درمیان ایک غلام تھا، زید نے اپنا حصہ آزاد کیا اور وہ مالدار تھا اب عمر نے زید سے اپنے حصے کا بھی پیسہ لے لیا تو اب یہ پورا غلام زید کی جانب سے آزاد ہوا اس لئے پورا ولاء زید کو ملے گا۔[۲] اور اگر عمر نے غلام سے سعی کرالیا تو گویا کہ عمر کی جانب سے بھی آزاد ہوا اس لئے زید اور عمر دونوں کو ولاء ملے گا [۳] اور اگر عمر نے بھی اپنا حصہ آزاد کیا تو عمر کی جانب سے بھی آزاد ہوا ہے اس لئے عمر کو بھی ولاء ملے گا۔غلام کے مرنے کے بعد جو اس کی وراثت ہوگی

(۲۲۴۵) وَأَنْ كَانَ الْمُعْتِقَ مُعْسِرًا فَا الشَّرِيْكُ بِا لْخِيَارِ أَنْ شَاءَ أَعْتَقَ وَأَنْ شَاءَ اسْتَسْعَى الْعَبْدَ فَالْوَلَا ءُ بَيْنَهُمَا فِى الْوَجْهَيْنِ . وَهَذَا عِنْدَ أَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

(۲۲۴۶) وَقَالَ : لَيْسَ لَهُ أَلَّا الضَّمَا مَعَ الْيَسَارِ وَالسَّعَايَةُ مَعَ الْأَعْسَارِ ، وَلَا يَرْجِعُ الْمُعْتِقُ عَلَى الْعَبْدِ وَالْوَلَاءُ لِلْمُعْتِقِ.

اس کو ,ولاء، کہتے ہیں، یہ آزاد کرنے والے آقا کو ملتی ہے۔

ترجمہ :(۲۲۴۵)اور اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہے تو شریک کو اختیار ہے اگر چاہے تو اپنا حصہ آزاد کرے اور اگر چاہے تو غلام سے سعایت کرائے یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

تشریح : اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہے تو اس سے اپنے حصے کی قیمت نہیں لے سکے گا۔کیونکہ اس کے پاس پیسے ہی نہیں ہے۔اس لئے دوسرے شریک کو اب صرف دو اختیارات ہیں۔ایک تو یہ کہ اپنا حصہ آزاد کردے اور دوسرا یہ کہ غلام سے اپنے حصے کی سعایت کرائے۔

وجہ :(۱) آزاد کرنے والے کے پاس رقم ہے نہیں اس لئے شریک کے حصے کی قیمت اس پر ڈالنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔عن ابی ہریرۃؓ ان النبی ﷺ قال من اعتق نصیبا اوشقصا فی مملوک فخلاصہ علیہ فی مالہ ان کان لہ مال والا قوم علیہ فاستسعی بہ غیر مشقوق علیہ. (بخاری شریف، باب اذا اعتق نصیبا فی عبد ولیس لہ مال استسعی العبد غیر مشقوق علیہ، ص ۴۰۸، نمبر ۲۵۲۷، مسلم شریف ، باب ذکر سعایۃ العبد، ص ۶۵۳، نمبر ۱۵۰۳/۳۷۷۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد کرنے والا مالدار نہ ہو تو غلام اپنی قیمت کی سعایت کرے گا۔یہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہے۔

ترجمہ :(۲۲۴۶)اور امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ نے فرمایا کہ شریک کے لئے نہیں ہے مگر تاوان مالداری کی صورت میں اور سعایت تنگ دستی کی صورت میں۔اور مالدار کی صورت میں آزاد کرنے والا غلام سے وصول نہیں کرے گا، اور ولاء آزاد کرنے والے کا ہوگا۔

تشریح :صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے تو شریک کو ایک ہی اختیار ہے کہ مالدار سے اپنے حصے کی قیمت لے لے۔اس صورت میں غلام سے سعایت کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ :(۱) ان کے اصول کے مطابق آزاد کرنے والے کے آزاد کرتے ہی پورا غلام آزاد ہو گیا۔کیونکہ ان کے یہاں آزادگی میں تجزی اور ٹکڑا پن نہیں ہے۔اس لئے گویا کہ پورا غلام آزاد کرنے والے کی جانب سے آزاد ہو گیا۔اس لئے شریک کے لئے ایک ہی اختیار ہے کہ آزاد کرنے والے سے اپنے حصے کی قیمت وصول کرے (۲) حدیث میں ہے۔عن ابن عمرؓ قال قال

؎وَهٰذِهِ الْمَسْأَلَةُ تُبْتَنَى عَلَى حَرْفَيْنِ: أَحَدُهُمَا: تَجَزِّئ الْأَعْتَاقُ وَعَدَمُهُ عَلَى مَابَيَّنَّاهُ، وَالثَّانِي: أَنَّ يَسَارَ الْمُعْتِقِ لَايَمْنَعُ سِعَايَةَ الْعَبْدِ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُمَا يَمْنَعُ ؎لَهُمَا فِي الثَّانِي قَوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ يُعْتِقُ نَصِيْبَهُ أَنْ كَانَ غَنِيًّا ضَمِنَ، وَأَنْ كَانَ فَقِيْرًا وَعَى فِي حِصَّةِ الْآخَرِ، قُسِّمَ وَالْقِسْمَةُ تُنَافِي الشَّرِيْكَةَ.

رسول اللہ ﷺ من اعتق شرکا لہ فی مملوک فعلیہ عتقہ کلہ ان کان لہ مال یبلغ ثمنہ فان لم یکن لہ مال یقوم علیہ قیمة عدل علی المعتق فاعتق منہ ما اعتق (بخاری شریف، باب اذا اعتق عبدا بین اثنین اوامة بین الشرکاء، ص ۴۰۷، نمبر ۲۵۲۳، مسلم شریف، باب من اعتق شرکا لہ فی عبد، ص ۶۵۳، نمبر ۱۵۰۱/۳۷۷۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر آزاد کرنے والے کے پاس مال ہو تو اس سے اپنے حصے کا تاوان وصول کرلے گا۔

اور اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو غلام سے سعایت کرائے گا۔ اس کی دلیل اوپر کی حدیث والا قوم علیہ فاستسعی بہ غیر مشقوق علیہ۔ (بخاری شریف، نمبر ۲۵۲۷، مسلم شریف، نمبر ۱۵۰۳/۳۷۷۳) اس حدیث میں ہے کہ آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو غلام سے سعایت کرالے۔

ترجمہ: ؎ اس مسئلے کی بنیاد دو قاعدوں پر ہے، [۱] ایک قاعدہ یہ ہے کہ آزادگی میں ٹکڑا ہوتا ہے یا نہیں ہوتا، جیسا کہ اوپر تفصیل گزری، اور [۲] دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ آزاد کرنے والا اگر مالدار ہے پھر بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غلام سے سعی کروانے کو نہیں روکتا، اور صاحبینؒ کے نزدیک روکتا ہے۔

تشریح: اوپر کا مسئلہ دو قاعدوں پر ہے [۱] ایک قاعدہ تو یہ ہے کہ آدھے آزاد کرنے کے بعد امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ٹکڑا ہو سکتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ٹکڑا نہیں ہوتا۔ [۲] دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے پھر بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غلام سے کام کروا سکتا ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک غلام سے کام نہیں کروا سکتا۔ ان دو قاعدوں پر اس پورے مسئلے کا مدار ہے۔

ترجمہ: ؎ صاحبینؒ کی دلیل دوسری چیز کے بارے میں [یعنی آزاد کرنے والا مالدار ہو تو سعی نہیں کروا سکتا] حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ کوئی آدمی اپنا حصہ آزاد کرے تو اگر وہ مالدار ہو تو وہ ضامن بنے گا اور اگر وہ فقیر ہے تو دوسرے کے لئے سعی کرے گا، یہاں تقسیم کیا جو شرکت کے منافی ہے۔

تشریح: آزاد کرنے والا مالدار ہو تو دوسرا ساتھی غلام سے سعی نہیں کروا سکتا، بلکہ آزاد کرنے والے پر ضمان ہی لازم ہوگا، اس کی دلیل حضورؐ کا قول ہے جس میں فرمایا کہ مالدار ہو تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور غریب ہو تب غلام سے سعی کروا سکتا ہے، اس کا مطلب یہ نکلا کہ مالدار ہو تو سعی نہیں کروا سکتا، القسمة تنافی الشرکة، کا یہی مطلب ہے۔

۳؎ وَلَـهُ أَنَّـهُ احْتَبَسَتْ مَالِيَّةُ نَصِيْبَةِ عِنْدَالْعَبْدِ فَلَهُ أَنْ يُضَمِّنَهُ كَمَا أَذَا هَبَّتْ الرِّيحُ بِثُوْبِ أَنْسَانٍ وَأَلْقَتْهُ فِيْ صَبْغِ غَيْرِهِ حَتَّى انْصَبَغَ بِهِ فَعَلَى صَاحِبِ الثَّوْبِ قِيْمَةُ صَبْغِ الْآخِرِ مُوْسِرًا كَانَ أَوْ مُعْسِرًا لِمَا قُلْنَا فَكَذَا هَاهُنَا، أَلَّا أَنَّ الْعَبْدَ فَقِيْرٌ فَيَسْتَسْعِيْهِ . ۴؎ ثُمَّ الْمُعْتَبَرُ يَسَا رُ التَّيْسِرِ ، وَهُوَ أَنْ يَمْلِكَ مِنَ الْمَالِ

وجه:(۱)صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال من اعتق شقصا له فی عبده فخلاصه فی ماله ان کان له مال فان له مال فان لم یکن له مال استسعی العبد غیر مشقوق علیه ۔(مسلم شریف،باب ذکر سعایۃ العبد،ص ۶۵۳،نمبر ۱۵۰۳/۳۷۷۳)اس حدیث میں ہے کہ اگر آزاد کرنے والے کے پاس مال نہیں ہے تب غلام سعی کرے گا،جسکا مطلب یہ نکلا کہ آزاد کرنے والے کے پاس مال ہو تو غلام سے سعی نہیں کرواسکتا۔(۲) حدیث میں ہے۔عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من اعتق شر کاله فی مملوک فعلیه عتقه کله ان کان له مال یبلغ ثمنه فان لم یکن له مال یقوم علیه قیمة عدل علی المعتق فاعتق منه مااعتق (بخاری شریف،باب اذا اعتق عبدا بین اثنین اوامۃ بین الشرکاء، ص ۴۰۷،نمبر ۲۵۲۳،مسلم شریف،باب من اعتق شرکالہ فی عبد،ص ۶۵۳،نمبر ۱۵۰۱/۳۷۷۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر آزاد کرنے والے کے پاس مال ہو تو اس سے اپنے حصے کا تاوان وصول کرلے گا۔

ترجمہ:۳؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ غلام نے اپنا آدھا حصہ اپنے پاس ضبط کر رکھا ہے اس لئے آزاد نہ کرنے والے کو حق ہوگا کہ غلام کو ضامن بنا دے،اس کی مثال یہ ہے کہ ہوا نے ایک انسان کے کپڑے کو اڑایا،اور دوسرے کے رنگ کے کونڈے میں ڈال دیا جسے کپڑا رنگ گیا تو کپڑے والے پر دوسرے کے رنگ کی قیمت لازم ہوگی،دوسرا آدمی چاہے مالدار ہو چاہے غریب ہو اس دلیل سے جو ہم نے کہا،ایسے ہی معاملہ غلام میں بھی ہے،لیکن غلام کے پاس کچھ نہیں ہے اس لئے اس سے سعی کروالے گا۔

تشریح:امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ زید نے اپنا حصہ آزاد کیا تو عمر کا حصہ حقیقت میں غلام میں ہی پھنسا ہوا ہے،اس لئے زید مالدار ہو یا غریب عمر کو غلام سے اپنا حصہ وصول کرنے کا حق ہوگا،اور غلام فقیر ہے اس لئے اس سے سعی کرا کر وصول کرے گا،اس کی ایک مثال دی کہ زید کا کپڑا عمر کے رنگ کے کونڈے میں گر گیا اور کپڑا رنگ گیا تو عمر کو حق ہوگا کہ زید سے رنگ کی قیمت وصول کرلے چاہے زید مالدار ہو یا غریب ہو،اسی طرح یہاں عمر کا حصہ غلام میں پھنسا ہوا تو غلام سے وصول کرنے کا حق ہوگا چاہے زید مالدار ہو یا غریب ہو۔

لغت:القتہ:القی سے مشتق ہے،اس کو ڈال دیا۔انصبغ:صبغ سے مشتق ہے،رنگ گیا۔

ترجمہ:۴؎ یہاں آسانی والی مالداری معتبر ہے،اور وہ یہ ہے کہ اتنے مال کا مالک ہو کہ دوسرے کے حصے کی قیمت ادا کر سکے،

قَدرَقِيمَةِ نَصِيبِ الْآخرِ لا يَسَارُ الْغِنى ، لِأَنَّ بِهِ يَعْتَدِلُ النَّظَرُ مِنَ الْجَانِبَيْنِ بِتَحْقِيقِ مَا قَصَدَهُ الْمُعْتِقُ مِنَ الْقُرْبَةِ وَأَيْصَالِ بَدَلِ حَقِّ السَّاكِتِ أَلَيْهِ ، ۵ ثُمَّ التَّخْرِيجُ عَلَى قَوْلِهِمَا ظَاهِرٌ ، فَعَدَمُ رُجُوعِ الْمُعْتِقِ بِمَا ضَمِنَ عَلَى الْعَبْدِ لِعَدَمِ السَّعَايَةِ عَلَيْهِ فِي حَالَةِ الْيَسَارِ وَالْوَلَاءُ لِلْمُعْتِقِ لِأَنَّ الْعِتْقَ كُلَّهُ مِنْ جِهَةِ لِعَدَمِ التَّجزِّئ، ٦ وَأَمَّا التَّخْرِيجُ عَلَى قَوْلِهِ فَخِيَارُ الْأَعْتَاقِ لِقِيَامِ مِلْكِهِ فِي الْبَاقِي أَذْ الْأَعْتَاقُ يَتَجَزَّأُ عِنْدَهُ وَالتَّضْمِينُ لِأَنَّ الْمُعْتِقَ جَانٍ عَلَيْهِ بِأَفْسَادِهِ نَصِيبَهُ حَيْثُ امْتَنَعَ عَلَيْهِ الْبَيْعُ وَالْهِبَةُ وَنَحْوُ ذٰلِكَ مِمَّا سِوَى الْأَعْتَاقُ وَتَوَابِعِهِ ، وَالْأَسْتِسْعَاءُ لِمَا بَيَّنَّا . وَيَرْجِعُ الْمُعْتِقُ بِمَا ضَمِنَ عَلَى الْعَبْدِ

مالداری والی یسار مارادنہیں ہے، اس سے دونوں جانب معتدل رہیں گے، آزاد کرنے والے نے جو قربت کی نیت کی ہے وہ بھی ہوگا، اور چپ رہنے والے کو اس کا حق بھی مل جائے گا۔

تشریح : سال بھر تک کھا پی کر ساڑھے سات تولہ سونا، یا اس کی قیمت باقی رہ جائے اس کو یسار غنی، کہتے ہیں اس سے زکوۃ واجب ہوتی ہے، یہاں یہ مالداری مراد نہیں ہے۔ سال بھر تک کھا پی کر اتنا مال بچ جائے کہ غلام کا آدھا حصہ ادا کر سکے اس کو ,یسار تیسیر، کہتے ہیں یہاں یہی مالداری مراد ہے، اس سے آزاد کرنے والے کو آزاد کرنے کا ثواب بھی مل جائے گا، اور جس نے آزاد نہیں کیا تھا اس کو اس کا حصہ بھی مل جائے گا۔

ترجمہ :۵ پھر صاحبین کے قول پر مسئلے کی تخریج ظاہر ہے آزاد کرنے والا جو کچھ ضامن ہوا وہ غلام سے وصول نہیں کرے گا، کیونکہ مالداری کی حالت میں غلام پر کام ہی کرنا نہیں ہے، اور ولاء آزاد کرنے والے کو ملے گا، کیونکہ تجزی نہ ہونے کی وجہ سے پوری آزادگی اسی کی جانب سے ہے۔

تشریح : صاحبینؒ کے قول پر مسئلے کی تخریج اس طرح ہوگی کہ [۱] ، غلام کے آزاد کرنے میں ٹکڑا نہیں ہوا اس لئے زید کے مالدار ہونے کی حالت میں پورا غلام زید کی جانب سے آزاد ہو گیا، اس لئے عمر کو جو آدھا ضمان دیا وہ غلام سے وصول نہیں کرے گا، کیونکہ غلام پر سعایت نہیں ہے [۲] ، اور چونکہ پورا غلام زید کی جانب سے آزاد ہوا اس لئے پورا ولاء زید کو ہی ملے گا۔

ترجمہ :٦ اور امام ابو حنیفہؒ کے قول پر مسئلے کی تخریج اس طرح ہوگی [۱] عمر کا باقی حصے میں آزاد کرنے کا اختیار باقی رہے گا، کیونکہ اس کی ملکیت باقی ہے، کیونکہ ابو حنیفہؒ کے نزدیک اعتاق میں ٹکڑا ہو سکتا ہے [۲] آزاد کرنے والے پر ضمان لازم کر سکتا ہے کیونکہ اس کے حصے کو فاسد کر کے جنایت کی ہے، کیونکہ اس پر بیچنا اور ہبہ کرنا ممنوع کر دیا آزادگی اور اس کے توابع کے علاوہ [۳] غلام سے سعایت بھی کروا سکتا ہے، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا، [۴] اور جو کچھ ضمان دیا آزاد کرنے والا غلام سے وصول کرے گا، کیونکہ ضمان کے ادائیگی کے بارے میں چپ رہنے والے کی طرح ہو گیا، اور چپ رہنے والے کو سعی کرانے

لِأَنَّـهُ قَامَ مَقَامَا لسَّاكِتِ بَأَدَاءِ الضَّمَانِ وَقَدْكَانَ لَهُ ذٰلِكَ بِا لِا سْتِسْعَءِ فَكَذَالِكَ لِلْمُعْتِقِ ۷؎ وَلِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ ضِمْنًا فَيَصِيْرُ كَأَنَّ الْكُلِّ لَهُ وَقَدْعَتَقَ بَعْضُهُ فَلَهُ أَنْ يُعْتِقُ الْبَاقِيْ أَوْ يَسْتَسْعِيَ أَنْ شَاءَ ، وَالْوَلَاءُ لِلْمُعْتِقِ فِيْ هٰذَا الْوَجْهِ لِأَنَّ الْعِتْقِ كُلَّهُ مِنْ جِهَتِه، حَيْثُ مَلَكَهُ بَأَدَا ءِ الضَّمَانِ ۸؎ وَفِيْ حَالِ أَعْسَارِ الْمُعْتِقِ أَنْ شَاءَ أَعْتَقَ لِبَقَاءِ مِلْكِهِ ، وَأَنْ شَاءَ اسْتَسْعَى لِمَا بَيَّنَّا ، وَالْوَلَاءُ لَهُ فِيْ الْوَجْهَيْنِ لِأَنَّ الْعِتْقِ مِنْ جِهَةِ،

کا حق تھا تو ایسے ہی آزاد کرنے والے کو بھی سعی کرانے کا حق ہوگا۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کے قول پر تخریج میں چار باتیں ہوں گی[۱] زید نے اپنا حصہ آزاد کیا تو عمر کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنا حصہ آزاد کرے، کیونکہ اعتاق میں ٹکڑا ہونے کی وجہ سے عمر کا حصہ ابھی آزاد نہیں ہوا ہے[۲] عمر کو یہ بھی حق ہوگا کہ زید پر ضمان لگا دے، کیونکہ زید نے اپنا حصہ آزاد کر کے عمر کے حصے میں دو خامیاں کر دی ہیں، اب عمر اپنے حصے کو بیچ نہیں سکتا، اس کو ہبہ نہیں کر سکتا، اس خامی کی وجہ سے عمر زید سے اپنے حصے کا ضمان لے سکتا ہے[۳] عمر غلام سے اپنی قیمت کا سعی بھی کر سکتا ہے، کیونکہ عمر کا حق ابھی غلام میں باقی ہے[۴] زید نے عمر کو ضمان دیا تو زید یہ رقم غلام سے وصول کر سکتا ہے، کیونکہ ضمان ادا کرنے کے بعد زید اب عمر کی جگہ پر ہو گیا، اور عمر غلام سے سعی کرا سکتا تھا تو اب زید غلام سے سعی کرا سکتا ہے۔

ترجمہ :۷؎ اور اس لئے کہ زید ضمان ادا کرنے کی وجہ سے غلام کا ضمنا مالک بن گیا ہے، اس لئے کل غلام زید کا ہی ہو گیا، اور اس نے بعض آزاد کیا ہے تو اس کو باقی آزاد کرنے کا حق ہے، اور اگر چاہے تو سعی کروا لے، اور ولاء اس صورت میں آزاد کرنے والے کا ہوگا، اس لئے کہ ضمان ادا کرنے کی وجہ سے کل اسی زید ہی کی جانب سے آزاد ہوا ہے۔

تشریح :یہ دلیل عقلی ہے، زید ضمان ادا کرنے کی وجہ سے کل غلام کا مالک بن چکا ہے، اس لئے اب اس کو دو اختیار ہیں، [۱] یا باقی حصے کو بھی آزاد کر دے، یا باقی حصے کا سعی کروا لے، اور ان دو صورتوں میں چونکہ زید کی جانب سے پورا غلام آزاد ہوا ہے اس لئے پورا ولاء زید کے لئے ہی ہوگا۔

ترجمہ :۸؎ اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو شریک ساکت چاہے تو اپنا حصہ آزاد کر دے، کیونکہ اس کی ملکیت باقی ہے، اور اگر چاہے تو غلام سے سعی کرا لے اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا[کہ اس کی ملکیت باقی ہے] اور دونوں صورتوں میں ولاء شریک ساکت کو بھی ملے گا اس لئے کہ انکہ جانب سے بھی آزاد ہوا ہے۔

تشریح :زید آزاد کرنے والا تنگ دست ہے تو شریک ساکت کو دو اختیار ہیں[۱] اپنا حصہ آزاد کر دے، کیونکہ ابھی بھی غلام میں اس کی ملکیت باقی ہے[۲] یا غلام سے سعی کروا لے، اور ان دونوں صورتوں میں چونکہ شریک ساکت کی جانب سے بھی

۹ وَلَا یَرْجِعُ الْمُسْتَسْعِی عَلَی الْمُعْتِقِ بِمَا أَدَّی بِأَجْمَاعٍ بَیْنَنَا لِأَنَّهُ یَسْعَی لِفِکَاکِ رَقَبَةٍ أَوْ لَا یَقْضِی دَیْنًا عَلَی الْمُعْتِقِ أَذْلَا شَیْءَ عَلَیْهِ لِعُسْرَتِهِ ، ۱۰ بِخِلَافِ الْمَرْهُوْنِ أَذَا أَعْتَقَهُ الرَّاهِنُ الْمُعْسِرَ لِأَنَّهُ یَسْعٰی فِی رَقَبَةٍ قَدْفُکَّتْ أَوْ یَقْضِی دَیْنًا عَلَی الرَّاهِنِ فَلِهَذَا یَرْجِعُ عَلَیْهِ، ۱۱ وَقَوْلُ الشَّافِعِیِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِی الْمُوْسِرِ کَقَوْلِهِمَا . وَقَالَ. فِی الْمُعْسِرِ : یَبْقَی نَصِیبُ السَّاکِتِ عَلَی مِلْکِهِ یُبَاعُ وَیُوْهَبُ لِأَنهُ لَا وَجْهَ أَلَی تَضْمِینِ الشَّرِیْکِ لِأ،عُسَارِهِ وَلَا أَلَی السَّعَایَةِ لِأَنَّ العَبْدَ لَیْسَ بِجَانٍ وَلَا رَا

آزاد ہوا ہے اس لئے آدھا ولاء اس کو بھی ملے گا۔

ترجمہ :۹ سعی کرنے والا غلام اپنے آزاد کرنے والے سے کچھ وصول نہیں کر پائے گا بالاتفاق، اس لئے کہ غلام نے اپنی گردن چھڑانے کے لئے سعی کی ہے، اور یہ وجہ بھی ہے کہ آزاد کرنے والے کی تنگ دستی کی وجہ سے اس پر کوئی قرض نہیں ہوا۔

تشریح: غلام نے سعی کر کے جو کچھ شریک ساکت کو دیا وہ آزاد کرنے والے زید سے وصول نہیں کر پائے گا۔

وجہ :(۱) اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ خود غلام پر یہ قرض باقی تھا جسکو کما کر ادا کیا ہے، اس لئے غلام آزاد کرنے والے سے وصول نہیں کر پائے گا (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ آزاد کرنے والا غریب ہے اس لئے اس پر غلام کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے اس لئے بھی آزاد کرنے والے سے غلام کچھ وصول نہیں کر پائے گا۔

ترجمہ :۱۰ بخلاف تنگ دست راہن نے مرہون غلام کو آزاد کر دیا [تو یہ غلام جو کچھ کما کر دیگا وہ راہن سے وصول کرے گا، اس لئے کہ اپنی ایسی گردن کو چھڑانے کے لئے سعی کی ہے جو پہلے سے چھوٹ چکی ہے، اور ابھی راہن کے قرض کو ادا کر رہا ہے اس لئے غلام راہن سے وصول کرے گا۔

تشریح : زید راہن تنگ دست تھا اس نے مرہون غلام کو آزاد کر دیا تو یہ غلام آزاد ہو جائے گا، لیکن عمر مرتہن کا جو قرضہ زید پر ہے وہ غلام کو ادا کرنا ہوگا، اور چونکہ یہ قرضہ راہن کے اوپر کا تھا اس لئے غلام اس قرضے کو راہن سے وصول کرے گا۔ فکت: فک سے مشتق ہے، گردن چھڑانا۔

وجہ : راہن کے آزاد کرنے کی وجہ سے غلام پہلے ہی آزاد ہو چکا ہے، اس لئے یہ جو قرضہ ادا کر رہا ہے یہ راہن کے اوپر کا قرضہ ہے اس لئے راہن سے وصول کرے گا۔

ترجمہ :۱۱ اگر آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اس بارے میں امام شافعیؒ کا قول صاحبین کی طرح ہے [یعنی پورا غلام آزاد ہو جائے گا اور آزاد کرنے والے سے ضمان لیا جائے گا، اور آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو اس بارے میں امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ چپ رہنے والے احصہ اس کی ملکیت پر باقی رہے گا وہ بیچ بھی سکتا ہے اور ہبہ بھی کر سکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تنگ

ضِ بِـهِ ، وَلَا أَعْتَاقِ الْكَلِّ لِلْأَضْرَارِ بِا لسَّاكِتِ فَتَعَيَّنَ مَا عَيَّنَّاهُ ١٢ ﴿ قُلْنَا : أَلَى الاِسْتِسْعَاء سَبِيْلٌ لِأَنَّهُ لَا يَفْتَقِرُ أَلَ الْجِنَايَةِ بَلْ يَبْتَنِيْ عَلَى احْتِبَاسِ الْمَالِيَّة، ١٣ ﴿ فَلَا يُصَارُ أَلَى الْجَمْعِ بَيْنَ الْقُوَّةِ الْمُوْجِبَةِ لِلْمَالِكِيَّةِ وَاضُّعْفِ السَّالِبِ لَهَا فِيْ شَخْصٍ وَاحِدٍ.

دست ہونے کی وجہ سے شریک کو ضامن نہیں بنایا جا سکتا، اور غلام سے سعی بھی نہیں کرا سکتا، کیونکہ اس کی کوئی جنایت نہیں ہے، اور نہ وہ اس آزاد ہونے پر راضی ہے۔ اور کل غلام کو بھی آزاد نہیں کر سکتے، کیونکہ اس میں شریک ساکت کا نقصان ہے تو اب ایک ہی صورت رہ گئی جو ہم نے کہا کہ غلام شریک ساکت کی ملکیت میں رہے گا، وہ اس کو بیچ سکتا ہے۔

تشریح: آزاد کرنے والا مالدار ہو تو امام شافعیؒ کا قول صاحبین کی طرح ہے، یعنی شریک ساکت کو ضمان لینے کا حق ہوگا، اور پورا غلام آزاد ہو جائے گا، لیکن اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو لام کا آدھا حصہ شریک ساکت کا مملوک رہے گا، اور شریک ساکت اس کو بیچ سکتا ہے اور ہبہ بھی کر سکتا ہے۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ [۱] آزاد کرنے والے کو ضامن اس لئے نہیں بنا سکتے، کیونکہ وہ غریب ہے، [۲] اور غلام سے سعی اس لئے نہیں کروا سکتے کہ اس پر راضی نہیں ہے، اس کی مرضی کے بغیر آقا نے اسے آزاد کیا تھا۔ [۳] اور پورا غلام آزاد کر دیں تو اس سے شریک ساکت کا نقصان ہوگا، اس لئے اب ایک ہی صورت ہے کہ غلام کے آدھے حصے کو مملوک رکھو۔

لغت: جان: جنایت سے مشتق ہے، جنایت کرنے والا۔ راض: رضی سے مشتق ہے، راضی رہنے والا۔

ترجمہ: ۱۲ ﴿ ہم جواب دیتے ہیں کہ سعی کرا لینے کا بھی راستہ ہے، اس لئے کہ سعی کرانے میں جنایت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ مالیت کے روک لینے پر اس کا دار مدار ہے۔

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے امام شافعیؒ کو جواب ہے، کہ کام کرانے کے لئے جنایت ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کے پاس مالیت رکی ہوئی تو کام کرا سکتا ہے، اور یہاں غلام کے پاس شریک ساکت کی مالیت رکی ہوئی ہے اس لئے شریک ساکت اپنے حصے کا کام کرا سکتا ہے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ غلام قیمت ادا کر کے آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱۳ ﴿ مالکیت کے لئے جو قوت موجبہ ہے، اور غلامیت میں قوت سالبہ وہ ایک آدمی میں جمع نہیں ہوگا۔

امام شافعیؒ کے مسلک پر یہ ہوگا کہ آدھا غلام آزاد ہوگا، اور آدھا غلام غلام رہے گا تو ایک ہی آدمی میں آزادگی اور غلامیت جمع ہو جائے گی جو اچھی بات نہیں ہے، مالک بننے کی صلاحیت کو قوت موجبہ، کہتے ہیں، اور غلامیت کو قوت سالبہ، کہتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ ہوگا کہ غلام اپنی قیمت ادا کر کے آزاد ہو جائے گا اس لئے صرف مالکیت باقی رہے گی اس میں غلامیت نہیں رہے گی۔

(٢٢٤٧) قال وَلَوْشَهِدَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الشَّرِيكَيْنِ عَلَى صَاحِبِهِ بِا الْعِتْقِ سَعَى الْعَبْدُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي نَصِيبَةِ مُوسِرَيْنِ كَانَا أَوْ مُعْسِرَيْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَكَذَا أَذَا كَانَ أَحَدُهُمَا مُوسِرًا وَالْآخَرَ مُعْسِرًا ، ل لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَزْعُمُ أَنَّ صَاحِبُهُ أَعْتَقَ نَصِيبَهُ فَصَارَ مُكَاتِبًا فِي زَعْمِهِ عِنْدَهُ وَحُرِّمَ عَلَيْهِ الاِسْتِرْقَاقُ فَيُصَدَّقُ فِي حَقِّ نَفْسِهِ فَيَمْنَعُ مِنْ اسْتِرْقَاقِهِ وَيَسْتَسْعِهِ لِأَنَّ تَيَقُّنَا بِحَقِّ لاِسْتِسْقَاءِ كَاذِبًا كَانَ أَوْ صَادِقًا لِأَنَّهُ مُكَاتَبُهُ أَوْ مَمْلُوكُهُ فَلِهَذَا يَسْتَسْعِيَانِهِ ،

ترجمہ :(٢٢٤٧) دوشریک میں سے ہرایک نے اپنے ساتھی کے بارے میں گواہی دی کی اس نے آزاد کردیا ہے تو غلام دونوں کے حصے کی سعی کرے گا، چاہے دونوں مالدار ہوں یا غریب امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، اور یہی حال ہے اگر ایک مالدار ہو اور دوسرا غریب ہو۔

ترجمہ :ل اس لئے کہ دونوں کا گمان ہے اس کے ساتھی نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے تو اپنے گمان میں غلام مکاتب بن گیا اس لئے اب اس پر غلامیت رکھنا حرام ہے اور اپنی ذات کے بارے میں یہ تصدیق کی جائے گی، اور غلام بنانے کو ممنوع قرار دیا جائے گا، اور اس غلام سے سعی کرائی جائے گی، اس لئے کہ ہم کو سعی کرانے کے حق کا یقین ہے چاہے آدمی جھوٹا ہو یا سچا ہو۔ اس لئے کہ یہ غلام یا تو مکاتب ہے، یا مملوک ہے اور دونوں صورتوں میں سعی کرا سکتا ہے [اس لئے سعی ہی کرائیگا۔

تشریح :زید اور عمر ایک غلام میں آدھے آدھے شریک ہیں، اب زید گواہی دیتا ہے کہ عمر نے اپنا حصہ آزاد کردیا، اور عمر گواہی دیتا ہے کہ زید نے اپنا حصہ آزاد کردیا، اور دونوں کے پاس گواہی نہیں ہے اور کسی کی بات کو سچ کرنے کے لئے کوئی علامت نہیں ہے، اس لئے ہر ایک کے لئے اپنے حق میں یہ مانا جائے گا کہ وہ آزاد ہے اس لئے اب اس کو غلام بنانا حرام ہے، اس لئے غلام دونوں کے حق میں سعی کرے گا اور قیمت ادا کرنے کے بعد غلام آزاد ہو جائے گا۔

وجہ : (١) دوسرے ساتھی پر غلام کا ضمان اس لئے لازم نہیں کر سکتا کہ اس کے پاس گواہی نہیں ہے، اس لئے اب ایک ہی شکل رہ گئی کہ اس سے سعی کروالے، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ساتھی مالدار ہو تب بھی سعی کروا سکتا ہے، اس لئے سعی کی شکل ہی متعین رہے گی۔

اثر میں ہے۔ عن حماد فی عبد بین رجیلین شهد احدهما علی الآخر انه اعتقه وانکر الآخر قال ان کان الشهود علیه موسرا سعی له العبد وان کان معسرا سعی لهما جمیعا (مصنف عبدالرزاق، باب العبد بین الرجلین یشهد احدهما علی الآخر بالعتق ج تاسع ص ٨٩، نمبر ١٧٠٨٧)

اصول یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ شریک کے انکار کی وجہ سے اس پر ضمان لازم نہیں کرسکتا اس لئے آخری صورت یہ ہے کہ

٢ وَلَا یَختَلِفُ ذٰلِکَ بِالْیَسَارِ وَالْاَعْسَارِ لِاَنَّ حَقَّهُ فِی الْحَالَیْنِ فِی اَحَدِشَیْئَیْنِ ، لِاَنَّ یَسَارَالْمُعْتِقِ لَا یَمْنَعُ السِّعایَةِ عِنْدَہٗ ، وَقَدْ تَعَذَّرَ التَّضْمِیْنِ لِاَنْکَانَ الشَّرِیْکِ فَتَعَیَّنَ الْآخَرُ وَھُوَ السِّعَایَةِ ٣ وَالْوَلَاءُ لَھُمَا لِاَنَّ کُلًّا مِنْھُمَا یَقُوْلُ عَتَقَ نَصِیْبُ صَاحِبِی عَلَیْهِ بِاَعْتَاقِهِ وَوَلَاؤُہٗ لَهٗ ، وَعَتَقَ نَصِیْبِیْ بِا السَّعَایَةِ وَوَلَاؤُہٗ لِی . ٤ وَقَالَ اَبُو یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ : اَنْ کَانَا مُوْسِرَیْنِ فَلَا سِعَایَةِ عَلَیْهِ لِاَنَّ کَلَّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا یَبْرَأُ عَنْ سِعَایَتِهِ بِدَعْوَی الْعِتَاقِ عَلَی صَاحِبَةِ لِاَنَّ یَسَارَ الْمُعْتِقِ یَمْنَعُ السَّعَایَةَ عِنْدَھُمَا ، اَلَّا اَنَّ الدَّعْوَی لَمْ تَثْبُتْ لِاَنْکَارِ الْآخَرَ وَالْبَرَاءَ ةُ عَنْ السِّعَایَةِ قَدْ ثَبَتَتْ لِاَقْرَرِہِ عَلَی نَفْسِهِ

سعایت کرائیگا۔

ترجمہ :٢ ساتھی مالدار ہو یا غریب دونوں حالتوں میں ان کا حق دو باتوں میں سے ایک تھی [ساتھی پر ضمان لازم کرنا یا سعی کرالینا] اس لئے کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تب بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سعی کرا سکتا ہے، اور ضمان لازم کرنا متعذر رہے، کیونکہ ساتھی اس کا انکار کرتا ہے تو سعی کرانا ہی متعین ہو گیا۔

تشریح : ساتھی مالدار ہو تب بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سعی کرا سکتا ہے، اور یہاں ساتھی انکار کرتا ہے کہ میں نے آزاد کیا ہے اس لئے ساتھی پر غلام کا ضمان لازم نہیں کر سکتا، اس لئے سعی کرانا ہی متعین ہو گیا۔

ترجمہ :٣ غلام کا ولاء دونوں شریک کو ملے گا، کیونکہ ہر ایک کہتا ہے کہ میرے ساتھی نے آزاد کیا ہے اس لئے اس کو ولاء ملنا چاہئے، اس لئے یہ ثابت ہوا کہ میرا حصہ سعی کرا کر آزاد ہوا ہے اس لئے اس کا ولاء مجھے ملنا چاہئے۔

تشریح : ولاء دونوں شریکوں کو ملے گا اس کی دو دلیل دے رہے ہیں [١] ایک یہ کہ جب ایک نے کہا کہ دوسرے نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ اس کو ولاء ملے گا، اور یہاں دونوں نے اپنے ساتھی کے بارے میں کہا ہے اس لئے دونوں کو ولاء ملے گا [٢] دوسری دلیل یہ ہے کہ دونوں نے سعی کرا کر آزاد کیا ہے اس لئے دونوں کو ولاء ملے گا۔

ترجمہ :٤ اور امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر دونوں شریک مالدار ہیں تو غلام پر سعی نہیں ہے اس لئے کہ دونوں سعی کرانے سے انکار کر رہے ہیں کیونکہ دونوں دوسرے پر ضمان کا دعوی کر رہے ہیں، اس لئے کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تو صاحبین کے نزدیک سعی نہیں کرا سکتے، اور ضمان بھی لازم نہیں کیا جائے گا، کیونکہ دوسرا ساتھی اس کا انکار کر رہا ہے، اور سعی کرانے سے بری ہونا خود اپنے ہی اقرار سے ثابت کر دیا۔

تشریح : یہاں تین شکلیں بنے گی [١] دونوں شریک مالدار ہوں [٢] دونوں شریک غریب ہوں [٣] ایک مالدار ہو اور دوسرا غریب ہو، ان تینوں صورتوں کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

۵ے وَأَنْ كَانَا مُعْسِرَيْنِ سَعَى لَهُمَا لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَدَّعِي السَّعَايَةَ عَلَيْهِ صَادِقًا كَانَ أَوْ كَاذِبًا عَلَى مَابَيَّنَّاهُ أَذِ الْمُعْتِقُ مُعْسِرٌ ٦ے وَأَنْ كَانَ اَحَدُهُمَا مُوْسِرًا وَالْآخَرُ مُعْسِرًا سَعَى لِلْمُوْسِرِ مِنْهُمَا لِأَنَّ يَدَّعِي الضَّمَانَ عَلَى صَاحِبِهِ لِإِعْسَارِهِ، وَاِنَّمَا يَدَّعِي عَلَيْهِ السَّعَايَةَ فَلَا يَتَبَرَّأُ عَنْهُ وَلَا يَسْعَى لِلْمُعْسِرِ مِنْهُمَا لِأَنَّهُ يَدَّعِي الضَّمَانَ عَلَى صَاحِبِهِ لِسَيَارِهِ فَيَكُوْنُ مُبَرِّيًا لِلْعَبْدِ عَنِ السَّعَايَةِ ، ے وَالْوَلَاءُ مَوْقُوفٌ فِي جَمِيعِ ذٰلِكَ عِنْدَهُمَا لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يُحِيلُهُ عَلَى صَاحِبِهِ وَهُوَ يَتَبَرَّأُ عَنْهُ فَيَبْقَى

پہلی شکل[١] دونوں ساتھی مالدار ہیں تو غلام پر نہ سعی لازم ہوگی اور نہ کسی ساتھی پر ضمان لازم ہوگا۔

وجہ: ہر ساتھی مالدار شریک کے بارے میں جب یہ کہہ رہا کہ اس نے آزاد کیا تو صاحبین کے نزدیک ضمان لازم ہونا چاہئے تو اس سے خود ہی سعی کی نفی کردی، اس لئے غلام پر کسی کی سعی لازم نہیں ہوگی، اور دوسرے ساتھی پر ضمان لازم اس لئے نہیں ہوگا کہ وہ انکار کررہا ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لئے گواہی نہیں ہے، اس لئے ضمان بھی لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۵ے دونوں شریک غریب ہوں تو غلام دونوں کے لئے سعی کرے گا۔ اس لئے کہ دونوں دوسرے پر سعی کرانے کا دعوی کررہا ہے، چاہے دونوں اپنے دعوی میں سچے ہوں کے دونوں جھوٹے ہوں، جیسا کہ ہم نے بیان کیا اس لئے کہ دونوں آزاد کرنے والا تنگ دست ہیں۔

تشریح: [٢] یہ دوسری شکل ہے۔ دونوں شریک تنگ دست ہوں تو آزاد کرنے پر صاحبینؒ کے نزدیک بھی غلام سعی کرے گا، شریک پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ٦ے اور اگر دو شریکوں میں سے ایک مالدار ہے اور دوسرا تنگ دست ہے تو مالدار کے لئے غلام سعی کرے گا اس لئے کہ مالدار اپنے شریک پر اس کے تنگ دست ہونے کی وجہ سے ضمان کا دعوی نہیں کرتا ہے، اس پر سعایہ کا دعوی کرتا ہے، اور غلام سعی سے بری نہیں ہوگا۔

تشریح: [٣] یہ تیسری صورت ہے۔ مالدار نے تنگ دست کے بارے میں کہا کہ اس نے آزاد کیا ہے تو گویا کہ اس نے دعوی کیا کہ تنگ دست پر ضمان نہیں ہے، بلکہ غلام میرے حصے کی سعی کرے گا، اس لئے غلام مالدار کے لئے سعی کرے گا۔ اور تنگ دست مالدار کے لئے دعوی کیا کہ اس نے آزاد کیا تو گویا کہ اس نے کہا کہ مالدار پر غلام کا ضمان ہے، اور سعی نہیں ہے، اس سعی کی نفی کرنے کی وجہ سے غلام تنگ دست کے لئے سعی نہیں کرے گا، اور ضمان اس لئے نہیں ہوگا کہ اس کے ثابت کرنے کے لئے اس کے پاس گواہ نہیں ہے۔

ترجمہ: ے اور ان تمام صورتوں میں ولاء موقوف رہے گی صاحبینؒ کے نزدیک اس لئے کہ ہر ایک دوسرے پر آزادگی ڈال

مَوْقُوْفًا أَلَی أَنْ یَتَّفِقَا عَلَی أَعْتَاقِ أَحَدِهِمَا ،

(۲۲۴۸) وَلَوْقَالَ أَحَدُ الشَّرِیْکَیْنِ أَنْ لَمْ یَدْخُلْ فُلَانٌ هَذِهِ الدَّارَ غَدًا فَهُوَ حُرٌّ ، وَقَالَ الْآخرُ : أَنْ دَخَلَ فَهُوَ حُرٌّ ، فَمَضَى الغَدُ وَلَا یَدْرِیْ أَدَخَلَ أَمْ لَا عَتَقَ النِّصْفُ وَسَعَى لَهُمَا فِی النِّصْفِ الْآخِرِ ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَةَ وَأَبِیْ یُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ (۲۲۴۹) وَقَالَ مُحَمَّدٌ: یَسْعَی فِیْ جَمِیْعِ قِیْمَتِهِ لِ لِأَنَّ الْمُقْضٰی عَلَیْهِ بِسُقُوْطِ السِّعَایَةِ مَجْهُوْلٌ ، وَلَا یُمْکِنُ الْقَضَاءُ عَلَی الْمَجْهُوْلِ فَصَارَ کَمَا أَذَا قَالَ لِغَیْرِهِ لَکَ عَلَی أَحَدِنَا أَلْفُ دِرْهَمٍ فَأَنَّهُ لَایَقْضِیْ بِشَیْءٍ لِلْجِهَالَةِ ، کَذَا هَذَا

رہا ہے اور دوسرا اس سے انکار کر رہا ہے، اس لئے موقوف رہے گی، جب تک کہ کسی ایک کی آزادگی پر متفق نہ ہو جائے۔

تشریح : یہاں ہر شریک دوسرے کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ اس نے آزاد کیا ہے اور وہ اس کا انکار کرتا ہے، اس لئے جب تک کہ فیصلہ نہ ہو جائے کسی کو ولاء نہیں ملے گی۔

ترجمہ: (۲۲۴۸) اگر دو شریکوں میں سے ایک نے کہا، اگر فلاں اس گھر میں کل داخل نہیں ہوگا تو وہ آزاد ہے، اور دوسرے شریک نے کہا کہ اگر فلاں داخل ہوا تو وہ آزاد ہے، پھر کل گزر گیا اور معلوم نہیں ہوا کہ داخل ہوا یا نہیں ہوا تو غلام کا آدھا حصہ آزاد ہو جائے گا اور باقی آدھے میں دونوں کے لئے سعی کرے گا، یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے۔

تشریح : دو شریکوں کے درمیان غلام تھا، ایک نے کہا کہ یہ کل گھر میں داخل ہوا تو یہ آزاد ہے، اور دوسرے نے اس کا الٹا کہا، کہ کل یہ گھر میں داخل نہیں ہوا تو آزاد، تو اس صورت میں آدھا غلام تو یقینی طور پر آزاد ہو جائے گا، اور باقی آدھا میں سعی کرے گا اور دونوں شریکوں کو اس کا آدھا آدھا دے دیگا۔

وجہ : یا داخل ہوا ہوگا یا داخل نہیں ہوا ہوگا، ایک صورت ضرور پیش آئی ہوگی اس لئے آدھا غلام آزاد ہو جائے گا، اور باقی آدھی قیمت سعی کر کے ادا کرے گا۔

ترجمہ: (۲۲۴۹)، اور امام محمدؒ کے نزدیک پوری قیمت کی سعی کرے گا۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ سعی ساقط ہونے کا فیصلہ مجہول ہے، اور مجہول پر فیصلہ نہیں ہو سکتا، تو ایسا ہو گیا کہ دوسرے سے کہے تمہارا ہم میں سے ایک پر ہزار درہم ہے تو جہالت کی وجہ سے کچھ بھی فیصلہ نہیں ہوگا، ایسے ہی یہاں ہے۔

تشریح : امام محمد کے نزدیک یہاں آدھی آزادگی نہیں ہوگی، بلکہ پوری قیمت کما کر دونوں شریکوں کو دینا ہوگا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ، کسی نے کہا کہ ہم میں سے ایک پر فلاں کا ہزار درہم ہے، تو یہاں جہالت کی وجہ سے کچھ بھی فیصلہ نہیں ہوگا، اسی طرح اوپر کے مسئلے میں کچھ بھی فیصلہ نہیں ہوگا۔

۲؎ وَلَهُمَا أَنَّا تَيَقَّنَّا بِسُقُوطِ نِصفِ السِّعَايَةِ لِأَنَّ أَحَدُهُمَا حَانِثٌ بِيَقِينٍ ، وَمَعَ التَّيَقُّنِ بِسُقُوطِ النِّصفِ كَيفَ يُقضَى بِوُجُوبِ الكُلِّ ، ۳؎ وَالجَهَالَةُ تَرتَفِعُ بِالشُّيُوعِ وَالتَّوزِيعِ ، كَمَا أذَا أعتَقَ أحَدَ عَبدَيهِ لَا بِعَينِهِ أَوبِعَينِهِ وَنَسِيَهُ وَمَاتَ قَبلَ التَّذكِرِ أَوبَيَانٍ . ۴؎ وَيَتَأَتَّى التَّفرِيعُ فِيهِ عَلَى أَنَّ اليَسَارَ يَمنَعُ السِّعَايَةَ أَولَا يَمنَعُهَا عَلَى الِاختِلَافِ الَّذِى سَبَقَ .

(۲۲۵۰) وَلَوحَلَفَا عَلَى عَبدَينِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنهُمَا لِأَحدِهِمَا بِعَينِهِ لَم يَعتِقْ وَاحِدٌ مِنهُمَا

وجہ: گھر میں داخل ہوا یانہیں یہ مجہول ہے اس لئے آدھی آزادگی کا فیصلہ نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ آدھی سعایت کے ختم ہونے کا تو یقین ہے اس لئے کہ دونوں شریکوں میں سے ایک کے حانث ہونے کا یقین ہے اور یقین کی وجہ سے آدھی سعایت ساقط ہوجائے گی، اس لئے کل سعایت کا فیصلہ کیسے کریں۔

تشریح: اس مسئلے میں یا غلام گھر میں داخل ہوا ہوگا یا نہیں ہوا ہوگا، اس لئے دونوں باتوں میں سے ایک تو یقینی ہے اس لئے آدھا غلام آزاد ہو چکا ہوگا اور آدھی سعایت بھی ساقط ہو چکی ہوگی، اس لئے کل سعایت کا فیصلہ صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اور آزاد ہونے کی جہالت شیوع اور تقسیم کرنے سے ختم ہوجائے گی، جیسے اپنے دو غلام میں سے ایک کو آزاد کیا، اور متعین نہیں کیا، یا متعین تو کیا لیکن بھول گیا اور یاد کرنے اور بیان کرنے سے پہلے پہلے مر گیا[تو دونوں غلاموں کا آدھا آدھا آزاد ہوگا، اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔

تشریح: یہ شیخین کی جانب سے امام محمدؒ کو جواب ہے، کہ جہالت اس طرح ختم ہوجائے گی کہ دونوں شریکوں کا آدھا آزاد ہوگا، اور دونوں کو ہی آدھی قیمت کما کر دے گا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنے دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کیا، اور متعین کرنے سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا تو دونوں غلاموں کا آدھا آدھا آزاد ہوگا، اور دونوں غلام اپنی آدھی قیمت کی سعی کر کے دے گا، اسی طرح یہاں دونوں شریکوں کا آدھا آزاد ہوگا، اور آدھی قیمت کی سعایت کر کے دے گا، اس طرح جہالت ختم ہوجائے گی۔

ترجمہ: ۴؎ شریک مالدار ہو تو سعایت ممنوع ہوگا یا نہیں اس کی تفریع اسی اختلاف پر ہے جو پہلے گزری۔

تشریح: شریک مالدار ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سعایت ممنوع نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک ممنوع ہے اس کی پوری تفصیل ویسے ہی ہے جیسا پہلے گزری۔

ترجمہ: (۲۲۵۰) اگر دو غلاموں پر قسم کھائی اور دونوں غلام الگ الگ آدمی کا تھا تو کوئی بھی آزاد نہیں ہوگا۔

ل لِأَنَّ الْمُقْضِيَّ عَلَيْهِ بِا لْعِتْقِ مَجْهُوْلٌ، وَكَذَا لِكَ الْمُقْضِيُّ لَهُ فَتَفَا حَشَتِ الْجَهَالَةُ فَا مْتَنَعَ الْقَضَاءُ ، وَفِيْ الْعَبْدِ الْوَاحِدِ الْمُقْضِيِّ لَهُ وَالْمَقْضِيِّ بِهِ مَعْلُوْمٌ فَغَلَبَ الْمَعْلُوْمُ الْمَجْهُوْلَ

(۲۲۵۱) وَاَذَ اشْتَرٰى الرَّجُلَانِ ابْنَ أَحَدِهِمَا عَتَقَ نَصِيْبُ الْأَبِ(لِأَنَّهُ مَلَكَ شِقْصَ قَرِيْبِهِ وَشِرَاؤُهُ أَعْتَاقٌ عَلٰى مَا مَرَّ)وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ ، عَلِمَ الْآخَرُ أَنَّهُ ابْنُ شَرِيْكِهِ أَوْلَمْ يَعْلَمْ وَكَذَااِذَا وَرِثَاهُ،

ترجمہ :لِ اس لئے کہ جس آقا پر آزدگی کا فیصلہ ہوگا وہ مجہول ہے،اور جس غلام کے لئے آزادگی کا فیصلہ ہوا وہ بھی مجہول ہے تو جہالت زیادہ ہوگئی اس لئے آزاد ہونے کا فیصلہ نہیں ہوگا ،اور ایک غلام پر فیصلہ ہوتو وہ معلوم ہے اس لئے وہاں معلوم کو مجہول پر غالب کردیا گیا۔

تشریح :اوپر کے مسئلے میں ایک غلام دوآدمیوں کے درمیان تھا اور ایک نے خالد کے گھر میں داخل ہونے پرآزاد کیا تھا اور دوسرے نے گھر میں داخل نہ ہونے پرآزاد کیا تھا تو آدھا غلام آزاد شمار کیا تھا۔اور یہاں صورت حال یہ ہے کہ زید کا الگ غلام ہے،اور عمر کا الگ غلام ہے، پھر زید کہتا ہے کہ خالد گھر میں داخل ہوا تو میرا غلام آزاد اور عمر کہتا ہے کہ خالد گھر میں داخل نہ ہوتو میرا غلام آزاد، یہاں آقا بھی دو ہیں اور غلام بھی دو ہیں ،اس لئے یہاں دو جہالتیں ہوگئیں اس لئے کسی کا غلام آزاد نہیں ہوگا۔ اور اوپر کے مسئلے میں غلام ایک تھا،اور آقا دو تھے،تو وہاں ایک جہالت تھی اس لئے آدھا غلام آزاد کردیا گیا۔

لغت :مقضی علیہ: جس آقا پر فیصلہ ہوا ہو،مقضی علیہ سے مراد آقا ہے۔المقضی لہ: سے مراد غلام ہے جس کے لئے آزادگی کا فیصلہ ہوا۔

ترجمہ:(۲۲۵۱)اگر دوآدمیوں نے ان میں سے ایک کے بیٹے کو خریدا تو باپ کا حصہ آزاد ہوجائے گا۔[اس لئے کہ باپ اپنے قریبی رشتہ دار کا مالک بنا،اور اس کا خریدنا آزاد ہونا ہے، جیسے کہ پہلے مسئلہ گزر چکا] اور باپ پر ضمان نہیں ہے۔[شریک کو اس کا علم تھا کہ یہ شریک کا بیٹا ہے یا معلوم نہیں تھا] ایسے ہی اگر غلام کے وارث ہوئے ہوں۔پس شریک کو اختیار ہے چاہے اپنا حصہ آزاد کردے اور چاہے تو غلام سے سعایت کرالے۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

تشریح: دوآدمیوں نے مل کر ایک غلام خریدا جو ان دوآدمیوں میں سے ایک کا بیٹا تھا۔چونکہ وہ اپنے بیٹے کے آدھے حصے کا مالک بنا اس لئے حدیث من ملک ذا رحم محرم فھو حر (ابوداؤد شریف،نمبر ۳۹۴۹،ترمذی شریف،نمبر ۱۳۶۵) کی وجہ سے غلام کا آدھا حصہ جو باپ کا تھا آزاد ہوگیا تو اس صورت میں دوسرا شریک باپ سے اپنے حصے کا ضمان نہیں لے سکتا ہے۔

وجہ :(۱)باپ نے خود آزاد نہیں کیا بلکہ ذی رحم کے مالک ہونے کی وجہ سے خود بخود آزاد ہوا ہے۔تو چونکہ باپ کی غلطی نہیں ہے اس لئے اس سے ضمان نہیں لے گا۔اب یا تو شریک اپنا حصہ آزاد کرے یا پھر غلام سے سعایت کرالے (۲) حدیث میں

وَالشَّرِيْكُ بِالْخِيَارِأَنْ شَاءَ أَعْتَقَ نَصِيْبَهُ وَأَنْ شَاءَ اسْتَسْعَى الْعَبْدَ وَهَذَا عِنْدَ أَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ ،

(۲۲۵۲) وَقَالَا: فِى الشِّرَاءِ يَضْمَنُ الْأَبُ نِصْفَ قِيْمَتِهِ أَنْ كَانَ مُوْسِرًا ، وَأَنْ كَانَ مُعْسِرًا سَعَى الابْنِ فِى نِصفِ قِيْمَتِهِ لِشَرِيْكِ أَبِيْهِ ۱؎ ، وَعَلَى هَذَ الْخِلَافُ أَذَا مَلَكَا ، بِهِبَةٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ وَصِيَّةٍ ، ۲؎ وَعَلَى هَذَا أَذَاشْتَرَاهُ رَجُلَانِ وَأَحَدُهُمَا قَدْ حَلَفَ بِعِتْقِهِ أَنْ اشْتَرٰى نِصْفَهُ . لَهُمَا أَنَّهُ أَبْطَلَ نَصِيْبَ صَاحِبِهِ بِالْأَعْتَاقِ لَأَنَّ شِرَاءَ الْقَرِيْبِ أَعْتَاقٌ ، وَصَارَ هَذَا كَمَا أَذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ أَجْنَبِيِّيْنَ فَأَعْتَقَ

اس کا اشارہ ہے۔ عن سالم عن ابیه عن النبی ﷺ قال من اعتق عبدا بین اثنین فان کان موسرا قوم علیه ثم یعتق (بخاری شریف، باب اذا اعتق عبدا بین اثنین اوامۃ بین الشرکاء، ص ۴۰۷، نمبر ۲۵۲۱، مسلم شریف، باب من اعتق شرکا لہ فی عبد، ص ۶۵۳، نمبر ۱۵۰۱/۳۷۷۰) اس حدیث میں ہے کہ آزاد کیا ہوتو اس پر ضمان ہوگا۔ یہاں آزاد کیا نہیں بلکہ قرابت کی وجہ سے خود بخود آزاد ہو گیا اس لئے باپ پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کی کوئی غلطی نہیں ہے۔

اسی طرح ایک آدمی نے غلام خریدا بعد میں اس کے آدھے حصہ کا رشتہ دار وارث بن گیا جس کی وجہ سے اس کا آدھا حصہ آزاد ہو گیا تو شریک اپنے حصے کی قیمت اس وارث سے وصول نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وارث نے جان بوجھ کر آزاد نہیں کیا ہے بلکہ موت کی وجہ سے خود بخود وارث ہوا اور ذی رحم محرم کے مالک ہونے کی وجہ سے خود بخود آزاد بھی ہو گیا۔ اس لئے اس کی کوئی غلطی نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۲۵۲) صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ بیٹے کے خریدنے کی صورت میں باپ اگر مالدار ہوتو بیٹے کی آدھی قیمت کا ضمان دیگا، اور اگر تنگ دست ہوتو بیٹا باپ کے شریک کے لئے آدھی قیمت کا سعی کرے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اور اسی اختلاف پر ہے اگر باپ ہبہ کے ذریعہ، یا صدقہ کے ذریعہ، یا وصیت کے ذریعہ مالک بنا۔

تشریح: باپ خریدنے کے ذریعہ بیٹے کا مالک، یا کسی نے اس کو ہبہ کیا، یا کسی نے اس کو صدقہ کیا، یا کسی نے اس کے لئے وصیت کی جس کی وجہ سے مالک بنا، اور دوسرا شریک بھی مالک بنا تو بیٹا آزاد ہو جائے گا، لیکن صاحبینؒ کے نزدیک اگر باپ مالدار ہے تو بیٹے کی آدھی قیمت شریک کو ادا کرنا ہوگا، اور اگر تنگ دست ہے تو بیٹا شریک کے لئے سعی کرے گا۔

وجہ: باپ جانتا تھا کہ میرے خریدنے سے بیٹا آزاد ہوگا۔ اس کے باوجود اپنے بیٹے کو خریدا تو گویا کہ جان بوجھ کر شریک کو نقصان دیا اس لئے باپ ضامن ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ اور اسی قاعدے پر ہے [آزاد کرنے والے کو ضمان دینا ہوگا] اگر دو آدمیوں نے غلام کو خریدا، اور ایک نے اس کی آزادگی کی قسم کھا رکھی تھی کہ [اگر آدھے کو خریدا تو اس کو آزاد کردوں گا]، صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ آزاد کر کے شریک کے

أَحَدُهُمَا نَصِيْبَهُ ، ٣ ۔ وَلَهُ أَنَّهُ رَضِيَ بِأَفْسَادِ نَصِيْبِهِ فَلاَ يُضَمَّنُهُ كَمَا أَذَا أَذِنَ لَهُ بِأَعْتَاقِ نَصِيْبِهِ صَرِيْحًا، وَدَلاَلَةُ ذٰلِکَ أَنَّهُ شَارَكَهُ فِيْمَا عِلَّةُ الْعِتقِ وَهُوَ الشَّرَاءُ لِأَنَّ شِرَاءُ الْقَرِيْبِ أَعْتَاقٌ ٤ ۔ حَتَّى يَخْرُجَ بِهِ عَنْ عُهْدَةِ الْكَفَارَةِ عِنْدَنَا وَهَذَا ٥ ۔ ضَمَانُ أُفْسَادٍ فِيْ ظَاهِرِ قَوْلِهِمَا حَتَّى يَخْتَلِفَ بِا الْيَسَارِ وَالْأَعْسَارِ فَيَسْقُطَ بِالرِّضَا،

حصے کو باطل کیا، اس لئے کہ قریب کے خریدنے سے آزاد ہوتا ہی ہے، تو ایسا ہو گیا کہ غلام دو اجنبی کے درمیان تھا اور ان میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا۔

تشریح : دو آدمیوں نے ایک غلام کو خریدا، اور ان میں سے ایک نہ یہ قسم کھا رکھی تھی کہ میں آدھا حصہ خریدا تو وہ آزاد ہے، اب اس نے آدھا حصہ خریدا تو وہ حصہ آزاد ہو گیا تو اس صورت میں بھی اگر آزاد کرنے والا مالدار ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک ضمان دینا ہوگا۔

وجہ : رشتہ داری سے آزاد ہو، یا پہلے سے قسم کھانے سے آزاد ہو بہر صورت شریک کی جانب سے آزاد ہوا ہے اس لئے اس کو ضمان دینا ہوگا، جیسے کوئی آدمی جان کر اپنا حصہ آزاد کرتا اور وہ مالدار ہوتا تو اس کو ضمان دینا ہوتا۔

ترجمہ : ٣ ۔ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شریک ساکت اپنا حصہ فاسد کرنے پر راضی ہے اس لئے وہ ضامن نہیں بنے گا، جیسے اسکے حصے کو آزاد کرنے صراحت کے ساتھ اجازت دی ہو، اور دلالۃ اجازت دینے کی دلیل یہ ہے کہ اس نے اس کو ایسی چیز میں شریک کیا جو آزاد ہونے کی دلیل ہے، اور وہ ہے خریدنا، کیونکہ قریب کو خریدنا آزاد کرنا ہے۔

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شریک ساکت نے باپ کو خریدنے میں شریک کیا تو یہ دلیل ہے کہ وہ اپنا حصہ فاسد کرنا چاہتا تھا اس لئے اس کو ضمان نہیں ملے گا، جیسے صراحتا آزاد کرنے کی اجازت دیتا تو اس کو ضمان نہیں ملتا۔

ترجمہ : ٤ ۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے نزدیک کفارے کی ذمہ داری سے نکل جائے گا۔

تشریح : اگر رشتہ دار کے خریدنے والے پر پہلے سے کفارہ ہو اور خریدتے وقت کفارہ کی نیت کر لے، تو رشتہ داری کی وجہ سے آزاد بھی ہوگا اور کفارہ بھی ادا ہو جائے گا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رشتہ دار کو خریدنے سے لازمی طور پر وہ آزاد ہوگا، شریک ساکت کو جب یہ پتہ تھا کہ رشتہ دار آزاد ہو جائے گا تو اس کو خریدنے میں شریک ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے حصے کو خود فاسد کرنا چاہتا ہے اس لئے اب اس کا حصہ فاسد ہوا تو باپ پر ضمان نہیں ہے۔

ترجمہ : ٥ ۔ صاحبینؒ کے ظاہری روایت میں یہ ہے کہ یہ ضمان حصے کے فاسد کرنے کی ہوجہ سے ہے، چنانچہ مالدار ہونے اور غریب ہونے میں فرق پڑے گا، اور شریک ساکت آزاد کرنے پر راضی ہو تو ضمان ساقط ہو جائے گا۔

٦ وَلَا يَخْتَلِفُ الْجَوَابُ بَيْنَ الْعِلْمِ وَعَدَمِهِ ،وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ عَنْهُ لِأَنَّ الْحُكْمَ يُدَارُ عَلَى السَّبَبِ ،كَمَا إِذَا قَالَ لِغَيْرِهِ: كُلْ هَذَا الطَّعَامَ وَهُوَ مَمْلُوكٌ لِلْآمِرِ وَلَا يَعْلَمُ الْآمِرُ بِمِلْكِهِ .

(٢٢٥٣) وَإِنْ بَدَأَ الْأَجْنَبِيُّ فَاشْتَرَى نِصْفَهُ ثُمَّ اشْتَرَى الْأَبُ نِصْفَهُ الْآخَرَ وَهُوَ مُوسِرٌ فَالْأَجْنَبِيُّ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الْأَبَ (لِأَنَّهُ مَا رَضِيَ بِإِفْسَادِ نَصِيبِهِ) وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى الِابْنَ فِي نِصْفِ قِيمَتِهِ ١ لِاحْتِبَاسِ مَالِيَّةِ عِنْدَهُ ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِأَنَّ يَسَارَ الْمُعْتِقِ لَا يَمْنَعُ السِّعَايَةَ عِنْدَهُ.

تشریح: ایک ہوتا ہے ضمان ملک آزاد کرنے والا پورے غلام کا مالک بنا اس لئے اس پر ضمان ہے، اس صورت میں مالک بننے والا مالدار ہو یا غریب ہر حال میں اس پر ضمان لازم ہوگا، کیونکہ وہ پورے غلام کا مالک بن گیا ہے۔ دوسرا ہوتا ہے کہ شریک ساکت کا حصہ خراب کیا اس لئے غلام آزاد کرنے والے پر ضمان ہے، اس صورت میں وہ مالدار ہوگا تب ضمان لازم ہوگا، اور تنگ دست ہوگا تو ضمان لازم نہیں ہوگا، بلکہ غلام پر سعایہ لازم ہوگا، اسی طرح شریک ساکت نے غلام آزاد کرنے کی اجازت دے تب بھی وہ ضمان نہیں لے سکے گا، کیونکہ اپنا حصہ فاسد کرنے پر وہ راضی ہے۔

ترجمہ: ٦ شریک ساکت کو آزاد ہونے کا علم تھا یا نہیں تھا دونوں صورتوں میں ظاہر روایت میں جواب ایک ہی ہے، اس لئے کہ حکم کا مدار سبب پر ہوتا ہے، جیسے دوسرے سے کہے کہ یہ کھانا کھالو، اور یہ کھانا حکم دینے والے کی ملکیت تھی، لیکن اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ اس کی ملکیت ہے، تب بھی کھانا حلال ہوگا۔

تشریح: شریک ساکت کو اس کا علم نہیں تھا کہ یہ شریک کا بیٹا ہے تب بھی ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ رشتہ دار کو خریدنے کا سبب پایا گیا، ظاہر روایت یہی ہے، اس کی ایک مثال دیتے ہیں، زید نے عمر سے کہا کہ یہ کھانا کھالو، اور زید کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ کھانا میرا ہی ہے اس کے باوجود عمر نے کھالیا تو اس کے لئے حلال ہو جائے گا، کیونکہ حقیقت میں یہ کھانا زید کا تھا، اور اس نے کھانے کا حکم دیا تھا۔

امام ابو حنیفہؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ شریک ساکت کو بیٹا ہونے کا علم ہو تب تو شریک ساکت کو ضمان نہیں ملے گا، کیونکہ جان کر اپنے حصے کو فاسد کیا ہے، لیکن اگر اس کو بیٹا ہونے کا علم نہ ہو تو اس کو ضمان ملے گا، کیونکہ وہ فاسد کرنے پر راضی نہیں تھا۔

ترجمہ: (٢٢٥٣) کسی اجنبی نے غلام کا آدھا حصہ خریدا، پھر باپ نے دوسرا آدھا خرید لیا تو اجنبی کو اختیار ہے کہ باپ کو ضامن بنادے، کیونکہ اس نے اس کے حصے کو فاسد کیا ہے، اور چاہے تو بیٹے سے آدھی قیمت کی سعی کرالے، کیونکہ کہ بیٹے کے پاس اس کی مالیت محبوس ہے، اور یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ آزاد کرنے والے کے مالدار ہونے سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سعی نہیں رکتی۔

۲؎ وَقَالاَ :لا خِيَارَلَهُ وَيَضْمَنُ الْأَبُ نِصْفَ قِيْمَتِهِ لِأَنَّ يَسَا رَ الْمُعْتِقِ يَمْنَعُ السَّعَايَةَ عِنْدَهُمَا .

(۲۲۵۴) وَمَنْ اشْتَرٰى نِصْفَ ابْنِهِ وَهُوَ مُوْسِرٌ فَلاضَمَانَ عَلَيْهِ أَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا : يَضْمَنُ أَذَا كَانَ مُوْسِرًا ۱؎ وَمَعْنَاهُ أَذَااشْتَرٰى نِصْفَهُ مِمَّنْ يَمْلِكُ كُلَّهُ فَلا يَضْمَنُ لِبَائِعِهِ شَيْئًا عِنْدَهُ ، وَلْوَجْهُ قَدْ ذَكَرْنَاهُ .

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ باپ نے جان کر شریک ساکت کو نقصان دیا ہو تو شریک ساکت باپ سے اپنے حصے کا ضمان لیگا۔

تشریح: ایک آدمی مثلا زید نے آدھا غلام خریدا، اب باقی آدھے کو غلام کے باپ نے خرید لیا، اور باپ مالدار ہے، اب غلام کا آدھا حصہ آزاد ہو گیا تو زید کو دو حق ہیں، یا باپ سے ضمان لے لے، یا غلام سے سعی کرالے

وجہ : کیونکہ یہاں باپ نے بعد میں خرید کر زید کو نقصان دیا ہے، اور زید نے چونکہ پہلے خریدا تھا اس لئے اس کو معلوم نہیں تھا کہ باقی آدھا غلام اس کا باپ خریدے گا، اور نہ زید اس نقصان پر راضی ہے اس لئے غلام کے باپ سے ضمان لیگا، اور سعی اس لئے کرا سکتا ہے کہ غلام کے پاس اس کی مالیت رکی ہوئی ہے، اور حنفیہ کے نزدیک باپ مالدار ہو پھر بھی غلام سے سعی کرا سکتا ہے، یہ مسئلہ پہلے گزر چکا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ صاحبینؒ نے فرمایا کہ شریک ساکت کو اختیار نہیں ہے، صرف باپ سے آدھی قیمت کا ضمان ہی لے سکتا ہے، اس لئے کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک صرف ضمان ہی لے سکتا ہے۔

تشریح: صاحبین کا قاعدہ گزر چکا ہے کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تو ایک ہی صورت ہے کہ اس سے اپنے حصے کا ضمان لے، یہاں بھی صرف ضمان لے گا، سعی نہیں کرا سکتا۔

ترجمہ: (۲۲۵۴) اور کسی نے دوسرے سے اپنا آدھا بیٹا خریدا، اور خریدنے والا مالدار ہے پھر بھی اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مالدار ہو تو اس پر ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کل غلام کا مالک تھا اس سے آدھا غلام خریدا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بائع کے لئے کچھ ضامن نہیں ہوگا، اور وجہ ہم نے ذکر کر دیا ہے

تشریح: عمر کل غلام کا مالک تھا زید غلام کا باپ تھا اس نے عمر سے آدھا غلام خریدا، جسکی وجہ سے زید کا حصہ آزاد ہو گیا تو زید عمر کے لئے ضامن نہیں بنے گا،

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ بائع نے جان کر کے باپ کے ہاتھ میں بیچا تو اپنے حصے کے فاسد کرنے پر راضی تھا اس لئے امام

(٢٢٥٥) وَاِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ ثَلَاثَةِ نَفَرٍ فَدَبَّرَ أَحَدُهُمْ وَهُوَ مُوْسِرٌ ثُمَّ أَعْتَقَهُ الْآخَرُ وَهُوَ مُوْسِرٌ فَأَرَادُوْا الضَّمَانَ فَلِلسَّاكِتِ أَنْ يُضَمِّنَ الْمُدَبِّرَ ثُلُثَ قِيْمَتِهِ قِنًّا وَلَا يُضَمِّنَ الْمُعْتِقَ وَلِلْمُدَبِّرِ أَنْ يُضَمِّنَ الْمُعْتِقَ ثُلُثَ قِيْمَتِهِ مُدَبَّرًا وَلَا يُضَمِّنُهُ الثُّلُثَ الَّذِیْ ضَمِنَ ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کو ضمان نہیں ملے گا، اور صاحبینؒ کے نزدیک جان کر بیچنے سے بھی ضمان دلوایا جاتا ہے اس لئے یہاں ضمان دلوایا جائے گا۔

ترجمہ:(٢٢٥٥) غلام تین آدمیوں کے درمیان میں تھا، ان میں سے ایک نے اس مدبر کر دیا وہ مالدار تھا، پھر دوسرے نے اپنا حصہ آزاد کر دیا، وہ بھی مالدار تھا، پھر ان دونوں نے ضمان دینا چاہا تو شریک ساکت کو یہ حق ہے کہ مدبر کرنے والے سے خالص غلام کی ایک تہائی قیمت وصول کر لے، اور آزاد کرنے والے کو ضامن نہ بنائے، پھر مدبر بنانے والے کو یہ حق ہے کہ آزاد کرنے والے سے مدبر غلام کی ایک تہائی قیمت وصول کر لے، مدبر بنانے والے نے جتنا ضمان دیا تھا وہ پورا وصول نہیں کرے گا [کیونکہ اس نے مدبر بنا کر ایک تہائی قیمت کم کر دی ہے، یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

تشریح : یہاں لمبا حساب ہے اس کو غور سے سمجھیں۔ دو قاعدہ یاد کر لیں تب مسئلہ سمجھ میں آئے گا۔[١] مدبر کی قیمت خالص غلام سے ایک تہائی کم ہو جاتی ہے، مثلا خالص غلام کی قیمت ٢٧ درہم ہے تو مدبر بنانے کے بعد اس کی قیمت ١٨ درہم رہ جائے گی۔[٢] دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آزادگی میں جس طرح ٹکڑا ہوتا ہے، مدبر بنانے میں بھی ٹکڑا ہوگا، کیونکہ مدبر بھی آزادگی کی شاخ ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک ٹکڑا نہیں ہوگا پورا غلام مدبر بن کر مدبر بنانے والے کی ملکیت ہو جائے گی۔ اور مدبر بنانے کو خالص غلام کی دو تہائی اپنے دونوں شریکوں کو دینا ہوگا۔

اس قاعدے کے بعد یوں سمجھیں کہ ایک غلام زید، عمر، اور بکر کے درمیان مشترک تھا، زید نے اس کو مدبر بنایا، پھر عمر نے اپنے حصے کو آزاد کر دیا، اور بکر چپ رہا، غلام کی قیمت ٢٧ درہم ہے۔ اور ہر ایک کا حصہ نو نو درہم ہے، اس صورت میں بکر کو یہ حق ہے کہ اپنا حصہ زید سے ٩ درہم وصول کر لے، کیونکہ اس نے خالص غلام کو مدبر بنایا ہے، اور پہلے اسی نے نقصان کیا ہے۔ بکر کے لئے آگے پانچ حق اور بھی ہیں [١] اپنے حصے کو مدبر بنا دے [٢] اپنے حصے کو آزاد کر دے [٣] اپنے حصے کو مکاتب بنا دے [٤] غلام سے اپنے حصے کی سعی کرا لے [٥] جس حال میں غلام ہے اس کو اسی حال میں چھوڑ دے۔[٦] اور یہ چھٹا اختیار کہ مدبر بنانے والے سے خالص غلام کی ایک تہائی قیمت لے لے

پھر زید مدبر بنانے والے کو یہ حق ہے کہ عمر آزاد کرنے والے سے مدبر غلام کی قیمت ایک تہائی لے لے، مدبر کی غلام کی قیمت ١٨ درہم رہ گئی تھی اس کی ایک تہائی ٦ درہم ہوتی ہے، یہ ٦ درہم زید عمر سے وصول کرے گا، کیونکہ عمر نے مدبر کی حالت میں غلام

(۲۲۵۶) وَقَالَ الْعَبْدُ كُلُّهُ لِلَّذِيْ دَبَّرَهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَيَضْمَنُ ثُلُثَيْ قِيْمَتِهِ لِشَرِيْكَيْهِ مُوْسِرًا كَانَ أَوْمُعْسِرًا ل وَأَصْلُ هٰذَا أَنَّ التَّدْبِيْرَ يَتَجَزّٰى عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ خِلَافًا لَهُمَا كَالْأَعْتَاقِ لِأَنَّهُ شُعْبَةٌ مِنْ شُعَبِهِ فَيَكُوْنُ مُعْتَبَرًا بِهِ ، ٢ ۔ وَلَمَّا كَانَ مُتَجَزًّا عِنْدَهُ اقْتَصَرَ عَلَى نَصِيْبِهِ ، وَقَدْ أَفْسَدَ بِالتَّدْبِيْرِ نَصِيْبَ الْآخَرِيْنِ فَلِكُلٍّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يُدَبِّرَ نَصِيْبَهُ أَوْ يُعْتِقَ أَوْ يُضَمِّنَ الْمُدَبَّرَ أَوْ يَسْتَسْعِيَ الْعَبْدَ أَوْيَتْرُكَهُ عَلَى حَالِهِ لِأَنَ نَصِيْبَهُ بَاقٍ عَلَى مِلْكِهِ فَاسِدٌ بِأَفْسَادِ شَرِيْكِهِ حَيْثُ سَدَّعَلَيْهِ طُرُق

کوآزاد کیا ہے۔

ترجمہ :(۲۲۵۶)صاحبینؒ نے فرمایا کہ پورا غلام شروع میں مدبر بنانے والے کو ملے گا اور اپنے دونوں شریک کے لئے دوتہائی قیمت کا ضامن بنے گا، مدبر بنانے والا آزاد ہو یا تنگ دست ہو۔

تشریح :صاحبینؒ کے نزدیک مدبر ہونے میں ٹکڑا نہیں ہوتا، اس لئے جیسے ہی پہلے شریک زید نے مدبر بنایا وہ پورا غلام مدبر بن گیا اور زید کا ہی ہو گیا، اب زید پر دونوں شریکوں کی دوتہائی قیمت لازم ہوگی، اور غلام زید کی جانب سے آزاد ہوگا، اور غلام کی ولاء بھی زید کو ہی ملے گی۔ اور یہاں زید پورے غلام کا مالک بنا ہے اس لئے زید مالدار ہو یا تنگ دست دونوں صورتوں میں ضمان دینا ہوگا، آزاد کرنے صورت میں آزاد کرنے والا غلام کا مالک نہیں بنتا اس لئے وہاں یہ ہے کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تو ضمان دیگا، اور تنگ دست ہو تو ضمان نہیں دیگا۔

ترجمہ :ل اس مسئلے کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدبر ہونے کا ٹکڑا نہیں ہوتا، خلاف صاحبینؒ کے [انکے یہاں مدبر بنانا ٹکڑا ہوتا ہے] جیسے کہ آزاد کرنے میں ٹکڑا ہوتا ہے، کیونکہ مدبر بنانا آزاد کرنے کا ہی ایک شعبہ ہے۔ تو آزاد کرنے مدبر کا حال ہوگا

تشریح :یہ قاعدہ گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں مدبر بنانا ٹکڑا ہوسکتا ہے، کیونکہ وہ آزادی کی ہی ایک شاخ ہے اور آزاد کرنے میں ٹکڑا ہوتا ہے، اسی طرح مدبر بنانے میں بھی ٹکڑا ہوگا۔ اور صاحبینؒ کا قاعدہ گزرا کہ انکے یہاں آزاد کرنے میں ٹکڑا نہیں ہوتا تو مدبر بنانے میں بھی ٹکڑا نہیں ہوگا۔

ترجمہ :۲ے اور جب امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدبر کا ٹکڑا ہوسکتا ہے تو مدبر بنانے والے کا حصہ ہی مدبر بنے گا، لیکن اس نے مدبر بنا کر اپنے شریک کے حصے کو خراب کیا، اس لئے دونوں شریکوں کو یہ حق ہوگا کہ [۱] کہ اپنے حصے کو بھی مدبر بنادے [۲] یا آزاد کردے [۳] یا مکاتب بنادے [۴] یا مدبر بنانے والے شریک کو ضامن بنائے [۵] یا غلام سے سعی کرالے، [۶] یا اپنی حالت پر غلام کو چھوڑ دے [یعنی غلام شریک کا مدبر بنا رہے] اس لئے کہ باقی دونوں شریکوں کا حصہ انکی ملکیت پر باقی ہے، لیکن

الاِنْتِفَاعِ بِهِ بَيْعًا وَهِبَةً عَلَى مَرَّ ، ٣؎ فَأِذَا اخْتَارَ أَحَدُهُمَا الْعِتْقِ تَعَيَّنَ حَقُّهُ فِيهِ وَسَقَطَ اخْيَارُهُ غَيْرَهُ ٤؎ فَتَوَجَّهَ لِلسَّاكِتِ سَبَبُ ضَمَانِ تَدْبِيرِ الْمُدَبَّرِ وَأَعْتَاقِ هَذَاالْمُعْتِق. غيرأَنَّ لَهُ أَنْ يُضَمِّنَ الْمُدَبِّرَ لِيَكُوْنَ الضَّمَانُ ضَمَانَ مُعَاوَضَةٍ اِذْهُوَالْأَصْلِ حَتَّى جُعِلَ الْعَصبُ ضَمَانَ مُعَاضَةٍ عَلَى أَصْلِنَاوَأَمْكَنَ ذٰلِكَ فِي التَّدْبِيرِ لِكَوْنِهِ قَابِلًا لِلنَّقْلِ مِنْ مِلْكٍ أَلَى مِلْكٍ وَقْتَ التَّدْبِيرِ ، وَلَا يُمْكِنُ ذٰلِكَ فِيْ الْأَعْتَاقِ ،

شریک کے خراب کرنے سے وہ خراب ہو چکا ہے، کیونکہ اب اس غلام کو نہ بیچ سکتا ہے اور نہ ہبہ کر سکتا ہے، جیسا کہ اوپر گزر گیا۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدبر آزادی ٹکڑا ہوتا ہے اس لئے زید کے مدبر بنانے کے بعد عمر اور بکر کا حصہ انکا مملوک رہے گا، اس لئے اب ان دونوں کو چھ اختیار رہوں گے۔[١] کہ اپنے حصے کو بھی مدبر بنا دے [٢] یا آزاد کر دے [٣] یا مکاتب بنا دے [٤] یا مدبر بنانے والے شریک کو ضامن بنائے [٥] یا غلام سے سعی کرا لے، [٦] یا اپنی حالت پر غلام کو چھوڑ دے [یعنی غلام شریک کا مدبر بنا رہے]، البتہ اپنا حصہ نہ بیچ سکتا ہے اور نہ ہبہ کر سکتا ہے، کیونکہ مدبر بنانے کی وجہ سے اس میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے۔

ترجمہ : ٣؎ پس جبکہ دو شریک میں سے ایک نے آزاد کرنا اختیار کیا تو اس کا حق آزاد کرنے میں متعین ہو گیا، اور باقی پانچ اختیار ساقط ہو گئے۔

تشریح : دوسرے شریک یعنی عمر نے آزاد کرنا پسند کیا تو اس کے لئے باقی پانچ اختیار ختم ہو گئے، اب اس کے لئے انکا حصہ آزاد کرنا متعین ہو گیا۔

ترجمہ : ٤؎ اب جو شریک چپ رہا وہ مدبر کرنے والے سے ضمان لے سکتا ہے، اور آزاد کرنے والے سے بھی ضمان لے سکتا ہے، لیکن یہاں بات یہ ہے کہ مدبر کرنے والے سے ہی ضمان لیگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مدبر سے ضمان معاوضہ کا ضمان ہے، اس لئے کہ وہ اصل ہے، یہی وجہ ہے کہ غصب کا ضمان معاوضہ کا ضمان شمار کرتے ہیں، ہمارے قاعدے پر، اور مدبر بنانے میں یہ معاوضہ کا ضمان بنانا ممکن ہے، اس لئے کہ مدبر بنانے کے بعد ایک ملک سے دوسرے کی ملک کی طرف منتقل کرنا ممکن ہے، اور آزد کرنے کی صورت میں یہ شکل نہیں ہے۔

تشریح : بکر جو شریک ساکت تھا اس کے لئے دو صورتیں ہیں [١] ایک تو یہ کہ آزاد کرنے والے کو ضامن بنائے، [٢] اور دوسری صورت یہ ہے کہ مدبر بنانے والے کو ضامن بنائے، لیکن یہاں مدبر بنانے والے ہی کو ضامن بنائے گا، آزاد کرنے والے کو ضامن نہیں بنائے گا۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ آزاد کرنے والے کو ضامن بنایا تو یہ ضمان فساد ہوگا، ضمان ملک نہیں ہوگا، اور مدبر بنانے والے کو

٥ لِأَنَّهُ عِندَ ذٰلِکَ مُکَاتَبٌ أَوْحُرٌّ عَلَى اخْتِلَافِ الْأَصْلَيْنِ ، وَلا بُدَّ مِنْ رِضَا الْمَكَاتِبِ بِفَسْخِهِ حَتَّى يَقْتَلَ الانْتِقَالَ فَلِهَذَا يَضْمَنُ الْمُدَبِّرُ، ٦ ثُمَّ لِلْمُدَبِّرِ أَنْ يُضَمِّنَ الْمُعْتِقَ ثُلُثَ قِيمَتِهِ مُدَبَّرًا لِأَنَّهُ وَفَسَدَ عَلَيْهِ نَصِيبَهُ مُدَبَّرًا ، وَالضَّمَانُ يَتَقَدَّرُ بِقِيمَةِ الْمُتْفُ ، وَقِيمَةُ الْمُدَبِّرِ ثُلُثَا قِيمَتِهِ قِنًّا عَلَى مَا قَالُوا . وَلَا يُضَمِّنَهُ قِيمَةَ مَامَلَكَهُ بِالضَّمَانِ مِنْ جِهَةِ السَّاكِتِ لِأَنَّ مِلْكَهُ يَثْبُتُ مُسْتَنِدًا وَهُوَ ثَابِتٌ مِنْ وَجْهٍ دُونَ

ضامن بنایا تو یہ ضمان ملک ہوگا ، کیونکہ مدبر کو مدبر ہونے کی حالت میں دوسرے کی ملک کی طرف منتقل کرسکتا ہے، یعنی زید کا دو حصہ اب مدبر بن جائے گا ،اس لئے شریک ساکت صرف مدبر بنانے والے سے اپنے حصے کا ضمان لی سکتا ہے۔

لغت :ضمان دو قسم کے ہوتے ہیں [۱] ایک ہے ایسا ضمان جس سے ضمان دینے والا اس کا مالک ہو جائے ، جیسے مدبر کرنے والا باقی حصے کا ضمان دیگا تو یہ باقی حصے کا بھی مالک بن جائے گا ،اس کو ضمان معاوضہ، کہتے ہیں ۔ضمان میں معاوضہ اصل ہے

[۲] دوسرا ہے ضمان افساد: ،اس کو ضمان جنایت بھی کہتے ہیں ۔ایک آدمی نے دوسرے کے حصے کو نقصان پہنچایا اس لئے اس پر ضمان لازم ہو رہا ہے، جیسے شریک نے غلام کا اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اس پر شریک ساکت کا بھی ضمان لازم ہوتا ہے، یہ ضمان دینے کی وجہ سے غلام کے باقی حصے کا مالک نہیں بنے گا ، کیونکہ وہ تو آزاد ہو چکا ہے، لیکن شریک ساکت کے حصے کو خراب کرنے کی وجہ سے اس پر ضمان لازم ہوا ہے اس کو ،ضمان فساد ،ضمان جنایت ، کہتے ہیں ۔

ترجمہ : ٥ اس لئے آزاد کرنے کے وقت، یا تو آزاد شدہ غلام مکاتب بنے گا، یا آزاد بنے گا دو قاعدوں کے اختلاف پر، اور کتابت کو فسخ کرنے کے لئے مکاتب کی رضا مندی ضروری ہے، پھر وہ ایک ملک سے دوسرے کی ملک کی طرف منتقل ہو سکتا ہے،اس لئے مدبر کرنے والے کو ہی ضامن بنانا چاہئے ۔

تشریح :مدبر بنانے والے کو ضامن بنایا جائے اس کے لئے یہ دلیل ہے،اس کا حاصل یہ ہے کہ آزاد شدہ غلام کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ مکمل آزاد ہو گیا، جیسا کہ صاحبین کی رائے ہے یا وہ مکاتب کے درجے میں ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے، پس اگر اس کو مکاتب سمجھا جائے تو مکاتب کی رضا مندی سے کتابت ختم ہوگی ،اور مکاتب دوبارہ غلام بنے گا، پھر وہ دوسرے کی ملکیت کی طرف منتقل ہو سکے گا ،اس میں دوسرے کی ملکیت کی طرف منتقل ہونے کے لئے مکاتب کی رضا مندی کی ضرورت ہے، جو لمبا چکر ہے ۔اور اگر ہم مدبر بنانے والے کو ضامن بنا دیں تو شریک ساکت کا حصہ آسانی سے مدبر بنانے والے کی طرف منتقل ہو جائے گا ،اس لئے مدبر بنانے والے کو ہی ضامن بنانا بہتر ہے۔

ترجمہ : ٦ اور مدبر بنانے والے کو یہ حق ہے کہ آزاد کرنے والے سے مدبر غلام کی ایک تہائی کا ضمان لے لے،اس لئے کہ آزاد کرنے والے نے مدبر کے حصے کا نقصان پہنچایا ہے،اور ضمان ہلاک کرنے کے مقدار رہتا ہے،اور مدبر کی قیمت خالص

وَجْہٍ ، فَلاَ یَظْھَرُ فِیْ حَقِّ التَّضْمِیْنِ .۷ے وَلْوَالاءُ بَیْنَ الْمُعْتِقِ وَالْمُدَبِّرِ أَثْلاثًا ثُلُثَاہُ لِلْمُدَبِّرِ وَلثُّلُثُ لِلْمُعْتِقِ ل،أَنَّ الْعَبْدَ عَتَقَ عَلَی ھَذَ الْمِقْدَارِ ۸ وَأَذَا لَمْ یَکُنْ التَّدْبِیْرِ مُتَجَزِّیًا عِنْدَھُمَا صَارَ کُلُّہُ مُدَبَّرًا لِلْمُدَبَّرِ وَقَدْ أَفْسَدَ نَصِیْبَ شَرِیْکَیْہِ لِمَا بَیَّنَّاہ فَیَضْمَنُہُ وَلا یَخْتَلِفُ بِالْیَسَارِ وَلْأَعْسَارِ لِأَنَہُ ضَمَانُ تَمَلُّکٍ فَأَشْبَہَ الاسْتِیْلادَ ، بِخَلافِ الْأَعْتَاقِ لِأَنَّہُ ضَمَانُ جِنَایَۃٍ ، وَلْوَلاءُ کُلُّہُ لِلْمُدَبِّرِ وَھَذَا ظَاھِرٌ ،

غلام کی قیمت سے دو تہائی ہوتی ہے، جیسا کہ علماء نے کہا ہے، اور شریک ساکت کو جتنا ضمان دیا ہے وہ ضمان آزاد کرنے والے سے نہیں لے گا، کیونکہ آزاد کرنے والے نے مدبر کی حالت میں آزاد کیا ہے۔

تشریح: خالص غلام کی قیمت ۲۷ درہم ہے اور مدبر کی قیمت ایک تہائی کم ہو کر ۱۸ درہم ہے۔ مثلا زید نے شریک ساکت بکر کو خالص غلام کی ایک تہائی قیمت ۹ درہم ادا کیا تھا، اب زید عمر آزاد کرنے والے سے ایک تہائی غلام کا ضمان لے گا تو یہ خالص غلام کی قیمت ۹ درہم نہیں لے گا، بلکہ یہ مدبر غلام کی ایک تہائی قیمت ۶ چھ درہم وصول کرے گا۔

وجہ: کیونکہ عمر نے جو آزاد کیا ہے وہ خالص غلام کو آزاد نہیں کیا ہے، بلکہ زید نے اس کو مدبر بنا دیا تھا، اور اس کی قیمت ۱۸ درہم ہو چکی تھی تب اس کو آزاد کیا تھا، اس لئے ۱۸ درہم کی تہائی ۶ چھ درہم ہی زید عمر سے وصول کرے گا۔

لغت: لان ملکہ ثبت مستندا، وھذا ثابت من وجہ دون وجہ فلا یظھر فی حق التضمین: یہ ایک منطقی محاورہ ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ زید نے رقم تو ادا کی ہے خالص غلام کی تہائی کی لیکن عمر نے جو آزاد کیا ہے وہ خالص غلام کو آزاد نہیں کیا ہے بلکہ مدبر کی حالت میں آزاد کیا ہے، اس لئے مدبر کی ایک تہائی کا ضامن بنے گا۔

ترجمہ: ۷ے اور غلام کی ولاء آزاد کرنے والے اور مدبر بنانے والے کے درمیان تقسیم ہوگی، دو تہائی مدبر بنانے والے کو ملے گی، اور ایک تہائی آزاد کرنے والے کو ملے گی، اس لئے کہ غلام اسی انداز پر آزاد ہوا ہے۔

تشریح: یہاں مدبر بنانے والے کی جانب سے دو حصے آزاد ہوئے ہیں ایک زید کا اپنا حصہ اور دوسرا شریک ساکت کو ضمان دیکر حصہ لیا تھا وہ حصہ، اس لئے مدبر بنانے والے کو دو حصے ملیں گے، اور آزاد کرنے والے عمر کا ایک حصہ ملے گا، کیونکہ اس کی جانب سے ایک ہی حصہ آزاد ہوا ہے۔

ترجمہ: ۸ اور صاحبین کے نزدیک مدبر ہونے کا ٹکڑا نہیں ہوتا اس لئے پورا غلام مدبر بنانے والے کا مدبر بن جائے گا، اور اس نے اپنے دونوں شریکوں کو نقصان دیا ہے، اس لئے دونوں شریک کا ضامن بنے گا، اور مدبر بنانے والا مالدار ہو یا غریب دونوں حالتوں میں کوئی فرق نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہاں مالک بننے کا ضمان ہے، اس لئے ام ولد بنانے کی طرح ہو گیا، بخلاف آزاد کرنے کے، اس لئے کہ وہاں تو جنایت کرنے کا ضمان ہے، اور ولاء پوری کی پوری مدبر بنانے والے کی ہوگی۔

(۲۲۵۷)و اذا كانت جارية بين رجلين زعم احدهما انها ام ولد لصاحبه و انكر ذالك الاخر فهي موقوفة يوما ، و يوما تخدم للمنكر عند ابي حنيفةؒ و قالا ان شاء المنكر استسعى الجارية في نصف قيمتها ثم تكون حرة لا سبيل عليها

تشریح :صاحبین کا قاعدہ گزرا کہ مدبر بنانا آزاد کرنے کی طرح ہے،یعنی مدبر بنانے میں ٹکڑا نہیں ہوتا،اس لئے جیسے ہی مدبر بنایا تو پورا غلام مدبر بن گیا،اور پورا غلام مدبر بنانے والے زید کا ہوگیا،اب عمر آزاد بھی نہیں کرسکتا۔اب زید پر دونوں شریکوں کا ضمان لازم ہوگا،اواس ضمان کے ذریعہ باقی دونوں حصوں کا مالک بنے گا،اس لئے زید چاہے مالدار ہو یا تنگ دست ہر صورت میں ضمان دینا ہوگا،کیونکہ یہ ضمان تملک ہے،اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ دو شریک میں سے ایک نے باندی سے بچہ پیدا کرکے ام ولد بنالیا تو اس پر دوسرے شریک کا ضمان لازم ہوگا،چاہے ام ولد بنانے والا مالدار ہو یا تنگ دست،اور یہ آدمی دوسرے کے حصے کا بھی مالک بن جائے گا،اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔اور چونکہ پورا غلام مدبر بنانے والے کا ہوگیا،اس لئے پوری ولاء بھی مدبر بنانے والے کو ہی ملے گی۔

ترجمہ :(۲۲۵۷)ایک باندی دو آدمیوں کے درمیان میں ہو،ان میں سے ایک نے یہ گمان کیا کہ یہ دوسرے کی ام ولد ہے،لیکن دوسرے شریک نے اس کا انکار کردیا،تو باندی ایک دن توقف کرے گی اور دوسرے دن انکار کرنے والے شریک کی خدمت کرے گی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک،اور صاحبین نے فرمایا کہ منکر چاہے تو باندی سے اس کی آدھی قیمت کی سعی کرالے پھر وہ آزاد ہوجائے،اقرار کرنے والے کا اس پر کوئی راستہ نہیں ہے،یعنی اقرار کرنے والا سعی نہیں کراسکتا ہے۔

تشریح :یہ دو اصول یاد رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آزادگی کا ٹکڑا ہوسکتا ہے اس لئے اقرار کرنے والے کی جانب سے ام ولد آزاد ہوگی،اور انکار کرنے والے کی خدمت کرے گی،کیونکہ اس کے حق میں ابھی بھی باندی ہے،اور صاحبینؒ کے نزدیک ٹکڑا نہیں ہوگا،اس لئے ام ولد ہونے کی وجہ سے پوری باندی آزاد ہوجائے گی،البتہ انکار کرنے والے کو اپنی قیمت کما کر دے گی۔

اب صورت مسئلہ یہ ہے کہ باندی زید اور عمر کے درمیان مشترک تھی،زید نے اقرار کیا کہ عمر نے اس باندی کو اپنا ام ولد بنالیا ہے،اور عمر اس کا انکار کرتا ہے۔اب ابوحنیفہؒ کے نزدیک،انکار کرنے والے کا حصہ باندی رہے گی اس لئے اس کی خدمت کرے گی،اور اقرار کرنے والے نے جب یہ کہا کہ دوسرے نے ام ولد بنایا ہے تو گویا کہ اس نے یہ کہا کہ یہ آزاد ہوچکی ہے اس لئے باندی اقرار کرنے والے کی خدمت نہیں کرے گی اس کی باری میں وہ بیٹھی رہے گی اور انکار کرنے والے کے حصے میں اس کی خدمت کرے گی۔اور صاحبین کے یہاں پوری باندی آزاد ہوجائے گی،البتہ انکار کرنے والے کا حصہ کما کر دے گی،اور اقرار

۱؎ لهما انه لما لم يصدقه صاحبه انقلب اقرار المقر عليه كانه استولد ها فصار كما اذا اقر المشترى على البائع انه اعتق المبيع ابل البيع يجعل كانه اعتق كذا هذا فيمتنع الخدمة ، و نصيب المنكر على ملكه فى الحكم فيخرج الى الاعتاق بالسعاية ، كام ولد النصرانى اذا اسلمت ، ۲؎ و لابى حنيفةؒ ان المقر لو صدق كانت الخدمة كلها للمنكر ، و لو كذب كان له نصف الخدمة فيثبت ما هو المتيقن به و هو النصف ، و لا خدمة للشريک الشاهد و لا استسعاء لانه يتبرأ عن جميع ذالک بدعوى الاستيلاد و الضمان ،

کرنے والے کو کچھ بھی نہیں دے گی، کیونکہ اس نے آزاد ہونے کا اقرار کرلیا ہے۔

ترجمہ :۱؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب شریک نے ام ولد بنانے کی تصدیق نہیں کی تو اقرار کرنے والے ہی پر اقرار پلٹ جائے گا [یعنی اسی کا حصہ آزاد ہو جائے گا] گویا کہ اس نے ہی باندی کو ام ولد بنایا، جیسے کہ مشتری نے بائع کے بارے میں اقرار کیا ہو کہ اس نے بیچنے سے پہلے آزاد کیا ہے، تو ایسا کر دیا جائے گا گویا کہ مشتری نے ہی آزاد کیا، ایسے ہی یہاں ہوگا، اس لئے اقرار کرنے والے کی خدمت نہیں کرے گی، اور انکار کرنے والے کا حصہ حکم کے اعتبار سے اس کی ملکیت پر ہے اس لئے کما کر کے آزاد ہوگی۔

تشریح :عبارت تھوڑی پیچیدہ ہے۔ یہ صاحبینؒ کی جانب سے دلیل عقلی ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب شریک نے مقر کی بات کا انکار کر دیا، تو یہ بات خود مقر پر لوٹ آئی، اور ایسا ہو گیا کہ خود اقرار کرنے والے نے باندی کو ام ولد بنائی، یعنی مقر کے حق میں باندی آزاد ہو گئی، اس کی ایک مثال دیتے ہیں، مشتری نے یہ اقرار کیا کہ بائع نے بیچنے سے پہلے اس غلام کو آزاد کیا ہے، اور بائع اس کا انکار کرتا ہے، تو بائع کے حق میں غلام آزاد نہیں ہوگا، لیکن مشتری کے حق میں آزاد ہو جائے گا، اور یہ بات خود مشتری پر لوٹ آئے گی، اسی طرح یہاں خود اقرار کرنے والے کے حق میں باندی ام ولد بنے گی اور باندی اس کے حق آزاد ہو جائے گی، جو منکر ہے اس کے حق میں ملکیت رہے گی، اور سعی کر کے جان چھڑائے گی۔ اس کی بھی ایک مثال دیتے ہیں، جیسے نصرانی کی ام ولد مسلمان ہو جائے تو وہ اب نصرانی کی ملکیت میں نہیں رہ سکتی، البتہ اپنی قیمت سعی کر کے دے گی اور جان چھڑائے گی ایسے ہی یہاں ہوگا۔

ترجمہ :۲؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اگر اقرار کرنے والا سچا ہو تو پوری خدمت منکر کے لئے ہوگی، اور جھوٹا ہو تو آدھی خدمت ہوگی، اس لئے جو یقینی ہے وہ ثابت ہوگا، اور وہ ہے آدھی خدمت، اور جس شریک نے گواہی دی ہے اس کے لئے نہ خدمت ہوگی اور نہ سعی ہوگی اس لئے کہ دوسرے کے لئے ام ولد کا دعوی کر کے، اور اس پر ضمان کا دعوی کر کے ان دونوں چیزوں

۳ و الاقرار باموميۃ الولد يتضمن الاقرار بالنسب و هذا امر لازم و لا يرتد بالرد ، فلا يمكن ان يجعل المقر كالمستولد ،

(۲۲۵۸)و ان كانت ام ولد بينهما فاعتقها احدهما و هو موسر فلا ضمان عليه عند ابی حنيفۃ و قالا يضمن نصف قيمتها ۱ لان ماليۃ ام الولد غير متقومۃ عنده و متقومۃ عند هما ، و على هذا الاصل تبتنی عدة من المسائل ، وردناها فی كفايۃ المنتهى ،

سے برائت ظاہر کردی ہے۔

تشریح : یہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے دلیل ہے۔اقرار کرنے والا اگر سچا ہو کہ یہ باندی میرے شریک کی ام ولد بن گئی ہے ،تو اقرار کرنے والے کی خدمت نہیں ہوگی ، پوری خدمت منکر کی ہو جائے گی کیونکہ پوری ام ولد منکر کی ہو چکی ہے۔اور اگر وہ اس دعوی میں جھوٹا ہو تو آدھی خدمت تو منکر کے لئے ہوگی ہی ،اس لئے یقینی والی جو صورت ہے کہ آدھی خدمت منکر کی ہو وہی ہوگی۔اور مقر نے منکر کے لئے ام ولد کا دعوی کیا تو گویا کہ اس پر ضمان کا بھی دعوی کیا اور اس کے ضمن میں یہ کہا کہ میں باندی سے سعی بھی نہیں کروں گا اور خدمت بھی نہیں لوں ، مجھے تو ضمام چاہئے اس لئے وہ نہ اپنے حصے کی سعی کرا سکتا ہے اور نہ خدمت لے سکتا ہے۔

ترجمہ :۳ اور دوسرے کے لئے ام ولد کا اقرار کرنا نسب کے اقرار کرنے کو بھی شامل ہے،اور یہ امر لازم ہے،رد کرنے سے بھی رد نہیں ہوتا تو ایسا کرنا ممکن نہیں ہے کہ اقرار کرنے والے نے ہی ام ولد بنالیا۔

تشریح : یہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے صاحبینؒ کو جواب ہے۔انہوں نے کہا تھا کہ منکر نے جب انکار کیا تو ایسا شمار کیا جائے گا کہ خود اقرار کرنے والے نے ہی باندی کو ام ولد بنالیا۔اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ،جب شریک کے لئے ام ولد ہونے کا اقرار کیا تو اس کے ضمن میں یہ بھی اقرار کیا کہ اس کے بچے کا نسب شریک سے ثابت ہوگا ،اور شریک کے رد کرنے سے یہ رد بھی نہیں ہوتا اس لئے یہ باندی مقر کی ام ولد نہیں بن سکتی۔

ترجمہ :(۲۲۵۸)اگر دو آدمیوں کے درمیان ام ولد ہو، پھر ان میں سے ایک نے آزاد کر دیا،اور وہ مالدار تھا تب بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر ضمان نہیں ہوگا،اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ آدھی قیمت کا ضمان دینا ہوگا۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ام ولد کی قیمت نہیں لگائی جا سکتی ،اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کی قیمت لگتی ہے،اور ان دو اصولوں پر بہت سارے مسائل متفرع ہیں،جن کو میں نے کفایۃ المنتہی میں ذکر کیا ہے۔

تشریح: یہاں دو اصول یاد رکھیں تب مسئلہ سمجھ میں آئے گا۔

۲ وجه قولهماانها منتفع بهاوطياواجارة واستخداماوهذاهودلالة التقوم،وبامتناع بيهالايسقط تقومهاكمافى المدبر،۳الا ترى ان ام ولدالنصرانى اذا اسلمت عليها السعاية و هذا آية التقوم ،

اصول:امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ام ولد کی قیمت نہیں لگتی،اس لئے آزاد کرنے والے پر اس کی قیمت ہی لازم نہیں ہوگی۔

وجہ :(۱) بچہ پیدا کرنے کی وجہ سے ام ولد آقا کی جز بن گئی ہے اس لئے آقا کی زندگی میں اس میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے(۲) آقا کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہو جائے گی ۔(۳) یہی وجہ ہے کہ آقا مقروض ہو تب بھی اس کے مرنے کے بعد مقروض کے لئے سعی نہیں کرے گی (۴) ام ولد بیچی نہیں جا سکتی۔ان چار وجہ سے ام ولد کی کوئی قیمت نہیں لگتی،اس لئے آزاد کرنے والا مالدار ہو تب بھی اس پر شریک کا ضمان لازم نہیں ہوگا

اصول:صاحبینؒ کے نزدیک ام ولد کی قیمت لگتی ہے،اس لئے آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اپنے شریک کا ضمان لازم ہوگا۔

وجہ :(۱)ام ولد سے وطی کی جاتی ہے،اس سے خدمت لی جاتی ہے،اس کو اجرت پر رکھی جاتی ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی قیمت لگے گی،اس لئے آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اس پر شریک کا ضمان لازم ہوگا۔

تشریح :مسئلہ: دو آدمیوں کے درمیان ایک باندی تھی،اس کو بچہ پیدا ہوا تو دونوں نے دعوی کیا کہ یہ بچہ میرا ہے،کسی ایک کے لئے گواہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ باندی دونوں کی ام ولد قرار پائی،اور دونوں سے بچے کا نسب ثابت ہو گیا،ایسے میں ایک شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا،تو اس کے مالدار ہونے کے باوجود بھی اس پر شریک کا ضمان لازم نہیں ہوگا،کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ام ولد کی کوئی قیمت ہی نہیں لگتی ہے،اس لئے ضمان کا اندازہ کس طرح لگائیں۔اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کی قیمت لگتی ہے اس لئے شریک کا ضمان اس پر لازم ہوگا۔

ترجمہ :۲ صاحبین کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ام ولد سے وطی کی جاتی ہے،اجرت پر رکھی جاتی ہے،خدمت لی جاتی ہے،یہ اس کے قیمت لگنے کی دلیل ہے،اور بیچنا ممنوع ہے یہ اس کی قیمت لگنے کو ساقط نہیں کرتا،جیسا کہ مدبر کو بیچ نہیں سکتے،لیکن اس کی قیمت لگتی ہے۔

تشریح :صاحبینؒ کے یہاں ام ولد کی قیمت لگتی ہے اس کی دلیل ہے،کہ ام ولد سے وطی کی جاتی ہے،اس کو اجرت پر رکھی جاتی ہے،اس سے خدمت لی جاتی ہے،یہ سب دلیل ہے کہ ام ولد کی قیمت لگتی ہے،باقی رہا کہ ام ولد کو بیچ نہیں سکتے تو مدبر کو بھی بیچ نہیں سکتے،حالانکہ اس کی قیمت لگتی ہے،اس لئے ام ولد کی بھی قیمت لگے گی۔

ترجمہ :۳ کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ نصرانی کی ام ولد اگر مسلمان ہو جائے تو اس پر کما کر دینا ہے،اس لئے یہ اس کی قیمت لگنے کی علامت ہے۔

۴؎ غير ان قيمتها ثلث قيمها قنة على ما قالوا لفوات منفعة البيع ، و السعاية بعد الموت ، بخلاف المدبر لان الفائت منفعة البيع ، اما السعاية و الاستخدام فباقيان . ۵؎ و لابی حنيفةؒ ان التقوم بالاحراز و هی محرز للنسب لا للتقوم ،و الاحراز للتقوم تابع ، ولهذا لا تسعى لغريم و لا لوارث ، بخلاف المدبر ، و هذا لان السبب فيها متحقق فی الحال و هو الجزئية الثابتة بواسطة الولد على ما عرف فی حرمة المصاهرة ،

تشریح :یہ بھی صاحبین کی دلیل ہے کہ نصرانی کی ام ولد مسلمان ہوجائے تو ام ولد پر اپنی قیمت کما کر دینا ہوتا ہے تب وہ آزاد ہوتی ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ام ولد کی قیمت لگتی ہے۔

ترجمہ :۴؎ یہ اور بات ہے کہ ام ولد کی قیمت خالص باندی کی قیمت سے ایک تہائی ہوتی ہے، جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے، کیونکہ بیچنے کی منفعت اور آقا کے مرنے کے بعد کما کر دینے کی منفعت ختم ہوگئی، بخلاف مدبر کے بیچنے کی منفعت ختم ہے، لیکن سعی کر کے دینا اور خدمت لینا باقی ہیں۔

تشریح :ام ولد کی قیمت باندی کی قیمت سے تہائی رہ جاتی ہے، مثلا باندی کی قیمت تین ہزار ہے تو ام ولد کی قیمت ایک ہزار ہوگی، اور مدبر کی قیمت دو تہائی باقی رہتی ہے۔

وجہ :باندی میں تین قسم کی منفعت ہے، [۱] بیچنا، [۲] آقا کے مرنے کے بعد اپنی قیمت کما کر مقروض کو دینا، [۳] اور خدمت کرنا، جس میں شامل ہے۔ ام ولد کو نہ بیچ سکتا ہے، اور نہ آقا کے مقروض کو کما کر دیگی، صرف آقا کی زندگی میں خدمت کرے گی ،اس لئے اس کی قیمت ایک تہائی رہ جاتی ہے۔ اور مدبر میں دو منفعت باقی رہتی ہے، خدمت کرنا اور آقا کے مرنے کے بعد اگر وہ مقروض ہے تو اس کے قرض خواہ کو اپنی قیمت کما کر دینا، البتہ اس کو بیچ نہیں سکتا، تو چونکہ اس میں دو منفعت ہیں اس لئے اس کی قیمت دو تہائی باقی رہتی ہے۔ ام ولد، اور مدبر میں یہ فرق ہے۔

ترجمہ :۵؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ قیمت لگانا اس کو محفوظ کرنے کے لئے ہے، اور ام ولد نسب کے لئے محفوظ ہے، قیمت لگانے کے لئے نہیں، قیمت لگانا یہ تابع ہے اسی لئے وہ آقا کے قرض خواہوں کے لئے سعی کر کے نہیں دے گی، اور نہ وارث کے لئے کمائے گی، بخلاف مدبر کے [کہ قرض خواہوں کے لئے کمائے گا]، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ام ولد میں ابھی بھی آزادگی کا سبب متحقق ہو گیا ہے اور وہ بچہ پیدا ہونا ہے، جیسا کہ حرمت مصاحرہ میں معلوم ہوا۔

لغت :التقوم بالاحراز: احراز کا ترجمہ ہے محفوظ کرنا۔ التقوم بالاحراز: کا ترجمہ ہے غلام بیچ کر اس کی قیمت محفوظ رکھی جائے، اور آدمی مالدار بنے۔ محرز للنسب: اس کا مطلب یہ ہے کہ ام ولد بچہ پیدا کرنے کے لئے اور نسب ثابت کرنے کیلئے محفوظ رکھی جاتی ہے۔

٦ الا انه لم يظهر عمله فی حق الملک ضرورة الانتفاع فعمل السبب فی اسقاط التقوم ،٧ و فی المدبر ينعقدالسبب بعدالموت، وامتناع البيع فيه لتحقق مقصوده فافترقا، ٨ و فی ام ولد النصرانی قضينابمكاتبتهاعليه د فعاللضررمن الجانبين ،و بدل الكتابة لايفتقروجوبه الی التقوم.

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ام ولد نسب کے لئے ،اور بچہ پیدا کرنے کے لئے محفوظ ہے، قیمت کے لئے محفوظ نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ آقا کے مرنے کے بعد یہ اس کے قرض خواہوں کو کما کر نہیں دے گی۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ ام ولد سے بچہ پیدا کیا تو یہ باندی آقا کی جز بن گئی اور آقا کی زندگی ہی میں آزاد ہونے کا سبب بن گیا، اس لئے اس کی قیمت نہیں لگ سکتی ،اور مدبر میں آقا کے مرنے کے بعد آزادگی آئے گی ،اس لئے ابھی اس کی قیمت لگ سکتی ہے۔

ترجمہ :٦ مگر ابھی اس کا عمل ظاہر نہیں ہوگا، کیونکہ باندی سے ابھی نفع حاصل کرنا ہے، اس لئے اس سبب نے قیمت لگانے کو ساقط کر دیا۔

تشریح : قاعدے کے اعتبار سے ام ولد آقا کی زندگی میں آزاد ہو جانی چاہئے ، کیونکہ وہ آقا کا جز بن چکی ہے، لیکن چونکہ ابھی اس سے بچہ پیدا کرنا ہے ،اور اس سے وطی کرنا ہے، اس لئے ابھی آزادگی نہیں آئے گی ، البتہ اس کی قیمت لگانا ممنوع ہو جائے گا۔

ترجمہ :اور مدبر میں آزاد ہونے کا سبب آقا کے موت کے بعد ہے، لیکن ابھی اس کو بیچنا اس لئے ممنوع ہے کہ اس میں موت کے بعد آزادگی آسکے، اس لئے ام ولد میں اور مدبر میں فرق ہو گیا۔

تشریح: مدبر میں آزاد ہونے کا سبب آقا کی موت کے بعد ہے، البتہ ابھی اس کو بیچنا اس لئے ممنوع قرار دکہ وہ بعد میں آزاد ہو سکے۔

ترجمہ :٨ اور نصرانی کی ام ولد میں ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ مکاتبہ بن جائے تا کہ دونوں جانب سے نقصان نہ ہو، اور بدل کتابت میں ضروری نہیں ہے کہ اس کی قیمت لگے۔

تشریح :یہ صاحبین کو جواب ہے، نصرانی کی ام ولد مسلمان ہو جائے تو اس پر اپنی قیمت کو کما دینا پڑتا ہے، تا کہ نصرانی کو قیمت مل جائے اور اس کا کوئی نقصان نہ ہو، اور ام ولد بھی آزاد ہو جائے ، تا کہ اسکا بھی نقصان نہ ہو۔ اور اس ام ولد کو مکاتبہ کے درجے میں رکھ دیا، اور مکاتبہ کے درجے میں رکھنے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کی قیمت لگے۔ اور جب اس کی قیمت نہیں لگی تو جس شریک نے آزاد کیا اس پر شریک ساکت کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔

باب عتق احد العبدين

(۲۲۵۹) وَمَنْ كَانَ لَهُ ثَلاثَةُ أَعْبُدٍ دَخَلَ عَلَيْهِ اثْنَانِ فَقَالَ : أَحَدُكُمَا حُرٌّ ثُمَّ خَرَجَ وَاحِدٌ وَدَخَلَ آخَرُ فَقَالَ أَحَدُكُمَا حُرٌّ ثُمَّ مَاتَ وَلَمْ يُبَيِّنْ عِتْقَ مِنَ الَّذِىْ أُعِيْدَ الْقَوْلُ ثَلاثَةُ أَرْبَاعِهِ وَنِصْفُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ الْآخَرَيْنِ عِنْدَ أَبِىْ حَنِيْفَةَ وَأَبِىْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَذٰلِكَ أَلَّا فِى الْعَبْدِ الْآخَرِ فَأَنَّهُ يُعْتِقُ رُبُعُهُ ۝۱ أَمَّا الْخَارِجُ فِلَأَنّ الْأَنَّ الْأَجَابِ الْأَوَّلَ دَائِرٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَا لثَّابِتِ ، وَهُوَا لَّذِى أُعِيدَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ فَأَوْجَبَ عِتْقَ رَقَبَةٍ بَيْنَهُمَا لِا سْتِوَائِهِمَا فَيُصِيْبُ كُلًّا مِنْهُمَا النَّصِيْفُ، غَيْرَ أَنَّ الثَّابِتَ اسْتَفَادَ بِا الْأَيْجَابِ الثَّانِىْ رُبُعًا آخَرَ لِأَنَّ الثَّانِىْ دَئِرٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الدَّاخِلِ ، فَيَتَنَصَّفُ بَيْنَهُمَا ،

باب عتق احد العبدین

ترجمہ :(۲۲۵۹)کسی تین غلام تھے،اس آقا کے سامنے دوآئے تو آقا نے کہاتم دونوں میں سے ایک آزاد ہے، پھر ایک غلام نکل کر چلا گیا،اور دوسرا غلام آیا،آقا نے پھر کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے، پھر بیان کئے بغیر آقا کا انتقال ہو گیا، جس پر دومرتبہ آزاد کیا اس کی تین چوتھائی آزاد ہوئی ،اور باقی دوغلاموں کا آدھا آدھا آزاد ہوا، یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے،اور امام محمدؒ کے نزدیک بھی ایسے ہی ہے،البتہ آخری غلام کی بھی ایک چوتھائی ہی آزاد ہوگا۔

تشریح : مثلا خالد کے تین غلام تھے،زید،عمر،اور بکر۔زید اور عمر گھر میں تھے کہ خالد نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے، پھر زید نکل کر چلا گیا،اور بکر داخل ہوا، پھر خالد نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے،اور بیان کئے بغیر خالد کا انتقال ہو گیا،تو زید کا آدھا آزاد ہوگا،اور بکر کا بھی آدھا آزاد ہوگا،اور عمر کا پورا آزاد ہونا چاہئے ،لیکن اس کا آدھا پہلے آزاد ہوا ،اور دوسری مرتبہ کہنے سے اس کی چوتھائی آزاد ہوگی ،اس طرح دومرتبہ مل کر تین چوتھائی آزاد ہوگی ۔

وجہ : پہلی مرتبہ ,احدکما حر، کہنے سے عمر کا آدھا آزاد ہو چکا تھا،اس لئے دوسری مرتبہ آدھے کا آدھا،یعنی ایک چوتھائی ہی آزاد ہوگی،اس طرح دومرتبہ میں مل کر تین چوتھائی آزاد ہوگی۔اور زید اور بکر کا آدھا آدھا آزاد ہوگا۔تفصیل آگے دیکھیں۔

ترجمہ:۱ صورت حال یہ ہے کہ پہلا ایجاب نکلنے والے کے درمیان اور ثابت رہنے والے کے درمیان ہے[ثابت رہنے والا وہی ہے جس پر دومرتبہ احدکما حر، کہا،تو دونوں کے درمیان ایک غلام آزاد ہوا، کیونکہ دونوں برابر ہیں،اس لئے دونوں کو آدھی آدھی آزادگی ملے گی۔

٢ غَيْرَ أَنّ الثَّابِتَ اسْتَحَقَ نِصْفَ الْحُرِّيَّةُ بِا الْأَيْجَابِ الْاَوَّلَ فَشَا عَ النِّصْفُ الْمُسْتَحَقُّ بِا الثّانِيُ فِيُ نِصْفَيْهِ ، فَمَا آصَابَ الْمُسْتَحَقَ بِا لْأَوَّلِ لغَا ، وَمَا أَصَابَ الْفَارِغَ بَقِيَ فَيَكُوْنُ لَهُ الرُّبُعُ فَتَمَّتْ لَهُ ثَلاثَةُ الْأَرْبَاعِ ٣ وَلِأَنَّهُ لَوْأُرِيْدَ هُوَ بِا الثَّانِيُ يُعْتِقُ نِصْفَهُ ، وَلَوْأُرِيْدَ بِهِ الدَّاخِلُ لَا يُعْتِقُ هَذَا النَّصْفُ فَيَنْتَصِفُ فَيُعْتِقُ مِنْهُ الرُّبُعُ بِاالثَّانِيُ وَالنَّصْفُ بِا لْأَوَّلِ ، ٤ وَأَمَّا الدَّاخِلُ فَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَقُوْلُ لَمَّا دَارَ الْأَيْجَابُ الثَّانِيُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الثّابِتَ وَقَدْ أَصَابَ الثَّابِتَ مِنْهُ الرُّبُعُ فَكَذَالِکَ يُصِيْبُ الدّاخِلَ

تشریح : زیداور عمر کے درمیان احد کما حر کہا تو دونوں کو آدھی آدھی آزادگی مل گئی ،اور عمر اور بکر کے درمیان احد کما حر کہا تو بکر کو آدھی آزادگی مل گئی ،اور اس مرتبہ عمر کو چوتھائی آزادگی ملی ،اور دونوں مرتبہ کی آزادگی مل کر اس کی تین چوتھائی آزادگی بن گئی۔

ترجمه :٢ یہ اور بات ہے کہ جو برقرار رہا اس کو دوسری مرتبہ احد کما حر، کہنے میں چوتھائی مل گئی[تو اس کی تین چوتھائی بن گئی] اس لئے کہ دوسری مرتبہ احد کما حر کہا تو وہ ثابت کے درمیان اور داخل ہونے والے کے درمیان ہے اس لئے اس کا بھی آدھا ہوگا۔پس جو مستحق اول پر پڑا وہ بیکار ہو گیا ،اور جو فارغ حصے کو پڑا وہ باقی رہا اس لئے اس مرتبہ اس کو چوتھائی ملی ،اب اس کے لئے تین چوتھائی پوری ہوگئی۔

تشریح : یہ عبارت دوسری مرتبہ ایک چوتھائی آزاد ہونے کی دلیل ہے، عمر کو دوسری مرتبہ بھی آدھا ملا تھا،لیکن یہ آدھا اس کے آزاد حصے پر بھی پڑا اور اس کے غلام حصے پر بھی پڑا ، جو آزاد حصے پر پڑا وہ لغو ہو گیا اور جو غلام حصے پر پڑا وہ آزاد ہو گیا ،اس لئے آدھے کا آدھا چوتھائی ہی ملی۔

ترجمه :٣ اور اس لئے کہ دوسری مرتبہ احد کما حر، بولنے سے عمر ہی مراد ہو تو اس کا آدھا ہی آزاد ہوگا[کیونکہ آدھا پہلے آزاد ہو چکا ہے،اور اگر بکر مراد ہو تو عمر کا آدھا آزاد نہیں ہوگا ،اس لئے آدھے کا بھی آدھا کر دیا جائے اور دوسری مرتبہ کے ایجاب سے چوتھائی آزاد ہو،اور پہلی مرتبہ کے ایجاب سے آدھا آزاد ہوا ہے[اس لئے مل کر تین چوتھائی ہوئی]

تشریح : چوتھائی آزاد ہونے کی یہ دوسری دلیل ہے، دوسری مرتبہ,احد کما حر، کہنے سے عمر ہی مراد ہو، تو اس کا آدھا پہلے آزاد ہو چکا ہے ،اس لئے باقی آدھا ہی آزاد ہوگا ،اور یہ آدھا دو آدمیوں کے درمیان میں تقسیم ہو جائے گا اس لئے عمر کے حق میں چوتھائی ہی رہی۔

ترجمه :٤ جو بعد میں داخل ہونے والا بکر ہے تو امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ دوسری مرتبہ احد کما حر کہنے سے ثابت کو چوتھائی ملے گی تو داخل کو بھی چوتھائی ہی ملے گی ،اور[بکر کی بھی چوتھائی آزاد ہوگی۔

تشریح : پہلے گزرا کہ عمر جو ثابت تھا اس کو چوتھائی آزادگی ملی تھی تو جو داخل ہو رہا ہے، یعنی بکر اس کو بھی چوتھائی ہی ملے گی اور

۵؎ وَهُمَايَقُوْلَانِ أَنَّهُ دَائِرٌ بَيْنَهُمَا، وَقَضِيَّتُهُ التَّنْصِيفُ وَأَنَّمَا نَزَلَ أَلَى الرُّبُعِ فِيْ حَقِّ الثّابِتِ لاِ سْتِحْقَاقِهِ النِّصْفَ بِاالْأَيْجَابِ الْأَوَّلِ كَمَا ذَكَرْنَا ،وَلَا اسْتِحْقَاقِ لِلدَّا خِلِ مِنْ قَبْلُ فَيَثْبُتُ فِيْهِ النَّصْفُ. قَالَ (۲۲۶۰) فَأَنْ كَانَ الْقَوْلُ مِنْهُ فِيْ الْمَرَضِ قَسَّمَ الثُّلُثَ عَلىٰ هٰذَا ۱؎ وَشَرْحُ ذٰلِكَ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ سِهَامَ الْعِتْقِ وَهِيَ سَبْعَةٌ عَلَى قَوْلِهِمَا لِأَنَّا نَجْعَلُ كُلَّ رَقَبَةٍ عَلَى أَرْبَعَةٍ لِحَا جَتِنَا أَلَى ثَلَاثَةِ الْأَرْبَاعِ فَنَقُوْلُ:يَعْتِقُ مِنْ الثَّابِتِ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ وَمِنَ الْآخِرَيْنِ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا سَهْمَانِ فَيَبْلُغُ سِهَامُ الْعِتْقِ سَبْعَةً ،وَالْعِتْقُ فِيْ مَرَضِ الْمَوْتِ وَصِيَّةٌ وَمَحَلُّ نَفَاذِهَا الثُّلُثُ، فَلَا بُدَّ أَنْ يُجْعَلَ سِهَامُ الْوَرَثَةِ ضِعْفَ ذٰلِكَ فَيَجْعَلَ كُلُّ رَقَبَةٍ عَلَى سَبْعَةٍ وَجَمِيْعُ الْمَالِ أَحَدٌ وَعِشْرُوْنَ فَيَعْتِقُ مِنْ الثَّابِتِ ثَلَاثَةٌ وَيَسْعَى فِيْ أَرْبَعَةٍ وَيَعْتِقُ مِنْ الْبَاقِيَيْنِ مِنْ كُلٍّ، مِنْهُمَا سَهْمَانِ وَيَسْعٰى فِيْ خَمْسَةٍ ،

اس کی بھی چوتھائی ہی آزاد ہوگی۔

ترجمہ ۵؎ :امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسفؒ اس کا جواب دیتے ہیں کہ ایک پورے غلام کی آزادگی دوآدمیوں کے درمیان میں ہے اس لئے بکر کو آدھا ملنا چاہئے ،اور ثابت کے بارے میں چوتھائی آئی ہے وہ اس بنا پر کہ اس کا آدھا پہلے آزاد ہو چکا ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ،اور جو داخل ہونے والا ہے اس کو پہلے کچھ نہیں ملا ہے اس لئے اس کو آدھا ملے گا۔

تشریح :یہ شیخینؒ کی جانب سے امام محمدؒ کو جواب ہے۔کہ احد کما حر سے ایک پورا غلام آزاد ہوگا،اس لئے آدھا بکر کو ملے گا۔اور آدھا عمر کو ملنا چاہئے ،لیکن عمر کا پہلے آدھا آزاد ہو چکا ہے،اس لئے اس کو چوتھائی ملی ،تاہم بکر آدھا ہی ملنا چاہئے۔

ترجمہ :(۲۲۶۰)اور اگر یہی بات مرض الموت کی حالت میں کہی تو اوپر کے حساب پر تہائی کو تقسیم کی جائے گی۔

ترجمہ :۱؎ اس کی شرح یہ ہے کہ آزادگی کے سب حصوں کو جمع کیا جائے گا ،اور وہ شیخینؒ کے قول پر سات حصے ہیں،اس لئے ہر غلام کے چار حصے کئے جائیں گے، کیونکہ ہم کو تین چوتھائی کی ضرورت ہے،اور ہم کہتے ہیں کہ جو ثابت رہا اس کی تین چوتھائی آزاد ہوئی ،اور دوسرے دو کے دو دو حصے، پس آزاد ہونے کے حصے سات ہو گئے ،اور مرض الموت میں آزاد کرنا وصیت ہے ،اور اس کے نفاذ کا محل تہائی ہے،اسلئے ورثہ کے حصے کو اس کا تین گنا حصہ کر دیا جائے گا،اس لئے ہر غلام کو سات سات حصوں پر تقسیم کر دیا جائے گا،اور تمام مال اکیس حصے قرار دیا جائے گا، پس جو ثابت رہا اس کا سات میں تین حصے آزاد ہوئے ،اور باقی چار حصوں کی سعی کرے گا،اور باقی دونوں غلاموں کے دو دو حصے آزاد ہوئے ،اور پانچ پانچ حصوں کی سعی کرے گا، پس اگر آپ غور کریں گے اور جمع کریں گے،تو اکیس سے دو تہائی اور دو تہائی کا مسئلہ صحیح آئے گا۔

٢؎ فَـأَذَا تَـأَمَّلْتَ وَجَمَعْتَ اسْتَقَامَ الثُّلُثُ وَالثُلُثَانِ . ٣؎ وَعِنْـدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ يُجْعَلُ كُلُّ رَقَبَةٍ عَلٰى سِتَّةٍ لِأَنَّـهُ يَعْتِـقُ مِـنْ لِّدَاخِلِ عِنْدَهُ سَهْمٌ فَنَقَصَتْ سِهَامُ الْعِتْقِ بِسَهْمٍ وَصَارَ جَمِيْعُ الْمَالِثَمانِيَةَ عَشَرَ ،وَبَاقِي التَّخْرِيْجِ مَامَرَّ

اصول: اصول یہ ہے کہ مرض الموت میں پورا مال وصیت کرے تو ایک تہائی ہی میں نافذ ہوتی ہے، اور باقی دو تہائی ورثہ میں تقسیم ہوتی ہے۔

تشریح: مسئلہ اوپر کا ہی ہے، تین غلام تھے زید، عمر، بکر۔

دو غلام زید اور عمر کمرے میں تھے انکو ,احدکما حر، کہا، پھر زید چلا گیا، اوتیسرا غلام بکر کمرے میں داخل ہوا، پھر کہا، احدکما حر، تم دونوں میں سے ایک آزاد ہو، اور یہ بات آقا نے اپنے مرض الموت میں کہی، تو پہلے جتنا آزاد ہوا تھا اس کی دو تہائی کم ہو جائے گی، اور ایک ہی تہائی آزاد ہوگی۔ اور مسئلہ اس طرح بنے گا

پہلے مسئلہ ٤ سے چلائیں، کیونکہ جو غلام عمر ثابت اور برقرار رہا اس کی تین چوتھائی آزاد ہوگی، اس لئے مسئلہ چار سے چلے گا، زید کا آدھا آزاد ہوا یعنی چار میں سے دو حصے آزاد ہوئے، اور عمر کی تین چوتھائی، یعنی چار میں سے تین حصے آزاد ہوئے، اور بکر کے چار میں سے دو حصے آزاد ہوئے، اب سب ملا کر آزاد شدہ حصے ٢+٣+٢=٧ سات حصے ہوئے۔

اب تینوں غلاموں میں سات سات حصے بنائیں تو ٧×٣=٢١، اکیس حصے ہوئے، اس اکیس حصوں میں ١٤ چودہ حصے آزاد نہیں ہوں گے اور سات حصے ہی آزاد ہوں گے۔

۔اور حساب اس طرح بنے گا۔

زید کا سات میں سے دو حصے آزاد ہوئے، اور باقی پانچ حصوں کو کما کر ورثہ کو دیں گے۔

عمر کا سات میں سے تین حصے آزاد ہوئے، اور باقی چار حصوں کو کما کر ورثہ کو دیں گے۔

بکر کا سات میں سے دو حصے آزاد ہوئے، اور باقی پانچ حصوں کو کما کر ورثہ کو دیں گے۔

ترجمہ: ٢؎ اذا تاملت و جمعت استقام الثلث و الثلثان: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ آپ ٢١ حصوں کو جمع کریں گے اور غور کریں گے تو اس سے دو تہائی، اور ایک تہائی کا حساب صحیح بیٹھے گا۔

ترجمہ: ٣؎ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر غلام کا چھ چھ حصے کیا جائے گا، اس لئے کہ جو بعد میں داخل ہوا ہے اس کا ایک حصہ ہی آزاد ہوا ہے، اس لئے سات میں سے ایک حصہ کم ہوگا، اور تمام مال کا ١٨ حصے ہوں گے، اور باقی حساب اوپر کی ہی طرح ہوگا۔

تشریح: امام محمدؒ کے نزدیک تیسرے غلام کی ایک چوتھائی آزاد ہوئی تھی اس لئے انکے یہاں مسئلہ ٦ سے بنے گا۔ زید چار

(۲۲۶۱) وَلَوْ كَانَ هَذَا فِي الطَّلَاقِ وَهُنَّ غَيْرُه مَدْخُولَاتٍ وَمَاتَ الزَّوْجُ قَبْلَ الْبَيَانِ سَقَطَ مِنْ مَهْرِ الْخَارِجَةِ رُبُعُهُ وَمِنْ مَهْرِ الثَّابِتَةِ ثَلَاثَةُ أَثْمَانِهِ وَمِنْ مَهْرِ الدَّاخِلَةِ ثُمُنُهُ ﴿ا﴾ قِيلَ هَذَا قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ خَاصَّةً ، وَعِنْدَهُمَا يَسْقُطُ رُبُعُهُ ،وَقِيلَ هُوَ قَوْلُهُمَا أَيْضًا ، وَقَدْذَكَرْنَا الْفَرْقَ وَتَمَامَ تَفْرِيعَاتِهَا فِي الزِّيَادَاتِ .

میں سے۲ حصے،عمر کے چار میں سے۳ حصے،اور بکر کا چار میں سے ایک حصہ،اس طرح سب ملا کر ٦ حصے ہوئے ،اور تینوں غلاموں کے چھ چھ حصے بنائیں تو کل اٹھارہ ۱۸ حصے بنیں گے۔حساب اس طرح ہوگا

زید کا چھ میں سے دو حصے آزاد ہوئے،اور باقی چار حصوں کو کما کر ورثہ کو دیں گے۔

عمر کا چھ میں سے تین حصے آزاد ہوئے،اور باقی تین حصوں کو کما کر ورثہ کو دیں گے۔

بکر کا چھ میں سے ایک حصہ آزاد ہوا،اور باقی پانچ حصوں کو کما کر ورثہ کو دیں گے۔

اس طرح مجموعی غلاموں کے چھ حصے آزاد ہوئے اور بارہ حصے کما کر ورثہ کو ادا کریں گی،اور کل ملا کر اٹھارہ حصے ہوئے،کلکیو لیٹر لگا خود بھی حساب کرلیں۔

ترجمہ:(۲۲۶۱) اگر اسی طرح کی بات کی طلاق میں اور تینوں بیبیاں بغیر دخول کی تھیں،اور شوہر بیان سے پہلے مر گیا تو جو کمرے سے نکلی اس کو مہر کی ایک چوتھائی ملے گی،اور جو کمرے میں بحال رہی اس کو تین آٹھواں ملے گا،اور جو بعد میں آئی اس کو ایک آٹھواں ملے گا۔

ترجمہ:﴿ا﴾ بعض حضرات نے کہا کہ یہ صرف امام محمدؒ کا قول ہے،اور شیخینؒ کے یہاں داخل ہونے والی کو ایک چوتھائی ملے گی،اور بعض حضرات نے فرمایا کہ شیخین کا قول بھی یہاں امام محمدؒ کے قول کی طرح ہے،اور اس میں فرق،اور تمام تفریعات، کتاب الزیادت میں ذکر کیا ہے۔

اصول:غیر مدخول بھا عورت کو آدھا مہر ملتا ہے۔

تشریح:شوہر زید کو تین بیویاں فاطمہ،ساجدہ،اور صالحہ تھیں۔

فاطمہ اور ساجدہ گھر میں تھیں اور شوہر نے کہا تم میں سے ایک کو طلاق، پھر فاطمہ گھر سے نکل گئی،اور صالحہ داخل ہوئی تو شوہر نے دوبارہ کہا تم میں سے ایک کو طلاق،اور بیان کئے بغیر مر گیا۔

یہاں مسئلہ آٹھ سے چلے گا۔ پہلی مرتبہ احدکما طالق سے،یہاں فاطمہ اور ساجدہ دونوں میں سے ایک کو طلاق ہوئی،اور آدھا مہر جو بنے گا وہ دونوں میں چوتھائی چوتھائی تقسیم ہو جائے گا۔یعنی آٹھ درہم میں سے دو دو درہم ملے گا۔

(۲۲۶۲) وَمَنْ قَالَ لِعَبْدَيْهِ أَحَدُكُمَا حُرٌّ فَبَاعَ أَحَدُهُمَا أَوْ مَاتَ أَوْ قَالَ لَهُ أَنْتَ حُرٌّ بَعْدَ مَوْتِي عَتَقَ الْآخَرُ لِـ لِأَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مَحَلًّا لِلْعِتْقِ أَصْلًا بِالْمَوْتِ وَلِلْعِتْقِ وَمِنْ جِهَةٍ بِالْبَيْعِ وَلِلْعِتْقِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ بِالتَّدْبِيرِ فَتَعَيَّنَ الْآخَرُ ،

دوسری مرتبہ احدکما طالق سے، یہاں ساجدہ اور صالحہ دونوں میں سے ایک کو طلاق ہوئی، اور امام محمد کے قول پر چوتھائی مہر کا بھی آدھا آدھا دونوں کو ملے گا، یعنی آٹھواں حصے میں سے ایک ایک دونوں کو ملے گا۔

ساجدہ کو پہلے آٹھ حصے میں سے دو ملا تھا، اور اب کی مرتبہ آٹھ میں ایک مل گیا، اس طرح ساجدہ کے پاس آٹھ میں سے تین حصے مہر کے ملے

حاصل: فاطمہ کو آٹھ حصوں میں سے دو حصے مہر ملے گا۔

ساجدہ کو آٹھ حصوں میں سے تین حصے مہر ملے گا ۔

صالحہ کو آٹھ حصوں میں سے ایک حصہ مہر ملے گا

اس صورت میں آٹھ میں سے چھ حصے مہر دئے جائیں گے، اور باقی دو حصے وراثت میں تقسیم کی جائے گی۔ حساب غور سے دیکھیں۔

ترجمہ: (۲۲۶۲) کسی نے اپنے دو غلاموں کو کہا تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے، پھر ان میں سے ایک کو بیچ دیا، یا وہ مر گیا ، یا ایک کو کہا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو [یعنی مدبر بنا دیا] تو جو دوسرا باقی رہا وہ آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: لے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کو بیچا، یا مر گیا وہ اب آزاد کرنے کا محل باقی نہیں رہا، اسی طرح مدبر بنانے سے پورا آزاد کرنے کا محل باقی نہیں رہا تو دوسرا جو باقی ہے وہ آزادگی کے لئے متعین ہو گیا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ احدکما حر، کہنے کے بعد آقا نے ایسی حرکت کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلام آزاد کرنے کے لئے نہیں ہے تو دوسرا غلام آزاد ہونے کے لئے متعین ہو جائے گا، مثلا ایک غلام کو بیچ دیا تو دوسرا غلام آزاد ہونے کے لئے متعین ہو جائے گا۔

تشریح: ماتن نے یہاں تین مثالیں دی ہیں [۱] ایک ہے خود بیچ دینے کا، [۲] دوسرا ہے حادثات سے مرنے [۳] اور تیسری مثال ہے، پورے طور پر آزدگی سے بے دخل تو نہیں کیا، لیکن مدبر بنا کر مکمل آزادگی کے قابل نہیں رکھا، اور ان تینوں صورتوں میں دوسرا غلام آزادگی کے لئے متعین ہو جائے گا۔

آقا نے دو غلاموں کے سامنے کہا، احدکما حر، تم میں سے ایک آزاد ہے۔ [۱] پھر ایک غلام کو بیچ دیا تو دوسرا غلام آزاد ہونے کے

۲؎ وَلأَنَّهُ بِا لْبَيْعِ قَصَدَ الْوُصُوْلَ أَلَى الثَّمَنِ وَبِا لتَّدْبِيْرِ أَبْقَاءَ الاِنْتِفَاعِ أَلَى مَوْتِهِ ، وَالْمَقْصُوْدَانِ يُنَافِيَانِ الْعِتْقَ الْمُلْتَزَمَ فَتَعَيَّنَ لَهُ الْآخَرُ دَلَالَةً ۳؎ وَكَذَا أَذَا سْتَوْلَدَ أَحْدَاهُمَا لِلْمَعْنَيَيْنِ

لئے متعین ہو جائے گا۔[۲] یا آسمانی آفت کی وجہ سے مر گیا تو دوسرا غلام جو زندہ ہے وہ آزاد ہونے کے لئے متعین ہو جائے گا، کیونکہ مرا ہوا غلام آزاد ہونے کا محل نہیں رہا، اس لئے جو زندہ ہے وہ آزاد ہوگا، [۳] یا ایک غلام کو مدبر بنا دیا تو یہ عمل اس بات کی نشاندہی ہے کہ جو غلام باقی ہے اس کو آزاد کرنا چاہتا ہے۔

وجہ : اپنے عمل سے، حادثاتی طور پر ایک غلام آزاد کرنے کے قابل نہیں رہا تو جو غلام باقی ہے وہ غلام آزاد ہونے کے لئے متعین ہو جائے گا۔

ترجمہ :۲؎ اور اس لئے کہ بیچنے کے ذریعہ قیمت پانے کا ارادہ کیا، اور مدبر بنانے کے ذریعہ موت تک فائدہ اٹھانے کا ارادہ کیا، اور یہ دونوں مقصد لازم کئے ہوئے آزادگی کے منافی ہے، اس لئے دوسرا غلام دلالۃ آزاد ہونے کے لئے متعین ہو گیا۔

تشریح : جس غلام کو بیچا وہ ہاتھ سے نکل گیا، اور اس سے پیسہ کما لیا اس لئے اب باقی بچا غلام ہی آزادگی کے لئے متعین ہو گیا۔ اسی طرح جس غلام کو مدبر بنایا، اس کو اپنی موت تک فائدہ اٹھانے کے متعین کر لیا ہے اس لئے اب جو غلام باقی ہے وہی آزاد ہونے کے لئے متعین ہو گیا۔

لغت :العتق الملتزم : پورے غلام کو پورے طور پر آزاد کرنے کا وعدہ کیا ہے، اور جب غلام کو مدبر بنا دیا تو اس میں آزادگی کا شائبہ آ گیا، اب اس کو آزاد کرنے میں پورے غلام کو آزاد کرنا نہیں ہوگا، اس لئے دوسرا غلام جسکو مدبر نہیں بنایا ہے وہ آزاد ہونے کے لئے متعین ہو گیا۔

ترجمہ :۳؎ اور ایسے ہی دو باندیوں میں سے ایک کو ام ولد بنا لیا [تو دوسری باندی آزاد ہونے کے لئے متعین ہو جائے گی] ان دو معنوں کی وجہ سے۔

لغت : للمعنیین : یہاں دو وجہ یہ ہیں [۱] ایک تو یہ کہ اس ام ولد میں آزادگی کا شائبہ آ چکا ہے، اس لئے پوری باندی آزاد کرنا نہیں ہوگا۔[۲] اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اس ام ولد کو زندگی میں فائدہ اٹھانے کے متعین کر لیا، اس لئے دوسری باندی آزاد ہوگی۔

تشریح: دو باندیاں تھیں انکو کہا احدکما حر، پھر ان میں سے ایک کو ام ولد بنا دیا تو دوسری باندی آزاد ہوگی۔

وجہ :ام ولد کو زندگی میں فائدہ اٹھانے کے لئے متعین کر دیا (۲) اور اس لئے کہ اس میں آزادگی کا شائبہ آ چکا ہے اس لئے دوسری باندی جو پورے طور پر باندی ہے وہ آزاد ہونے کے لئے متعین ہو جائے گی۔

؀ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْبَيْعِ الصَّحِيْحِ وَالْفَاسِدِمَعَ الْقَبْضِ وَبِدُوْنِهِ وَالْمُطْلَقِ وَبِشَرْطِ الْخِيَارِ لِأَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ لِأَطْلَاقِ جَوَابِ الْكِتَابِ وَالْمَعْنَى مَا قُلْنَا ، ؁ وَالْعَرْضُ عَلَى الْبَيْعِ مُلْحَقٌ بِهِ فِي الْمَحْفُوْظِ عَنْ أَبِي يُوْسُفَ ، وَالْهِبَةُ وَالتَّسْلِيْمُ بِمَنْزِلَةِ الْبَيْعِ لِأَنَّهُ تَمْلِيْكٌ،

(۲۲۶۳) وَكَذٰلِكَ لَوْ.قَالَ لِا مْرَأَتَيْهِ أَحَدَاكُمَا طَالِقٌ ثُمَّ مَا تَتْ أَحَدَاهُمَا لِمَا قُلْنَا ، وَكَذٰلِكَ لَوْ

ترجمہ :؀ اورکوئی فرق نہیں ہےاس درمیان کہ بیع صحیح ہو، یا بیع فاسد ہو قبضے کے ساتھ، یا بغیر قبضے کے، یا مطلق بیع ہو یا خیار شرط کے ساتھ بیع ہو کسی ایک عاقد کے لئے ، کیونکہ متن میں عبارت مطلق ہے،اور دلیل وہی ہے جو ہم نے پہلے کہا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بیع کی کوئی بھی صورت ہو جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ یہ ایک غلام کو بیچنا چاہتا ہو تو اس سے ثابت ہو جائے گا کہ دوسرا غلام آزاد ہونے کے لئے منتخب ہو جائے گا۔

تشریح :ایک غلام کی بیع صحیح کرے یا قبضہ دیکر بیع فاسد کرے، دونوں صورتوں میں دوسرا غلام آزاد کے لئے منتخب ہو جائے گا ۔اسی طرح عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لئے خیار شرط کے ساتھ بیع کرے، یا مطلق بیع کرے دونوں صورتوں میں دوسرا غلام آزاد ہونے کے لئے منتخب ہو جائے گا۔

وجہ : ان چاروں عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک غلام کو بیچ کر مالدار بننا چاہتا ہے اس لئے دوسرا آزاد ہونے کے لئے منتخب ہو جائے گا۔

ترجمہ :؁ اور ایک غلام کو بیع کے لئے پیش کرنا ،امام ابو یوسفؒ کے محفوظ میں روایت یہی ہے کہ وہ بھی بیع کی طرح ہے، اسی طرح ہبہ کرنا اور اس کو موہوب لہ کو سپرد کر دینا، اسی طرح صدقہ کرنا اور اس کو سپرد کرنا بھی بیع کی طرح ہے۔

لغت:محفوظ:امام ابو یوسفؒ سے جو روایت صرف سنی گئی ہو اس کو لکھی نہیں گئی ہو اس کو محفوظ، کہتے ہیں۔

تشریح :یہاں تین عمل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے غلام کو آزاد کرنا چاہتا ہے۔[۱] ایک غلام کو بیع کے لئے پیش کرنا۔[۲] ایک غلام کو ہبہ کرنا اور اس کو سپرد بھی کر دینا[۳] ایک غلام کو صدقہ کرنا اور اس کو سپرد بھی کر دینا، یہ تینوں باتیں اس بات کی دلیل ہے کہ اس غلام کو آزاد نہیں کرنا چاہتا، اس لئے دوسرا غلام آزاد ہونے کے لئے منتخب ہو جائے گا۔

نوٹ :ہبہ اور صدقہ سپرد کرنے کے بعد مکمل ہوتا ہے اس سے پہلے صرف وعدہ ہے اس لئے سپرد کرنے کے بعد ہی ہبہ اور صدقہ سمجھا جائے گا اس سے پہلے دوسرا غلام آزاد ہونے کے لئے منتخب نہیں ہوگا۔

ترجمہ :(۲۲۶۳) اگر اپنی دو بیویوں سے کہا کہ تم میں سے ایک کو طلاق ہے، پھر ایک مرگئی تو دوسری طلاق کیلئے متعین ہو جائیگی ،اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے پہلے بیان کیا[کہ مرنے کی وجہ سے وہ طلاق کا محل باقی نہیں رہی] اور ایسے ہی دونوں میں

وَطِیِٔ أَحْدَاهُمَا لِمَا نُبَیِّنُ

(۲۲۶۴) وَلَوْقَالَ لِأَمَتَیْهِ أَحْدَاکُمَا حُرَّةٌ ثُمَّ جَامَعَ أَحْدَاهُمَا لَمْ تَعْتِقِ الْأُخْرَی عَنْدَ أَبِی حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا یَعْتِقُ ۱ لِأَنَّ زَالوَطْءَ لَا یَحِلُّ أَلَّا فِی الْمُلْکِ حُرَّةٌ فَکَانَ بِالْوَطْءِ مُسْتَبْقِیَا الْمُلْکَ فِی الْمَوْطُوءَ ةِ فَتَعَیَّنَتْ اْلأُخْرَی لِزَوَالِهِ بِالْعِتْقِ کَمَا فِی الطَّلَاق ،

سے ایک سے وطی کرلی [تو دوسری طلاق کے لئے متعین ہو جائے گی] اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا [کہ اس کو اپنے فائدے کے لئے متعین کیا تو دوسری کو طلاق واقع ہوگی]

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ایک بیوی سے وطی کرنا دوسرے کو طلاق واقع ہونے کی دلیل ہے۔

تشریح: یہاں دو مسئلے ہیں [۱] ایک یہ کہ دو بیویوں سے کہا کہ تم میں سے ایک کو طلاق ہے، پھر ایک مرگئی تو جو زندہ ہے اس کو طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ پہلی طلاق کی محل باقی نہیں رہے۔ [۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک بیوی سے وطی کرلی تو دوسرے کو طلاق واقع ہو جائے گی۔

وجه: کیونکہ جس سے وطی کیا اس کو اپنے فائدے کے لئے رکھنا چاہتا ہے اس لئے دوسری طلاق کے لئے منتخب ہو جائے گی۔

ترجمه: (۲۲۶۴) اور اگر دو باندیوں کو کہا کہ تم یں سے ایک آزاد ہے، پھر ایک سے وطی کرلی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دوسری آزاد نہیں ہوگی، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ دوسری آزاد ہو جائے گی۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ وطی تو اپنی ملکیت ہی میں حلال ہوتی ہے، اور یہاں ایک تو آزاد ہے تو جس سے وطی کی اس کو ملکیت میں باقی رکھنا چاہتا ہے اس لئے دوسری آزادگی کے لئے متعین ہو جائے گی، جیسا کہ طلاق میں ہوتا ہے کہ [ایک سے وطی کرلی تو دوسری کو طلاق واقع ہو جاتی ہے]

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دو باندی میں سے ایک سے وطی کرنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دوسرے کو آزاد ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

تشریح: دو باندیوں کو کہا تم میں سے ایک آزاد ہے، پھر ایک باندی سے وطی کرلی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دوسری باندی آزاد نہیں ہوگی، اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہو جائے گی۔

وجه: (۱) صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک سے وطی کی تو اس کو اپنے فائدے کے لئے، یعنی وطی کرنے کے لئے اور اس سے بچہ پیدا کرنے کے لئے روکنا چاہتا ہے، اس لئے دوسری آزادگی کے لئے منتخب ہو جائے گی۔ (۲) جس طرح طلاق میں ایک سے وطی کی دوسری کو طلاق ہو جاتی ہے اسی طرح یہاں بھی ایک سے وطی کی دوسری کو آزادگی ہو جائے گی۔

۲۔ وَلَهُ أَنَّ الْمِلْكَ قَائِمٌ فِي الْمَوْطَءَ ةِ لِأَنَّ الْأَيْقَاعَ فِي الْمُنَكَّرَةِ وَهِيَ مُعَيَّنَةٌ فَكَانَ وَطْءُ هَا حَلَالاً فَلَا يُجْعَلُ بَيَانًا وَلِهَذَا حَلَّ وَطْءُ هُمَا عَلَى مَذْهَبِهِ أَلَّا أَنَّهُ لَا يُفْتَى بِهِ ، ۳۔ ثُمَّ يُقَالُ الْعِتْقُ غَيْرُ نَازِلٍ قَبْلَ الْبَيَانِ لِتَعَلُّقِهِ بِهِ أَوْ يُقَالُ نَازِلٌ فِي الْمُنَكَّرَةِ فَيَظْهَرُ فِي حَقِّ حُكْمٍ تَقَبَّلُهُ وَالْوَطْءُ يُصَادِفُ الْمُعَيَّنَةَ ، ۴۔ بِخِلَافِ الطَّلَاقِ ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ الْأَصْلِيَّ مِنَ النِّكَاحِ الْوَلَدَ ، وَقَصْدُ الْوَلَدِ بِالْوَطْءِ ةِ صِيَانَةً لِلْوَلَدِ ، أَمَّا الْأَمَةُ فَالْمَقْصُودُ مِنْ وَطْئِهَا قَضَاءُ الشَّهْوَةِ دُوْنَ الْوَلَدِ فَلَا يَدُلُّ عَلَى اسْتِبْقَاءِ

ترجمہ :۲۔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس باندی سے وطی کی ہے اس میں آقا کی ملکیت ہے قائم ہے اس لئے یہ غیر متعین باندی کی آزادگی کی دلیل نہیں ہوگی، اس لئے دوسری سے بھی وطی حلال ہونی چاہئے، اس لئے یہ وطی آزادگی کے لئے بیان نہیں بنے گا، اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر دونوں سے وطی کرنا حلال ہونا چاہئے، البتہ اس کا فتوی نہیں دیا جائے گا۔

تشریح :امام ابوحنیفہ تھوڑی پیچیدہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ جس سے وطی کی وہ متعین ہے، اور جو آزاد ہونے والی ہے وہ غیر متعین ہے، اس لئے متعین چیز غیر متعین کے لئے بیان نہیں بنے گی، اس لئے ایک سے وطی کرنا دوسری باندی کی آزادگی کی دلیل نہیں ہے، جب تک کہ اس کو بیان نہ کر دے۔ اور جب دوسری آزاد نہیں ہوئی تو دونوں سے وطی جائز ہے، لیکن اس کا فتوی نہیں دیا جائے گا۔

ترجمہ :۳۔ پھر کہا گیا ہے کہ آقا کے بیان سے پہلے آزادگی نہیں آئے گی، اور بعض حضرات نے کہا کہ آزادگی آجائے گی، لیکن متعین باندی میں نہیں آئے گی، اور اس کا حکم بوسہ دینے میں ظاہر ہوگا اور وطی متعین باندی میں ہوئی ہے۔

تشریح :بعض حضرات نے فرمایا کہ آقا کے بیان سے پہلے آزادگی نہیں آئے گی، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ آزادگی آجائے گی، لیکن غیر متعین باندی میں آئے گی۔

ترجمہ :۴۔ بخلاف طلاق کے اس لئے کہ نکاح کا اصلی مقصد بچہ پیدا کرنا ہے اور وطی کرنے سے یہ پتہ چلا کہ موطوہ کو بچے کے لئے باقی رکھنا چاہتا ہے، اور باندی میں اصل مقصود خواہش پوری کرنا ہے بچہ پیدا کرنا نہیں ہے اس لئے وطی کرنا یہاں باقی رکھنے پر دلالت نہیں کرتا۔

تشریح : یہاں باندی سے وطی کرنے اور بیوی سے وطی کرنے میں فرق بیان کر رہے ہیں۔ نکاح جو کیا جاتا ہے وہ بچہ پیدا کرنے کے کیا جاتا ہے اور وطی بچہ پیدا کرنے کا وصیلہ ہے اس لئے وطی ہی سے معلوم ہو جائے گا اس عورت کو رکھنا چاہتا ہے، اور باندی میں اصل مقصد بچہ پیدا کرنا نہیں ہے، بلکہ خواہش کو پوری کرنا ہے، اس لئے باندی سے وطی کرنا اس کو اپنے پاس رکھنے کی دلیل نہیں ہے، اس لئے باندی سے وطی کرے گا تو دوسری باندی آزادگی کے لئے متعین نہیں ہوگی۔

(۲۲۶۵) وَمَنْ قَالَ لِأَمَتِهِ أَنْ كَانَ أَوَّلُ وَلَدٍ تَلِدِيْنَ غُلامًا فَأَنْتِ حُرَّةٌ فَوَلَدَتْ غُلامًا وَجَارِيَةً وَلا يُدْرِیْ أَيُّهُمَا وُلِدَ أَوَّلًا عَتَقَ نِصْفُ الْأُمِّ وَنِصْفُ الْجَارِيَةِ وَالْغُلامُ عَبْدٌ ل لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا تَعْتِقُ فِي حَالٍ وَهُوَ مَا أَذَا وَلَدَتِ الْغُلامَ أَوَّلَ مَرَّةٍ الْأُمُّ بِشَرْطٍ وَالْجَارِيَةُ لِكَوْنِهَا تَبَعًا لَهَا ،أَذْالْأُمُّ حُرَّةٌ حِيْنَ وَلَدَتْهَا ،وَتَرِقُّ فِيْ حَالٍ وَهُوَ مَاأَذَاوَلَدَتْ الْجَارِيَةَ أَوَّلًا لِعَدَمِ الشَّرْطِ فَيَعْتِقُ نِصْفُ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا وَتَسْعَى فِيْ النِّصْفِ ،أَمَّا الْغُلامُ يَرِقُ فِي الْحَالَيْنِ فَلِهٰذَا يَكُوْنُ عَبْدًا، ٢ وَأَنْ ادَّعَتِ الْأُمُّ أَنَّ الْغُلامَ هُوَالْمَوْلُوْدُ أَوَّلا وأَنْكَرَ الْمَوْلَى وَالْجَارِيَةُ صَغِيْرَةٌ فَا الْقَوْلُ قَوْلُهُ مَعَ الْيَمِيْنِ لِأَنْكَارِهِ شَرْطَ الْعِتْقِ ، فَأَذَا حَلَفَ يَعْتِقُ وَاحِدٌ مِنْهُمْ ، وَأَنْ نَكَلَ عَتَقَتْ الْأُمُّ وَالْجَارِيَةُ؛ لِأَنَّ دَعْوَى الْأُمِّ حُرِّيَّةَ

لغت:استبقاء:بقی سے مشتق ہے،ملک میں باقی رکھنا۔صیانۃ:محفوظ کرنا،صیانۃ للولد:بچے کے لئے محفوظ رکھنا۔

ترجمہ:(۲۲۶۵)اگر اپنی باندی سے کہا کہ اگر تم کو پہلے لڑکا پیدا ہو تو تم آزاد ہو، پھر لڑکا اور لڑکی دونوں پیدا ہوئے،اور یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ کون پہلے پیدا ہوا تو آدھی باندی آزاد ہوگی اور آدھی لڑکی آزاد ہوگی،اور لڑکا غلام ہی رہے گا۔

ترجمہ:ل اس لئے کہ ایک حالت میں ماں اور بچی دونوں آزاد ہوں گے،جبکہ پہلے بچہ پیدا ہو،ماں آقا کی شرط کی بنا پر، اور لڑکی ماں کے تابع ہو کر،اس لئے کہ لڑکی کے پیدا ہوتے وقت ماں آزاد تھی،اور دوسری حالت میں ماں باندی رہے گی،اور وہ یہ کہ پہلے لڑکی پیدا ہو،کیونکہ شرط نہیں پائی گئی اس لئے دونوں کا آدھا آدھا آزاد ہوجائے گا،اور آدھے کی سعی کریں گے،اور لڑکا دونوں حالتوں میں غلام رہے گا۔

اصول:یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ماں کے آزاد ہوتے وقت جو بچہ پیدا ہوگا وہ بھی ماں کے تابع ہو کر آزاد ہو جائے گا۔اور ماں آدھا آزاد ہے تو بچہ بھی آدھا ہی آزاد ہوگا۔

تشریح:آقا نے اپنی باندی سے کہا کہ اگر پہلے تم لڑکا پیدا ہو تو تم آزاد ہو،اب لڑکا اور لڑکی دونوں کی ایک ساتھ ولادت ہوئی ،اور معلوم نہیں ہوسکا کہ لڑکا پہلے پیدا ہوا کہ لڑکی،تو اس صورت میں آدھی ماں کو آزاد سمجھا جائے گا،اور اس کے تابع ہو کر لڑکی بھی آدھی ہی آزاد ہوگی اور باقی آدھے حصے کو سعی کر کے ماں بھی دے گی،اور لڑکی بھی دے گی۔اور جب لڑکا پیدا ہو رہا تھا تو ماں باندی تھی،کیونکہ لڑکا پیدا ہونے کے بعد ماں آزاد ہوئی ہے،اس لئے لڑکا ہر حال میں غلام ہی رہے گا۔

ترجمہ:٢ اگر ماں نے دعوی کیا کہ لڑکا پہلے پیدا ہوا ہے،اور آقا نے اسکا انکار کیا،اور لڑکی چھوٹی تھی تو آقا کی بات مانی جائے گی قسم کے ساتھ،کیونکہ وہ آزادگی کی شرط کا انکار کر رہا ہے،پس اگر آقا نے قسم کھالی تو کوئی آزاد نہیں ہوگا،اور اگر آقا نے قسم کھانے سے انکار کیا تو ماں اور لڑکی آزاد ہوجائے گی،کیونکہ ماں کا دعوی چھوٹی بچی کی آزادگی کے بارے میں معتبر ہے،کیونکہ اس میں بچی کا

الصَّغِیرَةِ مُعْتَبَرَةٌ لِکَوْنِهَا نَفْعًا مَحْضًا فَاعْتُبِرَ النَّکُولُ فِیْ حَقِّ حُرِّیَّتِهِمَا فَعَتَقَا، ٣ وَلَوْکَانَتْ الْجَارِیَةُ کَبِیْرَةً وَلَمْ تَدَّعِ شَیْئًا وَالْمَسْئَالَةُ بِحَالِهِمَا عَتَقَتْ الْأُمُّ بِنُکُوْلِ الْمَوْلٰی خَاصَّةً دُوْنَ الْجَارِیَةِ، ٤ وَلَوْکَانَتِ الْجَارِیَةُ الْکَبِیْرَةُ هِیَ الْمَدَّعِیَّةُ لِسَبْقِ وِلَادَةِ الْغُلَامِ وَالْأُمُّ سَاکِتَةٌ یَثْبُتُ عِتْقُ الْجَارِیَةِ بِنُکُوْلِ الْمَوْلٰی دُوْنَ الْأُمِّ لِمَاقُلْنَا،

خالص نفع ہے، اس لئے آقا کا قسم کھانے سے انکار کرنا دونوں کی آزادگی بارے میں معتبر ہے اسلئے دونوں آزاد ہو جائیں گے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چھوٹی بچی کا نفع ہو تو ماں کی بات معتبر ہوگی، لیکن اگر لڑکی بالغہ ہے اور بڑی ہے تو ماں کی بات اس کے حق میں معتبر نہیں ہے۔

تشریح: ماں نے یہ دعوی کیا کہ لڑکا پہلے پیدا ہوا ہے، اور آقا اسکا انکار کرتا ہے، اور ماں کے پاس اس کے لئے گواہی نہیں ہے، تو آقا منکر ہے اس لئے قسم کے ساتھ اس کی بات مان لی جائے گی۔ پس اگر اس نے قسم کھالی ماں آزاد نہیں ہوگی، اور ماں باندی ہے اس لئے اس کے تابع ہو کر بچی بھی آزاد نہیں ہوگی۔ اور اگر آقا نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو ماں آزاد ہو جائے گی، اور بچی چونکہ چھوٹی ہے اس لئے مان کا تابع ہو کر بچی بھی آزاد ہو جائے گی۔۔ نکول: قسم کھانے سے انکار کرنے کو نکول، کہا جاتا ہے۔

وجہ: چھوٹی بچی کے سلسلے میں ماں دعوی معتبر ہوتا ہے۔

ترجمہ : ٣ اور اگر لڑکی بڑی ہے [بالغہ ہے] اور اس نے کچھ دعوی نہیں کیا، اور مسئلہ اوپر ہی جیسا ہے تو آقا کے قسم کھانے سے انکار کے بعد صرف ماں آزاد ہوگی لڑکی آزاد نہیں ہوگی، اس لئے کہ ماں کا دعوی بڑی لڑکی کے حق میں معتبر نہیں ہے، اور قسم سے انکار کا مدار ماں کے دعوی پر ہے، اس لئے بالغہ لڑکی کے حق میں ظاہر نہیں ہوگی۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے لڑکی ماں کے تابع ہو کر آزاد نہیں ہو رہی ہے بلکہ ماں کے دعوی کی بنیاد پر آزاد ہو رہی ہے۔

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ چھوٹی بچی تو دعوی میں ماں کے تابع ہوتی ہے، بڑی بچی ماں کے تابع نہیں ہوتی۔

تشریح : ماں نے دعوی کیا کہ لڑکا پہلے پیدا ہوا ہے، اور آقا نے قسم کھانے سے انکار کر دیا، اور لڑکی بڑی ہے تو صرف ماں آزاد ہوگی، لڑکی آزاد نہیں ہوگی۔

وجہ : لڑکی بڑی ہے اس لئے دعوی میں ماں کے تابع نہیں ہوگی اس لئے لڑکی آزاد نہیں ہوگی۔

ترجمہ : ٤ اگر لڑکی بڑی ہے اور اس نے ہی دعوی کیا ہے کہ لڑکا پہلے پیدا ہوا ہے، اور ماں چپ ہے تو آقا کے قسم کھانے سے انکار سے لڑکی آزاد ہو جائے گی ماں آزاد نہیں ہوگی۔ اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے پہلے کہا [یعنی لڑکی بڑی ہے اس لئے لڑکی

۵؎ وَالتَّحلِيفُ عَلَى الْعِلْمِ فِيمَاذَكَرْنَالِأَنَّهُ اسْتِحْلَافٌ عَلَى فِعْلِ غَيْرِ، وَبِهذَ الْقَدْرِ يُعْرِفُ مَا ذَكَرْنَا مِنْ الْوَجْهِ فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى

(۲۲٦٦) قَال وَأَذَا شَهِدَ رَجُلَانِ عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ أَعْتَقَ أَحَدَ عَبْدَيْنِ فَا الشَّهَادَةُ بَاطِلَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَلَّا أَنْ يَكُونَ فِي وَصِيَّةٍ اسْتِحْسَانًا ذَكَرَهُ فِي كِتَابِ الْعِتَاقِ وَأَنْ شُهِدَ أَنَّهُ طَلَّقَ أَحَدَى نِسَائِهِ جَازَتِ الشَّهَادَةُ وَيُجْبَرُ الزَّوْجُ عَلَى أَنْ يُطَلِّقَ أَحَدَاهُنَّ ۱؎ وَهَذَا بِا لاَجْمَاعِ،

کے دعوی میں ماں شامل نہیں ہوگی۔

اصول:لڑکی چونکہ بڑی ہےاس لئےلڑکی کے دعوی میں ماں شامل نہیں ہوگی،اس لئے ماں آزادنہیں ہوگی۔

تشریح:لڑکی بالغہ ہےاوراس نے دعوی کیا کہ لڑکا پہلے پیدا ہوا ہے،اور ماں چپ ہے،اورلڑکی کے پاس گواہی نہیں تھی اس لئے آقا کوقسم کھانے کے لئے کہا،لیکن آقا نےقسم کھانے سے انکار کیا تو صرف لڑکی آزاد ہوگی،کیونکہ لڑکی بڑی ہےاس لئے ماں اس کے دعوی میں شامل نہیں ہوگی،اس لئے وہ آزاد بھی نہیں ہوگی۔

ترجمہ:۵؎ جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس میں آقا اپنے جاننے پرقسم کھائے گا کیونکہ دوسرے کے فعل پرقسم کھانا ہے،اوراتنی تفصیل سے باقی قسمیں جو کفایۃ المنتہی میں ذکر کیا ہےاس کا بھی علم ہو جائے گا۔

تشریح:یہ ایک اشکال کا جواب ہے۔اشکال یہ ہے کہ بچہ پیدا ہوتے وقت عام طور پر مردنہیں ہوتا تو آقا کو کیا معلوم کہ پہلے لڑکا پیدا ہوا ہے،یا لڑکی؟ تو وہ دوسرے کے پیدا کرنے پرقسم کیسے کھائیں گے!،اس کا جواب دیا کہ جتنا آقا کوعلم ہےاس پرقسم کھائیں گے۔آگے مصنف نے فرمایا کہ میں نے یہاں کچھ قاعدے بیان کر دیئے ہیں ان سے کفایۃ المنتہی کتاب میں جو اور قسمیں ذکر کئے ہیں انکا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ترجمہ:(۲۲٦٦) دوآدمیوں نے ایک آدمی کے خلاف گواہی دی کہ اس نے دوغلاموں میں سے ایک کوآزاد کیا ہے،تو ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ گواہی باطل ہوگی،مگر یہ کہ وصیت کی شکل ہو[استحسانا اس کو کتاب العتاق میں ذکر کیا جا رہا ہے]اوراگر دو آدمیوں نے گواہی دی کہ اپنے دو بیویوں میں سے ایک کوطلاق دی ہے تو گواہی جائز ہوگی،اورشوہر کومجبور کیا جائے گا کہ دو بیویوں میں سے ایک کوطلاق دیں۔

ترجمہ:۱؎ اور یہ بالاتفاق مسئلہ ہے۔

اصول:یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ گواہی دینے کے لئے پہلے دعوی ہونا ضروری ہے۔

اصول:طلاق کا مسئلہ کچھ ایسا ہے کہ پہلے دعوی نہ بھی ہوتب بھی کوئی گواہی دے سکتا ہے کہ شوہر نے طلاق دی ہے، کیونکہ

(۲۲۶۷) وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَااللّٰهُ:الشَّهَادَةُ فِي الْعِتْقِ مِثْلُ ذٰلِكَ لِ وَأَصْلُ هٰذَاأَنَّ الشَّهَادَةَ عَلَى عِتْقِ الْعَبْدِ لَا تُقْبَلُ مِنْ غَيْرِدَعْوَى الْعَبْدِعِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَةُ اللّٰهُ وَعِنْدَهُمَا تُقْبَلُ، وَالشَّهَادَةُ عَلَى عِتْقِ الْأَمَةِ وَطَلَاقِ الْمَنْكُوْحَةِ مَقْبُوْلَةٌ مِنْ غَيْرِدَعْوٰى بِا الاتِّفَاقِ وَالْمَسْئَلَةُ مَعْرُوْفَةٌ .

طلاق بغیر گواہ کے بھی واقع ہوجاتی ہے، اب طلاق کا اظہار نہیں کرے گا تو شوہر حرام فرج استعمال کرتا رہے گا۔

اصول: صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ آزادگی میں پہلے دعوی نہ بھی ہو تب بھی گواہی قبول کی جائے گی۔

اصول: وصیت کی صورت میں دعوی نہ بھی تب بھی گواہی قبول کی جائے گی، کیونکہ وصی مدعی علیہ بن جائے گا۔ ان چار اصول کے بعد اب مسئلہ سمجھیں

تشریح: غلام نے آقا پر آزاد ہونے کا دعوی نہیں کیا، اور کسی اور نے بھی دعوی نہیں کیا، پھر بھی دو آدمیوں نے گواہی دی کہ آقا نے دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کیا ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ گواہی بیکار جائے گی۔ ہاں گواہ نے یوں گواہی دی کہ موت کے وقت میں آقا نے وصیت کی تھی کہ دو غلاموں میں سے ایک آزاد ہے تو یہ گواہی قبول کی جائے گی اور دونوں غلاموں کا آدھا آدھا حصہ آزاد ہوجائے گا۔

وجہ: عام حالت میں دوی کے بغیر گواہی قبول نہیں کی جاتی ہے اس لئے گواہی باطل جائے گی، اور وصیت میں گواہی بغیر دعوی کے بھی قبول کی جاتی ہے اس لئے وہاں گواہی قبول کی جائے گی۔

اور اگر کسی نے دعوی نہیں کیا اور گواہی دی کہ دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دی ہے، تو گواہی قبول کی جائے گی اور شوہر سے مطالبہ کیا جائے گا کہ اس کو بیان کرے اور دو میں سے ایک کو طلاق دے۔ اس مسئلے میں اختلاف نہیں ہے، اجماعی ہے۔

وجہ: کیونکہ گواہی کے بغیر بھی طلاق واقع ہوجائے گی، پس اگر کسی نے دعوی نہیں کیا، اور یہ گواہی قبول نہیں کی تو زندگی بھر شوہر حرام شرمگاہ استعمال کرتا رہے گا، اس لئے یہاں بغیر دعوی کے بھی گواہی قبول کر لی جائے گی۔

ترجمہ: (۲۲۶۷) اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ آزادگی میں گواہی دینا طلاق کی طرح ہے۔

تشریح: صاحبین ل نے فرمایا کہ جس طرح طلاق میں بغیر دعوی کے گواہی دے تو قبول کر لی جاتی ہے اسی طرح آزادگی میں بغیر دعوی کے گواہی دے تو قبول کر لی جائے گی۔

ترجمہ: لے اصل قاعدہ یہ ہے کہ غلام کی آزادگی کی گواہی بغیر دعوی کے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قبول نہیں کی جائے گی، اور صاحبینؒ کے نزدیک قبول کر لی جاتی ہے، اور باندی کے آزادگی کی گواہی، اور منکوحہ کے طلاق کی گواہی بغیر دعوی کے بھی بالاتفاق قبول کر لی جاتی ہے، اور یہ مسئلہ مشہور ہے۔

۲ وَأَذَاكَانَ دَعْوٰى الْعَبْدِ شَرْطًا عِنْدَهُ لَمْ تَتَحَقَّقْ فِي مَسْئَا لَةِ الْكِتَابِ ؛ لِأَنَّ الدَّعْوٰى مِنْ الْمَجْهُوْلِ لَا تَتَحَقَّقُ فَلا تُقْبَلُ الشَّهَادَةُ ٣ وَعِنْدَهُمَا لَيْسَ بِشَرْطٍ فَتُقْبَلُ الشَّهَادَةُ وَأَنْ انْعَدَمَ الدَّعْوَى . ۴ أَمَّا فِي الطَّلَاقِ فَعَدَمُ الدَّعْوٰى لَا يُوجِبُ خَلَلًا فِي الشَّهَادَةِ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ بِشَرْطٍ فِيْهَا ۵ وَلَوشَهِدَ أَنَّهُ أَعْتَقَ أَحْدَى أَمَتَيْهِ لَا تُقْبَلَ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَأَنْ لَمْ تَكُنْ الدَّعْوَى شَرْطًا فِيهَا لِأَنَّهُ أَنَّمَا لَا تُشْتَرِطُ الدَّعْوٰى لِمَا أَنَّهُ يَتَضَمَّنُ تَحْرِيْمَ الْفَرْجِ فَشَابَهُ الطَّلَاقَ،وَالْعِتْقُ الْمُبْهَمُ لَا يُوْجِبُ تَحْرِيمَ الْفَرْجِ عِنْدَهُ عَلَى مَا ذَكَرْنَا هُ فَصَارَ كَا الشَّهَادَةَ عَلَى عِتْقِ أَحَدِ الْعَبْدَيْن .

تشریح : یہ قاعدہ پہلے گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غلام کی آزادگی کی گواہی بغیر دعوی کے قبول نہیں کی جاتی ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک قبول کر لی جاتی ہے۔اور طلاق کی گواہی اور باندی کی آزادگی کی گواہی بغیر دعوی کے بالاتفاق قبول کی جاتی ہے،اور یہ مسئلہ مشہور ہے۔

ترجمہ :۲ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غلام کا دعوی کرنا شرط ہے،اس لئے متن کے مسئلے میں دعوی متحقق نہیں ہوگا،اس لئے کہ مجہول کا دعوی متحقق نہیں ہوتا اس لئے گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

تشریح :متن کے مسئلے میں غلام کی جانب سے دعوی نہیں ہے،اس لئے گواہی بھی ابوحنیفہؒ کے نزدیک قبول نہیں کی جائے گی۔

ترجمہ :۳ اور صاحبینؒ کے نزدیک دعوی شرط نہیں ہے اس لئے گواہی قبول کی جائے گی چاہے دعوی نہ ہو۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ:۴ بہر حال طلاق میں تو دعوی نہ ہونے کی وجہ سے گواہی میں کوئی خلل نہیں ہے اس لئے دعوی شرط نہیں ہے۔

تشریح : طلاق میں دعوی نہ بھی ہو تب بھی گواہی قبول کی جاتی ہے،اور یہ مسئلہ بالاتفاق ہے۔

ترجمہ :۵ اگر گواہی دی کہ دو باندیوں میں سے ایک کو آزاد کیا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گواہی قبول نہیں کی جائے گی ،اگر چہ اس مین دعوی شرط نہیں ہے، کیونکہ دعوی شرط نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فرج حرام ہو،اس لئے وہ طلاق کے مشابہ ہوگیا،اور مبہم آزادگی میں فرج حرام ہونا واجب نہیں کرتا جیسا کہ ذکر کیا گیا اس لئے وہ دو غلاموں میں سے ایک کی ازادگی کی طرح ہوگیا۔

تشریح :باندی نے دعوی نہ کیا ہو اب اس کے لئے گواہی دینے کا دو طریقے ہیں [۱] ایک طریقہ یہ ہے کہ مخصوص باندی کے بارے میں گواہی دے کہ اس کے آقا نے آزاد کیا ہے،تو یہ گواہی قبول کی جائے گی۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ آزاد کرنے کی وجہ سے آقا کے لئے اس کی شرمگاہ حرام ہوگئی،اس لئے بغیر دعوی کے بھی اس کی گواہی

٦؎ وَهٰذَا كُلُّهُ أَذَا شَهِدَا فِیْ صِحَّتِهٖ عَلَى أَنَّهُ أَعْتَقَ أَحَدَ عَبْدَيْنِ .أَمَّا أَذَا شَهِدَ أَنَّهُ أَعْتَقَ أَحَدَ عَبْدَيْنِ فِی مَرَضِ مَوْتِهٖ أَوْشَهِدَ ا عَلَى تَدْبِيْرِهٖ فِی صِحَّتِهٖ أَوْ فِیْ مَرَضِه، وَأَدَاءُ الشَّهَادَة، فِیْ مَرَضِ مَوْتِهٖ أَوْ بَعْدِ الْوفَاةِ تُقْبَلُ اسْتِحْسَانًا؛ لِأَنَّ التَّدْبِيْرَ حَيْثُمَا وَقَعَ وَقَعَ وَصِيَّةً ، وِكَذِ الْعِتْقُ فِی مَرَضِ الْمَوْتِ وَصِيَّةٌ ،وَالْخَصْمُ فِیْ الْوَصِيَّةِ أَنَّمَا هُوَ الْمُوْصِی وَهُوَ مَعْلُوْمٌ . وَعَنْهُ خَلَفٌ وَهُوَ الْوَصِیُّ أَوْالْوَارِثِ،

قبول کی جائے گی۔

[٢] دوسرا طریقہ یہ ہے۔دو باندیوں میں سے ایک کوآزاد کیا ہے اس کی گواہی دی تو یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں باندی مبہم ہے اس لئے اس سے کسی باندی کا فرج حرام نہیں ہوگا، اس لئے یہ طلاق کے مشابہ نہیں ہوا بلکہ دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کرنے کے مشابہ ہوگیا اس لئے یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

ترجمہ :٦؎ یہ تینوں مسئلے کی تفصیل اس وقت ہے کہ صحت کے زمانے میں ہوا، کہ دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کرنے کی گواہی دی ہو، لیکن دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کرنے کی گواہی مرض الموت میں دی ہو، یا صحت میں مدبر بنانے کی گواہی دی ہو، یا مرض میں ایسا کیا ہوا و گواہی مرض الموت میں دی ہو، یا وفات کے بعد گواہی دی ہو تو استحسانا گواہی قبول کی جائے گی، اس لئے کہ مدبر بنانا جب بھی ہوگا تو وہ وصیت ہوگی، ایسے ہی مرض الموت میں آزادگی وصیت ہے اور وصیت میں مدعی علیہ وصیت کرنے والا ہوتا ہے، یا اس کا خلیفہ وصی ہوتا ہے، یا وارث ہوتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ موت کی خبر پھیل جاتی ہے تو ہر ایک خصم متعین ہو جاتا ہے۔

اصول: جس صورت میں وصیت کی شکل بن جائے تو دعوی نہ بھی ہو تب بھی گواہی قبول کر لی جاتی ہے۔

وجہ : یہاں مرنے والے کے حق کو آدا کرنا ہے، اس لئے مرنے والے ہی کو مدعی قرار دیا جائے گا، اور اسی کی جانب سے دعوی سمجھا جائے گا۔

تشریح: [١] مرض موت میں گواہی دی کی دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کیا ہے۔ [٢] صحت میں مدبر بنایا ہے، [٣] یا مرض الموت میں مدبر بنایا ہے، لیکن گواہی مرض الموت میں دی، یا آقا کی وفات کے بعد دی کہ اس نے غلام کو مدبر بنایا ہے تو دعوی کے بغیر بھی گواہی مان لی جائے گی۔

وجہ : یہ تینوں صورتیں وصیت کی ہیں، کیونکہ مدبر بنانا بھی وصیت ہے۔ اور وصیت میں مرنے والے کے حق کو ادا کرنا ہے، اس لئے مرنے والے کو مدعی قرار دیا جائے گا، اور وصی، یا وارث کو مدعی علیہ قرار دیا جائے گا اور گواہی قبول کر لی جائے گی۔

۷ وَلِاَنَّ الْعِتْقَ فِی مَرَضِ الْمَوْتِ يَشِيعُ بِالْمَوْتِ فِيهَا فَصَارَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خَصْمًا مُتَعَيَّنًا ۸ وَلَوْشَهِدَ بَعْدَ مَوْتِهِ أَنَّهُ قَالَ فِيْ صِحَّتِهِ أَحَدُكُمَا حُرٌّ فَقَدْقِيلَ : لَا تُقْبَلُ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِوَصِيَّةٍ .وَقِيلَ تُقْبَلُ لِلشُّيُوْعِ هُوَ الصَّحِيحُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ : ۷ اس لئے کہ مرض الموت میں آزادگی ہوگی تو موت کی وجہ سے دونوں میں پھیل جائے گی تو دونوں غلام مدعی بن جائیں گے۔

تشریح : گواہی قبول کرنے کی یہ دوسری دلیل ہے۔ کہ موت کے بعد گواہی دی تو دونوں غلاموں میں آزادگی پھیل گئی اور دونوں کا آدھا آدھا حصہ آزاد ہو گیا، اس لئے دونوں مدعی بن جائیں گے، اس لئے دعوی نہ ہونے کے باوجود بھی گواہی قبول کر لی جائے گی۔

ترجمہ :۸ اور اگر موت کے بعد گواہی دی کہ تندرستی میں کہا تھا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے تو بعض حضرات نے کہا کہ یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ یہ وصیت کے درجے میں نہیں ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ قبول کی جائے گی، کیونکہ دونوں غلاموں میں آزادگی پھیل گئی ہے۔

تشریح : گواہی موت کے بعد دی ہے، لیکن صحت کے زمانے کی گواہی ہے کہ دو میں سے ایک غلام کو آزاد کیا ہے، تو جس نے کہا کہ یہ وصیت نہیں ہے اس نے کہا کہ یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اور جس نے کہا کہ اس سے دونوں غلاموں میں آزادگی پھیل گئی ہے تو اس نے کہا کہ گواہی قبول کر لی جائے گی۔

﴿بَابُ الْحَلَفِ بِالْعِتقِ﴾

(٢٢٦٨) وَمَنْ قَالَ إِذَا دَخَلْتُ الدَّارَ فَكُلُّ مَمْلُوكٍ فِي يَوْمَئِذٍ فَهُوَ حُرٌّ وَلَيْسَ لَهُ مَمْلُوكٌ فَاشْتَرٰى مَمْلُوكًا ثُمَّ دَخَلَ عَتَقَ، ﴿١﴾ لِأَنَّ قَوْلَهُ يَوْمَئِذٍ تَقْدِيرُهُ يَوْمٌ إِذْ دَخَلْتُ، إِلَّا أَنَّهُ أَسْقَطَ الْفِعْلَ وَعَوَّضَهُ بِالتَّنْوِينِ فَكَانَ الْمُعْتَبَرُ قِيَامَ الْمِلْكِ وَقْتَ الدُّخُولِ ﴿٢﴾ وَكَذَا لَوْ كَانَ فِي مِلْكِهٖ يَوْمَ حَلْفِ عَبْدٌ فَبَقِيَ عَلٰى مِلْكِهٖ حَتّٰى دَخَلَ عَتَقَ لِمَا قُلْنَا.

(٢٢٦٩) وَلَوْ لَمْ يَكُنْ قَالَ فِي يَمِينِهٖ يَوْمَئِذٍ لَمْ يَعْتِقْ، ﴿١﴾ لِأَنَّ قَوْلَهُ كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي لِلْحَالِ وَالْجَزَاءُ

﴿باب الحلف بالعتق﴾

ترجمہ :(٢٢٦٨) کسی نے کہا کہ جس دن گھر میں داخل ہوں اس دن میرا جتنا مملوک ہے وہ سب آزاد ہیں، اس آدمی کے پاس ابھی مملوک نہیں تھا، پھر غلام خریدا، پھر گھر میں داخل ہوا تو داخل ہوتے وقت جتنا مملوک ہیں سب آزاد ہو جائیں گے۔

تشریح : یوں کہا کہ جس دن گھر میں داخل ہوں اس دن جتنا مملوک ہو وہ سب آزاد ہے تو بعد میں جو مملوک خریدا وہ بھی آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ :﴿١﴾ اس لئے کہ یومئذ، کی تقدیر یوم اذ دخلت، ہے مگر یہ کہ کلام میں دخلتُ فعل کو ساقط کر دیا اور اس کی جگہ پر تنوین لے آیا اس لئے داخل ہوتے وقت جتنا مملوک ہے اس کا اعتبار رہے۔ مصنف عبارت کی تصیح فرما رہے ہیں کہ یومئذ، اصل میں یوم اذ دخلتُ ہے، لیکن عبارت میں دخلت فعل حذف کر دیا اور اس کی جگہ پر صرف تنوین رکھ دیا، اس لئے جو مملوک گھر میں داخل ہونے کے دن آقا کے پاس ہوگا وہ بھی آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ :﴿٢﴾ ایسے ہی اگر قسم کھانے کے دن اس کی ملکیت میں غلام ہوا اور وہ داخل ہونے کے دن تک اس کی ملکیت میں رہا تو وہ بھی آزاد ہو جائے گا، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے پہلے بیان کی۔

تشریح :قسم کھانے کے دن سے داخل ہونے کے دن تک جو غلام اس کی ملکیت میں رہا وہ بھی آزاد ہو جائے گا، کیونکہ اس نے کہا کہ جس دن میں داخل ہوں اس دن جو مملوک بھی ہو وہ سب آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ:(٢٢٦٩) اور اگر قسم میں یومئذ نہیں کہا تو بعد میں خریدا ہوا غلام آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ :﴿١﴾ اس لئے کہ اس کا قول کل مملوک لی، یہ قسم کھانے کے وقت کے لئے ہے، اور اس کی جزا جو ہے وہ فی الحال جو

حُرِّيَّةُ الْمَمْلُوْكِ فِيْ الْحَالِ إِلاَّ أَنَّهُ لَمَّا دَخَلَ الشَّرْطُ عَلَى الْجَزَاءِ تَأَخَّرَ إِلٰى وُجُوْدِ الشَّرْطِ فَيَعْتِقُ إِذَا بَقِيَ عَلٰى مِلْكِهِ إِلٰى وَقْتِ الدُّخُوْلِ وَلاَ يَتَنَاوَلُ مَنْ اِشْتَرَاهُ بَعْدَ الْيَمِيْنِ.

(٢٢٧٠) وَمَنْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوْكٍ ذَكَرٌ فَهُوَ حُرٌّ وَلَهُ جَارِيَةٌ حَامِلٌ فَوَلَتْ ذَكَرًا لَمْ يَعْتِقْ، لـ وَهٰذَا إِذَا وَلَدَتْ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ فَصَاعِدًا ظَاهِرٌ، لِأَنَّ اللَّفْظَ لِلْحَالِ وَفِيْ قِيَامِ الْحَمْلِ وَقْتَ الْيَمِيْنِ اِحْتِمَالٌ لِوُجُوْدِ أَقَلِّ مُدَّةِ الْحَمَلِ بَعْدَهُ،

مملوک ہے وہ آزاد ہونے کے لئے ہے، مگر یہ جب شرط جزا پر داخل ہوا تو شرط کے پائے جانے تک جزا موخر ہوگئی، اس لئے داخل ہونے کے وقت ملکیت میں باقی رہے تو وہی غلام آزاد ہوگا، اور قسم کھانے کے بعد جو غلام خریدا وہ آزاد ہونے میں شامل نہیں ہوگا۔

تشریح: قسم میں یومئذ، کا لفظ نہیں بولا، بلکہ یوں بولا، اذا دخلتُ الدار فکل مملوک لی فھو حر، [ترجمہ: جب میں گھر میں داخل ہوں گا تو جو میرا غلام اس وقت ہے وہ آزاد ہے] تو اس قسم سے جو غلام قسم کھانے کے وقت سے گھر میں داخل ہونے تک ملکیت میں رہا وہ آزاد ہوگا، قسم کھانے کے بعد جس غلام کو خریدا وہ آزاد نہیں ہوگا۔

وجه: مصنف نے پیچیدہ دلیل بیان کی ہے، دلیل کا حاصل یہ ہے کہ۔ یومئذ نہیں بولا تو قسم کے کھاتے وقت ہی غلام آزاد ہونا چاہئے، لیکن گھر میں داخل ہونے کی شرط لگا دی، تو مطلب یہ ہوگا کہ اس وقت جو غلام ہے وہ گھر میں داخل ہوتے موجود رہے تو وہ آزاد ہو جائے گا، اس لئے قسم کھانے کے بعد جو غلام خریدا وہ غلام آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمه: (٢٢٧٠) کسی نے کہا جو میرا مذکر مملوک ہو وہ آزاد ہے، اس کے پاس حاملہ باندی تھی اس نے مذکر بچہ دیا تو وہ بچہ آزاد نہیں ہوگا۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ ابھی مذکر جان میری ملکیت میں ہو تو وہ آزاد ہے۔ یہاں مملوک سے مراد پیدا شدہ مکمل جان ہے، اور حمل میں جو مذکر جان ہے وہ باندی کا عضو ہے وہ مکمل جان نہیں ہے، اس لئے وہ آزاد نہیں ہوگا۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر قسم کھانے سے چھ ماہ بعد بچہ دیا تو یہ گنجائش ہے کہ قسم کھاتے وقت بچہ پیٹ میں نہیں تھا بلکہ قسم کھانے کے بعد بچہ پیٹ میں آیا ہے اس لئے وہ آزاد نہیں ہوگا۔

وجه: کیونکہ قسم کھانے کا مطلب یہ ہے کہ میری ملکیت میں ابھی مذکر بچہ ہو تو وہ آزاد ہے

ترجمه: لـ مذکر حمل آزاد اس لئے نہیں ہوگا کہ چھ مہینے میں یا چھ مہینے میں بچہ پیدا ہوا تو ظاہر ہے کہ [قسم کھاتے وقت بچہ پیٹ میں نہیں تھا، اس لئے کہ یہ لفظ حال کے لئے ہے اور قسم کے وقت میں حمل کے ہونے میں احتمال ہے، کیونکہ حمل کی کم سے کم

۲؎ وَكَذَا إِذَا وَلَدَتْ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، لِأَنَّ اللَّفْظَ يَتَنَاوَلُ الْمَمْلُوكَ الْمُطْلَقَ، وَالْجَنِينُ مَمْلُوكٌ تَبَعًا لِلْأُمِّ لَا مَقْصُودًا، وَلِأَنَّهُ عُضْوٌ مِنْ وَجْهٍ، وَاسْمُ الْمَمْلُوكِ يَتَنَاوَلُ الْأَنْفُسَ دُونَ الْأَعْضَاءِ وَلِهٰذَا لَا يَمْلِكُ بَيْعَهُ مُنْفَرِدًا، قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ ۳؎ وَفَائِدَةُ التَّقْيِيدِ بِوَصْفِ الذُّكُورَةِ أَنَّهُ لَوْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي تَدْخُلُ الْحَامِلُ فَيَدْخُلُ الْحَمْلُ تَبَعًا لَهَا.

(۲۲۷۱) وَإِنْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوكٍ أَمْلِكُهُ فَهُوَ حُرٌّ بَعْدَ غَدٍ أَوْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي فَهُوَ حُرٌّ بَعْدَ غَدٍ وَلَهُ مَمْلُوكٌ فَاشْتَرٰى آخَرَ ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ غَدٍ عَتَقَ الَّذِي فِي مِلْكِهِ يَوْمَ حَلَفَ، ۱؎ لِأَنَّهُ قَوْلَهُ أَمْلِكُهُ لِلْحَالِ حَقِيقَةً يُقَالُ أَنَا أَمْلِكُ كَذَا وَكَذَا وَيُرَادُ بِهِ الْحَالُ، وَكَذَا يُسْتَعْمَلُ لَهُ مِنْ غَيْرِ قَرِينَةٍ

مدت چھ ماہ ہوتی ہے۔

تشریح :قسم کھانے کے چھ ماہ کے بعد، یا چھ مہینے پر بچہ پیدا ہوا تو یہ ممکن ہے کہ قسم کھاتے وقت پیٹ میں حمل ہو ہی نہیں بلکہ بعد میں حمل ٹھہرا ہو اس لئے یہ مذکر آزاد نہیں ہوگا۔ بچہ پیدا ہونے کی کم سے کم مدت چھ مہینے ہیں۔

ترجمہ :۲؎ ایسے ہی چھ مہینے سے کم کی مدت میں بچہ پیدا ہوا[تب بھی لڑکا آزاد نہیں ہوگا] مملوک کا لفظ کامل مملوک کو شامل ہے اور پیٹ میں جو بچہ ہے وہ ماں کے تابع ہو کر مملوک ہے بالقصد مملوک نہیں ہے، اور یہ بھی وجہ ہے کہ وہ من وجہ ماں کا عضو ہے اور مملوک کا نام مکمل نفس کو شامل ہے اعضاء کو شامل نہیں ہے اسی لئے الگ سے اس کی بیع جائز نہیں ہے۔

تشریح:قسم کھانے سے چھ مہینے کے اندر اندر لڑکا پیدا ہوا تب بھی تب بھی آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ :متن میں جو مملوک کا لفظ ہے وہ مکمل جان کو شامل ہے اور حمل باندی کا عضو ہے، وہ مکمل جان نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ الگ سے حمل سے بیع کرنا چاہے تو بیع نہیں ہو سکتی اس لئے یہ حمل آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ :۳؎ مذکر کی قید سے فائدہ یہ ہوگا اگر یوں کہتا کل مملوک لی فهو حر، تو حمل بھی داخل ہوگا اور ماں کے تابع ہو کر حمل بھی آزاد ہو جائے گا۔

تشریح :اگر آقا نے مذکر کی قید نہیں لگائی بلکہ یوں کہا کل مملوک لی فهو حر، تو حمل بھی ماں کے تابع ہو کر مملوک ہے اس لئے باندی بھی آزاد ہوگی اور اس کے تابع ہو کر حمل بھی آزاد ہو جائے گا، کیونکہ وہ بھی مملوک ہے۔

ترجمہ:(۲۲۷۱) اگر آقا نے کہا کہ جس مملوک کا ابھی مالک ہوں وہ پرسوں آزاد ہے، یا جو ہمارا مملوک ابھی ہے وہ پرسوں آزاد ہے، اب انکے پاس کچھ مملوک تھا پھر ایک اور خریدا پھر پرسوں آیا تو جو قسم کے کھانے کے دن مملوک تھا وہی آزاد ہوگا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ مالک کا قول املکہ، حقیقت میں حال کے لئے ہے، لوگ کہتے ہیں انا املک کذا وکذا اور اس سے حال

وَلِلِاسْتِقْبَالِ بِقَرِيْنَةِ سِيْنٍ أَوْ سَوْفَ فَيَكُوْنُ مُطْلَقُهُ لِلْحَالِ فَكَانَ الْجَزَاءُ حُرِّيَّةَ الْمَمْلُوْكِ فِيْ الْحَالِ مُضَافًا إِلىٰ مَا بَعْدَ الْغَدِ فَلاَ يَتَنَاوَلُ مَا يَشْتَرِيْهِ بَعْدَ الْيَمِيْنِ.

(۲۲۷۲) وَلَوْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوْكٍ أَمْلِكُهُ أَوْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوْكٍ لِيْ حُرٌّ بَعْدَ مَوْتِيْ وَلَهُ مَمْلُوْكٌ فَاشْتَرىٰ مَمْلُوْكًا آخَرَ فَالَّذِيْ كَانَ عِنْدَهُ وَقْتَ الْيَمِيْنِ مُدَبَّرٌ وَالْآخَرُ لَيْسَ بِمُدَبَّرٍ، وَإِنْ مَاتَ عَتَقَا مِنَ الثُّلُثِ، لے وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ فِيْ النَّوَادِرِ يَعْتِقُ مَا كَانَ فِيْ مِلْكِهِ يَوْمَ حَلْفٍ وَلاَ يَعْتِقُ مَا اسْتَفَادَ

مراد لیتے ہیں، اسی طرح بغیر قرینے کے حال ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور سین، یا سوف کے قرینے سے استقبال کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس لئے مطلقا حال کے لئے ہوگا اس لئے مملوکیت کی آزادگی کی جزا فی الحال ہوگا پرسوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس لئے قسم کے بعد جو خریدا وہ غلام آزاد ہونے میں شامل نہیں ہوگا۔

تشریح: یہاں دو قسم کے جملے سے قسم کھائی ہے [۱] جس مملوک کا میں آج مالک ہوں [۲] جو میرا آج مملوک ہے وہ پرسوں آزاد ہے۔ اب اس کے بعد اس نے اور غلام خریدا تو پرسوں وہی غلام آزاد ہوں گے جو قسم کھاتے وقت موجود تھا، جس کو بعد میں خریدا وہ آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ: املکہ: مضارع کا صیغہ ہے جو حال کے لئے آتا ہے، اس پر سین، یا سوف داخل ہو تب استقبال کے لئے ہوتا ہے، اور یہاں سین، یا سوف ہے نہیں اس لئے حال کا معنی ہوگا، اور مطلب یہ ہوگا کہ جس کا میں ابھی مالک ہوں وہ پرسوں آزاد ہوگا، اس لئے جو بعد میں خریدا وہ آزاد ہونے میں شامل نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۲۷۲) اگر کہا کہ جس مملوک کا میں ابھی مالک ہوں وہ آزاد، یا کہا کہ جو میرا ابھی مملوک ہے وہ آزاد، اور اس کے پاس ایک غلام تھا، اور دوسرا غلام پھر خریدا، تو جو غلام قسم کھاتے وقت موجود تھا وہ مدبر بن جائے گا، اور جس غلام کو قسم کھانے کے بعد میں خریدا وہ مدبر تو نہیں بنے گا، لیکن آقا کے مرنے کے بعد دونوں غلام کی تہائی آزاد ہو جائے گی۔

تشریح: اس عبارت میں دو الگ الگ جملے استعمال ہوئے ہیں [۱] ایک جملہ ہے جس کا ابھی مالک ہوں وہ میرے مرنے کے بعد آزاد ہے، اس جملے سے ابھی جو غلام موجود ہے وہ مدبر بن جائے گا، [۲] اور دوسری بات کہی ہے، میرے مرنے کے بعد، اس سے وصیت ثابت ہوگی اس لئے تہائی مال سے آزاد ہوگا۔ اور قسم کھانے کے بعد جس غلام کو خریدا ہے وہ مدبر تو نہیں بنے گا لیکن وصیت کی بنا پر تہائی مال سے وہ بھی آزاد ہو جائے گا،

ترجمہ: لے امام ابو یوسفؒ نے نوادر میں کہا کہ جس کا ابھی مالک ہے وہ آزاد ہوگا، اور قسم کھانے کے بعد جس کو حاصل کیا ہے وہ آزاد نہیں ہوگا، اسی طرح اگر کہا کہ جو میرا مملوک ہے جب میں مروں تو وہ آزاد ہے [تو قسم کھانے کے بعد جس غلام کا مالک بنا

بَعْدَ يَمِينِهِ، وَعَلٰى هٰذَا إِذَا قَالَ كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي إِذَا مِتُّ فَهُوَ حُرٌّ، لَهُ أَنَّ اللَّفْظَ حَقِيقَةٌ لِلْحَالِ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ فَلاَ يَعْتِقُ بِهِ مَا يَمْلِكُهُ، وَلِهٰذَا صَارَ هُوَ مُدَبَّرًا دُونَ الْآخَرِ. ٢ وَلَهُمَا أَنَّ هٰذَا إِيْجَابُ عِتْقٍ وَإِيْصَاءٌ حَتّٰى اعْتُبِرَ مِنَ الثُّلُثِ وَفِي الْوَصَايَا تُعْتَبَرُ الْحَالَةُ الْمُنْتَظِرَةُ وَالْحَالَةُ الرَّاهِنَةُ، أَلاَ يُرٰى أَنَّهُ يَدْخُلُ فِي الْوَصِيَّةِ بِالْمَالِ مَا يَسْتَفِيْدُهُ بَعْدَ الْوَصِيَّةِ، ٣ وَفِي الْوَصِيَّةِ لِأَوْلاَدِ فُلاَنٍ مَنْ يُوْلَدُ لَهُ بَعْدَهَا،

وہ آزادنہیں ہوگا]

انکی دلیل یہ ہے کہ ,املکہ, کالفظ حقیقت می حال کے لئے ہے جیسا کہ بیان ہوا اس لئے جو بعد میں مالک ہوا وہ آزادنہیں ہوگا یہی وجہ ہے کہ پہلا والا مدبر بنے گا دوسرا والا مدبر نہیں بنے گا۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ ,کل مملوک املکہ حر بعد موتی ,اس جملے سے وصیت نہیں ہوگی اس لئے جس غلام کا مالک یہ جملہ کہنے کے بعد ہوا وہ غلام آزادنہیں ہوگا۔

وجہ:(١)اس کی وجہ یہ ہے کہ املکہ کا جملہ مضارع کا جملہ ہے جس سے صرف حال کا معنی ہوتا ہے استقبال کا معنی نہیں ہوتا اس لئے جو غلام یہ جملہ کہنے کے وقت موجود ہوگا صرف وہی آزاد ہوگا، اور جو غلام اس کے بعد ملکیت میں آیا وہ آزادنہیں ہوگا ۔(٢) دوسری دلیل یہ ہے کہ یہی وجہ ہے کہ جو غلام بعد میں ملک میں آیا وہ مدبر نہیں بنے گا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ صرف موجود غلام پر اطلاق ہوگا۔

ترجمہ :٢ امام ابوحنیفہ، اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس جملے میں آزادگی کو واجب کرنا ہے اور وصیت بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ تہائی مال سے آزاد ہونے کا اعتبار کیا گیا ہے، اور وصیت میں مستقبل کی حالت کا اعتبار کیا جاتا ہے اور موجودہ حالت کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے، کیا نہیں دیکھتے ہیں کہ جو وصیت کے بعد استفادہ کرتے ہیں وہ بھی داخل ہوتا ہے۔

تشریح :طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ,کل مملوک املکہ حر بعد موتی ، کے جملے سے وصیت ثابت ہوگی، اور وصیت میں جو غلام ابھی موجود ہے وہ بھی داخل ہوگا، اور جو غلام اس جملے کے کہنے کے بعد میں ملکیت میں آیا وہ بھی داخل ہوگا اور وصیت میں تہائی کا اعتبار ہوتا ہے اس لئے اس کی تہائی آزاد ہوگی۔

لغت:منتظرۃ: یہ انتظار سے مشتق ہے، جو مستقبل میں آئے ۔راہنہ: جو فی الحال ہو۔

ترجمہ :٣ فلاں کی اولاد کے لئے وصیت کی وصیت کے بعد جو پیدا ہوا وہ بھی وصیت میں داخل ہوگا۔

تشریح : کسی نے وصیت کی کہ زید کی اولاد کے لئے اتنے مال کی وصیت کرتا ہوں، تو جو اولاد ابھی ہیں وہ بھی وصیت میں شامل ہوں گی، اور جو اس کے بعد پیدا ہوگی وہ بھی وصیت میں شامل ہوجائے گی، اسی طرح یہاں جو غلام ابھی ہے وہ بھی آزاد

۴ وَالْاِیْجَابُ إِنَّمَا یَصِحُّ مُضَافًا إِلٰی الْمِلْکِ أَوْ إِلٰی سَبَبِہٖ فَمِنْ حَیْثُ أَنَّہٗ إِیْصَاءٌ یَتَنَاوَلُ الَّذِيْ یَشْتَرِیْہِ اِعْتِبَارًالِلْحَالَۃِ الْمُتَرَبِّصَۃِ وَھِيَ حَالَۃُ الْمَوْتِ،وَقَبْلَ الْمَوْتِ حَالَۃُ التَّمَلُّکِ اِسْتِقْبَالٌ مَحْضٌ فَلاَ یَدْخُلُ تَحْتَ اللَّفْظِ،وَعِنْدَالْمَوْتِ یَصِیْرُ کَأَنَّہٗ قَالَ کُلُّ مَمْلُوْکٍ لِيْ أَوْکُلُّ مَمْلُوْکٍ أَمْلُکُہٗ فَھُوَ حُرٌّ، ۵ بِخِلاَفِ قَوْلِہٖ بَعْدَ غَدٍ عَلٰی مَا تَقَدَّمَ،لِأَنَّہٗ تَصَرُّفٌ وَاحِدٌ وَھُوَ إِیْجَابُ الْعِتْقِ وَلَیْسَ فِیْہِ إِیْصَاءٌ وَالْحَالَۃُ مَحْضُ اِسْتِقْبَالٍ فَافْتَرَقَا. ۶ وَلاَ یُقَالُ إِنَّکُمْ جَمَعْتُمْ بَیْنَ الْحَالِ وَالْاِسْتِقْبَالِ،لِأَنَّا نَقُوْلُ نَعَمْ،لٰکِنْ بِسَبَبَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ إِیْجَابُ عِتْقٍ وَوَصِیَّۃٍ وَإِنَّمَالاَیَجُوْزُ ذٰلِکَ بِسَبَبٍ وَاحِدٍ.

ہوگا،اور جو بعد میں ملکیت میں آیا اس کی بھی تہائی آزاد ہوجائے گی۔

ترجمہ :۴ آزادگی کو واجب کرنا یا تو ملک کی طرف نسبت کرے گا تب صحیح ہوگا، یا سبب ملک کی طرف نسبت کرے گا تب صحیح ہوگا تو اس حیثیت سے کہ عتق کو واجب کیا اس غلام کو شامل ہے جو ابھی موجود ہے اس لئے وہ مدبر ہوگا اس لئے اس کو بیچنا جائز نہیں ہوگا،اور اس حیثیت سے کہ وصیت ہے اسغلام کو شامل ہوگا جو بعد میں خریدے گا فی الحال کا اعتبار کرتے ہوئے اور وہ موت کی حالت ہے،اور موت سے پہلے استقبال محض ہے اس لئے لفظ میں داخل نہیں ہوگا اور موت کے وقت ایسا ہوجائے گا گویا کہ کہا،جو میرا مملوک ہے، یا جسکا میں مالک ہوں گا وہ سب آزاد ہے۔

تشریح :عبارت پیچیدہ ہے۔ یہاں دو حیثیت ہیں [۱] عتق کو واجب کرنا، یہ موجودہ غلام کو شامل ہے اس لئے وہ مدبر بنے گا یہ حالت راہنہ، یعنی حالت حاضرہ کے مطابق ہے۔[۲] اور دوسری حیثیت ہے وصیت کی اس میں وہ غلام بھی شامل ہوگا جو بعد میں خریدا جائے گا، یہ حالت متربصہ، یعنی حالت مستقبلہ کے اعتبار سے ہوگا۔

ترجمہ :۵ بخلاف کل مملوک املکہ فھو حر بعد غد، کے اس لئے کہ وہاں ایک ہی تصرف عتق کو واجب کرنا ہے اس میں وصیت نہیں ہے اس لئے وہ مسئلہ اس سے الگ ہوگیا۔

تشریح :اوپر ایک مسئلہ آیا تھا کل مملوک املکہ فھو حر بعد غد ،اس عبارت میں وصیت نہیں تھی اس لئے جس غلام کا مالک بعد میں بنا وہ آزاد نہیں ہوگا، کیونکہ وہاں صرف عتق کو واجب کرنا ہے۔اور اس متن کے مسئلے میں وصیت بھی تھی اس لئے بعد میں غلام کا مالک بنا تو وصیت کے ماتحت اس کی بھی تہائی آزاد ہوجائے گی۔

ترجمہ :۶ یہ نہ کہیں کہ تم نے املکہ، کے لفظ میں حال اور استقبال دونوں کو جمع کر دیا، اس لئے کہ ہم کہیں گے کہ دو مختلف سبب کی وجہ سے حال اور استقبال کو جمع کیا ہے، ایک ہے عتق کو واجب کرنا، اور دوسرا ہے وصیت کو ثابت کرنا، ہاں دو چیزیں

ایک سبب سے جائز نہیں ہے۔

تشریح : یہ اعتراض نہ کریں کہ املکہ کا لفظ مضارع کا ہے اس میں حال اور استقبال دونوں جمع کر دیا، اس کا جواب دوں گا یہاں دو سبب کے اعتبار سے دو الگ الگ معانی ہوئے ہیں، عتق کو واجب کرنے کی وجہ سے حال کا معنی لیا ہے، اور وصیت کی وجہ سے استقبال کا معنی لیا ہے ، اور دو سبب سے دو معانی ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے، ہاں ایک ہی سبب سے دو معانی لئے جائیں تو یہ جائز نہیں ہے۔

بَابُ الْعِتْقِ عَلٰى جُعْلٍ

(٢٢٧٣) وَمَنْ أَعْتَقَ عَبْدَهُ عَلٰى مَالٍ فَقَبِلَ الْعَبْدُ عَتَقَ ، ۱؎ وَذٰلِكَ مِثْلُ أَنْ تَقُوْلَ أَنْتَ حُرٌّ عَلٰى أَلْفِ دِرْهَمٍ أَوْ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ،

﴿باب العتق على جُعل﴾

ضروری نوٹ :کسی مال کے بدلے میں غلام کوآزاد کرنے کو, جُعل، کہا جاتا ہے،اس کوقبول کرنے کے بعدغلام آزاد ہوجاتا ہےالبتہ اس پر مال قرض رہتا ہے،اس کوکما کرادا کرے گا۔عتق علی الجعل ، یہ مال کتابت سے الگ ہے،مال کتابت میں غلام غلام رہتا ہےصرف اس کو مال کمانے کی اجازت ملتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر مال کتابت کوختم کر دے تو مکاتب دوبارہ غلام بن جاتا ہے۔جعل میں ایک طرف مال ہوتا ہےاور دوسری طرف مال نہیں ہوتا ، کیونکہ آزادگی کوئی مال نہیں ہے، یہ نکاح کی طرح ہے جس میں مہر مال ہوتا ہےاوراس کے بدلے میں بضع کوئی مال نہیں ہے عضو ہے، چونکہ پورے طور پر مبادلۃ المال بالمال نہیں ہےاسی لئے جعل میں جہالت رہ جائے تب بھی جعل درست ہوجاتا ہے۔یہ چند باتیں یادرکھیں

ترجمہ :(٢٢٧٣)اگراپنے غلام کو مال کے بدلے آزاد کرے اورغلام قبول کرے تو آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ :۱؎ مثلا یہ کہےانت حر علی الف،یاانت حر بالف،تم ہزار پرآزاد ہویاہزار کے بدلےآزاد ہو۔

تشریح :مولی نے کہا کہ مال کے بدلےآزاد کرتا ہوں اورغلام نے اس شرط کوقبول کرلیاتو غلام اسی وقت آزاد ہوجائے گا۔البتہ شرط کے مطابق غلام پر مال لازم ہوگا۔مثلا یوں کہے کہ تم مال کے بدلے میں آزاد ہو،اورغلام نے اس شرط کوقبول کرلیا تو شرط کے مطابق غلام آزاد ہوجائے گا۔

وجہ :(١) آزادتواس لئے ہوگا کہ آقانے مال کے بدلےآزاد کیا۔اور مال اس لئے لازم ہوگا کہ آزاد ہونے کی یہ شرط تھی اورغلام نے اس کوقبول کیا ہے (٢) حدیث میں ہے کہ خدمت کی شرط پرغلام آزاد کیا تو وہ آزاد ہوا اور خدمت لازم ہوئی۔حدیث یہ ہے۔عن سفینة قال کنت مملوکا لام سلمة فقالت اعتقک و اشترط علیک ان تخدم رسول الله ماعشت فقلت وان لم تشترطی علی ما فارقت رسول الله ﷺ ماعشت فاعتقنی واشترطت علی. (ابوداؤدشریف،باب فی العتق علی شرط،ص٥٥٨،نمبر٣٩٣٢)(٣)عمل صحابی میں ہے۔اعتق عمر بن الخطاب کل مسلم من رقیق الاماره وشرط انکم تخدمون الخلیفة من بعدی بثلاث سنین (مصنف عبدالرزاق،باب العتق بالشرط،ج تاسع،ص٨٩،نمبر١٧٠٨٩)اس حدیث اورعمل صحابی سے معلوم ہوا کہ مال کی شرط پرآزاد کر

٢ ۔ وَإِنَّمَا يَعْتِقُ بِقَبُوْلِهِ، لِأَنَّهُ مُعَاوَضَةُ الْمَالِ بَغَيْرِ الْمَالِ إِذِ الْعَبْدُ لاَ يَمْلِكُ نَفْسَهُ، وَمِنْ قَضِيَّةِ الْمُعَاوَضَةِ ثُبُوْتُ الْحُكْمِ بِقَبُوْلِ الْعِوَضِ لِلْحَالِ كَمَا فِيْ الْبَيْعِ فَإِذَا قَبِلَ صَارَ حُرًّا، وَمَا شُرِطَ دَيْنٌ عَلَيْهِ حَتّٰى تَصِحَّ الْكَفَالَةُ بِهِ، بِخِلاَفِ بَدْلِ الْكِتَابَةِ، لِأَنَّهُ ثَبَتَ مَعَ الْمُنَافِيْ وَهُوَ قِيَامُ الرِّقِّ عَلٰى مَا عُرِفَ، ٣ ۔ وَإِطْلاَقُ لَفْظِ الْمَالِ يَنْتَظِمُ أَنْوَاعَهُ مِنَ النَّقْدِ وَالْعَرْضِ وَالْحَيَوَانِ وَإِنْ كَانَ بِغَيْرِ عَيْنِهِ، لِأَنَّهُ مُعَاوَضَةُ الْمَالِ بِغَيْرِ الْمَالِ فَشَابَهَ النِّكَاحَ وَالطَّلاَقَ وَالصُّلْحَ عَنْ دَمِ الْعَمَدِ، وَكَذَا الطَّعَامُ وَالْمَكِيْلُ وَالْمَوْزُوْنُ إِذَا كَانَ مَعْلُوْمَ الْجِنْسِ وَلاَ تَضُرُّهُ جِهَالَةُ الْوَصْفِ، لِأَنَّهَا يَسِيْرَةٌ.

سکتا ہے۔ کیونکہ حدیث اور عمل صحابی میں خدمت کی شرط پر غلام آزاد کیا ہے۔

ترجمہ :٢ ۔ غلام کے قبول کرنے پر اس لئے آزاد ہوگا کہ مال کا بدلے بغیر مال کے ہے، اس لئے کہ غلام اپنی جان کا مالک نہیں ہے، اور معاوضے کا حکم یہ ہے کہ عوض کو قبول کرنے سے فی الحال آزاد ہو جائے گا، جیسے کہ بیع میں ہوتا ہے، پس جب قبول کیا تو غلام آزاد ہو گیا اور جتنے مال کی شرط تھی وہ غلام پر قرض رہے گا، یہاں تک کہ اس کا کفیل بننا بھی صحیح ہے، بخلاف مال کتابت کے [یعنی مال کتابت کا کفیل بننا صحیح نہیں ہے] اس لئے کہ مال کتابت منافی کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور وہ ہے غلامیت کا برقرار رہنا۔

تشریح: یہاں تین باتیں بتا رہے ہیں [١] غلام اس شرط کو قبول کرے گا تو آزاد ہوگا۔ [٢] غلام ابھی آزاد ہو جائے گا، [٣] جو مال ہے وہ غلام پر قرض صحیح ہو جائے گا یہاں تک کہ کوئی اس کا کفیل بننا چاہے تو بن سکتا ہے۔ اس کے برخلاف مال کتابت کا کوئی کفیل بننا چاہے تو نہیں بن سکتا، کیونکہ وہ دین صحیح نہیں ہے، کیونکہ وہاں غلامیت برقرار ہے اس کے باوجود غلام پر قرض ہوتا ہے۔

ترجمہ :٣ ۔ متن میں مال مطلق ہے اس میں کئی نوع شامل ہیں، مثلا نقد درہم، سامان، جانور اگرچہ متعین نہ ہو، کیونکہ یہاں مال کا بدلہ بغیر مال کے ہے اس لئے یہ نکاح، طلاق، اور خون کے بدلے میں صلح کی طرح ہو گیا، ایسے ہی کھانا، کیلی چیز، وزنی چیز، اگر اس کی جنس معلوم ہو اور صفت میں جہالت ہو تب بھی کوئی نقصان نہیں دے گا، کیونکہ یہ چھوٹی سی چیز ہے۔

اصول: شریعت ہر حال میں آزادگی دینا چاہتی ہے اس لئے مال میں جہالت بھی ہو تب بھی قبول کرنے پر آزاد ہو جائے گا۔

تشریح : متن میں مال مطلق ہے اس لئے اس میں یہ پانچ قسم کا مال شامل ہے ان میں سے کسی کے بدلے میں بھی غلام آزاد کرنا چاہے تو غلام آزاد ہو جائے گا، اور یہ مال جعل، بن جائے گا۔

[١] نقد درہم دینار [٢] سامان مثلا کرسی میز وغیرہ [٣] حیوان چاہے وہ متعین نہ ہو تب بھی آزاد ہو جائے گا [٤] کیلی چیز، مثلا گیہوں۔ [٥] وزنی چیز مثلا لوہا، تانبا، کیلی اور وزنی چیز متعین کرتے وقت اتنی بات ضروری ہے کہ اس کی جنس معلوم ہو، کہ وہ کیا

(۲۲۷۴) قَالَ وَلَوْ عَلَّقَ عِتْقَهُ بِأَدَاءِ الْمَالِ صَحَّ وَصَارَ مَاذُوْنًا ۱؎ وَذٰلِکَ مِثْلُ أَنْ يَّقُوْلَ إِنْ أَدَّيْتَ إِلَيَّ أَلْفَ دِرْهَمٍ فَأَنْتَ حُرٌّ، ۲؎ وَمَعْنٰى قَوْلِهِ صَحَّ أَنَّهُ يَعْتِقُ عِنْدَ الأَدَاءِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّصِيْرَ مُكَاتَبًا، لِأَنَّهُ صَرِيْحٌ فِيْ تَعْلِيْقِ الْعِتْقِ بِالأَدَاءِ وَإِنْ كَانَ فِيْهِ مَعْنَى الْمُعَاوَضَةِ فِي الْإِنْتِهَاءِ عَلٰى مَا نُبَيِّنُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى،

چیز ہے، گیہوں ، یا چنا، البتہ اس کی صفت معلوم نہ ہو کہ کتنا من گیہوں تب بھی آزاد ہو جائے گا، کیونکہ یہ جہالت چھوٹی سی ہے اس لئے اس کے باوجود معاملہ طے ہو جائے گا اور غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ:(۲۲۷۴) اگر مال کی آدائیگی پر آزادگی کو معلق کیا تو یوں سمجھا جائے گا کہ غلام کو تجارت کرنے کی اجازت دی۔

ترجمہ :۱؎ یہ مثلا یوں کہے کہ اگر آپ نے مجھے ہزار ادا کئے تو تم آزاد ہو۔

تشریح :اس مسئلہ میں آزادگی کو مال ادا کرنے پر معلق کیا ہے اس لئے جب تک مال ادا نہیں کرے گا اس وقت تک غلام آزاد نہیں ہوگا۔ البتہ چونکہ مال ادا کرنے کی شرط لگائی ہے اس لئے اس کو تجارت کرنے کی اجازت ہوگی تا کہ مال کما کر آقا کو ادا کر سکے۔

وجہ:(۱) اس قول تابعی میں ہے۔ **سمعت ابا حنيفة سئل عن رجل قال لغلامه اذا اديت الى مائة دينار فانت حر. قال فاداها فهو حر** (مصنف عبد الرزاق، باب العتق بالشرط، ج تاسع، ص ۹۱، نمبر ۱۱۷۰۹۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مال ادا کرنے پر غلام آزاد ہوگا۔ (۲) **عن ابن شبرمة قال اذا قال الرجل لعبده انت حر على ان تخدمنى عشرة سنين فله شرطه** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب العتق بالشرط، ج تاسع، ص ۹۱، نمبر ۱۱۷۰۹۸) اس قول تابعی میں بھی ہے کہ غلام پر شرط لگا سکتا ہے۔

ترجمہ :۲؎ متن میں اس کا قول صح، کا مطلب یہ ہے کہ مال ادا کرتے وقت غلام آزاد ہو جائے گا، لیکن مکاتب نہیں بنے گا اس لئے آدائیگی پر آزاد کا معلق ہونا صریح ہے، اگر چہ اس میں آخیر میں معاوضہ کا معنی بھی ہے، جیسا کہ ہم بعد میں بیان کریں گے۔

اصول: دو اصول یاد رکھیں [۱] ایک ہے معلق کرنا ہو تو اس میں قبول کرنے میں مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ [۲] اور دوسرا ہے معاوضہ اس میں قبول کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے، آزادگی کو مال کے ادا کرنے پر معلق کیا تو اس میں شروع میں اس میں معلق کرنا ہے، اور انتہاء کے طور پر اس میں معاوضہ ہے، اس لئے آگے آرہا ہے کہ مال حاضر کر دے تو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

تشریح :متن میں صح کا جو لفظ ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ غلام ہزار ادا کر دے تو وہ آزاد ہو جائیگا، لیکن وہ مکاتب نہیں بنے گا کیونکہ یہاں تعلیق ہے، یہ اور بات ہے کہ یہ جملہ ابتداء کے طور پر تعلیق ہے اور انتہاء کے طور پر معاوضہ ہے، اسکی تفصیل آگے آرہی ہے۔

٣ وَإِنَّمَا صَارَ مَأْذُوْنًا، لِأَنَّهُ رَغَّبَهُ فِي الِاكْتِسَابِ بِطَلَبِهِ الْأَدَاءَ مِنْهُ، وَمُرَادُهُ التِّجَارَةُ دُوْنَ التَّكَدِّيْ فَكَانَ إِذْنًا لَهُ دَلالَةً.

(٢٢٧٥) وَإِنْ أَحْضَرَ الْمَالَ أَجْبَرَهُ الْحَاكِمُ عَلٰى قَبْضِهِ وَعَتَقَ الْعَبْدُ، ١ وَمَعْنَى الْإِجْبَارِ فِيْهِ وَفِي سَائِرِ الْحُقُوْقِ أَنَّهُ يَنْزِلُ قَابِضًا بِالتَّخْلِيَةِ. ٢ وَقَالَ زُفَرُ لا يُجْبَرُ عَلَى الْقَبُوْلِ وَهُوَ الْقِيَاسُ، لِأَنَّهُ تَصَرُّفُ يَمِيْنٍ إِذْ هُوَ تَعْلِيْقُ الْعِتْقِ بِالشَّرْطِ لَفْظًا، وَلِهٰذَا لا يَتَوَقَّفُ عَلٰى قَبُوْلِ الْعَبْدِ وَلا يَحْتَمِلُ الْفَسْخَ وَلا جَبْرَ عَلٰى مُبَاشَرَةِ شُرُوْطِ الْإِيْمَانِ لِأَنَّهُ لا اِسْتِحْقَاقَ قَبْلَ وُجُوْدِ الشَّرْطِ، بِخِلافِ الْكِتَابَةِ، لِأَنَّهُ مُعَاوَضَةٌ وَالْبَذْلُ فِيْهَا وَاجِبٌ.

ترجمہ :٣ غلام کو ماذون التجارت سمجھا جائے گا تا کہ کام کرنے میں رغبت ہو جائے، اور کام کرنے سے مراد تجارت کرنا ہے بھیک مانگنا نہیں ہے اس لئے تجارت کی اجازت ہوگی۔

تشریح: عبارت میں تجارت نہیں ہے، لیکن جب مال کی شرط پر آزاد کیا تو دلالت میں تجارت کی اجازت ہوگئی۔

ترجمہ: (٢٢٧٥) پس اگر غلام نے مال حاضر کیا تو حاکم آقا کو قبضہ کرنے پر مجبور کرے گا اور غلام آزاد ہوگا۔

ترجمہ: ١ یہاں، اور تمام حقوق میں مجبور کرنے کا معنی یہ ہے کہ مال سامنے میں رکھ دے تو آقا کو قبضہ کرنے والا سمجھا جائے۔

تشریح : غلام نے مال حاضر کر دیا اور آقا نہیں لینا چاہتا ہے تو حاکم اس کو لینے پر مجبور کرے گا۔ اور مجبور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مال سامنے رکھ دے تو آقا کا قبضہ کرنے والا سمجھا جائے۔

وجہ :(١) شرط کے مطابق آقا کو مال لے لینا چاہئے اور شرط کے خلاف کیا تو حاکم شرط پوری کرنے پر مجبور کرے گا۔ (٢) اس معاملہ کو شرط مانا جائے تو لینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، کیونکہ تعلیق میں لینے پر مجبور نہیں کیا جاتا ہے، لیکن انتہاء کے اعتبار سے یہ معاوضہ ہے اور معاوضہ میں لینے پر مجبور کیا جاتا ہے اس لئے یہاں لینے پر مجبور کیا جائے گا، بس یہی بات اس عبارت میں سمجھانا چاہتے ہیں۔

نوٹ : آزاد ہونے سے پہلے غلام جو بھی کمائی گا حقیقت میں یہ مال آقا کا ہی ہے، البتہ آقا نے معلق کیا ہے اس لئے یہ مال غلام کا شمار کیا گیا۔

ترجمہ :٢ زفرؒ نے فرمایا کہ قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے اس لئے کہ یہ قسم ہے اور لفظی اعتبار سے شرط پر معلق کرنا ہے، اسی لئے غلام کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا اور فسخ کا احتمال نہیں ہوگا، اور قسم کی شرط کے کرنے

٣ وَلَنَا أَنَّهُ تَعْلِيْقٌ نَظْرًا إِلَى اللَّفْظِ، وَمُعَاوَضَةٌ نَظْرًا إِلَى الْمَقْصُوْدِ، لِأَنَّهُ مَا عَلَّقَ عِتْقَهُ بِالْأَدَاءِ إِلَّا لِيَحُثَّهُ عَلٰى دَفْعِ الْمَالِ فَيَنَالُ الْعَبْدُ شَرْفَ الْحُرِّيَّةِ وَالْمَوْلٰى الْمَالَ بِمُقَابَلَةٍ بِمَنْزِلَةِ الْكِتَابَةِ، وَلِهٰذَا كَانَ عِوَضًا فِيْ الطَّلَاقِ فِيْ مِثْلِ هٰذَا اللَّفْظِ حَتّٰى كَانَ بَائِنًا فَجَعَلْنَاهُ تَعْلِيْقًا فِيْ الْاِبْتِدَاءِ عَمَلاً بِاللَّفْظِ وَدَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنِ الْمَوْلٰى، حَتّٰى لاَ يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ بَيْعُهُ وَلاَ يَكُوْنُ الْعَبْدُ أَحَقَّ بِمُكَاسَبِهٖ وَلاَ يَسْرِيْ إِلَى الْوَلَدِ الْمَوْلُوْدِ قَبْلَ الْأَدَاءِ،

پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ شرط پائے جانے سے پہلے یہ استحقاق ہے۔

تشریح :اس لمبی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یہاں تعلیق کا معنی اصل ہے اور تعلیق میں لینے پر مجبور نہیں کا جاتا ہے اس لئے یہاں آقا کے لینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

وجہ :قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔ عن الثوری قال اذا قال لعبده اذا ادیت الی الف درهم فانت حر ثم بدا له ان لا یقبل منه شیئا کان ذلک للسید (مصنف عبد الرزاق، باب العتق بالشرط، ج تاسع، ص ٩٣، نمبر ١٧١١٠)

اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ آقا کو حق ہے کہ غلام کا مال قبول نہ کرے۔

لغت :لا جبر علی مباشرۃ شروط الایمان: تعلیق میں شرط کو کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا ہے، کیونکہ شرط کے پائے جانے سے پہلے اس کو کروانے کا مستحق نہیں ہے۔

ترجمہ :٣ ہماری دلیل یہ ہے کہ لفظ کے اعتبار سے تعلیق ہے اور مقصد کو دیکھتے ہوئے معاوضہ ہے اس لئے کہ آدائیگی پر معلق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو مال کے دینے کی ترغیت دی جائے تاکہ آزادگی کا شرف حاصل ہو جائے، اور آقا کو اس کے مقابلے پر مال مل جائے جو مال کتابت کے درجے میں ہے، اسی وجہ سے طلاق میں مال بدل بنتا ہے، اور اس قسم کے لفظ میں طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے، اس لئے لفظ کے اعتبار کرتے ہوئے، اور آقا سے نقصان کو دفع کرنے کے لئے شروع میں تعلیق ہے، یہی وجہ کہ آقا پر غلام کو بیچنا ممتنع نہیں ہے۔ ار غلام اپنی کمائی میں خود مختار نہیں ہے، مال ادا کرنے سے پہلے جو بچہ پیدا ہوا اس میں آزادگی کا اثر نہ آئے۔

تشریح :یہ جملہ لفظ کے اعتبار کرتے ہوئے تعلیق ہے، اور انتہاء اور مقصد کے اعتبار سے معاوضہ ہے۔ آگے معلق ہونے کے لئے چار باتیں عرض کر رہے ہیں [١] معلق اسلئے قرار دیا کہ غلام کو کمانے کی ترغیب دی جائے، تاکہ اسکو آزادگی کا شرف حاصل ہو جائے اور آقا کو اسکے مقابلے میں مال مل جائے [٢] معلق ہونے کی وجہ سے مال کے ادا کرنے سے پہلے پہلے آقا اس کو بیچ سکتا ہے [٣] غلام اپنی کمائی کا پورا مختار نہیں ہوتا۔ [٤] ادا کرنے سے پہلے غلام کا جو بچہ ہے اس میں آزادگی کا اثر نہیں آئے گا۔

٤ وَجَعَلْنَاهُ مُعَاوَضَةً فِي الْاِنْتِهَاءِ عِنْدَ الْأَدَاءِ دَفْعًا لِلْغُرُوْرِ عَنِ الْعَبْدِحَتّٰى يُجْبَرُ الْمَوْلٰى عَلَى الْقَبُوْلِ فَعَلٰى هٰذَا يَدُوْرُ الْفِقْهُ وَيَخْرُجُ الْمَسَائِلُ، نَظِيْرُهُ اَلْهِبَةُ بِشَرْطِ الْعِوَضِ.

٥ وَلَوْ أَدَّى الْبَعْضَ يُجْبَرُ عَلَى الْقَبُوْلِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَعْتِقُ مَا لَمْ يُؤَدِّ الْكُلَّ لِعَدَمِ الشَّرْطِ كَمَا إِذَا حَطَّ الْبَعْضَ وَأَدَّى الْبَاقِيَ، ٦ ثُمَّ لَوْ أَدّٰى أَلْفًا اِكْتَسَبَهَا قَبْلَ التَّعْلِيْقِ رَجَعَ الْمَوْلٰى عَلَيْهِ وَعَتَقَ لِاِسْتِحْقَاقِهَا، وَلَوْ كَانَ اِكْتَسَبَهَا بَعْدَهُ لَمْ يَرْجِعِ الْمَوْلٰى عَلَيْهِ لِأَنَّهُ مَأْذُوْنٌ مِنْ جِهَتِهِ بِالْأَدَاءِ مِنْهُ،

لغت:لا یکون العبد احق بمکاسبه: آدا کرنے سے پہلے آزادگی نہیں آئے گی اس لئے غلام اپنی کمائی کا مالک نہیں بنے گا۔و لا یسری الی الولد المولود قبل الاداء: مال ادا کرنے سے پہلے چونکہ غلام میں آزادگی نہیں آئی ہے اس لئے اس کی اولاد میں بھی آزادگی نہیں آئے گی۔

ترجمہ :٤ اور اس جملے کو انتہاء کے اعتبار سے مال کی ادائیگی کے وقت معاوضہ قرار دیا جائے گا ،غلام سے دھوکہ دور کرنے کے لئے تا کہ آقا کو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے ،اس پر بہت سارے فقہ کا مدار ہے اور مسائل نکلتے ہیں اس کی مثال بدلے کی شرط پر ہبہ ہے۔

تشریح :جب غلام مال ادا کرے گا تو اس وقت انتہاء کے اعتبار سے اس کو معاوضہ قرار دیا جائے گا اور آقا کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا،اس دو طرفہ اعتبار کرنے سے بہت سے مسائل نکلتے ہیں،مثلا بدلے کی شرط پر ہبہ یہ انتہاء کے اعتبار سے معاوضہ ہے۔

ترجمہ :٥ اگر غلام نے بعض مال کو ادا کیا تب بھی قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا لیکن جب تک پورا مال ادا نہ کرے شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے غلام آزاد نہیں ہوگا، جیسے آقا نے کچھ کم کر دیا اور غلام نے باقی مال ادا کیا تو شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے غلام آزاد نہیں ہوگا۔

تشریح :غلام نے بعض مال کو ادا کیا تو چونکہ یہ معاوضہ ہے اس لئے اس کو قبول کرنے پر آقا کو مجبور کیا جائے گا،البتہ پورے مال کی ادائیگی کی شرط تھی اور وہ ادا نہیں کی اس لئے غلام آزاد نہیں ہوگا،اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ آقا نے بعض مال کم کر دیا اور باقی مال کو غلام نے ادا کیا تو چونکہ شرط کل مال کی تھی وہ نہیں پائی گئی اس لئے غلام آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ :٦ پھر اگر ایسا ہزار ادا کیا جسکو معلق کرنے سے پہلے غلام نے جمع کیا تھا تو غلام آزاد ہو جائے گا،لیکن آقا دوسرا ہزار وصول کرے گا کیونکہ پہلے ہزار کا مستحق خود آقا تھا،اور اگر معلق کرنے کے بعد غلام نے ہزار کمایا تو آقا اس کو وصول نہیں کرے گا،کیونکہ آقا کی جانب سے ادا کرنے کی اجازت ہے۔

ے ثُمَّ الْأَدَاءُ فِيْ قَوْلِهِ إِنْ أَدَّيْتَ يَقْتَصِرُ عَلَى الْمَجْلِسِ، لِأَنَّـهُ تَخْيِيْرٌ، وَفِيْ قَوْلِهِ إِذَا أَدَّيْتَ لاَ يَقْتَصِرُ، لِأَنَّ إِذَا تُسْتَعْمَلُ لِلْوَقْتِ بِمَنْزِلَةِ ''مَتٰى''.

(۲۲۷۶) وَمَنْ قَـالَ لِعَبْـدِهِ أَنْـتَ حُـرٌّ بَعْدَ مَوْتِيْ عَلٰى أَلْفِ دِرْهَمٍ فَالْقَبُوْلُ بَعْدَ الْمَوْتِ ۱ لِاِضَافَةِ الْإِيْجَابِ إِلٰى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ أَنْتَ حُرٌّ غَدًا عَلٰى دِرْهَمٍ،

۲ بِخِلاَفِ مَا إِذَا قَـالَ أَنْـتَ مُـدَبَّـرٌ عَـلٰى أَلْفِ دِرْهَمٍ حَيْثُ يَكُوْنُ الْقَبُوْلُ إِلَـيْهِ فِي الْحَالِ، لِأَنَّ

تشریح: آقا کے معلق کرنے سے پہلے غلام نے ہزار جمع کیا تھا، غلام نے وہی ہزار آقا کو دے دیا تو چونکہ شرط پائی گئی اس لئے غلام آزاد ہو جائے گا، لیکن معلق کرنے سے پہلے یہ ہزار آقا کا ہی ہے اس لئے آقا دوسرا ہزار غلام سے لیگا۔ اور اگر معلق کرنے کے بعد غلام نے ہزار کمایا تو یہ ہزار آقا کا نہیں ہے اس لئے آقا دوبارہ غلام سے نہیں لے گیا۔

ترجمہ: ے پھر ان ادیت، ان کے ساتھ ہو تو ادا کرنا مجلس کے ساتھ خاص رہے گا اس لئے کہ یہ تخییر کی شکل ہے، اور اس کا قول اذا ادیت ہو تو مجلس پر خاص نہیں رہے گا اس لئے کہ اذا، وقت کے لئے استعمال ہوتا ہے، جیسے متی وقت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں ان، اور اذا، میں فرق بیان کر رہے ہیں۔ ان، یہ تخییر کے لئے آتا ہے، اور تخییر میں مال ادا کرنا مجلس کے ساتھ خاص ہوگا، یعنی مجلس میں مال ادا کر دیا تو آزاد ہوگا، اور مجلس میں ادا نہیں کیا تو مجلس ختم ہونے کے بعد ادا کرنے کا اختیار باقی نہیں رہے گا، اور اگر اذا ادیت کہا تو اذا وقت کے لئے آتا ہے، اور متی کے معنی میں ہوتا ہے اور مطلب یہ ہوگا کہ جس وقت تم ادا کروگے تو اس وقت تم آزاد ہو جاؤ گے، اب مجلس کے بعد جب کبھی بھی مال ادا کرے گا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۲۷۶) کسی نے اپنے غلام سے کہا کہ تم میرے مرنے کے بعد ہزار کے بدلے میں آزاد ہے تو غلام آقا کے مرنے کے بعد قبول کر سکتا ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ آزادگی کو واجب کرنا موت کے بعد ہے تو ایسا ہوا۔ کہا تم ہزار کے بدلے میں پرسوں آزاد ہو۔

تشریح: آقا نے کہا کہ تم میرے مرنے کے بعد ہزار درہم کے بدلے میں آزاد ہو تو غلام ابھی قبول نہیں کر سکے گا، بلکہ آقا کے مرنے کے بعد قبول کر سکے گا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں آقا نے کہا: تم پرسوں آزاد ہو ہزار کے بدلے میں تو پرسوں قبول کرنے کا حق ملتا ہے اسی طرح یہاں مرنے کے بعد قبول کرنے کا حق ملے گا۔ کیونکہ موت کے بعد آزادگی کو معلق کیا ہے۔

ترجمہ: ۲ بخلاف اگر کہا کہ تم مدبر ہو ہزار کے بدلے میں تو ابھی قبول کرے گا اس لئے کہ مدبر کرنا فی الحال ہے، لیکن غلامیت کی وجہ سے ابھی مال واجب نہیں ہوگا۔

إِيجَابَ التَّدْبِيرِ فِي الْحَالِ إِلَّا أَنَّهُ لاَ يَجِبُ الْمَالُ لِقِيَامِ الرِّقِّ، ٣ قَالُوا لاَ يَعْتِقُ عَلَيْهِ فِي مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ وَإِنْ قَبِلَ بَعْدَ الْمَوْتِ مَا لَمْ يَعْتِقْهُ الْوَارِثُ، لِأَنَّ الْمَيِّتَ لَيْسَ بِأَهْلٍ لِلْإِعْتَاقِ، وَهٰذَا صَحِيحٌ.

(٢٢٧٧) قَالَ وَمَنْ أَعْتَقَ عَبْدَهُ عَلَىٰ خِدْمَتِهِ أَرْبَعَ سِنِينَ فَقَبِلَ الْعَبْدُ عَتَقَ ثُمَّ مَاتَ مِنْ سَاعَتِهِ فَعَلَيْهِ قِيمَةُ نَفْسِهِ فِي مَالِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قِيمَةُ خِدْمَتِهِ أَرْبَعَ سِنِينَ، ١ أَمَّا الْعِتْقُ فَلِأَنَّهُ جَعَلَ الْخِدْمَةَ فِي مُدَّةٍ مَعْلُومَةٍ عِوَضًا فَيَتَعَلَّقُ الْعِتْقُ بِالْقَبُولِ وَقَدْ وُجِدَ وَلَزِمَتْهُ خِدْمَةُ أَرْبَعِ سِنِينَ، لِأَنَّهُ يَصْلُحُ عِوَضًا فَصَارَ كَمَا إِذَا أَعْتَقَهُ

تشریح : مدبر زندگی میں بنایا جاتا ہے اس لئے کہا کہ تم مدبر ہو ہزار کے بدلے میں تو غلام کو ابھی ہی قبول کرنیکا حق ہے، لیکن چونکہ ابھی غلام ہے اس لئے غلامیت کی وجہ سے اس پر مال واجب نہیں ہوگا۔

ترجمہ :٣ علماء نے فرمایا کہ متن کے مسئلے میں چاہے موت کے بعد غلام نے قبول کیا پھر بھی وہ خود آزاد نہیں ہوگا جب تک کہ وارث اس کو آزاد نہ کرے اس لئے کہ میت آزاد کرنے کا اہل نہیں ہے، اور یہی صحیح ہے

ترجمہ :(٢٢٧٧) کسی نے اپنے غلام کو چار سال کی خدمت پر آزاد کیا، غلام نے اس کو قبول کر لیا تو غلام آزاد ہو گیا خدمت دینے سے پہلے غلام مر گیا تو غلام کے مال میں خود غلام کی قیمت لازم ہوگی امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ،اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ چار سال کی خدمت کی قیمت لازم ہوگی۔

اصول :شیخین کا اصول یہ ہے کہ خدمت غلام کی ذات کی قیمت ہے اس لئے خدمت نہیں کر سکا تو غلام کی جو قیمت ہے اس کے مال میں سے وہی لی جائے گی۔

اصول:امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ یہاں خدمت اصل ہوگئی اس لئے خدمت نہ کر سکا تو اس کی قیمت لازم ہوگی۔

تشریح: کسی نے چار سال کی خدمت پر غلام آزاد کیا، غلام نے اس کو قبول کیا اس لئے وہ آزاد ہو گیا، لیکن ابھی خدمت نہیں کر پایا تھا کہ غلام کی موت ہوگئی تو شیخین فرماتے ہیں کہ غلام کی قیمت جو ہو سکتی ہے وہ غلام کے مال سے لیا جائے گا، اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ چار سال کی خدمت کی جو قیمت ہوگی وہ غلام کے مال سے لیا جائے گا۔

وجہ:شیخین کے نزدیک غلام کی قیمت اس لئے لی جائے گی کہ خدمت غلام کی ذات کی قیمت تھی اور خدمت نہ کر سکا اس لئے غلام کی قیمت واجب ہوگی۔ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ خدمت بدل بن گئی ہے اور خدمت نہ کر سکا تو اس کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمہ :١ غلام آزاد تو اس لئے ہو جائے گا کہ مدت معلوم کی خدمت کو عوض قرار دیا اور آزادگی کو قبول پر متعلق کیا وہ قبول پایا گیا [اس لئے آزاد ہو جائے گا] اور غلام کو چار سال کی خدمت لازم ہوگی اس لئے کہ وہ بدل بننے کی صلاحیت رکھتی ہے، تو ایسا ہو گیا

عَلٰی أَلْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ مَاتَ الْعَبْدُ، ٢ ؎ فَالْخِلاَفِیَّةُ فِیْهِ بِنَاءً عَلٰی خِلاَفِیَّةٍ أُخْرٰی وَهِيَ أَنَّ مَنْ بَاعَ نَفْسَ الْعَبْدِ مِنْهُ بِجَارِیَةٍ بِعَیْنِهَا ثُمَّ اسْتُحِقَّتِ الْجَارِیَةُ أَوْ هَلَکَتْ یَرْجِعُ الْمَوْلٰی عَلَی الْعَبْدِ بِقِیْمَةِ نَفْسِهٖ عِنْدَهُمَا وَبِقِیْمَةِ الْجَارِیَةِ عِنْدَهٗ وَهِيَ مَعْرُوْفَةٌ.وَوَجْهُ الْبِنَاءِ أَنَّهٗ کَمَا یَتَعَذَّرُ تَسْلِیْمُ الْجَارِیَةِ بِالْهَلاَکِ وَالْاِسْتِحْقَاقِ یَتَعَذَّرُ الْوُصُوْلُ إِلَی الْخِدْمَةِ بِمَوْتِ الْعَبْدِ وَکَذَا بِمَوْتِ الْمَوْلٰی فَصَارَ نَظِیْرَهَا.

(۲۲۷۸) وَمَنْ قَالَ لِآخَرَ أَعْتِقْ أَمَتَکَ عَلٰی أَلْفِ دِرْهَمٍ عَلَيَّ عَلٰی أَنْ تُزَوِّجَنِیْهَا فَفَعَلَ فَأَبَتْ أَنْ تَتَزَوَّجَهٗ فَالْعِتْقُ جَائِزٌ، وَلاَ شَيْءَ عَلَی الْآخَرِ،

کہ ہزار درہم کے بدلے آزاد کیا اور غلام مر گیا۔

تشریح: یہاں غلام آزاد ہونے کی وجہ بیان کر رہے ہیں۔ مدت معلوم کی خدمت بدلہ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے، تو جیسے ہزار درہم کے بدلے غلام آزاد کرے اور وہ قبول کر لے تو غلام آزاد ہو جائے گا، اسی طرح چار سال کی خدمت کے بدلے غلام آزاد کرے اور وہ قبول کر لے تو غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ٢ ؎ اس مسئلے میں جو اختلاف ہے اس کی بنیاد دوسرے اختلافی مسئلے پر ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی نے غلام کے ہاتھ میں غلام کی ذات کو متعین باندی کے بدلے میں بیچا، پھر باندی کسی اور کی نکل گئی، یا باندی ہلاک ہو گئی تو شیخین کے یہاں آقا غلام کی قیمت لیگا، اور امام محمدؒ کے یہاں باندی کی قیمت لیگا، اور یہ مسئلہ مشہور ہے، اس پر بنا کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح ہلاک ہونے کی وجہ سے یا مستحق ہونے کی وجہ سے باندی کو سپرد کرنا متعذر ہو گیا اسی طرح غلام کے مرنے کی وجہ سے خدمت کو وصول کرنا متعذر ہو گیا، اسی طرح آقا کے مرنے کی وجہ سے خدمت کرنا ناممکن ہو گیا تو یہ مسئلہ بھی باندی کی طرح ہو گیا۔

تشریح: ایک اور اختلافی مسئلہ ہے متن کا مسئلہ اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ۔ غلام کو غلام کے ہی ہاتھ میں ایک باندی کے بدلے بیچا، لیکن باندی کسی کی نکل گئی، یا باندی ہلاک ہو گئی جس کی وجہ سے باندی کو دینا متعذر ہو گیا تو شیخین کے نزدیک غلام کی قیمت واجب ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک باندی کی قیمت واجب ہوگی، کیونکہ وہ اصل بن گئی، اسی طرح غلام کے مرنے کی وجہ سے اس سے خدمت نہیں لی جا سکی تو شیخین کے نزدیک غلام کی قیمت واجب ہوگی، اور امام محمدؒ کے نزدیک خدمت کی قیمت واجب ہوگی۔

ترجمہ: (۲۲۷۸) کسی نے دوسرے سے کہا کہ اپنی باندی کو ہزار کے بدلے میں آزاد کر دو اور وہ ہزار میرے ذمے ہے اس شرط پر کہ تم اس سے نکاح کرا دینا، آقا نے آزاد کر دیا، لیکن نے نکاح کرنے سے انکار کر دیا تو آزادگی جائز ہوگی اور حکم دینے والے پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

۱؎ لِأَنَّ مَنْ قَالَ لِغَيْرِهِ أَعْتِقْ عَبْدَکَ عَلٰى أَلْفِ دِرْهَمٍ عَلَيَّ فَفَعَلَ لاَ يَلْزَمُهُ شَيْءٌ وَيَقَعُ الْعِتْقُ عَنِ الْمَامُوْرِ، ۲؎ بِخِلاَفِ مَا إِذَا قَالَ لِغَيْرِهِ طَلِّقْ اِمْرَأَتَکَ عَلٰى أَلْفِ دِرْهَمٍ عَلَيَّ فَفَعَلَ حَيْثُ يَجِبُ الْأَلْفُ عَلَى الْآمِرِ، لِأَنَّ اِشْتِرَاطَ الْبَدَلِ عَلَى الْأَجْنَبِيِّ فِي الطَّلاَقِ جَائِزٌ وَفِي الْعِتَاقِ لاَ يَجُوْزُ، وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ.

(۲۲۷۹) وَلَوْ قَالَ أَعْتِقْ أَمَتَکَ عَنِّي عَلٰى أَلْفِ دِرْهَمٍ وَالْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا قُسِّمَتِ الْأَلْفُ عَلٰى قِيْمَتِهَا وَمَهْرِ مِثْلِهَا فَمَا أَصَابَ الْقِيْمَةَ أَدَّاهُ الْآمِرُ وَمَا أَصَابَ الْمَهْرَ بَطَلَ عَنْهُ،

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ اپنے غلام کو ہزار کے بدلے میں آزاد کردواور وہ ہزار میرے ذمے ہے، اور آقا نے ایسا کردیا تو حکم دینے والے پر کچھ لازم نہیں ہوگا اور جس کو حکم دیا تھا آزادگی اس کی جانب سے ہوجائے گی۔

اصول: یہاں یہ فرق بتانا چاہتے ہیں کہ اجنبی آدمی پر آزادگی کے بدلے کی رقم لازم نہیں ہوتی۔

اصول: اور اجنبی پر طلاق دلوانے کی رقم لازم ہوتی ہے۔

تشریح: زید نے عمر سے کہا کہ اپنی باندی کو ایک ہزار کے بدلے میں آزاد کردواور وہ ہزار میرے ذمے ہے، شرط یہ ہے کہ باندی سے میری شادی کرادینا، عمر نے آزاد کردیا، آزاد ہونے کے بعد باندی نے نکاح سے انکار کردیا، تو باندی عمر کی جانب سے آزاد ہوجائے گی اور زید پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا۔

وجہ: آزادگی تو کسی حال میں بھی آتی ہے تو آزاد ہوجاتا ہے اس لئے باندی آزاد ہوجائے گی۔ اور زید پر کوئی رقم اس لئے لازم نہیں ہوگی، کہ دوسرے پر آزادگی رقم لازم نہیں ہوتی، یہ قاعدہ ہے اس لئے زید پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا، خصوصا نکاح کی شرط نہیں پائی گئی اس لئے اور بھی رقم لازم نہیں ہوگی۔

ترجمہ:۲؎ بخلاف اگر دوسرے سے کہا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور اس کے بدلے میں ایک ہزار میرے ذمے ہے اور اس نے طلاق دے دی تو حکم دینے والے پر ہزار لازم ہوگا، اس لئے کہ طلاق میں اجنبی پر بدلے کی شرط جائز ہے اور عتاق میں جائز نہیں ہے اور اس کی پوری بحث باب الخلع میں گزر چکی ہے۔

تشریح: زید نے عمر سے کہا کہ ایک ہزار کے بدلے میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور اس نے ایسا کردیا تو عمر پر ہزار درہم لازم ہوگا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق میں اجنبی پر اس کی قیمت رکھنا جائز ہے، عتاق میں جائز نہیں ہے، اس کی پوری بحث کتاب الطلاق، کے باب الخلع میں پہلے گزر چکی ہے، وہاں دیکھ لیں۔

ترجمہ: (۲۲۷۹) اور اگر کسی نے یوں کہا کہ میری جانب سے ہزار کے بدلے میں اپنی باندی کو آزاد کردے اور مسئلہ اوپر والا

۱؎ لِأَنَّــهُ لَـمَّـا قَـالَ عَنِّيْ تَضَمَّنَ الشِّرَاءَ اِقْتِضَاءً عَلٰى مَا عُرِفَ، وَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَقَدْ قَابَلَ الْأَلْفَ بِالرَّقَبَةِ شِرَاءً وَبِالْبُضْعِ نِكَاحًا فَانْقَسَمَ عَلَـيْهَا وَوَجَبَتْ حِصَّةَ مَا سُلِّمَ لَـهُ وَهُوَ الرَّقَبَةُ وَبَطَلَ عَنْهُ مَا لَمْ يُسَلِّمْ وَهُوَ الْبُضْعُ ٢؎ فَـلَوْ زَوَّجَتْ نَفْسَهَا مِنْهُ مَا لَمْ يَذْكُرْهُ، وَجَوَابُهُ أَنَّ مَا أَصَابَ قِيْمَتَهَا سَقَطَ فِيْ الْوَجْهِ الْأَوَّلِ وَهِيَ لِلْمَوْلٰى فِيْ الْوَجْهِ الثَّانِيْ، وَأَمَّا مَا أَصَابَ مَهْرَ مِثْلِهَا كَانَ مَهْرًا لَهَا فِيْ الْوَجْهَيْنِ.

ہی ہو[یعنی میری اس سے نکاح کرادو، لیکن باندی نے نکاح کرانے سے انکار کر دیا] تو ہزار کو اس کی قیمت پر اور مہر مثل پر تقسیم کیا جائے گا جو باندی کی قیمت ہوگی وہ حکم دینے والے پر لازم ہوگا، اور جو مہر مثل ہوگا، وہ حکم دینے والے پر لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ جب عنی یعنی میری جانب سے کہا تو اقتضاء خریدنے کو شامل ہے اور جب بات یہ ہے تو ہزار جو باندی کے مقابلے میں ہے وہ خریدنا ہوگا، اور جو بضع کے مقابلے پر ہے نکاح کے طور پر ہزار دونوں پر تقسیم ہو جائے گا اور مامور نے جتنا سپرد کیا اور وہ گردن ہے اتنا واجب ہوگا، اور جو سپرد نہیں کیا یعنی بضع وہ باطل ہو جائے گا۔

تشریح: یہاں تین باتیں ہیں [۱] ایک ہے باندی کو عنی کہہ کر عمر سے خریدنا۔[۲] دوسرا ہے عمر کا آزاد کرنا۔[۳] اور تیسرا ہے نکاح کرنا۔ مثلا زید نے عمر سے کہا کہ اپنی باندی کو مجھ سے ہزار کے بدلے میں بیچو پھر اس کو آزاد کر دو، پھر مجھ سے اس نکاح کرادو، اور عمر نے ایسا کر لیا تو باندی آزاد ہو جائے گی، اور باندی کی قیمت مثلا چھ سو درہم ہے تو زید پر یہ چھ سو لازم ہوگا، کیونکہ یہ باندی کی قیمت ہے جو عمر نے آزاد کر کے گویا کہ زید کو باندی دے دی۔ اور باندی کا مہر مثل مثلا چار سو درہم ہے تو چونکہ باندی نے نکاح نہیں کیا اس لئے یہ چار سو زید پر لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ :۲؎ اور اگر باندی نے نکاح کر لیا، لیکن اس مسئلے کو, جامع صغیر، میں ذکر نہیں کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو باندی کی قیمت ہوگی وہ پہلے صورت میں حکم دینے والے ساقط ہو جائے گی اور دوسری صورت میں مامور کو ملے گا، اور جتنا حصہ مہر مثل کے لئے ہوگا وہ دونوں صورتوں میں باندی کو ملے گا۔

تشریح: اگر باندی نے نکاح کر لیا، تو پہلی صورت جو مسئلہ نمبر ۲۲۷۸ میں گزرا کہ حکم دینے والے کو کچھ نہیں دینا پڑے گا وہ حکم دینے والے سے ساقط ہو جائے گا، مثال مذکور میں زید آمر پر چھ سو جو باندی کی قیمت ہے یہ نہیں دینا پڑے گا، اور دوسری صورت میں باندی کی قیمت چھ سو درہم زید عمر کو دیگا۔ اور جو مہر مثل بنے گا وہ دونوں صورتوں میں باندی کو ملے گا، کیونکہ اس نے نکاح کر لیا ہے، یہاں حساب عبارت سے لگالیں۔

بَابُ التَّدْبِيرِ

(۲۲۸۰) إِذَا قَالَ الْمَوْلٰى لِمَمْلُوكِهِ إِذَا مِتُّ فَأَنْتَ حُرٌّ أَوْ أَنْتَ حُرٌّ عَنْ دُبُرٍ مِنِّي أَوْ أَنْتَ مُدَبَّرٌ أَوْ قَدْ دَبَّرْتُكَ صَارَ مُدَبَّرًا، ۱؎ لِأَنَّ هٰذِهِ أَلْفَاظٌ صَرِيحٌ فِي التَّدْبِيرِ فَإِنَّهُ إِثْبَاتُ الْعِتْقِ عَنْ دُبُرٍ،

(۲۲۸۱) ثُمَّ لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ وَلَا هِبَتُهُ وَلَا إِخْرَاجُهُ عَنْ مِلْكِهِ إِلَّا إِلَى الْحُرِّيَّةِ ۱؎ كَمَا فِي الْكِتَابَةِ،

﴿ باب التدبیر ﴾

ضروری نوٹ : مدبر کا مطلب یہ ہے کہ آقا کہے کہ میرے مرنے کے بعد فلاں غلام یا باندی آزاد ہے تو اس کو مدبر کہتے ہیں۔ دبر کے معنی ہیں بعد میں۔ چونکہ مرنے کے بعد آزاد کیا اس لئے اس کو مدبر کہتے ہیں۔

وجہ :(۱)اس کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔ عن جابر بن عبد الله قال اعتق رجل منا عبدا له عن دبر فدعا النبی ﷺ فباعه قال جابر مات الغلام عام اول (بخاری شریف، باب بیع المدبر، ص ۴۰۹، نمبر ۲۵۳۴، ابوداؤد شریف، باب فی بیع المدبر، ص ۵۶۱، نمبر ۳۹۵۵)(۲) دوسری حدیث میں ہے۔عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال المدبر لا یباع ولا یوھب وھو حر من الثلث (دار قطنی، کتاب المکاتب ج رابع ص ۷۸ نمبر ۴۲۲۰)اس دونوں حدیثوں سے مدبر بنانے کا ثبوت ہے

ترجمہ :(۲۲۸۰)اگر آقا نے اپنے مملوک سے کہا جب میں مروں تو تم آزاد ہو، یا تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو، یا تم مدبر ہو، یا میں نے تم کو مدبر بنا دیا تو وہ مدبر ہو جائے گا۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ یہ سب الفاظ مدبر بنانے میں صریح ہیں کہ مرنے کے بعد آزادگی کو ثابت کرنا ہے۔

تشریح : یہ سب الفاظ صریح طور پر مدبر بنانے کے ہیں۔ مثلا یوں کہے کہ جب میں مر جاؤں تو تم آزاد ہو تو ان الفاظ سے صراحت کے طور پر مدبر بنایا ہوا۔ ان سے غلام مدبر ہو جائے گا۔

ترجمہ:(۲۲۸۱)نہیں جائز ہے مدبر کو بیچنا اور نہ اس کو ہبہ کرنا، اور نہ اپنی ملکیت سے نکالنا آزادگی کے علاوہ۔

ترجمہ:۱؎ جیسے کہ مکاتب بنانے میں ہوتا ہے۔

تشریح: جب غلام کو مدبر بنا دیا تو اب اس کو بیچنا اور اس کو ہبہ کرنا یا اپنی ملکیت سے نکالنا جائز نہیں ہے صرف آزاد کر سکتا ہے۔

وجہ :(۱) اوپر حدیث میں ہے۔ عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ قال المدبر لایباع ولا یوھب وھو حر من

۲ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی یَجُوْزُ، لِأَنَّهُ تَعْلِیْقُ الْعِتْقِ بِالشَّرْطِ فَلاَ یَمْتَنِعُ بِهِ الْبَیْعُ وَالْهِبَةُ کَمَا فِيْ سَائِرِ التَّعْلِیْقَاتِ وَکَمَا فِيْ الْمُدَبَّرِ الْمُقَیَّدِ، وَلِأَنَّ التَّدْبِیْرَ وَصِیَّةٌ وَهِيَ غَیْرُ مَانِعَةٍ مِنْ ذٰلِکَ.

۳ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَیْهِ السَّلاَمُ: " اَلْمُدَبَّرُ لاَ یُبَاعُ وَلاَ یُوْهَبُ وَلاَ یُوْرَثُ وَهُوَ حُرٌّ مِنَ الثُّلُثِ"

۴ وَلِأَنَّهُ سَبَبُ الْحُرِّیَّةِ، لِأَنَّ الْحُرِّیَّةَ تَثْبُتُ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلاَ سَبَبَ غَیْرُهُ، ثُمَّ جَعْلُهُ سَبَبًا فِيْ الْحَالِ

الثلث (دار قطنی، کتاب المکاتب، ج رابع، ص ۸۷، نمبر ۴۲۲۰، سنن للبیہقی، باب من قال لا یباع المدبر، ج عاشر، ص ۵۲۹، نمبر ۲۱۵۷۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ آزاد ہے اس کو نہ بیچا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ کر سکتا ہے (۲) اس میں آزادگی کا شائبہ آ چکا ہے اس لئے بیچ کر اس کو ختم نہیں کر سکتا۔

ترجمہ: ۲ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مدبر کو بیچنا جائز ہے اس لئے کہ آزادگی کو موت کی شرط پر معلق کیا ہے اس لئے بیچنے اور ہبہ کرنے سے نہیں روکا جا سکتا، جیسے اور تعلیقات میں ہوتا ہے، اور جیسے مقید مدبر میں ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ مدبر بنانا وصیت ہے اور وصیت بیچنے سے مانع نہیں ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ کے یہاں مدبر مطلق کو بھی بیچا اور ہبہ کیا جا سکتا ہے،

وجہ: (۱) اس کی ایک دلیل یہ دے رہے ہیں کہ اس کی آزدگی کو موت پر معلق کرنا ہے، تو جس طرح اور تعلیقات میں بیچنا جائز ہے اسی طرح اس میں بیچنا جائز ہوگا (۲) مدبر مقید کو بیچنا جائز ہے اسی طرح مدبر مقید کو بھی بیچنا جائز ہوگا۔ (۳) مدبر بنانا وصیت کرنا ہے، اور وصیت کی ہوئی چیز کو بیچنا جائز ہے اس لئے مدبر کو بھی بیچنا جائز ہوگا (۴) ان کی دلیل اوپر کی حدیث ہے۔ عن جابر بن عبد الله قال اعتق رجل منا عبدا له عن دبر فدعا النبی ﷺ فباعه (بخاری شریف، باب بیع المدبر، ص ۴۰۹، نمبر ۲۵۳۴، ابوداؤد شریف، باب فی بیع المدبر ص ۵۶۱، نمبر ۳۹۵۵) اس حدیث میں ہے کہ مدبر کو بیچا اس لئے مدبر کو بیچنا جائز ہے۔

ترجمہ: ۳ ہماری دلیل حضورؐ کا قول ہے کہ مدبر نہ بیچا جا سکتا ہے، نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے، اور نہ وراثت میں تقسیم کیا جا سکتا ہے وہ تہائی مال میں سے آزاد ہے۔

تشریح: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے جو اوپر گزری۔ عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ قال المدبر لایباع ولا یوهب وهو حر من الثلث (دار قطنی، کتاب المکاتب، ج رابع، ص ۸۷، نمبر ۴۲۲۰، سنن للبیہقی، باب من قال لا یباع المدبر، ج عاشر، ص ۵۲۹، نمبر ۲۱۵۷۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ آزاد ہے اس کو نہ بیچا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ کر سکتا ہے۔

ترجمہ: ۴ اور اس لئے کہ مدبر بنانا آزاد ہونے کا سبب ہے، اس لئے کہ آزادگی موت کے بعد ہوگی اور مدبر بنانے کے

أَوْلٰى لِوُجُوْدِهٖ فِيْ الْحَالِ وَعَدَمِهٖ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَلِأَنَّ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ حَالُ بُطْلَانِ أَهْلِيَةِ التَّصَرُّفِ فَلَا يُمْكِنُ تَأْخِيْرُ السَّبَبِيَّةِ إِلٰى زَمَانِ بُطْلَانِ الْأَهْلِيَّةِ، ۵ بِخِلَافِ سَائِرِ التَّعْلِيْقَاتِ، لِأَنَّ الْمَانِعَ مِنَ السَّبَبِيَّةِ قَائِمٌ قَبْلَ الشَّرْطِ، لِأَنَّهُ يَمِيْنٌ وَالْيَمِيْنُ مَانِعٌ، وَالْمَنْعُ هُوَ الْمَقْصُوْدُ وَإِنَّهُ يُضَادُّ وُقُوْعَ الطَّلَاقِ وَالْعِتَاقِ وَأَمْكَنَ تَأْخِيْرُ السَّبَبِيَّةِ إِلٰى زَمَانِ الشَّرْطِ لِقِيَامِ الْأَهْلِيَّةِ عِنْدَهُ فَافْتَرَقَا، ٦ وَلِأَنَّهُ وَصِيَّةٌ، وَالْوَصِيَّةُ خِلَافَةٌ فِيْ الْحَالِ كَالْوِرَاثَةِ، وَإِبْطَالُ السَّبَبِ لَا يَجُوْزُ، وَفِيْ الْبَيْعِ وَمَا يُضَاهِيْهِ ذٰلِكَ.

(٢٢٨٢) قَالَ وَلِلْمَوْلٰى أَنْ يَّسْتَخْدِمَهُ وَيُؤَاجِرُهُ، وَإِنْ كَانَتْ أَمَةً وَطِيَهَا وَلَهُ أَنْ يُّزَوِّجَهَا،

علاوہ کوئی سبب نہیں ہے اس لئے زیادہ بہتر ہے کہ مدبر بنانے کو فی الحال آزادگی کا سبب قرار دے دیا جائے اس لئے کہ فی الحال سبب ہے او موت کے بعد سبب نہیں ہے اس لئے کہ موت کے بعد تصرف کا اہل ہونا باطل ہے اس لئے اہلیت کے باطل ہونے کے زمانے تک سبب کو موخر کرنا ممکن نہیں ہے۔

تشریح : موت کے بعد میت کو تصرف کرنے کی اہلیت نہیں ہے، اس لئے مدبر بنانے کو ابھی ہی آزاد ہونے کا سبب قرار دے دیا جائے اور مدبر کو آزاد ہونے کا سبب ابھی قرار دے دیا گیا تو اب اس کو بیچنا اور ہبہ کرنا جائز نہیں ہوگا۔

ترجمہ :۵ بخلاف اور تعلیقات کے اس لئے کہ شرط پائے جانے سے پہلے سبب کے مانع کی وجہ موجود ہے اور اس لئے کہ وہ قسم ہے اور قسم خود مانع ہے اور منع کرنا ہی مقصود ہے کیونکہ وہ طلاق اور عتاق واقع ہونے کی ضد ہے اور شرط کے پائے جانے تک سبب کو موخر کرنا ممکن ہے اس لئے کہ ابھی اہلیت موجود ہے۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ مدبر بنانے کے علاوہ جتنے بھی تعلیقات ہیں وہ قسم کے معنی میں ہیں جس کا مقصد ہی یہ ہے کہ شرط پائے جانے سے پہلے وہ چیز وجود میں نہ آئے، اور شرط کے پائے جانے تک شرط لگانے والے کی اہلیت موجود ہے اس لئے اور تعلیقات کو ابھی واقع کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور مدبر میں موت بعد اہلیت باقی نہیں رہتی اس لئے ابھی ہی آزادگی کا شائبہ واقع کر دیا جائے گا اور بیع اور ہبہ ممنوع کر دیا جائے گا۔

ترجمہ :٦ اور اس لئے کہ مدبر بنانا وصیت ہے، اور وصیت وراثت کی طرح فی الحال خلیفہ ہے اور آزادگی کے سبب کو باطل کرنا جائز نہیں ہے اور بیع اور ہبہ سے اس کو باطل کرنا لازم آتا ہے اس لئے یہ جائز نہیں ہوگا۔

تشریح: مدبر بنانا ایک طرح کی وصیت ہے اور وصیت فی الحال آزادگی کا سبب ہے اس لئے بیع اور ہبہ کر کے اس کو باطل کرنا جائز نہیں ہوگا۔

ترجمہ :(٢٢٨٢) اور آقا کے لئے جائز ہے کہ مدبر سے خدمت لے اور اس کو اجرت پر رکھے۔ اور باندی ہو تو اس سے

لے لِأَنَّ الْمِلْکَ فِیْهِ ثَابِتٌ لَهُ، وَبِهٖ یُسْتَفَادُ وِلَایَةُ هٰذِهِ التَّصَرُّفَاتِ،

(۲۲۸۳) فَإِذَا مَاتَ الْمَوْلٰی عَتَقَ الْمُدَبَّرُ مِنْ ثُلُثِ مَالِهٖ لے لِمَا رَوَیْنَا،

صحبت کرسکتا ہے۔اوراس کے لئے جائز ہے کہ مدبرہ کی شادی کرائے۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ آقا کی ملکیت مدبر میں موجود ہے اس لئے اس کو تصرف کا حق ہے [یہ اس لئے یہ تصرفات کرسکتا ہے۔

تشریح: مدبر غلام آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوگا لیکن ابھی تو وہ غلام ہی ہے اس لئے اس کے آقا کے لئے جائز ہے کہ مدبر سے خدمت لے۔اس کو اجرت پر رکھے۔باندی ہو تو اس سے صحبت کرے یا باندی کی شادی دوسرے سے کرادے۔

وجہ: (۱) وہ غلام اور باندی ابھی بھی ہیں۔آزاد آقا کے مرنے کے بعد ہوں گے اس لئے ابھی ان کے ساتھ غلام باندی کا معاملہ کرسکے گا۔(۲) حدیث میں ہے۔عن جابر بن عبد الله قال رسول الله ﷺ لا بأس ببیع خدمة المدبر اذا احتاج. (دارقطنی، کتاب المکاتب، ج رابع، ص ۷۷، نمبر ۴۲۱۷) جب مدبر کی خدمت بیچ سکتا ہے تو اس سے خدمت کروا سکتا ہے۔اس اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مدبر کو اجرت پر رکھ سکتا ہے۔(۳) وطی کرنے کی دلیل یہ عمل صحابی ہے۔عن ابن عمرؓ انه دبر جاریتین له فکان یطؤهما وهما مدبرتان (سنن للبیہقی، باب وطئ المدبرۃ، ج عاشر، ص ۵۳۰، نمبر ۲۱۵۸۱) اس عمل صحابی سے معلوم ہوا کہ آقا مدبرہ سے وطی کرسکتا ہے۔

ترجمہ: (۲۲۸۳) اور جب آقا کا انتقال ہوگا تو مدبر اس کے تہائی مال سے آزاد ہوگا۔

ترجمہ: لے اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے روایت کی۔

تشریح: آقا کے مرنے کے بعد مدبر آزاد ہوگا لیکن تہائی مال میں آزاد ہوگا۔مثلا مدبر سمیت آقا نے نوسو پونڈ کی مالیت چھوڑی۔اور مدبر کی قیمت تین سو پونڈ ہیں تو نوسو کی ایک تہائی تین سو پونڈ ہوئے جو مدبر کی قیمت ہے اس لئے پورا مدبر آزاد ہو جائے گا۔کیونکہ پورے مال میں سے ایک تہائی غلام کی قیمت ہو تب پورا مدبر آزاد ہوگا۔اور اگر آقا نے صرف مدبر غلام چھوڑا کوئی اور مالیت نہیں تھی تو اس مدبر کی ایک تہائی آزاد ہوگی اور باقی دو تہائی قیمت سعایت کرکے آقا کے ورثاء کو دے گا تاکہ وہ وراثت میں تقسیم کرسکیں۔

وجہ: (۱) مدبر غلام آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوتا ہے اس لئے وہ وصیت کے درجہ میں ہوا۔اور وصیت پورے مال کی تہائی میں جاری ہوتی ہے۔باقی دو تہائی ورثہ میں تقسیم ہوتی ہے۔اس لئے مدبر کی قیمت پورے مال کی ایک تہائی ہو تو پورا مدبر آزاد ہوگا۔اور صرف مدبر چھوڑا ہو تو اس کی ایک تہائی آزاد ہوگی اور دو تہائی کی سعی کرے گا (۲) حدیث میں ہے جسکی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا ہے۔عن ابن عمرؓ ان النبی و قال المدبر لا یباع ولا یوهب وهو حر من الثلث (دارقطنی،

۲ وَلِأَنَّ التَّدْبِيرَ وَصِيَّةٌ لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ مُضَافٌ إِلَى وَقْتِ الْمَوْتِ، وَالْحُكْمُ غَيْرُ ثَابِتٍ فِي الْحَالِ فَيَنْفُذُ مِنَ الثُّلُثِ حَتّٰى لَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ يَسْعٰى فِي ثُلُثَيْهِ، ۳ وَإِنْ كَانَ عَلَى الْمَوْلٰى دَيْنٌ يَسْعٰى فِي كُلِّ قِيمَتِهِ لِتَقَدُّمِ الدَّيْنِ عَلَى الْوَصِيَّةِ، وَلَا يُمْكِنُ نَقْضُ الْعِتْقِ فَيَجِبُ رَدُّ قِيمَتِهِ۔

کتاب المکاتب، ج رابع ،ص ٨٧، نمبر ۴۲۲۰، سنن للبیہقی ، باب من قال لا یباع المدبر، ج عاشر، ص ۵۲۹، نمبر ۲۱۵۷۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدبر تہائی مال میں آزاد ہوگا (۳) دوسری حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے موت کے وقت چھ غلام آزاد کئے۔اس کے پاس ان کے علاوہ کچھ نہیں تھا تو آپ ؐ نے چھ میں سے دو غلام یعنی ایک تہائی کو آزاد کیا اور چار غلام یعنی دو تہائی کو غلام رکھا تا کہ وہ ورثہ میں تقسیم ہوجائے۔حدیث یہ ہے۔ عن عمران بن حصین ان رجلا اعتق ستة اعبد عند موته ولم یکن له مال غیرهم فبلغ ذلک النبی ﷺ فقال له قولا شدیدا ثم دعا هم فجزأهم ثلاثة اجزاء فاقرع بینهم فاعتق اثنین وارق اربعة . (ابوداؤد شریف، باب فیمن اعتق عبیدا لم یبلغھم الثلث ،ص ۵۶۱، نمبر ۳۹۵۸)اس حدیث میں چھ غلاموں میں سے دو کو آزاد کیا جس سے معلوم ہوا کہ مدبر ایک تہائی سے آزاد ہوگا۔

ترجمہ :۲ اور اس لئے کہ مدبر بنانا وصیت ہے اس لئے کہ وہ ایسا تبرع ہے جو موت کے بعد کی طرف منسوب ہے اور اس کا حکم ابھی ثابت نہیں ہے اس لئے تہائی سے نافذ ہوگا، اور اگر اس غلام کے علاوہ کوئی مال نہ ہو تو اپنی دو تہائی قیمت میں سعی کریگا۔

تشریح :مدبر بنانا وصیت کے درجے میں ہے اور وصیت تہائی میں نافذ ہوتی ہے اس لئے مدبر کا بھی تہائی آزاد ہوگا۔چنانچہ اگر اس غلام کے علاوہ کوئی مال نہ ہو تو غلام کا ایک حصہ آزاد ہوگا، اور باقی دو تہائی سعی کر کے ورثہ کو دیں گے۔

ترجمہ :۳ اور اگر آقا پر قرض ہو تو پوری قیمت کی سعی کرے گا، کیونکہ قرض وصیت پر مقدم ہے۔کیونکہ آزادگی کو ختم بھی نہیں کر سکتے اس لئے اس کی قیمت کی سعی کرائی گئی۔

تشریح: آقا پر قرض ہے، تو وصیت چونکہ قرض کے بعد نافذ کی جاتی ہے اس لئے مدبر پوری کی سعی کرے گا۔

وجہ :(۱) مدبر میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے اس لئے اس کو ختم بھی نہیں کر سکتے اور قرض بھی ادا کرنا ہے اس لئے یہ صورت نکالی کہ پوری قیمت کما کر دے تا کہ آقا کا نقصان نہ ہو اور آزاد بھی ہوجائے تا کہ غلام کا نقصان نہ ہو۔ (۲) قول تابعی میں ہے:عن قتادة قال اذا کان علی سیده دین استسعی فی ثمنه (مصنف عبدالرزاق، باب بیع المدبر، ج رابع ،ص ۴۳۰، نمبر ۱۶۶۶۹ ،مصنف ابن ابی شیبة ،۲۱۹ فی الرجل یعتق عبده ولیس له مال غیره ج خامس ص ۲۰۵ نمبر ۲۱۷۵۲)اس اثر سے معلوم ہوا کہ آقا پر دین ہو تو مدبر اس کے لئے سعی کرے گا۔(۳) حدیث میں ہے کہ قرض کی وجہ سے مدبر کو بیچا گیا۔عن جابر بن عبد الله ان رجلا اعتق غلاما له عن دبر منه ولم یکن له مال غیره فامر به النبی ﷺ فبیع بسبع مائة او بتسع مائة

(۲۲۸۴) وَوَلَدُ الْمُدَبَّرَةِ مُدَبَّرٌ ۱؎ وَعَلٰی ذٰلِکَ نُقِلَ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

(۲۲۸۵) وَإِنْ عَلَّقَ التَّدْبِيرَ بِمَوْتِهِ عَلٰی صِفَةٍ مِثْلُ أَنْ يَقُولَ إِنْ مِتُّ مِنْ مَرَضِي هٰذَا أَوْ سَفَرِي هٰذَا أَوْ مِنْ مَرَضٍ كَذَا فَلَيْسَ بِمُدَبَّرٍ وَيَجُوزُ بَيْعُهُ، ۱؎ لِأَنَّ السَّبَبَ لَمْ يَنْعَقِدْ فِي الْحَالِ لِتَرَدُّدٍ فِي تِلْكَ

(ابوداؤد شریف، باب فی بیع المدبر،ص ۵۶۱،نمبر ۳۹۵۵، بخاری شریف، باب بیع المدبر،ص ۴۰۹،نمبر ۲۵۳۴)اور سنن بیہقی میں اس کی تصریح ہے کہ قرض کی وجہ سے بیچا گیا تھا۔عن جابر ان رسول الله ﷺ باع مدبرا فی دین (سنن للبیہقی، باب المدبر یجنی فیباع فی ارش جنایۃ الا ان یفد یہ سیدہ، ج عاشر،ص ۵۳۰،نمبر ۲۱۵۷۸)اس حدیث میں ہے کہ قرض میں مدبر بیچا گیا تھا،ہم نے مدبر اور آقا دونوں کے فائدے کے لئے یہ راستہ نکالا کہ اپنی قیمت کما کر دے اور مدبر آزاد ہو جائے۔

ترجمہ:(۲۲۸۴)مدبر کا بچہ مدبر ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اسی پر صحابہ کا اجماع نقل کیا گیا ہے۔

وجہ :(۱) اصول پہلے گزر چکا ہے کہ جیسی ماں ہوگی بچہ بھی ویسا ہی ہوگا۔اس لئے ماں مدبرہ ہے تو اس کی اولاد بھی مدبر ہوگی (۲)قول صحابی میں ہے جسکی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا ہے۔عن ابن عمر قال ولد المدبرة یعتقون بعتقها ویرقون برقها (دار قطنی، کتاب المکاتب، ج رابع،ص ۷۷،نمبر ۴۲۱۳،سنن للبیہقی، باب ماجاء فی ولد المدبرة من غیر سیدها بعد تدبیرها، ج عاشر،ص ۵۳۱،نمبر ۲۱۵۸۴)اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ مدبرہ کا بچہ مدبر ہوگا۔

ترجمہ :(۲۲۸۵)اگر مدبر بنانے کو معلق کیا اپنی موت پر کسی صفت پر مثلا یہ کہے اگر میں اس مرض میں مروں یا اس سفر میں یا فلاں مرض میں مروں تو وہ مدبر نہیں ہے اور اس کا بیچنا جائز ہے۔

تشریح :مطلق مدبر نہیں بنایا بلکہ مقید مدبر بنایا۔مطلق مدبر کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بغیر کسی شرط پر معلق کئے ہوئے کہے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو۔اور مدبر مقید کی شکل یہ ہوتی ہے کہ کسی شرط پر معلق کر کے کہے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو۔مثلا میں اس مرض میں مرا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

وجہ :(۱) کیونکہ شرط پائی گئی (۲)حدیث میں ہے کہ مدبر کو حضورؐ نے بیچا تھا۔حنفیہ کی رائے ہے کہ وہ مقید غلام تھا اس لئے اس کو بیچا تھا۔سمعت جابر بن عبد الله قال اعتق رجل مناعبدا له عن دبر فدعا النبی ﷺ فباعه (بخاری شریف، باب بیع المدبر،ص ۴۰۹،نمبر ۲۵۳۴)اس حدیث میں ہے کہ مدبر کو حضورؐ نے بیچا ہے اس لئے حنفیہ کا خیال ہے کہ وہ مقید مدبر تھا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ آزادگی کا سبب فی الحال منعقد نہیں ہوا اس لئے کہ صفت میں تردد ہے، بخلاف مطلق مدبر کے اس لئے اس کی آزادگی کو مطلق موت پر معلق کیا جو لامحالہ ہونے والا ہے [اس لئے وہاں ابھی سے بیچنا جائز نہیں ہوگا]

الصِّفَةِ، بِخِلافِ الْمُدَبَّرِ الْمُطْلَقِ لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ عِتْقُهُ بِمُطْلَقِ الْمَوْتِ وَهُوَ كَائِنٌ لا مَحَالَةَ.

(۲۲۸۶) فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلَى عَلَى الصِّفَةِ الَّتِي ذَكَرَهَا عَتَقَ كَمَا يَعْتِقُ الْمُدَبَّرُ، ل معْنَاهُ مِنَ الثُّلُثِ، لِأَنَّهُ ثَبَتَ حُكْمُ التَّدْبِيرِ فِي آخِرِ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَاءِ حَيَاتِهِ لِتَحَقُّقِ تِلْكَ الصِّفَةِ فِيهِ فَلِهٰذَا يُعْتَبَرُ مِنَ الثُّلُثِ، ٢ وَمِنَ الْمُقَيَّدِ أَنْ يَقُولَ إِنْ مِتُّ إِلَى سَنَةٍ أَوْ عَشَرِ سِنِينَ لِمَا ذَكَرْنَا، بِخِلافِ مَا إِذَا قَالَ إِلَى مِائَةِ سَنَةٍ وَمِثْلُهُ لا يَعِيشُ إِلَيْهِ فِي الْغَالِبِ، لِأَنَّهُ كَالْكَائِنِ لا مَحَالَةَ.

تشریح: آقا نے کہا اس سفر میں مرجاوں تو تم آزاد تو اس سفر میں مرنا مشکوک ہے اس لئے آزادگی کا سبب منعقد نہیں ہوگا اس لئے مدبر مقید غلام ابھی آزاد نہیں ہوگا، اس لئے اس کو بیچا جا سکتا ہے۔ اور مطلق مرنے پر آزادگی کو معلق کیا تو وہ لامحالہ ہونے والا ہے اس لئے اس میں ابھی سے آزادگی کا شائبہ آ گیا ہے اس لئے اس کو بیچا نہیں جا سکتا۔

ترجمہ: (۲۲۸۶) اگر آقا مر گیا اس صفت پر جس کا ذکر کیا تھا تو غلام آزاد ہو جائے گا جیسا کہ مدبر آزاد ہوتا ہے۔

ترجمہ :ل اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی تہائی آزاد ہوگی، اس لئے کہ مدبر ہونے کا حکم زندگی کے آخری جز میں ہوا مدبر والی صفت کو متحقق کرنے کے لئے اس لئے تہائی کا اعتبار کیا جائے گا

تشریح :آقا نے جس شرط پر غلام کو مرنے کے بعد آزادگی کا پروانہ دیا تھا وہ شرط پائی گئی تو مدبر مقید کی تہائی آزاد ہوگی جس طرح مدبر مطلق کی تہائی آزاد ہوتی ہے۔

وجہ:اس لئے کہ شرط پائی گئی اس لئے شرط کے مطابق آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ :۲ مدبر مقید کی صورت یہ ہے کہ۔ کہے میں ایک سال میں مرجاوں، یا دس سال میں مرجاؤں تو یہ مدبر مقید ہے اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے ذکر کیا [کہ اس میں مرنا مشکوک ہے] بخلاف اگر کہا کہ سو سال میں مرجاؤں، یا اتنے سالوں کی قید لگائی جس میں لوگ عام طور پر زندہ نہیں رہتے ہیں تو لامحالہ کی طرح ہے۔

اصول :جس مدت میں مرنا مشکوک ہے وہ، اس مدت میں مدبر مقید کی شکل ہوگی۔ اور جس مدت میں مرنا یقینی ہے وہ مدبر مطلق کی صورت ہوگی۔

تشریح :ایسی مدت جس میں مرنا یقینی نہیں وہ مدبر مقید کی شکل ہے، مثلا یہ کہے کہ میں دس سال میں مروں تو تم آزاد ہو تو یہ مدبر مقید کی صورت ہے، اور ایسی مدت جس میں مرنا یقینی ہے وہ مدبر مطلق کی شکل ہے، مثلا یوں کہے کہ میں سو سال میں مروں تو تم آزاد ہو تو یہ مدبر مطلق کی شکل ہوگی۔

بَابُ الْاِسْتِیْلَادِ

(۲۲۸۷) إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ مِنْ مَوْلَاهَا فَقَدْ صَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ لَا يَجُوزُ بَيْعُهَا وَلَا تَمْلِيكُهَا ۱؎ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ "أَعْتَقَهَا وَلَدُهَا" أَخْبَرَ عَنْ إِعْتَاقِهَا فَيَثْبُتُ بَعْضُ مُوَاجِبِهِ وَهُوَ حُرْمَةُ الْبَيْعِ،

﴿باب الاستیلاد﴾

ضروری نوٹ: آقا اپنی باندی سے صحبت کرے جس کی وجہ سے بچہ پیدا ہو جائے اور آقا اعتراف کرے کہ بچہ میرا ہے تو وہ باندی بچے کی ماں ہونے کی وجہ سے ام ولد بن گئی۔ وہ آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔

وجہ: (۱) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ ایما رجل ولدت امته منه فھی معتقة عن دبر منه. (ابن ماجہ شریف، باب امہات الاولاد ص ۳۶۱ نمبر ۲۵۱۵) اس حدیث سے ام ولد کا ثبوت ہوا اور اس کے آزاد ہونے کا ثبوت ہوا (۲) ابو داؤد میں ام ولد کو آزاد کرنے کے سلسلے میں لمبی حدیث ہے جس کا ٹکڑا یہ ہے۔ فقال رسول اللہ ﷺ 'اعتقوھا فاذا سمعتم برقیق قدم علی فأتونی اعوضکم منھا قالت فاعتقونی وقدم علی رسول اللہ ﷺ رقیق فعوضھم منی غلاما (ابو داؤد شریف، باب فی عتق امہات الاولاد، ص ۵۶۰، نمبر ۳۹۵۳) اس حدیث سے بھی ام ولد کے آزاد کرنے کا ثبوت ہے۔

ترجمہ: (۲۲۸۷) جب باندی اپنے مولی سے بچہ جنے تو وہ اس کی ام ولد بنے گی۔ اب اس کے لئے اس کا بیچنا جائز نہیں اور نہ اس کا مالک بنانا جائز ہے۔

ترجمہ: ۱؎ حضور ﷺ کے قول کی وجہ سے کہ اس کے بچے نے ام ولد کو آزاد کر دیا اس کے آزاد ہونے کی خبر دی اس لئے اس کے بعض موجب ثابت ہوگا اور وہ ہے اس کے بیچنے کا حرام ہونا۔

تشریح: آقا نے اپنی باندی سے صحبت کی جس کی وجہ سے اس سے بچہ پیدا ہوا تو یہ باندی ام ولد بن گئی اب اس کا بیچنا جائز نہیں۔ اور نہ ہبہ کر کے دوسرے کی ملکیت میں دینا جائز ہے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس قال لما ولدت ام ابراھیم قال قال رسول اللہ ﷺ اعتقھا ولدھا۔ (دار قطنی، کتاب المکاتب ج رابع ص ۳۷، نمبر ۴۱۸۸) اس حدیث میں ہے کہ بچے نے اس کی ماں کو آزاد کر دیا۔ (۲) اوپر ابن ماجہ کی حدیث گزری۔ فھی معتقة عن دبر منه (ابن ماجہ شریف، نمبر ۲۵۱۵) (۳) عن ابن عمر ان النبی ﷺ نھی عن بیع امھات الاولاد وقال لا یبعن ولا یوھبن ولا یورثن یستمتع بھا سیدھا مادام حیا

٢ وَلِأَنَّ الْجُزْئِيَّةَ قَدْ حَصَلَتْ بَيْنَ الْوَاطِئِ وَالْمَوْطُوءَةِ بِوَاسِطَةِ الْوَلَدِ فَإِنَّ الْمَائَيْنِ قَدِ اخْتَلَطَا بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ الْمَيْزُ بَيْنَهُمَا عَلٰى مَا عُرِفَ فِيْ حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ إِلَّا أَنَّ بَعْدَ الْاِنْفِصَالِ تَبْقَى الْجُزْئِيَّةُ حُكْمًا لَا حَقِيْقَةً فَضُعْفُ السَّبَبِ فَأَوْجَبَ حُكْمًا مُؤَجَّلاً إِلٰى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ.

٣ وَبَقَاءُ الْجُزْئِيَّةِ حُكْمًا بِاعْتِبَارِ النَّسَبِ وَهُوَ مِنْ جَانِبِ الرِّجَالِ فَكَذَا الْحُرِّيَّةُ تَثْبُتُ فِيْ حَقِّهِمْ لَا فِيْ حَقِّهِنَّ حَتّٰى إِذَا مَلَكَتِ الْحُرَّةُ زَوْجَهَا وَقَدْ وُلِدَتْ مِنْهُ لَا يَعْتِقُ بِمَوْتِهَا،

٤ وَثُبُوْتُ عِتْقٍ مُؤَجَّلٍ يُثْبِتُ حَقَّ الْحُرِّيَّةِ فِي الْحَالِ فَيَمْتَنِعُ جَوَازُ الْبَيْعِ وَإِخْرَاجُهَا لَا إِلَى الْحُرِّيَّةِ

فاذا مات فهي حرة (دار قطنی، کتاب المکاتب، ج رابع، ص ٥٧، نمبر ٤٢٠٣، سنن للبیہقی، باب الرجل یطأ امتہ بالملک فتلد لہ، ج عاشر، ص ٥٧٤، نمبر ٢١٧٦٣) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ام ولد آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔

ترجمہ :٢ اور اس لئے کہ وطی کرنے والا اور جس سے وطی کی گئی ہے بچے کی وجہ سے دونوں کے درمیان جزئیت ہوگئی ہے، اس لئے کہ دونوں کے پانی اس طرح مل گئے ہیں کہ دونوں کے درمیان تمیز نہیں ہوسکتی، جیسا کہ حرمت مصاہرہ میں معلوم ہوا، مگر بچہ کے جدا ہونے کے بعد حکما جزئیت باقی رہی حقیقتا باقی نہیں رہی اس لئے کہ اب سبب کمزور ہوگیا اس لئے موت کے بعد تک مؤخر کر دیا گیا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، آقا اور باندی کا پانی ملا جس سے جزئیت ثابت ہوگئی، اور بچہ پیدا ہونے کے بعد جزئیت کمزور ہو گئی اس لئے آقا کی موت کے بعد آزادگی کو مؤخر کر دیا گیا، البتہ موت سے پہلے اس کو بیچنا اور ہبہ کرنا ناجائز قرار دیا۔

ترجمہ :٣ اور حکما جزئیت کو باقی رکھنا نسب کے اعتبار سے ہے اور وہ مرد کی جانب سے ہے اسی لئے آزادگی بھی مرد ہی کے حق میں ثابت ہوگی عورت کے حق میں نہیں ہوگی یہی وجہ ہے کہ اگر آزاد عورت اپنے شوہر کا مالک بن جائے جس سے بچہ پیدا ہوا ہو تو شوہر بیوی کے مرنے کے بعد آزاد نہیں ہوگا۔

تشریح: باپ سے نسب ثابت ہونے کی وجہ سے جزئیت ہوتی ہے اور نسب مرد کی طرف سے ہوتا ہے اس لئے مرد ہی کے حق میں آزادگی ہوگی، چنانچہ اگر آزاد عورت بیوی ہو اور اس سے بچہ پیدا ہوا ہو، اور یہ عورت اپنے شوہر کا مالک بن جائے تو بیوی کے مرنے کے بعد شوہر آزاد نہیں ہوگا، کیونکہ شوہر ام ولد نہیں بنتا۔

وجہ: حدیث کی بنا پر ام ولد آزاد ہوتی ہے اور باپ اب الولد ہے اس لئے وہ آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ:٤ اور مؤخر عتق کا ثبوت فی الحال حریت کا حق ثابت کرے گا اس لئے باندی کا بیچنا اور آزادگی کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف نکالنا ممتنع ہوگا اور آقا کی موت کے بعد اس کی آزادگی واجب کرے گا۔

فِي الْحَالِ وَيُوجِبُ عِتْقَهَا بَعْدَ مَوْتِهِ، ۵ وَكَذَا إِذَا كَانَ بَعْضُهَا مَمْلُوكًا لَهُ، لِأَنَّ الْإِسْتِيلَادَ لاَ يَتَجَزّٰى فَإِنَّهُ فَرْعُ النَّسَبِ فَيُعْتَبَرُ بِأَصْلِهِ.

(٢٢٨٨) قَالَ وَلَهُ وَطْيُهَا وَاسْتِخْدَامُهَا وَإِجَارَتُهَا وَتَزْوِيجُهَا، ١ لِأَنَّ الْمِلْكَ فِيهَا قَائِمٌ فَأَشْبَهَتِ الْمُدَبَّرَةُ

(٢٢٨٩) وَلاَ يَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِهَا إِلَّا أَنْ يَعْتَرِفَ بِهِ

١ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ وَإِنْ لَمْ يَدَّعِ، لِأَنَّهُ لَمَّا ثَبَتَ النَّسَبُ بِالْعَقْدِ فَلِأَنْ يَثْبُتَ بِالْوَطْيِ

تشریح :ام ولد پورے طور پر آقا کی موت کے بعد آزاد ہوگی، لیکن اس کا اثر ابھی سے ظاہر ہوگا کہ اس کو بیچ نہیں سکتا، اور آزاد کرنے کے علاوہ کوئی ایسی حرکت نہیں کر سکتا جو اس کی آزادگی میں حائل ہو۔

ترجمہ :۵ ایسے ہی اگر باندی کے بعض حصے کا مالک بنا[تب بھی ام ولد بن جائے گی] اسلئے کہ ام ولد میں ٹکڑا نہیں ہوتا اس لئے کہ ام ولد بننا نسب کی فرع ہے تو اس اصل کا اعتبار کیا جائے گا۔

تشریح:بعض باندی کا مالک بنا اور اس سے وطی کر کے بچہ پیدا ہو گیا تب بھی یہ وطی کرنے والے کی پورے طور پر ام ولد بن جائیگی۔

وجہ :ام ولد بننا نسب کی فرع ہے اور نسب میں ٹکڑا نہیں ہوتا اس لئے اس کے فرع میں بھی ٹکڑا نہیں ہوگا اور پوری باندی وطی کرنے والے کی ام ولد بن جائے گی۔

ترجمہ :(٢٢٨٨)اور آقا کے لئے جائز ہے اس سے صحبت کرنا اور اس سے خدمت لینا اور اس کو اجرت پر رکھنا اور اس کی شادی کرانا۔

ترجمہ:١ اس لئے کہ اس میں آقا کی ملکیت قائم ہے اس لئے یہ مدبرہ کی طرح ہوگئی

وجہ : چونکہ آقا کی حیات تک باندی ہے اس لئے آقا باندی کے سارے معاملات کر سکتا ہے (٢) اوپر حدیث گزری۔ **عن ابن عمر ان النبی ﷺ نهی عن بیع امهات الاولاد وقال لایبعن ولا یوهبن ولا یورثن یستمتع بها سیدها مادام حیا فاذا مات فهی حرة** (دار قطنی، کتاب المکاتب ج رابع ص ۵۷ نمبر ۴۲۰۳) جس سے معلوم ہوا کہ آقا زندگی بھر ام ولد سے خدمت لے سکتا ہے اور وطی بھی کر سکتا ہے۔

ترجمہ:(٢٢٨٩)اور نہیں ثابت ہوگا بچے کا نسب مگر یہ کہ آقا اس کا اعتراف کرے۔

تشریح :باندی سے بچہ ہوا تو پہلی مرتبہ آقا اعتراف کرے کہ یہ میرا بچہ ہے تب اس بچے کا نسب آقا سے ثابت ہوگا۔ اور اگر اعتراف نہ کرے تو نسب ثابت نہیں ہوگا۔ البتہ ایک مرتبہ اعتراف کر لیا کہ یہ بچہ میرا ہے پھر دوسری مرتبہ بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب خود بخود آقا سے ثابت ہو جائے گا۔ اس کے لئے دوبارہ اعتراف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وَأَنَّــهُ أَكْثَرُ إِفْضَاءً أَوْلٰى، ٢ـ وَلَــنَـا أَنَّ الْـوَطْـيَ الْأَمَةِ يُقْصَدُ بِهِ قَضَاءُ الشَّهْوَةِ دُوْنَ الْوَلَدِ لِوُجُوْدِ الْـمَانِعِ عَنْهُ فَلاَ بُدَّ مِنَ الدَّعْوَةِ بِمَنْزِلَةِ مِلْكِ الْيَمِيْنِ مِنْ غَيْرِ وَطْيٍ، بِخِلاَفِ الْعَقْدِ، لِأَنَّ الْوَلَدَ يَتَعَيَّنُ مَقْصُوْدًا مِنْهُ فَلاَ حَاجَةَ إِلَى الدَّعْوَةِ.

وجــه :(١)ولادت کے لئے باندی کا رشتہ آقا سے اتنا مضبوط نہیں ہے جتنا نکاح کی وجہ سے بیوی کا شوہر سے ہوتا ہے۔اس لئے آقا کے اعتراف کی ضرورت پڑے گی (٢) باندی رکھنے سے لازم نہیں آتا کہ وہ وطی بھی کرتا ہوگا اور بچہ پیدا کرنا چاہتا ہوگا۔ کیونکہ اس بچے میں غلامیت کا اثر ہے اس لئے اعتراف کی ضروت پڑے گی (٣) اس قول صحابی میں ہے۔عــن ابــن عباس قال كان ابن عباس ياتى جارية له فحملت فقال ليس منى انى اتيتها اتيانا لا اريد به الولد (طحاوی شریف، باب الامة یطأ ھا مولدھا ثم یموت وقد کانت جاءت بولد فی حیاتہ ھل یکون ابنہ وتکون بہ ام ولد ام لا ج ثانی ص ٦٦) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ اعتراف کرے گا تو بچے کا نسب ثابت ہوگا اور انکار کرے گا تو نفی ہو جائے گی (٤) بخاری میں عتبہ بن ابی وقاص کی لمبی حدیث ہے جس میں آقا نے بیٹا ہونے کا دعوی کیا اس لئے دعوی کرنے کے بعد آپ نے بچے کا نسب آقا سے ثابت کر دیا۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ فقال رسول الله ﷺ هو لك يا عبد بن زمعه من اجل انه ولد على فراش ابيه (بخاری شریف، باب ام الولد، ص ٤٠٩، نمبر ٢٥٣٣)

ترجمه :١ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ آقا دعوی نہ بھی کرے تب بھی بچے کا نسب آقا سے ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ جب عقد نکاح سے نسب ثابت ہوتا ہے تو وطی سے بدرجہ اولی نسب ثابت ہوگا اس لئے کہ یہ زیادہ پہنچنے والا ہے۔

تشریح:امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ آقا بچے کا دعوی نہ بھی کرے تب بھی آقا سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

وجه :اسکی دلیل یہ دیتے ہیں کہ نکاح میں صرف عقد ہوتا ہے وطی نہ کرے تب بھی نسب ثابت ہو جاتا ہے،اور یہاں تو باندی سے وطی کی ہے اسلئے بدرجہ اولی نسب ثابت ہو جائے گا چاہے آقا بچے کے نسب کا دعوی نہ کرے۔افضاء: زیادہ پہونچنے والا، مراد ہے وطی کرنا۔

ترجمه :٢ہماری دلیل یہ ہے کہ باندی سے وطی کرنے کا مقصد شہوت پوری کرنا ہے، بچہ پیدا کرنا نہیں ہے، کیونکہ مانع موجود ہے کہ [کہ باندی کی قیمت کم ہو جائے گی] اس لئے دعوی ضروری ہے، جیسے بغیر وطی کی ملکیت ہو تو بچے کا دعوی کرنا پڑتا ہے۔ بخلاف عقد نکاح کے اس لئے کہ وہاں بچہ پیدا کرنا ہی مقصود ہے اس لئے نکاح میں دعوی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشــریح :ہماری دلیل یہ ہے کہ باندی سے وطی کرنے کا مقصد بچہ پیدا کرنا نہیں ہوتا بلکہ صرف خواہش پوری کرنی ہوتی ہے، اس لئے بچے کا دعوی کرے گا تب آقا سے اس کا نسب ثابت ہوگا،اور نکاح کا مقصد بچہ پیدا کرنا ہی ہے اس لئے وہاں بغیر دعوی کے بھی نسب ثابت ہو جائے گا،

(۲۲۹۰) فَإِنْ جَاءَ تْ بَعْدَ ذٰلِکَ بِوَلَدٍ ثَبَتَ نَسَبُهُ بِغَيْرِ إِقْرَارٍ ، ۱؎ مَعْنَاهُ بَعْدَ اِعْتِرَافِ بِالْوَلَدِ الْأَوَّلِ، لِأَنَّهُ بِدَعْوَى الْوَلَدِ الْأَوَّلِ تَعَيَّنَ الْوَلَدُ مَقْصُوْدًا مِنْهَا فَصَارَتْ فِرَاشًا كَالْمَعْقُوْدَةِ بِعَقْدِ النِّكَاحِ، (۲۲۹۱) إِلَّا أَنَّهُ إِذَا نَفَاهُ يَنْتَفِي بِقَوْلِهِ ۱؎ لِأَنَّ فِرَاشَهَا ضَعِيفٌ حَتّٰى يَمْلِكُ نَقْلَهُ بِالتَّزْوِيجِ، بِخِلَافِ الْمَنْكُوحَةِ حَيْثُ لَا يَنْتَفِي الْوَلَدُ بِنَفْيِهِ إِلَّا بِاللِّعَانِ لِتَأَكُّدِ الْفِرَاشِ حَتّٰى لَا يَمْلِكَ إِبْطَالَهُ بِالتَّزْوِيجِ، ۲؎ وَهٰذَا الَّذِي ذَكَرْنَاهُ حُكْمٌ. فَأَمَّا الدِّيَانَةُ فَإِنْ كَانَ وَطِئَهَا وَحَصَّنَهَا وَلَمْ يَعْزِلْ عَنْهَا يَلْزَمُهُ أَنْ

ترجمہ:(۲۲۹۰) پس اگر اس کے بعد بچہ دیا اس کا نسب آقا سے ثابت ہوگا بغیر اقرار کے۔

ترجمہ ۱؎ :اس کا معنی یہ ہے کہ پہلے بچے کا اعتراف کر لیا ہے اس لئے کہ پہلے بچے کے دعوی کرنے سے متعین ہوگیا کہ وطی کا مقصد بچہ پیدا کرنا ہے تو باندی اب فراش بن گئی جس طرح نکاح میں فراش ہوتی ہے۔

تشریح : پہلی مرتبہ آقا کے اعتراف کی ضرورت پڑے گی تب نسب ثابت ہوگا۔لیکن بعد میں جو بچہ پیدا ہوگا اس کے نسب کا اقرار کئے بغیر آقا سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

وجہ :ایک مرتبہ نسب ثابت ہوگیا اور ام ولد بن گئی تو ثابت ہوگیا کہ وطی کا مقصد بچہ پیدا کرنا ہے اس لئے دوسرا بچہ بغیر دعوی کے بھی آقا کا مان لیا جائے گا، جیسے نکاح میں بغیر دعوی کے بھی آقا کا مان لیا جاتا ہے۔

ترجمہ:(۲۲۹۱) لیکن آقا کے نفی کرنے سے دوسرے بچے کے نسب کی نفی ہو جائے گی۔

ترجمہ:۱؎ اسلئے کہ باندی کا فراش ہونا کمزور ہے، یہی وجہ ہے کہ نکاح کرا کر اپنے فراش کو دوسرے کی طرف منتقل کر سکتا ہے ،بخلاف منکوحہ عورت کے،لعان کے بغیر بچے کی نفی نہیں ہوگی کیونکہ اس کا فراش مضبوط ہے، دوسرے سے نکاح کرا کر فراش کو باطل نہیں کر سکتا۔

تشریح: پہلے بچے کے نسب کا اقرار کیا، اب دوسرا بچہ پیدا ہوا اور اس کے نسب کا انکار کرتا ہے تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔

وجہ :(۱) باندی کا فراش ہونا کمزور ہے، یہی وجہ ہے کہ باندی کا نکاح کسی سے کرا دے تو اب یہ آقا کا فراش نہیں رہتی، اس کے برخلاف منکوحہ کا فراش مضبوط ہے، اس کے بچے کی نفی کرے گا تو لعان کرنا پڑے گا م، اور طلاق دئے بغیر منکوحہ کا نکاح کسی اور سے کرانا چاہے تو نہیں کر سکتا، اس لئے دوسرے بچے کے نسب کی نفی کرے تو نفی ہو جائے گی۔(۲)۔کان ابن عباس یأتی جاریة له فحملت فقال لیس منی انی اتیتها اتیانا لا ارید به الولد (طحاوی شریف، باب الامۃ الخ ص ۲۶) اس عمل صحابی میں بچے کی نفی کی تو نفی ہوگئی۔

ترجمہ:۲؎ یہ جو کچھ میں نے ذکر کیا یہ حکم ہے لیکن دیانت کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر اس سے وطی کی ہے اور اس کو اپنے لئے محفوظ کیا

يَعْتَرِفَ بِهِ وَيَدَّعِيَ، لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ الْوَلَدَ مِنْهُ، وَإِنْ عَزَلَ عَنْهَا أَوْ لَمْ يُحَصِّنْهَا جَازَ لَهُ أَنْ يَنْفِيَهُ، لِأَنَّ هٰذَا الظَّاهِرَ يُقَابِلُهُ ظَاهِرٌ آخَرُ، هٰكَذَا رُوِيَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، ٣ وَفِيهِ رِوَايَتَانِ أُخْرَيَانِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ وَعَنْ مُحَمَّدٍ ذَكَرْنَاهُمَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهِي. (٢٢٩٢) وَإِنْ زَوَّجَهَا فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَهُوَ فِي حُكْمِ أُمِّهِ ١ لِأَنَّ حَقَّ الْحُرِّيَّةِ يَسْرِي إِلَى الْوَلَدِ كَالتَّدْبِيرِ، أَلَا يَرَىٰ أَنَّ وَلَدَ الْحُرَّةِ حُرٌّ وَوَلَدُ الْقِنَّةِ رَقِيقٌ،

ہےاوراس سے عزل نہیں کیا ہےتو آقا کولازم ہے کہ بچے کا اعتراف کرلے اور بچے کا دعوی کرلے اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ بچہ اسی کا ہے، اور اگر اس سے عزل کیا ہے اور اپنے لئے محفوظ نہیں کیا ہے تو اا کے لئے جائز ہے کہ بچے کی نفی کردے، کیونکہ ایک ظاہر باندی ہے اور دوسرا ظاہر عزل کرنا ہے جو اس کے مقابلے پر ہے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کی روایت ہے۔

تشریح : آقا بچے کی نفی کرنا چاہے گا تو وطی کے باوجود کرسکتا ہے، لیکن دیانت کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر باندی سے وطی کررہا تھا اور عزل نہیں کرتا تھا تو بچے کا اقرار کرلینا چاہئے، اور اگر وطی نہیں کرتا تھا اور وطی کرتا تھا لیکن عزل کرتا تھا تو بچے کی نفی کرسکتا ہے۔

وجہ : یہاں دو ظاہر ہیں ایک ظاہر ہے کہ باندی اس کی ہے اس لئے بچہ اس کا ہونا چاہئے، اور دوسری ظاہر یہ ہے کہ یہ وطی نہیں کرتا تھا۔ یا وطی کرتا تھا لیکن عزل کرتا تھا اس لئے بچہ اس کا نہیں ہے اس لئے یہ انکار کرسکتا ہے۔

ترجمہ :۳ اس بارے میں دو روایتیں اور بھی ہیں جو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے روایت ہیں اس کو میں نے کفایۃ المنتہی میں ذکر کیا ہے۔

ترجمہ:(۲۲۹۲) اور اگر آقا نے ام ولد کی شادی کرادی پھر بچہ دیا تو وہ ماں کے حکم میں ہوگا۔

ترجمہ :١ اس لئے کہ ماں کی آزادگی کا حق بچے کی طرف سرایت کرتا ہے، جیسے مدبر ہونا سرایت کرتا ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ آزاد عورت کا بچہ آزاد ہوتا ہے، اور غلام عورت کا بچہ غلام ہوتا ہے۔

اصول: بچے کا حکم ماں کا حکم ہے، ماں ام ولد ہے تو بچہ بھی ام ولد کے حکم میں ہوگا۔

تشریح : آقا نے ام ولد بنایا تھا بعد میں اس کی شادی کرادی اور اس شوہر سے بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ ماں کی طرح ابھی غلام رہے گا اور آقا کے مرنے کے بعد جب ماں آزاد ہوگی تو اس وقت بچہ بھی آزاد ہوگا۔

وجہ: اس قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔ سمع عبد الله بن عمر يقول اذا ولدت الامة من سيدها فنكحت بعد ذلک فولدت اولادا كان ولدها بمنزلتها عبيدا ما عاش سيدها فان مات فهم احرار (سنن للبیہقی، باب ولد ام

(۲۲۹۳) وَالنَّسَبُ يَثْبُتُ مِنَ الزَّوْجِ ، ١ لِأَنَّ الْفِرَاشَ لَهُ، ٢ وَإِنْ كَانَ النِّكَاحُ فَاسِدًا، إِذِ الْفَاسِدُ مُلْحَقٌ بِالصَّحِيحِ فِي حَقِّ الْأَحْكَامِ ٣ وَلَوْ ادَّعَاهُ الْمَوْلٰى لا يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ، لِأَنَّهُ ثَابِتُ النَّسَبِ مِنْ غَيْرِهِ، وَيَعْتِقُ الْوَلَدُ وَيَصِيرُ أُمُّ وَلَدٍ لَهُ لِإِقْرَارِهِ. (۲۲۹۴) وَإِذَا مَاتَ الْمَوْلٰى عَتَقَتْ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ ١ لِحَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ "أَمَرَ بِعِتْقِ أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ وَأَنْ لَّا يُبَعْنَ فِي دَيْنٍ

الولد من غیرھا بعد الاستیلاد، ج عاشر،ص ۵۸۴،نمبر ۲۱۸۰۰،مصنف عبد الرزاق، باب عتق ولد ام الولد، ج سابع ،ص ۲۳۵،نمبر ۱۳۳۱۹)اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ جب ماں آزاد ہوگی اس وقت بچہ بھی آزاد ہوگا اور ابھی ماں کی طرح غلام رہے گا۔

ترجمہ :(۲۲۹۳)اور نسب شوہر سے ثابت ہو جائے گا۔

ترجمہ:١ اس لئے کہ ابھی فراش شوہر کی ہے۔

تشریح : یہ عورت اگر چہ آقا کی ام ولد تھی لیکن دوسرے شوہر سے نکاح کرا دیا اور ابھی اس سے بچہ پیدا ہوا ہے اس لئے اس بچے کا نسب اس شوہر سے ثابت ہوگا۔

ترجمہ :٢ اگر چہ یہ نکاح فاسد ہے، لیکن احکام میں فاسد کو صحیح کے ساتھ لاحق کر دیا جاتا ہے۔

تشریح :چونکہ یہ باندی آقا کی ام ولد تھی اس لئے دوسرے شوہر سے نکاح کرانا نکاح فاسد تھا، لیکن چونکہ نکاح کرا ہی دیا ہے اس لئے احکام میں فاسد کو نکاح صحیح کے درجے میں رکھ دیا جائے گا۔

ترجمہ :٣ اور اگر آقا نے بچے کا دعوی کیا تو اس کا نسب آقا سے ثابت نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اس کا نسب دوسرے شوہر سے ثابت ہے، لیکن بچہ آزاد ہو جائے گا اور اس کی ماں ام ولد بن جائے گی، کیونکہ آقا نے اس کا اقرار کیا ہے۔

تشریح :ام ولد تھی پھر دوسرے سے نکاح کرایا تھا پھر بھی آقا نے اپنا بچہ ہونے کا دعوی کر دیا، تو اس بچے کا نسب آقا سے ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ شوہر سے اس کا نسب ثابت ہے، البتہ چونکہ یہ بچے کا اقرار کر رہا ہے، اس لئے بچہ ابھی آزاد ہو جائے گا، اور اس کی ماں دوبارہ آقا کی ام ولد بن جائے گی۔

ترجمہ:(۲۲۹۴)اور جب آقا مرے گا تو وہ تمام مال سے آزاد ہوگی۔

ترجمہ :١ سعید بن مسیّب کی حدیث کی وجہ سے کہ حضور ﷺ نے ام ولد کو آزاد کرنے کا حکم دیا، اور آقا کے قرض میں بھی نہیں بیچی جائے گی، اور تہائی مال میں سے بھی نہیں کیا جائے گا،

تشریح :آقا مر جائے تو ام ولد مکمل آزاد ہو جائے گی۔ نہ وہ بیچی جائے گی اور نہ تہائی مال میں سے کی جائے گی، بلکہ وہ مکمل آزاد ہو جائے گی۔

وَلاَ يُجعَلْنَ مِنَ الثُّلُثِ" ٢ وَلأَنَّ الْحَاجَةَ إِلَى الْوَلَدِ أَصْلِيَّةٌ فَتُقَدَّمُ عَلٰى حَقِّ الْوَرَثَةِ وَالدَّيْنِ كَالتَّكْفِيْنِ، بِخِلاَفِ التَّدْبِيْرِ، لِأَنَّهُ وَصِيَّةٌ بِمَاهُوَ مِنْ زَوَائِدِ الْحَوَائِجِ، (٢٢٩٥) وَلاَ سِعَايَةَ عَلَيْهَا فِي دَيْنِ الْمَوْلٰى لِلْغُرَمَاءِ ا لِمَا رَوَيْنَا، ٢ وَلأَنَّهَا لَيْسَتْ بِمَالٍ مُتَقَوَّمٍ حَتّٰى لاَ تَضْمَنَ بِالْغَصَبِ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ،

وجه :(ا)صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر ان النبی ﷺ نهی عن بیع امهات الاولاد وقال لایبعن ولا یوهبن ولا یورثن یستمتع بها سیدها مادام حیا فاذا مات فهی حرة** (دار قطنی، کتاب المکاتب، ج رابع، ص ۵۷، نمبر ۴۲۰۳، سنن للبیہقی، باب الرجل یطأ امته بالملک فتلد له، ج عاشر، ص ۵۷۴، نمبر ۲۱۷۶۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ام ولد آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔(۲) **عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ایما رجل ولدت امته منه فهی معتقة عن دبر منه** ۔(ابن ماجہ شریف، باب امہات الاولاد، ص ۳۶۱، نمبر ۲۵۱۵)(۳)اثر میں ہے۔ **اعتق عمر امهات الولاولاد اذا مات ساداتهن فأتت امرأة منهن علیا اراد سیدها ان یبیعها فی دین کان علیه فقال اذهبی فقد اعتقکن عمر** (مصنف عبدالرزاق، باب بیع امہات الاولاد، ج سابع، ص ۲۳۲، نمبر ۱۳۲۹۶)اس عمل صحابی سے بھی معلوم ہوا کہ ام ولد آقا کے قرض کے لئے بھی سعی نہیں کرے گی کیونکہ وہ مکمل آزاد ہو گئی۔

ترجمہ :٢ اور اس لئے کہ بچے کی ضرورت اصلی ہے اس لئے ورثہ اور قرض کے حق پر بھی مقدم ہوگا، جیسے کفن مقدم ہوتا ہے ،بخلاف مدبر بنانے کے اس لئے کہ وہ تو وصیت ہے اور ضرورت سے زائد چیز ہے۔

تشریح : بچے کا حق قرض پر اور ورثہ پر بھی مقدم ہے اسلئے کہ اسکی ضرورت اصلی ہے اسلئے اسکو بیچ کر قرض بھی ادا نہیں کیا جائے گا، اسلئے بچہ اور ماں پورے طور پر آزاد ہو جائیں گے۔ اسکے برخلاف مدبر بنانا ایک زائد چیز ہے اس لئے اسکی تہائی آزاد ہوگی۔

ترجمہ:(٢٢٩٥) ام ولد آقا کے قرض خواہوں کے لئے سعی نہیں کرے گی۔

ترجمہ:ا اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے پہلے روایت کی۔

تشریح : آقا کے مرنے کے بعد اگر اس پر قرض ہے تو ام ولد نہ بیچی جائے گی اور نہ وہ قرض خواہوں کے لئے سعی کرے گی، کیونکہ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ وہ بیچی نہیں جائے گی، اور یہ حدیث بھی گزری کہ وہ مکمل آزاد ہو جائے گی۔

ترجمہ :٢ اور اس لئے کہ ام ولد متقوم مال نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر اس کو کوئی غصب کر لے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا ضمان لازم نہیں آتا ہے۔

تشریح :ام ولد میں آزادگی کا شائبہ آ چکا ہے، اس کے لئے دو مثالیں دے رہے ہیں [ا] پہلی بات یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر کوئی ام ولد کو غصب کر لے جائے تو غاصب پر اس کا ضمان نہیں ہے، کیونکہ اس کی قیمت نہیں لگتی ہے۔

٣ فَلاَ يَتَعَلَّقُ بِهَا حَقُّ الْغُرَمَاءِ كَالْقِصَاصِ، بِخِلاَفِ الْمُدَبَّرِ، لِأَنَّهُ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ.

(٢٢٩٦) وَإِذَا أَسْلَمَتْ أُمُّ وَلَدِ النَّصْرَانِيِّ فَعَلَيْهَا أَنْ تَسْعٰى فِي قِيْمَتِهَا ١ وَهِيَ بِمَنْزِلَةِ الْمُكَاتَبَةِ لاَ تَعْتِقُ حَتّٰى تُؤَدِّيَ السِّعَايَةَ، ٢ وَقَالَ زُفَرُ: تَعْتِقُ فِي الْحَالِ وَالسِّعَايَةُ دَيْنٌ عَلَيْهَا، وَهٰذَا الْخِلاَفُ فِيْمَا عُرِضَ عَلَى الْمَوْلٰى الْإِسْلاَمُ فَأَبٰى فَإِنْ أَسْلَمَ تَبْقٰى عَلٰى حَالِهَا، لَهُ أَنَّ إِزَالَةَ الذُّلِّ عَنْهَا بَعْدَ مَا

ترجمہ:٣ ام ولد کے ساتھ قرض خواہوں کا حق متعلق نہیں ہوتا، جیسے کہ قصاص۔

تشریح: جس طرح قصاص میں قرض خواہوں کا حق متعلق نہیں ہوتا اسی طرح ام ولد کے ساتھ بھی قرض خواہوں کا حق متعلق نہیں ہوتا۔

ترجمہ:٤ بخلاف مدبر کے اس لئے کہ وہ مال متقوم ہے۔ مدبر مال متقوم ہوتا ہے اس لئے اس لئے آقا کے جو قرض خواہ ہیں وہ اپنا قرض مدبر سے وصول کرے گا۔ ام ولد سے وصول نہیں کرے گا۔

ترجمہ: (٢٢٩٦) اگر نصرانی کی ام ولد مسلمان ہو جائے تو اس پر اس کی قیمت کی سعی کرنا ہے۔

ترجمہ: ١ یہ ام ولد مکاتبہ کی طرح ہوگی جب تک کہ قیمت ادا نہ کرے آزاد نہیں ہوگی۔

تشریح: نصرانی کی ام ولد مسلمان ہو جائے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ ابھی آزاد نہیں ہوگی، بلکہ اپنی قیمت سعی کر کے ادا کرے گی پھر آزاد ہوگی، البتہ کمانے کے اعتبار سے وہ آزاد ہو جائے گی، جیسے مکاتبہ غلام رہتی ہے لیکن کمانے کے اعتبار سے آزاد ہو جاتی ہے، اس صورت میں ام ولد کا یہ فائدہ ہے کہ وہ کما کر آقا کی زندگی میں آزاد ہوگی، اور آقا کا فائدہ یہ ہے کہ اس کو ام ولد کی قیمت مل جائے گی۔

ترجمہ: ٢ امام زفرؒ نے فرمایا کہ ام ولد ابھی آزاد ہو جائے گی، اور اپنی قیمت کما کر دینا اس پر قرض رہے گا، یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ آقا پر اسلام پیش کیا گیا ہو پھر اس نے انکار کر دیا ہو، اور اگر آقا مسلمان ہو جائے تب تو باندی ام ولد باقی رہے گی۔ انکی دلیل یہ ہے کہ اسلام لانے کی وجہ سے ام ولد سے اس کی ذلت واجب ہے اور یہ دو صورتوں سے ہو سکتا ہے، بیچنے کے ذریعہ اور آزاد کرنے کے ذریعہ سے، لیکن بیچنا ناممکن ہے اس لئے آزاد کرنا ہی پڑے گا۔

تشریح: امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ ام ولد ابھی آزاد ہو جائے گی، اور اپنی قیمت کما کر دینا اس پر قرض رہے گا۔

وجہ: اسکی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ام ولد سے ذلت دور کرنا ضروری ہے وہ دو ہی طریقے سے ہو سکتا ہے، بیچنے کے ذریعہ یا آزاد کرنے کے ذریعہ، اور بیچ نہیں سکتے تو آزاد کرنا ہی پڑے گا۔ آگے فرماتے ہیں: آقا پر اسلام پیش کیا گیا اور اس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا تب یہ صورت ہے، لیکن اگر وہ اسلام لے آئے تو باندی اسکی ام ولد رہے گی، کیونکہ اب اسکو ام ولد رہنے

أَسْلَمَتْ وَاجِبٌ وَذٰلِکَ بِالْبَیْعِ أَوِ الْإِعْتَاقِ وَقَدْ تَعَذَّرَ الْبَیْعُ فَتَعَیَّنَ الْإِعْتَاقُ، ٣ وَلَنَا أَنَّ النَّظَرَ مِنَ الْجَانِبَیْنِ فِيْ جَعْلِهَا مُکَاتَبَةً، لِأَنَّهُ یَنْدَفِعُ الذُّلُّ عَنْهَا لِصَیْرُوْرَتِهَا حُرَّةً یَدًا، وَالضَّرَرُ عَنِ الذِّمِّيِّ لِانْبِعَاثِهَا عَلَی الْکَسَبِ نَیْلاً لِشَرْفِ الْحُرِّیَّةِ فَیَصِلُ الذِّمِّيُّ إِلٰی بَدَلِ مِلْکِهِ.
أَمَّا لَوْ أُعْتِقَتْ وَهِيَ مُفْلِسَةٌ تَتَوَانٰی فِيْ الْکَسَبِ، ٤ وَمَالِیَةُ أُمِّ الْوَلَدِ یَعْتَقِدُهَا الذِّمِّيُّ مُتَقَوَّمَةً فَیُتْرَکُ وَمَا یَعْتَقِدُهُ، ٥ وَلِأَنَّهَا إِنْ لَمْ یَکُنْ مَتَقَوَّمَةً فَهِيَ مُحْتَرَمَةٌ وَهٰذَا یَکْفِيْ لِوُجُوْبِ الضَّمَانِ ٦ کَمَا فِيْ الْقِصَاصِ الْمُشْتَرَکِ إِذَا عَفَا أَحَدُ الْأَوْلِیَاءِ یَجِبُ الْمَالُ لِلْبَاقِیْنَ،

میں کوئی ذلت نہیں ہے۔

ترجمہ: ٣ ہماری دلیل یہ ہے کہ مکاتبہ بنانے میں دونوں جانب کا فائدہ ہے، اس لئے ام ولد سے ذلت دفع ہو جائے گی، کہ وہ بدلہ آدا کر کے آزاد ہو جائے گی، اور ذمی آقا کا نقصان بھی ختم ہو جائے گا اس لئے کہ ام ولد کو کمانے پر آمادہ کیا تا کہ آزادگی پائے، اس لئے ذمی آقا کو بدلہ مل جائے گا، اور اگر ام ولد کو آزاد کر دیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ مفلس عورت وہ کمانے میں سستی کرے۔

تشریح: نصرانی کی ام ولد کو ابھی آزاد نہیں کیا بلکہ مکاتبہ کے درجے میں رکھا تو اس میں دونوں کا فائدہ ہے، کما کر آقا کی زندگی میں آزاد ہو جائے گی، اور ذلت بھی ختم ہو جائے گی، یہ ام ولد کا فائدہ ہے۔ اور آقا کو ام ولد کی قیمت مل جائے گی یہ آقا کا فائدہ ہے۔

لغت: تتوانی: سستی کرنا۔ انبعاث: آمادہ کرنا۔

ترجمہ: ٤ ام ولد کی قیمت ہے اس کا اعتقاد ذمی آقا کو بھی ہے اس لئے جس چیز کا اعتقاد ہے ذمی کو اس پر چھوڑ دیا جائے گا۔

تشریح: ذمی ہونے کی وجہ سے اس کا اعتقاد یہی ہے کہ ام ولد آزاد نہیں ہے بلکہ اس کو بیچا جا سکتا ہے وہ متقوم ہے، اس لئے اس کے اعتقاد کی رعایت کرتے ہوئے بھی ام ولد کو ابھی آزاد قرار نہ دیا جائے بلکہ اس کی قیمت کی سعایت کرنے کے لئے کہا جائے۔

ترجمہ: ٥ اور اس وجہ سے بھی کہ ام ولد متقوم نہیں ہے، لیکن وہ محترم تو ہے اور ضمان واجب ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

تشریح: ام ولد مسلمان ہو گئی تو وہ اب محترم ہو گئی اور انسان کا محترم ہونا اتنا ہی ضمان لازم ہونے کے لئے کافی ہے۔

ترجمہ: ٦ جیسے مشترک قصاص میں کسی ایک ولی نے قصاص معاف کر دیا ہو تو باقی کے لئے مال واجب ہوتا ہے۔

تشریح: مثلا قصاص واجب ہونے کے لئے چار آدمی ولی تھے، ان میں سے ایک نے قصاص معاف کر دیا تو باقی تین آدمی کے لئے مال واجب ہوتا ہے، کیونکہ مقتول محترم ہے، اس کے احترام کا تقاضہ یہ ہے کہ باقی تین آدمی کا مال واجب ہو، اسی طرح ام ولد محترم ہے اس لئے اس پر ضمان لازم ہوگا۔

(٢٢٩٧) وَلَوْ مَاتَ مَوْلاهَا عَتَقَتْ بِلا سِعَايَةٍ ؛ ١ لِأَنَّهَا أُمُّ وَلَدٍ، ٢ وَلَوْ عَجَزَتْ فِي حَيَاتِهِ لا تَرُدُّ قِنةً لِأَنَّهَا لَوْ رَدَّتْ قِنةً أُعِيدَتْ مُكَاتَبَةً لِقِيَامِ الْمُوجِبِ.

(٢٢٩٨) وَمَنْ اسْتَوْلَدَ أَمَةَ غَيْرِهِ بِنِكَاحٍ ثُمَّ مَلَكَهَا صَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ، ١ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لا تَصِيرُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ، ٢ وَلَوْ اسْتَوْلَدَهَا بِمِلْكِ يَمِينٍ ثُمَّ اسْتُحِقَّتْ ثُمَّ مَلَكَهَا تَصِيرُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ عِنْدَنَا،

ترجمہ:(٢٢٩٧)اگرنصرانی آقا مرگیا توام ولد آزاد ہو جائے گی اوراس پر کما کر دینا نہیں ہوگا۔

ترجمہ:١ اس لئے کہ یہ ام ولد ہے۔

تشریح:نصرانی کی ام ولد بہر حال ام ولد ہے اس لئے آقا کا انتقال ہو گیا تو ام ولد آزاد ہو جائے گی۔

ترجمہ :٢ اوراگر آقا کی زندگی میں کام کرنے سے عاجز ہوگئی تو دوبارہ وہ باندی نہیں بنے گی اس لئے کہ اگر باندی بنی تو لوٹ کر مکاتبہ بن جائے گی، کیونکہ مکاتبہ کا سبب موجود ہے، اس لئے لوٹ کر خالص باندی نہیں بنے گی۔

تشریح :واضح ہے۔

ترجمہ :(٢٢٩٨)اگر آدمی نے دوسرے کی باندی سے نکاح کے ذریعہ صحبت کی اوراس سے بچہ پیدا ہوا پھر باندی کا مالک ہوا تو وہ اس کی ام ولد بن جائیگی۔

تشریح :دوسرے کی باندی سے نکاح کیا اوراس سے بچہ پیدا ہوا بعد میں اس باندی کو خرید لیا تو یہ باندی اس کی ام ولد بن جائے گی۔اگر چہ بچہ پیدا ہوتے وقت یہ اس کی باندی نہیں تھی۔

وجہ:(ا)اگر چہ بعد میں باندی بنی لیکن ہے تو اس کے بچے کی ماں اس لئے بعد میں باندی ہوئی تب بھی ام ولد شمار کی جائے گی اورآقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔

ترجمہ:١ امام شافعیؒ نے کہا کہ وہ ام ولد نہیں بنے گی۔

وجہ:(ا) کیونکہ وہ بچہ جنتے وقت اس کی باندی نہیں تھی اس کی بیوی تھی (٢)اس قول تابعی میں ہے۔عن الشعبی قال رفع الی شریح رجل تزوج امة فولدت له اولاد اثم اشتراها فرفعهم شریح الی عبیدة فقال عبیدة انما تعتق ام الولد اذا ولدتهم احرارا فاذا ولدتهم مملوکین فانها لا تعتق (سنن للبیہقی، باب الرجل ینکح الامۃ فتلد لہ ثم یملکھا ج عاشر، ص ٥٨٥، نمبر ٢١٨٠٥)اس قول تابعی میں ہے کہ باندی ہونے کی حالت میں بچہ آزاد پیدا کرے تب باندی ام ولد بنے گی۔اور یہاں بیوی ہونے کی حالت میں بچہ مملوک پیدا کیا اس لئے باندی ام ولد نہیں بنے گی۔

ترجمہ :٢ اگر اپنی باندی ہونے کی حالت میں بچہ پیدا ہوا پھر باندی کسی اور کی نکل گئی، پھر اس باندی کا مالک بنا تو تب بھی

٣ وَلَهُ فِيْهِ قَوْلاَنِ وَهُوَ وَلَدُ الْمَغْرُوْرِ، ٤ لَهُ أَنَّهَا عُلِّقَتْ بِرَقِيْقٍ فَلاَ تَكُوْنُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ كَمَا إِذَا عُلِّقَتْ مِنَ الزِّنَاءِ ثُمَّ مَلَكَهَا الزَّانِيْ، وَهٰذَا لِأَنَّ أُمُوْمِيَّةَ الْوَلَدِ بِاعْتِبَارِ عُلُوْقِ الْوَلَدِ حُرًّا، لِأَنَّهُ جُزْءٌ لِأُمٍّ فِيْ تِلْكَ الْحَالَةِ، وَالْجُزْءُ لاَ يُخَالِفُ الْكُلَّ،

٥ وَلَنَا أَنَّ السَّبَبَ هُوَ الْجُزْئِيَّةُ عَلٰى مَا ذَكَرْنَا مِنْ قَبْلُ، وَالْجُزْئِيَّةُ إِنَّمَا تَثْبُتُ بَيْنَهُمَا بِنِسْبَةِ الْوَلَدِ

یہ ام ولد بن جائے گی۔

تشریح :جس وقت بچہ پیدا ہوا اس وقت یہ اپنی باندی تھی، بعد میں کسی اور کی نکل گئی، بعد میں پھر یہ اپنی باندی بن گئی تو یہ ام ولد بن جائے گی۔

وجہ: بچہ پیدا ہوتے وقت، یا بچہ پیدا ہونے کے بعد کبھی بھی آقا کی باندی بنی تو یہ ام ولد بن جائے گی۔

ترجمہ :٣ امام شافعیؒ کا اس بارے میں دو قول ہیں [ایک میں ہے کہ یہ ام ولد بن جائے گی، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ام ولد نہیں بنے گی] یہ بچہ مغرور کا بچہ ہے۔

تشریح :بچہ ہوتے وقت باندی تھی، پھر مستحق نکلی پھر باندی بنی تو اس صورت میں امام شافعیؒ کا دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ باندی آقا کی ام ولد بنے گی، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ام ولد نہیں بنے گی، کیونکہ جب دوسرے کی باندی نکل گئی تو یہ بچہ دھوکے میں پیدا ہوا ہے۔

ترجمہ :٤ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب بچے کا حمل ٹھہر رہا تھا تو یہ دوسرے کی باندی تھی اس لئے یہ ام ولد نہیں بنے گی، جیسے زنا سے حمل ٹھہرتا، پھر زنا کرنے والا اس باندی کا مالک بنتا تو ام ولد نہیں بنتی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آزاد آدمی کا حمل ٹھہرے تو اس کی وجہ سے ام ولد بنتی ہے، اس لئے کہ اس حالت میں ماں کا جز ہوتا ہے، اور جز کل کے مخالف نہیں ہوتا۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کی جانب سے دلیل عقلی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ آزاد آدمی کا حمل اپنی باندی میں ٹھہرے تو بچہ آزاد ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے ماں بھی ام ولد بن کر آزاد ہوتی ہے، یہاں ایک غلام کا حمل دوسری کی باندی میں ٹھہر رہا ہے اس لئے نہ بچہ آزاد ہوگا اور نہ اس کی وجہ سے ماں ام ولد بنے گی۔ الئے کہ جز یعنی بچہ کل سے یعنی ماں سے الگ نہیں ہوگا۔

ترجمہ:٥ ہماری دلیل یہ ہے کہ باندی کے آزاد ہونے کا سبب وہ جزئیت ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا اور یہ بچے کے سبب سے ثابت ہوتا ہے، کہ ایک ہی بچہ دونوں کی طرف منسوب ہوتا ہے اور نسب ثابت ہو گیا تو اس واسطے سے جزئیت بھی ثابت ہو جائے گا، بخلاف زنا کے اس لئے کہ بچے کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوتا۔

تشریح :ہماری دلیل یہ ہے کہ بچہ یہ جز ہے ماں کا بھی اور باپ کا بھی اور یہاں جزئیت کی وجہ سے ہی آزاد ہوتا ہے، اور بچے

الْوَاحِدِ إِلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا كَمْلاً وَقَدْ ثَبَتَ النَّسَبُ فَيَثْبُتُ الْجُزْئِيَّةُ بِهٰذِهِ الْوَاسِطَةِ، بِخِلَافِ الزِّنَاءِ لِأَنَّهُ لَا نَسَبَ فِيْهِ لِلْوَلَدِ إِلَى الزَّانِي ٦ وَإِنَّمَا يَعْتِقُ عَلَى الزَّانِيْ إِذَا مَلَكَهُ، لِأَنَّهُ جُزْؤُهُ حَقِيْقَةً بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ، ٧ نَظِيْرُهُ مَنِ اشْتَرٰى أَخَاهُ مِنَ الزِّنَاءِ لَا يَعْتِقُ عَلَيْهِ، لِأَنَّهُ يُنْسَبُ إِلَيْهِ بِوَاسِطَةِ نِسْبَتِهٖ إِلَى الْوَالِدِ وَهِيَ غَيْرُ ثَابِتَةٍ. (۲۲۹۹) وَإِذَا وَطِئَ جَارِيَةَ إِبْنِهٖ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ وَصَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ وَعَلَيْهِ قِيْمَتُهَا وَلَيْسَ عَلَيْهِ عُقْرُهَا وَلَا قِيْمَةَ وَلَدِهَا ۱ وَقَدْ ذَكَرْنَا الْمَسْأَلَةَ

کا نسب باپ سے ثابت ہوگا تو باپ کبھی بھی ماں کا مالک بنے گا تو ماں ام ولد بن جائے گی، اس کے برخلاف زانی سے تو نسب ہی ثابت نہیں ہوتا اس لئے زنا سے اگر بچہ ہے اور اس کی ماں کا مالک بنا تو وہاں اس کی ماں ام ولد نہیں بنے گی۔

ترجمہ: ۶ اور بچہ زانی پر آزاد ہوتا ہے اس لئے کہ بغیر واسطے کے حقیقت میں زانی کا جز ہے۔

تشریح: یہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ زید نے کسی عورت سے زنا کیا، اس سے بچہ پیدا ہوا اور زید اس بچے کا مالک بن گیا تو یہ بچہ آزاد ہو جاتا ہے، حالانکہ اس بچے کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہوگا، تو یہاں بغیر نسب ثابت ہوئے بھی بچہ کیسے آزاد ہوا؟ تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، یہاں نسب کے واسطے سے بچہ آزاد نہیں ہو رہا ہے، بلکہ بچہ حقیقت میں زانی کا جز ہے اس لئے آزاد ہو رہا ہے۔

ترجمہ: ۷ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی نے اپنے زنا والے بھائی کو خریدا تو وہ اس پر آزاد نہیں ہوگا اس لئے کہ باپ کی طرف نسب کے واسطے سے منسوب ہوگا اور نسب ثابت نہیں ہے۔

تشریح: زید نے ایک عورت سے زنا کیا اس سے عمر پیدا ہوا، عمر کے بھائی خالد نے عمر کو خرید لیا تو خالد کے اوپر عمر آزاد نہیں ہوگا، کیونکہ یہاں عمر کا نسب زید سے ثابت نہیں ہے، کیونکہ زنا سے پیدا شدہ ہے، اور بھائی جو بنتا ہے وہ نسب کے واسطے سے بنتا ہے اور یہاں نسب ثابت نہیں ہے اس لئے عمر خالد پر آزاد نہیں ہوگا۔ لیکن زید عمر کا مالک بنے گا تو عمر زید پر آزاد ہو جائے گا، کیونکہ عمر زید کا براہ راست جز ہے۔

ترجمہ: (۲۲۹۹) اگر باپ نے بیٹے کی باندی سے صحبت کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا۔ پس باپ نے اس کا دعوی کیا تو اس کا نسب اس سے ثابت کیا جائے گا اور وہ اس کی ام ولد بنے گی۔ اور باپ پر اس کی قیمت ہوگی۔ اور اس پر مہر نہیں ہوگا اور نہ اس کے بچے کی قیمت ہوگی۔

ترجمہ: ۱ اس مسئلے کو دلائل کے ساتھ اس کتاب کے کتاب النکاح میں ذکر کیا ہے۔

اصول: وطی سے پہلے باندی کو باپ کی ملکیت میں شمار کر لیا جائے تو باپ پر نہ وطی کی قیمت لازم ہوگی اور نہ بچے کی قیمت لازم

بِدَلائِلِهَا فِي كِتَابِ النِّكَاحِ مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ، ٢ وَإِنَّمَا لا يَضْمَنُ قِيْمَةَ الْوَلَدِ لِأَنَّهُ انْعَلَقَ حُرَّ الْأَصْلِ لِاسْتِنَادِ الْمِلْكِ إِلٰى مَا قَبْلَ الْاِسْتِيْلادِ، (٢٣٠٠) وَإِنْ وَطِئَ أَبُ الْأَبِ مَعَ بَقَاءِ الْأَبِ لَمْ يَثْبُتُ النَّسَبُ، ١ لِأَنَّهُ لا وِلايَةَ لِلْجَدِّ حَالَ بَقَاءِ الْأَبِ،

ہوگی، کیونکہ اپنی ملکیت میں وطی کی ہے۔

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ بیٹے کا مال ضرورت کے موقع پر باپ کا مال قرار دیا جائے گا۔

تشریح: باپ نے بیٹے کی باندی سے صحبت کر لی جس کی وجہ سے بچہ پیدا ہوا۔ باپ نے دعوی کیا کہ یہ بچہ میرا ہے تو اس بچے کا نسب باپ سے ثابت کیا جائے گا اور باپ پر باندی کی قیمت لازم ہوگی جو باندی والے بیٹے کو ادا کرے گا۔ البتہ باندی کا مہر اور بچے کی قیمت باپ پر لازم نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بیٹے کا مال ضرورت کے وقت باپ کا مال ہے۔ حدیث میں ہے۔ عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال ان ابی اجتاح مالی فقال انت و مالک لابیک و قال رسول اللہ ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من اموالکم. (ابن ماجہ شریف، باب ما للرجل من مال ولدہ ص ۳۲۸ نمبر ۲۲۹۲) [۱] جب باندی باپ کی بن گئی تو اس کے مہر دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اپنی ملکیت میں وطی کی ہے۔ [۲] اور جو بچہ پیدا ہوا وہ بھی اپنی باندی سے پیدا ہوا اس لئے بچہ آزاد ہوگا اور باندی اس کی ام ولد ہوگی۔ [۳] البتہ چونکہ باندی حقیقت میں بیٹے کی ہے اس لئے بیٹے کو اس کی قیمت دلوادی جائے گی تا کہ بے انصافی نہ ہو۔ اور یوں سمجھا جائے گا کہ صحبت سے پہلے ہی باپ نے باندی خرید لی۔ اور بعد میں صحبت کی۔ ورنہ لازم آئے گا کہ غیر کی باندی سے صحبت کی ہے جو زنا کے درجے میں ہوگا۔

لغت: عقر : مہر، وطی کرنے کی قیمت۔

ترجمہ: ۲ اور باپ پر بچے کی قیمت اس لئے لازم نہیں ہوگی شروع ہی سے آزاد ہونے کی حالت میں حمل ٹھہرا تھا، کیونکہ بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہی باندی پر باپ کی مالکیت ثابت کر دی گئی تھی۔

تشریح: باپ پر بچے کی قیمت اس لئے لازم نہیں ہوئی کہ بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہی باندی باپ کی ہوگئی ہے، اور بچہ گویا کہ اپنی باندی سے پیدا ہوا ہے اس لئے بچے کی قیمت باپ پر لازم نہیں ہوگی۔

لغت: انعلق حر الاصل: جب بچے کا حمل ٹھہرا تو گویا کہ وہ آزاد تھا، کیونکہ اپنی باندی کے پیٹ میں حمل ٹھہرا تھا۔

ترجمہ: (۲۳۰۰) اور اگر وطی کی دادا نے باپ کے موجود ہوتے ہوئے تو اس سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ باپ باقی رہتے ہوئے دادے کا حق نہیں ہے۔

(٢٣٠١) وَلَوْ كَانَ الْأَبُ مَيِّتًا يَثْبُتُ مِنَ الْجَدِّ كَمَا يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنَ الْأَبِ ۱؎ لِظُهُورِ وِلَايَتِهِ عِنْدَ فَقْدِ الْأَبِ، ۲؎ وَكُفْرُ الْأَبِ وَرِقُّهُ بِمَنْزِلَةِ مَوْتِهِ، لِأَنَّهُ قَاطِعٌ لِلْوِلَايَةِ.

(٢٣٠٢) وَإِذَا كَانَتِ الْجَارِيَةُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ أَحَدُهُمَا ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ،

تشریح : باپ زندہ تھاایسی حالت میں دادانے پوتے کی باندی سے صحبت کی اوراس سے بچہ پیدا ہواتو اس بچے کانسب دادا سے ثابت نہیں ہوگااور نہ وہ باندی اس کی ام ولد بنے گی۔

وجہ :باپ زندہ رہتے ہوئے دادا کاحق نہیں ہےاس لئے صحبت سے پہلے بھی باندی کی ملکیت میں نہیں دی جائے گی۔اس لئے اس نے جوصحبت کی وہ اپنی ملکیت میں صحبت نہیں کی اس لئے اس بچے کانسب دادا سے ثابت نہیں کیا جائے گا۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ باپ کے ہوتے ہوئے دادا کاحق نہیں ہےاور باپ موجود نہ ہوتو دادا کاحق پوتے کے مال میں ہوتا ہے۔

ترجمہ:(٢٣٠١)اوراگر باپ کاانتقال ہوگیا ہوتو دادا سے بچے کانسب ثابت ہوگا،جیسے باپ سےنسب ثابت ہوتا ہے۔

ترجمہ:اس لئے کہ باپ کے نہ ہوتے وقت دادے کی ولایت ظاہر ہوتی ہے۔

تشریح:اور باپ کاانتقال ہو چکا ہوتو دادا کاحق پوتے کے مال میں ہوتا ہے۔اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ صحبت سے پہلے باندی دادا کی ملکیت ہوئی۔اوراس نے اپنی ملکیت میں صحبت کی۔اس لئے بچے کانسب ثابت ہوگااور باندی ام ولد بنے گی۔البتہ باندی کی قیمت دادا پر لازم ہوگی تا کہ پوتے کا مال مفت دادا کے ہاتھ میں نہ جائے۔

ترجمہ :۲؎ باپ کافر ہو یا غلام ہوتو گویا کہ وہ مرگیااس لئے کہ اس سے باپ کی ولایت ختم ہوجاتی ہے۔

تشریح :باپ کافر ہے،یاوہ غلام ہےتو گویا کہ وہ مرگیا،اس لئے اب اگردادانے پوتے کی باندی سے وطی کی اور بچہ پیدا ہوا تو بچے کانسب دادے سے ثابت کیا جائے گا۔

ترجمہ :(٢٣٠٢)اگر باندی دوشریکوں کے درمیان ہو۔پس بچہ دےاوران میں سےایک نےاس کا دعوی کیا تواس کا نسب اس سے ثابت کیا جائے گا۔

تشریح :مثلا باندی دوشریکوں خالداورزید کے درمیان تھی۔باندی کو بچہ پیدا ہواتوایک شریک خالد نے دعوی کیا کہ یہ بچہ میرے نطفہ سے ہےاور میرا بیٹا ہے۔تو بچے کانسب خالد سے ثابت کر دیا جائے گا۔اور باندی اس کی ام ولد بن جائے گی۔اور اس پر شریک کی آدھی قیمت لازم ہوگی۔اورآدھا مہر بھی لازم ہوگا۔البتہ اس پر بچے کی کوئی قیمت لازم نہیں ہوگی۔

وجہ :باندی کی آدھی قیمت اس لئے لازم ہوگی کہ آدھی اس کی ہےاورآدھی باندی شریک کی ہے۔اورآدھا مہر بھی اس لئے

۱؎ لِأَنَّهُ لَمَّا ثَبَتَ النَّسَبُ فِيْ نِصْفِهِ لِمُصَادَفَتِهِ مِلْكَهُ ثَبَتَ فِي الْبَاقِيْ ضَرُوْرَةَ أَنَّهُ لا يَتَجَزّٰى لِمَا أَنَّ سَبَبَهُ لا يَتَجَزّٰى وَهُوَ الْعُلُوْقُ، إِذِ الْوَلَدُ الْوَاحِدُ لا يَنْعَلِقُ مِنْ مَائَيْنِ، (۲۳۰۳) وَصَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ، ۱؎ لِأَنَّ الْإِسْتِيْلادَ لا يَتَجَزّٰى عِنْدَهُمَا، ۲؎ وَعِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ يَصِيْرُ نَصِيْبُهُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ ثُمَّ يَتَمَلَّكُ نَصِيْبَ صَاحِبِهِ إِذْ هُوَ قَابِلٌ لِلْمِلْكِ ۳؎ وَيَضْمَنُ نِصْفَ عُقْرِهَا لِأَنَّهُ وَطِئَ جَارِيَةً مُشْتَرَكَةً، إِذِ الْمِلْكُ

لازم ہوگا کہ آدھی باندی دوسرے کی ہے۔البتہ آدھی قیمت ادا کرنے کے بعد پوری باندی خالد کی ہوگئی اس لئے وہ ام ولد بن گئی اور یوں سمجھا جائے گا کہ بچہ بھی اس کی ملکیت میں پیدا ہوا۔اس لئے بچے کی کوئی قیمت خالد پر لازم نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ آدھے میں ملکیت ہونے کی وجہ سے جب نسب ثابت ہوگیا تو باقی میں بھی نسب ثابت ہو جائے گا، اس لئے کہ نسب میں ٹکڑا نہیں ہوتا، اس لئے کہ نسب کا سبب جو حمل ٹھہرنا ہے اس میں ٹکڑا نہیں ہوتا، اس لئے کہ ایک بچہ دو پانی سے نہیں ہوتا۔

تشریح : آدھے میں نسب اس لئے ثابت ہوگا کہ آدھے میں اس کی ملکیت ہے، اور جب آدھے میں نسب ثابت ہوگیا تو پورے میں ثابت ہو جائے گا، کیونکہ نسب میں ٹکڑا نہیں ہوتا، اس لئے پورے میں نسب ثابت ہو جائے گا، کیونکہ ایک بچہ دو پانی سے پیدا نہیں ہوتا۔

ترجمہ: (۲۳۰۳) اور باندی دعوی کرنے والے کی ام ولد بن جائے گی۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ صاحبینؒ کے یہاں ام ولد کا ٹکڑا نہیں ہوتا۔

تشریح : آدھی باندی تو اس کی تھی ہی اس لئے آدھی باندی ام ولد بن گئی، لیکن صاحبینؒ کے یہاں ام ولد کا ٹکڑا نہیں ہوتا اس لئے پوری باندی ام ولد بن جائے گی۔

ترجمہ :۲؎ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں مدعی کا اپنا حصہ پہلے ام ولد بنے گی پھر ساتھی کے حصے کا مالک بنے گا اس لئے کہ وہ ملک کے قابل ہے۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کے یہاں یہ ہوگا کہ پہلے اپنا حصہ ام ولد بنے گی، اس کے بعد ساتھی کے حصے کی قیمت دیگا اور اس حصے کا بھی مالک بن جائے گا۔

ترجمہ :۳؎ اور باندی کے آدھے مہر کا ضامن بنے گا، اس لئے کہ مشترک باندی سے وطی کی ہے، اس لئے کہ ام ولد بنانے کی وجہ سے ملک ثابت کیا جا رہا ہے اس لئے ساتھی کے حصے میں بعد میں ملکیت آئے گی۔

تشریح: باندی کا جو مہر ہے باپ پر اس کا دینا ہوگا۔

يَثْبُتُ حُكْمًا لِلْاِسْتِيْلَادِ فَيَتَعَقَّبُهُ الْمِلْكُ فِيْ نَصِيْبِ صَاحِبِهِ، ۴ بِخِلَافِ الْأَبِ إِذَا اسْتَوْلَدَ جَارِيَةَ ابْنِهِ، لِأَنَّ الْمِلْكَ هُنَالِكَ يَثْبُتُ شَرْطًا لِلْاِسْتِيْلَادِ فَيَتَقَدَّمُهُ فَصَارَ وَاطِئًا مِلْكَ نَفْسِهِ، (۲۳۰۴)وَلَا يَغْرِمُ قِيْمَةَ وَلَدِهَا، ا لِأَنَّ النَّسَبَ يَثْبُتُ مُسْتَنَدًا إِلٰى وَقْتِ الْعُلُوْقِ فَلَمْ يَنْعَلِقْ شَيْءٌ مِنْهُ عَلٰى مِلْكِ الشَّرِيْكِ، (۲۳۰۵)وَإِنْ ادَّعَيَاهُ مَعًا ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُمَا، ا مَعْنَاهُ إِذَا حَمَلَتْ عَلٰى مِلْكِهِمَا،

وجه: کیونکہ وطی آدھا اپنی ملکیت میں ہوئی ہے اور آدھا دوسرے کی ملکیت میں ہوئی ہے اس لئے باندی کا آدھا مہر دینا ہوگا۔

ترجمہ: ۴ بخلاف باپ کے جبکہ اپنے بیٹے کی باندی کو اس نے ام ولد بنایا اس لئے کہ ملک وہاں ام ولد بنانے کے لئے شرط ہے [یعنی ام ولد بننے سے پہلے ہی ملکیت ہے] اس لئے وطی اپنی ملکیت میں ہوئی ہے [اس لئے عقر لازم نہیں ہوگا۔

تشریح: باپ کی صورت میں یوں قرار دیا جائے گا کہ وطی سے بھی پہلے باندی باپ کی ملکیت میں چلی گئی، اس لئے باپ پر عقر لازم نہیں ہوگا۔ اور یہاں وطی کے بعد ام ولد بنانے کے لئے ملکیت ثابت کی جا رہی ہے، اس لئے آدھی وطی دوسرے کے ملک میں ہوئی ہے اس لئے آدھا عقر دینا ہوگا۔ دونوں کے درمیان یہ فرق ہے۔

ترجمہ: (۲۳۰۴) اور بچے کی قیمت کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ نسب حمل ٹھہرنے کی طرف منسوب ہوگا اس لئے شریک کی ملکیت میں حمل نہیں ٹھہرا ہے۔

تشریح: وطی کے بعد اور حمل ٹھہرنے سے پہلے پہلے پوری باندی دعوی کرنے والے کی ملکیت میں آ گئی ہے، اس لئے بچہ اپنی ملکیت میں پیدا ہوا ہے اس لئے بچے کی قیمت دعوی کرنے والے پر لازم نہیں ہوگی۔

لغت: ینعلق: علوق سے مشتق ہے، حمل ٹھہرنا۔

ترجمہ: (۲۳۰۵) اگر دونوں شریک دعوی کرے ایک ساتھ تو دونوں سے نسب ثابت کیا جائے گا۔

ترجمہ: ا اس کا معنی یہ ہے کہ دونوں شریکوں کی ملکیت رہتے ہوئے حامل ہوئی ہو۔

تشریح: ایک باندی دو شریکوں کے درمیان تھی اس سے بچہ پیدا ہوا۔ اب دونوں نے بیک وقت دعوی کیا کہ یہ بچہ میرا ہے۔ تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو دونوں کا بچہ شمار کیا جائے گا۔ اور یہ باندی دونوں کی ام ولد بنے گی۔ اور دونوں پر آدھا آدھا مہر لازم ہوگا۔ مثلا زید خالد کو دے گا اور خالد زید شریک کو آدھا مہر دے گا۔ لیکن دینے کی ضرورت نہیں ہے مقاصہ ہو جائے گا۔

وجہ: (ا) چونکہ دونوں کے دعوی برابر درجے کے ہیں اور کسی ایک جانب راجح نہیں ہے اس لئے بچہ دونوں کا شمار کر دیا جائے گا اور باندی دونوں کی ام ولد بن جائے گی۔ حضرت عمر اور حضرت علی کی دلیل آگے آ رہی ہے۔

۲؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يُرْجَعُ إِلٰى قَوْلِ الْقَافَةِ، لِأَنَّ إِثْبَاتَ النَّسَبِ مِنْ شَخْصَيْنِ مَعَ عِلْمِنَا أَنَّ الْوَلَدَ لاَ يَخْلُقُ مِنْ مَائَيْنِ مُتَعَذِّرٌ فَعَمِلْنَا بِالشُّبْهَةِ، وَقَدْ سَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ بِقَوْلِ الْقَائِفِ فِيْ أُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

ترجمہ :۲؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قیافہ کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا، اس لئے کہ ہم کو معلوم ہے کہ دو پانی سے ایک آدمی پیدا نہیں ہو سکتا اس لئے دو شخص سے نسب ثابت کرنا متعذر رہے، اس لئے شبہ سے ہم کو علم ہوگا، اور حضورؐ اسامہؓ کے بارے میں قیافہ کے قول سے خوش ہوئے تھے۔

تشریح :امام شافعیؒ کے نزدیک بچے کا چہرہ وغیرہ دیکھا جائے گا اور قافہ وغیرہ کو بلا کر مشورہ کیا جائے گا۔ بچہ جس کے مشابہ ہوگا اس کا بیٹا قرار دیا جائے گا۔

وجہ : (۱) حضورؐ قیافہ کی بات سن کر خوش ہوتے تھے۔ حدیث یہ ہے۔ عن عائشة انها قالت ان رسول الله ﷺ دخل علی مسرورا تبرق اسارير وجهه فقال الم تری ان مجزز انظر انفا الی زيد بن حارثة واسامة بن زيد فقال ان بعض هذه الاقدام لمن بعض. (مسلم شریف، باب العمل بالحاق القائف والولد، ص ۶۲۱، نمبر ۱۴۵۹/۳۶۱۷/ ابوداؤد شریف، باب فی القافۃ، ص ۳۲۸، نمبر ۲۲۶۷) اس سے اشارہ ملتا ہے کہ قیافہ کا اعتبار ہے (۲) حضرت ہلال بن امیہ نے بیوی کو زنا کی تہمت لگائی اس میں حضورؐ نے چہرہ وغیرہ علامات دیکھنے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ عن ابن عباس ان هلال بن امية قذف امرأته عند النبی بشريک بن سحماء ..... فقال النبی ﷺ ابصروها فان جاء ت به اكحل العينين سابغ الاليتين خدلج الساقين فهو لشريک بن سحماء فجائت به كذالک فقال النبی ﷺ لو لا ما مضى من كتاب الله لكان لی ولها شان. (ابوداؤد شریف، باب فی اللعان، ص ۳۲۶، نمبر ۲۲۵۴) اس حدیث میں آپؐ نے علامات اور چہرے مہرے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس لئے امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ قیافہ اور علامت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

اور اگر قیافہ سے بھی کام نہ چلے تو پھر قرعہ ڈال کر فیصلہ کیا جائے گا، اس کے لئے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت علیؓ نے یمن میں قرعہ سے فیصلہ فرمایا تھا جس پر حضورؐ خوش ہوئے تھے جس کا ٹکڑا یہ ہے۔ عن زيد بن ارقم قال اتی علی بثلاثة وهو باليمن وقعوا علی امرأة فی طهر واحد فسأل اثنين اتقران لهذا بالولد؟ قالا لا!حتی سألهم جميعا فجعل كلما سأل اثنين قالا لا! فاقرع بينهم فالحق الولد بالذی صارت عليه القرعة وجعل عليه ثلثی الدية قال فذكر ذلک للنبی ﷺ فضحک حتی بدت نواجذه (ابوداؤد شریف، باب من قال بالقرعۃ اذا تنازعوا فی الولد

۳؎ وَلَنَا كِتَابُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى شُرَيْحٍ فِيْ هٰذِهِ الْحَادِثَةِ " لَبَّسَا فَلُبِّسَ عَلَيْهِمَا وَلَوْ بَيَّنَا لَبُيِّنَ لَهُمَا، وَهُوَ اِبْنُهُمَا يَرِثَانِهِ وَهُوَ لِلْبَاقِيْ مِنْهُمَا" وَكَانَ ذٰلِكَ بِمَحْضَرٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلُ ذٰلِكَ، ۴؎ وَلِأَنَّهُمَا اِسْتَوَيَا فِيْ سَبَبِ الْاِسْتِحْقَاقِ فَيَسْتَوِيَانِ فِيْهِ، ۵؎ وَالنَّسَبُ وَإِنْ كَانَ لَا يَتَجَزّٰى وَلٰكِنْ يَتَعَلَّقُ بِهِ أَحْكَامٌ مُتَجَزِّيَةٌ فَمَا يَقْبَلُ التَّجْزِيَةَ يَثْبُتُ فِيْ حَقِّهِمَا عَلَى التَّجْزِيَةِ، وَمَا لَا يَقْبَلُهَا يَثْبُتُ فِيْ حَقِّ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا كَمُلاً كَأَنْ لَّيْسَ مَعَهُ غَيْرُهُ،

،ص ۳۲۹،نمبر۲۲۷۰)اس حدیث میں حضرت علیؓ نے قرعہ ڈال کر فیصلہ فرمایا اس لئے قرعہ ڈالا جائے گا۔

ترجمہ: ۳؎ ہماری دلیل، اس حادثہ میں حضرت عمرؓ نے حضرت شریحؒ کو خط لکھا، کہ تم دونوں نے تلبیس کی تو معاملہ تلبیس میں رہا اور اگر واضح کرتے تو واضح رہتا، یہ دونوں کا بیٹا ہے، لڑکا دونوں کا وارث ہوگا اور دونوں اس لڑکے کے وارث ہوں گے، اور جو دونوں سے باقی بچے گا وہ بچے کا ہوگا، اور یہ بات سب صحابہ کے سامنے کیا، اور حضرت علیؓ سے بھی اسی قسم مروی ہے۔

تشریح: حضرت عمر کا فیصلہ یہ ہے۔ حضرت عمرؓ کے سامنے ایسے دو آدمی آئے جس نے بیٹا ہونے کا دعوی کیا تو انہوں نے دونوں کو باپ قرار دیا۔ لمبے اثر کا ٹکڑا یہ ہے۔ اخبرنا ابو عبد الله الحافظ .... ثم قال اسر ام اعلن فقال بل اعلن فقال لقد اخذ الشبه منهما جميعا فما ادرى لايهما هو فقال عمر انا نقوف الآثار ثلاثا يقولها وكان عمر قائفافجعله لهما يرثانه ويرثهما. (سنن للبیہقی، باب القافۃ ودعوی الولد، ج عاشر، ص ۴۴۵، کتاب الدعوی، نمبر ۲۱۲۶۵) حضرت علی کا فیصلہ یہ ہے۔ عن علی قال اتاه رجلان وقعا على امرأة فى طهر فقال الولد بينكما وهو للباقى منكما (سنن للبیہقی، باب من قال یقرع بینھما اذا لم یکن قافۃ ج عاشر، ص ۴۵۲، نمبر ۲۱۲۸۷ کتاب الدعوی والبینات) ان دونوں اثروں سے معلوم ہوا کہ بچہ دونوں کا بیٹا ہوگا۔

ترجمہ: ۴؎ اور اسلئے کہ استحقاق [دعوی] کے سبب میں دونوں برابر ہیں اسلئے کہ بیٹے کے حق میں بھی دونوں برابر ہوں گے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، دونوں کا دعوی برابر ہے اس لئے دونوں کا بیٹا ثابت کر دیا جائے گا۔

ترجمہ: ۵؎ نسب کا ٹکڑا تو نہیں ہوتا لیکن اس کے ساتھ ٹکڑے والے احکام متعلق ہیں، پس جس میں ٹکڑا ہو سکتا ہے تو دونوں کے حق میں ٹکڑے کے ساتھ ثابت ہوگا، اور جو احکام ٹکڑا قبول نہ کرتا ہو وہ پورا پورا ثابت ہوگا، گویا کہ اس کے ساتھ دوسرا ہے ہی نہیں۔

تشریح: نسب میں ٹکڑا تو نہیں ہو سکتا ہے، لیکن اس کے ساتھ جو احکام ہیں اس میں ٹکڑا ہو سکتا ہے، تو جن احکام میں ٹکڑا قبول کرتا ہو جیسے وراثت تو اس میں ٹکڑا ہو جائے گا، اور جس میں ٹکڑا نہیں ہو سکتا ہو جیسے نسب، اور نکاح کی ولایت تو وہ پورا پورا ثابت ہوگا۔

٦ إِلَّا إِذَا كَانَ أَحَدُ الشَّرِيْكَيْنِ أَبًا لِلْاٰخَرِ أَوْ كَانَ أَحَدُهُمَا مُسْلِمًا وَالْاٰخَرُ ذِمِّيًّا لِوُجُوْدِ الْمُرَجِّحِ فِيْ حَقِّ الْمُسْلِمِ وَهُوَ الْإِسْلَامُ، وَفِيْ حَقِّ الْأَبِ وَهُوَ مَالَهُ مِنَ الْحَقِّ فِيْ نَصِيْبِ الْإِبْنِ، ٧ وَسُرُوْرُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْمَا رُوِيَ لِأَنَّ الْكُفَّارَ كَانُوْا يَطْعَنُوْنَ فِيْ نَسَبِ أُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَكَانَ قَوْلُ الْقَائِفِ مُقْطِعًا لِطَعْنِهِمْ فَسَرَّ بِهٖ. (٢٣٠٦) وَكَانَتِ الْاَمَةُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُمَا ١ لِصِحَّةِ دَعْوَةِ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا فِيْ نَصِيْبِهٖ فِي الْوَلَدِ فَيَصِيْرُ نَصِيْبُهُ مِنْهَا أُمَّ وَلَدٍ تَبْعًا لِوَلَدِهَا،

(٢٣٠٧) وَعَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا نَصْفُ الْعُقْرِ قِصَاصًا بِمَالِهٖ عَلَى الْاٰخَرِ وَيَرِثُ الْإِبْنُ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِيْرَاثَ ابْنٍ كَامِلٍ،

ترجمہ :٦ اگر دو شریک میں سے ایک دوسرے شریک کا باپ ہے، یا دونوں میں سے ایک مسلمان ہے اور دوسرا ذمی ہے [تو اس کو ترجیح ہو جائے گی] کیونکہ کہ مسلمان کو ترجیح ہے، اور باپ کے حق میں بھی ترجیح ہے کہ باپ کو بیٹے کا مال لینے کا حق ہے۔

تشریح :دو شریک میں سے ایک مسلمان ہے اور دوسرا کافر ہے اور دونوں بیٹا ہونے کا دعوی کر رہا ہے تو مسلمان کا بیٹا بنے گا، کیونکہ مسلمان زیادہ حقدار ہے۔ اسی طرح ایک شریک باپ ہے اور دوسرا شریک بیٹا ہے اور دونوں بیٹا ہونے کا دعوی کر رہا ہے تو جو باپ ہے اس کا بیٹا بنے گا، کیونکہ باپ کو یہ حق ہے کہ ضرورت کے موقع پر بیٹے کا مال لے لے، اس ترجیح کی بنا پر باپ کا بیٹا بنے گا۔

ترجمہ :٧ اور حضورؐ جو قیافہ سے خوش ہوئے تھے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ کفار حضرت اسامہ بن زید کے نسب میں طعنہ دیتے تھے تو قیافہ کی بات سے اس کا طعنہ ختم ہو گیا اس لئے خوش ہوئے، نسب ثابت کرنے کے لئے خوش نہیں ہوئے۔

تشریح: حضرت امام شافعیؒ کو جواب ہے، کہ حضور قیافہ کی بات سے اس لئے خوش نہیں ہوئے کہ اس سے حضرت اسامہ بن زید کا نسب ثابت کرنا تھا، وہ تو پہلے ہی سے نسب ثابت تھا، بلکہ بات یہ تھی کہ کفار حضرت اسامہ بن زید کے نسب میں طعنہ دیتے تھے تو قیافہ کی بات سے ان کا طعنہ ختم ہو گیا اس لئے خوش ہوئے۔ تاہم ہمارے یہاں قیافہ سے نسب ثابت نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ :(٢٣٠٦) باندی دونوں کی ام ولد بن جائے گی۔

ترجمہ:١ کیونکہ اپنے اپنے حصے میں دونوں کا دعوی صحیح ہے اسلئے دونوں اپنے اپنے حصے میں ام ولد بنیں گی بچے کے تابع کر کے۔

تشریح: دونوں کا دعوی صحیح ہے اس لئے بچے کے تابع ہو کر باندی دونوں کی ام ولد بن جائے گی۔

ترجمہ :(٢٣٠٧) دونوں پر آدھا آدھا عقر لازم ہوگا لیکن ایک دوسرے کے مال سے قصاص ہو جائے گا۔ اور دونوں کے ایک ایک بیٹے کا وارث بنے گا۔

ل لِأَنَّهُ أَقَرَّ لَهُ بِمِيْرَاثِهِ كُلِّهِ وَهُوَ حُجَّةٌ فِيْ حَقِّهِ،

(۲۳۰۸) وَيَرِثَانِ مِنْهُ مِيْرَاثَ أَبٍ وَاحِدٍ ل لِاسْتِوَائِهِمَا فِي السَّبَبِ كَمَا إِذَا أَقَامَا الْبَيِّنَةَ. (۲۳۰۹)

وَإِذَا وَطِئَ الْمَوْلٰى جَارِيَةَ مُكَاتَبِهِ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ فَإِنْ صَدَّقَهُ الْمُكَاتَبُ ثَبَتَ نَسَبُ الْوَلَدِ مِنْهُ، ل وَعَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ أَنَّهُ لَا يُعْتَبَرُ تَصْدِيْقُهُ اِعْتِبَارًا بِالْأَبِ يَدَّعِيْ وَلَدَ جَارِيَةِ اِبْنِهِ.

ترجمہ: ل کیونکہ دونوں نے پورے پورے بیٹے کا اقرار کیا ہے، اور یہ اقرار اس کی ذات کے حق میں حجت ہے۔

تشریح: یہاں دو باتیں عرض کر رہے ہیں [۱] ایک بات تو یہ ہے کہ دونوں شریکوں پر آدھا آدھا عقر لازم ہوگا کہ ایک دوسرے کو دے، لیکن چونکہ دونوں کو دینا ہے اس لئے مقاصہ ہو جائے گا، اور کسی کو کچھ دینا نہیں پڑے گا۔ [۲] دوسری بات یہ ہے کہ بیٹا دونوں باپ کا پورے ایک ایک بیٹے کا وارث بنے گا، کیونکہ باپ نے خود اس کا اقرار کیا ہے۔

ترجمہ: (۲۳۰۸) اور دونوں باپ مل کر ایک باپ کا وارث بنے گا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ دونوں کا سبب برابر ہے، جیسا کہ دونوں گواہی پیش کرتا تو ایک باپ کا حق ملتا۔

تشریح: دونوں باپ کو ملا کر ایک باپ کی وراثت بیٹے سے ملے گی۔ کیونکہ دونوں کا دعوی برابر درجے کا ہے۔

ترجمہ: (۲۳۰۹) اگر آقا نے اپنے مکاتب کی باندی سے صحبت کی اور بچہ پیدا ہوا۔ پس آقا نے اس کا دعوی کیا۔ پس اگر مکاتب نے اس کی تصدیق کی تو بچے کا نسب اس سے ثابت کر دیا جائے گا۔

تشریح: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مکاتب جب تک مکاتب ہے اس کا مال آقا کا مال نہیں ہے۔ اس لئے آقا نے مکاتب کی باندی سے صحبت کی اور بچہ پیدا ہوا تو اگر مکاتب نے تصدیق کی کہ آقا ہی کا بیٹا ہے تو اس سے نسب ثابت ہوگا۔ اور تصدیق نہیں کی تو نسب ثابت نہیں ہوگا۔ اور بچے کی قیمت بھی لازم ہوگی کیونکہ یہ بچہ حقیقت میں مکاتب کا مملوک ہے اس لئے اس کی قیمت دے گا تو آقا کی ملکیت ہوگی۔ اور چونکہ دوسرے کی باندی سے وطی کی اس لئے وہ ام ولد نہیں بنے گی۔

ترجمہ: ل امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ مکاتب کی تصدیق کی ضرورت نہیں ہے وہ باپ پر قیاس کرتے ہیں جبکہ اپنے بیٹے کی باندی کے بچے کا دعوی کیا ہو۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی رائے کہ مکاتب کی تصدیق کی ضرورت نہیں ہے بغیر تصدیق کئے بھی آقا سے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا، جیسے باپ بیٹے کی باندی سے بچہ پیدا ہوا اور وہ دعوی کرے کہ میرا بچہ ہے تو بیٹے کی تصدیق کے بغیر بھی یہ بچہ باپ کا ہو جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی مکاتب کے تصدیق کئے بغیر بھی بچہ آقا کا ہو جائے گا۔

اصول: امام ابو یوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ ضرورت کے وقت آقا مکاتب کے مال کا مالک بن سکتا ہے۔

۲؎ وَوَجْهُ الظَّاهِرِ وَهُوَ الْفَرْقُ أَنَّ الْمَوْلٰى لاَ يَمْلِكُ التَّصَرُّفَ فِيْ أَكْسَابِ مُكَاتَبِهٖ حَتّٰى لاَ يَتَمَلَّكُهٗ، وَالْأَبُ يَمْلِكُ تَمَلُّكَهٗ فَلاَ مُعْتَبَرَ بِتَصْدِيْقِ الْاِبْنِ، (۲۳۱۰) وَعَلَيْهِ عُقْرُهَا، ١؎ لِأَنَّهٗ لاَ يَتَقَدَّمُهُ الْمِلْكُ، لِأَنَّ مَالَهٗ مِنَ الْحَقِّ كَافٍ لِصِحَّةِ الْاِسْتِيْلاَدِ لِمَا نَذْكُرُهٗ، (۲۳۱۱) وَقِيْمَةُ وَلَدِهَا، ١؎ لِأَنَّهٗ فِيْ مَعْنَى الْمَغْرُوْرِ حَيْثُ اِعْتَمَدَ دَلِيْلاً وَهُوَ أَنَّهٗ كَسَبَ كَسْبَهٗ فَلَمْ يَرْضِ بِرِقِّهٖ فَيَكُوْنُ حُرًّا بِالْقِيْمَةِ ثَابِتَ النَّسَبِ مِنْهُ،

(۲۳۱۲) وَلاَ تَصِيْرُ الْجَارِيَةُ أُمَّ وَلَدٍ لَهٗ، ١؎ لِأَنَّهٗ لاَ مِلْكَ لَهٗ فِيْهَا حَقِيْقَةً كَمَا فِيْ وَلَدِ الْمَغْرُوْرِ،

ترجمہ :۲؎ ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ اور وہی فرق ہے آقا تصرف کرنے میں مکاتب کی کمائی کا مالک نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ آقا اسکے مال کا مالک نہیں بن سکتا ہے، اور باپ بیٹے کے مال کا مالک بن سکتا ہے اس لئے بیٹے کے تصدیق کا اعتبار نہیں ہے۔

تشریح : بیٹے اور مکاتب میں فرق یہ ہے کہ باپ بیٹے کے مال کا مالک بن سکتا ہے اس لئے اس کی تصدیق کی ضرورت نہیں ہے، اور آقا مکاتب کے مال کا مالک نہیں بن سکتا اس لئے بیٹے کے دعوی میں مکاتب کی تصدیق کی ضرورت ہے۔

ترجمہ :(۲۳۱۰) آقا پر باندی کی وطی کی قیمت لازم ہے۔

ترجمہ :١؎ اس لئے کہ وطی سے پہلے آقا باندی کا مالک نہیں بنا ہے اسلئے کہ آقا کو ام ولد بنانے کا حق نہیں ہے جو ام ولد کے صحیح کے لئے کافی ہو، جس کو ہم بعد میں ذکر کریں گے۔

تشریح: وطی سے پہلے آقا باندی کا مالک نہیں بنا ہے اس لئے اس پر وطی کی قیمت لازم ہے۔

ترجمہ:(۲۳۱۱) اور بچے کی قیمت بھی لازم ہوگی

ترجمہ :١؎ اس لئے کہ یہ معاملہ مغرور کے معنی میں ہے جو دلیل پر اعتماد کیا کہ یہ اس کی کمائی کی کمائی ہے، آقا بچے کے غلام ہونے پر راضی نہیں ہے، اس لئے قیمت ادا کرنے کے بعد بچہ آزاد ہوگا اور آقا سے نسب بھی ثابت ہوگا۔

تشریح : دوسرے کی باندی سے یہ سمجھ کر وطی کی کہ یہ میری باندی ہے تو اس کو مغرور کی باندی کہتے ہیں، اسکو باندی سے وطی کی قیمت دینی پڑتی ہے، اور بچے کی قیمت بھی ادا کرنی پڑتی ہے، یہاں بھی آقا مغرور کے درجے میں ہے کہ مکاتب کی باندی کو اپنی باندی سمجھا، اسلئے اسکو بچے کی قیمت ادا کرنی ہوگی، بچے کی قیمت ادا کرنے کے بعد بچہ آزاد ہو جائے گا، اور آقا سے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا۔

ترجمہ :(۲۳۱۲) باندی اس کی ام ولد نہیں بنے گی۔

ترجمہ:١؎ اس لئے کہ آقا کی باندی میں ملکیت نہیں ہے، جیسے کہ ولد مغرور میں ہوتا ہے۔

تشریح : چونکہ مکاتب کی باندی میں آقا کی ملکیت نہیں ہے اس لئے یہ باندی اس کی ام ولد نہیں بنے گی، جیسے ولد مغرور کی

(۲۳۱۳) وَإِنْ كَذَّبَهُ الْمُكَاتَبُ فِي النَّسَبِ لَمْ يَثْبُتْ ﴿ لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ لا بُدَّ مِنْ تَصْدِيقِهِ،

(۲۳۱۴) فَلَوْ مَلَكَهُ يَوْمًا ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ ﴿ لِقِيَامِ الْمُوْجِبِ وَزَوَالِ حَقِّ الْمُكَاتَبِ إِذْ هُوَ الْمَانِعُ.

صورت میں باندی ام ولد نہیں بنتی ہے۔

ترجمہ:(۲۳۱۳)اوراگر مکاتب نے اس کو نسب کے بارے میں تکذیب کردی تو بچے کا نسب آقا سے ثابت نہیں ہوگا۔

ترجمہ :﴿ اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا،اس لئے کہ مکاتب کی ضرورت ہے۔

تشریح: آقا نے مکاتب کی باندی سے صحبت کی اور بچہ پیدا ہوااور نسب کا دعوی کیا لیکن مکاتب نے نسب کا انکار کردیا تو بچے کا نسب آقا سے ثابت نہیں ہوگا۔

وجہ :(۱) یہ باندی مکاتب کی تھی اور مکاتب نے انکار کردیا تو انکار ہوجائے گا اور نسب ثابت نہیں ہوگا (۲) مکاتب کے انکار کرنے کی وجہ سے باندی آقا کا فراش نہیں رہی اس لئے بھی نسب ثابت نہیں ہوگا۔حدیث میں ہے۔**عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال الولد للفراش وللعاہر الحجر** ۔(مسلم شریف،باب الولد للفراش وتوقی الشبہات،ص ۶۲۰،نمبر ۱۴۵۸/۳۶۱۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت فراش نہ ہو تو اس سے بچے کا نسب ثابت نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ :(۲۳۱۴)اگر آقا کسی دن اس بچے کا مالک ہوگیا تو بچے کا نسب آقا سے ثابت ہوجائے گا۔

ترجمہ:﴿ کیونکہ سبب پایا گیا اور مکاتب کا حق زائل ہوگیا،کیونکہ وہی مانع تھا۔

تشریح: مکاتب کے انکار کرنے کی وجہ سے بچے کا نسب ثابت نہیں ہورہا تھا،لیکن اگر آقا اس بچے کا مالک بن جائے تو اس کا نسب ثابت ہوجائے گا،کیونکہ اب کوئی ممانعت نہیں رہی۔

كِتَابُ الْأَيُمَانِ

(۲۳۱۵) قَالَ الْأَيْـمَانُ عَلٰى ثَلاثَةِ أَضْرُبٍ الْيَمِيْنُ الْغُمُوْسُ وَيَمِيْنٌ مُنْعَقِدَةٌ وَيَمِيْنٌ لَغْوٌ، فَالْغُمُوْسُ هُوَ الْحَلْفُ عَلٰى أَمْرٍ مَاضٍ يَتَعَمَّدُ الْكِذْبُ فِيْهِ فَهٰذِهِ الْيَمِيْنُ يَأْثِمُ فِيْهَا صَاحِبُهَا لِ لِقَوْلِهِ عَلَيْـهِ السَّلامُ " مَنْ خَلَفَ كَاذِبًا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ،

﴿کتاب الایمان﴾

ضروری نوٹ : ایمان یمین کی جمع ہے قسم کھانا ،قسم کی تین قسمیں ہیں (۱) یمین غموس (۲) یمین منعقدہ (۳) اور یمین لغو ۔تینوں کی تفصیل آرہی ہے۔

وجہ :(۱) ثبوت اس آیت میں ہے ۔لا یؤاخذکم الله باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارته اطعام عشرة مساکین من اوسط ماتطعمون اهلیکم او کسوتهم اوتحریررقبة فمن لم یجد فصیام ثلاثة ایام ذلک کفارة ایمانکم اذاحلفتم (آیت ۸۹ ،سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت سے یمین لغواور یمین منعقدہ کا پتا چلا اور یہ بھی پتا چلا کہ یمین منعقدہ کا کفارہ تین طرح کے ہیں ۔(۲) اور یمین غموس کی آیت یہ ہے ۔ولاتتخذوا ایمانکم دخلا بینکم فتزل قدم بعدثبوتها ۔(آیت ۹۴ ،سورۃ النحل ۱۶) (۳) دوسری آیت میں ہے ۔ان الذین یشترون بعهدالله وایمانهم ثمناقلیلااولئک لاخلاق لهم فی الآخرة (آیت ۷۷ ،سورۃ آل عمران ۳) اس آیت میں بھی یمین غموس کا تذکرہ ہے۔

نوٹ :اس باب میں بہت سے مسئلے عادت ،محاورات اور اصول پر متفرع ہیں ۔اس لئے وہاں احادیث اور آثار نہیں مل سکے ۔اس لئے عادت ،محاورات اور اصول بیان کرنے پر اکتفاء کیا۔

ترجمہ :(۲۳۱۵) قسم تین قسم کی ہیں ۔یمین غموس اور یمین منعقدہ اور یمین لغو۔ پس یمین غموس گزشتہ زمانے میں کئے ہوئے کام پر جان کر جھوٹ قسم کھانا ،اس قسم میں قسم والا گناہ گار ہوگا۔

ترجمہ : لے حضورؐ کے قول کی وجہ سے جو جھوٹ قسم کھائے اللہ اس کو آگ میں داخل کریں گے۔

تشریح :غموس کے معنی ہیں ڈوب جانا ۔چونکہ جھوٹ قسم کھانے والا گناہوں میں ڈوب جاتا ہے اس لئے اس کو یمین غموس کہتے ہیں۔

وجہ :(۱) اور یمین غموس کی آیت یہ ہے ۔ولا تتخذوا ایمانکم دخلا بینکم فتزل قدم بعد ثبوتها ۔(آیت ۹۴ ،سورۃ النحل ۱۶) (۲) دوسری آیت میں ہے ۔ان الذین یشترون بعهد الله وایمانهم ثمنا قلیلا اولئک لاخلاق لهم فی

(۲۳۱۶) وَلَا كَفَّارَةَ فِيهَا إِلَّا التَّوْبَةُ وَالْإِسْتِغْفَارُ ". ۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ فِيهَا الْكَفَّارَةُ لِأَنَّهَا شُرِعَتْ لِرَفْعِ ذَنْبِ هَتَكِ حُرْمَةِ اِسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَقَدْ تَحَقَّقَ بِالْإِسْتِشْهَادِ بِاللّٰهِ كَاذِبًا فَأَشْبَهَ الْمَعْقُودَةَ،

الآخرة (آیت ۷۷،سورۃ آل عمران ۳) اس آیت میں بھی یمین غموس کا تذکرہ ہے۔(۳) عن عبد الله بن عمر عن النبی ﷺ قال الکبائر الاشراک بالله وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس ۔(بخاری شریف، باب الیمین الغموس،ص۱۱۵۲،نمبر ۶۶۷۵) (۴) دوسری حدیث میں ہے۔عن عبد الله عن النبی ﷺ قال من حلف علی یمین صبر یقتطع بها مال امرأ مسلم لقی الله وهو علیه غضبان فانزل الله تصدیقه ان الذین یشترون بعهد الله و ایمانهم ثمنا قلیلا ۔(آیت ۷۷،سورہ آل عمران ۳ / بخاری شریف باب قول اللہ ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم، ص۱۱۵۲،نمبر ۶۶۷۶) اس آیت اور حدیث میں یمین غموس کا تذکرہ ہے۔(۵) صاحب ہدایہ کی حدیث تقریبا یہ ہے۔عن عمران بن حصین قال قال النبی ﷺ من حلف علی یمین مصبورة کاذبا فلیتبوا بوجهه مقعده من النار ۔(ابو داود شریف، باب التغلیظ فی الیمین الفاجرۃ،ص۴۷۲،نمبر ۳۲۴۲) اس حدیث میں ہے کہ جھوٹ قسم کھائے گا تو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔(۶) اس قول تابعی میں یمین غموس کی تفسیر ہے۔ قال ثم الیمین الغموس قال فقلت لعامر ما الیمین الغموس؟ قال الذی یقتطع مال امرئ مسلم بیمینه وهو فیها کاذب (سنن للبیہقی، باب ما جاء فی الیمین الغموس ج عاشر ص۶۲ نمبر ۱۹۸۶۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بول کر کسی کے مال کو لے لینا اس کو یمین غموس کہتے ہیں۔

ترجمہ:(۲۳۱۶) اور اس میں کفارہ نہیں ہے سوائے توبہ اور استغفار کے۔

تشریح: یمین غموس میں کفارہ نہیں ہے صرف توبہ اور استغفار ہے۔

وجہ:(۱) اس قول تابعی میں ہے کہ یمین غموس میں کفارہ نہیں ہے۔عن ابراهیم ... والله لقد فعلت لیس فی شیء منه کفارة ان کان تعمد شیئا فهو کذب (سنن للبیہقی،نمبر ۱۹۸۸۲) (۲) اس قول صحابی میں ہے۔ قال ابن مسعود کنا نعد من الذنب الذی لا کفارة له الیمین الغموس فقیل ما الیمین الغموس ؟ قال اقتطاع الرجل مال اخیه بالیمین الکاذبة (سنن للبیہقی، باب ما جاء فی الیمین الغموس ج عاشر ص۶۷ نمبر ۱۹۸۸۳ / مستدرک حاکم، کتاب الایمان والنذور ج رابع ص۳۲۹ نمبر ۷۸۰۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ یمین غموس میں کفارہ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ یمین گموس میں کفارہ ہے، اس لئے کہ اللہ کے نام کی حرمت کو توڑا ہے اس کو دور کرنے کے لئے کفارہ مشروع ہوتا ہے اور یہاں اللہ کا نام لیکر جھوٹ ثابت کیا ہے اس لئے یہ یمین منعقدہ کی طرح ہو گیا۔

تشریح: امام شافعیؒ کے یہاں یمین غموس میں بھی کفارہ ہے۔

۲ وَلَنَا أَنَّهَا كَبِيرَةٌ مَحْضَةٌ، وَالْكَفَّارَةُ عِبَادَةٌ تَتَأَدّٰى بَالصَّوْمِ وَيُشْتَرَطُ فِيهَا النِّيَّةُ فَلاَ تَنَاطُ بِهَا،
۳ بِخِلاَفِ الْمَعْقُوْدَةِ، لِأَنَّهَا مُبَاحَةٌ وَلَوْ كَانَ فِيهَا ذَنْبٌ فَهُوَ مُتَأَخِّرٌ مُتَعَلِّقٌ بِاخْتِيَارٍ مُبْتَدءٍ، وَمَا فِيْ الْغُمُوْسِ مُلاَزِمٌ فِيمُتَنِعُ الْإِلْحَاقُ. (۲۳۱۷) وَالْمُنْعَقِدَةُ مَا يَحْلِفُ عَلٰى أَمْرٍ فِيْ الْمُسْتَقْبِلِ أَنْ يَّفْعَلَهُ أَوْ لاَ يَفْعَلَهُ، وَإِذَا حَنَثَ فِيْ ذٰلِكَ لَزِمَتْهُ الْكَفَّارَةُ ۱ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿لاَ يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ

وجہ :(۱)انکی دلیل عقلی یہ ہے کہ، اللہ کے نام کو جھوٹ استعمال کرے اور اسکی عزت کو پامال کرے اس گناہ کو دور کرنے کے لئے کفارہ ہے، اور یمین غموس میں یہ پایا گیا ہے اسلئے کفارہ لازم ہوگا، جس طرح یمین منعقدہ میں اللہ کے نام کی عزت کو پامال کرتے ہیں تو اس گناہ کو دور کرنے کے لئے کفارہ لازم ہوتا ہے۔(۲)اس حدیث کا اشارہ میں بھی کفارہ کا ذکر ہے۔ **عن ابی بردة عن ابیه ... وانی والله ان شاء الله لااحلف علی یمین فاری غیرها خیرا منها الا کفرت عن یمینی واتیت الذی هو خیر** (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی لا یواخذکم اللہ باللغو، ص۱۱۴۵، نمبر ۶۶۲۳ رمسلم شریف، باب ندب من حلف یمینا فرأی غیرها خیرا منها، ص۷۲۳، نمبر ۴۲۶۳/۱۶۴۹) اس حدیث میں ہے کہ کسی چیز پر قسم کھاؤں اور دیکھوں کہ وہ چیز اچھی نہیں ہے تو کفارہ دے کر اسکے خلاف کر دوں اور جھوٹ اچھی نہیں ہے اسلئے اسکے خلاف کر کے کفارہ لازم ہوگا۔

ترجمہ :۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ یمین غموس محض کبیرہ گناہ ہے، اور کفارہ روزے سے ادا ہوتا ہے اور اس میں نیت کی بھی شرط ہے، اس لئے کبیرہ گناہ سے جوڑ نہیں بیٹھتا۔

تشریح : کفارہ روزے سے ادا ہوتا ہے جو عبادت ہے، اور جھوٹ بولنا یہ کبیرہ گناہ ہے اس لئے عبادت کے ساتھ اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے اس لئے جھوٹی قسم کا کفارہ نہیں ہوگا۔

ترجمہ :۳ بخلاف یمین منعقدہ کے اس لئے کہ یمین منعقدہ اصل میں مباح ہے اور گناہ آتا بھی ہے تو بہت بعد میں اپنے اختیار سے آتا ہے، اور جھوٹی قسم میں تو اسی وقت گناہ ہوتا ہے۔ اس لئے جھوٹی قسم کو منعقدہ کے ساتھ نہیں ملا سکتے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے۔ یمین منعقدہ اصل میں مباح ہے اور اس وقت اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، بعد میں جب وہ کام نہیں کرتا ہے تو اپنے اختیار سے گناہ ڈالتا ہے، اور جھوٹی قسم میں تو قسم کھاتے وقت ہی گناہ ہوتا ہے اس لئے جھوٹی قسم کو منعقدہ کے ساتھ نہیں ملا سکتے۔ اور نہ اس میں کفارہ لازم کر سکتے۔

ترجمہ :(۲۳۱۷) اور منعقدہ قسم یہ ہے کہ مستقبل کے بارے میں یہ قسم کھائے کہ اس کو کرے گا یا نہیں کرے گا، پھر اس کا کام کو نہ کر سکے تو اس کو کفارہ لازم ہوتا ہے۔

ترجمہ :۱ اللہ تعالی کا قول، تم کو اللہ لغو قسم میں نہیں پکڑے گا، لیکن جس قسم کو تم نے موکد کیا اس میں پکڑے گا، اور اس سے

اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانُ ﴾وَهُوَ مَا ذَكَرْنَا.

(۲۳۱۸) وَيَمِيْنُ اللَّغْوِ اَنْ يَّحْلِفَ عَلٰى أَمْرٍ مَاضٍ وَهُوَ يَظُنُّ أَنَّهُ كَمَا قَالَ وَالْأَمْرُ بِخِلَافِهٖ فَهٰذِهِ الْيَمِيْنُ نَرْجُوْا اَنْ لَّا يُؤَاخِذَ اللّٰهُ بِهَا صَاحِبَهَا،

۱ وَمِنَ اللَّغْوِ اَنْ يَّقُوْلَ وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَزَيْدٌ وَهُوَ يَظُنُّهُ زَيْدًا وَإِنَّمَا هُوَ عُمَرُ، وَالْأَصْلُ فِيْهِ قَوْلُهٖ تَعَالٰى: ﴿لَا

مراد مقسم منعقدہ ہے۔

تشریح : یمین منعقدہ کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ کے بارے میں قسم کھائے کہ میں ایسا کروں گا تو اس سے قسم کھا کر ایک بات کو منعقد کیا۔ اگر وہ کام نہ کر سکے تو اس پر کفارہ لازم ہے۔ یا غلام آزاد کرے یا دس مسکین کو کھانا کھلائے یا دس مسکین کو اوسط درجے کا کپڑا پہنائے یا پھر تین روزے رکھے۔

وجہ :(۱) صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے۔ لایواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان (آیت ۸۹ سورۃ المائدۃ ۵) (۲) اس حدیث میں ہے۔ عن ابی بریدۃ عن ابیہ قال اتیت النبی ﷺ فی رھط من الاشعریین ... وانی واللہ ان شاء اللہ لااحلف علی یمین فاری غیرھا خیرا منھا الا کفرت عن یمینی واتیت الذی ھو خیر او اتیت الذی ھو خیر و کفرت عن یمینی (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی لا یوخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ،ص ۹۸۰ نمبر ۶۶۲۳ مسلم شریف ، باب ندب من حلف یمینا فرأی غیرھا خیرا منھا ،ص ۷۲۳، نمبر ۴۲۶۳/۱۶۴۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یمین منعقدہ ہو تو اسکو توڑنے پر کفارہ لازم ہوگا۔ (۳) سواری کیلئے اونٹ دینے کے بارے میں آپؐ نے قسم کھائی۔ عن ابی بردۃ قال اتیت النبی ﷺ فی رھط من الاشعریین استحملہ فقال واللہ لااحملکم وماعندی مااحملکم علیہ (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی لا یواخذکم اللہ باللغوص ۹۸۰ نمبر ۶۶۲۳ مسلم شریف، باب ندب من حلف یمینا فرای غیرھا خیرا منھا ص ۷۲۳، نمبر ۴۲۶۳/۱۶۴۹) اس حدیث میں حضورؐ نے اونٹ پر سوار نہ کرنے کی قسم کھائی ہے۔ چونکہ آئندہ کے بارے میں ایک کام نہ کرنے کی قسم کھائی ہے اسلئے اسکو یمین منعقدہ کہتے ہیں۔

ترجمہ :(۲۳۱۸) یمین لغو یہ ہے کہ کسی گزری ہوئی چیز پر قسم کھائے یہ گمان کرتے ہوئے کہ جیسا کہا ویسا ہی ہے، لیکن معاملہ اس کے خلاف تھا، یہ ایسی قسم ہے جس پر امید کرتے ہیں کہ اللہ موخذہ نہیں کرے گا۔

ترجمہ :۱ لغو کی صورت یہ ہے کہ، کہے اللہ کی قسم یہ زید ہے اور اس کا گمان بھی ہے کہ یہ زید ہے، لیکن وہ عمر تھا، اور اس قسم کی اصل اللہ تعالی کا قول ہے۔ لایواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان۔ (آیت ۸۹، سورۃ المائدۃ ۵) مگر امید ہے کہ گرفت نہیں کرے گا، کیونکہ لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ ﴾الآيَةَ إِلَّا أَنَّهُ عَلَّقَهُ بِالرَّجَاءِ لِلِاخْتِلاَفِ فِيْ تَفْسِيْرِهِ. (۲۳۱۹) قَالَ وَالْقَاصِدُ فِي الْيَمِيْنِ وَالْمُكْرَهُ وَالنَّاسِيْ سَوَاءٌ ۖ لـ حَتّٰى تَجِبَ الْكَفَّارَةُ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلاَمُ ثَلاَثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ، اَلنِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالْيَمِيْنُ،

تشریح : یمین لغو یہ ہے کہ کسی گذشتہ کام پر قسم کھائے کہ ایسا ہو چکا ہے اور اس کا یقین ہو کہ ایسا ہی ہوا ہے لیکن ایسا ہوا نہیں تھا تو اس کو یمین لغو کہتے ہیں اس پر کفارہ نہیں ہے۔ یا بغیر کسی قصد کے لا واللہ، بلی واللہ، کہہ دے تو یہ یمین لغو ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے اس لئے امید ہے کہ اللہ تعالی لغو قسم کھانے پر گرفت نہیں کریں گے۔

وجہ: (۱) اس آیت میں یمین لغو کا تذکرہ ہے۔ لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان (آیت ۸۹ سورۃ المائدۃ ۵) (۲) قول تابعی میں ہے۔ سمعت الشعبی یقول البر والاثم ما حلف علی علمه وهو یری انه کذلک لیس فیه اثم ولیس علیه کفارۃ (مصنف عبد الرزاق، باب اللغو و ما هو؟، ج ثامن، ص ۴۱۳، نمبر ۱۶۲۳۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ یمین لغو میں کفارہ نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۳۱۹) قسم جان کر کھائے، زبردستی کرنے سے کھائے اور بھول کر کھائے برابر ہے۔

ترجمہ لـ یہاں تک کہ تینوں صورتوں میں کفارہ لازم ہوگا، حضورؐ کے قول کی وجہ سے تین چیزوں میں حقیقت بھی حقیقت بھی ہیں اور مذاق بھی حقیقت ہیں نکاح، طلاق، اور قسم۔

تشریح : اپنے اختیار سے جان کر قسم کھائی اس کے توڑنے پر بھی کفارہ لازم ہوگا۔ اور کسی نے زبردستی قسم کھلوائی تو اس کے توڑنے پر بھی کفارہ لازم ہے۔ اور بھول کر قسم کھالی تب بھی اس کے توڑنے پر کفارہ لازم ہے۔

وجہ : (۱) صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے۔ عن عمر قال اربع جائزۃ فی کل حال العتق والطلاق والنکاح والنذر۔ (۲) اور دوسری روایت میں ہے۔ عن الضحاک قال سمعته یقول ثلاث لا یلعب بهن الطلاق والنکاح والنذر (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۲ من قال لیس فی الطلاق والعتاق لعب وقال هوله لازم ج رابع ص ۱۱۹ نمبر ۱۸۳۹۷/۱۸۳۹۸) ان دونوں اثروں سے معلوم ہوا کہ نذر یعنی قسم وغیرہ میں مذاق بھی حقیقت ہے اس لئے بھول کر اور زبردستی بھی قسم کھالی تو قسم لازم ہو جائے گی (۳) طلاق، نکاح اور رجعت کے بارے میں تو باضابطہ حدیث ہے۔ عن ابی هریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال ثلاث جدهن جد وهزلهن جد النکاح والطلاق والرجعة۔ (ابو داؤد شریف، باب فی الطلاق علی الهزل، ص ۳۱۷، نمبر ۲۱۹۴/ ترمذی شریف، باب ماجاء فی الجد والهزل فی الطلاق، ص ۲۸۸، نمبر ۱۱۸۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح، طلاق اور رجعت میں مذاق کرے تب بھی حقیقت ہے اسی طرح قسم بھی مذاق سے یا بھول سے کھائے تب بھی قسم واقع ہو جائے گی۔

۲ وَالشَّافِعِيُّ يُخَالِفُنَا فِيْ ذٰلِكَ، وَسَنُبَيِّنُ فِي الْإِكْرَاهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى،
(۲۳۲۰) وَمَنْ فَعَلَ الْمَحْلُوْفَ عَلَيْهِ مُكْرَهًا أَوْ نَاسِيًا فَهُوَ سَوَاءٌ،

اورزبردستی قسم کھلائی ہوتو واقع ہوگی اس کی دلیل قول تابعی ہے۔عن ابراھیم قال ھو جائز انما ھو شیء افتدی به نفسه (مصنف ابن ابی شیبة ۴۸ من کان طلاق المکرّہ جائزا، ج رابع، ص ۸۵، نمبر ۱۸۰۳۵ رمصنف عبدالرزاق، باب طلاق المکرّہ، ج سادس، ص ۴۱۰، نمبر ۱۱۴۱۹/۱۱۴۲۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ زبردستی قسم کھلوالے تو واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۲ امام شافعیؒ اس بارے میں ہماری مخالفت کرتے ہیں، اس بحث کو باب الاکراہ میں بیان کریں گے۔

تشریح: امام شافعیؒ کے نزدیک زبردستی قسم کھلوالے تو واقع نہیں ہوگی۔اسی طرح اگر بھول سے قسم کھائی یا بھول سے حانث ہو گیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔عن ابی ذر الغفاری قال قال رسول الله ﷺ ان الله تجاوزلی عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیه ۔(۲) دوسری روایت میں ہے۔حدثنی عائشة ان رسول الله ﷺ قال لا طلاق ولاعتاق فی اغلاق (ابن ماجہ شریف، باب طلاق المکرّہ والناسی ص ۲۹۳ نمبر ۲۰۴۳/۲۰۴۶ رسنن للبیہقی، باب ماجاء فی طلاق المکرّہ ج سابع ص ۵۸۵ نمبر ۱۵۰۹۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زبردستی قسم کھلوائی ہو یا طلاق دلوائی ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہے اور نہ واقع ہوگی۔پہلی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بھول میں طلاق دی ہو تو واقع نہیں ہوگی اسی پر قیاس کرتے ہوئے بھول کر قسم کھالی تو اس کا اعتبار نہیں ہے (۳) آیت بھی ہے۔ ولیس علیکم جناح فیما اخطأتم به (آیت ۵، سورۃ الاحزاب ۳۳) اس آیت سے بھی پتا چلا کہ بھول میں قسم کھالے تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔(۴) مر علی علی بن طالبؓ بمعنی عثمان قال اما تذکر ان رسول الله ﷺ قال رفع القلم عن ثلاثة عن المجنون المغلوب علی عقله حتی یفیق ، و عن النائم حتی یستیقظ و عن الصبی حتی یحتلم ،(ابوداؤد شریف، باب فی المجنون یسرق اویصیب حدا، ص ۶۱۹، نمبر ۴۴۰۱) اس حدیث میں ہے کہ مجنون پر کوئی گرفت نہیں ہے۔

البتہ کون سی قسم بھول کر کھائی اور کون سی قسم جان کر کھائی اس کا تمیز کرنا بہت مشکل ہے۔

ترجمہ: (۲۳۲۰) کسی نے محلوف علیہ زبردستی میں کرلیا یا بھول کرلیا تو برابر ہیں۔

تشریح: جس بات کے نہ کرنے کی قسم کھائی اس کام کے کرنے پر زبردستی کی جس سے مجبور ہو کر کرلیا تو بھی قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔اسی طرح بھول کر وہ کام کرلیا جس کے نہ کرنے کی قسم کھائی ہے تو کفارہ لازم ہوگا۔

وجہ: مسئلہ نمبر ۲۳۱۹ میں گزر گیا کہ بھول کر یا زبردستی قسم کھائی ہے تو اس کا اعتبار ہے اسی پر قیاس کر کے بھول کر یا زبردستی

۱۔ لِأَنَّ الْفِعْلَ الْحَقِيقِيَّ لاَ يَنْعَدِمُ بِالْإِكْرَاهِ وَهُوَ الشَّرْطُ وَكَذَا إِذَا فَعَلَهُ وَهُوَ مُغْمًى عَلَيْهِ أَوْ مَجْنُونٌ لِتَحَقُّقِ الشَّرْطِ حَقِيقَةً، ۲۔ وَلَوْ كَانَتِ الْحِكْمَةُ رَفْعُ الذَّنْبِ فَالْحُكْمُ يُدَارُ عَلٰى دَلِيلِهِ وَهُوَ الْحِنْثُ، لاَ عَلٰى حَقِيقَةِ الذَّنْبِ.

محلوف علیہ کام کو کرلیا تو کفارہ لازم ہوگا۔

فائدہ: یہاں بھی امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ بھول میں یا زبردستی کرا کر کام کروالیا تو اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

وجہ: اوپر والی حدیث اور اثر ان کی دلیل ہے۔

لغت: محلوف علیہ : جس بات پر قسم کھالی ہو اس کو محلوف علیہ کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۱۔ اس لئے کہ زبردستی کرنے سے کام تو آخر ہو ہی گیا، اور کفارہ لازم ہونے کے لئے کام ہونا ہی شرط ہے، ایسے ہی کام کیا اس حال میں کہ وہ بیہوش تھا، اور مجنون تھا اس لئے کہ حقیقت میں شرط پائی گئی۔

تشریح: حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ زبردستی کرنے کی وجہ سے وہ کام کیا، لیکن کام تو ہوا ہے اور کفارہ کا مدار کام ہونے پر ہے اس لئے کفارہ لازم ہو جائے گا، اسی طرح بیہوشی کے عالم میں وہ کام کیا، یا جنون کی حالت میں وہ کام کیا جس کے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی تو کفارہ لازم ہوگا، یہ اور بات ہے کہ جنون کی وجہ سے گناہ نہیں ہوگا

ترجمہ: ۲۔ اور اگر کفارہ کی حکمت گناہ کو دور کرنا ہے، لیکن کفارے کا دار مدار اس کی دلیل پر ہے اور وہ ہے حانث ہونا، نہ کہ حقیقت گناہ۔

تشریح: ہم نے مانا کہ کفارہ گناہ دور کرتا ہے، لیکن کفارہ لازم ہونے کا اصل سبب قسم میں حانث ہونا ہے، اس لئے جب قسم میں حانث ہوا تو کفارہ لازم ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ بھول سے قسم توڑی، یا زبردستی کرنے کی وجہ سے قسم توڑی، یا بیہوشی میں قسم توڑی تو قسم توڑنے والے پر گناہ نہیں ہوگا، لیکن قسم توڑنے کی وجہ سے کفارہ لازم ہو جائے گا۔

نوٹ: یہاں امام شافعیؒ کی دلیل مضبوط ہے۔

بَابُ مَا يَكُوْنُ يَمِيْنًا وَمَالاَ يَكُوْنُ يَمِيْنًا

(۲۳۲۱) قَالَ وَالْيَمِيْنُ بِاللّٰهِ أَوْ بِاسْمٍ آخَرَ مِنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَالرَّحْمٰنِ وَالرَّحِيْمِ أَوْ بِصِفَةٍ مِنْ صِفَاتِهِ الَّتِيْ يَحْلِفُ بِهَا عُرْفًا كَعِزَّةِ اللّٰهِ وَجَلاَلِهِ وَكِبْرِيَائِهِ، ١ لِأَنَّ الْحَلْفَ بِهَا مُتَعَارَفٌ

﴿باب ما يكون يمينا ومالا يكون يمينا﴾

ترجمہ: (۲۳۲۱) قسم لفظ اللہ سے یا اس کے ناموں میں سے کسی نام سے ہوتی ہے جیسے رحمٰن، رحیم۔ یا اس کی کسی ذاتی صفت کے ساتھ ہوتی ہے۔ جیسے اللہ کی عزت، اس کے جلال یا کبریا کی قسم۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ ان الفاظ سے قسم کھانا متعارف ہے۔

تشریح: قسم کھانی ہو تو لفظ اللہ سے کھائے یا اس کے ننانوے نام ہیں ان میں سے کسی ایک کے ذریعہ کھائے۔ یا اللہ کی ذاتی صفت کے ذریعہ سے کھائے مثلا کہے اللہ کی عزت کی قسم، اس کے جلال کی قسم یا اس کے کبریا کی قسم تو اس طرح قسم منعقد ہو جائے گی۔

وجہ: (۱) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ حدیث میں ہے۔ عن عائشة عن النبی ﷺ انه قال یا امة محمد والله لو تعلمون ما اعلم لبکیتم کثیرا ولضحکتم قلیلا (بخاری شریف، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ، ص ۹۸۰، نمبر ۶۶۳۱ رمسلم شریف، باب ندب من حلف یمینا فرای غیرها خیرا منها، ص ۷۶، نمبر ۱۶۴۹/۴۲۶۳) اس حدیث میں بھی والله لو تعلمون مااعلکم عبارت ہے جس میں اللہ کی ذات کے ساتھ قسم کھائی۔

(۲) اللہ کی صفت کے ساتھ قسم کھانے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عمرؓ قال کانت یمین النبی ﷺ لا ومقلب القلوب (بخاری شریف، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ، ص ۹۸۰، نمبر ۶۶۲۸ رابوداؤد شریف، باب ماجاء فی یمین النبی ﷺ، ج ثانی ص ۱۰۸، نمبر ۳۲۶۳) اس حدیث میں اللہ کی صفت مقلب القلوب ہے اس کے ذریعہ سے قسم کھائی ہے (۳) حضرت ایوبؑ نے اللہ کی قسم اس کی عزت کے ساتھ کھائی ہے۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ عن ابی هريرة عن النبی ﷺ ... فناداه ربه یا ایوب الم اکن اغنیتک عما تری ؟قال بلی وعزتک ولکن لا غنی بی عن برکتک (بخاری شریف، باب من اغتسل عریانا وحده فی خلوة، ص ۴۲، نمبر ۲۷۹، کتاب الغسل) اس حدیث میں وعزتک میں اللہ کی عزت کے ذریعہ قسم کھائی ہے۔ (۴) اللہ کے دوسرے نام سے قسم کھائی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی ذر قال انتهیت الیه یقول فی ظل الکعبة هم الآخرون ورب الکعبة (بخاری شریف، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ ص

۲؎ وَمَعْنٰی وَهُوَ الْقُوَّةُ حَاصِلٌ، لِأَنَّـهُ يَعْتَقِدُ تَعْظِيمَ اللّٰهِ وَصِفَاتِهٖ فَصَلُحَ ذِكْرُهُ حَامِلاً وَمَانِعًا،

(۲۳۲۲) قَالَ إِلَّا قَوْلُـهُ وَعِلْمُ اللّٰهِ فَإِنَّهُ لَا يَكُوْنُ يَمِيْنًا ، ۱؎ لِأَنَّـهُ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ، ۲؎ وَلِأَنَّهُ يُذْكَرُ وَيُرَادُ بِهِ الْمَعْلُوْمُ يُقَالُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ عِلْمَكَ فِيْنَا أَيْ مَعْلُوْمَكَ.

۹۸۰ نمبر ۶۶۳۸) اس حدیث میں ورب الكعبة اللہ کا صفاتی نام ہے جس کے ذریعہ قسم کھائی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے صفاتی نام سے بھی قسم کھا سکتا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ یمین کا معنی قوت حاصل کرنا ہے، اور ان ناموں کی تعظیم سے قوت حاصل ہوتی ہے اس لئے ان ناموں کے ذکر سے کرنے کی قسم بھی کھائی جا سکتی ہے اور رکنے کی قسم بھی کھائی جا سکتی ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔ قسم کھانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے کرنے کی یا نہ کرنے کی قوت حاصل کی جائے، اور ان ناموں کی عزت سے قوت حاصل ہوتی ہے اس لئے ان ناموں کے ذریعہ قسم کھائی جا سکتی ہے۔

لغت: حاملا: کام کرنے کے لئے قسم کھائے، مانعا: کام نہ کرنے کے لئے قسم کھائے۔

ترجمہ: (۲۳۲۲) مگر کسی کا قول علم اللہ سے قسم نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ علم اللہ کے ذریعہ قسم کھانے کا رواج نہیں ہے۔

تشریح: کوئی اللہ کے علم سے قسم کھائے تو اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) یہاں علم بول کر معلوم مراد لیتے ہیں اور معلوم شئی اللہ کی صفت ذاتی نہیں ہے اس لئے علم اللہ سے قسم کھانے سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔ (۲) علم اللہ کے ذریعہ سے قسم کھانے کا رواج نہیں ہے اس لئے اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی (۲) اور حدیث میں ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ قسم کھائے یا صفت ذاتی کے ساتھ قسم کھائے تو قسم منعقد ہوگی۔ حدیث میں ہے۔ عن عبد الله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ ادرک عمر بن الخطابؓ وهو يسير فی ركب يحلف بابيه فقال الا ان الله ينهاكم ان تحلفوا بآبائكم من كان حالفا فليحلف بالله او ليصمت (بخاری شریف، باب لاتحلفوا بآبائکم، ص ۹۸۳ نمبر ۶۶۴۶ / مسلم شریف، باب النھی عن الحلف بغیر اللہ تعالی، ج ثانی ص ۴۶ نمبر ۱۶۴۶ / ۴۲۵۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی قسم کھائے یا چپ رہے۔ کیونکہ دوسری چیز کے ساتھ قسم کھانے سے قسم منعقد نہیں ہوتی۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لئے کہ علم اللہ ذکر کرتے ہیں اور اس سے اللہ کی معلومات مراد لیتے ہیں، کہتے ہیں اللهم اغفر علمک فينا، اور اس سے اللہ کی معلومات مراد لیتے ہیں۔

تشریح: اللہ کے علم سے مراد اس کی معلومات ہے اور یہ اللہ کی صفت نہیں ہے اس لئے اس سے قسم کھانے سے قسم نہیں ہوگی۔

(۲۳۲۳) وَلَوْ قَالَ وَغَضَبِ اللّٰهِ وَسُخْطِهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا لے وَكَذَا وَرَحْمَةِ اللّٰهِ، لِأَنَّ الْحَلْفَ بِهَا غَيْرُ مُتَعَارَفٍ، ۲ے وَلِأَنَّ الرَّحْمَةَ قَدْ يُرَادُ بِهَا أَثَرُهَا وَهُوَ الْمَطَرُ أَوِ الْجَنَّةُ، وَالْغَضَبُ وَالسُّخْطُ يُرَادُ بِهِمَا الْعُقُوْبَةُ، (۲۳۲۴) وَمَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ ،

ترجمہ: (۲۳۲۳) اگر کہا اللہ کا غضب، یا اللہ کا سخط کی قسم تو یہ قسم کھانے والا نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لے ایسے ہی اللہ کی رحمت، سے بھی قسم نہیں ہوگی اس لئے کہ ان الفاظ سے قسم کھانا متعارف نہیں ہے۔

اصول: اللہ کی ذاتی صفت نہ ہو تو اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

تشریح: وہ صفات جو اللہ کی ذاتی نہیں ہیں بلکہ فعلی اور وقتی ہیں ان کے واسطے سے قسم کھائے تو قسم منعقد نہیں ہوگی۔ جیسے اللہ کا غضب یا سخط اللہ مثلا کوئی کہے بغضب اللہ، بسخط اللہ افعل کذا تو اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی

وجہ: (۱) وپر حدیث گزری، (۲) ان الفاظ کے ساتھ قسم کھانا متعارف نہیں ہے اس لئے اس سے قم منعقد نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲ے اور اس لئے کہ رحمت سے مراد اس کا اثر ہوتا ہے، جیسے بارش ہونا، یا جنت دینا، اور غضب اور سخط سے مراد اس کا اثر ہوتا ہے جیسے سزا دینا [اس لئے ان الفاظ سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔]

تشریح: رحمت سے مراد اس کا اثر یعنی بارش، یا جنت ہو سکتی ہے، اسی طرح غضب اور سخط سے مراد اس کا اثر یعنی سزا ہو سکتی ہے اس لئے یہ اللہ کی ذاتی صفت نہیں ہوئی اس لئے ان الفاظ سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۲۳۲۴) کسی نے قسم کھائی اللہ کے علاوہ کے ساتھ جیسے نبی اور کعبہ کی قسم تو اس سے قسم کھانے والا نہیں ہوگا۔

تشریح: اللہ کے بجائے کوئی کہے نبی ﷺ کی قسم، قرآن کی قسم یا کعبہ کی قسم تو اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔۔ یذر: چھوڑ دے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے ۔ **عن عبد الله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ ادرک عمر بن الخطابؓ وهو يسير فی رکب يحلف بابيه فقال الا ان الله ينهاكم ان تحلفوا بآبائكم من كان حالفا فليحلف بالله او ليصمت** (بخاری شریف، باب لا تحلفوا بآبائکم، ص ۹۸۳ نمبر ۶۶۴۶ رمسلم شریف، باب النهی عن الحلف بغیر اللہ تعالی، ج ثانی، ص ۴۶ نمبر ۱۶۴۶ ر ۴۲۵۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی قسم کھائے یا چپ رہے۔ کیونکہ دوسری چیز کے ساتھ قسم کھانے سے قسم منعقد نہیں ہوتی۔ (۲) کعبہ کی قسم نہ کھائے اس کے بارے میں باضابطہ حدیث ہے۔ **سمع ابن عمر رجلا يحلف لا والكعبة فقال له ابن عمر انی سمعت رسول الله ﷺ يقول من حلف بغير الله فقد اشرک** (ابوداؤد شریف، باب کراہیۃ الحلف بالآباء، ص ۱۰۷، نمبر ۳۲۵۱ رترمذی شریف، باب ما جاء فی ان من حلف بغیر اللہ فقد اشرک، ص ۲۷۹، نمبر ۱۵۳۵) اس حدیث میں ہے کہ ایک صحابی کعبہ کی قسم کھا رہا تھا تو حضرت عبد اللہ

ل لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ ''مَنْ كَانَ مِنْكُمْ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَذِرْ''،

(۲۳۲۵) وَكَذَا إِذَا حَلَفَ بِالْقُرْآنِ ل لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ، ٢ قَالَ مَعْنَاهُ أَنْ يَقُوْلَ وَالنَّبِيِّ وَالْقُرْآنِ، أَمَّا لَوْ قَالَ أَنَا بَرِئٌ مِنْهُمَا يَكُوْنُ يَمِيْنًا، لِأَنَّ التَّبَرِّيَ مِنْهُمَا كُفْرٌ.

(۲۳۲۶) قَالَ وَالْحَلْفُ بِحَرْفِ الْقَسَمِ، وَحُرُوْفُ الْقَسَمِ الْوَاوُ كَقَوْلِهِ وَاللّٰهِ، وَالْبَاءُ كَقَوْلِهِ بِاللّٰهِ، وَالتَّاءُ كَقَوْلِهِ تَاللّٰهِ، ل لِأَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ مَعْهُوْدٌ فِيْ الْأَيْمَانِ وَمَذْكُوْرٌ فِيْ الْقُرْآنِ،

ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس کی قسم مت کھاؤ۔ اگر اللہ کے علاوہ کی قسم کھائی تو اللہ کے ساتھ شرک کیا۔

ترجمہ: ل حضور ﷺ نے فرمایا جو قسم کھائے تو اللہ کی قسم کھائے یا پھر چھوڑ دے۔

ترجمہ:(۲۳۲۵) ایسے ہی اگر قرآن کے ساتھ قسم کھائی [تو قسم منعقد نہیں ہوگی]

ترجمہ: ل اس لئے کہ یہ متعارف نہیں ہے۔

تشریح: اور قرآن کی قسم بھی کھائے تو قسم منعقد نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ یہ متعارف نہیں ہے۔

وجہ: قول تابعی میں ہے۔ اخبرنا معمر عن قتادة قال یکرہ ان یحلف انسان بعتق او طلاق وان یحلف الا باللہ وکرہ ان یحلف بالمصحف. (مصنف عبد الرزاق، باب الایمان ولا یحلف الا باللہ، ج ثامن، ص ۴۰۸، نمبر ۱۶۲۱۲) اس قول تابعی میں ہے کہ قرآن کریم کی قسم کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

ترجمہ: ٢ مصنف نے فرمایا کہ حلف بالقرآن والنبی، کا معنی یہ ہے کہ والقرآن، والنبی، کہے، لیکن اگر کہا کہ میں نبی اور قرآن سے بری ہوں تو قسم ہو جائے گی، اس لئے کہ ان دونوں سے بری ہونا کفر ہے۔

تشریح: قرآن اور نبی سے قسم کھانے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ نبی کی یا قرآن کی قسم کھائے اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی، اور دوسری صورت یہ ہے کہ کہے کہ میں قرآن اور نبی سے بری ہوں تو اس سے قسم منعقد ہو جائے گی، کیونکہ ان دونوں سے بری ہونا کفر ہے۔

وجہ: اس قول تابعی میں ہے۔ عن ابراھیم قال اقسم...... وھو بری من الاسلام، کل ھذا یمین یکفرھا اذا حنث قال محمد وبھذا کلہ نأخذ۔ (کتاب الآثار لامام محمدؒ ص ۱۵۷، نمبر ۷۰۹ رمصنف عبد الرزاق، باب من حلف علی ملۃ غیر الاسلام، ج ثامن، ص ۴۱۷، نمبر ۱۶۲۵۳) اس میں ہے کہ اسلام سے بری ہونے کی قسم کھائے تو اس سے قسم ہو جاتی ہے۔

ترجمہ:(۲۳۲۶) قسم حروف قسم سے ہوتی ہے اور حروف قسم تین ہیں واو جیسے واللہ، اور با سے جیسے باللہ، اور تا سے جیسے تاللہ۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ یہ تینوں حروف قسم میں متعین ہیں اور قرآن میں مذکور ہیں۔

(٢٣٢٧) وَقَدْ يُضْمَرُ الْحَرْفُ فَيَكُوْنُ حَالِفًا كَقَوْلِهِ اللّٰهِ لَا أَفْعَلُ كَذَا، ١ لِأَنَّ حَذْفَ الْحَرْفِ مِنْ عَادَةِ الْعَرَبِ إِيْجَازًا، ٢ ثُمَّ قِيْلَ يُنْصَبُ لِانْتِزَاعِ حَرْفٍ خَافِضٍ، وَقِيْلَ: يُخْفَضُ فَتَكُوْنُ الْكَسْرَةُ دَالَّةً عَلَى الْمَحْذُوْفَة ٣ وَكَذَا إِذَا قَالَ لِلّٰهِ فِيْ الْمُخْتَارِ، لِأَنَّ الْبَاءَ تَبَدَّلَ بِهَا، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى آمَنْتُمْ لَهُ أَيْ آمَنْتُمْ بِهِ،

تشريح: اقسم باللہ کے بجائے، عربی میں اللہ کے پہلے واو یا با یا تا لے آئے تب بھی قسم منعقد ہو جاتی ہے۔

وجه: (۱) کیونکہ عربی میں قسم کے لئے یہ تینوں حروف متعین ہیں اور قرآن میں بھی اس سے قسم کھائی گئی ہے (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ قال ابو بکرؓ عند النبی ﷺ لا ها الله اذا يقال و الله ،وبالله ، وتالله (بخاری شریف، کیف کان یمین النبی ﷺ ص ۹۸۰ نمبر ۶۶۲۸) اس اثر میں واللہ، باللہ اور تاللہ تینوں حرفوں کا ثبوت ہے (۳) عن عائشة ... يا امة محمد والله لو تعلمون ما اعلم لبكيتم كثيرا و لضحكتم قليلا. (بخاری شریف، کیف کان یمین النبی ﷺ ،ص ۹۸۰، نمبر ۶۶۳۱) اس حدیث میں واو کا ثبوت ہے۔ (۴) اور تا کے ساتھ قسم کھانے کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ وتالله لاكيدن اصنامكم بعد ان تولوا مدبرين (آیت ۵۷، سورۃ الانبیاء ۲۱) اس آیت میں تا کے ساتھ قسم کھائی ہے۔

ترجمه: (۲۳۲۷) کبھی حروف قسم پوشیدہ ہوتے ہیں تو بھی قسم کھانے والا ہوگا جیسے الله لا افعل كذا [خدا کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا]

ترجمه: ١ اس لئے کہ عرب کی عادت ہے کہ اختصار کے لئے قسم کا حرف حذف کر دیتے ہیں۔

تشريح: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حروف قسم کلام میں ظاہر نہیں کرتے ہیں بلکہ پوشیدہ ہوتا ہے لیکن وہ ظاہر کا معنی دیتا ہے اور قسم منعقد ہو جاتی ہے۔ عرب کی یہ عادت ہے، جیسے الله لا افعل كذا میں اللہ سے پہلے واو محذوف ہے اور اصل میں والله لا افعل كذا عبارت ہے۔ اور اس سے قسم منعقد ہو جائے گی۔

ترجمه: ٢ پھر کہا گیا کہ اللہ پر نصب ہوگا، کیونکہ حرف قسم کو حذف کر دیا گیا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسرہ ہوگا جو محذوف حرف پر دلالت کرے گا۔

تشريح: اللہ سے پہلے جب قسم کے حرف کو حذف کر دیا تو اب اللہ پر اعراب دینے کی دو صورت ہے، [۱] ایک یہ کہ حرف قسم کے حذف ہونے کی وجہ سے اللہ کو نصب دے دیا جائے، [۲] اور دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ پر کسرہ دے دیا جائے جو حرف جر کے حذف ہونے پر دلالت کرے۔

ترجمه: ٣ ایسے ہی اگر کہا للہ تو مختار مذہب میں یہ ہے کہ اس سے قسم ہو جائے گی، اس لئے کہ عرب میں ,با، کو لام سے

۴ وَقَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ إِذَا قَالَ وَحَقُّ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِحَالِفٍ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ وَإِحْدٰى الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ أَبِيْ يُوْسَفَ، ۵ وَعَنْهُ رِوَايَةً أُخْرٰى أَنَّهُ يَكُوْنُ يَمِيْنًا، لِأَنَّ الْحَقَّ مِنْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ حَقِيْقَتُهُ فَصَارَ كَأَنَّهُ قَالَ وَاللّٰهِ الْحَقُّ وَالْحَلْفُ بِهٖ مُتَعَارَفٌ، ٦ وَلَهُمَا أَنَّهُ يُرَادُ بِهٖ طَاعَةُ اللّٰهِ إِذِ الطَّاعَاتُ حُقُوْقُهُ فَيَكُوْنُ حَلْفًا بِغَيْرِ اللّٰهِ، ۷ قَالُوْا لَوْ قَالَ وَالْحَقِّ يَكُوْنُ يَمِيْنًا وَلَوْ قَالَ حَقًّا لَا يَكُوْنُ يَمِيْنًا، لِأَنَّ الْحَقَّ مِنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَالْمُنْكَرُ يُرَادُ بِهٖ تَحْقِيْقُ الْوَعْدِ.

بدلتے ہیں، اللہ تعالی نے فرمایا آمنتم لہ، اور مراد آمنتم بہ ہے۔

تشریح: اللہ سے پہلے لام حرف جر لایا تو اس سے بھی قسم ہو جائے گی، کیونکہ عرب میں با کو لام سے بدلتے ہیں، چنانچہ بولتے ہیں آمنتم لہ، اور مراد لیتے ہیں آمنتم بہ۔

وجہ: اس آیت میں آمنتم لہ، کہا گیا ہے، قال آمنتم لہ قبل ان آذن لکم انہ لکبیر کم (آیت ۷۱، سورۃ طہ ۲۰) اس آیت میں آمنتم لہ، آمنتم بہ کے معنی میں ہے۔

ترجمہ: ۴ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا، وحق اللہ، کہے تو قسم کھانے والا نہیں ہوگا۔ یہی قول امام محمدؒ کا ہے اور امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے۔

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ۵ امام ابو یوسفؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ حق اللہ، کہنے سے قسم ہو جائے گی، اس لئے کہ حق اللہ تعالی کی صفت ہے، اور وہ اللہ کا حق ہونا ہے، تو گویا کہ، واللہ الحق، کہا اور اس لفظ سے قسم کھانا متعارف ہے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ، حق اللہ، کہنے سے قسم منعقد ہو جائے گی۔

وجہ: حق، یہ اللہ کی صفت ہے تو گویا کہ واللہ الحق، کہا، اور اس سے عام طور پر قسم کھاتے ہیں اس لئے وحق اللہ سے قسم ہو جائے گی۔

ترجمہ: امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ حق سے مراد اللہ کی اطاعت ہے، اور اللہ کی اطاعت اللہ کے حقوق ہیں اس لئے اللہ کے علاوہ سے قسم کھانا ہوا [اس لئے اس سے مقسم منعقد نہیں ہوگی]

تشریح: طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حقوق سے مراد اللہ کی اطاعت ہے، اس لئے حق اللہ، کہا تو اللہ کی اطاعت کی قسم ہوئی اس لئے قسم نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۷ اگر، والحق، کہے تو اس سے قسم ہوگی۔ اور اگر، حقا، کہا تو اس سے قسم نہیں ہوگی اس لئے کہ الحق، اللہ کا نام ہے اور حقا، کہا تو اس سے وعدہ کو پورا کرنا مراد ہوگا، اس لئے قسم نہیں ہوگی۔

(۲۳۲۸) وَلَوْ قَالَ أُقْسِمُ أَوْ أُقْسِمُ بِاللّٰهِ أَوْ أَحْلِفُ أَوْ أَحْلِفُ بِاللّٰهِ أَوْ أَشْهَدُ أَوْ أَشْهَدُ بِاللّٰهِ فَهُوَ حَالِفٌ، ل لِأَنَّ هٰذِهِ الْأَلْفَاظَ مُسْتَعْمَلَةٌ فِي الْحَلْفِ، وَهٰذِهِ الصِّيْغَةُ لِلْحَالِ حَقِيْقَةً وَتُسْتَعْمَلُ لِلِاسْتِقْبَالِ لِقَرِيْنَةٍ فَجُعِلَ حَالِفًا فِي الْحَالِ

تشریح: حق کوالف لام کے ساتھ ,والحق، ذکر کرے تو یہ اللہ کا نام ہے اس سے قسم منعقد ہو جائے گی، اور اگر بغیر الف لام کے نکرہ ,حقا، بولا تو اس سے مراد اللہ کا وعدہ پورا کرنا ہے اس لئے اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۲۳۲۸) اگر کہا میں قسم کھاتا ہوں، یا اللہ کی قسم کھاتا ہوں، یا حلف اٹھاتا ہوں، یا اللہ کا حلف اٹھاتا ہوں، یا گواہ کرتا ہوں، یا اللہ کو گواہ کرتا ہوں تو وہ قسم کھانے والا ہے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ یہ الفاظ قسم میں استعمال ہوتے ہیں، اور یہ صیغے حقیقت میں حال کے لئے ہیں، لیکن قرینہ ہو تو استقبال کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں، اس لئے حال پر محمول کرتے ہوئے فی الحال قسم کھانے والاقرار دیا جائے گا۔

تشریح: یہاں قسم کھانے کے تین الفاظ ہیں۔اقسم، احلف، اور اشھد۔ان تینوں الفاظ کے ساتھ اللہ نہ لگائیں صرف اقسم، یا احلف، یا اشھد کہیں پھر بھی قسم منعقد ہو جائے گی۔اور ان الفاظ کے ساتھ اللہ کو بھی لگالیں مثلا اقسم باللہ، یا احلف باللہ، یا اشھد باللہ تب تو بدرجہ اولی قسم منعقد ہو جائے گی۔ کیونکہ صراحت کے ساتھ قسم ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ سب مضارع کا صیغے ہیں ، مستقبل کا قرینہ ہو تو مستقبل کے لئے استعمال ہوتے ہیں، اور مستقبل کا قرینہ نہ ہو تو یہ حال کے لئے ہی استعمال ہوتے ہیں، چنانچہ یہاں مستقبل کا قرینہ نہیں ہے اس لئے حال ہی کے لئے استعمال ہوں گے، اور قسم منعقد ہو جائے گی۔

وجہ: (۱) صرف اقسم سے قسم منعقد ہوگی اس کی دلیل حدیث میں ہے۔ **کان ابو هريرة يحدث ان رجلا اتى رسول الله ﷺ فقال انی اری اللیلة فذکر رؤیا فعبرها ابو بکر فقال النبی ﷺ اصبت بعضا و اخطأت بعضا فقال اقسمت علیک یارسول الله !بابی انت لتحدثنی ما الذی اخطأت فقال له النبی ﷺ لا تقسم** (ابو داؤد شریف، باب فی القسم هل یکون یمینا ،ص ۱۰۹، نمبر ۳۲۶۸ / ابن ماجہ شریف، باب تعبیر الرؤیا، ص ۵۶۱ ،نمبر ۳۹۱۸) اس حدیث میں اقسمت علیک بغیر اللہ کو ملائے ہوئے کہا ہے جس سے قسم ثابت ہوئی اور آپ ؐ نے فرمایا قسم مت کھاؤ۔ (۲) اور حلف قسم کے معنی میں ہے یہ تو عام ہے۔ حدیث میں بھی ہے۔ **عن عبد الله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ ادرک عمر بن الخطابؓ وهو یسیر فی رکب یحلف بابیه فقال الا ان الله ینهاکم ان تحلفوا بآبائکم من کان حالفا فلیحلف بالله او لیصمت** (بخاری شریف، باب لا تحلفوا بآبائکم ،ص ۹۸۳، نمبر ۶۶۴۶) اس حدیث میں بار بار لفظ حلف قسم کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔اس لئے کوئی بغیر لفظ اللہ ملائے ہوئے احلف کہے گا تو قسم منعقد ہو جائے گی۔ (۳)

۲ وَالشَّهَادَةِ يَمِيْنٌ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ﴾ ثُمَّ قَالَ اِتَّخَذُوْا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً، ۳ وَالْحَلْفُ بِاللّٰهِ هُوَ الْمَعْهُوْدُ وَالْمَشْرُوْعُ بِغَيْرِهٖ مَحْظُوْرٌ فَصُرِفَ إِلَيْهِ وَلِهٰذَا قِيْلَ لاَ يَحْتَاجُ إِلَى النِّيَّةِ وَقِيْلَ لاَ بُدَّ مِنْهَا لِاِحْتِمَالِ الْعِدَةِ وَالْيَمِيْنِ بِغَيْرِ اللّٰهِ،

قول تابعی میں ہے۔ **قال ابراهیم و کان اصحابنا ینهونا و نحن غلمان ان نحلف بالشهادة و العهد** (بخاری شریف، باب اذا قال اشهد باللہ او شهدت باللہ، ص ۹۸۵، نمبر ۶۶۵۸) اس اثر میں ہے کہ شہادت اور عہد قسم کے الفاظ ہیں اس لئے اس کے ذریعہ سے قسم کھانے سے روکا کرتے تھے۔ (۴) یہ قول تابعی ہے جس میں ان تمام اقوال کا حل ہے۔ **عن ابراهیم قال اقسم، واقسم بالله، و اشهد، و اشهد بالله، و احلف، و احلف بالله، و علی عهد الله، و علی ذمة الله، و علی نذر، و علی نذر الله، و هو یهودی، و هو نصرانی، و هو مجوسی، و هو بری من الاسلام، کل هذا یمین یکفرها اذا حنث قال محمد و بهذا کله نأخذ**۔ (کتاب الآثار لامام محمدؒ ص ۱۵۷، نمبر ۷۰۹ / مصنف عبد الرزاق، باب من حلف علی ملة غیر الاسلام، ج ثامن، ص ۴۱۷، نمبر ۱۶۲۵۳)

ترجمہ: ۲ اور اشہد، کا لفظ قسم کے معنی میں ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے کہا نشہد انک لرسول اللہ، پھر اللہ نے فرمایا کہ ایمانھم جنۃ [یہ اپنی قسم کو ڈھال بناتے ہیں۔

تشریح: آیت میں منافقین نے نشہد انک لرسول اللہ، کہا، یہاں نشہد قسم کے معنی میں ہے اسی لئے اللہ نے آگے فرمایا کہ یہ اپنی قسم کو ڈھال کے طور پر استعمال کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ نشہد قسم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

وجہ: (۱) اور اشہد یمین کے معنی میں ہے اسکا ثبوت اس آیت میں ہے۔ **اذا جاءک المنافقون قالوا نشهد انک لرسول الله والله یعلم انک لرسوله والله یشهد ان المنافقین لکاذبون اتخذوا ایمانهم جنة فصدوا عن سبیل الله**۔ (آیت ا سورۃ المنافقون ۶۳) اس آیت میں دو باتیں ہیں۔ ایک تو نشہد کے ذریعہ قسم کھائی اور اس کے ساتھ اللہ نہیں ملایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کو ملائے بغیر نشہد سے قسم منعقد ہوگی۔ اور نشہد سے شہادت مراد نہیں ہے بلکہ قسم مراد ہے اسکا پتا آگے والی آیت **اتخذوا ایمانهم جنة** سے پتا چلا کہ نشہد سے قسم مراد ہے۔ تب ہی تو اللہ نے اسکے جملے کو ایمانھم فرمایا۔

ترجمہ: ۳ اللہ کے ساتھ قسم کھانا یہ متعین ہے اور مشروع ہے، اور دوسرے کے ساتھ قسم کھانا ممنوع ہے اس لئے جب احلف، کہا تو اللہ ہی کے ساتھ قسم کھانے کی طرف پھیرا جائے گا، اسی لئے بعض حضرات نے فرمایا کہ اس میں نیت کی ضرورت نہیں ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ نیت ضروری ہے، کیونکہ اس میں وعدہ کا احتمال ہے، اور غیر اللہ کے ساتھ بھی قسم ہوتی ہے، اس لئے قسم کی نیت ضروری ہے۔

(۲۳۲۹) وَلَوْ قَالَ بِالْفَارِسِيَّةِ "سُوگَنْد مِيخُورَم بَخُدَاى" يَكُوْنُ يَمِيْنًا ، ۱؎ لِأَنَّهُ لِلْحَالِ، ۲؎ وَلَوْ قَالَ "سُوگَنْد خُورَمُ" قِيْلَ لا يَكُوْنُ يَمِيْنًا، ۳؎ وَلَوْ قَالَ بِالْفَارِسِيَّةِ "سُوگَنْد خُورَمُ بِطَلاقِ زَنَمُ" لا يَكُوْنُ يَمِيْنًا لِعَدَمِ التَّعَارُفِ، ۴؎ قَالَ وَكَذَا قَوْلُهُ لَعَمْرُ اللّٰهِ وَأَيْمُ اللّٰهِ، لِأَنَّ عَمْرَ اللّٰهِ بَقَاءَ اللّٰهِ، وَأَيْمَ اللّٰهِ مَعْنَاهُ أَيْمَنُ اللّٰهِ وَهُوَ جَمْعُ يَمِيْنٍ، ۵؎ وَقِيْلَ مَعْنَاهُ وَاللّٰهِ، وَأَيْمُ صِلَةٌ كَالوَاوِ، وَالْحَلْفُ بِاللَّفْظَيْنِ مُتَعَارَفٌ،

تشریح:صرف احلف، بولاتواس میں دواحتمال ہے،ایک تواللہ کے علاوہ کے ساتھ قسم کھانا،اوردوسرااللہ کے علاوہ کے ساتھ قسم کھانا،لیکن اللہ کے ساتھ قسم کھانا متعین ہے اورمشروع بھی ہے اس لئے اللہ کے ساتھ قسم ہوگی۔دوسری بات یہ ہے کہ احلف،مضارع کا صیغہ ہے اس لئے اس کا معنی یہ ہوسکتا ہے کہ مستقبل میں قسم کھانے کا وعدہ کرے،اس لئے بعض حضرات نے فرمایا کہ ابھی قسم کھانے کی نیت ہوتب ہی قسم ہوگی،اوربعض دوسرے حضرات نے فمایا کہ فی الحال قسم کھانا متعین ہے اس لئے نیت کی ضرورت نہیں ہوگی،بغیرنیت کے بھی قسم منعقدہوجائے گی۔

لغت :معہود:جوذہنی طورپرمتعین ہو۔محظور:جوممنوع ہو،مشروع نہ ہو۔

ترجمہ :(۲۳۲۹)اگرفارسی میں سوگندمی خورم بخدائے،کہا[خداکی قسم کھاتاہوں،تواس سے قسم ہوجائے گی،

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ می خورم حال کے لئے ہے۔

تشریح:واضح ہے۔

اصول:عربی کےعلاوہ کسی اورزبان میں قسم کھائی تواس سے بھی قسم ہوجائے گی۔

ترجمہ :۲؎ اوراگرسوگندخورم،کہاتویہ قسم نہیں ہوگی،کیونکہ خورم استقبال کے لئے آتاہے

تشریح:اگرسوگندخورم،کہاتوچونکہ خورم استقبال کے لئے آتاہے تویہ قسم کاوعدہ ہواقسم نہیں ہوئی ۔

ترجمہ:۳؎ اگرفارسی میں کہاسوگندخورم بطلاق زنم[طلاق کی قسم کھاتاہوں]تواس سے قسم نہیں ہوگی،کیونکہ یہ متعارف نہیں ہے۔

ترجمہ :۴؎ ایسےہی اگرکہالعمراللہ،اور،ایم اللہ،توقسم نہیں ہوگی،اس لئے کہ عمراللہ کاترجمہ ہے بقاءاللہ اورایم اللہ کاترجمہ ہے ایمن اللہ،اورایمن یمین کی جمع ہے،اس لئے اس سے قسم نہیں ہوگی۔

تشریح :لعمراللہ کے جملے سے قسم واقع نہیں ہوگی،کیونکہ یہ بقاءاللہ کے معنی میں ہے،جواللہ کی صفت نہیں ہے۔اورایم اللہ ایمن اللہ کے معنی میں ہے اس لئے اس سے بھی قسم منعقدنہیں ہوگی۔

ترجمہ :۵؎ بعض حضرات نے فرمایاہ ایم اللہ،واللہ،کے معنی میں ہے،اورایم واوکی طرح صلہ ہے،اوران دونوں لفظوں

(٢٣٣٠) وَكَذَا قَوْلُهُ وَعَهْدُ اللّٰهِ وَمِيْثَاقُهُ، ١ لِأَنَّ الْعَهْدَ يَمِيْنٌ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ﴾ وَالْمِيْثَاقُ عِبَارَةٌ عَنِ الْعَهْدِ، (٢٣٣١) وَكَذَا إِذَا قَالَ عَلَيَّ نَذْرٌ أَوْ نَذْرُ اللّٰهِ ١ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا وَلَمْ يُسَمِّ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ.

سے قسم کھانا متعارف ہے اس لئے قسم ہو جائے گی۔

تشریح : بعض دوسرے حضرات کی رائے ہے کہ ایم اللہ، واللہ، کے معنی میں ہے، اس لئے قسم وجائے گی، اسی طرح عمر اللہ سے بھی قسم کھانا متعارف ہے اس لئے قسم ہو جائے گی۔

قدوری

ترجمہ: (٢٣٣٠) ایسے ہی یہ کہنا عہد اللہ، میثاق اللہ، مجھ پر نذر ہے یا اللہ کی نذر تو اس سے قسم ہوگی۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ عہد، یمین، کو کہتے ہیں اللہ متعالی نے فرمایا اوفوا بعہد اللہ، اور میثاق کا ترجمہ بھی عہد کا ہے۔

تشریح : یوں کہے کہ اللہ کا عہد کر کے کہتا ہوں کہ فلاں کام کروں گا تو اس سے قسم منعقد ہو جائے گی۔ یا اللہ کی میثاق کر کے کہتا ہوں کہ فلاں کام کروں گا تو اس سے بھی قسم منعقد ہو جائے گی۔

وجہ : (١) عہد قسم کے معنی میں ہے اس کا اشارہ اس آیت میں ہے۔ **واوفوا بعهد الله اذا عهدتم ولا تنقضوا الايمان بعد توكيدها** . (آیت ٩١، سورۃ النحل ١٦) اس آیت میں ہے کہ اللہ کے عہد کو پورا کرو جس طرح قسم کو پورا کرتے ہیں اس لئے عہد سے قسم منعقد ہوگی۔ اسی آیت میں اللہ کے عہد کو **لا تنقضوا الايمان** کہا ہے جس سے معلوم ہوا کہ عہد قسم کے معنی میں ہے تب ہی تو عہد کو ایمان یعنی قسم کہا ہے۔ (٢) اور دوسری آیت میں عہد کو میثاق کے معنی میں کہا ہے اور میثاق کے لئے بھی وہی تاکید کی ہے جو عہد کے پورا کرنے کے لئے کی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ عہد اور میثاق ایک ہی چیز ہے اس لئے اگر کہا کہ اللہ کی میثاق کے ساتھ کہتا ہوں کہ فلاں کام کروں گا تو اس سے بھی قسم منعقد ہو جائے گی۔ آیت یہ ہے۔ **والذين يوفون بعهد الله ولا ينقضون الميثاق** (آیت ٢٠، سورۃ الرعد ١٣) اس آیت میں عہد اور میثاق کو ایک معنی میں استعمال کیا ہے (٣) قول تابعی میں ہے۔ **عن ابن طاؤس عن ابيه فى الرجل يقول على عهد الله وميثاقه او على عهد الله قال يمين يكفرها** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب من حلف علی ملۃ غیر الاسلام، ج ثامن، ص ٤١٩، نمبر ١٥٩٧٩) اس اثر میں ہے کہ عہد اور میثاق یمین کے معنی میں ہیں۔

ترجمہ : (٢٣٣١) اگر یوں کہا کہ اس کام کے کرنے کی مجھ پر نذر ہے یا اس کام کے کرنے کی اللہ کی نذر ہے تو یہ بھی قسم ہو جائے گی۔

ترجمہ: ١ حضور ﷺ کے قول کی وجہ سے کہ کسی نے نذر مانی اور وہ کام نہیں کر سکا تو اس پر قسم کا کفارہ ہے۔

(۲۳۳۲) وَإِنْ قَالَ إِنْ فَعَلْتُ كَذَا فَهُوَ يَهُوْدِيٌّ أَوْ نَصْرَانِيٌّ أَوْ كَافِرٌ يَكُوْنُ يَمِيْنًا،

وجه: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے کہ نذر مانی اور پوری نہ کر سکا تو اس کا کفارہ بھی کفارہ یمین ہی دینا ہوگا۔ عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال من نذرنذرا لم یسمه فکفارته کفارة یمین ومن نذر نذرا فی معصیة فکفارته کفارة یمین ومن نذر نذرا لایطیقه فکفارته کفارة یمین ومن نذر نذرا اطاقه فلیف به (ابوداؤد شریف، باب من نذر نذرا لا یطیقہ ص ۱۱۶ نمبر ۳۳۲۲ / ابن ماجہ شریف، باب من نذر نذرا لم یسمہ ص ۳۰۵ نمبر ۲۱۲۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نذر پوری نہ کر سکے تو اس کا کفارہ کفارہ یمین ہے اس لئے نذر بھی قسم کے معنی میں ہے۔ (۲) دوسری حدیث میں ہے۔ عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله ﷺ کفارة النذر کفارة الیمین . (ابوداؤد شریف، باب من نذر نذرا لم یسمہ، ص ۱۱۴، نمبر ۳۳۲۳ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی کفارۃ النذر اذا لم یسم، ص ۲۷۹، نمبر ۱۵۲۸) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اس لئے علی نذر سے بھی قسم واقع ہوگی (۳) ایک اثر ہے جس میں ان تمام اقوال کا حل ہے۔ عن ابراهیم قال اقسم، واقسم بالله، واشهد، واشهد بالله، واحلف، واحلف بالله، وعلی عهد الله، وعلی ذمة الله، وعلی نذر، وعلی نذر الله، وهو یهودی، وهو نصرانی، وهو مجوسی، وهو بری من الاسلام، کل هذا یمین یکفرها اذا حنث قال محمد وبهذا کله نأخذ۔ (کتاب الآثار لامام محمدؒ ص ۱۵۷، نمبر ۷۰۹ / مصنف عبد الرزاق، باب من حلف علی ملة غیر الاسلام، ج ثامن، ص ۴۱۷، نمبر ۱۶۲۵۳)

ترجمہ: (۲۳۳۲) اگر کہا کہ میں نے ایسا کیا تو میں یہودی ہوں یا نصرانی ہوں یا مجوسی ہوں یا کافر ہوں تو ان سے قسم ہوگی۔

تشریح: اگر یوں کہا کہ میں نے ایسا کیا تو میں یہودی ہوں تو اس قسم کے جملے سے قسم واقع ہو جائے گی۔ اگر ایسا کر لیا تو کفارہ لازم ہوگا۔

وجہ: (۱) اوپر کے قول تابعی میں گزر چکا ہے۔ وهو یهودی وهو نصرانی (کتاب الآثار لامام محمدؒ ص ۱۵۷، نمبر ۷۰۹) کہا تو کفارہ لازم ہوگا (۲) حدیث میں ہے۔ عن ثابت بن الضحاک قال قال النبی ﷺ من حلف بملة غیر ملة الاسلام کاذبا فهو کما قال. (ابوداؤد شریف، باب ماجاء فی الحلف بالبرائۃ وبملۃ غیر الاسلام، ص ۱۰۸ نمبر ۳۲۵۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے مذاہب کی قسم کھائی تو اگر ایسا کر لیا تو ویسے ہی ہو جائے گا جیسا کہا ہے اس لئے یہ قسم کے معنی میں ہے (۳) حدیث میں ہے۔ عن خارجة بن زید بن ثابت عن ابیه قال سئل رسول الله ﷺ عن الرجل یقول هو یهودی او نصرانی او بری من الاسلام فی الیمین یحلف علیه فیحنث قال کفارة یمین (سنن للبیہقی، باب من حلف بغیر اللہ ثم حنث او حلف بالبراءۃ من الاسلام الخ ج عاشر ص ۵۴ نمبر ۱۹۸۳۸) اس حدیث

۱۔ لِأَنَّهُ لَمَّا جَعَلَ الشَّرْطَ عَلَمًا عَلَى الْكُفْرِ فَقَدْ اِعْتَقَدَهُ وَاجِبَ الْإِمْتِنَاعِ وَقَدْ أَمْكَنَ الْقَوْلُ بِوُجُوبِهِ لِغَيْرِهِ بِجَعْلِهِ يَمِينًا كَمَا نَقُوْلُ فِي تَحْرِيمِ الْحَلَالِ، ۲۔ وَلَوْ قَالَ ذٰلِكَ لِشَيْءٍ قَدْ فَعَلَهُ فَهُوَ الْغُمُوْسُ وَلَا يُكَفَّرُ اِعْتِبَارًا بِالْمُسْتَقْبَلِ، وَقِيلَ يُكَفَّرُ، لِأَنَّهُ تَنْجِيْزٌ مَعْنًى كَمَا إِذَا قَالَ هُوَ يَهُوْدِيٌّ، ۳۔ وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا يُكَفَّرُ فِيهِمَا إِنْ كَانَ يَعْلَمُ أَنَّهُ يَمِيْنٌ فَإِنْ كَانَ عِنْدَهُ أَنَّهُ يَكْفُرُ بِالْحَلْفِ يُكَفَّرُ فِيهِمَا، لِأَنَّهُ رَضِيَ بِالْكُفْرِ حَيْثُ أَقْدَمَ عَلَى الْفِعْلِ،

میں ہے کہ یہودی ہونے کی قسم کھائی تو قسم منعقد ہو جائے گی۔اسی پر مشرک اور کافر کو قیاس کر لیں کہ اگر یوں کہا کہ اگر میں نے فلاں کام نہیں کیا تو میں مشرک ہوں یا کافر ہوں تو قسم منعقد ہو جائے گی اور وہ کام نہ کرنے پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا،لیکن وہ واقعی یہودی یا نصرانی یا مشرک یا کافر نہیں ہوگا۔کیونکہ یہ تو اسلام سے انکار کرنے کے بعد ہوتا ہے۔

ترجمہ :۱ اس لئے کہ جب شرط کو کفر کی علامت بنائی تو اس سے بچنے کو واجب قرار دیا اور قسم بنا کر وجوب لغیرہ کہنا ممکن ہوا ، جیسے کہ ہم حلال کو حرام کر لیتے ہیں۔

تشریح : یہ دلیل عقلی تھوڑی پیچیدہ ہے۔اس کا حاصل یہ ہے کہ اس کام کرنے کو کفر کی علامت بنائی اور اس کو نہ کرنے کو واجب قرار دیا،اس کام کو چھوڑنا حقیقت میں واجب نہیں تھا،لیکن اس کو واجب قرار دیا، جو وجوب لغیرہ ہے، جیسے ایک چیز حلال ہے لیکن اس کو حرام کر لے تو یہ وجوب لغیرہ ہے،اس لئے یہ قسم کے معنی میں ہو جائے گا۔

ترجمہ :۲ اگر یہی بات کہی ایسے کام پر جو کر چکا ہے تو یمین غموس ہوگا لیکن مستقبل کا اعتبار کرتے ہوئے کافر نہیں بنے گا ،اور بعض حضرات نے فرمایا کہ کافر بن جائے گا اس لئے کہ معنی کے اعتبار سے فی الحال ہے، جیسے کہے کہ یہ کام نہیں کیا تو وہ یہودی ہے۔

تشریح : زید نے چوری کی تھی، پھر کہتا ہے کہ اگر میں نے چوری کی تو میں کافر ہو جاؤں،تو یہ جھوٹ ہے اس لئے یہ یمین غموس ہے،لیکن چونکہ اس میں استقبال کا معنی بھی ہے اس لئے کہنے والے کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔لین بعض دوسرے حضرات نے فرمایا کہ اس جملے میں حال کا معنی ہے اس لئے کہنے والا کافر ہو جائے گا، جیسے، زید نے چوری کی تھی اور کہتا ہے کہ اگر میں نے چوری کی ہو تو میں یہودی ہو جاؤں،تو زید یہودی بن جائے گا۔

ترجمہ :۳ صحیح بات یہ ہے کہ اگر وہ جانتا ہے کہ یہ جملہ قسم کا ہے و کافر نہیں ہوگا،اور اس کو یقین ہے کہ اس جملہ کے کہنے سے کافر ہو جاتا ہے، پھر بھی کہا تو کافر ہو جائے گا،اس لئے اس فعل پر اقدام کر کے کفر پر راضی ہو گیا۔

تشریح : زید نے کہا کہ اگر میں کھانا نہ کھلاؤں تو کافر ہوں پھر اس نے کھانا نہیں کھلایا،تو اگر اس کو یہ معلوم تھا یہ جملہ قسم کا ہے تو

(۲۳۳۳) وَلَوْ قَالَ إِنْ فَعَلْتَ كَذَا فَعَلَيَّ غَضَبُ اللّٰهِ أَوْ سَخَطُ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِحَالِفٍ، لِ لِأَنَّهُ دَعَا عَلٰى نَفْسِهِ وَلاَ يَتَعَلَّقُ ذٰلِكَ بِالشَّرْطِ، وَلِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ،

(۲۳۳۴) وَكَذَا إِذَا قَالَ إِنْ فَعَلْتَ كَذَا فَأَنَا زَانٍ أَوْ سَارِقٌ أَوْ شَارِبُ خَمْرٍ أَوْ اٰكِلُ رِبٰوا،

اس جملے سے کافر نہیں ہوگا، اور اگر اس کا اعتقاد تھا کہ اس جملہ سے کافر ہو جاتا ہے تو اب کافر ہو جائے گا، کیونکہ کھانا نہ کھلا کر کفر پر اقدام کیا ہے۔

ترجمہ: (۲۳۳۳) اگر کہا اگر میں نے ایسا کیا تو مجھ پر اللہ کا غضب یا اس کا غصہ ہے تو قسم کھانے والا نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ اپنے اوپر بددعا کی ہے اور شرط پر معلق نہیں کیا ہے، اور اس لئے کہ اس طرح قسم کھانا متعارف نہیں ہے۔

تشریح: یوں کہا کہ اگر میں نے فلاں کام نہیں کیا تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو، یا اللہ کا غصہ ہو تو اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) اللہ کا غضب صفت فعلی ہے صفت ذاتی نہیں ہے اسلئے اسکے ذریعہ قسم منعقد نہیں ہوگی (۲) یہ جملہ اپنے اوپر ایک قسم کی بددعا ہے۔ اللہ کی ذات یا صفت ذاتی کے ساتھ قسم کھانا نہیں ہے اسلئے اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی (۳) اوپر حدیث گزری کہ اللہ کے ساتھ قسم کھائے یا چپ رہے۔ حدیث میں ہے۔ **من کان حالفا فلیحلف باللہ او لیصمت** (بخاری شریف، باب لا تحلفوا بآبائکم، ص ۹۸۳ نمبر ۶۶۴۶ / مسلم شریف، باب النھی عن الحلف بغیر اللہ تعالی، ج ثانی ص ۴۶ نمبر ۱۶۴۶ / ۴۲۵۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی قسم کھائے یا چپ رہے۔ کیونکہ دوسری چیز کے ساتھ قسم کھانے سے قسم منعقد نہیں ہوتی۔ (۴) قول تابعی میں ہے۔ **عطاء وطاؤس ومجاهد فی الرجل یقول علی غضب اللہ قالوا لیس علیہ کفارۃ ھو اشد من ذلک** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۹۵ من قال علی غضب اللہ، ج ثالث، ص ۱۱۴ نمبر ۱۲۶۱۵ / مصنف عبد الرزاق، باب من حلف علی ملۃ غیر الاسلام، ج ثامن، ص ۴۱۷، نمبر ۱۶۲۵۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ علی غضب اللہ سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۲۳۳۴) ایسے ہی اگر کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میں زنا کار ہوں یا شراب پینے والا ہوں یا سود کھانے والا ہوں تو قسم کھانے والا نہیں ہوگا۔

وجہ: اللہ کی ذات کی قسم کھائے، یا اس کی ذاتی صفات کے ساتھ قسم کھائے تو قسم منعقد ہوتی ہے، اور ان جملوں میں اللہ کی ذات، یا اس کی صفات کے ساتھ قسم کھانا نہیں ہے اس لئے اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی

اصول: اصول یہ ہے کہ اللہ کی ذات کے ساتھ قسم ہو یا اس کی ذاتی صفت کے ساتھ قسم ہو یا ایسا جملہ پر معلق ہو جس سے کفر کا صدور ہو جیسے یہودی، نصرانی ہونا تو ان سے قسم منعقد ہوگی۔ اور یہ نہ ہوں تو قسم منعقد نہیں ہوگی۔

ل لِأَنَّ حُرْمَةَ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ تَحْتَمِلُ النَّسْخَ وَالتَّبْدِيْلَ فَلَمْ يَكُنْ فِيْ مَعْنٰى حُرْمَةِ الْاِسْمِ، وَلِأَنَّهٗ لَيْسَ بِمُتَعَارَفٍ.

ترجمہ: ل اس لئے کہ ان چیزوں کی حرمت منسوخ ہونے کا احتمال رکھتی ہے اور بدلنے کا احتمال بھی ہے اس لئے اللہ کے نام جیسی عظمت نہیں ہوئی اس لئے قسم منعقد نہیں ہوگی، اور اس لئے کہ اس جملے کے ساتھ قسم کھانا متعارف نہیں ہے۔

تشریح: زنا، چوری، شراب پینا یہ احکامات ہیں ان میں اللہ کی جانب سے تبدیلی بھی ہو سکتی ہے اس لئے اللہ کی ذات کے درجے میں عظمت نہیں ہوئی اس لئے ان سے قسم کھانے سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

فَصْلٌ فِيْ الْكَفَّارَةِ

(٢٣٣٥) قَالَ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ عِتْقُ رَقَبَةٍ يُجْزِئُ فِيْهَا مَا يُجْزِئُ فِي الظِّهَارِ، وَإِنْ شَاءَ كَسَا عَشَرَةَ مَسَاكِيْنَ كُلَّ وَاحِدٍ ثَوْبًا فَمَا زَادَ، وَأَدْنَاهُ مَا يَجُوْزُ فِيْهِ الصَّلَاةُ، وَإِنْ شَاءَ أَطْعَمَ عَشَرَةَ مَسَاكِيْنَ كَالْإِطْعَامِ فِيْ كَفَّارَةِ الظِّهَارِ، لِ وَالْأَصْلُ فِيْهِ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ﴾ الآيَة، وَكَلِمَةُ أَوْ لِلتَّخْيِيْرِ فَكَانَ الْوَاجِبُ أَحَدُ الْأَشْيَاءِ الثَّلَاثَةِ،

(٢٣٣٦) قَالَ فَإِنْ لَّمْ يَقْدِرْ عَلٰى أَحَدِ الْأَشْيَاءِ الثَّلَاثَةِ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ

﴿کفارہ کا بیان﴾

ترجمہ: (٢٣٣٥) قسم کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا ہے۔اس میں وہی غلام کافی ہے جو ظہار میں چاہئے۔اور چاہے تو دس مسکینوں کو کپڑا پہنادے، ہر ایک کو ایک کپڑا یا اس سے زیادہ، اور ادنی کپڑا یہ ہے جس سے نماز جائز ہو، اگر چاہے تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے کفارہ ظہار کے کھانا کھلانے کی طرح۔

ترجمہ: لِ اس کے ثبوت کے لئے اللہ تعالی کا قول، فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین، والی آیت ہے اور او اختیار کے لئے ہے، اس لئے تینوں میں سے ایک چیز واجب ہے۔

تشریح: قسم کی وجہ سے جو کام کرنا تھا وہ نہیں کیا، اور قسم میں حانث ہو گیا تو اس پر کفارہ دینا لازم ہے، کفارہ میں دس مسکین کو کھانا کھلائے، یا دس مسکین کو کپڑا پہنائے، یا ایک غلام آزاد کرے، ان تینوں کا اختیار ہے، اور ان تینوں میں سے کوئی نہ کر سکے تو پھر تین روز مسلسل روزہ رکھے۔

وجہ: صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے۔لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام ذلک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم (آیت ٨٩ سورۃ المائدۃ ٥) اس آیت میں غلام آزاد کرنے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا اور وہ نہ ہو سکے تو تین روزے رکھنے کا تذکرہ ہے۔

ترجمہ: (٢٣٣٦) اور اگر ان تینوں میں سے کسی ایک پر قدرت نہیں ہے تو تین روز مسلسل روزے رکھے۔

تشریح: واضح ہے اس کی دلیل آگے آرہی ہے۔

ل وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يُخَيِّرُ لِإِطْلَاقِ النَّصِّ. ٢ وَلَنَا قِرَاءَةُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَصِيَامُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ. وَهِيَ كَالْخَبَرِ الْمَشْهُوْرِ، ٣ ثُمَّ الْمَذْكُوْرُ فِيْ الْكِتَابِ فِيْ بَيَانِ أَدْنٰى مَا يَسْتُرُ عَامَّةَ بَدَنِهٖ حَتّٰى لَا يَجُوْزَ السَّرَاوِيْلُ وَهُوَ الصَّحِيْحُ، لِأَنَّ لَابِسَهٗ يُسَمّٰى عُرْيَانًا فِيْ الْعُرْفِ

ترجمہ : ل امام شافعیؒ نے فرمایا کہ روزہ رکھنے میں آدمی کو اختیار ہے۔ چاہے پیدر پے رکھے چاہے چھوڑ چھوڑ کر رکھے، کیونکہ آیت میں مطلق ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ چاہے وایک ساتھ تین روزے رکھے اور چاہے تو چھوڑ چھوڑ کر روزے رکھے، کیونکہ اوپر کی آیت میں ایک ساتھ رکھنے کی قید نہیں ہے۔

وجہ: (۱) قول تابعی میں ہے۔ عن الحسن انه كان لايرى بأسا ان يفرق بين الثلاثة الايام فى كفارة اليمين (سنن للبیہقی، باب التخییر بین الاطعام والکسوۃ والعتق فمن لم یجد صیام ثلاثۃ ایام، ج عاشر، ص ۱۰۳، نمبر ۲۰۰۰۷) اس تابعی سے معلوم ہوا کہ تفریق کے ساتھ بھی روزہ رکھ سکتا ہے۔

ترجمہ : ٢ ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت ہے جس میں فصیام ثلاثۃ ایام متتابعات، ہے اور وہ خبر مشہور کی طرح ہے۔

تشریح : حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں متتابعات کی قید ہے اور وہ حدیث مشہور کی طرح ہے اس لئے، اس لئے پیدر پے روزہ رکھنا ہوگا۔

وجہ : (۱) حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث یہ ہے۔ ان ابن مسعود كان يقرأ فصيام ثلاثة ايام متتابعات (سنن للبیہقی، باب التتابع فی صوم الکفارۃ، ج عاشر، ص ۱۰۴ نمبر ۲۰۰۱۲ رمصنف عبدالرزاق، باب صیام ثلاثۃ ایام وتقدیم التکفیر، ج ثامن، ص ۵۱۳ نمبر ۱٦۱۰۲) (۲) دوسرے قول صحابی میں ہے۔ عن ابن عباس فى آية كفارة اليمين قالا هو بالخيار فى هؤلاء الثلاث الاول فان لم يجد شيئا من ذلک فصيام ثلاثة ايام متتابعات (سنن للبیہقی، باب التخییر بین الاطعام والکسوۃ والعتق فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام، ج عاشر ص ۱۰۲ نمبر ۲۰۰۰٦) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ پے در پے روزہ رکھے۔

ترجمہ : ٣ پھر متن میں ادنی کپڑے کا ذکر ہے اور امام محمدؒ سے یہی مروی ہے، لیکن امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ ادنی اتنا کپڑا ہو جو عام بدن کو ڈھانک دے، یہی وجہ ہے کہ صرف پائے جامہ دینا جائز نہیں ہے، صحیح بات یہی ہے اس لئے کہ صرف پائے جامہ کا پہننے والا عرف میں ننگا شمار کیا جاتا ہے۔

تشریح : متن میں فرمایا کہ ادنی کپڑا اتنا ہو کہ ستر ڈھانک دے جیسے صرف پائے جامہ دے دے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ

۴ لٰكِنْ مَا لاَ يُجْزِيْهِ عَنِ الْكِسْوَةِ يُجْزِيْهِ عَنِ الطَّعَامِ بِاِعْتِبَارِ الْقِيْمَةِ،
(۲۳۳۷) وَإِنْ قَـدَّمَ الْكَفَّارَةَ عَلَى الْحِنْثِ لَمْ يَجْزُهُ، ا وَقَـالَ الشَّافِعِيُّ يُجْزِيْهِ بِالْمَالِ، لِأَنَّـهُ أَدَّاهَا بَعْدَ السَّبَبِ وَهُوَ الْيَمِيْنُ فَـأَشْبَهَ التَّكْفِيْرَ بَعْدَ الْجَرْحِ،

عرف میں اس کو ننگا کہتے ہیں، بلکہ اتنا کپڑا ہو کہ عام بدن کو ڈھانک دے اتنا کپڑا دینا ضروری ہے۔
وجـــہ :اس قول صحابی میں ہے کہ ناف سے لیکر گھٹنے تک ڈھانک دے اتنا کپڑا بھی دے دیناف کافی ہے۔اعـن ابـی مـوسی الاشعری انه حلف فاعطی عشرة مساكين عشرة اثواب لكل مسكين ثوبا من مقعد هجر (سنن للبیہقی ، باب ما تجزی من الکسوۃ فی الکفارۃ ج عاشر ص ۹۷ نمبر ۱۹۹۸۱ رمصنف عبد الرزاق ، باب اطعام عشرۃ مساکین اوکسوتھم ج ثامن ص ۵۱۰ نمبر ۱۶۰۸۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک کپڑا دینا بھی کافی ہے۔
ترجمہ :۴ لیکن جو رقم کپڑے کے لئے کافی نہ ہو وہ قیمت کے اعتبار سے کھانے کے بدلے میں کافی ہو جائے گی۔
تشــریح :مثلا زید نے کپڑے کے لئے غریب کو دس درہم دئے ،اس دس درہم سے دس آدمی کا کپڑا نہیں آسکتا تھا،لیکن دس آدمیوں کو کھانا کھلایا جاسکتا تھا،تو یوں سمجھا جائے گا کہ دس آدمیوں کو کھانا کھلایا،اس لئے قسم کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔
ترجمہ :(۲۳۳۷) پس اگر کفارہ کو حانث ہونے پر مقدم کیا تو جائز نہیں ہے۔
تشــریح : پہلے قسم کے خلاف کر کے حانث ہو پھر کفارہ ادا کرے تو کفارہ ادا ہوگا۔اور اگر پہلے کفارہ ادا کیا پھر وہ کام کیا اور حانث ہوا تو وہ کفارہ کافی نہیں ہے کفارہ دوبارہ ادا کرنا ہوگا۔
وجہ :(۱)امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کفارہ کا سبب حانث ہونا ہے۔قسم کھانا کفارہ کا سبب نہیں ہے اس لئے جب تک حانث نہ ہو کفارہ لازم نہیں ہوگا۔اس لئے حانث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کر دیا تو وہ صدقہ ہو گیا کفارہ ہوا ہی نہیں۔اس لئے حانث ہونے کے بعد دوبارہ کفارہ ادا کرنا ہوگا (۲) حدیث میں ہے کہ حانث پہلے ہوا ہو اور کفارہ بعد میں ادا کرے۔عـن ابـی هـریـرة قال قـال رسـول الله ﷺ من حلف علی یمین فرای غیرها خیرا منها فلیأت الذی هو خیر ولیكفر عن یمینه۔ (مسلم شریف، باب ندب من حلف یمینا فرای غیرھا خیرا منھا ان یاتی الذی ھو خیر ویکفر عن یمینہ ص ۶ ۴ نمبر ۱۶۵۰ / ۴۲۷۳ ربخاری شریف، باب قول اللہ تعالی لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ص ۹۸۰ نمبر ۶۶۲۱ رترمذی شریف، باب ماجا فیمن حلف علی یمین فرأی غیرھا خیرا منھا ص ۲۷۹ نمبر ۱۵۲۹)اس حدیث میں حانث پہلے ہوا ہے اور کفارہ بعد میں ادا کرنے کا حکم ہے۔اس لئے حانث پہلے ہو اور کفارہ بعد میں ادا کرے۔
تـرجـمـہ :ا امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مال سے کفارہ دے تو حانث ہونے سے پہلے بھی کافی ہے،اس لئے کہ سبب، یعنی قسم

۲ وَلَنَا أَنَّ الْكَفَّارَةَ لِسَتْرِ الْجِنَايَةِ وَلاَ جِنَايَةَ هٰهُنَا، وَالْيَمِيْنُ لَيْسَتْ بِسَبَبٍ، لِأَنَّهُ مَانِعٌ غَيْرُ مُفْضٍ، ۳ بِخِلاَفِ الْجُرْحِ، لِأَنَّهُ مُفْضٍ، ۴ ثُمَّ لاَ يُسْتَرَدُّ مِنَ الْمِسْكِيْنِ لِوُقُوْعِهٖ صَدَقَةً.

کے بعد ادا کیا، تو جیسے شکار کو زخمی کرنے کے بعد کفارہ دے۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قسم کھانے کے بعد مال سے کفارہ ادا کر دیا پھر حانث ہوا تب بھی یہ کفارہ اس قسم کے لئے کافی ہو جائے گا۔ دوبارہ کفارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی مثال دیتے ہیں کہ آدمی کو زخمی کرنے کے بعد ابھی مرا نہیں اور اس کا کفارہ غلام آزاد کر دیا تو قتل خطاء میں وہ کفارہ کافی ہو جاتا ہے، کیونکہ کفارہ کا سبب زخم کرنا پایا گیا، اسی طرح یہاں قسم کفارہ کا سبب ہے وہ پایا گیا تو کفارہ ادا کرنا کافی ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) وہ فرماتے ہیں کفارہ کا اصل سبب قسم ہے۔ حانث ہونا تو شرط پائے جانے کے لئے ہے اس لئے قسم کھانے کے بعد کفارہ ادا کر دیا تو کفارہ ادا ہو جائے گا (۲) حدیث میں اس کا بھی ثبوت ہے۔ **عن ابی موسی الاشعری قال اتیت النبی ﷺ فی رهط من الشعریین نستحمله ... والله ان شاء الله لا احلف علی یمین ثم اری خیرا منها الا کفرت عن یمینی واتیت الذی هو خیر** ۔ (مسلم شریف، باب ندب من حلف یمینا فرای غیرها خیرا منها، ص ۴۶ نمبر ۱۶۴۹/۴۲۶۳ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی الکفارة قبل الحنث، ص ۲۷۹، نمبر ۱۵۳۰) اس حدیث میں ہے کہ کفارہ پہلے ادا کیا اور قسم کھایا ہوا کام بعد میں کیا جس سے معلوم ہوا کہ حانث ہونے سے پہلے کفارہ دے دیا تو ادا ہو جائے گا

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ کفارہ جرم کو چھپانے کے لئے ہے اور یہاں ابھی تک جرم نہیں ہوا ہے، اور قسم کفارے کا سبب نہیں ہے اس لئے کہ قسم تو اس لئے کھاتے ہیں کہ اس کام کو کرنے سے رکا جائے۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ کفارہ جرم کو چھپانے کے لئے ہے، اور جرم ہوا ہی نہیں ہے تو کفارہ کیوں لازم ہو، دوسری دلیل یہ ہے کہ قسم تو اس لئے کھاتے ہیں کہ اس کام سے رکا جائے، اس لئے قسم کام تک پہنچانے کے لئے نہیں ہے، بلکہ اس سے روکنے کے لئے اس لئے قسم کفارہ کا سبب نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳ بخلاف زخم کے اس لئے کہ زخم موت تک پہنچانے والا ہے۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، کہ زخم تو موت تک پہنچانے والا ہے اس لئے زخم کفارہ کا سبب ہے اس لئے زخم کے بعد کفارہ دے دیا تو ادا ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۴ پھر دیا ہوا کفارہ مسکین سے واپس نہیں لیا جائے گا، کیونکہ وہ صدقہ ہو گیا۔

تشریح: واضح ہے۔

(٢٣٣٨) قَالَ وَمَنْ حَلَفَ عَلٰى مَعْصِيَةٍ مِثْلُ أَنْ لَّا يُصَلِّيَ أَوْ لا يُكَلِّمَ أَبَاهُ أَوْ لَيَقْتُلَنَّ فَيَنْبَغِي أَنْ يَّحْنَثَ نَفْسَهُ وَيُكَفِّرُ عَنْ يَمِيْنِهٖ ١ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلامُ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ وَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ثُمَّ لِيَكْفُرَ عَنْ يَمِيْنِهٖ، ٢ وَلِأَنَّ فِيْمَا قُلْنَاهُ تَفْوِيْتُ الْبِرِّ إِلٰى جَابِرٍ وَهُوَ الْكَفَّارَةُ، وَلاَ جَابِرَ لِلْمَعْصِيَةِ فِيْ ضِدِّهٖ، (٢٣٣٩) وَإِذَا حَلَفَ الْكَافِرُ ثُمَّ حَنَثَ فِيْ حَالِ كُفْرِهٖ أَوْ بَعْدَ إِسْلامِهٖ فَلا حِنْثَ عَلَيْهِ، ١ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِأَهْلٍ لِلْيَمِيْنِ لِأَنَّهَا تَعْقِدُ لِتَعْظِيْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَمَعَ الْكُفْرِ لا يَكُوْنُ مُعَظِّمًا، وَلاَ هُوَ أَهْلٌ لِلْكَفَّارَةِ لِأَنَّهَا عِبَادَةٌ.

ترجمه :(٢٣٣٨) کسی نے گناہ پرقسم کھائی مثلا یہ کہ نماز نہیں پڑھے گا یا والد سے بات نہیں کرے گا یا فلان کو ضرور قتل کرے گا تو چاہئے کہ خود ہی حانث ہو جائے اور قسم کا کفارہ دے دے۔

ترجمه:١ حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ، کسی نے قسم کھائی اور اسکے خلاف اچھا ہے تو جو اچھا ہے اس کو کرلے پھر قسم کا کفارہ دے۔

تشریح:کسی نے گناہ کی بات پر قسم کھائی تو بہتر یہ ہے کہ وہ نہ کرے اور حانث ہو کر کفارہ ادا کر دے۔

وجه : حدیث میں اسی کی تعلیم ہے جسکو صاحب ہدایہ نے بیان کیا ہے۔عن ابی بردة عن ابیه قال اتیت النبی ﷺ فی رهط ... وانی والله ان شاء الله لا احلف علی یمین فاری غیرها خیرا منها الا کفرت عن یمینی واتیت الذی هو خیر او اتیت الذی هو خیر وکفرت عن یمینی (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم،ص ٩٨٠،نمبر ٦٦٢٣ رمسلم شریف، باب ندب من حلف یمینا فرای غیرها خیرا منها ان یأتی الذی هو خیر ویکفر عن یمینه،ص ٤٦،نمبر ١٦٤٩ ر ٤٢٦٣) اس حدیث میں ہے کہ اگر قسم کھائی ہوئی بات کے خلاف کو خیر اور اچھی سمجھتا ہوں تو میں اس کو کرتا ہوں اور قسم کا کفارہ ادا کرتا ہوں (٢) یوں بھی گناہ کا کام نہیں کرنا چاہئے،اس کو چھوڑ کر کفارہ ادا کرنا بہتر ہے۔

ترجمه :٢ اور اس لئے کہ جو ہم نے کہا اس میں فوت شدہ نیکی کی کفارہ سے کچھ تلافی ہے،اور اس کے خلاف کرنے سے گناہ کی کوئی تلافی نہیں ہے۔

تشریح :جس کام پر قسم کھائی اگر وہ نیکی ہے اور نہ کرسکا تو کفارہ دیکر اس کی تلافی ہو جائے گی،لیکن گناہ کا کام کرلیا تو اس کی تلافی کچھ بھی نہیں ہے اس لئے کام کر کے کفارہ ادا کر دے۔

ترجمه:(٢٣٣٩) اگر کافر نے قسم کھائی پھر کفر کی حالت میں حانث ہو گیا یا اسلام کے بعد حانث ہوا تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

ترجمه :١ اس لئے کہ کافر قسم کا اہل نہیں ہے، کیونکہ قسم میں تو اللہ کی تعظیم کا اعتقاد ہوتا ہے،اور کفر کے ساتھ اللہ کی تعظیم نہیں ہوسکتی،اور دوسری بات یہ ہے کہ کافر کفارے کا اہل نہیں ہے، کیونکہ کفارہ عبادت ہے۔

(۲۳۴۰) وَمَنْ حَرَّمَ عَلٰى نَفْسِهِ شَيْئًا مِمَّا يَمْلِكُهُ لَمْ يَصِرْ مُحَرَّمًا، وَعَلَيْهِ إِنْ اسْتَبَاحَهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ ،

تشریح: کافر قسم کھالے، پھر کفر کی حالت میں حانث ہو جائے، یا اسلام لانے کے بعد حانث ہو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

وجہ :(۱) کافر کی قسم کا ہی اعتبار نہیں ہے کیونکہ قسم منعقد ہوتی ہے اللہ کے نام سے یا اس کی صفات ذاتی سے اور کافر نہ اللہ کو مانتا ہے اور نہ اس کی صفات ذاتی کو مانتا ہے۔ اور نہ اس کی تعظیم کرتا ہے اس لئے اللہ کا نام لے بھی تو قسم منعقد نہیں ہوگی۔ اور جب قسم منعقد نہیں ہوگی تو چاہے کفر کی حالت میں حانث ہو یا اسلام کی حالت میں حانث ہو کفارہ لازم نہیں ہوگا (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ ... من كان حالفا فليحلف بالله او ليصمت** (بخاری شریف، باب لا تحلفوا آبا بائکم ص۹۸۳ نمبر ۶۶۴۶ رمسلم شریف، باب النہی عن الحلف بغیر اللہ تعالی ص ۴۶ ،نمبر ۱۶۴۶ر ۴۲۵۷) اس حدیث میں ہے کہ اللہ کے ساتھ قسم کھائے یا چپ رہے اور کافر اللہ پر یقین نہیں رکھتا اس لئے اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی (۳) کفارہ تو عبادت ہے اس لئے کافر پر عبادت کیسے لازم کریں اس لئے کافر پر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ :(۲۳۴۰) کسی نے اپنے اوپر اپنی مملوکہ چیز حرام کر لی تو وہ حقیقتا حرام نہیں ہوگی۔ اور اگر اپنے اوپر مباح قرار دیا تو کفارہ لازم ہوگا۔

تشریح: جو چیزیں انسان کے لئے حلال ہیں اور خود اس کی ملکیت میں ہیں ان چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لے تو وہ چیزیں حقیقت میں تو حرام نہیں ہوں گی البتہ اگر ان کو استعمال کیا تو کفارہ قسم لازم ہوگا۔

وجہ :(۱) حضورؐ نے اپنی بیوی کے طعنہ پر شہد حرام فرمایا تھا تو اللہ نے تنبیہ فرمائی اور اس کو قسم قرار دیا اور اس پر کفارہ بھی لازم ہوا۔ آیت یہ ہے۔ **یا ایها النبی لم تحرم ما احل الله لک تبتغی مرضات ازواجک والله غفور رحیمo قد فرض الله لكم تحلة ایمانکم والله مولیٰ کم وهو العلیم الحکیم** (آیت ۱؍۲ سورۃ التحریم ۶۶) اس آیت میں حلال چیز کو حرام کیا تو اس کو اللہ تعالی نے قسم قرار دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حلال چیز کو حرام قرار دینا قسم ہے۔ اور اس کو استعمال کرنے پر کفارہ لازم ہوگا (۲) حدیث میں اس کا تذکرہ ہے۔ **ان ابن عباس قال فی الحرام یکفر وقال ابن عباس لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة** (بخاری شریف، باب یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک ص ۲۹ ۷ نمبر ۴۹۱۱، کتاب التفسیر، سورۃ التحریم رمسلم شریف، باب وجوب الکفارۃ علی من حرم امرأتہ ولم ینو الطلاق ص ۴۷۸ نمبر ۱۴۷۳) اس حدیث میں حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ حلال چیز کو حرام کرے تو وہ قسم ہے اس کا کفارہ لازم ہوگا۔ اور وہ چیز حقیقت میں حرام نہیں ہوگی اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ **ان ابا بکر وعمر وابن مسعود قالوا من قال لامرأته هی علی حرام فلیست علیه بحرام وعلیه کفارة یمین** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۶۹ من قال الحرام یمین ولیست بطلاق ج رابع ص ۱۰۰

۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لاَ كَفَّارَةَ عَلَيْهِ، لِأَنَّ تَحْرِيْمَ الْحَلاَلِ قَلْبُ الْمَشْرُوْعِ فَلاَ يَنْعَقِدُ بِهِ تَصَرُّفٌ مَشْرُوْعٌ وَهُوَ الْيَمِيْنُ، ۲؎ وَلَنَا أَنَّ اللَّفْظَ يُنْبِئُ عَنْ إِثْبَاتِ الْحُرْمَةِ وَقَدْ أَمْكَنَ إِعْمَالُهُ بِثُبُوْتِ الْحُرْمَةِ لِغَيْرِهِ بِإِثْبَاتِ مُوْجَبِ الْيَمِيْنِ فَيُصَارُ إِلَيْهِ، ۳؎ ثُمَّ إِذَا فَعَلَهُ مِمَّا حَرَّمَهُ قَلِيْلاً أَوْ كَثِيْرًا حَنِثَ وَوَجَبَتِ الْكَفَّارَةُ وَهُوَ الْمَعْنٰى مِنَ الْاِسْتِبَاحَةِ الْمَذْكُوْرَةِ، لِأَنَّ التَّحْرِيْمَ إِذَا ثَبَتَ تَنَاوَلَ كُلَّ جُزْءٍ مِّنْهُ.

(۲۳۴۱) وَلَوْ قَالَ كُلُّ حِلٍّ عَلَيَّ حَرَامٌ فَهُوَ عَلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ إِلَّا أَنْ يَّنْوِيَ غَيْرَ ذٰلِكَ،

نمبر۱۸۱۹۴)اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ وہ چیز حقیقت میں حرام نہیں ہوگی البتہ استعمال کرے گا تو قسم کا کفارہ ادا کرے گا۔

ترجمہ :۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اس پر کفارہ نہیں ہے، اس لئے کہ حلال چیز کو حرام کرنا مشروع کا الٹا ہے، قسم جو مشروع ہے وہ منعقد نہیں ہوگی۔

تشریح:امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کسی حلال چیز کو حرام کرلیا تو قسم ہی منعقد نہیں ہوگی۔

وجہ:(۱) حلال چیز مشروع ہے اور اس نے اس کا الٹا کر دیا اس لئے قسم ہی منعقد نہیں ہوگی۔عن الشعبی قال ان قال انت علی حرام فھی اھون علی من نعلی ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الحرام، ج سادس، ص ۳۱۲، نمبر ۱۱۴۲۲ / مصنف ابن ابی شیبۃ ۶۹ من قال الحرام یمین ولیست بطلاق ج رابع ص ۱۰۰ نمبر ۱۸۱۹۵)م)اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ قسم منعقد نہیں ہوگی۔

ترجمہ :۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ لفظ یمین کا مطلب ہے حرمت ثابت کرنا، اور حرمت لغیرہ ثابت کر کے اس کا عمل دینا ممکن ہے اس لئے اسی کی طرف پھیرا جائے گا۔

تشریح : یہ لفظی دلیل ہے، کہ یمین کا ترجمہ ہے حرمت ثابت کرنا اس لئے اس چیز کو حرام کر کے گویا کہ یمین پر عمل کیا اس لئے قسم منعقد ہو جائے گی۔

ترجمہ :۳؎ پھر حرام کی ہوئی چیز کو تھوڑا یا زیادہ استعمال کیا تو حانث ہو جائے گا اور کفارہ واجب ہوگا، متن میں استباحۃ، کا معنی یہی ہے، اس لئے کہ جب حرمت ثابت ہوئی تو ہر چیز میں حرمت آئے گی۔

تشریح : جس حلال چیز کو قسم کے ذریعہ حرام کیا تھا اس میں سے تھوڑا بھی استعمال کیا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ لازم ہوگا، کیونکہ ہر ہر جز میں حرمت آگئی ہے۔ متن میں ان استباحہ، کفارۃ، کا مطلب یہی ہے۔

ترجمہ :(۲۳۴۱) اگر کہا کہ ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے تو یہ کھانے اور پینے کی چیزوں پر محمول ہوگا مگر یہ کہ اس کے علاوہ کی نیت کرے۔

تشریح :اس جملے سے تو ہونا یہ چاہئے تھا کہ بیوی وغیرہ بھی حرام ہو جائیں لیکن متبادر اور عام محاورے میں کھانے پینے کی چیزیں

۱؎ وَالْقِيَاسُ أَنْ يَّحْنِثَ كَمَا فَرَغَ، لِأَنَّهُ بَاشَرَ فِعْلاً مُبَاحًا وَهُوَ التَّنَفُّسُ وَنَحْوُهُ، وَهٰذَا قَوْلُ زُفَرَ. ۲؎ وَجْهُ الْإِسْتِحْسَانِ أَنَّ الْمَقْصُوْدَ هُوَ الْبِرُّ لاَ يَتَحَصَّلُ مَعَ اعْتِبَارِ الْعُمُوْمِ، وَإِذَا سَقَطَ اِعْتِبَارُهُ يَنْصَرِفُ إِلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ لِلْعُرْفِ فَإِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ فِيْمَا يَتَنَاوَلُ عَادَةً، ۳؎ وَلاَ يَتَنَاوَلُ الْمَرْأَةُ إِلَّا

مراد لیتے ہیں اس لئے بیوی حرام نہیں ہوگی بلکہ کھانے پینے کی چیز استعمال کرنے سے کفارہ لازم ہوگا حرام تو وہ بھی نہیں ہوگی۔

وجه :(۱) قول تابعی میں ہے۔ سألت الشعبی عن رجل قال کل حل علی حرام قال لا یوجب طلاقا ولا یحرم حلالا یکفر یمینه (مصنف ابن ابی شیبة ۷۰ ما قالوا فیه اذا قال کل حل هل علی حرام، ج رابع، ص ۱۰۰، نمبر ۱۸۱۹۹/ مصنف عبد الرزاق، باب الحرام، ج سادس، ص ۳۱۰، نمبر ۱۱۴۰۸) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوگی اس لئے کل حل علی حرام سے بیوی مراد نہیں ہوگی بلکہ کھانے پینے کی چیز استعمال کرنے سے کفارہ لازم ہوگا۔ (۲) عن الثوری قال یقول فی الحرام فلی ثلاثة وجوه : ان نوی طلاقا فهو علی مانوی، ون نوی ثلاثا فثلاث، و ان نوی واحدة فواحدة بائنة وان نوی یمینافهی یمین وان لم ینوی شیئا فهی کذبة فلیس فیه کفارة۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الحرام، ج سادس، ص ۳۱۳، نمبر ۱۱۴۳۴) اس قول تابعی س معلوم ہوا کہ حرام کرنے کی تین صورتیں ہیں اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہوگی اور اگر ایک طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر قسم کی نیت کی تو قسم ہوگی، اور کچھ نیت نہیں کی تو یہ جملہ بے کار جائے گا۔

ترجمہ :۱؎ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جیسے ہی قسم کھا کر فارغ ہوا تو حانث ہو جائے، اس لئے کہ مباح چیز کو استعمال کیا، اور وہ سانس لینا ہے، اور یہی قول امام زفرؒ کا ہے۔

تشریح :ہر حلال چیز کو حرام کر دیا تو حلال چیز میں سانس لینا بھی ہے اور اس نے قسم کھانے کے بعد سانس لیا اس لئے قسم کھانے کے بعد ہی حانث ہو جانا چاہئے، اور قسم کا کفارہ لازم ہونا چاہئے، چنانچہ امام زفرؒ کی رائے یہی ہے۔

ترجمہ :۲؎ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ مقصود بری ہونا، اور یہ عموم کے اعتبار سے حاصل نہیں ہوگا، اور جب عموم کا اعتبار ساقط ہو گیا تو عرف کی وجہ سے کھانے پینے کی طرف پھیرا جائے گا، کیونکہ جو عادۃ استعمال کرتے ہیں اس کو شامل ہوگا۔

تشریح :متن میں استحسان پر عمل کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قسم کھانے کا مقصد بری ہونا ہے، اور قسم کو اتنا عام کر دے کہ سانس بھی نہ لے سکے صحیح نہیں ہے، اور جب کل حل میں عموم نہیں رہا تو عادت میں عام طور پر جو چیز استعمال کرتے ہیں وہی مراد ہوگا، یعنی کھانے، پینے کی چیز، اس لئے کھانے اور پینے سے حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ :۳؎ اس قسم میں بیوی شامل نہیں ہوگی مگر نیت سے اس لئے کہ عموم ساقط ہو گیا، تو بیوی بھی شامل نہیں ہوگی، اور اگر

بِالنِّيَّةِ لِإِسْقَاطِ اِعْتِبَارِ الْعُمُوْمِ، وَإِذَا نَوَاهَا كَانَ إِيْلَاءً، وَلَا تُصْرَفُ الْيَمِيْنُ عَنِ الْمَاكُوْلِ وَالْمَشْرُوْبِ، وَهٰذَا كُلُّهُ جَوَابُ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ. ۴ وَمَشَايِخُنَا قَالُوْا يَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ مِنْ غَيْرِ نِيَّةٍ لِغَلَبَةِ الْاِسْتِعْمَالِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى، ۵ وَكَذَا يَنْبَغِيْ فِيْ قَوْلِهٖ حَلَال بروى حرام لِلْعُرْفِ،

بیوی کی نیت کی تو ایلاء ہوگا پھر بھی کھانے اور پینے کی چیز ختم نہیں ہوگی، اور یہ ظاہر روایت کے اعتبار سے ہے۔

تشریح: کل حلال میں بیوی شامل نہیں ہوگی، ہاں بیوی کی بھی نیت کرے گا تو بیوی شامل ہوگی، اور بیوی کی نیت کرے گا تو اس سے ایلاء ہوگا، ظاہر روایت یہی ہے۔

وجه: (۱) ان کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ عن علی فی الرجل یقول لامرأته کل حل علی فهو حرام قال تحرم علیه امرأته و لا تحل له حتی تنکح زوجا غیره ویکفر یمینه من ماله (مصنف ابن ابی شیبة ۷۰ ما قالوا فیہ اذا قال کل حل علی حرام ج رابع ص ۱۰۱ نمبر ۱۸۲۰۳ رمصنف عبد الرزاق، باب الحرام، ج سادس، ص ۳۱۲، نمبر ۱۱۴۲۳) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ بیوی کو بھی طلاق واقع ہوگی۔ (۲) عن الثوری قال یقول فی الحرام فلی ثلاثة وجوه : ان نوی طلاقا فهو علی ما نوی ، و ان نوی ثلاثا فثلاث ، و ان نوی واحدة فواحدة بائنة و ان نوی یمینا فهی یمین و ان لم ینوی شیئا فهی کذبة فلیس فیه کفارة ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الحرام، ج سادس، ص ۳۱۳، نمبر ۱۱۴۳۴) اس قول تابعی س معلوم ہوا کہ حرام کرنے کی تین صورتیں ہیں اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہوگی اور اگر ایک طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر قسم کی نیت کی تو قسم ہوگی، اور کچھ نیت نہیں کی تو یہ جملہ بیکار جائے گا۔

ترجمہ: ۴ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ بغیر نیت کے بھی طلاق ہو جائے گی کیونکہ غالب استعمال بیوی ہی ہے، اور اسی پر فتوی۔

تشریح: ہمارے مشائخ نے یہ بھی فرمایا کہ کل حلال میں بیوی داخل ہے اور بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

وجه: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ عام استعمال میں کل حلال سے بیوی مراد لیتے ہیں، اور اسی پر فتوی ہے۔ (۲) ان کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ عن علی فی الرجل یقول لامرأته کل حل علی فهو حرام قال تحرم علیه امرأته و لا تحل له حتی تنکح زوجا غیره ویکفر یمینه من ماله (مصنف ابن ابی شیبة ۷۰ ما قالوا فیہ اذا قال کل حل علی حرام ج رابع ص ۱۰۱ نمبر ۱۸۲۰۳ ر مصنف عبد الرزاق، باب الحرام، ج سادس، ص ۳۱۲، نمبر ۱۱۴۲۳) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ بیوی کو طلاق واقع ہوگی۔

ترجمہ: ۵ آدمی کا قول، حلال بروی حرام، عرف کی وجہ سے اس فارسی جملے سے طلاق واقع ہوگی۔

تشریح: حلال بروی حرام، یہ فارسی کا جملہ ہے، [جو حلال ہے وہ اس پر حرام ہے، عرف میں اس جملے کو بیوی کو طلاق کے لئے استعمال کرتے ہیں اس لئے اس جملہ سے طلاق واقع ہوگی۔

٦ وَاخْتَلَفُوْا فِيْ قَوْلِهِ هر چه بردست گيرم بروى حرام أَنَّهُ هَلْ تُشْتَرَطُ النِّيَّةُ؟ وَالْأَظْهَرُ أَنَّهُ يُجْعَلُ طَلَاقًا مِنْ غَيْرِ نِيَّةٍ لِلْعُرْفِ. (٢٣٤٢) وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا مُطْلَقًا فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ ١ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ نَذَرَ وَسَمّٰى فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ بِمَا سَمّٰى، (٢٣٤٣) وَإِنْ عَلَّقَ النَّذْرَ بِشَرْطٍ فَوُجِدَ الشَّرْطُ فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ بِنَفْسِ النَّذْرِ ١ لِإِطْلَاقِ الْحَدِيْثِ،

ترجمه: ٦ ہر چہ بردست راست گیرم بروی حرام، کے جملے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے، کیا اس میں طلاق کی نیت کی شرط ہے، ظاہر بات یہ ہے کہ عرف کی وجہ سے بغیر نیت کے طلاق ہوگی۔

تشریح: یہ جملہ بھی فارسی کا ہے اس کا ترجمہ ہے، جو کچھ وہ دائیں ہاتھ میں پکڑے گا وہ حرام ہے، اس جملے میں مشائخ کا اختلاف، ظاہر روایت یہی ہے کہ عرف میں اس سے طلاق واقع کرتے ہیں اس لئے بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

ترجمه: (٢٣٤٢) کسی نے مطلق نذر مانی تو اس پر پورا کرنا ہے۔

ترجمه: ١ حضورؐ کے قول کی وجہ سے جس نے نظر مانی اور بیان کیا تو اس پر اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

تشریح: نذر ماننے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک مطلق نذر مثلا میں حج کرنے کی نذر مانتا ہوں تو اس نذر کو پوری کرنا چاہئے۔ اور نذر پوری نہیں کی تو کفارہ یمین لازم ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر نذر کو کسی شرط پر معلق کیا مثلا اگر امتحان میں کامیاب ہو گیا تو حج کروں گا اور وہ شرط پائی گئی مثلا وہ امتحان میں کامیاب ہو گیا تو اس کو حج کرنا چاہئے۔

وجه: (١) آیت میں ہے کہ نذر پوری کیا کرو۔ ثم ليقضوا تفثهم وليوفوا نذورهم . (آیت ٢٩ سورة الحج ٢٢) اس آیت میں ہے کہ نذر پوری کرو (٢) حدیث میں ہے۔ عن عائشة عن النبى ﷺ قال من نذر ان يطيع الله فليطعه ومن نذر ان يعصيه فلا يعصه (بخاری شریف، باب النذر فی الطاعۃ، ص ٩٩٠ نمبر ٦٦٩٦) (٣) ایک اور آیت میں ہے۔ وما انفقتم من نفقة او نذرتم من نذر فان الله يعلمه (آیت ٢٧٠ سورة البقرة ٢) اس حدیث اور آیت میں بھی ہے کہ نذر پوری کیا کرو۔ (٤) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال من نذرنذرا لم يسمه فكفارته كفارة يمين ومن نذر نذرا فى معصية فكفارته كفارة يمين ومن نذر نذرا لايطيقه فكفارته كفارة يمين ومن نذر نذرا اطاقه فليف به (ابوداؤد شریف، باب من نذر نذرا لا یطیقہ ص ١١٦ نمبر ٣٣٢٢ / ابن ماجہ شریف، باب من نذر نذرا لم یسمہ ص ٣٠٥ نمبر ٢١٢٨) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نذر پوری نہ کر سکے تو اس کا کفارہ کفارہ یمین ہے اس لئے نذر بھی قسم کے معنی میں ہے۔

ترجمه: (٢٣٤٣) اگر کسی نے نذر کو شرط پر معلق کیا، اور شرط پائی گئی تو نذر کی وجہ سے شرط پوری کرنی ضروری ہے۔

ترجمه: ١ کیونکہ اوپر کی حدیث میں ہے کہ نذر پوری کرو۔

۲؎ وَلِأَنَّ الْمُعَلَّقَ بِشَرْطٍ كَالْمُنَجَّزِ عِنْدَهُ، ۳؎ وَعَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ أَنَّهُ رَجَعَ عَنْهُ وَقَالَ إِذَا قَالَ إِنْ فَعَلْتَ كَذَا فَعَلَيَّ حَجَّةٌ أَوْ صَوْمٌ سَنَةً أَوْ صَدَقَةُ مَالٍ أَمْلِكُهُ أَجْزَاهُ مِنْ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ وَيَخْرُجُ عَنِ الْعُهْدَةِ بِالْوَفَاءِ بِمَا سَمّٰى أَيْضًا، وَهٰذَا إِذَا كَانَ شَرْطًا لاَ يُرِيْدُ كَوْنَهُ، لِأَنَّهُ فِيْهِ مَعْنَى الْيَمِيْنِ وَهُوَ الْمَنْعُ وَهُوَ بِظَاهِرِهِ نَذْرٌ فَيَتَخَيَّرُ وَيَمِيْلُ إِلٰى أَيِّ الْجِهَتَيْنِ شَآءَ، ۴؎ بِخِلاَفِ مَا إِذَا كَانَ شَرْطًا يُرِيْدُ كَوْنَهُ كَقَوْلِهِ إِنْ شَفَى اللّٰهُ مَرِيْضِيْ لِانْعِدَامِ الْيَمِيْنِ فِيْهِ وَهُوَ الْمَنْعُ،وَهٰذَا التَّفْصِيْلُ هُوَ الصَّحِيْحُ، (۲۳۴۴) قَالَ وَمَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ وَقَالَ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مُتَّصِلاً بِيَمِيْنِهِ فَلاَ حَنَثَ عَلَيْهِ

تشریح : اگرنذرکوکسی شرط پرمعلق کیا مثلا اگرامتحان میں کامیاب ہوگیا تو حج کروں گا اوروہ شرط پائی گئی مثلا وہ امتحان میں کامیاب ہوگیا تواس کو حج کرنا چاہئے۔

ترجمہ:۲؎ اوراس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شرط پرمعلق کرنا گویا کہ ابھی واقع ہوا۔

تشریح:امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگرشرط پائی گئی تو ایسا ہے کہ وہ کام ابھی ہوا۔

ترجمہ :۳؎ امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے قول سے رجوع کرلیا،اور یوں فرمایا کہ اگر کہا کہ میں ایسا کروں تو مجھ پر حج ہے، یا ایک سال کا روزہ ہے، یا مال کا صدقہ ہے جس کا میں مالک بنوں،تو ان سب میں قسم کا کفارہ دینا کافی ہے،اوریہی امام محمدؒ کا قول ہے،جس چیز کی نذر مانی اس کو پورا کرنے سے بھی عہدہ سے بری ہوجائے گا،اور یہ اس شرط میں ہے کہ اس کونہیں کرنا چاہتا ہو،اس لئے کہ اس میں قسم کا معنی ہے،اوروہ ہے رکنا،اگر چہ ظاہری اعتبار سے نذر ہے،اس لئے اختیار دیا جائے گا اورجدھر مائل ہواس کا اختیار ہوگا۔

تشریح :ایسا کام جس کوکرنا نہیں چاہتا ہو جیسے شراب پینا،اس کے بارے میں اگرنذر مانی تو یہ نذر بھی ہے اورقسم بھی ہے، اس لئے قسم کا اعتبار کرتے ہوئے،کفارہ دے سکتا ہے،اورنذر کے اعتبار کرتے ہوئے اس نذر کو پوری بھی کرسکتا ہے۔

ترجمہ :۴؎ بخلاف اگرایسی شرط ہوجسکوکرنا چاہتا ہو، جیسے اللہ اس مرض سے شفاء دے[تو حج کروں گا]تواس میں قسم کا معنی نہیں ہے اوروہ ہے رکنا،اور یہ تفصیل صحیح ہے۔

تشریح :اگرایسی شرط پرنذرکومعلق کیا جوکرنا چاہتا ہے، جیسے میرے مرض سے شفاء دے دے،تواس میں قسم کا معنی نہیں ہے،صرف نذر کا معنی ہے،اس لئے دو اختیار نہیں ہوں گے بلکہ اس کو پورا کرنا ہی ہوگا۔

ترجمہ:(۲۳۴۴) کسی نے قسم کھائی اورقسم کے ساتھ متصلا ان شاء اللہ کہا تو حانث نہیں ہوگا۔

ل لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ: مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ وَقَالَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّ فِيْ يَمِيْنِهِ إِلاَّ أَنَّهُ لاَ بُدَّ مِنَ الْاِتِّصَالِ، لِأَنَّهُ بَعْدَ الْفَرَاغِ رُجُوْعٌ وَلاَ رُجُوْعَ فِي الْيَمِيْنِ.

ترجمہ:ل حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ جس نے قسم کھائی اور ان شاء اللہ کہا تو وہ اپنی قسم میں بری ہو گیا، لیکن یہ ضروری ہے کہ متصلا انشاء اللہ کہے، اس لئے کہ کلام سے فارغ ہونے کے بعد ان شاء اللہ کہے گا تو اس بات سے رجوع کرنا ہوا، اور قسم میں رجوع کرنا نہیں ہے۔

تشریح: قسم کھانے کے ساتھ متصلا ان شاء اللہ کہا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اللہ چاہے تو یہ کام کروں گا اور اللہ کا چاہنا معلوم نہیں اس لئے وہ قسم بھی منعقد نہیں ہوگی۔ اور جب قسم منعقد نہیں ہوئی تو اس کام کو کرے یا نہ کرے کفارہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر یبلغ به النبی ﷺ قال من حلف علی یمین فقال ان شاء اللہ فقد استثنی**۔ (۲) اور دوسری روایت میں ہے۔ **عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ من حلف فاستثنی فان شاء رجع وان شاء ترک غیر حنث**۔ (ابو داؤد شریف، باب الاستثناء فی الیمین ص ۱۰۸ نمبر ۳۲۶۱/۳۲۶۲ ر ترمذی شریف، نباب ماجاء فی الاستثناء فی الیمین ص ۲۸۰ نمبر ۱۵۳۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قسم کے ساتھ متصلا ان شاء اللہ کہے تو حانث نہیں ہوگا یعنی وہ کام نہ بھی کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

نوٹ: (۱) اگر کچھ دیر کے بعد ان شاء اللہ کہے تو قسم پہلے منعقد ہو جائے گی اور بعد میں ان شاء اللہ کہہ کر گویا کہ منعقد شدہ قسم کو توڑنا چاہتا ہے اس لئے منفصل ان شاء اللہ کا اعتبار نہیں ہے، قسم منعقد ہو جائے گی (۲) قول صحابی میں ہے۔ **عن عبد اللہ بن عمر قال کل استثناء موصول فلا حنث علی صاحبه وان کان غیر موصول فھو حانث**. (سنن للبیہقی، باب صلة الاستثناء بالیمین، ج عاشر، ص ۸۱، نمبر ۱۹۹۲۶) اس قول صحابی میں ہے کہ متصل ہو تو حانث نہیں اور منفصل ہو تو قسم منعقد ہو جائے گی۔

بَابُ الْيَمِيْنِ فِيْ الدُّخُوْلِ وَالسُّكْنٰى

(٢٣٤٥) وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ بَيْتًا فَدَخَلَ الْكَعْبَةَ أَوِ الْمَسْجِدَ أَوِ الْبِيْعَةَ أَوِ الْكَنِيْسَةَ لَمْ يَحْنَثْ، لِ لِأَنَّ الْبَيْتَ مَا أُعِدَّ لِلْبَيْتُوْتَةِ وَهٰذِهِ الْبِقَاعُ مَابُنِيَتْ لَهَا، (٢٣٤٦) وَكَذَا إِذَا دَخَلَ دَهْلِيْزًا أَوْ ظِلَّةَ بَابِ الدَّارِ، لِ لِمَا ذَكَرْنَا، وَالظِّلَّةُ مَا تَكُوْنُ عَلَى السِّكَّةِ، لِ وَقِيْلَ إِذَا كَانَ الدِّهْلِيْزُ بِحَيْثُ لَوْ أُغْلِقَ الْبَابُ يَبْقٰى

﴿باب الیمین فی الدخول والسکنیٰ﴾

ترجمہ: (٢٣٤٥) کسی نے قسم کھائی کہ کمرے میں داخل نہیں ہوگا پھر داخل ہوا کعبہ میں یا مسجد میں یا کلیسا میں یا گرجا میں تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ بیت وہ ہے جو رات گزارنے کے لئے تیار کیا گیا ہو، اور یہ مکانات رات گزارنے کے لئے نہیں بنائے گئے، بلکہ عبادت کے لئے بنائے گئے ہیں۔

وجہ: بیت کہتے ہیں اس کمرے کو جس میں رات گزاری جائے۔ اور مسجد، کعبہ، عیسائیوں کی عبادت گاہ کلیسا اور یہودیوں کی عبادت گاہ گرجا رات گزارنے کیلئے نہیں ہیں بلکہ عبادت کرنے کیلئے ہیں اسلئے جس چیز کی قسم کھائی وہ نہیں پائی گئی اسلئے حانث نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مرد کمرے میں اعتکاف کریگا تو نہیں ہوگا اور مسجد میں ہو جائیگا کیونکہ کمرہ اور مسجد الگ الگ چیزیں ہیں۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی وہ نہیں پائی گئی تو حانث نہیں ہوگا۔

لغت: البیعۃ : عیسائیوں کی عبادت گاہ، کلیسا۔ الکنیسۃ : یہودیوں کی عبادت گاہ، گرجا۔

ترجمہ: (٢٣٤٦) ایسے ہی اگر ڈیوڑھی میں داخل ہوا، یا سائبان میں داخل ہوا [تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لِ اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کیا۔ ظلہ جو گلی پر سائبان ہوتا ہے۔

تشریح: قسم کھائی کہ بیت میں داخل نہیں ہوں گا اور وہ دہلیز میں داخل ہو گیا، یا سائبان میں داخل ہو گیا تو حانث نہیں ہوگا، کیونکہ بیت کا معنی ہے سونا اور یہ دونوں جگہ سونے کے لئے نہیں ہوتے اس لئے ان میں داخل ہونے سے حانث نہیں ہوگا۔

لغت: دہلیز: لمبا تنگ راستہ، ڈیوڑھی۔ سکۃ: اس کی جمع سکک، سیدھا راستہ۔ ظلۃ: ظل سے مشتق ہے، سایہ دار چیز، سائبان گلی پر جو چھا دیتے ہیں یہاں وہ ظلہ مراد ہے۔ مسقّف: سقف سے مشتق ہے، چھت۔ صفۃ: چبوترہ۔

ترجمہ: ٢ بعض حضرات نے فرمایا کہ دہلیز اگر ایسی ہو کہ اگر اس کا دروازہ بند کر دیا جائے تو داخل ہونے والا اندر باقی رہے

دَاخِلاً وَهُوَ مُسَقَّفٌ يَحْنَثُ، لِأَنَّهُ يُبَاتُ فِيْهِ عَادَةً، (۲۳۴۷) وَإِنْ دَخَلَ صُفَّةً حَنِثَ ۱؎ لِأَنَّهُ يُبْنٰى لِلْبَيْتُوْتَةِ فِيْهِ فِيْ بَعْضِ الْأَوْقَاتِ فَصَارَ كَالشَّتْوِيِّ وَالصَّيْفِيِّ، ۲؎ وَقِيْلَ هٰذَا إِذَا كَانَتِ الصُّفَّةُ ذَاتَ حَوَائِطَ أَرْبَعَةٍ وَهٰذَا كَانَتْ صِفَافُهُمْ، وَقِيْلَ الْجَوَابُ مَجْرِيٌّ عَلٰى إِطْلَاقِهٖ وَهُوَ الصَّحِيْحُ.

(۲۳۴۸) وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ دَارًا فَدَخَلَ دَارًا خَرِبَةً لَمْ يَحْنَثْ، (۲۳۴۹) وَلَوْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ

گا[تو حانث ہو جائے گا] کیونکہ یہ چھت دی ہوئی ہے اور عادت میں اس میں سوتے ہیں۔

تشریح : دہلیز اس طرح کی ہو کہ اس کو بند کر دیا جائے تو کمرے کی طرح ہو جائے تو چونکہ اس میں دیہات کے لوگ سوتے ہیں، تو اس قسم کی دہلیز میں داخل ہونے سے حانث ہو جائے گا، کیونکہ گویا کہ بیت میں داخل ہوا۔

ترجمہ:(۲۳۴۷) اگر چبوترے میں داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ بعض اوقات رات گزارنے کے لئے بنایا جاتا ہے، جیسے سردی کو چبوترہ اور گرمی کا چبوترہ۔

تشریح : دیہات میں چبوترہ رات گزارنے کے لئے بنایا جاتا ہے اس لئے اس میں داخل ہوا تو گویا کہ بیت میں داخل ہوا اس لئے حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ :۲؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ چبوترہ کے چاروں طرف دیوار ہو تو حانث ہوگا، کیونکہ اہل کوفہ کا چبوترہ اسی طرح کا ہوا کرتا تھا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اہل کوفہ کی عادت کے مطابق بیان کر رہے ہیں، صحیح بات یہی ہے۔

تشریح :بعض حضرات نے فرمایا کہ اہل کوفہ کا چبوترہ چاروں طرف دیوار والا ہوا کرتا تھا اس لئے اس میں داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا، کیونکہ وہ بیت کی طرح ہو گیا

ترجمہ:(۲۳۴۸) کسی نے قسم کھائی کہ گھر میں داخل نہیں ہوگا پھر داخل ہوا ایسے گھر میں جو ویران ہو چکا ہے تو حانث نہیں ہوگا۔

تشریح: دار کہتے ہیں جس میں چہار دیواری ہو اور چھت ہو اور کم از کم رہنے کے قابل ہو لیکن چہار دیواری گر گئی اور ویران ہو گیا اب وہ چھت نہ ہونے کی وجہ سے رہنے کے قابل نہیں رہا تو اب وہ دار نہیں رہا اس لئے اب اس میں داخل ہونے سے حانث نہیں ہوگا۔

اصول : یہ سب مسئلے اس اصول پر ہیں کہ جس لفظ پر قسم کھائی اس لفظ کے علاوہ کیا تو حانث نہیں ہوگا کیونکہ پچھلی حدیث ابراء المقسم کی وجہ سے حتی الامکان قسم کھانے والے کو حانث نہ ہونے دیا جائے۔

لغت: خربۃ : ویران جگہ۔

ترجمہ :(۲۳۴۹) کسی نے قسم کھائی کہ اس گھر میں داخل نہیں ہوگا۔ پس اس میں منہدم ہونے اور صحرا بننے کے بعد داخل

هٰذِهِ الدَّارَ فَدَخَلَهَا بَعْدَ مَا انْهَدَمَتْ وَصَارَتْ صِحْرَاءَ حَنِثَ ، ۱؎ لِأَنَّ الدَّارَ اِسْمٌ لِلْعَرْصَةِ عِنْدَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ، يُقَالُ دَارٌ عَامِرَةٌ وَدَارٌ عَامِرَةٌ وَقَدْ شَهِدَتْ أَشْعُرُ الْعَرَبِ بِذٰلِكَ فَالْبِنَاءُ وَصْفٌ فِيْهَا غَيْرَ أَنَّ الْوَصْفَ فِيْ الْحَاضِرِ لَغْوٌ، وَفِيْ الْغَائِبِ مُعْتَبَرٌ، (۲۳۵۰) وَلَوْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ فَخَرِبَتْ ثُمَّ بُنِيَتْ أُخْرٰى فَدَخَلَهَا يَحْنَثُ ۱؎ لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ الْإِسْمَ بَاقِيٌّ بَعْدَ الْإِنْهِدَامِ، (۲۳۵۱) وَإِنْ جُعِلَتْ مَسْجِدًا أَوْ حَمَامًا أَوْ بُسْتَانًا أَوْ بَيْتًا فَدَخَلَهُ لَمْ يَحْنَثْ ، ۱؎ لِأَنَّهُ لَمْ يَبْقَ دَارًا لِإِعْتِرَاضِ اِسْمٍ آخَرَ عَلَيْهِ وَكَذَا إِذَا دَخَلَهُ بَعْدَ اِنْهِدَامِ الْحَمَامِ وَأَشْبَاهِهِ، لِأَنَّهُ لَا يَعُوْدُ اِسْمُ الدَّارِ بِهِ،

ہواتو حانث ہوجائے گا۔

وجه :اشارہ کرکے کہااس گھر میں تو اس سے اب گھر مراد نہیں رہی بلکہ گھر کی زمین مراد ہوگئی۔اور گھر گرنے اور چہار دیواری ختم ہونے کے بعد بھی زمین تو وہی ہے اس لئے اس زمین میں بھی داخل ہوگا تو حانث ہوجائے گا۔

لغت:انہدمت: منہدم ہوگیا، ویران ہوگیا۔ صحراء ویران۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ عرب اور عجم کے نزدیک داراس میدان کو بھی کہتے ہیں جس میں گھر بنتا ہے، عرب بولتے ہیں دار عامرۃ[آباد گھر] دار غامرہ[ویران گھر] اور عرب کے اشعار میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے اس لئے عمارت ہونا اس مین ایک صفت ہے، یہ اور بات ہے کہ حاضر ہو تو صفت کی ضرورت نہیں ہے اور غائب ہو تو صفت کی ضرورت ہے۔

تشریح :صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ داراس میدان کو بھی کہتے ہیں جس میں گھر بنایا جاتا ہے، اور بنے ہوئے گھر کو بھی کہتے ہیں، چنانچہ عرب میں دار عامرۃ، اور دار غامرہ، کہتے ہیں، اس لئے جب ہذہ الدار کہا تو وہاں میدان مراد ہوگا، اور جب ہذہ الدار نہیں کہا بلکہ ,دار، نکرہ کہا تو وہاں، بنا ہوا گھر مراد ہوگا۔

ترجمہ:(۲۳۵۰) اگر قسم کھائی کہ اس گھر میں داخل نہیں ہوں گا، پھر وہ گھر ٹوٹ گیا، اور دوسرا گھر بنایا پھر اس میں داخل ہوا تب بھی حانث ہوجائے گا، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کیا۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ ٹوٹنے کے بعد بھی وہ زمین باقی ہے۔

تشریح :یہاں ہذہ الدار، کہا ہے جس سے وہ میدان مراد ہے اس لئے اس میدان میں جو گھر بھی بنے گا اس میں داخل ہونے سے حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ:(۲۳۵۱) اور اگر اس میدان پر مسجد، غسلخانہ، باغ، یا کمرہ بنا دیا گیا پھر اس میں داخل ہوا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ اس پر دوسرا نام آنے کی وجہ سے دار کا میدان باقی نہیں رہا، ایسے ہی غسلخانہ اور اس کے مثل کے

(۲۳۵۲) وَإِنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هٰذَا الْبَيْتَ فَدَخَلَهُ بَعْدَ مَا انْهَدَمَ وَصَارَ صَحْرَاءَ لَمْ يَحْنَثْ لِ لِزَوَالِ اسْمِ الْبَيْتِ، لِأَنَّهُ لَا يُبَاتُ فِيهِ حَتّٰى لَوْ بَقِيَتِ الْحِيطَانُ وَسَقَطَ السَّقْفُ يَحْنَثُ لِأَنَّهُ يُبَاتُ فِيهِ وَالسَّقْفُ وَصْفٌ فِيهِ (۲۳۵۳) وَكَذَا إِذَا بُنِيَ بَيْتًا آخَرَ فَدَخَلَهُ لَمْ يَحْنَثْ، لِ لِأَنَّ الْاِسْمَ لَمْ يَبْقَ بَعْدَ الْاِنْهِدَامِ. (۲۳۵۴) قَالَ وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ فَوَقَفَ عَلٰى سَطْحِهَا حَنِثَ، لِ لِأَنَّ السَّطْحَ مِنَ الدَّارِ أَلَا تَرٰى أَنَّ الْمُعْتَكِفَ لَا يَفْسُدُ اِعْتِكَافُهُ بِالْخُرُوجِ إِلٰى سَطْحِ الْمَسْجِدِ، وَقِيلَ فِي

ٹوٹنے کے بعد داخل ہوا تو حانث نہیں ہوگا، کیونکہ دار کا نام دوبارہ نہیں لوٹا ہے۔

تشریح: ہذہ الدار کہا تھا، اب اس کو توڑ کر دوسرا نام دے دیا، مثلا وہاں غسلخانہ بنا دیا اور اس میں داخل ہوا تو حانث نہیں ہوگا، کیونکہ غسل خانہ بننے کے بعد اب وہ دار کا میدان باقی نہیں رہا، پھر غسلخانہ بھی ٹوٹ گیا اور داخل ہوا تب بھی حانث نہیں ہوگا، کیونکہ ایک مرتبہ دار کا نام ختم ہونے کے بعد اب دوبارہ لوگ اس کو دار نہیں کہیں گے۔

ترجمہ: (۲۳۵۲) اگر قسم کھائی اس بیت میں داخل نہیں ہوگا پھر منہدم ہونے کے بعد داخل ہوا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لے بیت کا نام زائل ہونے کی وجہ سے، اس لئے کہ اس میں اب رات نہیں گزاری جا سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر دیوار باقی رہے اور چھت گر جائے تو حانث ہو جائے گا اس لئے کہ اس میں رات گزار سکتا ہے، اور چھت تو ایک صفت ہے۔

تشریح: کہا اس بیت میں داخل نہیں ہوں گا، اور بیت ٹوٹ جانے کے بعد داخل ہوا تو حانث نہیں ہوگا، اور اگر دیوار باقی ہے اور چھت ٹوٹ چکی ہے تو حانث ہو جائے گا، کیونکہ اس میں رات گزاری جا سکتی ہے۔

وجہ: بیت کہتے ہیں اس کمرے کو جس میں رات گزاری جا سکے اور منہدم ہونے کے بعد اس میں رات نہیں گزاری جا سکے گی اس لئے قسم کے مطابق اب وہ بیت نہیں رہا۔ اس لئے اس میں داخل ہونے سے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۳۵۳) ایسے ہی دوسرا بیت بنا دیا اور اس میں داخل ہوا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لے کیونکہ منہدم ہونے کے بعد بیت باقی نہیں رہا۔

تشریح: پہلے ہی کمرے کو ٹھیک کر دیا تب تو حانث ہو جائے گا، یہاں صورت یہ ہے کہ پہلا بیت منہدم ہو گیا اور وہ بیت باقی نہیں رہا، اب بعد میں دوسرا بیت بنایا اور اس میں داخل ہوا تو اب حانث نہیں ہوگا، کیونکہ یہ پہلا بیت نہیں ہے، جسکی طرف ہذا، کہہ کر اشارہ کیا تھا۔

ترجمہ: (۲۳۵۴) کسی نے قسم کھائی کہ اس دار میں داخل نہیں ہوگا، پھر اس کی چھت پر کھڑا رہا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ چھت دار کا حصہ ہے، کیوں آپ نہیں دیکھتے کہ معتکف کا اعتکاف مسجد کی چھت پر جانے سے نہیں ٹوٹتا

عُرْفِنَالاَ يَحْنَثُ، (۲۳۵۵)قَالَ وَإِذَا دَخَلَ دِهْلِيْزَهَا يَحْنَثُ ـ وَيُجِيْبُ أَنْ يَّكُوْنَ عَلَى الْفَصِيْلِ الَّذِيْ تَقَدَّمَ، (۲۳۵۶) وَإِنْ وَقَفَ فِيْ طَاقِ الْبَابِ بِحَيْثُ إِذَا أُغْلِقَ الْبَابَ كَانَ خَارِجًا لَمْ يَحْنَثْ، لِ لِأَنَّ الْبَابَ لِإِحْرَازِ الدَّارِ وَمَافِيْهَافَلَمْ يَكُنِ الْخَارِجُ مِنَ الدَّارِ،

(۲۳۵۷) قَالَ وَمَنْ حَلَفَ لا يَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَوَهُوَفِيْهَالَمْ يَحْنَثْ بِالْقُعُوْدِحَتّٰى يَخْرُجَ ثُمَّ يَدْخُلَ لِ اِسْتِحْسَانًا،وَالْقِيَاسُ أَنْ يَّحْنَثَ،لِأَنَّ الدَّوَامَ لَهُ حُكْمُ الْاِبْتِدَاءِ،وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ أَنَّ الدُّخُوْلَ

،اوربعض حضرات نے فرمایا کہ ہمارے عرف میں چھت پر جانے سے حانث ہوجائے گا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چھت دار کا حصہ ہے اس لئے چھت پر جانے سے حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ:(۲۳۵۵)ایسے ہی گھر کے ڈیوڑھی میں داخل ہواتو حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ: لہ اورضروری ہے کہ اسی تفصیل پر ہو جو پہلے گزر چکی۔

تشریح: گھر کی ڈیوڑھی دار کا حصہ ہے اس لئے قسم کھائی کہ دار میں داخل نہیں ہوگا اوراس کی ڈیوڑھی میں داخل ہواتو حانث ہوجائے گا۔ پہلے یہ تفصیل گزری کہ ڈیوڑھی اس طرح ہو کہ دروازہ بند کرے تو ڈیوڑھی دار کے اندر ہوجائے تو اس ڈیوڑھی میں داخل ہونے سے حانث ہوگا،اوراگر اندر نہ ہوتو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ:(۲۳۵۶)اگر دروازے کے محراب میں کھڑا ہوااس طرح کہ اگر دروازہ بند کرے تو محراب باہر رہ جائے تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لہ اس لئے کہ دروازہ گھر کی حفاظت کے لئے ہے،اور جو گھر میں ہے اس کی حفاظت کے لئے ہے، پس جو دروازے سے باہر رہ جائے وہ دار میں سے نہیں ہے۔

تشریح:دروازے کا محراب اس طرح تھا کہ دروازہ بند کرے تو محراب دروازے سے باہر رہ جائے تو اس محراب میں کھڑا ہونے سے حانث نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس طرح کا محراب دار میں سے نہیں ہوا۔اس لئے گویا کہ وہ دار میں کھڑا نہیں ہوا۔

ترجمہ:(۲۳۵۷) کسی نے قسم کھائی کہ اس گھر میں داخل نہیں ہوگا اور وہ اسی میں تھا تو بیٹھنے سے حانث نہیں ہوگا یہاں تک کہ نکلے پھر داخل ہو۔

وجہ: اس قسم میں لفظ داخل ہونا استعمال کیا ہے اور داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ باہر سے اندر داخل ہو۔ یہاں باہر سے اندر داخل نہیں ہوا بلکہ اندر ہی بیٹھا رہا اس لئے قسم کے خلاف نہیں کیا اس لئے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لہ یہ استحسان کا تقاضہ ہے،اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ حانث ہوجائے اس لئے کہ اس میں ٹھہرے رہنا گویا کہ داخل

لادَوَامَ لَهُ، لِأَنَّهُ اِنْفِصَالٌ مِنَ الْخَارِجِ إِلَى الدَّاخِلِ.

(٢٣٥٨) وَلَوْ حَلَفَ لا يَلْبَسُ هٰذَا الثَّوْبَ وَهُوَ لابِسُهُ فَنَزَعَهُ فِي الْحَالِ لَمْ يَحْنَثْ، وَكَذَا إِذَا حَلَفَ لا يَرْكَبُ هٰذِهِ الدَّابَّةَ وَهُوَ رَاكِبُهَا فَنَزَلَ مِنْ سَاعَتِهِ لَمْ يَحْنَثْ، أَوْ حَلَفَ لا يَسْكُنُ هٰذِهِ الدَّارَ وَهُوَ سَاكِنُهَا فَأَخَذَ فِي النَّقْلَةِ مِنْ سَاعَتِهِ، ١ؕ وَقَالَ زُفَرُ يَحْنَثُ لِوُجُودِ الشَّرْطِ وَإِنْ قَلَّ،

ہونا ہے،لیکن استحسان کی وجہ یہ ہے کہ دخول کو دوام نہیں ہے،اس لئے کہ داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ باہر سے اندر آ جائے۔

تشریح : کہا کہ داخل نہیں ہوں گا،لیکن اندر رہنا بھی تو داخل ہونا ہے۔اس لئے قیاس کا تقاضہ یہ ہے حانث ہو جائے،لیکن استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ حانث نہ ہو، کیونکہ داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ باہر سے اندر جائے اور یہ نہیں ہوا اس لئے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ :(٢٣٥٨) کسی نے قسم کھائی کہ یہ کپڑا نہیں پہنے گا حالانکہ وہ پہنے ہوئے تھا۔پس اس کو اسی وقت کھول دیا تو حانث نہیں ہوگا۔اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر سوار نہیں ہوگا حالانکہ وہ اسی پر سوار تھا پس وہ اتر گیا تو حانث نہیں ہوگا۔قسم کھائی کہ اس گھر میں نہیں ٹھہرے گا،اور وہ وہاں ٹھہرا ہوا تھا، پھر اسی وقت وہاں سے منتقل ہونا شروع کر دیا [حانث نہیں ہوگا]

تشریح :قسم کھائی کہ یہ کپڑا نہیں پہنے گا لیکن وہ اس وقت وہی کپڑا پہنے ہوئے تھا۔پس اگر اسی وقت کپڑا اتار دیا تو حانث نہیں ہوگا،اور اگر تھوڑی دیر تک اپنے جسم پر رکھا پھر اتارا تو حانث ہو جائے گا۔اسی طرح قسم کھائی کہ اس جانور پر سوار نہیں ہوگا حالانکہ اس وقت اسی سواری پر سوار تھا تو اگر اسی وقت اتر گیا تو حانث نہیں ہوگا۔اور اگر کچھ دیر سوار رہا پھر اترا تو حانث ہو جائے گا۔یا کہا کہ گھر میں نہیں ٹھہروں گا پھر اسی وقت وہاں سے منتقل ہونا شروع ہو گیا تو حانث نہیں ہوگا،اور اگر تھوڑی دیر رکا رہا تو اب حانث ہو جائے گا۔

وجہ :(١) یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ قسم برقرار رکھنے کے لئے اتنی دیر تک مہلت دی جائے گی جس میں وہ قسم کے مطابق کام کر سکے اور حانث ہونے سے بچ جائے۔یوں بھی محاورے میں یہ ہے کہ غصے میں قسم کھا لیتا ہے اور فوراً ہی اس کے مطابق عمل شروع کر دیتا ہے تو اس کو قسم کے خلاف کرنا نہیں کہتے۔ہاں! کچھ دیر ٹھہر جائے تو سمجھتے ہیں کہ اس نے قسم کے مطابق عمل نہیں کیا جس سے حانث ہو جائے گا(٢) حدیث میں حکم ہے کہ قسم کھانے والے کو بری ہونے کا موقع دیا جائے۔عن البراء قال امرنا النبی ﷺ بابراء المقسم. (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی واقسموا باللہ جهد ایمانهم ،ص ٩٨٤،نمبر ٦٦٥٤ رمسلم شریف، باب تحریم استعمال اناء الذهب والفضة علی الرجال والنساء الخ ،ص ١٨٧،نمبر ٥٣٨٨/٢٠٦٦)اس حدیث میں ہے کہ قسم کھانے والے کو حتی الامکان بری ہونے کا موقع دو اس لئے فوراً اترنے اور کپڑے اتارنے کی مہلت دی جائے گی اور اتنے میں حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ :١ؕ امام زفرؒ نے فرمایا کہ وہ حانث ہو جائے گا،اس لئے کہ شرط پائی گئی ہے، کیونکہ کپڑا تو پہنا ہے اگر چہ تھوڑا ہے۔

۲؎ وَلَنَا أَنَّ الْيَمِيْنَ تُعْقَدُ لِلْبِرِّ فَيَتَثَنّٰى مِنْهُ زَمَانُ تَحَقُّقِهٖ،

(۲۳۵۹) فَإِنْ لَبِثَ عَلٰى حَالِهٖ سَاعَةً حَنِثَ، ۱؎ لِأَنَّ هٰذِهِ الْأَفَاعِيْلَ لَهَا دَوَامٌ بِحُدُوْثِ أَمْثَالِهَا، أَلَا يَرٰى أَنَّهٗ يُضْرَبُ لَهَا مُدَّةٌ، يُقَالُ رَكِبْتُ يَوْمًا وَلَبِسْتُ يَوْمًا، بِخِلَافِ الدُّخُوْلِ، لِأَنَّهٗ لَا يُقَالُ دَخَلْتُ يَوْمًا بِمَعْنَى الْمُدَّةِ وَالتَّوْقِيْتِ، ۲؎ وَلَوْ نَوَى الْاِبْتِدَاءَ الْخَالِصَ يُصَدَّقُ، لِأَنَّهٗ مُحْتَمَلُ كَلَامِهٖ.

تشریح: کہا کہ کپڑا نہیں پہنوں گا، اور وہ پہنا ہوا ہے تو شرط پائی گئی اس لئے حانث ہو جائے گا۔

اصول: امام زفرؒ کا اصول یہ ہے کہ وہ تھوڑی مہلت بھی نہیں دینا چاہتے ہیں۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ قسم بری ہونے کے لئے منعقد کی جاتی ہے اس لئے بری ہونے کا زمانہ مستثنی ہوگا۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ قسم اس لئے کھاتے ہیں تا کہ اس میں بری ہو جائے، اس لئے اتنا زمانہ ضرور دیا جائے گا جس میں وہ بری ہو سکے اور وہ اتنا زمانہ ہے جس میں کپڑا اتار سکے۔

ترجمہ: (۲۳۵۹) اگر تھوڑی دیر ٹھہرا رہا تو حانث ہو جائے گا۔

تشریح: کہا کہ کپڑا نہیں پہنوں گا، اور کپڑا پہنا ہوا تھا، اور ابھی نکال بھی نہیں رہا ہے، اس حال میں تھاڑی دیر ٹھہرا رہا تو چونکہ کپڑا پہننے کی شرط پائی گئی اس لئے حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ ان کاموں کو دوام ہے اس کی مثل کے پیدا ہونے کے ساتھ، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ اس کے لئے مدت متعین کی جاتی ہے، کہتے ہیں میں ایک دن تک سوار رہا، یا ایک دن تک کپڑا پہنا رہا، بخلاف دخول کے، چنانچہ نہیں بولتے ہیں کہ ایک دن تک داخل ہوا، مدت اور وقت متعین کرنے کے معنی میں۔

تشریح: حدوث امثالھا: منطقی لوگ یہ مانتے ہیں ہر وقت الگ الگ وقت آتا ہے، اور وہ مل کر مدت بنتی ہی، اسی کو حدوث بامثالھا، کہتے ہیں۔ یہاں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اوپر جو کام گزرے، اس کی ایک مدت ہوتی ہے، اس کے برخلاف جو دخول ہوتا ہے وہ ایک سکنڈ میں پورا ہو جاتا ہے، اس کی لمبی مدت نہیں ہوتی، اس لئے دخول میں یہ ہوگا کہ شروع سے داخل ہوگا تب حانث ہوگا، اندر بیٹھے رہنے سے حانث نہیں ہوگا اور کپڑا پہننے میں یہ ہے کہ اس کو تھوڑی دیر تو مہلت ملے گی لیکن اس کے بعد پہنے رہے گا تو حانث ہو جائے گا۔

لغت: افاعیل: فعل کی جمع ہے، اس سے مراد کپڑا پہننا، سوار ہونا، گھر میں قیام کرنا، مراد ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اگر شروع سے کپڑا پہننا مراد لے تو تصدیق کر لی جائے گی، کیونکہ کلام کا یہ بھی محتمل ہے۔

تشریح: کہا میں کپڑا نہیں پہنوں گا، اور وہ کپڑا پہنے ہوا تھا، اور اس سے مراد یہ لیا کہ شروع سے نہیں پہنوں گا، تو اس کی تصدیق

(۲۳۶۰) قَالَ وَمَنْ حَلَفَ لاَ یَسْکُنُ هٰذِهِ الدَّارَ فَخَرَجَ بِنَفْسِهِ، وَمَتَاعُهُ وَأَهْلُهُ فِیْهَا وَلَمْ یُرِدِ الرُّجُوْعَ إِلَیْهَا حَنِثَ، ۱ لِأَنَّـهُ یُعَدُّ سَاکِنًا بِبَقَاءِ أَهْلِهِ وَمَتَاعِهِ فِیْهَا عُرْفًا فَإِنَّ السُّوْقِيَّ عَامَّةُ نَهَارِهِ فِيْ السُّوْقِ، وَیَقُوْلُ أَسْکُنُ سَکَّةَ کَذَا، وَالْبَیْتُ وَالْمَحَلَّةُ بِمَنْزِلَةِ الدَّارِ، ۲ وَلَوْ کَانَ الْیَمِیْنُ عَلَی الْمِصْرِ لاَ یَتَوَقَّفُ الْبِرُّ عَلٰی نَقْلِ الْمَتَاعِ وَالْأَهْلِ فِیْمَا رُوِيَ عَنْ أَبِيْ یُوْسُفَ، لِأَنَّهُ لاَ یُعَدُّ سَاکِنًا فِيْ الَّذِيْ انْتَقَلَ عَنْهُ عُرْفًا، بِخِلاَفِ الْأَوَّلِ، وَالْقَرْیَةُ بِمَنْزِلَةِ الْمِصْرِ فِيْ الصَّحِیْحِ مِنَ الْجَوَابِ،

کی جائے گی، کیونکہ اس کے کلام کا یہ بھی احتمال ہے، اس صورت میں کپڑا کھول کر کے پھر پہنے گا تو حانث ہوگا۔

ترجمہ :(۲۳۶۰) کسی نے قسم کھائی کہ اس گھر میں سکونت اختیار نہیں کرے گا، پس اس سے خود نکل گیا اور اس میں اپنے اہل اور سامان کو چھوڑ دیا اور واپس لوٹنے کا ارادہ نہیں تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ :۱ اس لئے کہ بیوی بچے اور سامان باقی ہو تو عرفا یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ وہیں سکونت اختیار کئے ہوا ہے، چنانچہ بازاری لوگ دن بھر بازار میں ہوتے ہیں اور پوچھنے پر یوں کہتے ہیں کہ میں فلاں گلی میں رہتا ہوں، اور بیت اور محلّہ بھی دار کی طرح ہے۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ گھر میں سامان رہنا اور گھر والوں کا رہنا بھی خود کا سکونت اختیار کرنا ہے۔ کیونکہ آدمی تنہا گھر میں نہیں رہتا بلکہ اس میں سامان اور اہل اور اولاد کو بھی رکھتا ہے۔ بلکہ خود تو عموما بازار اور کھیت میں رہتا ہے۔ اس لئے گھر میں مال اولاد کو باقی رکھنا یا سامان کا باقی رکھنا گویا کہ خود گھر میں رہنا ہے۔ اس لئے جب خود گھر میں رہا تو حانث ہو جائے گا۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ بازار کے لوگ خود دن بھر گھر میں نہیں رہتے، لیکن اس کا سامان اور بیوی بچے گھر میں ہوتے ہیں تو پوچھنے پر یہی کہتے ہیں کہ میں فلاں گھر میں یا فلاں میں رہتا ہوں۔ جو حکم دار کا ہے وہی حکم بیت اور محلے کا ہے، یعنی کہا کہ فلاں بیت میں یا فلاں محلے میں نہیں رہوں گا اور خود نکل گیا، لیکن اس کا سامان موجود ہے تو حانث ہو جائے گا۔

لغت: سکۃ: گلی۔

ترجمہ :۲ اور اگر قسم کھائی کہ شہر میں نہیں رہوں گا سامان اور اہل کے منتقل کرنے پر بری ہونا موقوف نہیں ہوگا، جیسا کہ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے اس لئے کہ عرفا وہاں سے منتقل ہو جائے تو وہاں ٹھہرا ہوا شمار نہیں کیا جاتا ہے، بخلاف پہلے [یعنی دار کے]

تشریح: شہر اور گاوں کا معاملہ دار سے مختلف ہے، لوگ کہتے ہیں کہ میں اس شہر میں مقیم نہیں ہوں گا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہاں نہیں رہتا ہے، چاہے اس کا سامان اور بیوی بچے شہر میں ہی ہو، اس لئے اگر قسم کھائی کہ اس شہر میں نہیں رہے گا، اور اس کا سامان اور بیوی بچے اس شہر میں ہے تب بھی حانث نہیں ہوگا، کیونکہ وہ خود وہاں نہیں ہے۔ اسی طرح قسم کھائی کہ وہ اس گاوں میں نہیں رہے گا، اور وہ گاوں سے باہر نکل گیا لیکن اس کا سامان اور بیوی بچے وہاں ہیں تو وہ حانث نہیں ہوگا، کیونکہ وہ خود وہاں نہیں ہے۔

۳؎ ثُمَّ قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ لاَ بُدَّ مِنْ نَقْلِ كُلِّ الْمَتَاعِ حَتّٰى لَوْ بَقِيَ وَتَدٌ يَحْنَثُ، لِأَنَّ السُّكْنٰى قَدْ ثَبَتَ بِالْكُلِّ فَيَبْقٰى مَا بَقِيَ شَيْءٌ مِنْهُ، ۴؎ وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ يُعْتَبَرُ نَقْلُ الْأَكْثَرِ، لِأَنَّ نَقْلَ الْكُلِّ قَدْ يَتَعَذَّرُ، ۵؎ وَقَالَ مُحَمَّدٌ يُعْتَبَرُ نَقْلُ مَا يَقُوْمُ بِهٖ "كَدْ خُذَائِيَتُهُ" لِأَنَّ مَا وَرَاءَ ذٰلِكَ لَيْسَ مِنَ السُّكْنٰى، قَالُوْا هٰذَا أَحْسَنُ وَأَرْفَقُ بِالنَّاسِ ٦؎ وَيَنْبَغِيْ أَنْ يَّنْتَقِلَ إِلٰى مَنْزِلٍ آخَرَ بِلاَ تَاخِيْرٍ حَتّٰى يَبُرَّ، فَإِنِ انْتَقَلَ إِلَى السَّكَّةِ أَوْ إِلَى الْمَسْجِدِ قَالُوْا لاَ يَبُرُّ، دَلِيْلُهُ فِي الزِّيَادَاتِ أَنَّ مَنْ خَرَجَ بِعِيَالِهٖ مِنْ مِصْرِهٖ فَمَا لَمْ يَتَّخِذْ وَطَنًا آخَرَ يَبْقٰى وَطَنُهُ الْأَوَّلُ فِيْ حَقِّ الصَّلاَةِ، كَذَا هٰذَا.

ترجمہ:۳؎ پھر امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ پورا سامان منتقل کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ اگر کوئی کیل بھی باقی رہ گئی تو حانث ہو جائے گا، اس لئے کہ رہائش کل سے ثابت ہوتی ہے اس لئے کچھ باقی رہ گیا تو رہائش باقی سمجھی جائے گی۔

تشریح:امام ابوحنیفہؒ کی رائے کہ گھر سے تمام سامان نکالنا ہوگا تب بری ہوگا یہاں تک کہ ایک کیل بھی باقی رہ گئی تو حانث ہو جائے گا۔

وجہ:اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ تمام سامان کے ساتھ رہائش شمار ہوتی ہے، اس لئے ایک چیز بھی باقی رہی تو رہائش باقی سمجھی جائے گی اس لئے بری ہونے کے لئے تمام سامان نکالنا ہوگا۔

لغت:وتد: کیل۔

ترجمہ:۴؎ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اکثر سامان کے منتقل کرنے کا اعتبار ہے، اس لئے کہ کل سامان کو منتقل کرنا کبھی مشکل ہوتا ہے۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ:۵؎ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اتنا سامان منتقل کر لے جو امور خانہ داری کے لئے کافی ہے، اس لئے کہ جو اس کے علاوہ ہے وہ رہائش میں سے نہیں ہے۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ یہ احسن بھی ہے اور لوگوں کے لئے آسان بھی۔

تشریح:امام محمد فرماتے ہیں کہ قسم کھانے والا گھر سے اتنا سامان منتقل کر لئے جس سے گھر چل سکے تو حانث نہیں ہوگا، کیونکہ اس سے جو زائد سامان ہے وہ رہائش کے لئے ضروری نہیں ہے، مشائخ فرماتے ہیں کہ اس قول میں آسانی ہے۔

لغت:کدخدائیۃ: خانہ داری کے سامان، جتنے سامان میں گھر چل سکے۔

ترجمہ:٦؎ مناسب یہ ہے کہ بغیر کسی تاخیر کے دوسرے گھر میں منتقل ہو جائے تا کہ قسم میں بری ہو جائے،، پس اگر گلی میں منتقل ہوا یا مسجد میں منتقل ہوا تو بری نہیں ہوگا، اس کی دلیل زیادات میں ہے کوئی آدمی اپنے اہل وعیال کے ساتھ شہر سے باہر نکلا

تو جب تک کہ دوسرا وطن نہ بنالے نماز کے حق میں پہلا وطن باقی رہتا ہے، ایسے ہی یہاں بھی ہوگا۔

تشریح : کسی نے قسم کھائی کہ اس گھر میں نہیں رہوں گا، تو اس کو وہاں سے سامان بھی نکالنا چاہئے، اور دوسرے گھر میں رکھنا چاہئے۔گلی میں یا مسجد میں سامان رکھنا کافی نہیں ہوگا۔

وجه :اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی مسافر دوسرے شہر میں جائے تو جب تک وہاں وطن نہ بنالے نماز کے حق میں پہلا وطن باقی رہتا ہے کہ اس کو قصر ہی کرتے رہنا پڑے گا، اسی طرح یہاں جب تک کہ دوسرے گھر میں رہائش پذیر نہ ہو جائے پہلے گھر میں رہائش سمجھی جائے گی، اس لئے قسم سے بری ہونے کے لئے دوسرے گھر میں رہائش پذیر ہونا ضروری ہے۔

بَابُ اليَمِينِ فِي الْخُرُوجِ وَالإِتْيَانِ وَالرُّكُوبِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

(٢٣٦١) قَالَ وَمَنْ حَلَفَ لَايَخْرُجُ مِنَ المَسْجِدِ فَأَمَرَ إِنسَانًا فَحَمَلَهُ فَأَخْرَجَهُ حَنِثَ، لِ لِأَنَّ فِعْلَ الْمَأْمُورِ مُضَافٌ إِلَى الآمِرِ فَصَارَ كَمَا إِذَا رَكِبَ دَابَّةً فَخَرَجَتْ، (٢٣٦٢) وَلَوْ أَخْرَجَهُ مُكْرَهًا لَمْ يَحْنَثْ، لِ لِأَنَّ الفِعْلَ لَمْ يَنْتَقِلْ إِلَيْهِ لِعَدَمِ الأَمْرِ، (٢٣٦٣) وَلَوْ حَمَلَهُ بِرِضَاهُ لَا بِأَمْرِهِ لَايَحْنَثُ فِي الصَّحِيحِ، لِ لِأَنَّ الإِنْتِقَالَ بِالأَمْرِ لَابِمُجَرَّدِ الرِّضَاءِ، (٢٣٦٤) قَالَ وَلَوْ حَلَفَ لَايَخْرُجُ مِنْ دَارِهِ إِلَّا إِلَى جَنَازَةٍ فَخَرَجَ إِلَيْهَا ثُمَّ أَتَى حَاجَةً أُخْرَىٰ لَمْ يَحْنَثْ،

﴿باب الیمین فی الخروج والاتیان والرکوب وغیر ذالک﴾

ترجمہ:(٢٣٦١) کسی نے قسم کھائی کہ مسجد سے نہیں نکلے گا، پھر کسی کو حکم دیا کہ اس کو اٹھا کر نکال دے تو وہ حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ:لے اس لئے کہ مامور کا آمر کی طرف منسوب ہوگا، جیسے گھوڑے پر سوار ہوا اور نکل گیا۔

اصول: مامور کا کام حکم دینے والے کا کام شمار کیا جاتا ہے۔

تشریح: زید نے قسم کھائی کہ وہ مسجد سے نہیں نکلے گا، پھر عمر کو حکم دیا کہ اسکو نکال دے اور عمر نے مسجد سے نکال دیا تو حانث ہو جائے گا۔

وجہ: عمر کا نکالنا زید کے حکم سے ہے تو گویا کہ زید خود نکلا، اس لئے حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: (٢٣٦٢) اور اگر اس کو زبردستی کر کے نکالا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ:لے اس لئے کہ نکالنا قسم کھانے والے کی طرف منتقل نہیں ہوا، کیونکہ اس نے حکم نہیں دیا۔

اصول: زبردستی کرنے والے کا کام قسم کھانے والے کا کام شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

ترجمہ:(٢٣٦٣) اور اگر اس کے حکم سے تو نہیں لیکن اس کی رضامندی سے باہر نکالا تو حانث نہیں ہوگا صحیح روایت یہی ہے۔

ترجمہ:لے کیونکہ حکم دینے سے منتقل ہونا شمار کیا جاتا ہے، محض رضامندی سے نہیں۔

تشریح: حکم نہیں دیا لیکن اس بات پر راضی تھا کہ مسجد سے نکالے تو حانث نہیں ہوگا، کیونکہ رضامندی سے قسم کھانے والے کا کام شمار نہیں کیا جاتا ہے، جب تک کہ حکم نہ دے۔

ترجمہ: (٢٣٦٤) اور اگر قسم کھائی کہ گھر سے نہیں نکلے گا مگر جنازے کے لئے، اب وہ جنازے کے لئے نکلا پھر دوسری

ا۔ لِأَنَّ الْوُجُوْدَ خُرُوْجٌ مُسْتَثْنٰی وَالْمُضِيُّ بَعْدَ ذٰلِکَ لَیْسَ بِخُرُوْجٍ،

(۲۳۶۵) وَلَوْ حَلَفَ لَایَخْرُجُ إِلٰی مَکَّةَ فَخَرَجَ یُرِیْدُهَا ثُمَّ رَجَعَ حَنِثَ ا۔ لِوُجُوْدِ الْخُرُوْجِ عَلٰی قَصْدِ مَکَّةَ وَهُوَ الشَّرْطُ، إِذِ الْخُرُوْجُ هُوَ الْإِنْفِصَالُ مِنَ الدَّاخِلِ إِلَی الْخَارِجِ، (۲۳۶۶) وَلَوْ حَلَفَ لَایَأْتِیْهَا لَمْ یَحْنَثْ حَتّٰی یَدْخُلَهَا، ا۔ لِأَنَّهُ عِبَارَةٌ عَنِ الْوُصُوْلِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَأْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَا لَهُ، ۲۔ وَلَوْ حَلَفَ لَایَذْهَبُ إِلَیْهَا قِیْلَ هُوَ کَالْإِتْیَانِ وَقِیْلَ کَالْخُرُوْجِ وَهُوَ الْأَصَحُّ، لِأَنَّهُ عِبَارَةٌ عَنِ الزَّوَالِ.

ضرورت کے لئے چلا گیا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ وہ جنازے کے لئے ہی ءنکلا تھا، اور بعد میں دوسری ضرورت کے لئے گیا تو اس کے لئے گھر سے نکلا نہیں ہے۔

تشریح: یہاں گھر سے نکلنا ایک نکتہ ہے [اس کو بار بار یاد رکھیں]، وہ صرف جنازے کے لئے نکلا ہے، اور دوسری ضرورت کے لئے گھر سے نکلا نہیں ہے بلکہ نکلنے کے عد اس کے لئے گیا ہے، تو چونکہ جنازے کے علاوہ کے لئے گھر سے نکلنا نہیں پایا گیا اس لئے حانث نہیں ہوگا

ترجمہ: (۲۳۶۵) اگر قسم کھائی کہ مکہ کے لئے نہیں نکلے گا، اور مکہ کے ارادے سے نکل پڑا پھر واپس لوٹ آیا تو حانث ہوگا۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ مکہ کے ارادے سے نکلنا پایا گیا، اور وہی شرط تھی، اس لئے کہ نکلنے کا معنی یہ ہے کہ اندر سے باہر کی طرف منتقل ہونا پایا جائے گا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مکہ کے ارادے سے نکلنا پایا گیا، چاہے وہاں تک نہیں پہنچا۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۳۶۶) اور اگر قسم کھائی کہ مکہ اندر نہیں آئے گا تو جب تک مکے کے اندر داخل نہیں ہوگا حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ آنے کا مطلب ہے کہ اندر پہنچ جائے، اللہ تعالی نے فرمایا، فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو کہو۔

تشریح: یأتی کا مطلب ہے اندر آنا، اس لئے قسم کھائی کہ مکہ کے اندر نہیں جائے گا تو صرف نکلنے سے حانث نہیں ہوگا جب تک کہ اس کے اندر داخل نہ ہو جائے، چنانچہ اللہ نے آیت میں حضرت موسی اور حضرات ہارون سے فرمایا کہ فرعون کے پاس آؤ۔ آیت یہ ہے۔ فأتیا فرعون فقولا انا رسول رب العالمین (آیت ۱۶۔ سورۃ شعراء ۲۶)

ترجمہ: ۲ اور اگر قسم کھائی کہ مکہ نہیں جائے گا تو بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ اتیان کی طرح [یعنی اندر آنا] اور بعض حضرات نے کہا کہ وہ نکلنے کی طرح ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ ذہب کا ترجمہ ہے منتقل ہونا۔

(۲۳٦٧) قَالَ وَإِنْ حَلَفَ لَيَأْتِيَنَّ الْبَصْرَةَ فَلَمْ يَأْتِهَا حَتّٰى مَاتَ حَنِثَ فِي آخِرِ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَاءِ حَيَاتِهِ، لے لِأَنَّ الْبِرَّ قَبْلَ ذٰلِکَ مَرْجُوٌّ، (۲۳٦٨) وَلَوْ حَلَفَ لَيَأْتِيَنَّهُ غَدًا إِنِ اسْتَطَاعَ فَهٰذَا عَلَى اسْتِطَاعَةِ الصِّحَّةِ دُونَ الْقُدْرَةِ، وَفَسَّرَهُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ وَقَالَ إِذَا لَمْ يَمْرَضْ وَلَمْ يَمْنَعْهُ السُّلْطَانُ وَلَمْ يَجِئْ أَمْرٌ لَايَقْدِرُ عَلٰى إِتْيَانِهِ فَلَمْ يَأْتِ حَنِثَ، وَ إِنْ عَنٰى اِسْتِطَاعَةَ الْقَضَاءِ دُيِّنَ فِي مَابَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى، لے وَهٰذَا لِأَنَّ حَقِيْقَةَ الْاِسْتِطَاعَةِ فِيْمَا يُقَارِنُ الْفِعْلَ،

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ وہ مکہ نہیں جائے گا، تو اس بارے میں دو رائیں ہیں [۱] ایک یہ کہ یہ یأتی کی طرح ہے یعنی مکہ کے اندر نہیں جائے گا، اور دوسری رائے یہ ہے کہ یہ خروج کی طرح ہے، یعنی گھر سے مکہ کے ارادے سے نہیں نکلے گا اور یہی صحیح ہے، کیونکہ ذہب کا ترجمہ ہے گھر سے نکلنا، اس صورت میں مکہ کی نیت سے گھر سے نکلنے سے حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۳٦٧) اگر قسم کھائی کہ بصرہ ضرور آئے گا اور وہ موت تک نہیں آیا تو اپنی زندگی کے آخری جز میں حانث ہوگا۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ اس کے پہلے ممکن تھا کہ وہ آجائے۔

تشریح: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جب تک کام کرنے کی امید ہے وہ حانث نہیں ہوگا، اور جب موت کے وقت میں امید ختم ہوگئی تو اب حانث ہوگا۔

ترجمہ: (۲۳٦٨) اگر قسم کھائی کہ اگر قدرت ہوگی تو کل ضرور آؤں گا، تو اس سے مراد استطاعت صحت ہے استطاعت قدرت مراد نہیں ہے، جامع صغیر میں اسکی تفسیر یہ کی ہے کہ، اگر بیمار نہ ہو، بادشاہ نہ روکے، اور کوئی ایسا معاملہ پیش نہ آئے جو کام کرنے کی قدرت نہ ہو، پھر بھی وہ نہ کر سکا تو حانث ہو جائے گا، اور اگر استطاعت قضا مراد لے لے تب بھی فیما بینہ وبین اللہ مان لیا جائے گا۔

لغت: استطاعت: کی دو قسمیں ہیں۔[۱] ایک استطاعت قدرت، اسی کو استطاعت قضا بھی کہتے ہیں، کام سے پہلے تمام اسباب موجود ہوں اور اللہ کا فیصلہ بھی ہو جائے کہ یہ کام ہونا ہے اس کو، استطاعت قضا، اور استطاعت قدرت، کہتے ہیں۔ [۲] کام کرنے کے لئے صحت وغیرہ درست ہو اور موانع نہ ہو اس کو، استطاعت صحت، کہتے ہیں، عرف میں استطاعت سے یہی استطاعت مراد لیتے ہیں۔

تشریح: اگر استطاعت ہوئی تو بصرہ ضرور آؤں گا، تو اس استطاعت سے مراد کام کرنے کی قدرت ہوگی، یعنی صحت وغیرہ ٹھیک ہوگی، چنانچہ صحت ٹھیک ہو اور نہ آیا تو حانث ہو جائے گا، لیکن اگر اس سے، استطاعت قضا، مراد لے تب بھی درست ہے کیونکہ حقیقت میں استطاعت قضا ہی اصل ہے۔ ہم لوگ اپنے محاورے میں کہتے ہیں، اگر اللہ چاہے گا تو کروں گا۔

ترجمہ: لے اور استطاعت قضا اس لئے مراد لے سکتا ہے کہ وہ فعل کے ساتھ ہوتا ہے۔

۲ وَيُطْلَقُ الْإِسْمُ عَلٰى سَلامَةِ الْآلاتِ وَصِحَّةِ الْأَسْبَابِ فِي الْمُتَعَارَفِ فَعِنْدَ الْإِطْلاقِ يَنْصَرِفُ إِلَيْهِ، وَيَصِحُّ نِيَّةُ الْأَوَّلِ دِيَانَةً، لِأَنَّهُ نَوىٰ حَقِيْقَةَ كَلَامِهِ، ۳ ثُمَّ قِيلَ يَصِحُّ قَضَاءً أَيْضًا لِمَا بَيَّنَّا، وَقِيلَ لَايَصِحُّ، لِأَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ.

(۲۳٦۹) قَالَ وَمَنْ حَلَفَ لَاتَخْرُجُ امْرَأَتُهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَأَذِنَ لَهَا مَرَّةً فَخَرَجَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ مَرَّةً أُخْرىٰ بِغَيْرِ إِذْنِهِ حَنِثَ، وَلَابُدَّ مِنَ الْإِذْنِ فِي كُلِّ خُرُوْجٍ، ۱ لِأَنَّ الْمُسْتَثْنٰى خُرُوْجٌ مَقْرُوْنٌ بِالْإِذْنِ،

تشریح : یہ جملہ قدرت قضا لینے کی دلیل ہے، فعل سے پہلے پہلے اللہ کا فیصلہ ہوتا ہے کہ وہ کام کرلے، اس لئے یہ استطاعت بھی مراد لے سکتا ہے۔

ترجمہ :۲ کام کرنے کے آلات سالم ہوں اور اسباب صحیح ہوں عرف میں اس پر استطاعت بولا جاتا ہے، اس لئے مطلق ہوتے وقت عرف کی طرف پھیرا جائے گا، لیکن دیانت میں پہلی استطاعت [استطاعت قضا] کی بھی نیت درست ہوگی، اس لئے کہ حقیقت کلام کی نیت کی ہے۔

تشریح :عرف میں استطاعت بولتے ہیں تو استطاعت صحت مراد لیتے ہیں اس لئے مطلق بولے تو استطاعت صحت مراد ہو گی، لیکن حقیقت میں استطاعت قضا ہے اس لئے اس کی نیت بھی کر سکتا ہے۔

ترجمہ :۳ پھر کہا گیا ہے کہ قضاء کے فیصلے میں بھی استطاعت قدرت مراد لی جاسکتی ہے، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ استطاعت قضا مراد لینا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ خلاف ظاہر ہے۔

تشریح : قاضی اپنے فیصلے میں استطاعت قضا کی رعایت کرے اس بارے میں دو رائیں ہیں [۱] یہ کلام کی حقیقت ہے اس لئے اس کی نیت کر سکتا ہے، [۲] عرف میں استطاعت قضا مراد نہیں لیتے اس لئے کہ اس کی نیت قضاء درست نہیں ہے۔

ترجمہ :(۲۳٦۹) کسی نے قسم کھائی کہ اس کی بیوی نہیں نکلے گی مگر اس کی اجازت سے پس اس کو ایک مرتبہ اجازت دی پس وہ نکلی اور واپس آئی، پھر دوسری مرتبہ بغیر اس کی اجازت کے نکلی تو حانث ہو جائے گی۔ اور ضروری ہے اجازت ہر مرتبہ نکلنے میں۔

تشریح:قسم کھانے والے نے یہ کہا ہے کہ نہیں نکلے گی مگر اجازت سے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر بار نکلنے کے لئے اجازت چاہئے۔ اور یہاں پہلی مرتبہ اجازت لی ہے اس لئے اس مرتبہ تو حانث نہیں ہوئی لیکن دوسری مرتبہ نکلنے کے لئے اجازت نہیں لی اس لئے دوسری مرتبہ حانث ہو جائے گی۔

اصول:لا تخرج امرأته الا باذنه میں نفی کے بعد استثناء ہے اس لئے ہر بار نکلنے کے لئے اجازت چاہئے۔

ترجمہ :۱ اس لئے کہ مستثنی وہ نکلنا ہے جو اجازت کے ساتھ ہو اور جو روایت کیا وہ عام ممنوعات میں داخل ہے۔

وَمَاوَرَاءَ هُ دَاخِلٌ فِي الْحَظَرِ الْعَامّ، ٢ـ وَلَوْنَوَى الْإِذْنَ مَرَّةً يُصَدَّقُ دِيَانَةً، لَاقَضَاءً، لِأَنَّهُ مُحْتَمَلُ كَلَامِهِ، لٰكِنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ، (۲۳۷۰) وَلَوْ قَالَ إِلَّا أَنْ آذَنَ لَكِ فَأَذِنَ لَهَا مَرَّةً وَاحِدَةً فَخَرَجَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ بَعْدَهَا بِغَيْرِ إِذْنِهِ لَمْ يَحْنَثْ، اـ لِأَنَّ هٰذِهِ كَلِمَةُ غَايَةٍ فَيَنْتَهِي الْيَمِيْنُ بِهِ كَمَا إِذَا قَالَ حَتّٰى آذَنَ لَكِ، (۲۳۷۱) وَلَوْ أَرَادَتِ الْمَرْأَةُ الْخُرُوْجَ فَقَالَ إِنْ خَرَجْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ فَجَلَسَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ لَمْ يَحْنَثْ وَكَذٰلِكَ أَرَادَ رَجُلٌ ضَرْبَ عَبْدِهِ فَقَالَ لَهُ اٰخَرُ إِنْ ضَرَبْتَهُ فَعَبْدِي حُرٌّ فَتَرَكَهُ ثُمَّ ضَرَبَهُ،

تشریح :عبارت پیچیدہ ہے۔نفی کے بعد استثناء لایا ہے اس لئے ہر بار اجازت کی ضرورت ہوگی، یہ مطلب ہے خروج مقرون بالاذن کے۔

ترجمہ :۲ اور اگر ایک مرتبہ اجازت کی نیت کی تو دیانتا تصدیق کر لی جائے گی، قضاء نہیں اس لئے کہ اس کے کلام میں اس کا احتمال ہے،لیکن ظاہر کے خلاف ہے۔

تشریح :اگر یہ نیت کی کہ اس سے ایک مرتبہ اجازت مراد ہے تو دیانتا اس کی تصدیق کر لی جائے گی قضاء اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، کیونکہ بات میں اس کا احتمال ہے،البتہ یہ ظاہر کے خلاف ہے۔

ترجمہ :(۲۳۷۰) اور اگر کہا مگر یہ کہ میں تمہیں اجازت دوں، پس اجازت دی اس کو ایک مرتبہ پس نکلی پھر نکلی اس کے بعد بغیر اس کی اجازت کے تو حانث نہیں ہوگی۔

وجہ :اس صورت میں مگر یہ کہ اجازت دوں کا مطلب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ اجازت دوں تو ہر بار نکل سکتی ہو یعنی صرف پہلی مرتبہ اجازت کی ضرورت ہے اور وہ ہوگئی اس لئے دوسری مرتبہ بغیر اجازت کے نکلی تو حانث نہیں ہوگی اور نہ عورت پر طلاق واقع ہوگی۔

اصول:الا ان آذن لک کا مطلب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ اجازت دوں اتنی ہی کافی ہے۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ،الا ان، ایسا کلمہ ہے جس سے قسم ختم ہو جائے گی،اس لئے یہ،حتی ان آذن لک۔کی طرح ہوگیا۔

تشریح :الا ان آذن لک، کا ترجمہ ہے یہاں تک کہ میں تم کو اجازت دے دوں،یعنی ایک مرتبہ اجازت دے دوں اتنا ہی سے قسم ختم ہو جائے گی۔بار بار اجازت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ :(۲۳۷۱) بیوی گھر سے نکلنا چاہتی تھی، پس شوہر نے کہا اگر تم گھر سے نکلی تو تم کو طلاق ہے، وہ بیٹھ گئی،اس کے تھوڑی دیر بعد نکلی تو طلاق واقع نہیں ہوگی،اسی طرح ایک آدمی اپنے غلام کو مارنا چاہتا تھا تو اس سے دوسرے نے کہا کہ اگر آپ نے اس کو مارا تو میرا غلام آزاد ہے اس نے چھوڑ دیا پھر تھوڑی دیر بعد میں مارا[تو غلام آزاد نہیں ہوگا]۔

تشریح:یہ مسئلہ اس اصول پر ہے ابھی نکلوگی تو طلاق واقع ہوگی، یا ابھی مارو گے تو غلام آزاد ہوگا، چنانچہ بعد میں نکلی، یا بعد

١ ؎ وَ هٰذِهٖ تُسَمّٰى يَمِيْنَ فَوْرٍ، وَتَفَرَّدَ أَبُوْحَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ بِإِظْهَارِهٖ، وَوَجْهُهٗ أَنَّ مُرَادَ الْمُتَكَلِّمِ الرَّدُّ عَنْ تِلْكَ الضَّرْبَةِ وَالْخَرْجَةِ عُرْفًا، وَمَبْنَى الْأَيْمَانِ عَلَيْهِ.

(۲۳۷۲) وَلَوْقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اِجْلِسْ فَتَغَدَّى عِنْدِي فَقَالَ إِنْ تَغَدَّيْتُ فَعَبْدِي حُرٌّ فَخَرَجَ فَرَجَعَ إِلٰى مَنْزِلِهٖ وَتَغَدّٰى لَمْ يَحْنَثْ، ١ ؎ لِأَنَّ كَلَامَهٗ خَرَجَ مَخْرَجَ الْجَوَابِ فَيَنْطَبِقُ عَلَى السَّوَالِ فَيَنْصَرِفُ إِلَى الْغَدَاءِ الْمَدْعُوْ إِلَيْهِ ٢ ؎ بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ إِنْ تَغَدَّيْتُ الْيَوْمَ، لِأَنَّهٗ زَادَهٗ عَلٰى حَرْفِ الْجَوَابِ فَيُجْعَلُ مُبْتَدأً.

(۲۳۷۳) وَمَنْ حَلَفَ لَايَرْكَبُ دَابَّةَ فُلَانٍ فَرَكِبَ دَابَّةَ عَبْدٍ مَاذُوْنٍ لَهٗ مَدْيُوْنٍ أَوْ غَيْرَ مَدْيُوْنٍ لَمْ

میں غلام کو مارا تو غلام آزاد نہیں ہوگا، کیونکہ اس وقت نہیں نکلا ہے، اس قسم کا نام ہے، یمین فور۔

ترجمہ: ١ ؎ اس قسم کا نام یمین فور ہے۔ اکیلے امام ابوحنیفہؒ نے اس کا اظہار کیا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ متکلم کی مراد یہ ہے کہ اس مار کو روکنا ہے، یا اس نکلنے کو روکنا ہے عرف کے اعتبار سے، اور قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے۔

تشریح: اس قسم کی قسم کو یمین فور، کہتے ہیں اس کا ذکر صرف امام ابوحنیفہؒ نے کیا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کی قسم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ابھی جو کام ہو رہا ہے اس کو روک دیں، اس کے تھوڑی دیر بعد وہی کام ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے، کیونکہ عرف میں یہی مراد لیتے ہیں اور قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے۔

ترجمہ: (۲۳۷۲) اگر آدمی نے کسی سے کہا کہ بیٹھ اور میرے ساتھ کھانا کھالے، اس نے کہا کہ اگر میں نے یہ کھانا کھایا تو میرا غلام آزاد ہے، پھر وہ اپنا گھر چلا گیا اور وہاں کھانا کھایا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ١ ؎ اسلئے کہ اس کا کلام جواب پر ہے اسلئے سوال کے مطابق ہوگا، اسلئے وہ کھانا مراد ہوگا جس کی طرف بلایا گیا ہے۔

تشریح: زید نے کہا کہ میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالو، عمر نے کہا کہ یہ کھانا کھایا تو میرا غلام آزاد ہے، تو یہاں وہ کھانا مراد ہے جسکی طرف بلایا گیا ہے، وہ کھانا کھائے گا تو غلام آزاد ہوگا، گھر میں جا کر دوسرا کھانا کھائے تو آزاد نہیں ہوگا۔ یہ بھی یمین فور ہے۔

ترجمہ: ٢ ؎ بخلاف اگر جواب دیا کہ آج کھانا کھایا [تو میرا غلام آزاد] اس لئے کہ جواب پر زیادہ کیا ہے اس لئے یہ الگ بات ہو جائے گی۔

تشریح: زید نے کہا کہ میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالو، عمر نے جواب میں کہا کہ آج کھانا کھایا تو میرا غلام آزاد ہے، تو چونکہ یہاں آج کا لفظ ہے اس لئے بلائے ہوئے کھانا مراد نہیں ہے، بلکہ گھر میں بھی آج کھانا کھائے گا تو غلام آزاد ہو جائے گا، کیونکہ وہ آج کا کھانا ہے۔

ترجمہ: (۲۳۷۳) کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کے گھوڑے پر سوار نہیں ہوگا، جس غلام کو تجارت کی اجازت دی تھی اس کے

يَحْنَثُ ۝١ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْه ۝٢ إِلَّا أَنَّهُ إِذَا كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ مُسْتَغْرَقٌ لَايَحْنَثُ وَإِنْ نَوىٰ، لِأَنَّهُ لَامِلْكَ لِلْمَوْلٰى فِيْهِ عِنْدَهُ، ۝٣ وَإِنْ كَانَ الدَّيْنُ غَيْرَ مُسْتَغْرَقٍ أَوْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ لَايَحْنَثُ مَالَمْ يَنْوِهِ، لِأَنَّ الْمِلْكَ فِيْهِ لِلْمَوْلٰى، لٰكِنَّهُ يُضَافُ إِلَى الْعَبْدِ عُرْفًا وَكَذَا شَرْعًا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ (مَنْ بَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَهُوَ لِلْبَائِعِ) الْحَدِيْثُ فَتَخْتَلُّ الْإِضَافَةُ إِلَى الْمَوْلٰى فَلَابُدَّ مِنَ النِّيَّةِ

گھوڑے پر سوار ہو گیا، چاہے وہ مقروض تھا یا مقروض نہیں تھا۔

ترجمہ: ۱؎ امام ابو حنیفہؒ کے یہاں حانث نہیں ہوگا۔ لیکن اگر غلام قرض سے گھرا ہوا ہے تو اس کی نیت کرنے کے باوجود بھی حانث نہیں ہوگا، اس لئے کہ اب یہ گھوڑا آقا کی ملکیت میں نہیں ہے۔

اصول: یہاں تین اصول ہیں [۱] عرف میں یہ گھوڑا غلام کا شمار کیا جاتا ہے، اسلئے اس پر سوار ہونے سے حانث نہیں ہونا چاہئے۔

[۲] شرعی اعتبار سے ماذون التجارت غلام کا گھوڑا آقا کی ملکیت ہے اس لئے اس پر سوار ہونے سے حانث ہو جائے گا۔

[۳] غلام قرض میں گھرا ہوا ہے تو یہ غلام مقروض کے قرض میں بیچا جائے گا، اس لئے یہ گھوڑا حقیقت میں بھی آقا کا نہیں رہا، اس لئے اس پر سوار ہونے سے حانث نہیں ہوگا۔ ان تین اصولوں پر یہ مسئلے متفرع ہیں۔

تشریح: زید نے قسم کھائی کہ عمر کے گھوڑے پر سوار نہیں ہوں گا، اب عمر کا غلام ہے خالد جسکو تجارت کرنے کی اجازت دی ہے، اس کا گھوڑا ہے، اس گھوڑے پر زید سوار ہوگا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک زید حانث نہیں ہوگا۔

وجہ: کیونکہ عرف میں اس کو آقا کا گھوڑا نہیں کہتے، بلکہ غلام کا گھوڑا کہتے ہیں اس لئے عرف کا اعتبار کرتے ہوئے حانث نہیں ہوگا، کیونکہ وہ عمر کے گھوڑے پر سوار نہیں ہوا۔

ترجمہ: ۲؎ مگر یہ کہ غلام پر قرض گھیر چکا ہو تو اس کے گھوڑے پر سوار ہونے سے حانث نہیں ہوگا، چاہے اس کے گھوڑے کی نیت کی ہو، اس لئے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس گھوڑے پر آقا کی ملکیت نہیں ہے

تشریح: یہ مسئلہ تیسرے اصول پر متفرع ہے۔ غلام پر اتنا قرض ہے کہ اس غلام کو بیچ کر بھی ادا کرے تو ادا نہیں ہوگا، اس صورت میں غلام کا گھوڑا آقا کا نہیں ہے، اس لئے زید قسم کھاتے وقت یوں نیت کی کہ اس کے غلام کے گھوڑے پر بھی سوار نہیں ہوں گا تب بھی حانث نہیں ہوں گا۔

وجہ: کیونکہ غلام پر دین مستغرق ہونے کی وجہ سے یہ حقیقت میں بھی یہ گھوڑا عمر کا نہیں رہا۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر قرض غلام کو گھیرے ہوا نہیں تھا، یا بالکل قرض تھا ہی نہیں تو جب تک کہ غلام کے گھوڑے کی نیت نہیں کرے گا حانث نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہاں حقیقت میں یہ گھوڑا آقا کا ہے، لیکن عرف میں غلام کا شمار کیا جاتا ہے، لیکن شریعت

۴ وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِي الْوُجُوْهِ كُلِّهَا يَحْنَثُ إِذَا نَوَاهُ لِاخْتِلَافِ الْإِضَافَةِ، ۵ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَحْنَثُ وَإِنْ لَمْ يَنْوِ لِاعْتِبَارِ حَقِيْقَةِ الْمِلْكِ، إِذِ الدَّيْنُ لَايَمْنَعُ وُقُوْعَهُ لِلسَّيِّدِ عِنْدَهُمَا.

میں آقا کا ہے چنانچہ حضور علیہ السلام کا قول ہے، جس نے غلام بیچا اور غلام کے پاس مال ہے تو یہ مال آقا کا ہے، اس لئے آقا کی طرف نسبت میں خلل انداز ہو گیا، اس لئے نیت کی ضرورت۔

تشریح :غلام پر یا تو قرض ہی نہیں ہے، یا تھوڑا سا قرض ہے، تو اس صورت میں حقیقت میں یہ گھوڑا آقا کا ہے، اور عرف میں یہ گھوڑا غلام کا ہے، اس لئے گھوڑے کی دو حیثیت ہوگئی، حقیقت کا اور عرف کا، اس لئے زید قسم کھاتے وقت نیت کرے گا کہ عمر کے غلام کے گھوڑے پر سوار نہیں ہوگا، اور پھر سوار ہو گیا تو حانث ہوگا، اور نیت نہیں کی تو سوار ہونے سے حانث نہیں ہوگا۔

وجہ: غلام کا مال حقیقت میں آقا کا ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن سالم عن ابیه عن النبی ﷺ قال من باع عبدا و له مال فماله للبائع الا ان یشترط المبتاع۔ (ابوداود شریف، باب العبد یباع وله مال، ص ۴۹۷، نمبر ۳۴۳۳ / ابن ماجۃ شریف، باب ماجاء فیمن باع نخلا موبرا او عبدا له مال، ص ۳۱۷، نمبر ۲۲۱۱) اس حدیث میں ہے کہ غلام کا مال آقا کا مال ہے۔

ترجمہ :۴ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر غلام کے گھوڑے کی نیت کرے گا تمام صورتوں میں حانث ہو جائے گا [چاہے غلام پر دین مستغرق ہو یا نہ ہو] اس لئے کہ غلام کی طرف گھوڑے کی نسبت میں خلل ہے [کیونکہ گھوڑا تو حقیقت میں مالک کا ہے۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ غلام پر گھیرا ہوا قرض ہو یا نہ ہو ہر حال میں یہ گھوڑا مالک کا ہے، کیونکہ حدیث میں یہی ہے کہ غلام کی چیز مالک کی ہے، اس لئے غلام کے گھوڑے پر سوار ہونے کی نیت کی ہو تو وہ حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ:۵ امام محمدؒ نے فرمایا کہ زید نے غلام کے گھوڑے کی نیت نہ کی ہو تب بھی حانث ہو جائے گا، کیونکہ حقیقت میں ملکیت آقا کی ہے، کیونکہ صاحبینؒ کے نزدیک قرض ہونا آقا کی ملکیت سے نہیں روکتا۔

تشریح :امام محمدؒ کے یہاں غلام پر قرض مستغرق ہو تب بھی وہ گھوڑا آقا کا ہی اس لئے غلام کے گھوڑے پر سوار ہونے کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو ہر حال میں اس گھوڑے پر سوار ہونے سے حانث ہو جائے گا، کیونکہ یہ گھوڑا ہر حال میں آقا کا ہی ہے، انکے یہاں عرف کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

بَابُ الْيَمِيْنِ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ

(۲۳۷۴) قَالَ وَمَنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ فَهُوَ عَلٰى ثَمَرِهَا ، ١ لِأَنَّهُ أَضَافَ الْيَمِيْنَ إِلٰى مَالَايُؤْكَلُ فَيَنْصَرِفُ إِلٰى مَايَخْرُجُ مِنْهُ وَهُوَ الثَّمَرُ، لِأَنَّهُ سَبَبٌ لَهُ فَيَصْلُحُ مَجَازًا عَنْهُ، ٢ لٰكِنَّ الشَّرْطَ أَنْ لَّايَتَغَيَّرَ بِصَنْعَةٍ جَدِيْدَةٍ حَتّٰى لَايَحْنَثُ بِالنَّبْذِ وَالْخلِّ وَالدِّبْسِ الْمَطْبُوْخِ، (۲۳۷۵) وَإِنْ حَلَفَ لَايَأْكُلُ مِنْ هٰذَا الْبُسْرِ فَصَارَ رَطْبًا فَأَكَلَهُ لَمْ يَحْنَثْ، وَكَذَا إِذَا حَلَفَ لَايَأْكُلُ عَنْ هٰذَا الرَّطْبِ وَمِنْ هٰذَا اللَّبَنِ فَصَارَ تَمْرًا أَوْ صَارَ اللَّبَنُ شِيْرَازًا لَمْ يَحْنَثْ،

﴿باب الیمین فی الاکل والشرب﴾

ترجمہ: (۲۳۷۴) اگر قسم کھائی کہ اس درخت سے نہیں کھائے گا تو قسم اس کے پھل پر ہوگی۔

ترجمہ : ١ اس لئے کہ قسم کی نسبت ایسی چیز کی طرف ہوگی جو کھائی جاتی ہو، اس لئے درخت سے جو نکلتا ہے اس کی طرف پھیرا جائے گا وہ پھل ہے، اس لئے کہ درخت پھل کا سبب ہے اس لئے سبب بول کر مجازا مسبب مراد لیا۔

تشریح: یعنی اس درخت کے کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔ البتہ اس درخت کے پھل کھانے سے حانث ہوگا۔

وجہ :(۱) عموما درخت بول کر اس کا پھل مراد لیتے ہیں۔ کیونکہ درخت نہیں کھاتے ہیں اس کا پھل ہی کھاتے ہیں اس لئے درخت بول کر پھل مراد ہوگا۔ اس لئے پھل کھانے سے حانث ہوگا۔ (۲) یہاں درخت پھل کا سبب ہے، اور پھل مسبب ہے اس لئے سبب بول کر مجازا مسبب مراد لیا، اور محاورے میں ایسا کرنا جائز ہے۔

ترجمہ :٢ لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی نئی ترکیب کر کے اس کا نام نہ بدلا ہو، یہاں تک کہ نبیذ سے حانث نہیں ہوگا، یا سر کے سے حانث نہیں ہوگا، یا پکی ہوئی تاڑی سے حانث نہیں ہوگا۔

تشریح : کھجور کی نبیذ بنادی، یا اس کا سرکہ بنا دیا، یا اس کی تاڑی بادی تو اب اس کا نام ہی بدل گیا اور پھل نہیں رہا اس لئے اس کے کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔

اصول: نام اور حقیقت بدل جائے تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ :(۲۳۷۵) اگر قسم کھائی کہ یہ گدر کھجور نہیں کھائے گا، پس وہ پک گئی پھر اس کو کھایا تو حانث نہیں ہوگا۔ ایسے ہی قسم کھائی کہ یہ تر کھجور نہیں کھائے گا،، یا یہ دودھ نہیں کھائے گا، پس وہ خشک کھجور ہوگئی، یا دودھ شیرازہ بن گیا تو حانث نہیں ہوگا۔

ل لِأَنَّ صِفَةَ الْبُسُورَةِ وَالرُّطُوبَةِ دَاعِيَةٌ إِلَى الْيَمِينِ وَكَذَا كَوْنُهُ لَبَنًا فَيَتَقَيَّدُ بِهِ، وَلِأَنَّ اللَّبَنَ مَأْكُولٌ فَلَايَنْصَرِفُ الْيَمِينُ إِلَى مَايُتَّخَذُ مِنْهُ، ٢ بِخِلَافِ مَا إِذَا خَلَفَ لَايَتَكَلَّمُ هٰذَا الصَّبِيَّ أَوْ هٰذَا الشَّابَّ فَكَلَّمَهُ بَعْدَ مَاشَاخَ، لِأَنَّ هَجْرَانَ الْمُسْلِمِ بِمَنْعِ الْكَلَامِ مَنْهِيٌّ عَنْهُ فَلَايُعْتَبَرُ الدَّاعِيَ دَاعِيًا فِي الشَّرْعِ،

(٢٣٧٦) وَلَوْحَلَفَ لَايَأْكُلُ لَحَمَ هٰذَا الْحَمَلِ فَأَكَلَ بَعْدَ مَاصَارَ كَبْشًا حَنَثَ،

ترجمه: ل اس لئے کہ گدر کھجور ہونا اور تر کھجور ہونا قسم کی طرف بلانے والی ہے، ایسے ہی دودھ میں بھی ہے اس لئے اس قید کا اعتبار ہوگا، اور اس لئے بھی کہ دودھ کھایا جاتا ہے تو دودھ سے جو چیز بنائی جاتی ہے اس پر قسم کا اعتبار نہیں ہوگا۔

تشریح: یہاں تین مثالیں ہیں اور تینوں میں یہ اصول ہے کہ صفت بدل جائے پھر اس کو استعمال کرے تو حانث نہیں ہوگا۔ [١] قسم کھائی کہ بسر، آدھ پکا کھجور نہیں کھائے گا، اور اس کے پکنے کے بعد کھایا تو حانث نہیں ہوگا، [٢] اسی طرح قسم کھائی کہ رطب، یعنی تر کھجور نہیں کھائے گا، اور اس کے خشک ہونے کے بعد کھایا تو حانث نہیں ہوگا [٣] قسم کھائی کہ دودھ نہیں کھائے گا، اور دودھ کا شیرازہ بنا دیا اور اس کو کھایا تو حانث نہیں ہوگا

وجه: یہاں کھجور کی ذات پر قسم نہیں ہے بلکہ اس کی گدر پن صفت پر قسم ہے۔ کیونکہ بعض آدمی کو گدر کھجور اچھی نہیں لگتی اس لئے ادھ پکی کھجور کھانے سے حانث ہوگا۔ پک جانے کے بعد کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔ اسی طرح رطب کی صفت پر قسم ہے، اس لئے خشک ہونے کے بعد کھایا تو حانث نہیں ہوگا۔ (٢) دوسری وجہ یہ ہے کہ دونوں کی طرح کی چیز کھائی جاتی ہے اس لئے ایک طرح پر قسم کھائی تو دوسری طرح کی چیز سے حانث نہیں ہوگا۔

لغت البسر : کچی کھجور، گدر کھجور۔ رطب : پکی کھجور۔ شیراز: دودھ سکھا کر کچھ بناتے ہیں اس کو شیراز، کہتے ہیں

ترجمه :٢ بخلاف اگر قسم کھائی کہ اس بچے سے بات نہیں کرے گا، یا اس جوان سے بات نہیں کرے گا، اور بوڑھا ہونے کے بعد بات کی [تو حانث ہو جائے گا] اس لئے کہ بات نہ کر کے مسلمان کو چھوڑنا ممنوع ہے، اس لئے شریعت میں بلانے والی چیز کا اعتبار نہیں ہوگا۔

تشریح: قسم کھائی کہ اس جوان سے بات نہیں کروں گا اور بوڑھا ہونے کے بعد اس سے بات کی تب بھی حانث ہوگا۔

وجه :(١) یہاں جوان کی ذات مراد ہے جوانی صفت مراد نہیں ہے، اس لئے جوانی ختم ہونے کے بعد بھی بات کرنے سے حانث ہو جائے گا۔ (٢) مسلمان سے بات کرنا چھوڑ دینا حدیث میں اس کو منع کیا ہے، اس لئے بات نہ کرنے کا تعلق جوانی کی صفت سے نہیں ہوگا، بلکہ اس کی ذات سے ہوگا۔

ترجمه:(٢٣٧٦) اگر قسم کھائی کہ اس حمل کا گوشت نہیں کھائے گا، پس وہ مینڈھا ہو گیا پھر اسکا گوشت کھایا تو حانث ہو جائے گا۔

ل لِأَنَّ صِفَةَ الصِّغَرِ فِي هٰذَا لَيْسَتْ بِدَاعِيَةٍ إِلَى الْيَمِيْنِ، فَإِنَّ الْمُمْتَنِعَ عَنْهُ أَكْثَرُ اِمْتِنَاعًا عَنْ لَحْمِ الْكَبْشَيْنِ. (۲۳۷۷) قَالَ وَمَنْ حَلَفَ لَايَأْكُلُ بُسْرًا فَأَكَلَ رَطَبًا لَمْ يَحْنَثْ، ل لِأَنَّهُ لَيْسَ بِبُسْرٍ، (۲۳۷۸) وَمَنْ حَلَفَ لَايَأْكُلُ رَطَبًا أَوْ بُسْرًا أَوْ حَلَفَ لَايَأْكُلُ رَطَبًا وَلَابُسْرًا فَأَكَلَ مُذَنِّبًا حَنِثَ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهِ، وَقَالَا لَايَحْنَثُ فِي الرَّطَبِ ل يَعْنِي بِالْبُسْرِ الْمُذَنَّبِ وَلَافِي الْبُسْرِ بِالرَّطَبِ الْمُذَنَّبِ، لِأَنَّ الرَّطَبَ الْمُذَنَّبَ يُسَمّٰى رَطَبًا، وَالْبُسْرُ الْمُذَنَّبُ يُسَمّٰى بُسْرًا فَصَارَ كَمَا إِذَا كَانَ

وجہ : یہاں بھی اس حمل سے مراد حمل کی صفت نہیں ہے بلکہ حمل کی ذات ہے اس لئے مینڈھا ہونے کے بعد بھی اس کا گوشت کھایا تو حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ ذات تو وہی ہے۔

اصول : یہ دیکھا جائے گا کہ قسم کھانے والے نے کہاں ذات مراد لی ہے اور کہاں صفت مراد لی ہے۔ جہاں ذات مراد لی ہے وہاں اس صفت کے زائل ہونے کے بعد بھی ذات سے بات کرے گا تو حانث ہوگا۔ اور جہاں صفت مراد لی ہے وہاں اس صفت کے موجود رہنے تک بات کرے گا تو حانث ہوگا۔ اور صفت زائل ہونے کے بعد بات کرے گا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ل اس لئے کہ بچپنے کی صفت قسم کی طرف بلانے والی نہیں ہے، اس لئے کہ مینڈھے کے گوشت سے کھانے سے لوگ بچتے ہیں۔

تشریح : حمل کا گوشت کھائے اور مینڈھے کا گوشت نہ کھائے ایسی کوئی بلانے والی چیز نہیں ہے، بلکہ مینڈھے کا گوشت بڑا ہونے کی وجہ سے بدمزا ہوتا ہے اس لئے اس کے کھانے سے لوگ رکتے ہیں، اس لئے یہاں حمل کی ذات مراد ہے اس لئے وہ حمل مینڈھا ہو جائے پھر کھائے تب بھی حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ : (۲۳۷۷) قسم کھائی کہ آدھ پکا کھجور نہیں کھائے گا پھر اس نے تر کھجور کھالیا تو حانث نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ تر کھجور نہیں ہے۔

وجہ : یہاں مدار کھجور کی صفت ہے ذات نہیں اس لئے صفت بدل جانے کے بعد کھایا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (۲۳۷۸) کسی نے قسم کھائی کہ تر کھجور نہیں کھائے گا، یا گدر کھجور نہیں کھائے گا، یا قسم کھائی کہ تر اور گدر کھجور نہیں کھائے گا، پھر مذنب کھجور کھایا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حانث ہو جائے گا، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ تر کھجور کھانے میں حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ل یعنی رطب کے نہ کھانے کی قسم کھائی اور بسر مذنب کھالیا، یا بسر کے نہ کھانے کی قسم کھائی اور رطب مذنب کھالیا تو حانث نہیں ہوگا اس لئے کہ رطب مذنب کو رطب، کہتے ہیں اور بسر مذنب کو بسر، کہتے ہیں، تو ایسا ہو گیا جیسے خرید نے پر قسم کھائے۔

لغت : کچے کھجور کی دم میں ہلکی سی لالی آگئی ہو اس کو بسر مذنب، کہتے ہیں۔ اور پکی ہوئی کھجور کی دم میں ہلکی سی کچی رہ جائے

الْيَمِيْنُ عَلَى الشِّرَاءِ، ٢ وَلَهُ أَنَّ الرُّطَبَ الْمُذَنَّبَ مَايَكُوْنُ فِيْ ذَنْبِهِ قَلِيْلَ بُسْرٍ، وَالْبُسْرُ الْمُذَنَّبُ عَلٰى عَكْسِهِ فَيَكُوْنُ آكِلُهُ آكِلَ الْبُسْرِ وَالرُّطَبِ، وَكُلٌّ وَاحِدٍ مَقْصُوْدٌ فِي الْأَكْلِ، ٣ بِخِلَافِ الشِّرَاءِ، لِأَنَّهُ يُصَادِفُ الْجُمْلَةَ فَيَتْبَعُ الْقَلِيْلُ فِيْهِ الْكَثِيْرَ.

اس کو رطب مذنب، کہتے ہیں۔

تشریح: مصنف نے پانچ مسئلوں کو ایک ساتھ ملا دیا ہے۔[١] قسم کھائی کہ رطب [تر کھجور] نہیں کھائے گا اور مذنب کھالیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حانث ہو جائے گا، کیونکہ رطب مذنب اس کو کہتے ہیں جو رطب ہی ہے لیکن اس کی دم میں ہلکا سا کچا پن ہے، اس لئے اس نے رطب ہی کھایا اس لئے حانث ہو جائے گا۔[٢] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ۔قسم کھائی کہ بسر [کچا کھجور] نہیں کھائے گا، مذنب کھالیا تو حانث ہو جائے گا، اس لئے کہ بسر ہی ہے لیکن اس کی دم میں ہلکی سی لالی آ گئی ہے، تو چونکہ اس نے بسر کھایا ہے اس لئے حانث ہو جائے گا۔[٣] تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قسم کھائی کہ نہ رطب کھائے گا اور نہ بسر کھائے گا، پھر اس نے مذنب کھالیا، پس اگر رطب کا مذنب کھایا تو گویا کہ رطب کھایا، اور بسر کا مذنب کھایا تو بسر کھالیا اس لئے حانث ہو جائے گا۔
[٤] چوتھا مسئلہ صاحبین والا ہے، اسکا حاصل یہ ہے کہ قسم کھائی کہ رطب نہیں کھائے گا اور بسر مذنب کھالیا تو حانث نہیں ہو گیا، کیونکہ بسر مذنب رطب نہیں ہے۔
[٥] قسم کھائی کہ بسر نہیں کھائے گا اور رطب مذنب کھالیا تو چونکہ اس نے بسر نہیں کھایا اسلئے حانث نہیں ہوگا۔اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ قسم کھائی کہ رطب نہیں خریدے گا اور ایک ایسا گچھہ خریدا جس میں زیادہ تر بسر تھے، لیکن تھوڑا سا رطب بھی تھا تو حانث نہیں ہوگا، کیونکہ یہاں رطب مغلوب ہے، اسی طرح یہاں تھوڑی سی لالی ہے تو اس سے حانث نہیں ہوگا، کیونہ وہ مغلوب ہے۔

ترجمہ: ٢ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مذنب رطب اس کو کہتے ہیں کہ جو رطب ہوتا ہے لیکن اس کی دم میں تھوڑا سا کچا پن ہوتا ہے، اور مذنب بسر اس کا الٹا ہوتا ہے [یعنی کھجور کچی ہوتی ہے، لیکن اس کی دم میں تھوڑی سی لالی ہوتی ہے] اس لئے مذنب بسر کا کھانے والا، بسر کھایا ہے، اور مذنب رطب کا کھانے والا رطب کھایا ہے، اور ہر ایک کے کھانے کا مقصد الگ الگ ہے۔

تشریح: واضح ہے، اور اس کی کچھ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ترجمہ: ٣ بخلاف خریدنے کے اس لئے کہ وہاں مجموعہ خریدتے ہیں اور تھوڑا زیادہ کا تابع ہوتا ہے۔

تشریح: یہ صاحبینؒ کو جواب ہے، کہ خریدنے میں مجموعہ کو دیکھا جاتا ہے، اور اس میں جو تھوڑا ہوتا ہے وہ زیادہ کے تابع ہوتا ہے، اس لئے اگر زیادہ رطب ہے اور تھوڑا سا بسر ہے تو اور قسم کھائی تھی کہ بسر نہیں خریدوں گا تو حانث نہیں ہوگا، کیونکہ زیادہ کا اعتبار ہے۔

(٢٣٧٩) وَلَوْ حَلَفَ لَايَشْتَرِي رُطَبًا فَاشْتَرَىٰ كِبَاسَةَ بُسْرٍ فِيْهَا رُطَبٌ لَايَحْنَثُ ، ‌ ‌ل لِأَنَّ الشِّرَاءَ يُصَادِفُ الْجُمْلَةَ وَالْمَغْلُوْبُ تَابِعٌ، وَلَوْ كَانَتِ الْيَمِيْنُ عَلَى الْأَكْلِ يَحْنَثُ، لِأَنَّ الْأَكْلَ يُصَادِفُهُ شَيْئًا فَشَيْئًا فَكَانَ كُلٌّ مِنْهُمَا مَقْصُوْدًا وَصَارَ كَمَا إِذَا حَلَفَ لَايَشْتَرِي شَعِيْرًا أَوْ لَا يَأْكُلُهُ فَاشْتَرَىٰ حِنْطَةً فِيْهَا حَبَّاتُ شَعِيْرٍ وَأَكَلَهَا يَحْنَثُ فِي الْأَكْلِ دُوْنَ الشِّرَاءِ لِمَا قُلْنَا.

(٢٣٨٠) قَالَ وَلَوْ حَلَفَ لَايَأْكُلُ لَحْمًا فَأَكَلَ لَحْمَ السَّمَكِ لَايَحْنَثُ،

ترجمہ:(٢٣٧٩)اگر قسم کھائی تھی کہ رطب نہیں خریدوں گا، پھر اس نے بسر کا ایک گچھا خریدا، جس میں تھوڑا سا رطب بھی تھا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ:ل اس لئے کہ خریدنا مجموعے کا ہوتا ہے اور جو مغلوب ہوتا ہے وہ غالب کا تابع ہوتا ہے۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ خریدنے میں مجموعے میں جو زیادہ ہو اس کا اعتبار ہے، اور جو مغلوب ہو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ یہاں رطب کم ہے اور بسر [آدھ پکا کھجور] زیادہ ہے اس لئے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ:٢ اور اگر قسم کھانے کی چیز پر ہوتی تو رطب کھانے سے حانث ہو جاتا، اس لئے کہ کھانا ایک ایک لقمہ کر کے ہوتا ہے تو رطب اور بسر دونوں ہی مقصود ہیں۔

تشریح:قسم کھائی کہ رطب نہیں کھاوں گا پھر اس نے بسر زیادہ کھایا، اور ایک دو رطب بھی کھا لیا تو حانث ہو جائے گا۔

وجہ : کیونکہ کھانے میں مجموعہ نہیں ہوتا بلکہ ایک ایک لقمہ کر کے کھاتا ہے اور ایک ایک لقمہ مقصود ہوتا ہے، اس لئے جیسے ہی رطب کا لقمہ کھایا وہ حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ:٣ اور ایسا ہو گیا، قسم کھائی کہ جو نہیں خریدے گا اور نہ اس کو کھائے گا، پھر گیہوں خریدا جس میں کچھ دانے جو کے بھی تھے، اور اس دانے کو کھا لیا تو کھانے میں حانث ہوگا، خریدنے میں حانث نہیں ہوگا، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح:اس مسئلے میں دونوں مثالیں ایک ساتھ پیش کی ہیں۔ قسم کھائی کہ جو نہیں خریدوں گا، اور نہ اس کو کھاوں گا، اب گیہوں خریدا جس میں کچھ دانے جو کے بھی تھے، تو خریدنے میں حانث نہیں ہوگا، کیونکہ غالب گیہوں ہے اور جو مغلوب ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہے۔ لیکن اگر جو کے دانے کو کھا لیا تو حانث ہو جائے گا، کیونکہ کھانا ایک ایک دانہ کر کے ہوگا جو مقصود ہے۔

ترجمہ:(٢٣٨٠) کسی نے قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائے گا پس مچھلی کا گوشت کھایا تو حانث نہیں ہوگا۔

وجہ : مچھلی گوشت سے بالکل الگ چیز ہے۔ اس لئے قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائے گا۔ پس مچھلی کھائی تو حانث نہیں ہوگا (٢) یہی وجہ ہے کہ گوشت کو بغیر ذبح کئے ہوئے کھانا حلال نہیں ہے اور مچھلی بغیر ذبح کئے ہوئے کھانا حلال ہے۔ اس سے معلوم ہوا

ل وَالْقِيَاسُ أَنْ يَحْنَثَ، لِأَنَّهُ يُسَمّٰى لَحْمًا فِي الْقُرْآنِ، وَجْهُ الْإِسْتِحْسَانِ أَنَّ التَّسْمِيَةَ مَجَازِيَّةٌ، لِأَنَّ اللَّحْمَ مَنْشَأُهُ مِنَ الدَّمِ وَلَادَمَ فِيهِ لِسُكُوْنِهِ فِي الْمَاءِ، (٢٣٨١) وَإِنْ أَكَلَ لَحْمَ خِنْزِيرٍ أَوْ لَحْمَ إِنْسَانٍ يَحْنَثُ، ل لِأَنَّهُ لَحْمٌ حَقِيقِيٌّ إِلَّا أَنَّهُ حَرَامٌ وَالْيَمِيْنُ قَدْ يَعْقُدُ لِلْمَنْعِ مِنَ الْحَرَامِ، (٢٣٨٢) وَكَذَا إِذَا أَكَلَ كَبِدًا أَوْ كِرْشًا، ل لِأَنَّهُ لَحْمٌ حَقِيقَةً فَإِنَّ نَمُوَّهُ مِنَ الدَّمِ وَيُسْتَعْمَلُ اِسْتِعْمَالَ اللَّحْمِ ٢ وَقِيْلَ فِي عُرُفِنَا لَايَحْنَثُ لِأَنَّهُ لَايُعَدُّ لَحْمًا.

(٢٣٨٣) قَالَ وَلَوْ حَلَفَ لَايَأْكُلُ أَوْ لَايَشْتَرِي شَحْمًا لَمْ يَحْنَثْ إِلَّا فِي شَحْمِ الْبَطْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ

کہ مچھلی اور چیز ہے اور گوشت اور چیز ہے۔

ترجمہ: ل قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ مچھلی کا گوشت کھانے سے حانث ہو جائے اس لئے کہ قرآن میں اس کو لحم کہا ہے، لیکن استحسان کی وجہ یہ ہے کہ قرآن میں اس کو مجازاً گوشت کہا ہے، اس لئے کہ گوشت خون سے پیدا ہوتا ہے، اور مچھلی میں خون نہیں ہوتا کیونکہ وہ پانی میں رہتا ہے۔

تشریح: قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ حانث ہو جائے کیونکہ قرآن کریم میں مچھلی کو لحم طری کہا ہے۔ومن کل تأکلون لحما طریا. (آیت ١٢، سورہ فاطر ٣٥) اس آیت میں مچھلی کو لحم طری کہا ہے، لیکن او پر قسم کا مدار عام محاورے پر ہے۔

ترجمہ: (٢٣٨١) اور اگر سور کا گوشت کھایا یا انسان کا گوشت کھایا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ وہ گوشت ہے اگر چہ حرام ہے، کیونکہ قسم کبھی حرام سے رکنے کے لئے کھائی جاتی ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (٢٣٨٢) ایسے ہی اگر کلیجی کھائی یا اوجھڑی کھائی تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ل کیونکہ حقیقت میں وہ گوشت ہیں، اس لئے کہ اس کی پیدائش خون سے ہے اور گوشت کی طرح استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ٢ بعض حضرات نے فرمایا کہ ہمارے عراق کے عرف میں حانث نہیں ہوگا اس لئے کہ ہمارے عرف میں اس کو گوشت شمار نہیں کرتے۔

تشریح: صاحب ہدایہ کے عرف میں کلیجی اور اوجھڑی کو گوشت نہیں کہتے اور قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے اس لئے ان کے عرف میں اس کو کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (٢٣٨٣) اگر قسم کھائی کہ چربی نہیں خریدے گا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پیٹ کی چربی میں حانث ہوگا، اور

رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَقَالَا يَحْنَثُ فِي شَحْمِ الظَّهْرِ أَيْضًا ۱؎ وَهُوَ اللَّحْمُ السَّمِيْنُ لِوُجُوْدِ خَاصِيَةِ الشَّحْمِ فِيْهِ وَهُوَ الذَّوْبُ بِالنَّارِ، ۲؎ وَلَهُ أَنَّهُ لَحْمٌ حَقِيْقَةً، أَلَا تَرىٰ أَنَّهُ يَنْشَأُ مِنَ الدَّمِ وَيُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَهُ وَيَحْصُلُ بِهٖ قُوَّتُهُ، وَلِهٰذَا يَحْنَثُ بِأَكْلِهٖ فِي الْيَمِيْنِ عَلٰى أَكْلِ اللَّحْمِ وَلَايَحْنَثُ بِبَيْعِهٖ فِي الْيَمِيْنِ عَلٰى بَيْعِ الشَّحْمِ، ۳؎ وَقِيْلَ هٰذَا بِالْعَرَبِيَّةِ فَأَمَّا اِسْمُ پيه بِالْفَارِسِيَّةِ لَايَقَعُ عَلٰى شَحْمِ الظَّهْرِ بِحَالٍ، (۲۳۸۴) وَلَوْ حَلَفَ لَايَشْتَرِي أَوْ لَايَأْكُلُ لَحْمًا أَوْ شَحْمًا فَاشْتَرىٰ إِلْيَةً أَوْ أَكَلَهَا لَمْ يَحْنَثْ ،

صاحبینؒ نے فرمایا کہ پیٹھ کی چربی میں بھی حانث ہوگا۔

ترجمہ:۱؎ وہ موٹا گوشت ہے جس میں چربی کی خاصیت ہے کہ وہ آگ میں پگھل جاتی ہے۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چربی حقیقت میں گوشت ہے، کیونکہ وہ خون سے پیدا ہوتی ہے اور گوشت کی طرح کھائی جاتی ہے، اس لئے جو خالص چربی ہے جو پیٹ کے آنتوں میں ہوتی ہے اسی چربی کے کھانے سے حانث ہوگا، اور پیٹھ کی چربی جو گوشت کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے اس کے کھانے سے حانث نہیں ہوگا، کیونکہ وہ گوشت کے حکم میں ہے۔ اور صاحبین کے یہاں پیٹ کی چربی اور پیٹھ کی چربی کھانے سے بھی حانث ہوگا، کیونکہ اس میں چربی کی خاصیت ہے، یعنی آگ میں پگھل جانا۔

ترجمہ :۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ پیٹھ کی چربی حقیقت میں گوشت ہے، وہ خون سے پیدا ہوتی ہے اور گوشت کی طرح استعمال کی جاتی ہے، اور اس سے گوشت کی غذا حاصل کی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھاوں گا تو پیٹھ کی چربی کھانے سے حانث ہو جائے گا، اور قسم کھائی کہ چربی نہیں بیچے گا تو پیٹھ کی چربی بیچنے سے حانث نہیں ہوگا۔

تشریح:امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ پیٹھ کی چربی چربی نہیں ہے بلکہ یہ گوشت ہے، اس کی تین دلیل دی [۱] وہ خون سے پیدا ہوتی ہے اور گوشت کی استعمال کی جاتی ہے [۲] قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائے گا اور پیٹھ کی چربی کھالی تو حانث ہو جائے گا [۳] قسم کھائی کہ چربی نہیں بیچے گا اور پیٹھ کی چربی بیچی تو حانث نہیں ہوگا، اس سے ثابت ہوا کہ پیٹھ کی چربی نہیں ہے اس لئے اس کے کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ :۳؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ تفصیل عربی میں ہے، فارسی میں اگر پیہ، کہا تو کسی حال میں پیٹھ کی چربی کو شامل نہیں ہوگا۔

تشریح :فارسی میں پیہ خالص چربی کو کہتے ہیں، اور پیٹھ کی چربی خالص چربی نہیں ہوتی اس لئے پیہ کہنے سے پیٹھ کی چربی کو شامل نہیں ہوگا۔

ترجمہ:(۲۳۸۴) اگر قسم کھائی کہ گوشت یا چربی نہ خریدے گا اور نہ کھائے، اس نے دنبہ کی چکتی خریدی یا کھائی تو حانث نہیں ہوگا۔

۱؎ لِأَنَّهُ نَوْعٌ ثَالِثٌ حَتّٰی لَایُسْتَعْمَلَ اسْتِعْمَالَ اللُّحُوْمِ وَالشُّحُوْمِ.

(۲۳۸۵) وَمَنْ حَلَفَ لَایَأْکُلُ مِنْ هٰذِهِ الْحِنْطَةِ لَمْ یَحْنَثْ حَتّٰی یَقْضِمَهَا، وَلَوْ أَکَلَ مِنْ خُبْزِهَا لَمْ یَحْنَثْ عِنْدَ أَبِي حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ، وَقَالَا إِنْ أَکَلَ مِنْ خُبْزِهَا حَنَثَ أَیْضًا ، ۱؎ لِأَنَّهُ مَفْهُوْمٌ مِنْهُ عُرْفًا، وَلِأَبِي حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ أَنَّ لَهُ حَقِیْقَةً مُسْتَعْمِلَةً فَإِنَّهَا تُغْلٰی وَتُقْلٰی وَتُؤْکَلُ قَضْمًا وَّهِيَ قَاضِیَةٌ عَلَی الْمَجَازِ الْمُتَعَارَفِ عَلٰی مَاهُوَ الْأَصْلُ عِنْدَهُ، ۲؎ وَلَوْقَضَمَهَا حَنَثَ عِنْدَهُمَا هُوَ الصَّحِیْحُ لِعُمُوْمِ

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ یہ تیسری قسم ہے یہی وجہ ہے کہ یہ چکتی گوشت اور چربی کی جگہ استعمال نہیں ہوتی ۔

تشریح : دنبہ کی چکتی نہ گوشت ہے اور نہ چربی ہے وہ کوئی تیسری قسم ہے اس لئے کسی نے قسم کھائی کہ گوشت، اور چربی نہیں کھاوں گا اور اس نے چکتی کھالی یا خرید لیا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ :(۲۳۸۵) قسم کھائی کہ اس گیہوں سے نہیں کھائے گا، تو جب تک اس کو چبا کر نہ کھائے حانث نہیں ہوگا، اگر اس کی روٹی کھائی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حانث نہیں ہوگا، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس کی روٹی کھائی تب بھی حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ عرف میں گیہوں سے روٹی ہی مراد ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ گیہوں حقیقت ہے اور اس کو استعمال بھی کرتے ہیں، چنانچہ گیہوں کو ابالتے ہیں، اس کو بھونتے ہیں اور چبا کر کھاتے ہیں، اور وہ مجاز متعارف پر فیصلہ کرنے والا ہے، جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کا قاعدہ ہے

تشریح : یہاں منطقی محاورہ استعمال ہوا ہے۔ ایک حقیقت ہو اور اس کو کبھی کبھی استعمال بھی کرتے ہوں اس کو حقیقت مستعملہ، کہتے ہیں، جیسے گیہوں کی روٹی کھاتے ہیں، لیکن اس کو چبا کر بھی کھاتے ہیں، تو گیہوں بول کر اسکو چبا کر کھانا مراد لے تو یہ حقیقت مستعملہ ہوا، اور روٹی کھانا مراد لے تو یہ مجاز متعارف ہے، یعنی گیہوں کا مجازی معنی ہے لیکن عرف میں یہی استعمال ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے مجاز متعارف سے حقیقت مستعملہ مراد لینا زیادہ بہتر ہے۔ کسی نے قسم کھائی کہ گیہوں نہیں کھاوں گا گیہوں ہی چبا کر کھائے تو حانث ہوگا، کیونکہ گیہوں کو بھون کر کھاتے ہیں اور اس کی روٹی کھائی تو حانث نہیں ہوگا، اور صاحبینؒ کے نزدیک روٹی کھانے سے بھی حانث ہو جائے گا۔

وجہ : انکے یہاں مجاز متعارف لینا زیادہ بہتر ہے، اور روٹی کھانا مجاز متعارف ہے اس لئے اس کے کھانے سے بھی حانث ہوگا۔

لغت : تغلی: غلی سے مشتق ہے، ابالنا۔ تقلی: قلی سے مشتق ہے، بھوننا۔ قضما: قضم سے مشتق ہے، چبا کر کھانا۔ قاضیة: قضا سے مشتق ہے، بھاری ہے، فیصلہ کن ہے۔

ترجمہ :۲؎ اور اگر گیہوں کا چبا کر کھایا تب بھی صاحبینؒ کے یہاں حانث ہو جائے گا مجاز کے عموم ہونے کی وجہ سے، جیسے

الْمَجَازِ، كَمَا إِذَا حَلَفَ لَايَضَعُ قَدَمَهُ فِي دَارِ فُلَانٍ، وَإِلَيْهِ الْإِشَارَةُ بِقَوْلِهِ فِي الْخُبْزِ حَنَثَ أَيْضًا.
(۲۳۸٦) قَالَ وَلَوْ حَلَفَ لَايَأْكُلُ مِنْ هٰذَا الدَّقِيقِ فَأَكَلَ مِنْ خُبْزِهِ حَنَثَ، ۱؎ لِأَنَّ عَيْنَهُ غَيْرُ مَأْكُولٍ فَانْصَرَفَ إِلٰى مَايُتَّخَذُ مِنْهُ، (۲۳۸۷) وَلَوْ اِسْتَفَّهُ كَمَا هُوَ لَايَحْنَثُ ۱؎ هُوَ الصَّحِيحُ لِتَعَيُّنِ الْمَجَازُ مُرَادًا، (۲۳۸۷) وَلَوْ حَلَفَ لَايَأْكُلُ خُبْزًا فَيَمِينُهُ عَلٰى مَايَعْتَادُ أَهْلُ الْمِصْرِ أَكْلَهُ خُبْزًا ۱؎ وَذٰلِكَ خُبْزُ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ، لِأَنَّهُ هُوَ الْمُعْتَادُ فِي غَالِبِ الْبُلْدَانِ، (۲۳۸۸) وَلَوْ أَكَلَ مِنْ خُبْزِ الْقَطَائِفِ

کوئی قسم کھائے کہ فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھے گا تو ننگا قدم اور سوار ہو کر قدم رکھے گا تب بھی حانث ہو جائے گا، اسی عموم مجاز کی طرف اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ، روٹی کھانے میں بھی حانث ہوگا۔

تشریح: اگر گیہوں چبا کر کھایا تب بھی صاحبینؒ کے نزدیک حانث ہو جائے گا، کیونکہ عموم مجاز میں گیہوں چبا کر کھانا بھی آتا ہے اور اس کی روٹی کھانا بھی شامل ہے، اس کی ایک مثال دیتے ہیں، کسی نے کہا کہ میں فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا تو ننگا پیر سے قدم رکھے گا تب بھی حانث ہوگا، جوتا پہن کر قدم رکھے گا تب بھی حانث ہوگا، اور سوار ہو کر گھر میں داخل ہوگا تب بھی حانث ہو جائے گا، کیونکہ یہاں عموم مجاز میں سب شامل ہیں۔

ترجمہ: (۲۳۸٦) اگر قسم کھائی کہ اس آٹے کو نہیں کھائے گا۔ پس اس کی روٹی کھائی تو حانث ہو جائے گا۔ [اس لئے کہ عین آٹے کو نہیں کھاتے ہیں، تو آٹے سے جو روٹی بنائی جاتی ہے اس کی طرف پھیرا جائے گا] اور اگر آٹا ہی پھانک لیا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ صحیح یہی ہے اس لئے کہ یہاں مجاز متعین ہے۔

اصول: عرف میں آٹے سے جو روٹی کھائی جاتی ہے وہ مراد ہوگی۔

وجہ: عام طور پر لوگ آٹا نہیں پھانکتے بلکہ آٹے کی روٹی بنا کر کھاتے ہیں اس لئے یہاں بالاتفاق آٹے سے اس کی روٹی مراد ہے۔ اس لئے روٹی کھائے تو حانث ہوگا۔ آٹا کھائے گا تو حانث نہیں ہوگا کیونکہ اس کو پھانکنا عموما مراد نہیں ہوتا۔

لغت: استف : آٹا پھانکنا۔

ترجمہ: (۲۳۸۷) اگر قسم کھائی کہ روٹی نہیں کھائے گا تو قسم کا مدار اس چیز کی روٹی پر ہوگا جو جسکی روٹی وہ شہر والے کھاتے ہیں۔

ترجمہ: ۱؎ یہ روٹی گیہوں کی یا جو کی ہوگی اس لئے کہ عام شہر میں اسی کی عادت ہے۔

تشریح: اس شہر میں جس چیز کی روٹی کھائی جاتی ہے مطلق روٹی بولنے سے اسی کی روٹی مراد ہوگی اور وہی کھانے سے حانث ہوگا، کسی اور چیز کی روٹی کھائی جو عام طور پر کھائی نہیں جاتی ہے تو اس سے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۳۸۸) اور اگر چار مغز کی روٹی کھائی تو حانث نہیں ہوگا،

لَايَحْنَثُ، ل لِأَنَّهُ لَايُسَمّٰى خُبْزًا مُطْلَقًاإِلَّا إِذَا نَوَاهُ،لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ كَلَامَهُ،(٢٣٨٩) وَكَذَا إِذَا أَكَلَ خُبْزَ الْأَرُزِّ بِالْعِرَاقِ لَمْ يَحْنَثْ، ل لِأَنَّهُ غَيْرُ مُعْتَادٍ عِنْدَهُمْ حَتّٰى لَوْكَانَ بِطَبَرْسُنَانَ أَوْ فِي بَلَدَةٍ طَعَامِهِمْ ذٰلِكَ يَحْنَثُ. (٢٣٩٠) وَلَوْ حَلَفَ لَايَأْكُلُ الشِّوَاءَ فَهُوَ عَلَى اللَّحْمِ دُوْنَ الْبَاذَنْجَانِ وَالْجَزْرِ، ل لِأَنَّهُ يُرَادُبِهِ اللَّحْمُ الْمَشْوِيُّ عِنْدَ الْإِطْلَاقِ إِلَّا أَنْ يَنْوِيَ مَايُشْوىٰ مِنْ بَيْضٍ أَوْغَيْرِهِ لِمَكَانِ الْحَقِيْقَةِ، (٢٣٩١)وَإِنْ حَلَفَ لَايَأْكُلُ الطَّبِيْخَ فَهُوَعَلىٰ مَايُطْبَخُ مِنَ اللَّحْمِ ل وَهٰذَااسْتِحْسَانٌ اِعْتِبَارًالِلْعُرْفِ،

ترجمہ:ل اس لئے کہ اس کو مطلق روٹی نہیں کہتے ، ہاں اس کی نیت کر لے تو ہو جائے گا، کیونکہ اس کے کلام میں اس کا احتمال ہے۔

تشریح:کھیرا، کدو، خربوزہ، اور بادام کی بیجوں کو چار مغز کہتے ہیں اس کی روٹی پکا کر کھائی تو حانث نہیں ہوگا، کیونکہ مطلق روٹی بولتے ہیں تو چار مغز کی روٹی مراد نہیں ہوتی، لیکن کوئی آدمی اسی کی روٹی کی نیت کرے تو کر سکتا ہے، کیونکہ یہ بھی روٹی ہے۔

ترجمہ:(٢٣٨٩) ایسے ہی اگر عراق میں چاول کی روٹی کھائی تو حانث نہیں ہوگا،

ترجمہ:ل اس لئے کہ انکے یہاں چاول کی روٹی کھانے کی عادت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر طبرستان میں یا ایسے شہر میں جس میں اس کا کھانا چاول کی روٹی ہو تو حانث ہو جائے گا۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ:(٢٣٩٠) کسی نے قسم کھائی کہ بھنا ہوا نہیں کھائے گا تو وہ گوشت کے بھننے پر محمول ہوگی نہ کہ بیگن اور گاجر پر۔

ترجمہ:ل اس لئے کہ مطلق بولتے وقت بھنا ہوا گوشت مراد ہوتا ہے، مگر یہ نیت کرے جو انڈا وغیرہ بھنا جاتا ہے، کیونکہ وہ حقیقت ہے۔

تشریح:عرب میں الشواء یعنی بھنا ہوا جب بھی بولتے ہیں تو بھنا ہوا گوشت مراد لیتے ہیں، بھنا ہوا بیگن یا بھنا ہوا گاجر مراد نہیں لیتے۔اس لئے بھنا ہوا گوشت کھانے سے حانث ہوگا، بھنا ہوا بیگن یا بھنا ہوا گاجر کے کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔اگر چہ بیگن اور گاجر کا بھنا بھی بھنا ہے لیکن عرب اس کو شواء نہیں کہتے ہیں۔لیکن کوئی آدمی کسی اور چیز کے بھننے کی نیت کرے تو کر سکتا ہے، کیونکہ وہ حقیقی معنی ہے۔

لغت: الشواء : بھنا۔ الجزر : گاجر۔

ترجمہ:(٢٣٩١) اگر قسم کھائی کہ پکا ہوا نہیں کھائے گا تو وہ پکے ہوئے گوشت پر محمول ہوگی۔

ترجمہ:ل عرف کا اعتبار کرتے ہوئے یہ استحسان کا تقاضہ ہے، اس لئے کہ یہاں عام کرنا متعذر ہے اس لئے خاص کی طرف پھیرا جائے گا جو متعارف ہے اور وہ پانی میں پکایا ہوا گوشت ہے، مگر اس کے علاوہ کی نیت کی تو وہ بھی ہوسکتا ہے اس لئے

وَهٰذَا لِأَنَّ التَّعْمِيْمَ مُتَعَذِّرٌ فَيُصْرَفُ إِلٰى خَاصٍ هُوَمُتَارَفٌ وَهُوَاللَّحْمُ الْمَطْبُوْخُ بِالْمَاءِ،إِلَّاإِذَانَوىٰ غَيْرَذٰلِکَ، لِأَنَّ فِيْهِ تَشْدِيْدًا، ٢ وَإِنْ أَكَلَ مِنْ مَرَقِهٖ يَحْنَثُ لِمَا فِيْهِ مِنْ أَجْزَاءِ اللَّحْمِ وَلِأَنَّهٗ يُسَمّٰى طَبِيْخًا. (٢٣٩٢) وَمَنْ حَلَفَ لَايَأْكُلُ الرُّؤُوْسَ فَيَمِيْنُهٗ عَلٰى مَايُكْبَسُ فِي التَّنَانِيْرِ وَيُبَاعُ فِي الْمِصْرِ، ١ وَيُقَالُ يُكْنَسُ، (٢٣٩٣) وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ وَلَوْحَلَفَ لَايَأْكُلُ رَأْسًا فَهُوَ عَلٰى رُؤُسِ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ عَلَى الْغَنَمِ خَاصَّةً ، ١ وَهٰذَا اخْتِلَافُ عَصْرٍ وَزَمَانٍ، كَانَ الْعُرْفُ فِيْ زَمَنِهٖ فِيْهِمَا، وَفِيْ زَمَنِهِمَا فِي الْغَنَمِ خَاصَّةً وَفِيْ

کہ وہ اپنے اوپر سختی کو بڑھا رہا ہے۔

تشریح : طبیخ ہر چیز کی پکی ہوئی چیز کو کہتے ہیں، لیکن عرب میں طبیخ پکے ہوئے گوشت کو کہتے ہیں اس لئے پکے ہوئے گوشت کے کھانے سے حانث ہوگا، کسی دوسری چیز کے پکے ہوئے سالن سے حانث نہیں ہوگا۔ لیکن اگر دوسری پکی ہوئی چیز کی نیت کی تو کرسکتا ہے، کیونکہ یہ کلام کی حقیقت ہے۔ البتہ وہ اپنے اوپر سختی کر رہا ہے اس لئے قاضی اس کی تصدیق کرے گا۔

لغت : الطبیخ : طبخ سے مشتق ہے پکا ہوا گوشت۔

ترجمہ: ٢ اگر گوشت کا شوربہ پی لیا تو حانث ہو جائے گا، اسلئے کہ اس میں گوشت کا ٹکڑا ہے، اور اس کو بھی طبیخ [پکا ہوا] کہتے ہیں۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (٢٣٩٢) کسی نے قسم کھائی کہ سر نہیں کھائے گا تو اس کی قسم اس پر ہوگی جو تنور میں پکتا ہو اور شہر میں بکتا ہو۔

ترجمہ : ١ ایک عبارت میں یکبس، کے بجائے یکنس ہے، اس کا ترجمہ بھی داخل کرنا

تشریح : کھائے جانے والے تمام ہی جانور کے سر کو سر کہتے ہیں۔ لیکن یہاں قسم ان سروں پر محمول ہوگی جو تنور میں پکتے ہوں اور شہر میں بکتے ہوں۔ مثلا گائے، اور بکری کے سر، مرغی کے اور بطخ کے سر مراد نہیں ہوں گے کیونکہ نہ یہ شہر میں بکتے ہیں اور نہ ان کو تنور میں پکاتے ہیں۔ اس لئے بکری اور گائے کے سر کھانے سے حانث ہوگا۔

اصول: ان قسموں کا مدار محاورات پر ہے۔ محاورے میں دیکھیں کہ اس لفظ سے کیا مراد لیتے ہیں۔ اگر چہ اس کے معنی عام ہوں۔

ترجمہ : (٢٣٩٣) جامع صغیر میں ہے کہ، کسی نے قسم کھائی کہ سری نہیں کھائے گا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گائے اور بکری کی سری پر محمول ہوگا، اور صاحبینؒ کے یہاں صرف بکری کی سری پر محمول ہوگا۔

ترجمہ : ١ یہ زمانے کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہؒ کے زمانے میں گائے اور بکری دونوں مستعمل تھی، اور صاحبین کے زمانے

زَمَانِنَا يُفْتٰى عَلٰى حَسْبِ الْعَادَةِ كَمَا هُوَ الْمَذْكُوْرُ فِي الْمُخْتَصَرِ.

(۲۳۹۴) قَالَ وَإِنْ حَلَفَ لَايَأْكُلُ فَاكِهَةً فَأَكَلَ عِنَبًا أَوْ رُمَّانًا أَوْ رُطَبًا أَوْ قِثَّاءً أَوْ خِيَارًا لَمْ يَحْنَثْ، وَإِنْ أَكَلَ تُفَّاحًا أَوْ بِطِّيْخًا أَوْ مِشْمِشًا، حَنَثَ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ حَنَثَ فِي الْعِنَبِ وَالرُّطَبِ وَالرُّمَّانِ أَيْضًا، ۱ وَالْأَصْلُ أَنَّ الْفَاكِهَةَ اسْمٌ لِمَا يَتَفَكَّهُ بِهٖ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَهُ أَيْ يُتَنَعَّمُ بِهٖ زِيَادَةً عَلَى الْمُعْتَادِ، وَالرَّطْبُ وَالْيَابِسُ فِيْهِ سَوَاءٌ بَعْدَ أَنْ يَكُوْنَ التَّفَكُّهُ بِهٖ مُعْتَادًا حَتّٰى لَايَحْنَثَ بِيَابِسِ الْبِطِّيْخِ، وَهٰذَا الْمَعْنٰى مَوْجُوْدٌ فِي التُّفَّاحِ وَأَخَوَاتِهٖ فَيَحْنَثُ بِهَا، وَغَيْرُ مَوْجُوْدٍ فِي الْقِثَّاءِ وَالْخِيَارِ، لِأَنَّهُمَا مِنَ الْبُقُوْلِ بَيْعًا وَ أَكْلًا فَلَايَحْنَثُ بِهِمَا،

میں خاص طور پر بکری کی سری استعمال کرتے تھے، اور ہمارے زمانے میں عادت پر فتوی دیا جائے گا، قدوری میں یہی مذکور ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۳۹۴) اگر قسم کھائی کہ فاکھة نہیں کھائے گا پھر اس نے انگور، انار، تر کھجور، ککڑی، اور کھیرا کھایا تو حانث نہیں ہو گا، اور اگر سیب، خربوزہ، اور کشمش کھایا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حانث ہو جائے گا، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ انگور، اور تر کھجور، اور انار میں بھی حانث ہوگا۔

ترجمہ: ۱ اصل قاعدہ یہ ہے کہ فاکھة اس کو کہتے ہیں جن سے کھانے سے پہلے، یا اس کے بعد تفکہ حاصل کیا جائے، یعنی عام عادت میں جو کھاتے ہیں اس سے زیادہ کھا کر عیش کیا جائے، اور تر کھجور اور خشک کھجور اس بارے میں برابر ہیں شرط یہ ہے کہ عادۃ تفکہ ہو، یہاں تک کہ خشک خربوزے سے حانث نہیں ہوگا، اور یہ تفکہ کا معنی سیب اور اس کے ہم جنس میں موجود ہے اسلئے اس سے حانث ہوگا اور ککڑی اور کھیرے میں موجود نہیں ہے اس لئے کہ وہ سبزی کے طور بیچے بھی جاتے ہیں اور کھائے بھی جاتے ہیں، اس لئے ان دونوں سے حانث نہیں ہوگا۔

تشریح: فاکھہ کا معنی ہے جو چیز کھانے سے پہلے، یا کھانے کے بعد تفکہ کے طور پر کھائی جائے۔ اب انگور، انار، تر کھجور لوگ غذا کے طور پر کھاتے ہیں اسلئے اسکے کھانے سے حانث نہیں ہوگا، اور ککڑی اور کھیرا لوگ سبزی کے طور پر کھاتے ہیں اسلئے اس کے کھانے سے بھی حانث نہیں ہوگا، اور سیب، خربوزہ، اور کشمش کو لوگ تفکہ کے طور پر کھاتے ہیں اسلئے اس کے کھانے سے حانث ہوگا۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ انگور، تر کھجور، اور انار سے لوگ تفکہ حاصل کرتے ہیں اسلئے انکے یہاں انکے کھانے سے حانث ہوگا۔

لغت: عنبا: انگور۔ رمانا: انار۔ رطبا: تر کھجور۔ قثاء: ککڑی۔ خیار: کھیرا۔ تفاح: سیب۔ بطیخا: خربوزہ۔ مشمش: کشمش۔

۲ وَأَمَّا الْعِنَبُ وَالرُّطَبُ وَالرُّمَّانُ فَهُمَا يَقُوْلَانِ إِنَّ مَعْنَى التَّفَكُّهِ مَوْجُوْدٌ فِيهَا فَكِنَّ أَعَزَّ الْفَوَاكِهِ وَالتَّنَعُّمِ بِهَا يَفُوْقُ التَّنَعُّمَ بِغَيْرِهَا، ۳ وَأَبُوْحَنِيْفَةَ رَحْمَهُ اللّٰهِ يَقُوْلُ إِنَّ هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ مِمَّا يُتَغَذّٰى بِهَا وَيُتَدَاوٰى بِهَا فَأَوْجَبَ قُصُوْرًا فِيْ مَعْنَى التَّفَكُّهِ لِلْاِسْتِعْمَالِ فِيْ حَاجَةِ الْبَقَاءِ وَلِهٰذَا كَانَ الْيَابِسُ مِنْهَا مِنَ التَّوَابِلِ أَوْ مِنَ الْأَقْوَاتِ. (۲۳۹۵) قَالَ وَلَوْ حَلَفَ لَايَأْتَدِمُ فَكُلُّ شَيْءٍ اُصْطُبِغَ بِهِ إِدَامٌ، وَالشِّوَاءُ لَيْسَ بِإِدَامٍ، وَالْمِلْحُ إِدَامٌ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَأَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ كُلُّ مَايُؤْكَلُ مَعَ الْخُبْزِ غَالِبًا فَهُوَ إِدَامٌ ۱ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ

اصول: جس نے جس کو فاکھہ سمجھا اس سے حانث قرار دیا، اور جسکو فاکھہ نہیں سمجھا اس سے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲ بہر حال انگور، اور تر کھجور، اور انار تو صاحبین فرماتے ہیں کہ ان میں تفکہ کا معنی موجود ہے اس لئے کہ یہ عظیم فاکھہ ہیں، اور چیز سے زیادہ ان میں عیش ہے، [اس لئے ان کے کھانے سے حانث ہوگا]

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۳ اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ان چیزوں سے غذا حاصل کی جاتی ہے اور دوا بناتے ہیں، اس لئے تفکہ کے معنی میں کمی آگئی اس لئے کہ زندہ رہنے کی ضرورت میں استعمال ہونے لگا، یہی وجہ ہے کہ اس کا جو خشک ہے وہ مسالہ میں اور غذا میں استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ انگور اور تر کھجور کو غذا کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور انار سے دوا بناتے ہیں اس لئے تفکہ کا معنی اس میں کم ہو گیا، اور انکے خشک ہو جانے کے بعد مسالے کے طور پر اور غذا کے طور پر استعمال کرتے ہیں اس لئے یہ خالص طور پر فاکھہ نہیں رہا اس لئے انکے کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔

لغت: توابل: مسالہ۔ اقوات: قوت کی جمع ہے، غذا، غلہ۔

ترجمہ: (۲۳۹۵) اگر قسم کھائی کہ سالن نہیں کھائے گا تو ہر چیز جسکے ساتھ روٹی لگا کر کھائی جاتی ہو وہ ادام ہے،، بھانا ہوا گوشت ادام نہیں ہے، اور نمک ادام ہے امام ابوحنیفہ، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جو اکثر روٹی کے ساتھ کھائی جاتی ہو وہ ادام ہے۔

ترجمہ: ۱ امام ابو یوسفؒ کی بھی ایک روایت ہے، اس لئے کہ ادام موادمت سے مشتق ہے اور اس کا معنی موافقت کے ہے ،اور جو کچھ روٹی کے ساتھ کھائی جاتی ہے گویا کہ وہ اس کے موافق ہے جیسے گوشت انڈا وغیرہ۔

تشریح: ادام کا ترجمہ ہے جو روٹی کے ساتھ ملا کر کھایا جاتا ہو اور روٹی کے تابع ہو۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھنا ہوا گوشت

اللّٰهِ لِأَنَّ الْإِدَامَ مِنَ الْمُوَادَمَةِ وَهِيَ الْمُوَافَقَةُ، وَكُلُّ مَايُؤْكَلُ مَعَ الْخُبْزِ مُوَافِقٌ لَهُ كَاللَّحْمِ وَالْبِيْضِ وَنَحْوِهٖ. ٢ وَلَهُمَا أَنَّ الْإِدَامَ مَايُؤْكَلُ تَبَعًا وَالتَّبْعِيَّةُ فِي الْإِخْتِلَاطِ حَقِيْقَةً لِيَكُوْنَ قَائِمًا بِشِهٖ، ٣ وَفِي أَنْ لَايُؤْكَلَ عَلٰى الْإِنْفِرَادِ حُكْمًا وَتَمَامُ الْمُوَافَقَةِ فِي الْإِمْتِزَاجِ أَيْضًا، ٤ وَالْخَلُّ وَغَيْرُهُ مِنَ الْمَائِعَاتِ لَايُؤْكَلُ وَحْدَهَا بَلْ يُشْرَبُ، وَالْمِلْحُ لَايُؤْكَلُ بِانْفِرَادِهٖ عَادَةً وَلِأَنَّهُ يَذُوْبُ فَيَكُوْنُ تَبَعًا، بِخِلَافِ اللَّحْمِ وَمَايُضَاهِيْهِ، لِأَنَّهُ يُؤْكَلُ وَحْدَهُ إِلَّا أَنْ يَنْوِيَهُ لِمَا فِيْهِ مِنَ التَّشْدِيْدِ، ٥ وَالْعِنَبُ وَالْبِطِّيْخُ لَيْسَ بِإِدَامٍ هُوَ الصَّحِيْحُ.

(٢٣٩٦) وَإِذَا حَلَفَ لَايَتَغَدّٰى فَالْغَدَاءُ الْأَكْلُ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ إِلَى الظُّهْرِ، وَالْعَشَاءُ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ،

الگ سے بھی کھایا جاتا ہے اس لئے وہ ادام میں داخل نہیں ہے، اور نمک روٹی کے تابع بھی ہے اور اس کے ساتھ ملا کر کھایا جاتا ہے اس لئے وہ ادام ہے۔ اور امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو روٹی کے ساتھ ملا کر عام طور کھاتے ہیں اس کو ادام کہا جائے گا، اس اعتبار سے گوشت اور انڈا روٹی کے ساتھ ملا کر کھاتے ہیں اس لئے وہ ادام ہے۔

ترجمہ: ٢ امام ابوحنیفہ اور امام یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ ادام اس کو کہتے ہیں جسکو تابع بنا کر کھایا جاتا ہو، اور تابع ہونا حقیقت میں ملا کر ہوتا ہے تا کہ اس کے ساتھ لگایا جائے۔ اور الگ سے نہیں کھایا جاتا ہو وہ بھی حکما تابع ہے اور تمام موافقت ملانے میں بھی۔

تشریح: شیخین کی دلیل یہ ہے کہ ادام کا ترجمہ ہے تابع کر کے کھانا اور جسکو ملا کر کھایا جاتا ہو وہ تابع ہے۔ اور تنہا نہیں کھایا جاتا ہو وہ بھی حکما تابع ہے، اور پوری موافقت اس میں ہے کہ گھلا ملا کر کھایا جاتا ہو۔

ترجمہ: ٣ سرکہ وغیرہ جو بہنے والی چیز ہے وہ تنہا نہیں کھائی جاتی ہے بلکہ پی جاتی ہے، اور نمک تنہا نہیں کھایا جاتا ہے اس لئے کہ وہ پگھلتا ہے اس لئے وہ تابع ہو جاتا ہے، اور گوشت اور جو اس کے شابہ ہے وہ تنہا کھایا جاتا ہے، مگر یہ کہ اس کی نیت کر لے، لیکن اس میں تشدد ہے۔

تشریح: سرکہ ادام ہے، کیونکہ وہ تنہا نہیں کھایا جاتا، بلکہ پیا جاتا ہے، نمک بھی تنہا نہیں کھایا جاتا بلکہ وہ روٹی کے ساتھ ملانے سے پگھل جاتا ہے اس لئے وہ بھی ادام ہے، گوشت تنہا کھایا جاتا ہے اس لئے وہ ادام نہیں ہے۔

ترجمہ: ٤ انگور اور خربوزہ ادام نہیں ہے، صحیح بات یہی ہے، [کیونکہ وہ روٹی کے ساتھ ملا کر نہیں کھاتے]

ترجمہ: ٥ انگور اور تربوز ادام نہیں ہے۔ یہ صحیح قول ہے۔

ترجمہ: (٢٣٩٦) اگر قسم کھائی کہ ناشتہ نہیں کرے گا تو ناشتہ وہ کھانا ہے طلوع فجر سے ظہر تک، اور عشاء نماز ظہر سے آدھی رات تک۔

۱ لِأَنَّ مَابَعْدَ الزَّوَالِ يُسَمّٰى عَشَاءً وَلِهٰذَا يُسَمَّى الظُّهْرُ أَحَدَ صَلَاتَيِ الْعِشَاءِ فِي الْحَدِيْثِ، (٢٣٩٧) وَالسُّحُوْرُ مِنْ نِصْفِ اللَّيْلِ إِلٰى طُلُوْعِ الْفَجْرِ، ۱ لِأَنَّهُ مَأْخُوْذٌ مِنَ السَّحْرِ، وَيُطْلَقُ عَلٰى مَايَقْرُبُ مِنْه، ٢ ثُمَّ الْغَدَاءُ وَالْعَشَاءُ مَايُقْصَدُ بِهِ الشَّبْعُ عَادَةً وَيُعْتَبَرُ عَادَةُ أَهْلِ كُلِّ بَلْدَةٍ فِي حَقِّهِمْ وَيُشْتَرَطُ أَنْ يَّكُوْنَ أَكْثَرُ مِنْ نِصْفِ الشَّبْعِ.

٣ وَمَنْ قَالَ إِنْ لَبِسْتُ أَوْ أَكَلْتُ أَوْ شَرِبْتُ فَعَبْدِيْ حُرٌّ وَقَالَ عَنَيْتُ شَيْئًا دُوْنَ شَيْءٍ لَمْ يُدَيَّنْ فِي الْقَضَاءِ وَغَيْرِه، لِأَنَّ النِّيَّةَ إِنَّمَا تَصِحُّ فِي الْمَلْفُوْظِ، وَالثَّوْبُ وَمَايُضَاهِيْهِ غَيْرُ مَذْكُوْرٍ تَنْصِيْصًا

ترجمہ:۱ اس لئے کہ جو زوال کے بعد ہو اس کو عشاء، کہتے ہیں، اس لئے کہ ظہر کی نماز بھی ایک حدیث میں عشاء کی نماز کہتے ہیں۔

تشریح:اس مسئلے میں لغوی تحقیق ہے کہ کوئی آدمی قسم کھائے کہ ناشتہ نہیں کھاؤں گا تو کس وقت سے کس وقت تک کھانے میں حانث ہوگا۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ غدا یعنی ناشتہ طلوع فجر سے ظہر کے وقت تک کے کھانے کو کہتے ہیں۔اور عشاء یعنی رات کا کھانا ظہر سے لیکر آدھی رات تک کے کھانے کو کہتے ہیں۔اس درمیان کھائے گا تو حانث ہوگا۔

ترجمہ:(٢٣٩٧)اور سحری آدھی رات سے طلوع فجر تک۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ سحور سحری سے مشتق ہے اس لئے اس وقت پر بولا جاتا ہے جو سحری سے قریب ہو۔

تشریح:اور سحری آدھی رات سے لیکر طلوع فجر تک کے کھانے کو کہتے ہیں۔

ترجمہ :٢ پھر غداء اور عشاء سے مراد یہ ہے کہ جتنے سے عادۃ پیٹ بھر جائے، اور ہر شہر والے کا اس کی عادت کا اعتبار ہو گا، اور شرط یہ ہے کہ آدھے پیٹ سے زیادہ ہو۔

تشریح:یہاں یہ بتا رہے ہیں کہ کتنا کھانے سے ناشتہ اور رات کے کھانے کا حق ادا ہو جائے گا، فرماتے ہیں کہ جس سے عادۃ پیٹ بھر جائے اس سے ناشتہ اور رات کے کھانے کا حق ادا ہو جائے گا، تاہم آدھے پیٹ سے زیادہ ہونا چاہئے۔پھر ہر شہر کی الگ الگ عادت ہوتی ہے، اس لئے کھانے میں اس شہر کی عادت کا اعتبار ہوگا۔

ترجمہ :٣ کسی نے کہا اگر میں نے پہنا، یا اگر میں نے کھایا، یا اگر میں نے پیا تو میرا غلام آزاد ہے، اور کسی متعین چیز کی نیت کی تو قضا میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور اس کے علاوہ دیانۃ بھی اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ اس کے بعد مفعول بولے تو اس میں نیت صحیح ہوتی ہے، اور کپڑا اور جو اس کے مشابہ ہے وہ یہاں مذکور نہیں ہے۔

تشریح :یہاں منطقی انداز اختیار کیا ہے۔مصنف کہنا یہ چاہتے ہیں کہ لبستُ کے بعد ثوبا ذکر نہیں کیا، اگر لبستُ کے بعد ثوبا مفعول ذکر کرتا تو کوئی متعین کپڑا مراد لے سکتا تھا، لیکن کسی کپڑے کا ذکر نہیں کیا اس لئے متعین کپڑا مراد نہیں لے سکے گا، کوئی بھی

٤ وَالْمُقْتَضٰى لَاعُمُوْمَ لَهُ فَلَغَتْ نِيَّةُ التَّخْصِيْصِ فِيْهِ،(٢٣٩٨) وَإِنْ قَالَ إِنْ لَبِسْتُ ثَوْبًا أَوْ أَكَلْتُ طَعَامًا أَوْ شَرِبْتُ شَرَابًا لَمْ يُدَيَّنْ فِي الْقَضَاءِ خَاصَّةً، ١ لِأَنَّهُ نَكِرَةٌ فِي مَحَلِّ الشَّرْطِ فَتَعُمُّ فَعَمِلَتْ نِيَّةُ التَّخْصِيْصِ فِيْهِ إِلَّا أَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ فَلَايُدَيَّنُ فِي الْقَضَاءِ.

کپڑا پہنے گا تو حانث ہو جائے گا۔ عنیت شیئا دون شیء، کا مطلب یہی ہے کہ کسی خاص کپڑے کی نیت کرے۔ یہی حال کہ اکلتُ کے بعد طعاما کا ذکر نہیں کیا اور شربتُ کے بعد ماء کا ذکر نہیں کیا اس لئے کسی خاص کھانے، اور خاص پینے کی نیت نہیں کر سکتا ہے۔

لغت :وغیرہ: وغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ دیانۃ بھی اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہے۔ لان النیۃ انما تصح فی الملفوظ؛ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ لبست کے بعد ثوبا، مفعول ذکر کرتا تو خاص کپڑے کی نیت کر سکتا تھا۔ وما یضاھیہ: اور جو اس کے مشابہ ہو، یہاں مشابہ سے مراد طعاما اور ماء ہے۔ تنصیصا: نص بنا کر، صراحتا ذکر کر کے۔

ترجمہ: اور لبستُ کے بعد مفعول کا تقاضہ ہو اس کا عموم نہیں ہوتا، اس لئے تخصیص کی نیت بھی نہیں ہوگی۔

تشریح :یہ ایک اشکال کا جواب ہے، لبستُ کے بعد ثوبا کا ذکر نہیں کیا ہے، لیکن تقاضہ تو ہے کہ یہاں ثوبا محذوف ہے، اسلئے خاص کپڑے کی نیت کر سکتا ہے، تو اس کا جواب دیا کہ جو مقتضی ہے اس میں عموم نہیں ہوتا، اسلئے اس میں خاص کی نیت بھی نہیں کر سکتے۔

ترجمہ :(٢٣٩٨) اگر لبستُ کے بعد ثوبا کہا، یا اکلتُ کے بعد طعاما، کہا، یا شربتُ کے بعد ماء، کہا اور کسی خاص کپڑے کی نیت کی تو قضاء نہیں مانی جائے گی، دیانۃ مان لی جائے گی۔

تشریح :کسی نے کہا ان لبثتُ ثوبا فعبدی حر، اور لبستُ کے بعد ثوبا کا ذکر کیا تو یہاں مفعول مذکور ہے اس لئے کسی خاص کپڑے کی نیت کی تو قضاء نہیں مانی جائے گی، کیونکہ کپڑا عام ہے، لیکن دیانۃ مان لی جائے گی، کیونکہ مفعول مذکور ہے، اسی طرح اکلتُ کے بعد طعاما کا ذکر کیا، اور شربتُ کے بعد شرابا کا ذکر کیا تو چونکہ مفعول مذکور ہے اس لئے خاص کھانے اور خاص پینے کی نیت کرنا دیانۃ جائز ہوگا قضاء بات نہیں مانی جائے گی۔

ترجمہ :١ اس لئے کہ ثوبا نکرہ ہے اور اس کے پہلے شرط لگی ہوئی ہے اس لئے عام ہوگا اس لئے تخصیص کی نیت جائز ہوگی، مگر یہ ظاہر کے خلاف ہے اس لئے قضاء نہیں مانا جائے گا۔

تشریح: یہ دلیل ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ لبستُ سے پہلے ان شرطیہ ہے، اور لبستُ کے بعد طعاما نکرہ ہے جو عموم چاہتا ہے ، اس لئے کسی بھی کپڑے کو پہنے گا تو غلام آزاد ہو جائے گا، اور چونکہ اس میں عموم آ گیا اس لئے اس میں خاص کپڑے کی نیت کر سکتا ہے، لیکن یہ ظاہر کے خلاف ہے اس لئے دیانۃ تو مانا جائے گا، قضاء نہیں مانا جائے گا۔

(۲۳۹۹) قَالَ وَمَنْ حَلَفَ لَايَشْرَبُ مِنْ دَجْلَةَ فَشَرِبَ مِنْهَا بِإِنَاءٍ لَمْ يَحْنَثْ حَتّٰى يَكْرَعَ مِنْهَا كَرْعًا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، ١ وَقَالَا إِذَا شَرِبَ مِنْهَا بِإِنَاءٍ يَحْنَثُ، لِأَنَّهُ الْمُتَعَارَفُ الْمَفْهُوْمُ، ٢ وَلَهُ أَنَّ كَلِمَةَ "مِنْ" لِلتَّبْعِيْضِ وَحَقِيْقَةٌ فِي الْكَرْعِ وَهِيَ مُتَعْمَلَةٌ، وَلِهٰذَا يَحْنَثُ بِالْكَرْعِ إِجْمَاعًا فَمَنَعَتِ الْمَصِيْرُ إِلَى الْمَجَازِ وَإِنْ كَانَ مُتَعَارَفًا،

ترجمہ :(۲۳۹۹)اگر قسم کھائی کہ دجلہ سے نہیں پیئے گا پھر اس سے پیا برتن کے ذریعہ تو حانث نہیں ہوگا یہاں تک کہ اس میں منہ ڈال کر پیئے۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

تشریح :کسی نے قسم کھائی کہ دجلہ نہر سے نہیں پیئے گا تو اس کا یہ طریقہ ہے کہ نہر میں منہ لگا کر پیئے اور یہی حقیقی اور اصلی معنی ہے۔دیہات کے چرواہے نہر میں منہ لگا کر پانی پیتے ہیں،ان کے پاس برتن کہاں ہوتا ہے۔اس لئے منہ لگا کر پینا ہی مراد ہوگا اور اسی سے حانث ہوگا۔اور برتن سے پانی لیا اور اس سے پیا تو حانث نہیں ہوگا۔

اصول:امام ابوحنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ حقیقی معنی مراد لینا ممکن ہو تو مجازی معنی پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

اصول:صاحبین کا اصول یہ ہے کہ مجازی معنی جو متعارف ہو اس پر عمل کیا جائے گا۔

ترجمہ :١ اور صاحبین نے فرمایا کہ برتن سے لیکر پیا تب بھی حانث ہو جائے گا،اس لئے کہ متعارف یہی ہے اور یہی سمجھا جاتا ہے۔

تشریح :صاحبینؒ کے نزدیک دجلہ کا پانی برتن میں لیا اور اس سے پیا تب بھی حانث ہو جائے گا۔

وجہ :وہ فرماتے ہیں کہ شہری لوگ اور گاؤں کے بڑے لوگ نہر میں منہ لگا کر نہیں پیتے بلکہ برتن سے پیتے ہیں۔اس لئے یہی مراد ہوگی۔اس لئے برتن سے پیا تو حانث ہو جائے گا اس لئے یہاں مجازی معنی مراد ہوگا،جو عوام کے درمیان متعارف ہے۔

لغت :کرع : منہ لگا کر پانی پینا۔

ترجمہ:٢ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کلمہ من بعض کے لئے ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ دجلہ میں منہ لگا کر پیئے،اور ایسا استعمال بھی ہوتا ہے،اسی لئے بالاجماع منہ لگا کر پینے سے حانث ہو جائے گا اس لئے مجاز کی طرف پھیرنے سے منع کیا گیا اگر چہ وہ متعارف ہو۔

تشریح :یہاں من دجلہ کہا،جس کا مطلب یہ ہے کہ دجلہ سے منہ لگا کر پیئے،پھر دوسری بات یہ ہے کہ دیہات کے لوگ منہ لگا پیتے ہیں اس لئے یہ حقیقی معنی ہے اور ایسا استعمال بھی ہوتا ہے اس لئے اسی حقیقت پر عمل ہوگا،اور مجاز کی طرف نہیں پھیرا جائے گا چاہے وہ متعارف ہو۔

(٢٤٠٠) وَإِنْ حَلَفَ لَايَشْرَبُ مِنْ مَاءِ دَجْلَةَ فَشَرِبَ مِنْهَا بِإِنَاءٍ حَنِثَ ، لِ لِأَنَّهُ بَعْدَ الْإِغْتِرَافِ بَقِيَ مَنْسُوْبًا إِلَيْهِ وَهُوَ الشَّرْطُ فَصَارَ كَمَا إِذَا شَرِبَ مِنْ مَاءِ نَهْرٍ يَأْخُذُ مِنْ دَجْلَةَ.

(٢٤٠١) وَمَنْ قَالَ إِنْ لَمْ أَشْرَبِ الْمَاءَ الَّذِيْ فِي هٰذَا الْكُوْزِ الْيَوْمَ فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ وَلَيْسَ فِي الْكُوْمِ مَاءٌ لَمْ يَحْنَثْ، فَإِنْ كَانَ فِيْهِ مَاءٌ فَأُرِيْقَ (فَأُهْرِيْقَ) قَبْلَ اللَّيْلِ لَمْ يَحْنَثْ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ، وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَحْنَثُ فِيْ ذٰلِكَ كُلِّهِ، لِ يَعْنِيْ إِذَا مَضَى الْيَوْمُ، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ إِذَا كَانَ الْيَمِيْنُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى،

ترجمہ:(٢٤٠٠) اگر قسم کھائی کہ دجلہ کا پانی نہیں پیئے گا پس اس سے برتن کے ذریعہ پیا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ چلو میں لینے کے بعد بھی دجلہ ہی کا پانی ہے اور یہی شرط تھی ، تو ایسا ہو گیا کہ دجلہ سے کوئی نہر نکلتی ہو اس کا پانی پی لیا تو اس سے بھی حانث ہو جائے گا۔

وجہ : جب کہا کہ دجلہ کا پانی نہیں پیئے گا تو منہ لگا کر پانی پیئے تب بھی دجلہ کا پانی ہے اور دجلہ سے برتن میں پانی لے اور پئے تب بھی دجلہ ہی کا پانی ہے اس لئے حانث ہو جائے گا۔ یا دجلہ سے نہر نکالی گئی ہو اس نہر کا پانی پیا تو اس سے بھی حانث ہو جائے گا ، کیونکہ وہ پانی بھی دجلہ ہی کا ہے۔

لغت: دجلہ عراق میں ایک مشہور ندی کا نام ہے۔ اغتراف: غرفۃ سے مشتق ہے ، چلو بھرنا۔ پانی لینا۔

ترجمہ :(٢٤٠١) کسی نے کہا کہ اس پیالہ میں جو پانی ہے اگر اس کو آج نہ پیوں تو اس کی بیوی کو طلاق ہے ، اور پیالے میں پانی ہی نہیں تھا تو حانث نہیں ہوگا ، یا اس میں پانی تھا لیکن رات آنے سے پہلے اس کو بہا دیا گیا تب بھی حانث نہیں ہوگا ، یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا مسلک ہے ، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: لے یعنی جب دن گزر جائے گا تو حانث ہو جائے گا ، اسی اختلاف پر ہے جب اللہ کی قسم کھائی ہو۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ قسم کھانے کے ساتھ اس قسم کو پوری کرنے کے اسباب بھی موجود ہوں تب قسم کھانے والا حانث ہوگا ، مثلا قسم کھانے کے ساتھ پیالے میں پانی بھی ہو تب نہ پینے سے حانث ہوگا ، لیکن پیالے میں پانی ہی نہ ہو یا پانی ہو لیکن اس کو بہا دیا گیا تو حانث نہیں ہوگا ، کیونکہ اب پینے کی قدرت ہی نہیں ہے۔

اصول :امام ابو یوسفؒ کے یہاں قسم پوری کرنے کے لئے اس کے اسباب کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے ، اس لئے پیالے میں پانی نہیں ہے ، یا پانی تھا اور اس کو بہا دیا گیا تب بھی حانث ہو جائے گا ، کیونکہ اس نے اس کوزے سے پانی نہیں پیا۔

لغت :اذا کان یمین باللہ: اوپر متن میں یہ تھا کہ پیالے سے پانی نہیں پیئے گا تو اس کی بیوی کو طلاق ہے ، اور یہاں یہ ہے کہ

۲ وَأَصْلُهُ أَنَّ مِنْ شَرْطِ انْعِقَادِ الْيَمِيْنِ وَبَقَائِهِ التَّصَوُّرُ عِنْدَهُمَا خِلافًا لِأَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ، لِأَنَّ الْيَمِيْنَ إِنَّمَا تُعْقَدُ لِلْبِرِّ فَلابُدَّ مِنْ تَصَوُّرِ الْبِرِّ لِيُمْكِنَ إِيْجَابُهُ، ۳ وَلَهُ أَنَّهُ أَمْكَنَ الْقَوْلُ بِانْعِقَادِهِ مُوْجِبًا لِلْبِرِّ عَلٰى وَجْهٍ يَظْهَرُ فِيْ حَقِّ الْخَلْفِ و هو الكفارة ، ۴ قلنا لا بد من تصور الاصل لينعقد فى حق الخلف وَلِهٰذَا لَايَنْعَقِدُ الْغُمُوْسُ مُوْجِبًا لِلْكَفَّارَةِ.

(۲۴۰۲) وَلَوْ كَانَتِ الْيَمِيْنُ مُطْلَقَةً فَفِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ لَايَحْنَثُ عِنْدَهُمَا وَعِنْدَ أَبِي يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَحْنَثُ فِي الْحَالِ، وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي يَحْنَثُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيْعًا ،

اللہ کی قسم کھائی کہ اس پیالے پانی پیوں گا۔

ترجمہ: ۲ اصل قاعدہ یہ ہے کہ قسم کے منعقد ہونے اور اس کے باقی رکھنے کے لئے اس کے ہونے کا تصور بھی ضروری ہے [یعنی قسم باقی رہنے کے اسباب موجود ہوں] امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک، خلاف امام ابو یوسفؒ کے [انکے اسباب کا ہونا ضروری نہیں ہے] اس لئے کہ قسم بری ہونے کے لئے منعقد کرتے ہیں، اس لئے بری ہونے کا تصور بھی ضروری ہے تا کہ اس کو کر سکے۔

تشریح: اس کی تصریح اوپر کر چکا ہوں۔ کہ طرفین کے یہاں قسم میں بری ہونے کے اسباب بھی موجود ہوں، اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں اسباب موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ قسم میں بری ہونے کے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ خلیفہ میں ظاہر ہو اور وہ کفارہ ہے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ قسم پوری کرنے کے لئے اس کا اسباب نہ ہوں تو اس کا خلیفہ، یعنی کفارہ لازم ہو جائے گا، اس لئے قسم منعقد کرنے کے لئے اس کے اسباب کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴ ہمارا جواب یہ ہے کہ اصل قسم کا تصور ہونا ضروری ہے تب ہی اس کا خلیفہ [کفارہ] ہوگا، یہی وجہ ہے کہ جھوٹی قسم کفارہ کا سبب نہیں ہے کیونکہ بالکل جھوٹ ہونے کی وجہ سے اصل قسم کا تصور نہیں ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ اصل قسم منعقد ہو سکتی ہو تب ہی اس کا خلیفہ، یعنی کفارہ لازم کیا جائے گا، لیکن اسباب نہ ہونے کی وجہ سے اصل قسم ہی منعقد نہ ہوتی ہو تو اس کفارہ کیسے لازم کریں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جھوٹی قسم بالکل جھوٹ ہے اس لئے وہاں قسم کا ہی تصور نہیں ہے تو اس کا خلیفہ کفارہ بھی لازم نہیں ہوتا۔

ترجمہ: (۲۴۰۲) اگر قسم مطلق ہے، یعنی دن کا ذکر نہیں ہے تو پہلی صورت میں یعنی پیالے میں پانی نہ ہو تو طرفین کے نزدیک حانث نہیں ہوگا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فی الحال حانث ہوگا، اور دوسری صورت میں جبکہ پانی تھا لیکن بہا دیا گیا تو سب کے نزدیک حانث ہوگا۔

۱؎ فَأَبُويُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَرَّقَ بَيْنَ الْمُطْلَقِ وَالْمُوَقَّتِ. وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ التَّاقِيْتَ لِلتَّوْسِعَةِ فَلَايَجِبُ الْفِعْلُ إِلَّا فِيْ آخِرِ الْوَقْتِ فَلَايَحْنَثُ قَبْلَهُ، وَفِي الْمُطْلَقِ يَجِبُ الْبِرُّ كَمَا فَرَغَ وَقَدْ عَجَزَ فَيَحْنَثُ فِي الْحَالِ، ۲؎، وَهُمَا فَرَّقَا بَيْنَهُمَا، وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ فِي الْمُطْلَقِ يَجِبُ الْبِرُّ كَمَا فَرَغَ فَإِذَا فَاتَ الْبِرُّ بِفَوَاتِ مَاعَقَدَ عَلَيْهِ الْيَمِيْنُ يَحْنَثُ فِيْ يَمِيْنِهٖ كَمَا إِذَا مَاتَ الْحَالِفُ وَالْمَاءُ بَاقٍ،

تشریح : یہاں دن کا ذکر نہیں ہے اس لئے پانی پینے کے لئے شام تک انتظار نہیں کیا جائے گا، بلکہ قسم کے الفاظ سے فارغ ہونے کے بعد فوراً اس کو پانی پینا چاہئے، لیکن پانی ہی نہیں ہے اس لئے پانی پینے پر قادر نہیں ہے اس لئے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک حانث بھی نہیں ہوگا، اور اگر پانی تھا اور گرا دیا تو چند لمحے کا موقع ایسا ملا کہ پانی پی سکتا تھا، لیکن نہیں پیا اس لئے انکے نزدیک بھی حانث ہو جائے گا۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صورت یہ بنے گی۔ جس صورت میں پانی ہی نہیں تھا تو قسم کے الفاظ سے فارغ ہونے کے بعد حانث ہو جائے گا، کیونکہ یوم کا ذکر نہیں ہے اس لئے شام تک انتظار نہیں کیا جائے گا، اور انکے نزدیک پانی ہونا کوئی ضروری نہیں ہے اس لئے حانث ہو جائے گا۔ اور جس صورت میں پانی تھا اور بہا دیا گیا تو قسم کے بعد اتنا موقع ضرور ملا تھا کہ پانی پی لیتا اور نہیں پیا اس لئے حانث ہو جائے گا۔ آگے شرح کی عبارت کا یہ خلاصہ ہے اس کو یاد رکھیں۔

ترجمہ : ۱؎ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یوم کا ذکر ہو اور یوم کا ذکر نہ ہو اس میں فرق کیا ہے، اور فرق کی وجہ یہ ہے کہ وقت کا ذکر کرنا شام تک وسیع کرنا ہے اس لئے آخری وقت میں پینا واجب ہوگا اس لئے اس سے پہلے حانث نہیں ہوگا، اور وقت کا ذکر نہ ہو تو قسم کھانے سے فارغ ہونے کے فوراً بری ہونا چاہئے اور فوراً بری ہو نہ سکا تو اسی وقت حانث ہو جائے گا۔

تشریح : امام ابو یوسفؒ کے یہاں چاروں صورتوں میں حانث ہوگا، فرق صرف اتنا ہے کہ یوم کا ذکر کیا ہو تو شام کے وقت حانث ہوگا، اور یوم کا ذکر نہ کیا ہو تو قسم کھانے سے فارغ ہونے کے فوراً بعد حانث ہوگا۔ کیونکہ یوم کا ذکر کیا تو شام کے وقت پتہ چلے گا کہ پانی نہیں پیا، اور یوم کا ذکر نہیں کیا تو قسم سے فارغ ہونے کے بعد ہی پینا چاہئے اور نہیں پیا تو اب حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ : ۲؎ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ نے دونوں کے درمیان فرق کیا، اور فرق کی وجہ یہ ہے کہ جب یوم کا ذکر نہیں کیا تو قسم سے فارغ ہونے بعد ہی بری ہونا چاہئے [یعنی فوراً پانی پینا چاہئے] لیکن جس پر قسم منعقد کی ہے، یعنی پانی اس کے فوت ہونے کی وجہ سے بری ہونا بھی فوت ہو گیا اس لئے قسم میں حانث ہو جائے گا، جیسے قسم کھانے والا مر جائے اور پانی باقی ہو۔

تشریح : مصنفؒ کی عبارت پیچیدہ ہے، بات آسان ہے۔ اس عبارت میں چوتھی شکل ہے، یعنی یوم کا ذکر نہیں کیا اور پیالہ میں پانی موجود تھا لیکن اس کو بہا دیا، اب یوم کا ذکر نہ کرنے کی وجہ سے قسم سے فارغ ہونے کے بعد فوراً پانی پینا چاہئے اور اس لمحے میں پانی تھا بھی بعد میں بہایا پھر بھی نہیں پیا اس لئے حانث ہو جائے گا۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ قسم کھانے کے بعد

٣ أَمَّا فِي الْمُوَقَّتِ يَجِبُ الْبِرُّ فِي الْجُزْءِ الْأَخِيرِ مِنَ الْوَقْتِ وَعِنْدَ ذٰلِكَ لَمْ يَبْقَ مَحَلِّيَّةُ الْبِرِّ لِعَدَمِ التَّصَوُّرِ فَلَايَجِبُ الْبِرُّ فِيهِ وَتَبْطُلُ الْيَمِينُ كَمَا إِذَا عَقَدَهُ ابْتِدَاءً فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ.

(٢٤٠٣) قَالَ وَمَنْ حَلَفَ لَيَصْعَدَنَّ السَّمَاءَ أَوْ لَيُقَلِّبَنَّ هٰذَا الْحَجَرَ ذَهَبًا اِنْعَقَدَتْ يَمِينُهُ وَحَنِثَ عَقِيبَهَا ، ١ وَقَالَ زُفَرُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَاتَنْعَقِدُ، لِأَنَّهُ مُسْتَحِيلٌ عَادَةً فَأَشْبَهَ الْمُسْتَحِيلُ حَقِيقَةً

پانی موجود تھا اور قسم کھانے والے کی موت ہوگئی تو چونکہ پانی موجود تھا اس لئے مرنے والا حانث ہو جائے گا۔ اسی طرح اس چوتھی صورت میں بھی حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ :٣ بہر حال جب وقت کا ذکر کیا ہو، یعنی یوم کا ذکر کیا تو شام کے وقت میں پینا واجب ہوگا، اور اس وقت بری ہونے کا تصور نہیں ہے کیونکہ پانی ہی موجود نہیں ہے اس لئے قسم باطل ہو جائے گی جیسا کہ جب شروع ہی سے پانی نہیں ہوتا۔

تشریح :اس عبارت میں پہلی اور دوسری صورت کا ذکر ہے۔ کہ یوم کا ذکر کرتا تو شام کے وقت پینا واجب ہوتا اور شام کے وقت پانی نہیں ہے، یا تو شروع ہی سے نہیں ہے، یا تھا لیکن اس کو بہا دیا گیا، دونوں صورتوں میں شام کے وقت پیالے میں پانی نہیں ہے اس لئے پینے پر قدرت نہیں ہے اس لئے قسم باطل ہو جائے گی اور حانث نہیں ہوگا۔

لغت:بر: یہاں کئی جگہ بر کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کا معنی ہے پانی کا پینا۔ موقت: یہاں موقت کا ترجمہ ہے یوم کا ذکر کرنا۔

ترجمہ :(٢٤٠٣) کسی نے قسم کھائی کہ آسمان پر ضرور چڑھے گا یا اس پتھر کو ضرور سونا بنا دے گا تو قسم منعقد ہو جائے گی اور قسم کے بعد حانث ہو جائے گا۔

اصول:کوئی کام کرنا ممکن تو ہو لیکن مشکل ہو تو قسم منعقد ہو جائے گی، لیکن یہ مشکل ہے اس لئے فوراً حانث ہو جائے گا۔

تشریح :آسمان پر چڑھنا ممکن تو ہے کیونکہ فرشتے روزانہ آسمان پر چڑھتے ہیں۔ اور حضورؐ آسمان کی سیر کر کے تشریف لائے ہیں۔ اسی طرح کسی کیمکل سے پتھر کو سونا بنانا ممکن ہے لیکن عام حالات میں آسمان پر چڑھنا مشکل ہے، اسی طرح پتھر کو سونا بنایا مشکل ہے۔ چونکہ ممکن ہے اس لئے قسم منعقد ہو جائے گی۔ لیکن آسمان پر چڑھنا مشکل ہے اور سونا بنانا مشکل ہے اس لئے قسم کے بعد فوراً حانث ہو جائے گا اور کفارہ ادا کرنا ہوگا۔

لغت :صعد : چڑھنا۔ لیقلبن : قلب سے مشتق ہے بدلنا، پلٹنا۔ عقب : فوراً بعد۔

ترجمہ :١ امام زفرؒ نے فرمایا کہ قسم منعقد ہی نہیں ہوگی، اس لئے کہ عادۃ محال ہے اس لئے حقیقت میں محال کی طرح ہو جائے گی اس لئے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

تشریح:واضح ہے۔

فَلايَنعَقِدُ. ۲؎ وَلَنَا أَنَّ الْبِرَّ مُتَصَوَّرٌ حَقِيْقَةً، لِأَنَّ الصُّعُوْدَ إِلَى السَّمَاءِ مُمْكِنٌ حَقِيْقَةً أَلَا تَرٰى أَنَّ الْمَلَائِكَةَ يَصْعَدُوْنَ السَّمَاءَ وَكَذَا تَحَوُّلُ الْحَجَرِ ذَهَبًا بِتَحْوِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَإِذَا كَانَ مُتَصَوَّرًا يَنْعَقِدُ الْيَمِيْنُ مُوْجِبًا لِخَلْفِهٖ ثُمَّ يَحْنَثُ بِحُكْمِ الْعِجْزِ الثَّابِتِ عَادَةً ۳؎ كَمَا إِذَا مَاتَ الْحَالِفُ فَإِنَّهُ يَحْنَثُ مَعَ احْتِمَالِ إِعَادَةِ الْحَيَاةِ، بِخِلَافِ مَسْأَلَةِ الْكُوْزِ، لِأَنَّ شُرْبَ الْمَاءِ الَّذِيْ فِي الْكُوْزِ وَقْتَ الْحَلْفِ وَلَا مَاءَ فِيْهِ لَايَتَصَوَّرُ فَلَمْ يَنْعَقِدْ.

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ قسم پوری کرنا حقیقت میں متصور ہے، اس لئے کہ آسمان پر چڑھنا حقیقت میں ممکن ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ فرشتہ آسمان پر چڑھتے ہیں، ایسے ہی اللہ کے بدلنے سے پتھر سونا میں بدل سکتا ہے، اور جب یہ متصور ہے تو قسم منعقد ہو جائے گی خلیفہ کا سبب بننے کے لئے [یعنی کفارہ لازم ہونے کے لئے] پھر عادۃ عاجز ہونے کی وجہ سے حانث ہو جائے گا۔

تشریح: آسمان پر چڑھنا ممکن ہے، اور پتھر کا سونا ہونا ممکن ہے اس لئے قسم منعقد ہو جائے گی، لیکن ایسا مشکل ہے اس لئے حانث ہو جائے گا اور کفارہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ جیسے قسم کھانے والا مر جائے تو یہ ممکن ہے کہ زندگی لوٹ آئے اس لئے حانث ہو جائے گا، بخلاف پیالے کے مسئلے کے اس لئے کہ قسم کھاتے وقت پیالے میں پانی ہی نہیں ہے اس لئے اس کا پینا ناممکن ہے اس لئے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

تشریح: پیالے میں پانی موجود ہے اور قسم کھانے والا ہی مر گیا، تو یہ ممکن ہے کہ اس کی زندگی لوٹ آئے اس لئے مرنے والا حانث ہوگا، اور اس کے بدلے میں کفارہ دینا ہوگا، اس کے برخلاف پیالے میں پانی ہی نہیں ہے تو اس کا اب پینا ناممکن ہو گیا اس لئے قسم منعقد ہی نہیں ہوگی۔

بَابُ الْيَمِيْنِ فِي الْكَلَامِ

(٢٤٠٤) قَالَ وَمَنْ حَلَفَ لَايُكَلِّمُ فُلَانًا فَكَلَّمَهُ وَهُوَ بِحَيْثُ يَسْمَعُ إِلَّا أَنَّهُ نَائِمٌ حَنِثَ، ١ لِأَنَّهُ قَدْ كَلَّمَهُ وَوَصَلَ إِلٰى سَمْعِهِ لٰكِنَّهُ لَم يَفْهَم لِنَوْمِهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا نَادَاهُ وَهُوَ بِحَيْثُ يَسْمَعُ لٰكِنَّهُ لَمْ يَفْهَمْ لِتَغَافُلِهِ، وَفِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ الْمَبْسُوْطِ شُرِطَ أَنْ يُوْقِظَهُ، وَعَلَيْهِ مَشَائِخُنَا لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يَنْتَبِهْ كَانَ كَمَا إِذَا نَادَاهُ مِنْ بَعِيْدٍ وَهُوَ بِحَيْثُ لَايَسْمَعُ صَوْتَهُ.

(٢٤٠٥) وَلَوْ حَلَفَ لَايُكَلِّمُهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَأَذِنَ لَهُ وَلَمْ يَعْلَمْ بِالْإِذْنِ حَتّٰى كَلَّمَهُ حَنِثَ،

﴿باب الیمین فی الکلام﴾

ترجمه :(٢٤٠٤)اگرقسم کھائی کہ فلاں سے بات نہیں کروں گا پھراس سے اس طرح بات کی کہ وہ سن لے مگر وہ سویا ہوا تھا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمه :١ اس لئے کہ بات کی ہے اوراس کے کان تک بات پہنچی ہے لیکن نیند کی وجہ سے اس نے سمجھا نہیں ہے، تو ایسا ہو گیا اس طرح آواز دی کہ وہ سن سکے لیکن غفلت کی وجہ سے نہیں سن سکا۔

تشریح : یہاں بات کا مطلب ہے مخاطب کرنا چاہے سامنے والا سن لے یا نہ سن سکے، یہاں قسم کھانے والے نے کہا تھا کہ فلاں سے بات نہیں کروں گا یعنی اس کو مخاطب نہیں کروں گا اور فلاں کو مخاطب کیا اس انداز میں کہ وہ نیند میں نہیں ہوتا وہ سن لیتا اس لئے وہ حانث ہو جائے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ فلاں آدمی سونے کی وجہ سے بات نہ سمجھ سکا۔

اصول: مخاطب کرنے کی وجہ سے حانث ہو جائے گا۔

ترجمه :٢ مبسوط کے بعض روایات میں ہے کہ حانث ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس کو بیدار کرے، اوراسی پر ہمارے مشائخ ہیں، اس لئے کہ جب تک متنبہ نہیں ہوگا تو ایسا ہو گیا کہ دور سے پکارا جہاں سے اس کی آواز سنائی نہیں دیتی ہو۔

تشریح :مبسوط کی روایت میں ہے کہ بیدار کر کے بات کرے گا تب حانث ہوگا، کیونکہ نیند میں وہ سن نہیں سکے گا، تو ایسا ہو گیا جیسے دور سے پکارنے سے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمه:(٢٤٠٥)اگرقسم کھائی کہ فلاں سے بات نہیں کرے گا مگر اس کی اجازت سے، پس اس نے اس کو اجازت دی مگر اس کو اجازت کی خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ اس سے بات کر لی تو حانث ہو جائے گا۔

۱؎ لِأَنَّ الْإِذْنَ مُشْتَقٌّ مِنَ الْأَذَانِ الَّذِيْ هُوَ الْإِعْلَامُ، أَوْ مِنَ الْوُقُوْعِ فِي الْإُذُنِ وَكُلُّ ذٰلِكَ لَايَتَحَقَّقُ إِلَّا بِالسَّمَاعِ، ۲؎ وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَايَحْنَثُ، لِأَنَّ الْإِذْنَ هُوَ الْإِطْلَاقُ وَأَنَّهُ يُتِمُّ بِالْإِذْنِ كَالرِّضَاءِ، ۳؎ قُلْنَا الرِّضَاءُ مِنْ أَعْمَالِ الْقَلْبِ وَلَا كَذٰلِكَ الْإِذْنُ عَلٰى مَامَرَّ.

(۲۴۰۶) قَالَ وَإِنْ حَلَفَ لَايُكَلِّمُهُ شَهْرًا فَهُوَ مِنْ حِيْنَ حَلَفَ، ۱؎ لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يَذْكُرِ الشَّهْرَ تَتَأَبَّدُ الْيَمِيْنُ، وَذِكْرُ الشَّهْرِ لِإِخْرَاجِ مَاوَرَاءَ فَبَقِيَ الَّذِيْ يَلِيْ يَمِيْنَهُ دَاخِلًا عَمَلًا بِدَلَالَةِ حَالِهِ، بِخِلَافِ مَا

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ آذان اذن سے مشتق ہے جسکو اطلاع دینا کہتے ہیں، یا کان میں ڈالنے سے مشتق ہے اور یہ دونوں سنے بغیر متحقق نہیں ہوگا۔

تشریح: قسم کھائی کہ فلاں سے بغیر اس کی اجازت کے بات نہیں کروں گا۔ فلاں آدمی نے بات کرنے کی اجازت دے دی مگر قسم کھانے والے کو اس اجازت کی اطلاع نہیں تھی اسی دوران اس سے بات کر لی تو حانث ہو جائے گا۔

وجہ: اذنہ اذن سے مشتق ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کان میں بات پہنچ جائے، اور کان میں بات پہنچی نہیں اور بات کر لی اس لئے حانث ہو جائے گا

ترجمہ: ۲؎ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ حانث نہیں ہوگا اسلئے کہ یہاں اذن کا مطلب ہے اجازت دینا، یعنی راضی ہونا۔

وجہ: وہ فرماتے ہیں کہ اجازت کا مطلب یہ ہے کہ فلاں اجازت دے چاہے قسم کھانے والے کو اس کا علم ہو یا نہ ہو اور چونکہ فلاں نے بات کرنے کی اجازت دے دی ہے اس لئے حانث نہیں ہوگا۔

اصول: اجازت کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ جس کو اجازت دی ہے اس کو بھی اجازت کا علم ہو جائے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف اجازت دینے والے کی اجازت دینا کافی ہے چاہے سامنے والے کو اس کی خبر نہ ہو۔

ترجمہ: ۳؎ ہم جواب دیتے ہیں کہ رضا مندی دل کا کام ہے اور اذن میں ایسی بات نہیں ہے، جیسے پہلے گزر چکا۔

تشریح: ہم جواب دیتے ہیں کہ رضا میں اور اذان میں فرق ہے، رضا مندی کا مطلب ہے کہ دل سے راضی ہو، چاہے خبر نہ دی ہو، اور اذن کا مطلب ہے کہ کان میں بات ڈالی ہو، اس لئے قسم کھانے والے کا سننا ضروری ہے۔

ترجمہ: (۲۴۰۶) اگر قسم کھائی کہ ایک مہینہ بات نہیں کرے گا تو قسم کے بعد سے مہینہ شروع ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ کیونکہ شہر کا لفظ نہ بولتا تو ہمیشہ کے لئے قسم ہو جاتی اور مہینہ بول دیا تو مہینہ کے بعد بولنے کی چھٹی ہوگئی دلالت حال سے، بخلاف اگر کہے کہ خدا کی قسم ایک ماہ روزہ رکھوں گا [تو قسم کے بعد مہینہ شروع نہیں ہوگا] اس لئے کہ مہینہ ذکر نہ کرتا تب بھی ہمیشہ کے لئے قسم نہ ہوتی، اس لئے مہینہ کا ذکر روزہ متعین کرنے کے لئے ہے اور یہ غیر متعین ہے اس لئے قسم کھانے

إِذَا قَالَ وَاللّٰهِ لَأَصُومَنَّ شَهْرًا، لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يَذْكُرِ الشَّهْرَ لَايَتَأَبَّدُ الْيَمِينُ فَكَانَ ذِكْرُهُ لِتَقْدِيرِ الصَّوْمِ بِهِ وَأَنَّهُ مُنْكِرٌ فَالتَّعَيُّنُ إِلَيْهِ، (٢٤٠٧) وَإِنْ حَلَفَ لَايَتَكَلَّمُ فَقَرَءَ الْقُرْآنَ فِي صَلَاتِهِ لَايَحْنَثُ، وَإِنْ قَرَأَ فِي غَيْرِ صَلَاتِهِ حَنَثَ، ١ـ وَعَلٰى هٰذَا التَّسْبِيحُ وَالتَّهْلِيلُ وَالتَّكْبِيرُ، ٢ـ وَفِي الْقِيَاسِ يَحْنَثُ فِيهِمَا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ كَلَامٌ حَقِيقَةً.

والا روزے کے لئے مہینے کا انتخاب کرے۔

تشریح : یہاں دو عبارتوں میں فرق بیان کرنا چاہتے ہیں، ایک مہینے تک بات نہیں کروں گا اس کا مطلب یہ ہوا کہ قسم کھانے کے بعد مہینہ شروع ہو جائے گا، اور ایک مہینہ پورا ہونے کے بعد بات کرنے کی گنجائش ہوگی، اور قسم کھائی کہ ایک مہینہ روزہ رکھوں گا تو قسم کے بعد سے روزہ شروع نہیں ہوگا بلکہ قسم کھانے والا روزے کے لئے جس مہینے کو منتخب کرے گا اس مہینے میں روزہ رکھے گا۔

وجہ :لا یکلمہ کے بعد شہرا نہیں کہتا تو ہمیشہ کے لئے بات کرنا ممنوع ہوتا، لیکن شہرا کہہ دیا تو مہینے کے بعد بات کرنے کی گنجائش ہوگئی، اس لئے قسم کے بعد ہی سے مہینہ شروع ہو جائے گا۔ اور لاصومن کے بعد شہرا نہیں کہتا تب بھی ہمیشہ روزہ رکھنا لازم نہیں ہوگا، کیونکہ عید، بقرعید میں روزہ رکھنا حرام ہے، اس لئے شہرا کا ذکر اس لئے ہے کہ کتنے دنوں تک روزہ رکھے گا، اس لئے قسم کے بعد روزہ شروع نہیں ہوگا، جب چاہے رکھ لے، البتہ ایک مہینے کا رکھے۔

ترجمہ :(٢٤٠٧) کسی نے قسم کھائی کہ بات نہیں کرے گا پھر نماز میں قرآن پڑھا تو حانث نہیں ہوگا، اور اگر نماز کے علاوہ میں پڑھا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ:١ـ اور اسی طرح ہے کہ اگر تسبیح، لا الہ الا اللہ، اور تکبیر کہی۔

تشریح: یہاں کلام کا معنی ہے لوگوں سے بات کرنا، اور نماز میں قرآن پڑھنا اور تسبیح پڑھنا، اور اللہ اکبر کہنا لوگوں سے بات کرنا نہیں ہے اس لئے حانث نہیں ہوگا

ترجمہ :٢ـ اور قیاس کا تقاضہ ہے کہ دونوں صورتوں میں حانث ہو جائے، اور امام شافعیؒ کا قول یہی ہے، اس لئے کہ یہ حقیقت میں کلام ہے۔

تشریح : کلام کا یہ ترجمہ لیا جائے کہ زبان سے الفاظ کا نکالنا تو اس ترجمے کے اعتبار سے نماز میں قرآن پڑھنے سے بھی حانث ہو جائے گا، کیونکہ زبان سے بات تو نکالی، چنانچہ امام شافعیؒ کا مسلک یہی ہے کہ نماز میں قرآن پڑھنے سے بھی حانث ہو جائے گا۔

۳؎ وَلَنَا أَنَّهُ فِي الصَّلَاةِ لَيْسَ بِكَلَامٍ عُرْفًا وَلَاشَرْعًا، قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ صَلَاتَنَا هٰذِهِ لَايَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، ۴؎ وَقِيْلَ فِيْ عُرْفِنَا لَايَحْنَثُ فِيْ غَيْرِ الصَّلَاةِ أَيْضًا، لِأَنَّهُ لَايُسَمّٰى مُتَكَلِّمًا، بَلْ قَارِئًا وَمُسَبِّحًا.

(۲۴۰۸) وَلَوْقَالَ يَوْمَ أُكَلِّمُ فُلَانًا فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ فَهُوَ عَلَى اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، ۱؎ لِأَنَّ اسْمَ الْيَوْمِ إِذَا قُرِنَ بِفِعْلٍ لَايَمْتَدُّ يُرَادُ مُطْلَقُ الْوَقْتِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ﴾ وَالْكَلَامُ لَايَمْتَدُّ،

ترجمه :۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ نماز میں قرآن پڑھنا نہ عرف میں کلام ہے اور نہ شریعت میں کلام ہے حضورؐ نے فرمایا کہ ہماری یہ نماز لوگوں کے کلام کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

تشریح : صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن معاویة بن حکم السلمی ......ثم قال ان هذه الصلوة لا یحل فیها شیء من کلام الناس هذا انما هو التسبیح و التکبیر و قراة القرآن ۔(ابوداود شریف، باب تشمیت العاطس فی الصلوة، ص۱۴۲، نمبر ۹۳۰) اس حدیث میں ہے کہ نماز میں بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

ترجمه :۴؎ اور کہا گیا ہے کہ ہمارے عرف میں نماز کے علاوہ میں بھی حانث نہیں ہوگا اس لئے کہ قرآن پڑھنے والے کو بات کرنے والا نہیں کہتے، بلکہ تلاوت کرنے والا اور تسبیح پڑھنے والا کہتے ہیں۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمه :(۲۴۰۸) اگر کہا کہ جس دن فلاں سے بات کروں تو اس کی بیوی کو طلاق ہے ت دن سے مراد رات دن دونوں ہوں گے۔

تشریح :یہاں یوم بولا ہے جس کا ترجمہ صرف دن ہوسکتا ہے، لیکن یہاں بولنے کا تعلق ہے اس لئے دن رات دونوں مراد ہوں گے، چنانچہ دن میں اس سے بولے گا تب بھی طلاق واقع ہوگی اور رات میں اس سے بولے گا تب بھی اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوگی۔

ترجمه :۱؎ اس لئے کہ یوم کے ساتھ ایسے فعل کو ملایا جائے جو لمبا نہیں ہوتا تو اس سے مطلق وقت مراد ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا، من یولهم یومئذ دبره،[یہاں یومیذ سے مطلق وقت مراد ہے، اور کلام بھی لمبا نہیں ہوتا اس لئے یہاں یوم سے مطلق وقت مراد ہوگا۔

تشریح :یہاں منطقی قاعدہ بیان کررہے ہیں۔یوم کے ساتھ کسی ایسے فعل کو ملایا جائے جو لمبا نہیں ہوتا تو وہاں یوم سے مراد دن نہیں ہوتا بلکہ دن اور رات میں سے کوئی بھی لمحہ مراد ہوتا ہے، یہاں کلام لمبا نہیں ہوتا، اس لئے اس کو یوم کے ساتھ ملایا تو یوم

(۲۴۰۹) وَإِنْ عَنَى النَّهَارَ خَاصَّةً دُيِّنَ فِي الْقَضَاءِ ١ لِأَنَّهُ مُسْتَعْمَلٌ فِيهِ أَيْضًا، وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ لَايُدَيَّنُ فِي الْقَضَاءِ، لِأَنَّهُ خِلَافُ الْمُتَعَارَفِ، (۲۴۱۰) وَلَوْ قَالَ لَيْلَةَ أُكَلِّمُ فُلَانًا فَهُوَ عَلَى اللَّيْلِ خَاصَّةً، ١ لِأَنَّهُ حَقِيقَةٌ فِي سَوَادِ اللَّيْلِ كَالنَّهَارِ لِلْبَيَاضِ خَاصَّةً وَمَاجَاءَ اسْتِعْمَالُهُ فِي مُطْلَقِ الْوَقْتِ.

(۲۴۱۱) وَلَوْ قَالَ إِنْ كَلَّمْتُ فُلَانًا إِلَّا أَنْ يَقْدَمَ فُلَانٌ أَوْ قَالَ حَتّٰى قَدِمَ فُلَانٌ أَوْ قَالَ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ فُلَانٌ أَوْ حَتّٰى يَأْذَنَ فُلَانٌ فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ فَكَلَّمَهُ قَبْلَ الْقُدُومِ وَالْإِذْنِ حَنِثَ، وَلَوْ كَلَّمَهُ بَعْدَ الْقُدُومِ وَالْإِذْنِ لَمْ يَحْنَثْ،

کا مطلب دن اور رات میں سے کوئی لمحہ ہوگا، یعنی دن اور رات میں کبھی بھی بات کرے گا تو عورت کو طلاق واقع ہو جائے گی، صرف دن مراد نہیں ہوگا اس کے لئے آیت پیش کی ہے جس میں کوئی لمحہ مراد ہے۔

وجه :صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے۔ و من یولھم یومئذ دبرہ،الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئة فقد باء بغضب من الله۔(آیت ١٦،سورۃ الانفال ٨)اس آیت میں یومئذ سے مراد کوئی بھی وقت ہے،صرف دن مراد نہیں ہے۔

ترجمه:(۲۴۰۹)اور اگر خاص طور پر دن مراد لے تو قضاء کے طور پر مان لی جائے گی۔

ترجمه: ١ اس لئے کہ دن میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

تشریح:یوم سے مراد خاص طور پر دن مراد لے لے تو قضاء مان لی جائے گی، کیونکہ کبھی کبھار دن کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

ترجمه:٢ امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ قضاء بھی نہیں مانی جائے گی اس لئے کہ متعارف کے خلاف ہے۔

تشریح :واضح ہے۔

ترجمه :(۲۴۱۰)اگر کہا کہ جس رات میں بات کروں تو خاص طور پر رات مراد ہوگی۔

ترجمه :١ اس لئے کہ لیل حقیقت میں رات پر بولی جاتی ہے، جیسے نہار خاص طور پر دن پر بولا جاتا ہے، اور لیل مطلق وقت کے لئے استعمال نہیں ہوتا ہے۔

تشریح :اگر کہا کہ رات میں بات کروں تو میری بیوی کو طلاق، تو یہاں رات ہی مراد ہوگی، کیونکہ لیل رات ہی کے استعمال ہوتا ہے، جیسے نہار دن کے استعمال ہوتا ہے۔

ترجمه :(۲۴۱۱)اگر کسی نے کہا کہ اگر میں فلاں سے بات کروں مگر یہ کہ فلاں آجائے، یا یہاں تک کہ فلاں آجائے، یا کہا کہ مگر فلاں اجازت دے، یا یہاں تک کہ اجازت دے تو اس کی بیوی کو طلاق ہے، پس اس کے آنے سے پہلے یا اجازت سے پہلے کلام کیا تو حانث ہو جائے گا [یعنی اس کی بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی] اور اگر آنے کے بعد، یا اجازت کے بعد کلام کیا تو حانث نہیں ہوگا۔

۱ لِأَنَّهُ غَايَةٌ وَالْيَمِيْنُ بَاقِيَةٌ قَبْلَ الْغَايَةِ وَمُنْتَهِيَةٌ بَعْدَهَا فَلَايَحْنَثُ بِالْكَلَامِ بَعْدَ انْتِهَاءِ الْيَمِيْنِ، (۲۴۱۲)وَإِنْ مَاتَ فُلَانٌ سَقَطَ الْيَمِيْنُ ۱ خِلَافًا لِأَبِي يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۲ لِأَنَّ الْمَمْنُوْعَ عَنْهُ كَلَامٌ يَنْتَهِي بِالْإِذْنِ وَالْقُدُوْمِ وَلَمْ يَبْقَ بَعْدَ الْمَوْتِ مُتَصَّوَرَ الْوُجُوْدِ فَسَقَطَتِ الْيَمِيْنُ، ۳ وَعِنْدَهُ التَّصَوُّرُ لَيْسَ بِشَرْطٍ فَعِنْدَ سُقُوْطِ الْغَايَةِ يَتَأَبَّدُ الْيَمِيْنُ.

ترجمه :۱ اس لئے کہ آنا اور اجازت غایت ہے اور غایت سے پہلے قسم باقی ہے، اور آنے کے بعد قسم ختم ہوگئی اس لئے کلام سے حانث نہیں ہوگا، کیونکہ قسم ختم ہوگئی۔

تشریح :کسی نے کہا کہ اگر میں فلاں سے بات کروں مگر یہ کہ فلاں اجازت دے تو میری بیوی کو طلاق ہے۔اب اس میں اجازت قسم کی انتہاء ہے،اس لئے اجازت سے پہلے بات کرے گا تو بیوی کو طلاق واقع ہوجائے گی،اور اجازت کے بعد بات کرے گا تو طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اب قسم ختم ہوگئی۔

لغت :غایۃ: یہاں اجازت دینا اور فلاں کا آنا، یہ دونوں غایت ہیں، چنانچہ اجازت دینے، اور آنے سے پہلے بات کرے گا تو حانث ہوگا، اور اجازت دینے یا زید کے آنے کے بعد بات کرے گا تو حانث نہیں ہوگا، یعنی بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ترجمه :(۲۴۱۲) اگر فلاں مرگیا تو قسم ختم ہوجائے گی۔

تشریح:جس کی اجازت پر قسم کو موقوف کیا تھا وہ مرگیا تو اب اجازت دینے کا تصور باقی نہیں رہا اس لئے قسم ختم ہوجائے گی۔

ترجمه :۱ خلاف امام ابو یوسفؒ کے۔

تشریح:امام ابو یوسف کے یہاں اب ہمیشہ کے لئے قسم باقی رہے گی اور کبھی بھی بات کرے گا تو عورت کو طلاق واقع ہوگی

وجه:انکے یہاں اجازت دینے کے تصور ہونا ضروری نہیں ہے اس لئے فلاں کے مرنے کے بعد بھی قسم باقی رہے گی۔

ترجمه :۲ اس لئے کہ جو کلام ممنوع تھا وہ فلاں کی اجازت دینے یا اس کے آنے سے ختم ہوجائے گا،لیکن اس کی موت کے بعد اس کے ہونے کا تصور باقی نہیں رہا اس لئے قسم ختم ہوجائے گی۔

تشریح :فلاں کی اجازت دینے پر، یا اس کے آنے پر بات کرنا موقوف تھا،لیکن اس کے مرنے کے بعد اب اجازت دینا ممکن نہیں رہا اس لئے قسم ختم ہوجائے گی۔

ترجمه:۳ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تصور ہونا شرط نہیں ہے اس لئے فلاں کے مرنے کے بعد قسم ہمیشہ رہ جائے گی۔

تشریح :واضح ہے۔

(۲۴۱۳) وَمَنْ حَلَفَ لَایُكَلِّمُ عَبْدَ فُلَانٍ وَلَمْ يَنْوِ عَبْدًا بِعَيْنِهٖ أَوْ امْرَأَةَ فُلَانٍ أَوْ صَدِيْقَ فُلَانٍ فَبَاعَ فُلَانٌ عَبْدَهٗ أَوْ بَانَتْ مِنْهُ امْرَأَتُهٗ أَوْ عَادٰى صَدِيْقَهٗ فَكَلَّمَهُمْ لَمْ يَحْنَثْ، ۱؎ لِأَنَّهٗ عَقَدَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى فِعْلٍ وَاقِعٍ فِيْ مَحَلٍّ مُضَافٍ إِلٰى فُلَانٍ، إِمَّا إِضَافَةُ مِلْكٍ أَوْ إِضَافَةُ نِسْبَةٍ وَلَمْ يُوْجَدْ فَلَايَحْنَثُ، ۲؎ قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هٰذَا فِيْ إِضَافَةِ الْمِلْكِ بِالْاِتِّفَاقِ وَفِيْ إِضَافَةِ النِّسْبَةِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَحْنَثُ كَالْمَرْأَةِ وَالصَّدِيْقِ، قَالَ فِي الزِّيَادَاتِ، لِأَنَّ هٰذِهِ الْإِضَافَةُ لِلتَّعْرِيْفِ، لِأَنَّ الْمَرْأَةَ وَالصَّدِيْقَ مُتَصَوَّرَانِ بِالْهِجْرَانِ فَلَايُشْتَرَطُ دَوَامُهَا فَيَتَعَلَّقُ الْحُكْمُ بِعَيْنِهٖ كَمَا فِي الْإِشَارَةِ،

ترجمہ:(۲۴۱۳) کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کے غلام سے بات نہیں کرے گا، اور متعین غلام کی نیت نہیں کی، یا فلاں کی بیوی سے بات نہیں کرے گا، یا فلاں کے دوست سے بات نہیں کرے گا، پھر فلاں نے غلام بیچ دیا، یا فلاں سے بیوی بائنہ ہوگئی، یا دوست سے دشمنی ہوگئی پھر بات کی تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ قسم فلاں کی طرف منسوب میں واقع ہوئی ہے، یا ملک کی اضافت ہے یا نسبت کی اضافت ہے، اور اب یہ پائی نہیں گئی اس لئے حانث بھی نہیں ہوگا۔

تشریح: یہاں یہ سمجھنا ہے کہ جس آدمی سے بات نہ کرنے کی قسم کھا رہا ہے اس کی ذات مراد ہے، یا فلاں کی طرف نسبت مراد ہے، اگر ذات مراد ہے تو بیوی کو طلاق ہونے کے بعد بھی بات کرے گا تو حانث ہو جائے گا، اور اگر فلاں کی طرف نسبت مقصود ہے تو طلاق ہونے کے بعد اس سے بات کرے گا تو حانث نہیں ہوگا۔ صاحب ہدایہ یہ فرماتے ہیں کہ یہاں فلاں کی طرف نسبت مقصود ہے اس لئے غلام کے بکنے کے بعد، یا فلاں کی بیوی نہ رہنے کے بعد، یا فلاں کا دوست نہ رہنے کے بعد بات کرے گا تو حانث نہیں ہوگا، اس لئے کہ قسم کھانے والے کا مقصد یہ تھا کہ جب تک یہ اس کا غلام ہے، یا جب تک یہ اس کی بیوی ہے، یا جب تک یہ اس کا دوست ہے اس وقت تک بات نہیں کروں گا اور جب یہ اس کا غلام نہیں رہا، یا اس کی بیوی نہیں رہی، یا اس کا دوست باقی نہیں رہا تو بات کرسکتا ہوں اس لئے اب حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ:۲؎ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ ملک کی طرف اضافت میں یہ بالاتفاق ہے، لیکن نسبت کی طرف اضافت میں امام محمدؒ کے یہاں حانث ہو جائے گا جیسے بیوی ہے، دوست ہے، امام محمد نے زیادات کتاب میں یہ دلیل دی کہ یہ اضافت صرف تعریف کے لئے ہے اس لئے کہ عورت اور دوست سے ذاتی طور پر بات چھوڑنا مقصود ہے، اس لئے بیوی رہنا اور دوست رہنا شرط نہیں ہے اس لئے بیوی اور دوست کی ذات سے حکم متعلق ہوگا، جیسا کہ بیوی اور دوست کی طرف اشارہ کرتا تو اس کی ذات کے ساتھ قسم متعلق ہوتا۔

٣ ووَجهُ ماذُکِرَ ھٰھُنَا وَھُوَ رِوَایَةُ الْجامِعِ الصَّغِیْرِ أَنَّہٗ یَحْتَمِلُ أَنْ یَکُوْنَ غَرَضُہٗ ھِجْرَانَہٗ لِأَجْلِ الْمُضَافِ إِلَیْہِ وَلِھٰذَا لَمْ یُعَیِّنْہُ فَلَایَحْنَثُ بَعْدَ زَوَالِ الْإِضَافَةِ بِالشَّکِّ.

(۲۴۱۴) وَإِنْ کَانَتْ یَمِیْنُہٗ عَلٰی عَبْدٍ بِعَیْنِہٖ بِأَنْ قَالَ عَبْدُ فُلَانٍ ھٰذَا أَوِ امْرَأَةُ فُلَانٍ بِعَیْنِھَا أَوْ صَدِیْقُ فُلَانٍ بِعَیْنِہٖ لَمْ یَحْنَثْ فِي الْعَبْدِ، وَحَنَثَ فِي الْمَرْأَةِ وَالصَّدِیْقِ وَھٰذَا قَوْلُ أَبِي حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَ أَبِي یُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ یَحْنَثُ فِي الْعَبْدِ أَیْضًا

ا وَھُوَ قَوْلُ زُفَرَ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ، (۲۴۱۵) وَإِنْ حَلَفَ لَایَدْخُلُ دَارَ فُلَانٍ ھٰذِہٖ فَبَاعَھَا ثُمَّ دَخَلَھَا فَھُوَ عَلٰی ھٰذَا الْاِخْتِلَافِ.

تشریح: زیادات میں امام محمدؒ نے فرمایا کہ بیوی اور دوست میں بیوی اور دوست کی ذات مقصود ہے اور اضافت صرف تعارف کے لئے ہے اس لئے طلاق ہونے کے بعد اور دوستی چھوٹنے کے بعد بھی اس سے بات کرے گا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ٣ اس کی وجہ جو ہم نے یہاں ذکر کیا وہ جامع صغیر کی روایت ہے، اس بات کا احتمال ہے کہ فلاں کی نسبت کی وجہ سے بیوی کو چھوڑنا ہو اسی لئے اس کی طرف اشارہ نہیں کیا اس لئے نسبت ختم ہونے کے بعد شک کی وجہ سے حانث نہیں ہوگا۔

تشریح: متن میں جو ذکر کیا، جامع صغیر میں اسکی دلیل یہ دی ہے کہ۔ممکن ہے کہ بیوی کی ذات مقصود نہ ہو بلکہ شوہر کی بیوی ہونے کی وجہ سے بات کرنا چھوڑنا چاہتا ہے اس لئے جب اسکی سبت ختم ہوگئی تو اب اس سے بات کرنے سے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۱۴) اور اگر اس کی قسم بعینہ غلام پر ہے، مثلا کہا کہ فلاں کے اس غلام سے بات نہیں کروں گا، یا فلاں کی اس عورت سے بات نہیں کروں گا، یا فلاں کے بعینہ دوست سے بات نہیں کروں گا تو غلام میں اس کی غلامیت زائل ہونے کے بعد حانث نہیں ہوگا، اور بیوی اور دوست میں حانث ہو جائے گا، یہ قول امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ غلام میں بھی حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ا اور یہی قول امام زفرؒ کا ہے

تشریح: یہاں بیوی اور دوست کی طرف اشارہ کیا ہے اس لئے اس کی ذات مراد ہوگی، اس لئے بیوی، اور دوست نہ رہنے کے باوجود بات کرے گا تو حانث ہو جائے گا۔ البتہ غلام کی طرف اشارہ کرنے کے باوجود اس کی ذات مراد نہیں ہوگی، بلکہ فلاں کی طرف نسبت مراد ہوگی اس لئے غلامیت ختم ہونے کے بعد بات کرے گا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۱۵) اگر قسم کھائی کہ فلاں کے اس گھر میں داخل نہیں ہوگا پھر اس کو بیچ دیا پھر داخل ہوا تو وہ اسی اختلاف پر ہے۔

۱؎ وَجْهُ قَوْلِ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَزُفَرَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّ الْإِضَافَةَ لِلتَّعْرِيْفِ وَالْإِشَارَةُ أَبْلَغُ مِنْهَا لِكَوْنِهَا قَاطِعَةً لِلشَّرْكَةِ، بِخِلَافِ الْإِضَافَةِ فَاعْتُبِرَتِ الْإِشَارَةُ وَلَغَتِ الْإِضَافَةُ وَصَارَ كَالصَّدِيْقِ وَالْمَرْأَةِ، ۲؎ وَلَهُمَا أَنَّ الدَّاعِيَ إِلَى الْيَمِيْنِ مَعْنًى فِي الْمُضَافِ إِلَيْهِ، لِأَنَّ هٰذِهِ الْأَعْيَانَ لَاتُهْجَرُ وَلَاتُعَادٰى لِذَوَاتِهَا وَكَذَا الْعَبْدُ لِسُقُوْطِ مَنْزِلَتِهٖ بَلْ لِمَعْنًى فِيْ مُلَّاكِهَا فَتُقَيَّدُ الْيَمِيْنُ بِحَالِ قِيَامِ الْمِلْكِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَتِ الْإِضَافَةُ نِسْبَةً كَالصَّدِيْقِ وَالْمَرْأَةِ لِأَنَّهٗ يُعَادٰى لِذَاتِهٖ فَكَانَتِ الْإِضَافَةُ لِلتَّعْرِيْفِ، وَالدَّاعِيْ لِمَعْنًى فِي الْمُضَافِ إِلَيْهِ غَيْرُ ظَاهِرٍ لِعَدَمِ التَّعْيِيْنِ بِخِلَافِ مَاتَقَدَّمَ.

تشریح: شیخین کے یہاں نسبت مقصود ہے اس لئے بکنے کے بعد داخل ہونے سے حانث نہیں ہوگا، اور امام محمدؒ کے نزدیک گھر کی ذات مقصود ہوگی اس لئے بکنے کے بعد داخل ہونے سے حانث ہو جائے گا ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ، اضافت صرف تعارف کے لئے ہے اور اشارہ یہاں زیادہ بلیغ ہے اس لئے کہ اشارہ شرکت کو ختم کرنے والا ہے، بخلاف اجافت کے کہ وہ شرکت کو ختم نہیں کرتی اس لئے اشارے کا اعتبار ہوگا اور اضافت لغو ہوگی اور گھر بھی دوست اور عورت کی طرح ہو جائے گا۔

تشریح: امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ غلام ہو یا گھر اس کی طرف ھذہ سے اشارہ کیا ہے اس لئے اس کی ذات مقصود ہو جائے گی ، اور جو فلاں کی طرف نسبت کی ہے وہ لغو ہو جائے گی، اس لئے غلامیت ختم ہونے کے بعد اور گھر کے بکنے کے بعد بھی داخل ہوگا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ غلام میں اور گھر میں قسم کھانے کا مطلب اس کی ذات سے دشمنی نہیں ہے بلکہ اس کے مالک کی وجہ سے دشمنی ہے اس لئے قسم ملک کے قیام تک مقید رہے گی، بخلاف اضافت نسبت کی ہو جیسے دوست اور عورت تو انکی ذات سے دشمنی کی جا سکتی ہے، اس لئے وہاں اضافت صرف تعارف کے لئے ہے، اور جسکی بیوی ہے اور جسکا دوست ہے اس کی وجہ ظاہر نہیں ہے کیونکہ وہ متعین نہیں ہے بخلاف پہلے کے [یعنی گھر اور غلام کے اس کے مالک کی دشمنی متعین ہے]

تشریح: اس لمبی عبارت میں کہنا یہ چاہتے ہیں کہ غلام میں اور گھر میں دشمنی کی بنیاد اس کی ذات نہیں ہوتی بلکہ اس کا مالک ہوتا ہے اس لئے جب تک اس کی ملکیت میں رہے گا تو حانث ہوگا، اور اس کی ملکیت ختم ہونے کے بعد بات کرنے سے حانث نہیں ہوگا، اور بیوی میں اور دوست میں دشمنی کی بنیاد خود بیوی اور دوست ہیں اور ہذہ سے اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے اس لئے اس کی ذات مقصود ہوگی اور طلاق ہونے کے بعد بھی بات کرے گا تو حانث ہو جائے گا۔ اس لمبی بحث کو غور سے دیکھیں۔

(۲۴۱۶) قَالَ وَإِنْ حَلَفَ لَايُكَلِّمُ صَاحِبَ هٰذَا الطَّيْلِسَانِ فَبَاعَهُ ثُمَّ كَلَّمَهُ حَنِثَ ، ۱؎ لِأَنَّ هٰذِهِ الْإِضَافَةِ لَايَحْتَمِلُ إِلَّا التَّعْرِيفَ، لِأَنَّ الْإِنْسَانَ لَايُعَادٰى لِمَعْنًى فِي الطَّيْلِسَانِ فَصَارَ كَمَا أَشَارَ إِلَيْهِ،

(۲۴۱۷) وَمَن حَلَفَ لَايُكَلِّمُ هٰذَا الشَّابَّ فَكَلَّمَهُ وَقَدْ صَارَ شَيْخًا حَنِثَ، ۱؎ لِأَنَّ الْحُكْمَ تَعَلَّقَ بِالْمُشَارِ إِلَيْهِ، إِذِ الصِّفَةُ فِي الْحَاضِرِ لَغْوٌ، وَهٰذِهِ الصِّفَةُ لَيْسَتْ بِدَاعِيَةٍ إِلَى الْيَمِينِ عَلٰى مَامَرَّ مِنْ قَبْلُ.

لغت :اضافت : یہاں اضافت سے مراد غلام اور گھر ہیں جو ملکیت میں ہیں۔اور نسبت سے مراد بیوی اور دوست ہیں جو رشتہ دار ہیں،اور تعلق والے ہیں۔

ترجمہ:(۲۴۱۶) اگر قسم کھائی کہ اس چادر والے سے بات نہیں کروں گا، پس اس نے اس چادر کو بیچ دیا پھر اس سے بات کی تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ یہ نسبت تعارف کے لئے ہے اس لئے کہ انسان چادر کی وجہ سے دشمنی نہیں کرتا، تو ایسا ہو گیا کہ چادر والے کی طرف اشارہ کیا ہو تو اس سے چادر والے کی ذات مراد ہوتی ہے۔

وجہ : یہاں چادر والے سے مراد اس کی ذات ہے، کیونکہ چادر کی وجہ سے دشمنی نہیں کرتا اس لئے یہ ایک تعارف کے لئے ہے، اس لئے چادر بیچ دی پھر اس سے بات کی تو اس آدمی کی ذات سے بات کی اس لئے حانث ہو جائے گا۔

اصول : یہ دیکھا جائے گا کہ قسم کھانے والے نے کہاں ذات مراد لی ہے اور کہاں صفت مراد لی ہے۔ جہاں ذات مراد لی ہے وہاں اس صفت کے زائل ہونے کے بعد بھی ذات سے بات کرے گا تو حانث ہوگا۔ اور جہاں صفت مراد لی ہے وہاں اس صفت کے موجود رہتے تک بات کرے گا تو حانث ہوگا۔ اور صفت زائل ہونے کے بعد بات کرے گا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ :(۲۴۱۷) کسی نے قسم کھائی کہ اس جوان سے بات نہیں کروں گا، پھر بوڑھا ہونے کے بعد بات کی تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ :۱؎ جس کے طرف اشارہ کیا حکم کا تعلق اس کے ساتھ ہے، اس لئے کہ حاضر میں صفت کا اعتبار نہیں ہے، دوسری بات یہ ہے کہ جوان ہونا قسم کی طرف بلانے والا نہیں ہے۔

تشریح: کہا اس جوان سے بات نہیں کروں، اب وہ بوڑھا ہو گیا اور بات کی تو بھی حانث ہو جائے گا۔

وجہ:(۱) یہاں جوان والی صفت مراد نہیں ہے بلکہ جسکی طرف اشارہ کیا اس کی ذات مراد ہے (۲) جوانی ہونا دشمنی کی بنیاد نہیں ہے اس لئے جوان کی ذات مقصود ہوگی، اس لئے کا بوڑھا ہونے کے بعد بات کی تو حانث ہو جائے گا۔

﴿فَصْلٌ﴾

(۲۴۱۸) قَالَ وَمَنْ حَلَفَ لَايُكَلِّمُ حِينًا أَوْ زَمَانًا أَوِ الْحِينَ أَوِ الزَّمَانَ فَهُوَ عَلٰى سِتَّةِ أَشْهُرٍ، ١ لِأَنَّ الْحِينَ قَدْ يُرَادُ بِهِ الزَّمَانُ الْقَلِيلُ وَقَدْ يُرَادُ بِهِ أَرْبَعُونَ سَنَةً، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ﴾ (سورة الدهر: ١) وَقَدْ يُرَادُ بِهِ سِتَّةُ أَشْهُرٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿تُوْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ﴾ وَهٰذَا هُوَ الْوَسَطُ فَيَنْصَرِفُ إِلَيْهِ،

﴿فصل مدت کے بارے میں﴾

ترجمہ :(۲۴۱۸)اگر قسم کھائی کہ فلاں سے ایک حین یا زمانے تک بات نہیں کرے گا یا الحین یا الزمان تک بات نہیں کرے گا تو وہ چھ مہینے پر محمول ہوگی۔

تشریح:حین اورزمان نکرہ کے ساتھ یا الحین اورالزمان معرفہ کے ساتھ چاروں کا اطلاق چھ ماہ پر ہوگا۔چنانچہ کسی نے قسم کھائی کہ زید سے ایک حین تک بات نہیں کرے گا تو چھ مہینے کے اندر اندر بات کرے گا تو حانث ہو جائے گا۔اوراس کے بعد بات کرے گا تو حانث نہیں ہوگا۔

وجہ :(۱)قول صحابی میں ہے۔سمع علیا قال الحین ستة اشھر (سنن للبیہقی ، باب ماجاء فیمن حلف لیقضین حقہ الی حین اوالی زمان الخ ج عاشر ص ۱۰۵ نمبر ۲۰۰۱۶ رمصنف ابن ابی شیبة ۵۸ الرجل یحلف ان لایکلم الرجل حینا کم یکون ذلک ج ثالث ص ۱۰۰ نمبر ۱۲۴۶۹)اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ حین چھ مہینے کو کہتے ہیں چاہے معرفہ ہو یا نکرہ۔اوراسی پر قیاس کرکے زمان کا ترجمہ بھی چھ مہینے ہوں گے۔(۲)اس آیت میں بھی چھ مہینے کا اشارہ ہے۔تولی اکلھا کل حین باذن ربھا (آیت ۲۵ سورۃ ابراہیم ۱۴)اس آیت میں کل حین سے مراد پھول لگنے سے پھل پکنے تک کی مدت ہے جو کھجور کے لئے چھ مہینے ہوتے ہیں۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ حین سے تھوڑا سا زمانہ بھی مراد لیتے ہیں،اوراس سے چالیس سال بھی مراد لیتے ہیں،تھوڑے سے زمانے کے لئے یہ آیت ہے، کیا انسان پر زمانے کا ایک لمحہ نہیں آیا،اور کبھی حین سے چھ ماہ بھی مراد لیتے ہیں،اللہ تعالی نے فرمایا کہ ہر حین میں اس کا درخت پھل دیتا ہے [اس سے مراد چھ ماہ ہے]اور یہ چھ مہینہ اوسط ہے اس لئے اسی کی طرف پھیرا جائے گا۔

تشریح :حین تین مدتوں پر بولا جاتا ہے۔[۱]حین کے لئے ایک مدت ہے ایک لمحہ چنانچہ اللہ نے فرمایا۔ھل اتی علی

٢ وَهٰذَا لِأَنَّ الْيَسِيْرَ لَايُقْصَدُ بِالْمَنْعِ لِوُجُوْدِ الْإِمْتِنَاعِ فِيْهِ عَادَةً. وَالْمُؤَبَّدُ لَايُقْصَدُ بِهٖ غَالِبًا لِأَنَّهٗ بِمَنْزِلَةِ الْأَبَدِ، وَلَوْ سَكَتَ عَنْهُ يَتَأَبَّدُ فَتَعَيَّنَ مَا ذَكَرْنَا، ٣ وَكَذَا الزَّمَانُ يُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَ الْحِيْنُ يُقَالُ مَارَأَيْتُكَ مُنْذُ حِيْنٍ وَمُنْذُ زَمَانٍ بِمَعْنًى، ٤ وَهٰذَا إِذَا لَمْ تَكُنْ لَهٗ نِيَّةٌ، أَمَّا إِذَا نَوٰى شَيْئًا فَهُوَ عَلٰى مَا نَوٰى، لِأَنَّهٗ نَوٰى حَقِيْقَةَ كَلَامِهٖ، (٢٤١٩) وَكَذٰلِكَ الدَّهْرُ عِنْدَهُمَا، وَقَالَ أَبُوْحَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ الدَّهْرُ لَا أَدْرِيْ مَاهُوَ، ١ وَهٰذَا الْإِخْتِلَافُ فِي الْمُنَكَّرِ هُوَ الصَّحِيْحُ أَمَّا الْمُعَرَّفُ بِالْأَلِفُ

الانسان حين من الدهر لم يكن شيئا مذكورا (آیت ۱، سورة انسان ۷۶) اور اس سے ایک لمحہ مراد ہے، [۲] حین کی دوسری مدت ہے ، چالیس سال، [۳] اور اس کی تیسری مدت ہے چھ ماہ، اس کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے۔ تولی اکلها کل حین باذن ربها (آیت ۲۵، سورة ابراہیم ۱۴) اس آیت میں کل حین سے مراد چھ ماہ کا عرصہ ہے، اور چھ ماہ کی مدت یہ درمیانی ہے اس لئے یہی مراد ہوگی۔

ترجمہ: ٢ چھ ماہ لینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قسم کھا کر ایک لمحہ رکنے کا ارادہ نہیں کرتے، کیونکہ اتنی دیر تو عادۃ رکتے ہی ہیں، اور اکثر ہمیشہ کی بھی نیت نہیں کرتے اس لئے کہ پھر حین ابد کے معنی میں ہو جائے گا، اور حین کا لفظ نہ بولتے تو ہمیشہ ہوتا ہی اس لئے ہم نے جو ذکر کیا وہی متعین ہو گیا، یعنی چھ ماہ۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، کہ حین کا ترجمہ ایک لمحہ لیں تو قسم کھا کر اتنی سی دیر رکنے کا ارادہ نہیں کرتے، کیونکہ اتنی دیر تو آدمی بات کے درمیان بھی رک جاتا ہے، اور ہمیشہ کا معنی بھی نہیں لے سکتے کیونکہ پھر حین ابد کے معنی میں ہو جائے گا، اگر لا اکلم کے بعد حین نہ لاتے تو یوں بھی ہمیشہ کے لئے کلام کرنا حرام ہوتا، اسلئے اب یہی معنی رہ گیا کہ حین کا ترجمہ چھ مہینے لیا جائے۔

ترجمہ: ٣ ایسے ہی لفظ زمان حین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، لوگ کہتے ہیں مارایتک منذ حین منذ زمان کے معنی میں۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ٤ یہ چھ مہینے کی مدت اس وقت ہے کہ کوئی نیت نہ کی ہو لیکن اگر کسی خاص مدت کی نیت کی ہو تو وہی مراد ہوگی اس لئے کلام کی حقیقت کی نیت کی ہے۔

تشریح: اگر حین بول کر کوئی نیت نہیں کی تو چھ مہینہ مراد ہوگا، اور اگر مثلا چالیس سال کی نیت کی ہو تو چالیس سال مراد ہو جائے گی، کیونکہ یہ حین کی حقیقی معنی ہے۔

ترجمہ: (۲۴۱۹) ایسے ہی دہر امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک، اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ دہر کا معنی مجھے معلوم نہیں ہے۔

ترجمہ: ١ یہ اختلاف دہر نکرہ ہو تو اس میں ہے، لیکن اگر الف لام کے ساتھ معرفہ ہو تو اس سے عرفا ہمیشہ کے معنی میں ہوتا ہے۔

وَاللَّامِ يُرَادُ بِهِ الْأَبَدُ عُرْفًا، لَهُمَا أَنَّ دَهْرًا يُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَ الْحِيْنِ وَالزَّمَانِ يُقَالُ مَارَأَيْتُكَ مُنْذُ حِيْنٍ وَمُنْذُ دَهْرٍ بِمَعْنًى، وَأَبُوْحَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَقَّفَ فِيْ تَقْدِيْرِهِ، لِأَنَّ اللُّغَاتَ لَاتُدْرَكُ قِيَاسًا، وَالْعُرْفُ لَمْ يُعْرَفْ اسْتِمَارُهُ لِاخْتِلَافٍ فِي الْإِسْتِعْمَالِ.

(۲۴۲۰) وَلَوْ حَلَفَ لَايُكَلِّمُ أَيَّامًا فَهُوَ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۱؎ لِأَنَّهُ اسْمُ جَمْعٍ ذُكِرَ مُنَكَّرًا فَيَتَنَاوَلُ أَقَلَّ الْجَمْعِ وَهُوَ الثَّلَاثُ، ۲؎ وَلَوْ حَلَفَ لَايُكَلِّمُهُ الْأَيَّامَ فَهُوَ عَلٰى عَشَرَةِ أَيَّامٍ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَقَالَا عَلَى الْأُسْبُوْعِ،

تشریح: صاحبین ؒ کے نزدیک دہر کا ترجمہ چھ ماہ ہے، جیسے حین کا ترجمہ ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے اس بارے میں توقف کیا ہے، اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ دہر نکرہ استعمال کیا گیا ہو، لیکن اگر الدہر معرفہ بولا ہو تو اس کا معنی ابد اور ہمیشہ کے ہیں۔

ترجمہ: ۲؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ دہر حین اور زمان کی طرح استعمال ہوتا ہے، لوگ کہتے ہیں مارایتک منذ حین ومنذ زمان اور دونوں کا ایک ہی معنی ہوتا ہے یعنی چھ ماہ۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۳؎ امام ابو حنیفہؒ نے دہر کی مدت متعین کرنے میں توقف کیا اس لئے کہ لغت قیاس سے نہیں بنائی جا سکتی اور عرف میں استمرار کے طور پر کوئی ایک معنی نہیں ہے، کیونکہ الگ الگ معنی میں استعمال ہوتا رہتا ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ لغات قیاس سے نہیں بنائی جا سکتی، اور دہر کا لفظ ایک معنی میں استعمال نہیں ہوتا،، اس لئے اس کی مدت متعین کرنے میں توقف کیا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۴۲۰) اگر قسم کھائی کہ اس سے بات نہیں کرے گا کچھ دنوں تو وہ تین دن پر ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ ایام کا لفظ جمع کا صیغہ ہے اور نکرہ ذکر کیا ہے اور جمع کی کم سے کم مقدار تین ہے [اس لئے تین دن مراد ہوں گے]

تشریح: ایام یوم کی جمع ہے، اور نکرہ ہے۔ اور عربی میں جمع کا اطلاق کم سے کم تین پر ہوتا ہے اس لئے اگر قسم کھائی کہ ایام تک بات نہیں کرے گا تو مطلب یہ ہوگا کہ تین دن تک بات نہیں کرے گا۔ اس کے بعد بات کی تو حانث نہیں ہوگا۔ یہ تفصیل ایام نکرہ کی صورت میں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اگر قسم کھائی کہ اس سے الایام بات نہیں کرے گا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ دس دن پر محمول ہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ہفتے کے دنوں پر۔

۳؎ وَلَوْ حلَفَ لَايُكَلِّمُهُ الشُّهُوْرَ فَهُوَ عَلٰى عَشَرَةِ أَشْهُرٍ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُمَا عَلَى اثْنَيْ عَشَرَ شَهْرًا، لِأَنَّ اللَّامَ لِلْمَعْهُوْدِ وَهُوَ مَاذَكَرْنَا لِأَنَّهُ يَدُوْرُ عَلَيْهَا ۴؎ وَلَهُ أَنَّهُ جَمْعٌ مُعَرَّفٌ فَيَنْصَرِفُ إِلٰى أَقْصٰى مَايُذْكَرُ بِلَفْظِ الْجَمْعِ وَذٰلِكَ عَشَرَةٌ،

تشریح: الایام معرفہ کے ساتھ ہے اس لئے کوئی خاص دن مراد ہے۔اب امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ گنتی میں ایام کا جملہ دس تک استعمال کرتے ہیں، لوگ کہتے ہیں ثلثۃ ایام، اربعۃ ایام سے عشرۃ ایام تک بولتے ہیں اور گیارہ کے بعد ایام کے بجائے یوم آجاتا ہے۔ کہتے ہیں احد عشر یوما۔ تو چونکہ دس تک ایام کا استعمال ہوتا ہے اس لئے بغیر عدد الایام بولا تو دس تک مراد لیتے ہیں۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ہفتہ کے سات دن مراد ہوں گے کیونکہ سات دن تک جمعہ، سنیچر کی گنتی چلتی ہے اور آٹھویں دن دوبارہ جمعہ آجاتا ہے اور لوگوں کا ذہن اسی طرف جاتا ہے اس لئے ہفتے کے سات دن مراد ہوں گے۔

ترجمہ: ۳؎ اگر قسم کھائی کہ اس سے مہینوں بات نہیں کرے گا تو دس مہینے پر محمول ہوگی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔ اور فرمایا امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے کہ سال کے بارہ مہینے مراد ہوں گے۔ اس لئے کہ الف لام متعین کی طرف اشارہ کرنے کے لئے آتا ہے اور متعین وہی جس کو ہم نے ذکر کیا، اس لئے کہ انہیں مہینوں پر سال گھومتا ہے

تشریح: قسم کھائی کہ شہور تک فلاں سے بات نہیں کروں گا، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دس مہینے تک بات نہیں کرے گا۔ اس سے پہلے بات کرے گا تو حانث ہو جائے گا اور اس کے بعد بات کرے گا تو حانث نہیں ہوگا۔

وجہ: پچھلے مسئلے کی طرح شہور جمع کا صیغہ ہے جو گنتی میں دس تک استعمال ہوتا ہے اور گیارہ کے بعد احد عشر شھرا واحد کا لفظ آجاتا ہے اس لئے شہور جو جمع کا صیغہ بولا تو دس مہینے مراد ہوں گے۔

اور صاحبینؒ کے نزدیک سال کے بارہ مہینے مراد ہوں گے۔

وجہ: لوگ اسی کو شہور کہتے ہیں اور سال کے بعد دوبارہ وہی مہینے محرم، صفر آجاتے ہیں اس لئے شہور سے سال کے بارہ مہینے مراد ہوں گے۔

ترجمہ: ۴؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شہور جمع کا صیغہ ہے اور الف لام کے ساتھ معرفہ ہے اس لئے جمع کے صیغے کے ساتھ جہاں تک عدد گنی جاتی ہے وہاں تک پھیرا جائے گا اور یہ دس کی عدد ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ تین سے لیکر دس تک میں جمع کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے، بولتے ہیں عشرۃ شہور، اور اگیارہ میں واحد کا صیغہ آجاتا ہے بولتے ہیں احد عشرۃ شہرا، تو چونکہ جمع ک صیغہ دس تک میں استعمال کرتے ہیں اس لئے دس مہینے ہی مراد ہوں گے۔ یہ بحث پہلے بھی گزر چکی ہے۔

(۲۴۲۱) وَكَذَا الْجَوَابُ عِنْدَهُ فِي الْجَمْعِ وَالسِّنِيْنِ، وَعِنْدَهُمَا يَنْصَرِفُ إِلَى الْعُمُرِ، لِأَنَّهُ لامَعْهُوْدَ دُوْنَهُ،

(۲۴۲۲) وَمَنْ قَالَ لِعَبْدِهِ إِنْ خَدَمْتَنِي أَيَّامًا كَثِيْرَةً فَأَنْتَ حُرٌّ، فَالْأَيَّامُ الْكَثِيْرَةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ عَشَرَةُ أَيَّامٍ ا لِأَنَّهُ أَكْثَرُ مَايَتَنَاوَلُهُ اسْمُ الْأَيَّامِ، ٢ وَقَالَا سَبْعَةُ أَيَّامٍ، لِأَنَّهُ يُذْكَرُ فِيْهَا بِلَفْظِ الْفَرْدِ دُوْنَ الْجَمْعِ.

ترجمہ: (۲۴۲۱) جمع اور سنین میں بھی یہی جواب ہے۔

تشریح: اگر قسم کھائی کی جمع تک فلاں تک بات نہیں کروں گا، جمع جمع کا صیغہ استعمال کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بات کرنے سے حانث ہوگا اس کے بعد حانث نہیں ہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلاں سے سنین تک بات نہیں کروں گا تو دس سال ہوں گے، یعنی دس سال تک بات کرنے سے حانث ہوگا، اس کے بعد بات کرنے سے حانث نہیں ہوگا، اور دلیل اوپر ہی کی ہے۔

ترجمہ: ا اور صاحبینؒ کے نزدیک پوری عمر میں بات کرنے سے حانث ہو جائے گا۔

وجہ: صاحبین فرماتے ہیں کہ ہفتہ اور مہینے کی طرح جمعہ اور سال کے بارے میں کوئی متعین عرف نہیں ہے اسلئے عمر بھر میں کسی جمعہ کو بھی فلاں سے بات کرے گا تو حانث ہو جائے گا، اسی طرح عمر بھر میں کسی سال بھی فلاں سے بات کرے تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۴۲۲) کسی نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تم نے میری ایاما کثیرا تک خدمت کی تو تم آزاد ہو تو ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایاما کثیرا دس دن ہوں گے۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ ایام جو زیادہ شامل ہوتا ہے وہ دس دن ہیں۔

تشریح: غلام سے کہا کہ زیادہ دن خدمت کرو گے تو تم آزاد ہو، تو ایاما کثیرا سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دس دن ہوں گے اور اس کی وجہ اوپر گزر گئی کہ دس کی عدد تک ایام جمع کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔

ترجمہ: ٢ اور صاحبین نے فرمایا کہ سات دن ہوں گے، کیونکہ سات کے بعد اس پر تکرار ہوتا ہے۔

تشریح: صاحبین فرماتے ہیں کہ ہفتے کے سات دن ہوتے ہیں اس کے بعد دوبارہ مثلا سنیچر لوٹ آتا ہے اس لئے سات دن ہی کی خدمت میں آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ٣ مشائخ نے فرمایا کہ اگر فارسی میں قسم کھائی تو سات دن ہی کی طرف پھیرا جائے گا، اس لئے کہ فارسی میں روز مفرد لفظ ہی سے استعمال ہوتا ہے، جمع کے لفظ سے استعمال نہیں ہوتا۔

تشریح: فارسی میں اس طرح قسم کھائی کہ، اگر مرا روز بسیار خدمت کردی آزاد شدی، تو اس سے سات دن ہی مراد ہوں گے، کیونکہ فارسی میں کتنی ہی تعداد بیان کرنی ہو اس میں روز، مفرد ہی استعمال ہوتا ہے، عربی کی طرح جمع کا صیغہ نہیں آتا، اس لئے وہاں بسیار سے ہفتے کے سات دن ہی مراد ہوں گے چنانچہ سات دن خدمت کرے گا تو آزاد ہو جائے گا۔

﴿بَابُ الطَّلَاقِ فِي الْعِتْقِ وَالطَّلَاقِ﴾

(۲۴۲۳) وَمَنْ قَالَ لِإِمْرَأَتِهِ إِذَا وَلَدْتِ وَلَدًا فَأَنْتِ طَالِقٌ فَوَلَدَتْ وَلَدًا مَيْتًا طُلِّقَتْ وَكَذٰلِكَ إِذَا قَالَ لِأَمَتِهِ إِذَا وَلَدْتِ وَلَدًا فَأَنْتِ حُرَّةٌ ، لے لِأَنَّ الْمَوْجُوْدَ مَوْلُوْدٌ فَيَكُوْنُ وَلَدًا حَقِيْقَةً وَيُسَمّٰى بِهِ فِي الْعُرْفِ وَيُعْتَبَرُ وَلَدًا فِي الشَّرْعِ حَتّٰى تَنْقَضِيْ بِهِ الْعِدَّةُ، وَالدَّمُ بَعْدَهُ نِفَاسٌ وَأُمُّهُ أُمُّ وَلَدٍ لَهُ فَيَتَحَقَّقُ الشَّرْطُ وَهُوَ وِلَادَةُ الْوَلَدِ.

(۲۴۲۴) وَلَوْ قَالَ إِذَا وَلَدْتِ وَلَدًا فَهُوَ حُرٌّ فَوَلَدَتْ وَلَدًا مَيْتًا ثُمَّ آخَرَ حَيًّا عَتَقَ الْحَيُّ وَحْدَهُ عِنْدَ

﴿باب الیمین فی العتق والطلاق﴾

ترجمہ: (۲۴۲۳) کسی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تم نے بچہ جنا تو تمکو طلاق ہے، پھر عورت نے مردہ بچہ بنا پھر بھی طلاق واقع ہوگی، ایسے ہی اپنی باندی سے کہا اگر تم نے بچہ جنا تو تم آزاد ہو۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ بچہ موجود ہے اس لئے وہ حقیقت میں بچہ ہے، اور عرف میں بھی اس کو بچہ کہتے ہیں، اور شریعت میں بھی اس بچے کا اعتبار کرتے ہیں، چنانچہ اس سے عدت ختم ہو جائے گی، اور اس کے بعد جو خون ہوگا وہ نفاس کا خون ہوگا، اور اس بچے کی وجہ سے باندی ام ولد بن جائے گی اس لئے شرط پائی گئی اور وہ ہے بچہ پیدا ہونا، اس لئے عورت کو طلاق واقع ہو جائے گی۔

تشریح: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ عورت نے بچہ جنا ہے، چاہے وہ مردہ کیوں نہ ہو اس لئے اس کو طلاق واقع ہوگی۔ بیوی سے کہا کہ اگر تم بچہ جنو تو تم کو طلاق ہے، پھر اس نے مردہ بچہ جنا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اسی طرح باندی سے کہا کہ اگر تم بچہ جنو تو تم آزاد ہو پھر اس نے مردہ بچہ جنا تو وہ آزاد ہو جائے گی۔

وجہ: (۱) ابھی جو باہر نکلا ہے وہ بچہ ہی ہے (۲) عرف میں اس کو بچہ کہتے ہیں (۳) شریعت میں بھی اس کو بچہ شمار کرتے ہیں، اگر حمل میں شوہر طلاق دی ہو تو اس بچے سے عدت پوری ہو جائے گی (۴) اس بچے کے بعد جو خون آئے گا اس کو نفاس کا خون کہتے ہیں (۵) اگر یہ بچہ آقا کی وطی سے پیدا ہوا ہے تو باندی اس کی ام ولد بن جائے گی، یہ پانچ دلائل اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بچہ ہے اس لئے شرط پائے جانے کے مطابق عورت کو طلاق واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۲۴۲۴) اگر کسی نے کہا کہ اگر تم کو بچہ پیدا ہو تو وہ بچہ آزاد ہے، پھر مردہ بچہ پیدا ہوا، اس کے بعد زندہ پیدا ہوا تو

أَبِي حَنِيفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَقَالَا لَايَعْتِقُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا، ا لِأَنَّ الشَّرْطَ قَدْ تَحَقَّقَ بِوِلَادَةِ الْمَيِّتِ عَلٰى مَابَيَّنَّا فَيَنْحَلُّ الْيَمِينُ لَا إِلٰى جَزَاءٍ، لِأَنَّ الْمَيِّتَ لَيْسَ بِمَحَلٍّ لِلْحُرِّيَّةِ وَهِيَ الْجَزَاءُ، ٢ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّ مُطْلَقَ اسْمِ الْوَلَدِ مُقَيَّدٌ بِوَصْفِ الْحَيَاةِ، لِأَنَّهُ قَصَدَ إِثْبَاتَ الْحُرِّيَّةِ جَزَاءً وَهِيَ قُوَّةٌ حُكْمِيَّةٌ تَظْهَرُ فِي دَفْعِ تَسَلُّطِ الْغَيْرِ وَلَاتَثْبُتُ فِي الْمَيِّتِ فَيَتَقَدَّمُ بِوَصْفِ الْحَيَاةِ فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ إِذَا وَلَدْتِ وَلَدًا حَيًّا، بِخِلَافِ جَزَاءِ الطَّلَاقِ وَحُرِّيَّةِ الْأُمِّ لِأَنَّهُ لَايَصْلُحُ مُقَيِّدًا.

امام ابوحنیفہؒ کے یہاں زندہ بچہ آزاد ہو جائے گا، اور صاحبین نے فرمایا کہ کوئی بچہ آزاد نہیں ہوگا۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جب کہا کہ بچہ آزاد تو اسکا مطلب یہ نکلا کہ جو بچہ زندہ ہوگا وہ آزاد ہوگا، اور اس پر قسم ختم ہوگی، پس جب مردہ بچہ پیدا ہوا تو ابھی اسکی قسم ختم نہیں ہوئی، اس لئے جب زندہ پیدا ہوگا تو اس پر قسم ختم ہوگی اور وہ آزاد ہو جائے گا۔

اور صاحبین کا اصول یہ ہے کہ کوئی بھی بچہ پیدا ہو زندہ یا مردہ اس پر قسم ختم ہو جائے گی، پس جب مردہ پیدا ہوا تو اس پر قسم ختم ہو گئی اب اس کے بعد زندہ پیدا ہوا تو وہ آزاد نہیں ہوگا، کیونکہ اس سے پہلے ہی قسم ختم ہو چکی ہے

ترجمہ : ا اس لئے کہ مردہ بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے شرط پائی گئی، جیسا کہ ہم نے بیان کیا، اس لئے آزاد ہوئے قسم ختم ہو جائے گی، کیونکہ مردہ بچہ آزاد ہونے کا محل نہیں ہے۔

تشریح : یہ صاحبینؒ کی دلیل ہے کہ، شرط یہ تھی کہ کوئی بھی بچہ پیدا ہو زندہ، یا مردہ اس لئے مردہ پیدا ہونے کی وجہ سے شرط ختم ہو گئی اس لئے اس کے بعد جو زندہ پیدا ہوا وہ آزاد نہیں ہوگا، کیونکہ قسم تو پہلے ہی ختم ہو چکی ہے۔

ترجمہ : ٢ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مطلق ولد سے یہاں زندہ ولد مراد ہے، اس لئے کہ اس میں آزادگی کو ثابت کرنا ہے، آزادگی وہ حکمی قوت ہے جو غیر کے تسلط کو دفع کرتا ہے، اور یہ میت میں ثابت نہیں ہو سکتی اس لئے ولد سے زندہ ولد مراد ہوگا ،تو گویا کہ یوں کہا کہ زندہ ولد پیدا ہوگا تو وہ آزاد ہے، بخلاف طلاق اور ماں کی آزادگی کے اس لئے کہ وہاں زندہ والی قید کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مطلق ولد سے یہاں زندہ ولد مراد ہے، کیونکہ اس میں آزادگی کو ثابت کرنا ہے، تو گویا کہ یوں کہا کہ زندہ بچہ پیدا ہوگا تو وہ آزاد ہوگا، اس لئے قسم زندہ بچے پر پوری ہوگی، اس لئے برخلاف بیوی کو طلاق دینے میں اور ماں کے آزاد ہونے میں بچے کے زندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ تو مردہ بچے سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

لغت: وهی قوة حکمية تظهر فی دفع تسلط الغير : یہ حریت کی تعریف کی ہے، آقا کا تسلط باقی نہ رہے اس کو حریت کہتے ہیں، اور یہ زندہ بچے میں ثابت کیا جا سکتا ہے مردے میں نہیں اس لئے بچے کا زندہ ہونا ضروری ہے۔

(۲۴۲۵) وَإِذَا قَالَ أَوَّلُ عَبْدٍ أَشْتَرِيهِ فَهُوَ حُرٌّ فَاشْتَرٰى عَبْدًا عَتَقَ، لِ لِأَنَّ الْأَوَّلَ اسْمٌ لِفَرْدٍ سَابِقٍ، (۲۴۲۶) فَإِنِ اشْتَرٰى عَبْدَيْنِ مَعًا ثُمَّ آخَرَ لَمْ يَعْتِقْ وَاحِدٌ مِنْهُمْ لِ لِانْعِدَامِ التَّفَرُّدِ فِي الْأَوَّلَيْنِ وَالسَّبْقِ فِي الثَّالِثِ فَانْعَدَمَتِ الْأَوَّلِيَّةُ، (۲۴۲۷) وَإِنْ قَالَ أَوَّلُ عَبْدٍ أَشْتَرِيهِ وَحْدَهُ فَهُوَ حُرٌّ عَتَقَ الثَّالِثُ، لِ لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ التَّفَرُّدُ بِهِ فِي حَالَةِ الشِّرَاءِ، لِأَنَّ وَحْدَهُ لِلْحَالِ لُغَةً وَالثَّالِثُ سَابِقٌ فِي هٰذَا الْوَصْفِ، (۲۴۲۸) وَإِنْ قَالَ آخِرُ عَبْدٍ أَشْتَرِيهِ فَهُوَ حُرٌّ فَاشْتَرٰى عَبْدًا وَمَاتَ لَمْ يَعْتِقْ، لِ لِأَنَّ الْآخِرَ لِفَرْدٍ

ترجمہ: (۲۴۲۵) اگر کہا کہ پہلی مرتبہ ایک غلام خریدوں تو وہ آزاد، پس اس نے ایک غلام خریدا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ پہلا غلام ایک بھی ہے اور پہلا بھی ہے۔

تشریح: یہاں دو شرطیں ہیں ایک غلام ہو اور پہلی مرتبہ ہو تو آزاد ہوگا، چنانچہ پہلی مرتبہ ایک غلام خریدا تو شرط کے مطابق آزاد ہو جائے گا۔

لغت: الاول: یہاں اول سے مراد ایک بھی ہو، اور پہلا بھی ہو۔

ترجمہ: (۲۴۲۶) اور اگر دو غلام ایک ساتھ خریدے پھر تیسرا خریدا تو کوئی بھی آزاد نہیں ہوگا

ترجمہ: لِ اس لئے کہ پہلے دو میں تفرد نہیں ہے، اور تیسرے میں اولیت نہیں ہے۔

تشریح: دو غلام ایک ساتھ خریدا، پھر تیسرا غلام خرید تو کوئی بھی آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ: پہلے دو میں اکیلا پن نہیں ہے، اس لئے وہ آزاد نہیں ہوگا، اور تیسرے میں پہلا پن نہیں ہے وہ تو دوسری مرتبہ میں خریدا ہے اس لئے وہ بھی آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۲۷) اگر کہا کہ جب کبھی اکیلا غلام خریدوں تو وہ آزاد تو تیسرا غلام آزاد ہوگا۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ اسلئے کہ خریدنے کے وقت میں اکیلا پن مراد ہے، اس لئے کہ متن میں وحدہ لغت کے اعتبار سے حال ہے اور تیسرا غلام اکیلے پن میں پہلا ہے۔

تشریح: یوں کہا کہ جب کبھی اکیلا غلام خریدوں تو وہ آزاد ہے، اور صورت حال یہ ہے کہ پہلے دو غلام خریدا، پھر ایک غلام خریدا تو چونکہ تیسرا غلام پہلی مرتبہ اکیلا ہے اس لئے وہ آزاد ہو جائے گا۔

وجہ: کیونکہ وحدہ حال ہے اور خریدنے کی حالت میں اکیلا پن مراد ہے اس لئے تیسرا غلام آزاد ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۲۸) اگر کہا کہ آخری غلام خریدوں تو وہ آزاد ہے پھر ایک غلام خریدا اور قسم کھانے والا مر گیا تو یہ غلام ازاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ آخری اس کو کہتے ہیں کہ اس کے پہلے بھی کوئی ہو، اور یہاں اس سے پہلے کوئی نہیں ہے، اس لئے یہ

لَاحِقٍ وَلَاسَابِقَ لَهُ فَلَايَكُوْنُ لَاحِقًا، (۲۴۲۹) وَلَوِ اشْتَرٰى عَبْدًا ثُمَّ عَبْدًا ثُمَّ مَاتَ عَتَقَ الْآخِرُ ۔ ١؎ لِأَنَّهُ فَرْدٌ لَاحِقٌ فَاتَّصَفَ بِالْآخِرِيَّةِ ۲؎ وَيَعْتِقُ يَوْمَ اشْتَرَاهُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ حَتّٰى يُعْتَبَرُ مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ ۳؎ وَقَالَا يَعْتِقُ يَوْمَ مَاتَ حَتّٰى يُعْتَبَرَ مِنَ الثُّلُثِ، لِأَنَّ الْآخِرِيَّةَ لَاتَثْبُتُ إِلَّا بِعَدَمِ شِرَاءِ غَيْرِهٖ بَعْدَهُ وَذٰلِكَ يَتَحَقَّقُ بِالْمَوْتِ فَكَانَ الشَّرْطُ مُتَحَقِّقًا عِنْدَ الْمَوْتِ فَيَقْتَصِرُ عَلَيْهِ،

آخری بھی نہیں ہوا[اس لئے یہ غلام آزاد نہیں ہوگا۔

تشریح: آخری اس کو کہتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی کوئی ہوا اور اوپر کے مسئلے میں اس خریدے ہوئے غلام سے پہلے کوئی نہیں ہے، اس لئے یہ آخری نہیں ہوا اس لئے یہ آزاد نہیں ہوگا۔

لغت: لاحق: جو بعد میں ہو۔ سابق: جو کسی سے پہلے ہو۔

ترجمہ: (۲۴۲۹) اگر غلام خریدا پھر دوسرا غلام خریدا اور آقا مر گیا تو دوسرا غلام آزاد ہوگا۔

ترجمہ: ١؎ اس لئے کہ دوسرا غلام بعد میں ہے اس لئے وہ آخری ہوا۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جس دن سے خریدا ہے اسی دن سے آزاد ہوگا، یہی وجہ ہے کہ غلام پورے مال سے آزاد ہوگا۔

تشریح: غلام کے آزاد ہونے کا پتہ تو چلے گا آقا کی موت کے وقت، کیونکہ اسی وقت پتہ چلے گا کہ یہ غلام آخری ہے، لیکن اس کی آزادگی جو شمار کی جائے گی وہ خریدنے کے وقت سے شمار کی جائے گی، اور خریدنے کے وقت آقا تندرست تھا مرض الموت میں نہیں تھا اس لئے غلام پورے مال سے آزاد ہوگا، تہائی مال سے آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ: کیونکہ آزاد ہونے کا سبب خریدنا ہے اس لئے خریدنے کے وقت سے آزاد ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ صاحبینؒ نے فرمایا کہ جس دن آقا کی موت ہوئی اس دن آزاد ہوگا، یہی وجہ ہے کہ تہائی مال سے آزاد ہوگا، اس لئے کہ آخری ہونا اس وقت ثابت ہوگا جب کہ اس کے بعد نہ خریدے، اور اس کا پتہ آقا کی موت کے وقت پتہ چلے گا، اس لئے شرط موت کے وقت پائی گئی اس لئے موت کے وقت ہی آزدگی ہوگی۔

تشریح: صاحبین کے نزدیک آقا کی موت کے وقت غلام آزاد ہوگا، اور چونکہ مرض الموت میں آزاد ہوا اس لئے وصیت کے درجے میں ہوئی اس لئے آقا کی تہائی مال میں سے آزاد ہوگا۔

وجہ: موت کے وقت یہ پتہ چلے گا کہ یہ غلام آخری خریدا ہے، اس لئے گویا کہ موت آزدگی کا سبب بنی، اس لئے تہائی مال

۴ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهِ عَلَيْهِ أَنَّ الْمَوْتَ مُعَرِّفٌ فَأَمَّا اتِّصَافُهُ بِالْآخِرِيَّةِ مِنْ وَقْتِ الشِّرَاءِ فَيَثْبُتُ مُسْتَنِدًا، ۵ وَعَلَى هٰذَا الْخِلَافِ تَعْلِيقُ الطَّلَقَاتِ الثَّلَاثِ بِهِ، وَفَائِدَتُهُ تَظْهَرُ فِي جَرَيَانِ الْإِرْثِ وَعَدَمِهِ.

(۲۴۳۰) وَمَنْ قَالَ كُلُّ عَبْدٍ بَشَّرَنِي بِوِلَادَةِ فُلَانَةٍ فَهُوَ حُرٌّ فَبَشَّرَهُ ثَلَاثَةٌ مُتَفَرِّقِينَ عَتَقَ الْأَوَّلُ، ۱ لِأَنَّ الْبَشَارَةَ اسْمٌ لِخَبَرٍ يُغَيِّرُ بَشَرَةَ الْوَجْهِ وَيُشْتَرَطُ كَوْنُهُ سَارًّا بِالْعُرْفِ وَهٰذَا إِنَّمَا يَتَحَقَّقُ مِنَ الْأَوَّلِ،

(۲۴۳۱) وَإِنْ بَشَّرُوهُ مَعًا عَتَقُوا،

سے آزاد ہوگا، اور باقی دو تہائی غلام پر قرض رہے گی۔

ترجمہ: ۴ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ موت سے تو یہ پتہ چلا کہ یہ آخری ہے، لیکن آخری کے ساتھ جو متصف ہوا وہ خریدنے کے وقت سے ہی متصف ہوا اس لئے خریدنے کے وقت ہی کی طرف آزدگی منسوب ہوگی۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۵ اسی اختلاف پر ہے آخری بیوی کو تین طلاق پر معلق کرے، اور اسکا فائدہ ظاہر ہوگا وارث ہونے اور نہ ہونے میں۔

تشریح: زید نے کہا کہ آخری بیوی جس سے میں نکاح کروں اس کو تین طلاق ہے،، زید نے پہلی بیوی کی، پھر دوسری بیوی فاطمہ سے نکاح کیا، فاطمہ کا تین حیض گزرا اس کے بعد زید کا انتقال ہو گیا،

اب امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نکاح کے وقت ہی طلاق واقع ہوئی ہے، اور اس کے بعد تین حیض بھی گزرا ہے اس لئے فاطمہ شوہر سے اجنبیہ ہوگئی اس لئے فاطمہ کو زید کی وراثت نہیں ملے گی۔

اور صاحبینؒ کے نزدیک زید کے موت کے وقت فاطمہ کو طلاق واقع ہوئی ہے اس لئے فاطمہ زید کا وارث بنے گی، یونکہ وہ موت تک بیوی رہی۔ دونوں کے اصول سے مسئلے کا یہ فرق ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۳۰) کسی نے کہا کہ جو غلام مجھے فلاں کی پیدائش کی خبر دے وہ آزاد ہے، پھر تین متفرق غلاموں نے ولادت کی خبر دی تو پہلا غلام آزاد ہوگا۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ بشارت نام ہے ایسی خبر کی جس سے چہرے کی رنگت بدل جائے، اور عرف میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ خبر خوشی لائے، اور یہ باتیں پہلے غلام کی خبر میں ہے [اس لئے پہلا غلام آزاد ہوگا]

تشریح: بشارت کے لفظ میں دو باتیں ہیں ایک تو یہ بشرۃ سے مشتق ہے، یعنی چہرے کی رنگت بدل جائے، اور دوسری بات یہ ہے کہ اس میں بشارت اور خوشخبری بھی ہو، جس سے خوشی آجائے اور یہ بات پہلے غلام کی خبر میں ہے اس لئے پہلا غلام آزاد ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۳۱) اور اگر سبھی غلاموں نے ایک ساتھ خوشخبری دی تو سب آزاد ہو جائیں گے۔

۱؎ لِأَنَّهَا تَحَقَّقَتْ مِنَ الْكُلِّ،

(۲۴۳۲) وَلَوْ قَالَ إِنِ اشْتَرَيْتُ فُلَانًا فَهُوَ حُرٌّ فَاشْتَرَاهُ يَنْوِي بِهِ كَفَارَةَ يَمِينِهِ لَمْ يَجُزْهُ، ۱؎ لِأَنَّ الشَّرْطَ قِرَانُ النِّيَّةِ بِعِلَّةِ الْعِتْقِ وَهِيَ الْيَمِينُ، فَأَمَّا الشِّرَاءُ فَشَرْطُهُ.

(۲۴۳۳) وَإِنِ اشْتَرَى أَبَاهُ يَنْوِي عَنْ كَفَّارَةِ يَمِينِهِ أَجْزَأَهُ ۱؎ عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَالشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، لَهُمَا أَنَّ الشِّرَاءَ شَرْطُ الْعِتْقِ، فَأَمَّا الْعِلَّةُ فَهِيَ الْقَرَابَةُ، وَهٰذَا لِأَنَّ الشِّرَاءَ إِثْبَاتُ الْمِلْكِ، وَالْإِعْتَاقُ إِزَالَتُهُ وَبَيْنَهُمَا مُنَافَاتٌ،

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ کل سے خوشخبری متحقق ہوئی۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ :(۲۴۳۲)اوراگر کہا کہ اگر میں نے فلاں کوخریدا تو وہ آزاد ہے، پھراس کو کفارے کی نیت سے خریدا تو کفارہ ادا نہیں ہوگا۔

تشریح :یہاں دو چیزوں کے لئے آزاد کرنا ہے،[۱] ایک ہے خریدنے کی بنا پر آزاد ہونا[۲] دوسرا ہے قسم کے کفارے کے لئے آزاد ہونا۔ یہاں خریدنے کی بنا پر آزاد ہونا پہلے ہے اور کفارے کے لئے آزاد ہونے کی نیت بہت بعد میں ہے اس لئے قسم کے کفارے میں آزاد نہیں ہوگا، اگر کفارے کی نیت خریدنے کے ساتھ ہوتی تو کفارہ بھی ادا ہو جاتا۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ کفارے کی نیت آزادگی کے ساتھ ہونا ضروری ہے، یہاں خریدنے کی شرط ہے۔

تشریح :یہاں عبارت ناقص ہے۔عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کفارے کی نیت خریدنے کے ساتھ ہونی چاہئے تب کفارہ ادا ہوگا، یہاں خریدنے کی نیت پہلے ہے اور کفارے کی نیت بہت بعد میں ہے اس لئے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔

ترجمہ :(۲۴۳۳)اگر باپ کو کفارے کی نیت سے خریدا تو ہمارے نزدیک کفارہ ادا ہو جائے گا۔

تشریح:اپنے باپ کو کفارہ یمین ادا کرنے کے لئے خریدا تو کفارہ ادا ہو جائے گا

یہاں آزاد ہونے کے دو اسباب ہیں[۱] قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے،[۲] اور کفارے کے وجہ سے، اور کفارے کی نیت رشتہ داری کے ساتھ ہے اس لئے کفارہ ادا ہو جائے گا، اگر کفارے کی نیت خریدنے کے بعد کرتا تو کفارہ ادا نہیں ہوتا۔

ترجمہ:۱؎ خلاف امام زفراور امام شافعیؒ کے، ان دونوں کی دلیل یہ ہے کہ خریدنا آزادگی کی شرط ہے اور قرابت اس کی علت ہے، اوراس کی وجہ یہ ہے کہ خریدنے سے ملکیت ثابت ہوتی ہے، اور آزادگی میں ملکیت کو ختم کرنا ہے اور دونوں کے درمیان منافات ہے۔

۲ؓ وَلَنَا أَنَّ شِرَاءَ الْقَرِيبِ إِعْتَاقٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَنْ يُجْزِيَ وَلَدُ وَالِدَهُ إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيهِ فَيُعْتِقُهُ، جَعَلَ نَفْسَ الشِّرَاءِ إِعْتَاقًا لِأَنَّهُ لَايُشْتَرَطُ غَيْرُهُ فَصَارَ نَظِيرُ قَوْلِهِ سَقَاهُ فَأَرْوَاهُ.

(۲۴۳۴) وَلَوِ اشْتَرٰى أُمَّ وَلَدِهِ لَمْ يَجُزْ ، ا؎ وَمَعْنٰى هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ أَنْ يَقُولَ لِأَمَةٍ قَدِ اسْتَوْلَدَهَا بِالنِّكَاحِ إِنِ اشْتَرَيْتُكِ فَأَنْتِ حُرَّةٌ عَنْ كَفَّارَةِ يَمِينٍ ثُمَّ اشْتَرَاهَا فَإِنَّهَا تَعْتِقُ لِوُجُودِ الشَّرْطِ وَلَايُجْزِيهِ عَنِ الْكَفَّارَةِ، لِأَنَّ حُرِّيَّتَهَا مُسْتَحِقَّةٌ بِالْإِسْتِيلَادِ فَلَاتُضَافُ إِلَى الْيَمِينِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ،

تشریح:امام زفراورامام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ باپ کوخریدنے سے کفارہ یمین ادانہیں ہوگا۔

وجہ :خریدنا یہ آزادگی کی شرط ہےاوررشتہ دارہونا آزادگی کی علت ہے،اس لئے علت کی وجہ سے آزادہوجائے گا،کفارہ کی وجہ سے آزادگی نہیں ہوگی۔

لغت:لان الشراءاثبات الملک:علت اورشرط میں فرق کرنا چاہتے ہیں،فرماتے ہیں کہ خریدنا یہ آزادہونے کی شرط ہے،اور قرابت جو ہےوہ آزادہونے کی علت ہے۔اوردونوں کے درمیان منافات ہےاس لئے خریدنا آزادگی کی علت نہیں بن سکتی۔

ترجمہ:۲ؓ اورہماری دلیل یہ ہے کہ قریب کےخریدنے سے ہی آزادگی ہوجائے گی،حضورؐ نے فرمایا کوئی لڑکا اپنے والدکو اس سے بڑھ کر بدلہ نہیں دے سکتا کہ اس کومملوک پائے اوراس کوخریدکرآزادکردے،اس حدیث میں خریدنے ہی کوآزادگی قراردیا،کیونکہ حدیث میں اورشرط نہیں ہے،تو ایساہوگیا کہ کہا کہ اس کو پلایااورسیراب کیا۔

تشریح :ہماری دلیل یہ ہے کہ خریدنے اوراس سے آزادہونے میں منافات نہیں ہے، بلکہ خریدناہی آزادگی ہے،اوراس سے کفارے کی نیت کرے گاتوکفارہ بھی اداہوجائے گا۔

وجہ :حدیث میں ہے کہ خریدناہی آزادگی ہے،حدیث یہ ہےجسکوصاحب ہدایہ نے ذکرکیاہے۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا يجزی ولد والدا الا ان يجد مملوكا فيشتريه فيعتقه ۔(مسلم شریف،باب فضل عتق الوالد،ص ۶۵۷،نمبر ۱۵۱۰/۳۷۹۹/ابوداودشریف،باب فی برالوالدین،ص ۷۲۲،نمبر ۵۱۳۷)اس حدیث میں ہے کہ خرید کرکے باپ کوآزادکرے۔

ترجمہ:(۲۴۳۴) اگرام ولدکوخریداتو کفاہ یمین کے لئے کافی نہیں ہے۔

ترجمہ :ا؎ مسئلےکی صورت یہ ہے کہ کسی باندی سے نکاح کے ذریعہ بچہ پیداہوا،اس سے کہا کہ اگرمیں تم کوخریدوں توتم میرے کفارہ یمین میں آزادہو، پھراس باندی کوخریدلیا[جواسکی بیوی بھی تھی]توخریدنے کی شرط پائے جانے کے مطابق وہ آزادہوجائے گی،لیکن کفارہ یمین سے وہ کافی نہیں ہوگی،اسلئے کہ اسکی آزادگی ام ولدہونے کی وجہ سے ہے اسلئے پورے طورپر

۲؎ بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ لِقَنَّةٍ إِنِ اشْتَرَيْتُكِ فَأَنْتِ حُرَّةٌ عَنْ كَفَّارَةِ يَمِيْنٍ حَيْثُ يُجْزِيْهِ عَنْهَا إِذَا اشْتَرَاهَا، لِأَنَّ حُرِّيَّتَهَا غَيْرُ مُسْتَحِقَّةٍ بِجِهَةٍ أُخْرٰى فَلَمْ يَخْتَلِ الْإِضَافَةُ إِلَى الْيَمِيْنِ وَقَدْ قَارَنَتْهُ النِّيَّةُ.

(۲۴۳۵) وَمَنْ قَالَ إِنْ تَسَرَّيْتُ جَارِيَةً فَهِيَ حُرَّةٌ فَتَسَرّٰى جَارِيَةً كَانَتْ فِي مِلْكِهِ عَتَقَتْ ، ۱؎ لِأَنَّ الْيَمِيْنَ انْعَقَدَتْ فِي حَقِّهَا لِمُصَادَفَتِهَا الْمِلْكَ، وَهٰذَا لِأَنَّ الْجَارِيَةَ مُنَكَّرَةٌ فِي هٰذَا الشَّرْطِ فَيَتَنَاوَلُ

کفارہ یمین سے نہیں ہوئی۔

اصول: ام ولد ہونے کی وجہ سے آزادگی کا شائبہ آچکا ہو تو اسکو کفارہ یمین میں آزاد کرنا کافی نہیں ہے، کیونکہ اس میں نقص آگیا ہے۔

تشریح: خالدہ عمر کی باندی تھی، زید نے اس سے نکاح کر کے بچہ پیدا کیا، پھر اس سے کہا کہ اگر میں تم کو خریدوں تو کفارہ یمین کے طور پر تو آزاد ہو جائے گی، اب اس کو خریدا تو وہ آزاد ہو جائے گی، کیونکہ خریدنا پایا گیا، لیکن چونکہ اس کی باندی بھی ہو گئی اور اس سے بچہ پیدا کیا تھا اس لئے یہ اس کی ام ولد بھی بن گئی ہے، اس لئے اس کو کفارہ یمین میں آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا۔

وجہ: کفارہ یمین میں مکمل باندی آزاد کرنا ہوتا ہے، یہاں ام ولد ہونے کی وجہ سے آزادگی کا شائبہ آچکا ہے اور گویا کہ باندی میں نقص آچکا ہے اس لئے اس کو کفارہ یمین میں آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ برخلاف اگر خالص باندی سے کہا کہ اگر میں تم کو خریدوں تو کفارہ یمین کے بدلے میں تم آزاد ہو جاوگی، پس اگر اس کو خریدا تو کفارہ یمین کے لئے کافی ہو جائے گی، اس لئے کہ اس کی آزادگی کسی اور وجہ سے مستحق نہیں ہے اس لئے کہ کفارہ یمین کی طرف منسوب کرنے میں خلل انداز نہیں ہوا، اور کفارہ میں ادا کرنے کی نیت بھی ہے۔

اصول: مکمل باندی ہو تو وہ کفارہ یمین کے بدلے آزاد ہو سکتی ہے

تشریح: کسی کی خالص باندی تھی، وہ کسی کی ام ولد نہیں تھی اس کو کہا کہ اگر میں تم کو خریدوں تو میرے کفارہ یمین میں تم آزاد ہوگی، اب اس کو خریدا تو کفارہ یمین میں ادا ہو جائے گی۔

وجہ: (۱) اس باندی میں آزادگی کا نقص نہیں ہے، یہ مکمل باندی ہے (۲) اس میں خریدنے سے پہلے کفارے کی نیت بھی ہے، اس لئے کفارہ یمین کے بدلے آزاد ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۲۴۳۵) کسی نے کہا اگر میں الگ لیجا کر باندی سے صحبت کروں تو وہ باندی آزاد ہے، پس اپنی ملکیت کی باندی سے صحبت کی تو وہ آزاد ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اس کے حق میں قسم منعقد ہو گئی، کیونکہ باندی میں اس کی ملکیت موجود تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ متن میں

كُلَّ جَارِيَةٍ عَلَى الْاِنْفِرَادِ.

(۲۴۳٦) وَإِنِ اشْتَرٰى جَارِيَةً فَتَسَرَّاهَا لَمْ تَعْتِقْ بِهٰذِهِ الْيَمِيْنِ، ۱؎ خِلَافًا لِزُفَرَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يَقُوْلُ التَّسَرِّيْ لَايَصِحُّ إِلَّا فِي الْمِلْكِ فَكَانَ ذِكْرُهُ ذِكْرَ الْمِلْكِ فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ لِأَجْنَبِيَّةٍ إِنْ طَلَّقْتُكِ فَعَبْدِيْ حُرٌّ يَصِيْرُ التَّزَوُّجُ مَذْكُوْرًا.

۲؎ وَلَنَا أَنَّ الْمِلْكَ يَصِيْرُ مَذْكُوْرًا ضَرُوْرَةَ صِحَّةِ التَّسَرِّيْ وَهُوَ شَرْطٌ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهِ فَلَايَظْهَرُ فِيْ حَقِّ صِحَّةِ الْجَزَاءِ وَهُوَ الْحُرِّيَّةُ،

جاریہ نکرہ ہے اس لئے ہر باندی کو شامل ہے [لیکن یہاں مراد اپنی باندی ہے]

تشریح: تسری میں دو باتیں ہیں [۱] کہتے وقت باندی اپنی ملکیت میں ہو [۲] اور الگ سے لیجا کر صحبت کرنا۔ یہاں تسریتُ ، کہتے وقت باندی اپنی ملکیت میں تھی اور اس سے صحبت بھی کی اس لئے دونوں باتیں پائے جانے کی وجہ سے باندی آزاد ہو جائے گی۔ اگر باندی خرید کر لاتا تو آزاد نہیں ہوتی، کیونکہ کہتے وقت اس کی ملکیت میں باندی نہیں تھی۔

ترجمہ: (۲۴۳٦) اگر باندی خرید کر لایا پھر اسکو الگ لیجا کر صحبت کی تو وہ آزاد نہیں ہوگی۔

وجہ: کیونکہ تسریتُ کہتے وقت باندی اس کی ملکیت میں نہیں تھی، جو تسریتُ کے لئے شرط ہے۔

ترجمہ: ۱؎ خلاف امام زفرؒ کے وہ کہتے ہیں کہ تسری اپنی ملکیت ہی میں ہوتی ہے تو تسری کا ذکر کرنا گویا کہ یہ بھی کہا کہ میں اس کو خرید کر اپنی ملکیت میں لاوں گا، اور ایسا ہو گیا کہ اجنبیہ سے کہے اگر تم کو طلاق دوں تو میرا غلام آزاد ہوگا تو یہاں نکاح کرنا محذوف ہوگا۔

تشریح: امام زفرؒ کی رائے یہ ہے کہ اوپر کے مسئلے میں باندی خرید کر لایا اور صحبت کی تب بھی وہ آزاد ہوگی۔

وجہ: جب تسریتُ کہا تو گویا کہ یہ بھی کہا کہ اپنی ملکیت میں لاوں گا، اس لئے باندی کو خرید کر لایا تب بھی باندی آزاد ہوگی۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ، اجنبیہ عورت سے کہا کہ اگر میں تم کو طلاق دوں تو میرا غلام آزاد۔ یہ طے ہے کہ اجنبیہ عورت کو طلاق نہیں دے سکتا، اس لئے یہ محذوف ماننا پڑے گا کہ میں نکاح کروں پھر طلاق دوں، اسی طرح تسری، غیر ملک میں نہیں ہو سکتی اس لئے محذوف ہوگا کہ اس کو خریدوں اور صحبت کروں، اس لئے باندی خریدا اور صحبت کی تب بھی وہ آزاد ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ تسری کو صحیح ہونے کے لئے ملک کبھی محذوف ہوتی ہے، لیکن شرط میں محذوف ہوتی ہے، اور ضرورت کی مقدار ہی محذوف ہوگی اس لئے جزا کے لئے محذوف نہیں ہوگی اور وہ حریت ہے۔

تشریح: ہمارے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ضرورت پڑ جائے تو ملک محذوف مانی جائے گی، لیکن شرط میں محذوف مانی جائے

٣ وَفِي مَسْأَلَةِ الطَّلَاقِ إِنَّمَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ الشَّرْطِ دُوْنَ الْجَزَاءِ حَتّٰى لَوْ قَالَ لَهَا إِنْ طَلَّقْتُكِ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَهَا وَطَلَّقَهَا لَاتُطَلَّقُ ثَلَاثًا فَهٰذِهِ وِزَانُ مَسْأَلَتِنَا.

(۲۴۳۷) وَمَنْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوْكٍ لِي حُرٌّ يَعْتِقُ أُمَّهَاتُ أَوْلَادِهِ وَمُدَبَّرُوْهُ وَعَبِيْدُهُ لِوُجُوْدِ الْإِضَافَةِ الْمُطْلَقَةِ فِي هٰؤُلَاءِ إِذِ الْمِلْكُ ثَابِتٌ فِيْهِمْ رَقَبَةً وَيَدًا،

(۲۴۳۸) وَلَايَعْتِقُ مُكَاتَبُوْهُ إِلَّا أَنْ يَنْوِيَهُمْ، ١ لِأَنَّ الْمِلْكَ غَيْرُ ثَابِتٍ يَدًا وَلِهٰذَا لَايَمْلِكُ أَكْسَابَهُ

گی جزا میں نہیں، اس لئے تسری کے لئے محذوف مانی جائے گی حریت کے لئے نہیں کیونکہ وہ یہاں جزا ہے اس لئے باندی آزاد نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ٣ طلاق کے مسئلے میں نکاح محذوف ہوگا وہ شرط کے حق میں ظاہر ہوگا جزا کے حق میں نہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر کہا، اگر میں تم کو طلاق دوں تو تین طلاق دوں، پھر اس عورت سے نکاح کیا اور طلاق دی تو تین طلاق واقع نہیں ہوگی، ہمارا مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔

تشریح: یہ امام زفرؒ کو جواب ہے کہ، طلاق کے مسئلے میں نکاح محذوف ہوگا، لیکن شرط کے لئے محذوف ہوگا، جزا کے لئے محذوف نہیں ہوگا، مثلا اجنبیہ سے یوں کہا کہ اگر میں تم کو طلاق دوں تو تین طلاق ہوگی، اب یہاں نکاح محذوف ہوگا لیکن یہ شرط کے لئے محذوف ہوگا، یعنی طلاق دینے کے لئے محذوف ہوگا، تین طلاق جو جزاء ہے اس کے لئے محذوف نہیں ہوگا، چنانچہ ایک طلاق تو واقع ہوگی، تین طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ وہ یہاں جزا ہے۔

ترجمہ: (۲۴۳۷) کسی نے کہا میرے جتنے مملوک ہیں وہ سب آزاد ہیں تو ام ولد، مدبر، اور غلام آزاد ہوں گے۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ مطلق ملکیت کی اضافت ان مملوک کی طرف ہوتا ہے اس لئے کہ ان لوگوں میں ملکیت بھی ثابت ہے اور قبضہ بھی ثابت ہے۔

تشریح: یہاں مملوک سے مراد ہے کہ اس پر ملکیت بھی ہو اور قبضہ بھی ہو، ام ولد، مدبر، اور خالص غلام پر ملکیت بھی ہے اور قبضہ بھی ہے اس لئے یہ سب آزاد ہو جائیں گے، مکاتب پر ملکیت تو ہے لیکن اس پر قبضہ نہیں ہے، کیونکہ وہ تجارت کرنے میں مختار ہے اس لئے مکاتب آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۳۸) اور اس کا مکاتب آزاد نہیں ہوگا۔ مگر یہ کہ اس کی آزادگی کی بھی نیت کرے۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ اس پر آقا کا قبضہ نہیں ہے، اسی لئے اس کی کمائی کا مالک آقا نہیں ہے، اور مکاتبہ سے وطی کرنا حلال نہیں ہے، بخلاف ام ولد اور مدبر کے [اس لئے کہ ان دونوں پر قبضہ ہے] اس لئے مکاتب کی طرف ملکیت کی نسبت کرنے

وَلَايَحِلُّ لَهُ وَطْيُ الْمُكَاتَبَةِ، بِخِلَافِ أُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُدَبَّرَةِ فَاخْتَلَتِ الْإِضَافَةُ فَلَابُدَّ مِنَ النِّيَّةِ.

(۲۴۳۹) وَمَنْ قَالَ لِنِسْوَةٍ لَهُ هٰذِهِ طَالِقٌ أَوْ هٰذِهِ وَهٰذِهِ طُلِّقَتِ الْأَخِيْرَةُ وَلَهُ الْخِيَارُ فِي الْأُوْلَيَيْنِ ، ١ لِأَنَّ كَلِمَةَ أَوْ لِإِثْبَاتِ أَحَدِ الْمَذْكُوْرِيْنَ وَقَدْ أَدْخَلَهَا بَيْنَ الْأُوْلَيَيْنِ ثُمَّ عَطَفَ الثَّالِثَةَ عَلَى الْمُطَلَّقَةِ، لِأَنَّ الْعَطْفَ لِلْمُشَارَكَةِ فِي الْحُكْمِ فَيَخْتَصُّ بِمَحَلِّهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ إِحْدَاكُمَا طَالِقٌ وَهٰذِهِ، ٢ وَكَذَا إِذْ قَالَ لِعَبِيْدِهِ هٰذَا حُرٌّ أَوْ هٰذَا وَهٰذَا عَتَقَ الْأَخِيْرُ وَلَهُ الْخِيَارُ فِي الْأُوْلَيَيْنِ لِمَا بَيَّنَّا.

میں خلل ہو گیا اس لئے نیت کرے گا تو مکاتب بھی آزاد ہو گا۔

وجه :مکاتب کی کمائی آقا کی کمائی نہیں ہے، اور مکاتبہ سے وطی کرنا درست نہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مکاتب پر آقا کا قبضہ نہیں ہے اس لئے وہ آزاد نہیں ہوگا، ہاں اس کے آزاد کرنے کی نیت کرے تو وہ بھی آزاد ہو جائے فا، کیونکہ اس پر ملکیت تو ہے۔

ترجمه :(۲۴۳۹) کسی نے اپنی بیویوں سے کہا اس کو طلاق ہے یا اس کو طلاق ہے اور اس کو طلاق ہے، اس میں آخری بیوی کو تو طلاق واقع ہو جائے گی اور پہلی دو میں انتخاب کرنے کا اختیار ہو گا۔

ترجمه :١ اس لئے کہ کلمہ ,او، دو میں سے ایک کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے، اور او کو پہلے دو میں داخل کیا ہے، [اس لئے دو میں سے ایک کا انتخاب کر سکتا ہے] پھر تیسرے کو مطلقہ پر عطف کیا ہے [اس لئے تیسری کو طلاق واقع ہو جائے گی] اس لئے کہ عطف حکم میں شرکت کے لئے آتا ہے، اس لئے تیسرے کے ساتھ خاص ہو گا، تو ایسا ہو گیا کہ کہا کہ تم میں سے ایک کو طلاق ہے اور اس کو طلاق ہے۔

تشریح :پہلے دو بیویوں کے درمیان او داخل کیا اس لئے دونوں میں سے ایک کو طلاق واقع ہوگی، لیکن شوہر کو اس کے انتخاب کرنے کا حق ہوگا۔ اور تیسری کو طلاق پر عطف کیا ہے اس لئے تیسری کو ابھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور ایسا ہو گیا کہ کہا تم میں سے ایک کو طلاق ہے اور تیسری کو طلاق ہے۔

ترجمه :٢ اور ایسے ہی اگر اپنے غلاموں سے کہا یہ آزاد ہے یا یہ، اور یہ آزاد ہے تو آخری غلام اب آزاد ہو گا اور پہلے دو میں انتخاب کرنے کا اختیار ہو گا۔

تشریح:واضح ہے۔

﴿بَابُ الْيَمِيْنِ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالتَّزَوُّجِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ﴾

(۲۴۴۰) وَمَنْ حَلَفَ لَايَبِيْعُ أَوْ لَايَشْتَرِي أَوْ لَايُوَاجِرُ فَوَكَّلَ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ لَمْ يَحْنَثْ، ١ لِأَنَّ الْعَقْدَ وُجِدَ مِنَ الْعَاقِدِ حَتّٰى كَانَتِ الْحُقُوْقُ عَلَيْهِ، ٢ وَلِهٰذَا لَوْ كَانَ الْعَاقِدُ هُوَ الْحَالِفُ يَحْنَثُ فِيْ يَمِيْنِهِ فَلَمْ يُوْجَدْ مَاهُوَ الشَّرْطُ وَهُوَ الْعَقْدُ مِنَ الْآمِرِ وَإِنَّمَا الثَّابِتُ لَهُ حُكْمُ الْعَقْدِ، (۲۴۴۱) إِلَّا أَنْ يَنْوِيَ ذٰلِكَ ١ لِأَنَّ فِيْهِ تَشْدِيْدًا،

﴿باب الیمین فی البیع والشراء والتزویج وغیر ذالک﴾

ترجمہ :(۲۴۴۰) کسی نے قسم کھائی کہ نہ بیچے گا یا نہ خریدے گا یا نہ اجرت پر دے گا۔ پھر کسی کو وکیل بنایا جو یہ کام کرے تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ :١ اس لئے کہ عقد وکیل نے کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ عقد کے حقوق وکیل پر ہی ہیں۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ خرید وفروخت کے سارے معاملات وکیل کی ذمہ داری ہے تو گویا کہ موکل نے یہ کام کیا ہی نہیں

تشریح : بیچنے، خریدنے اور اجرت پر دینے میں پوری ذمہ داری وکیل کی ہوتی ہے، وہی عاقد ہوتا اور لوگ اسی کو بیچنے والا، خریدنے والا اور اجرت پر دینے والا سمجھتے ہیں۔ اس لئے اگر کسی نے قسم کھائی کہ نہ بیچوں گا نہ خریدوں گا اور نہ اجرت پر دوں گا۔ اور یہ کام وکیل کو سپرد کر دیا اور اس نے کر لیا تو قسم کھانے والا حانث نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس نے واقعی نہ بیچا نہ خریدا اور نہ اجرت پر دیا ہے۔

ترجمہ :٢ یہی وجہ ہے کہ قسم کھانے والے نے خود ہی عقد کر لیا تو وہ حانث ہو جائے گا، اور اوپر کے مسئلے میں یہ نہیں پایا گیا جو شرط ہے، یعنی قسم کھانے والے کی جانب سے عقد، اس کی جانب سے صرف عقد کرنے کا حکم ثابت ہے۔

تشریح : اگر قسم کھانے والے نے خود خرید وفروخت کر لیا تو وہ قسم میں حانث ہو جائے گا، لیکن اوپر کے مسئلے میں خود عقد کرنا نہیں پایا گیا اس لئے وہ حانث نہیں ہوگا، اس کی جانب سے صرف عقد کا حکم پایا گیا ہے۔

ترجمہ: (۲۴۴۱) مگر یہ کہ اپنی بھی نیت کرے تو بات مان لی جائے گی۔

ترجمہ:١ اس لئے کہ اس میں سختی ہے۔

(۲۴۴۲) أَوْ يَكُوْنُ الْحَالِفُ ذَا سُلْطَانٍ لَايَتَوَلَّى الْعَقْدُ بِنَفْسِهِ، ۱؎ لِأَنَّهُ يَمْنَعُ نَفْسَهُ عَمَّا يَعْتَادُهُ،

(۲۴۴۳) وَمَنْ حَلَفَ لَايَتَزَوَّجُ أَوْ لَا يُطَلِّقُ أَوْ لَايَعْتِقُ فَوَكَّلَ بِذٰلِكَ حَنِثَ ، ۱؎ لِأَنَّ الْوَكِيْلَ فِيْ هٰذَا سَفِيْرٌ وَمُعَبِّرٌ وَلِهٰذَا لَايُضِيْفُهُ إِلٰى نَفْسِهِ بَلْ إِلَى الْآمِرِ، وَحُقُوْقُ الْعَقْدِ تَرْجِعُ إِلَى الْآمِرِ، لَا إِلَيْهِ،

(۲۴۴۴)وَلَوْ قَالَ عَنَيْتُ أَنْ لَا أَتَكَلَّمُ بِهِ لَمْ يُدَيَّنْ فِي الْقَضَاءِ خَاصَّةً ،

تشریح:قسم کھانے والے نے یہ نیت کی وکیل بھی خرید وفروخت کرے تب بھی میں حانث ہوں گا تو اس کی نیت کرسکتا ہے، اس صورت میں قسم کھانے والے پر سختی بڑھ جائے گی۔ کیونکہ اس نے زائد چیز کی نیت کی۔

ترجمہ :(۲۴۴۲) یا قسم کھانے والا بادشاہ ہو تو [وکیل کے خریدنے سے بھی حانث ہو جائے گا]

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ وہ خود خرید وفروخت نہیں کرتا [وکیل ہی خرید وفروخت کرتا ہے]اس لئے کہ چھوٹے کام کرنے سے اپنے آپ کو روکتا ہے۔

تشریح :بادشاہ قسم کے لوگ عام طور پر خرید وفروخت نہیں کرتا بلکہ اس کا وکیل ہی کرتا ہے اس لئے اس نے قسم کھائی کہ خرید و فروخت نہیں کروں گا، اور اس کے وکیل نے خرید وفروخت کیا تب بھی حانث ہو جائے گا، کیونکہ گویا کہ موکل ہی نے خریدا ہے۔

لغت:یتولی العقد :عقد کرے گا۔

ترجمہ :(۲۴۴۳) کسی نے قسم کھائی کہ نکاح نہیں کرے گا، یا طلاق نہیں دے گا، یا آزاد نہیں کرے گا اور دوسرے کو اس کا وکیل بنایا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ:۱؎ کیونکہ وکیل ان چیزوں میں سفیر اور معبر ہوتا ہے، اسی لئے وکیل اپنی طرف اس چیز کو منسوب نہیں کرتا بلکہ حکم دینے والے کی طرف منسوب کرتا ہے، اور حقوق بھی حکم دینے والے کے طرف لوٹتے ہیں، وکیل کی طرف نہیں لوٹتے۔

تشریح :یہ مسئلے اس اصول پر متفرع ہیں کہ ان کاموں کا وکیل کچھ بھی نہیں ہے وہ صرف سفیر اور معبر ہے اصل کام حکم دینے والا ہی کر رہا ہے، اور ان کاموں کے حقوق بھی موکل ہی کے ذمے ہوتے ہیں اس لئے ان کاموں کو گویا کہ موکل ہی نے کیا اس لئے وہ حانث ہو جائے گا

اصول:وکیل سفیر اور معبر ہو تو موکل حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ :(۲۴۴۴) اور اگر کہا کہ میں اس قسم سے یہ ارادہ کیا کہ اس بارے میں کوئی بات نہ کروں تو خاص طور پر قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا۔

۱ـ وَسَنُشِيرُ إِلَى الْمَعْنٰى فِي الْفَرْقِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

(٢٤٤٥) وَلَوْ حَلَفَ لَايَضْرِبُ عَبْدَهُ أَوْلَايَذْبَحُ شَاتَهُ فَأَمَرَ غَيْرَهُ فَفَعَلَ يَحْنَثُ فِي يَمِينِه،

۱ـ لِأَنَّ الْمَالِكَ لَهُ وِلَايَةُ ضَرْبِ عَبْدِهِ وَذِبْحِ شَاتِهِ فَيَمْلِكُ تَوْلِيَتَهُ غَيْرَهُ، ثُمَّ مَنْفَعَتُهُ رَاجِعَةٌ إِلَى الْآمِرِ فَيَجْعَلُ هُوَ مُبَاشِرًا إِذْ لَاحُقُوقَ لَهُ يَرْجِعُ إِلَى الْمَأْمُوْرِ،

(٢٤٤٦) وَلَوْ قَالَ عَنَيْتُ أَنْ لَا أُوَلِّىَ ذٰلِكَ بِنَفْسِي دُيِّنَ فِي الْقَضَاءِ،

ترجمہ :۱ـ دونوں میں کیا فرق اس کو بعد میں ان شاءاللہ بیان کروں گا۔

تشریح :قسم کھانے والے نے یہ نیت کی نکاح طلاق کے بارے میں میں بات نہ کروں یعنی وکیل یہ کام کرلے تو میں حانث نہ ہوجاؤں تو اس بات کو قاضی تصدیق نہیں کرے گا دیانۃ اس کی تصدیق کرلی جائے گی۔

ترجمہ :(٢٤٤٥) اور اگر قسم کھائی کہ اپنے غلام کو نہیں مارے گا، یا اپنی بکری ذبح نہیں کرے گا پھر دوسرے کو اس کے کرنے کا حکم دے دیا تو وہ اپنے قسم میں حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ :۱ـ اس لئے کہ مالک کو خود بھی غلام کو مارنے کا اور اپنی بکری کو ذبح کرنے کا اختیار ہے اس لئے دوسرے کو بھی ولی بنا سکتا ہے، پھر اس کی منفعت حکم دینے والے کی طرف لوٹتی ہے، تو ایسا سمجھا جائے گا کہ آمر خود نے یہ کام کیا، اور تیسری بات یہ ہے کہ یہاں کوئی حقوق نہیں ہوتے جو مامور کی طرف منسوب ہو۔

تشریح :کسی نے قسم کھائی کہ اپنے غلام کو نہیں مارے گا، یا اپنی بکری ذبح نہیں کرے گا، پھر دوسرے کو مارنے کا حکم دیا، یا بکری کو ذبح کرنے کا حکم دیا اور اس نے مارا، یا ذبح کیا تو خود حکم دینے والا حانث ہوجائے گا۔

وجہ :(۱) امر کو خود بھی مارنے کا اور ذبح کرنے کا حق ہے، اس لئے دوسرے کو حکم دیا تو گویا کہ آمر نے ہی یہ کام کیا اس لئے آمر حانث ہوجائے گا (۲) ذبح کرنے میں آمر کی بکری کی ہلاکت ہے، اب ہلاک کرنے کا حکم دیا تو گویا کہ خود آمر نے یہ کام کیا۔ (۳) غلام کو مارنے کی صورت میں اس کا فائدہ آمر کو ہوگا کہ غلام سدھر جائے گا، اس لئے وکیل کا کرنا قسم کھانے والے کا کرنا ہوا۔ (۴) غلام کو مارنے میں اور ذبح کرنے میں کوئی حقوق نہیں ہوتے جو مامور کی طرف لوٹے اس لئے بھی گویا کہ آمر نے ہی یہ کام کئے ہیں اس لئے بھی وہ حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ :(٢٤٤٦) اگر کہا کہ میری مراد ہے کہ خود نہیں ماروں گا تو قاضی اس کو مان لے گا۔

تشریح :اگر قسم کھانے والے نے یہ نیت کی خود اس کام کو نہیں کروں گا تو قاضی بھی اس بات کو مان لے گا، اس کے برخلاف طلاق وغیرہ میں نیت کی کہ خود نہ کرے گا تو قاضی اس بات کو نہیں مانے گا، البتہ دیانۃ اس کی تصدیق کی جائے گی۔

لے بِخِلَافِ مَاتَقَدَّمَ مِنَ الطَّلَاقِ وَغَيْرِهِ. ٢ے وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ الطَّلَاقَ لَيْسَ إِلَّا تَكَلُّمًا بِكَلَامٍ يُفْضِيْ إِلٰى وُقُوْعِ الطَّلَاقِ عَلَيْهَا وَالْأَمْرُ بِذٰلِكَ مِثْلُ التَّكَلُّمِ بِهِ، وَاللَّفْظُ يَنْتَظِمُهُمَا وَإِذَا نَوَى التَّكَلُّمَ بِهِ فَقَدْ نَوَى الْخُصُوْصَ فِي الْعَامِ فَيُدَيَّنُ دِيَانَةً لَا قَضَاءً أَمَّا الذِّبْحُ وَالضَّرْبُ فِعْلٌ حِسِّيٌّ يُعْرَفُ بِأَثَرِهِ وَالنِّسْبَةُ إِلَى الْآمِرِ بِالتَّسْبِيْبِ مَجَازًا فَإِذَا نَوَى الْفِعْلَ بِنَفْسِهِ فَقَدْ نَوَى الْحَقِيْقَةَ فَيُصَدَّقُ دِيَانَةً وَقَضَاءً،

(۲۴۴۷) وَمَنْ حَلَفَ لَايَضْرِبُ وَلَدَهُ فَأَمَرَ إِنْسَانًا فَضَرَبَهُ لَمْ يَحْنَثْ فِيْ يَمِيْنِهِ ، لے لِأَنَّ مَنْفِعَةَ ضَرْبِ الْوَلَدِ عَائِدَةٌ إِلَيْهِ وَهُوَ التَّأَدُّبُ وَالتَّثَقُّفِ فَلَمْ يُنْسَبْ فِعْلُهُ إِلَى الْآمِرِ، بِخِلَافِ الْأَمْرِ بِضَرْبِ الْعَبْدِ لِأَنَّ مَنْفِعَتَهُ الْاِيْتِمَارُ بِأَمْرِهِ فَيُضَافُ الْفِعْلُ إِلَيْهِ.

ترجمہ :لے بخلاف جو پہلے گزر گیا طلاق وغیرہ کی بات۔

ترجمہ :٢ے فرق کی وجہ یہ ہے کہ طلاق صرف بات کرنے سے ہوتی ہے اس لئے اس کا حکم دینا بات کرنے کی طرح ہے، اور لفظ دونوں کو شامل ہے پس جب بات نہ کرنے کی نیت کی تو گویا کہ عام میں خاص کی نیت کی اس لئے دیانۃ مانی جائے گی قضاء نہیں مانی جائے گی، اور ذبح کرنا اور مارنا حسی فعل ہے اس کا اثر معلوم ہوتا ہے اور آمر کی طرف نسبت کرنا مجازا سبب کو اختیار کرنا ہے، پس جب خود فعل کی نیت کی تو حقیقت کی نیت کی اس لئے دیانۃ اور قضاء اس کی تصدیق کی جائے گی۔

تشریح : یہاں طلاق دینے اور مارنے میں منطقی فرق بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ بات کرنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اس لئے وہاں یہ نیت کی کہ خود بات نہیں کروں گا تو عام کو خاص کیا اس لئے دیانۃ تو مانی جائے گی قضاء نہیں مانی جائے گی۔ اور مارنا ہاتھ سے ہوتا ہے جو ایک محسوس چیز ہے اس لئے یہاں یہ نیت کرے کہ خود نہیں ماروں گا تو حقیقت کی نیت کی اس لئے یہاں قضاء بھی مانی جائے گی، اور دیانۃ بھی مانی جائے گی۔ یہ دونوں کے درمیان فرق ہے۔

ترجمہ: (۲۴۴۷) کسی نے قسم کھائی کہ اپنی اولاد کو نہیں ماروں گا، پھر دوسرے کو مارنے کا حکم دیا تو قسم میں حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ :لے اس لئے کہ بچے کو مارنے کا نفع خود بچے کی طرف لوٹتا ہے، اور وہ ہے ادب سیکھنا، اچھا ہونا اس لئے یہ فعل آمر کی طرف منسوب نہیں ہوگا، بخلاف غلام کو مارنے کے اس لئے کہ حکم ماننے کا نفع خود آمر کی طرف ہے اس لئے اس فعل کو آمر کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مارنے کا نفع آمر کے لئے ہو تو وکیل کا مارنا موکل کے لئے شمار کیا جائے گا، اور اگر مارنے کا نفع خود مضروب کے لئے ہو تو وکیل کا کام موکل کے لئے شمار نہیں ہوگا۔

(۲۴۴۸) وَمَنْ قَالَ لِغَيْرِهِ إِنْ بِعْتُ لَکَ هٰذَا الثَّوْبَ فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ فَلَبَّسَ الْمَحْلُوفُ عَلَيْهِ ثَوْبًا فِي ثِيَابِ الْحَالِفِ فَبَاعَهُ وَلَمْ يَعْلَمْ لَمْ يَحْنَثْ، ا۔ لِأَنَّ حَرْفَ اللَّامِ دَخَلَ عَلَى الْبَيْعِ فَيَقْتَضِي اخْتِصَاصَهُ بِهِ وَذٰلِکَ بِأَنْ يَفْعَلَهُ بِأَمْرِهِ، إِذِ الْبَيْعُ يَجْرِي فِيهِ النِّيَابَةُ وَلَمْ يُوجَدْ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ إِنْ بِعْتُ ثَوْبًا لَکَ حَيْثُ يَحْنَثُ إِذَا بَاعَ ثَوْبًا مَمْلُوكًا لَهُ، سَوَاءٌ كَانَ بِأَمْرِهِ أَوْ بِغَيْرِ أَمْرِهِ عَلِمَ بِذٰلِکَ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ، لِأَنَّ حَرْفَ اللَّامِ دَخَلَ عَلَى الْعَيْنِ، لِأَنَّهُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ فَيَقْتَضِي اخْتِصَاصَ الْعَيْنِ بِهِ وَذٰلِکَ بِأَنْ يَكُونَ مَمْلُوكًا لَهُ،

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ اپنی اولاد کونہیں ماروں گا، پھر دوسرے کو مارنے کا حکم دیا تو اس سے حانث نہیں ہوگا، کیونکہ یہاں مارنے کا نفع اولاد کو ہوگا، اس لئے وکیل کا مارنا موکل کے لئے نہیں ہوا اس لئے موکل حانث نہیں ہوا۔

لغت: تثقف: ثقافت سے مشتق ہے، ٹھیک ہونا۔ عائد: لوٹنے والا۔ ایتمار: امر سے مشتق ہے، کسی بات کو ماننا۔

ترجمہ: (۲۴۴۸) اگر دوسرے سے کہا کہ تیرے حکم سے یہ کپڑا بیچوں تو میری بیوی کو طلاق، پھر جسکے لئے قسم کھائی اس نے اس کپڑے کو قسم کھانے والے کے کپڑے میں لپیٹ دیا، قسم کھانے والے کو اس کا علم نہیں تھا کہ اس کو بیچ دیا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ لام کا حرف بیع پر داخل ہوا جو اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ بیع اس کے حکم سے ہو اس لئے کہ بیع میں نیابت جاری ہوتی ہے، اور یہ حکم دینا نہیں پایا گیا [اس لئے حانث نہیں ہوگا۔ بخلاف اگر کہا کہ تیرا کپڑا بیچوں تو حانث ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کا مملوک کپڑا بیچا چاہے اس کے حکم سے ہو یا بغیر حکم کے ہو، قسم کھانے والا جانتا ہو کہ محلوف کا کپڑا ہے، یا نہ جانتا ہو اس لئے کہ حرف لام کو کپڑ پر داخل کیا ہے کیونکہ کپڑا لام کے قریب ہے اس لئے تقاضہ کرتا ہے کہ کپڑا محلوف کا ہو، اس کی شکل یہ ہے کہ کپڑا محلوف کا مملوک ہو۔

تشریح: یہاں دو عبارتوں میں فرق بیان کر رہے ہیں [ا] ایک ہے میں تیرے لئے کپڑا بیچوں، یعنی تیرے حکم سے کپڑا بیچوں۔ [۲] اور دوسرا ہے میں تیرا کپڑا بیچوں، یعنی تیری ملکیت کا کپڑا بیچوں۔

زید نے عمر سے کہا تیرا یہ کپڑا میں تیرے لئے بیچوں تو میری بیوی کو طلاق [ان بعتُ لک ہذا الثوب]، اس کے بعد عمر نے اپنا یہ کپڑا زید کے کپڑے میں لپیٹ دیا، اور زید کو اس کا علم نہیں تھا کہ عمر کا کپڑا لپیٹا ہوا ہے، پھر زید نے لپٹے ہوئے کپڑے کو بیچ دیا تو زید حانث نہیں ہوگا، کیونکہ یہ کپڑا عمر کے حکم سے نہیں بیچا ہے۔

اور اگر زید نے یوں کہا، کہ تیرا کپڑا میں بیچوں [ان بعتُ ثوبا لک]، پھر عمر نے زید کے کپڑے میں اپنا کپڑا لپیٹ دیا، اور زید کو اس کا علم نہیں تھا، پھر زید نے لپٹے ہوئے کپڑے کو بیچا تو زید کی بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی۔

وجہ: کیونکہ عمر کا کپڑا بہر حال بکا ہے، چاہے اس نے بیچنے کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو۔

۲ وَنَظِيْرُهُ الصِّيَاغَةُ وَالْخِيَاطَةُ وَكُلُّ مَايَجْرِيْ فِيْهِ النِّيَابَةُ، بِخِلَافِ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَضَرْبِ الْغُلَامِ لِأَنَّهُ لَايَحْتَمِلُ النِّيَابَةُ فَلَايَفْتَرِقُ الْحُكْمُ فِيْهِ فِي الْوَجْهَيْنِ.

(۲۴۴۹) وَمَنْ قَالَ هٰذَا الْعَبْدُ حُرٌّ إِنْ بِعْتُهُ فَبَاعَهُ عَلٰى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ عَتَقَ ۱ لِوُجُوْدِ الشَّرْطِ وَهُوَ الْبَيْعُ، وَالْمِلْكُ فِيْهِ قَائِمٌ فَيَنْزِلُ الْجَزَاءُ، (۲۴۵۰) وَكَذٰلِكَ لَوْ قَالَ الْمُشْتَرِيْ إِنِ اشْتَرَيْتُهُ فَهُوَ حُرٌّ فَاشْتَرَاهُ عَلٰى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ يَعْتِقُ أَيْضًا، ۱ لِأَنَّ الشَّرْطَ قَدْ تَحَقَّقَ وَهُوَ الشِّرَاءُ، وَالْمِلْكُ قَائِمٌ فِيْهِ،

لغت : لک ہذا الثوب: کا مطلب ہے کہ تیرے حکم سے تیرا کپڑا بیچوں۔اور بعتُ ثوبا لک: کا مطلب ہے کہ تیرا کپڑا بیچوں، چاہے تمہارا حکم ہو یا نہ ہو۔لان حرف اللام دخل علی العین ،کا مطلب بھی یہی ہے۔

ترجمہ :۲ اس کی مثال رنگریزی کا کام کرنا اور سینے کا کام کرنا اور ہر وہ کام جن میں نیابت جاری ہوتی ہے،بخلاف کھانے ، پینے ،اپنے بچے کو مارنے کہ اس میں نیابت کا احتمال نہیں ہے اس لئے دونوں صورتوں میں حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

تشریح :جن کاموں میں نیابت جاری ہوتی ہے اور وکیل کا کام موکل کا کام شمار ہوتا ہے، جیسے رنگ لگانا، کپڑا سینا،اس میں یوں کہے کہ تیرے لئے کپڑا سیوں ،اور تیرے کپڑے سیوں دونوں کے احکام میں فرق ہوگا،اور جن کاموں میں نیابت نہیں ہوتی ، جیسے کھانا، پینا ،اپنے بچے کو مارنا ،اس میں تیرا کھاوں اور تیرے لئے کھاوں کے احکام میں فرق نہیں ہوگا، دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا۔

ترجمہ:(۲۴۴۹)اگر کسی نے کہا کہ اگر اس غلام کو بیچوں تو یہ آزاد ہے، ہر اسکو خیار شرط کے ساتھ بیچا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ:۱ اسلئے کہ بیچنے والی شرط پائی گئی،اور اس میں بائع کی ملکیت بھی ہے[کیونکہ خیار شرط لی ہے]اسلئے آزادگی آجائیگی۔

اصول:خیار شرط لیکر بیچنا بھی بیچنا ہے۔

تشریح: کہا کہ اگر میں اس کو بیچوں تو یہ غلام آزاد ہے، پھر خیار شرط کے ماتحت بیچا، تو غلام آزاد ہو جائے گا۔

وجہ :اس میں بیچنا پایا گیا،اور چونکہ بائع نے خیار شرط لی ہے اس لئے ابھی بائع کی ملکیت باقی ہے اس لئے اس کی ملکیت میں غلام آزاد ہو جائے گا۔

لغت:خیار شرط: خریدنے کے بعد اس بات کا اختیار لے لے کہ اگر مجھے پسند نہیں آیا تو میں تین دن میں اس کو واپس کروں گا۔

ترجمہ :(۲۴۵۰) ایسے ہی اگر کہا کہ میں نے اس غلام کو خریدا تو وہ آزاد ہے، پھر اس کو خیار شرط کے ماتحت خریدا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ خریدنے کی شرط پائی گئی اور اس غلام میں مشتری کی ملکیت بھی ہوگئی۔

۲ وَهٰذَا عَلٰى أَصْلِهِمَا ظَاهِرٌ ۳ وَكَذَا عَلٰى أَصْلِهِ، لِأَنَّ هٰذَا الْعِتْقَ بِتَعْلِيْقِهِ، وَالْمُعَلَّقُ كَالْمُنَجَّزِ، ۴ وَلَوْ نَجَّزَ الْعِتْقَ يَثْبُتُ الْمِلْكُ سَابِقًا عَلَيْهِ فَكَذَا هٰذَا.

(۲۴۵۱) وَمَنْ قَالَ إِنْ لَمْ اَبِعْ هٰذَا الْعَبْدَ أَوْ هٰذِهِ الْأَمَةَ فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ فَأُعْتَقَ أَوْ دَبَّرَ طُلِّقَتْ اِمْرَأَتُهُ ، ۱ لِأَنَّ الشَّرْطَ قَدْ تَحَقَّقَ وَهُوَ عَدَمُ الْبَيْعِ لِفَوَاتِ مَحَلِّيَّةِ الْبَيْعِ،

تشریح : کسی نے کہا کہ میں اس غلام کو خریدوں تو وہ آزاد ہے، اب مشتری نے خریدا لیکن اس میں خیار شرط لے لیا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔

وجہ :(۱) کیونکہ خریدنا پایا گیا (۲) اور جو خیار شرط ہے وہ ختم ہو جائے گا کیونکہ خود مشتری نے خیار شرط لیا ہے، اور آزادگی سے پہلے غلام مشتری کی ملکیت میں آجائے گا۔

ترجمہ:۲ صاحبین کے اصول پر تو ظاہر ہے کہ مشتری کی ملکیت میں داخل ہو جاتا ہے۔

تشریح :صاحبینؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر مشتری نے خیار شرط لیا ہے تو مبیع مشتری کی ملکیت میں داخل ہو جائے گی۔ اور غلام مشتری کی ملکیت میں داخل ہو گیا تو اب غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ :۳ اور امام ابو حنیفہؒ کے اصول پر بھی ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ آزادگی مشتری کے معلق کرنے سے ہے اور اس کا معلق کرنا ایسا ہے جیسا کہ ابھی ہو گیا۔

تشریح :امام ابو حنیفہؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ مشتری نے خیار شرط لیا ہے تو مبیع اس کی ملکیت میں داخل نہیں ہوگی، لیکن یہاں غلام کی آزادگی کو خیار شرط پر معلق کیا ہے، اس لئے تعلیق ختم ہو جائے گی، یعنی خیار شرط ختم ہو جائے گا اور غلام مشتری کی ملکیت میں داخل ہو جائیگا اور غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ:۴ اور اگر فوری طور پر غلام کو آزاد کر دیا تو آزادگی سے پہلے ملک ثابت ہوگی اسی طرح یہاں بھی ہے۔

تشریح :اگر مشتری نے فوری طور پر غلام آزاد کیا تو آزادگی سے پہلے مشتری کی ملکیت ثابت کی جائے گی، اسی طرح یہاں بھی تعلیق ختم ہو جائے گی اور مشتری کی ملکیت ثابت ہو جائے گی، پھر غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ :(۲۴۵۱) کسی نے کہا کہ اگر میں اس غلام کو نہ بیچوں تو اس کی بیوی کو طلاق ہے،، پھر اس نے غلام کو آزاد کر دیا، یا اس کو مدبر بنا دیا تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ نہ بیچنے کی شرط پائی گئی، کیونکہ بیچنے کا محل ختم ہو گیا۔

تشریح:غلام کو آزاد کر دیا، یا اس کو مدبر بنا دیا تو اب اس کو بیچ نہیں سکتا ہے اور شرط یہ تھی کہ نہ بیچوں تو میری بیوی کو طلاق، اور

(۲۴۵۲) وَإِذَا قَالَتِ الْمَرْأَةُ لِزَوْجِهَا تَزَوَّجْتَ عَلَيَّ، فَقَالَ كُلُّ امْرَأَةٍ لِي طَالِقٌ ثَلَاثًا طُلِّقَتْ هٰذِهِ الَّتِي حَلَّفَتْهُ فِي الْقَضَاءِ، ١ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهَا لَاتُطَلَّقُ، لِأَنَّهُ أَخْرَجَهُ جَوَابًا فَيَنْطَبِقُ عَلَيْهِ، وَلِأَنَّ غَرْضَهُ إِرْضَاؤُهَا وَهُوَ بِطَلَاقِ غَيْرِهَا فَيَتَقَيَّدُ بِهِ. ٢ وَوَجْهُ الظَّاهِرِ عُمُوْمُ الْكَلَامِ وَقَدْ زَادَ عَلٰى حَرْفِ الْجَوَابِ فَيَجْعَلُ مُبْتَدِئًا ٣ وَقَدْ يَكُوْنُ غَرْضُهُ إِيْحَاشًا حِيْنَ اعْتَرَضَتْ عَلَيْهِ فِيْمَا أَحَلَّهُ الشَّرْعُ، وَمَعَ التَّرَدُّدِ لَايَصْلَحُ مُقَيِّدًا،

اب بیچنے کے قابل نہیں رہا اس لئے بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ :(۲۴۵۲) عورت نے شوہر سے کہا کہ تم نے میرے اوپر اور بھی شادی کی ہے، شوہر نے کہا کہ میری جتنی عورت ہے اس کو تین طلاق، تو جس عورت نے قسم دلائی اس کو بھی قضاء میں طلاق واقع ہوگی۔

تشریح : زاہدہ بیوی نے شوہر سے کہا کہ تم نے میرے علاوہ بھی مجھ پر نکاح کیا ہے، شوہر نے جواب میں کہا کہ میری جتنی بیویاں ہیں ان کو تین طلاق۔ تو قاضی اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ جس بیوی کی وجہ سے قسم کھائی اس کو بھی طلاق ہو جائے گی، ہاں اگر اس نے یہ نیت کی کہ اس عورت کو طلاق واقع نہ ہو تو دیانۃ اس کی بات مان لی جائے گی۔

وجہ: کل امرۃ لی، یہ جملہ عام ہے اس لئے یہ عورت بھی طلاق میں شامل ہوگی۔

ترجمہ :١ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ جس عورت کو جواب دیا اس کو طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لئے کہ اسی کے جواب کیلئے یہ بات کہی تھی، اور اسلئے بھی کہ دوسری بیویوں کو طلاق دے کر اسکو راضی کرنا ہے، اسلئے اسی کے ساتھ مقید ہوگی۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اس عورت [زاہدہ] کو طلاق واقع نہیں ہوگی اس کے علاوہ کو طلاق واقع ہوگی۔

وجہ :(۱) زاہدہ کے جواب میں یہ بات کہی ہے اس لئے زاہدہ کو چھوڑ کر باقی بیوی کو طلاق واقع ہوگی (۲) شوہر کا مقصد زاہدہ کو راضی کرنا ہے اور یہ اسی صورت میں ہوگا کہ زاہدہ کو طلاق واقع نہ ہو۔

ترجمہ:٢ ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ کلام عام ہے اور جواب سے زیادہ بات کہی ہے اس لئے یہ کلام مستقل ہو جائے گا۔

تشریح : ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ کل امرۃ، جملہ عام ہے اور جو سوال تھا اس سے زیادہ جواب دیا ہے اس لئے یہ کلام صرف جواب نہیں رہے گا بلکہ مستقل جملہ ہو جائے گا، اس لئے زاہدہ کو بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ :٣ عورت کو ڈرانے کی غرض بھی ہو سکتی ہے کیونکہ شریعت نے جس چیز کو حلال کیا ہے یعنی دوسری عورت سے نکاح کرنا اس میں وہ آڑے آ رہی ہے، اور جب کلام تردد ہو گیا تو مقید کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

تشریح : یہ امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ دوسری عورت سے نکاح کرنا حلال ہے اب اس میں ٹانگ اڑا

۴؎ وَإِنْ نَوٰی غَیْرَهَا یُصَدَّقُ دِیَانَةً لَاقَضَاءً لِأَنَّهٗ تَخْصِیْصُ الْعَامِّ.

رہی ہے اس لئے اس کو بھی طلاق دیکر اس کو ڈرانا مقصود ہو، پس جب اس جملے میں تردد ہو گیا تو زاہدہ کو طلاق نہ ہو اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

لغت :حلفتہ: جس عورت نے شوہر سے قسم کھلوائی۔ یتقید بہ: اس عبارت کا مطلب ہے کہ زاہدہ کو طلاق نہ ہو، اسی سے آگے ہے مقیدا۔ یعنی زاہدہ کو طلاق نہ ہو۔ ایحاش: ڈرانا۔ اعترضت: درمیان میں آئی، ٹانگ آڑائی۔

ترجمہ :۴؎ اور اگر دوسری بیوی کو طلاق دینے کی نیت کی تو قضاء اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، صرف دیانۃ اس کی تصدیق کی جائے گی، اس لئے کہ عام کو خاص کرنا ہے۔

تشریح:کل امرۃ: کا جملہ عام ہے، اس سے تمام بیویوں کو طلاق واقع ہونی چاہئے، لیکن زاہدہ کو طلاق نہ ہو یہ عام کو خاص کرنا ہے اس لئے دیانۃ اس کی بات مانی جائے گی، قضاء اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔

﴿بَابُ الْيَمِيْنِ فِي الْحَجِّ وَالصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ﴾

(۲۴۵۳) قَالَ وَمَنْ قَالَ وَهُوَ فِي الْكَعْبَةِ أَوْ فِي غَيْرِهَا عَلَيَّ الْمَشْيُ إِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ تَعَالٰى أَوْ إِلَى الْكَعْبَةِ فَعَلَيْهِ حُجَّةٌ أَوْ عُمْرَةٌ مَاشِيًا، وَإِنْ شَاءَ رَكِبَ وَأَهْرَقَ دَمًا، ۱ وَفِي الْقِيَاسِ لَايَلْزَمُهُ شَيْءٌ، لِأَنَّهُ الْتَزَمَ مَالَيْسَ بِقُرْبَةٍ وَاجِبَةٍ وَلَامَقْصُوْدَةٍ فِي الْأَصْلِ، وَمَذْهَبُنَا مَاثُوْرٌ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ،

﴿باب الیمین فی الحج والصلوۃ والصوم﴾

ترجمہ :(۲۴۵۳) کعبہ میں تھایا اس سے باہر تھا اس نے کہا کہ مجھ پر بیت اللہ تک جانے کی نذر ہے، یا کعبہ تک جانے کی نذر ہے تو اس پر چل کر حج، یا عمرہ ہے، اور چاہے تو سوار ہو اور خون بہائے۔

تشریح:عرف میں یہ ہے کہ اگر کہے کہ میں بیت اللہ جاوں گا تو اس سے مراد حج کرنا یا عمرہ کرنا ہے، اسلئے اس لفظ سے حج یا عمرہ لازم ہوگا اور دوسری بات یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے پیدل چلے، اور جہاں تھک جائے وہاں سے سوار ہو جائے، البتہ چونکہ قسم توڑی ہے اسلئے ایک اونٹ ذبح کرے، یہ حدیث میں بھی ہے اور حضرت علیؓ کا قول بھی ہے، اسکی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

وجہ:(۱) حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس ان اخت عقبة بن عامر نذرت ان تحج ماشية و انها لا تطیق ذالک فقال النبی ﷺ ان الله عز جل لغنی عن مشی اختک فلترکب و لتهد بدنة (ابوداود شریف، باب من رای علیہ کفارۃ اذا کان فی معصیۃ، ص ۴۷۹، نمبر ۳۲۹۷) اس حدیث میں ہے کہ سوار ہو جائے اور اونٹ ذبح کرے۔(۲) صاحب ہدایہ کی پیش کردہ قول صحابی یہ ہے۔ عن علی فیمن نذر ان یمشی الی البیت قال یمشی فاذا عیی رکب و یهدی جزورا (مصنف عبد الرزاق، باب من نذر مشیا ثم عجز، ج ثامن، ص ۳۹۱، نمبر ۱۶۱۴۹) اس قول صحابی میں ہے کہ بیت اللہ چل کر جانے کی نیت مانی ہو اور تھک گیا ہو تو سوار ہو جائے اور اونٹ ذبح کرے۔(۳) عن ابن عباس ان اخت عقبة بن عامر نذرت ان تمشی الی بیت الله فامرها النبی ﷺ ان ترکب و تهدی۔(ابوداود شریف، باب من رای علیہ کفارۃ اذا کان فی معصیۃ، ص ۴۷۸، نمبر ۳۲۹۶) اس حدیث میں تمشی بول کر حج یا عمرہ مراد لیا ہے۔

ترجمہ :۱ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس پر کچھ بھی لازم نہ ہو، اس لئے کہ چلنا ایسی چیز ہے جو عبادت کے طور پر نہ واجب ہے اور نہ اصل مقصود ہے۔ اور ہمارا مذہب حضرت علیؓ سے منقول ہے اور اس لئے کہ عام عرف میں اس لفظ سے حج یا عمرہ کا واجب کرنا ہوتا ہے، تو ایسا ہو گیا کہ کہا کہ مجھ پر بیت اللہ کی زیارت ہے چل کر، اس لئے چل کر حج یا عمرہ واجب ہوگا، اور چاہے

وَلِأَنَّ النَّاسَ تَعَارَفُوْا إِیْجَابَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِهٰذَا اللَّفْظِ فَصَارَ کَمَا إِذَا قَالَ عَلَيَّ زِیَارَةُ الْبَیْتِ مَاشِیًا فَیَلْزَمُهُ مَاشِیًا وَإِنْ شَاءَ رَکِبَ وَأَهْرَقَ دَمًا وَقَدْ ذَکَرْنَاهُ فِي الْمَسَالِکِ،

(۲۴۵۴) وَلَوْ قَالَ عَلَيَّ الْخُرُوْجُ أَوِ الذِّهَابُ إِلٰی بَیْتِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَلَاشَیْءَ عَلَیْهِ، ۱؎ لِأَنَّ الْتِزَمَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ بِهٰذِهِ اللَّفْظِ غَیْرُ مُتَعَارَفٍ.

(۲۴۵۵) وَلَوْ قَالَ عَلَيَّ الْمَشْيُ إِلَی الْحَرَمِ أَوِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَاشَیْءَ عَلَیْهِ ، ۱؎ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ، ۲؎ وَقَالَ أَبُوْیُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ فِي قَوْلِهٖ عَلَيَّ الْمَشْيُ إِلَی الْحَرَمِ حَجَّةٌ أَوْعُمْرَةٌ،وَلَوْقَالَ إِلَی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَهُوَعَلٰی هٰذَا الْاِخْتِلَافِ،لَهُمَا أَنَّ

تو سوار ہو جائے لیکن اونٹ ذبح کرے،اور ہم نے اس کو کتاب المناسک میں ذکر کیا ہے۔

تشریح :چلنا نہ مقصود ہے اور نہ عبادت کے طور پر واجب ہے،اور قاعدہ یہ ہے کہ جو عبادت کے طور پر واجب نہ ہو اسکی نذر واجب نہیں ہوتی اسلئے اسکی نذر ماننے سے کچھ واجب نہ ہو لیکن عرف اس سے حج یا عمرہ واجب ہوتا ہے اسلئے حج یا عمرہ واجب ہوگا۔

اصول:تمشی الی بیت اللہ سے حج یا عمرہ مراد لیتے ہیں۔

ترجمہ:(۲۴۵۴)اور اگر کہا کہ مجھ پر نکلنا ہے یا جانا ہے بیت اللہ کی طرف تو اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ اس لفظ سے حج یا عمرہ لازم کرنا متعارف نہیں ہے۔

تشریح :خروج الی بیت اللہ، یا ذہاب الی بیت اللہ کہا تو اس سے حج یا عمرہ کچھ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ عرف میں ان الفاظ سے حج یا عمرہ لازم نہیں کرتے ہیں۔

ترجمہ:(۲۴۵۵)اور اگر کہا کہ مجھ پر حرم تک چلنا ہے، یا صفا اور مروہ تک چلنا ہے تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ:۱؎ یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

تشریح: اگر کہا کہ مجھ پر حرم تک چلنا ہے، یا صفا مروہ تک چلنا ہے تو اس سے نہ حج لازم ہوگا اور نہ عمرہ لازم ہوگا۔

وجہ :(۱)ان الفاظ سے حج یا عمرے کا لازم کرنا متعارف نہیں ہے اس لئے حج یا عمرہ لازم نہیں ہوگا (۲) لفظ ہے چلنا،اس کے حقیقی معنی سے کچھ لازم نہیں ہوگا اور اس کو عرف بھی نہیں ہے اس لئے اس سے کچھ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ :۲؎ اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس کا قول حرم تک چلنا ہے اس سے حج اور عمرہ لازم ہوگا،اور اگر کہا کہ مسجد حرام تک چلنا ہے تو یہ جملہ بھی اسی اختلاف پر ہے۔صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حرم بیت اللہ کو متصلا شامل ہے،اسی طرح مسجد حرام بیت

الْحَرَمَ شَامِلٌ عَلَى الْبَيْتِ بِالْاِتِّصَالِ وَكَذَا الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ شَامِلٌ عَلَى الْبَيْتِ فَصَارَ ذِكْرُهُ كَذِكْرِهِ بِخِلَافِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، لِأَنَّهُمَا مُنْفَصِلَانِ عَنْهُ، ٣ وَلَهُ أَنَّ اِلْتِزَامَ الْإِحْرَامِ بِهٰذِهِ الْعِبَارَةِ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ وَلَا يُمْكِنُ إِيْجَابُهُ بِاعْتِبَارِ حَقِيْقَةِ اللَّفْظِ فَامْتَنَعَ أَصْلًا.

(۲۴۵٦) وَمَنْ قَالَ عَبْدِي حُرٌّ إِنْ لَمْ أَحُجَّ الْعَامَ فَقَالَ حَجَجْتُ وَشَهِدَ شَاهِدَانِ عَلٰى أَنَّهُ ضَحّٰى الْعَامَ بِالْكُوْفَةِ لَمْ يَعْتِقْ عَبْدُهُ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ أَبِي يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَعْتِقُ، ١ لِأَنَّ هٰذِهِ شَهَادَةٌ قَامَتْ عَلٰى أَمْرٍ مَعْلُوْمٍ وَهُوَ التَّضْحِيَةُ، وَمِنْ ضَرُوْرَتِهٖ اِنْتِفَاءُ الْحَجِّ فَيَتَحَقَّقُ الشَّرْطُ.

اللہ کو شامل ہے، اس لئے مسجد حرام کا ذکر کرنا گویا کہ بیت اللہ کو ذکر کرنا ہے، بخلاف صفا اور مروہ کے اس لئے کہ وہ دونوں مسجد حرام سے الگ چیز ہے۔

تشریح: صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اگر کہا کہ حرم تک چلنا ہے، یا مسجد حرام تک چلنا ہے تو اس سے حج، یا عمرہ لازم ہوگا،

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ حرم بیت اللہ کے ساتھ لگا ہوا ہے اور مسجد حرام بیت اللہ کو گھیرے ہوا ہے اس لئے حرم سے اور مسجد حرام سے بیت اللہ ہی مراد ہے اس لئے اس سے حج اور عمرہ لازم ہو جائے گا۔ ہاں صفا اور مروہ مسجد حرام سے الگ چیز ہے اس لئے کسی نے کہا کہ مروہ تک چلنا ہے تو اس سے حج یا عمرہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ٣ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس عبارت سے احرام کا لازم کرنا متعارف نہیں ہے، اور حقیقت لفظ سے حج یا عمرے کو لازم کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے اصل کے اعتبار سے ممتنع ہو گیا۔ [اس لئے نہ حج لازم ہوگا اور نہ عمرہ]

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مشی الی الحرم، یا الی الصفا، یا الی المروۃ سے حج یا عمرہ لازم ہونا عرف میں نہیں ہے اس لئے اس لفظ سے حج یا عمرہ لازم نہیں ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ چلنے کے حقیقی لفظ سے حج لازم نہیں ہوتا، اور عرف میں بھی اس سے حج یا عمرہ لازم نہیں کرتے اس لئے بھی حج یا عمرہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۵٦) کسی نے کہا کہ اگر اس سال حج نہ کروں تو میرا غلام آزاد ہے، پھر اس نے کہا کہ میں نے حج کیا ہے، لیکن دوسرے آدمی نے گواہی دی کہ اس نے کوفہ میں قربانی کی ہے [مطلب یہ ہے کہ اس نے حج نہیں کیا ہے] تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غلام آزاد نہیں ہوگا، اور امام محمدؒ نے کہا کہ غلام آزاد ہو جائے گا [کیونکہ اس نے اس سال حج نہیں کیا]

ترجمہ: ١ اس لئے کہ معلوم چیز پر گواہی دی ہے اور وہ ہے کوفہ میں قربانی کرنا، اور اس کا اثر یہ ہوگا حج کی نفی ہو جائے۔

٢ وَلَهُمَا أَنَّهَا قَامَتْ عَلَى النَّفْيِ، لِأَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْهَا نَفْيُ الْحَجِّ لا إِثْبَاتُ التَّضْحِيَةِ، لِأَنَّهُ لا مُطَالِبَ لَهَا فَصَارَ كَمَا إِذَا شَهِدُوْا أَنَّهُ لَمْ يَحُجَّ ٣ غَايَةُ الْأَمْرِ أَنَّ هٰذَا النَّفْيَ مِمَّا يُحِيْطُ عِلْمَ الشَّاهِدِ بِهِ، وَلٰكِنَّهُ لَايُمَيَّزُ بَيْنَ نَفْيٍ وَ نَفْيٍ تَيْسِيْرًا.

اصول : یہ مسئلہ ایک اصول پر ہے، وہ یہ کہ نفی پر گواہی دینا ٹھیک نہیں، اوراس کو قبول بھی نہیں کیا جائے گا، ہاں ایسی نفی ہو کہ گواہ اس کو جان سکتا ہواوراس کا احاطہ کرسکتا ہوتو گواہی دے سکتا ہے۔

اب شیخین یہ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں قربانی کرنے کی گواہی دینا حج کی نفی کی گواہی دینا ہے، اور حج کی نفی نہیں کرسکتا کیونکہ گواہ حاجی کے ساتھ ساتھ نہیں رہا ہے اس لئے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اور قسم کھانے والے کا یہ کہنا کہ میں نے اس سال حج کرلیا ہے صحیح ہے اس لئے اس کا غلام آزاد نہیں ہوگا۔

اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ کوفہ میں قربانی کا علم تو گواہ کو ہوسکتا ہے، اس لئے اس کی گواہی قبول کی جائے گی اوراس کا اثر یہ ہوگا کہ حج کی نفی ہوجائے گی اور جب حج نہیں کیا تواس کا غلام آزاد ہوجائے گا۔ یہاں دلیل پیچیدہ ہے اس کو غور سے دیکھیں۔

تشریح : زید نے کہا کہ اگراس سال حج نہیں کروں تو میرا غلام آزاد ہے، اب دوآدمیوں نے گواہی دی کہ زید نے اس سال کوفہ میں قربانی کی ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ حج کے وقت عرفات میں نہیں تھا بلکہ کوفہ میں تھا اس لئے اس نے حج نہیں کیا، اس لئے اس کا غلام آزاد ہوجائے گا، امام محمدؒ نے یہی فرمایا۔

وجہ : امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ قربانی ہوئی ہے یہ معلوم چیز ہے اس لئے اس کی گواہی دی جاسکتی ہے، اوراس کا اثر یہ ہوگا کہ حج کی نفی ہوجائے گی، اس لئے اس کا غلام آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ : ٢ امام ابوحنیفہؒ اورامام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ گواہی نفی پر قائم ہوئی ہے اسلئے کہ اس کا مقصد حج کی نفی کرنا ہے، قربانی کو ثابت کرنا نہیں ہے، اسلئے کہ قربانی کو ثابت کرنے کا کسی کا دعوی نہیں ہے، تو ایسا ہوگیا کہ گواہی دی کی حج نہیں کیا ہے۔

تشریح : شیخین کی دلیل یہ ہے کہ یہاں حج کی نفی پر گواہی ہے، اور گواہ قسم کھانے والے کے ساتھ ساتھ نہیں رہا ہے اس لئے اس کو حج کا علم بھی نہیں ہے، اور اصول گزر چکا ہے، کہ نفی پر گواہی کا احاطہ نہ ہواوراس کا پورا علم نہ ہوتو وہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی، پس جب گواہی قبول نہیں ہوئی، تو زید کا یہ کہنا کہ میں نے حج کیا ہے صحیح ہے اس لئے اس کا غلام آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ٣ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ نفی کے گواہ کو پورا علم ہے یا نہیں یہ تمیز کرنا مشکل ہے اس لئے آسانی کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ نفی کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

تشریح : کب یہ سمجھا جائے گا کہ نفی کے گواہ کو پورا علم ہے، اور کب یہ سمجھا جائے گا کہ نفی کے گواہ کو پورا علم نہیں ہے یہ فرق کرنا

(۲۴۵۷) وَمَنْ حَلَفَ لَايَصُومُ فَنَوَى الصَّومَ وَصَامَ سَاعَةً ثُمَّ أَفْطَرَ مِنْ يَوْمِهِ حَنِثَ ۱ لِوُجُودِ الشَّرْطِ، إِذِ الصَّومُ هُوَالإِمْسَاكُ عَنِ الْمُفَطِّرَاتِ عَلٰى قَصْدِ التَّقَرُّبِ، (۲۴۵۸) وَلَوْ حَلَفَ لَايَصُومُ يَوْمًا أَوْ صَوْمًا فَصَامَ سَاعَةً ثُمَّ أَفْطَرَ لَايَحْنَثُ، ۱ لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ الصَّومُ التَّامُّ الْمُعْتَبَرُ شَرْعًا وَذٰلِكَ بِإِنْهَائِهِ إِلٰى آخِرِ الْيَوْمِ، وَالْيَوْمُ صَرِيحٌ فِي تَقْدِيرِ الْمُدَّةِ بِهِ،

(۲۴۵۹) وَلَوْ حَلَفَ لَايُصَلِّي فَقَامَ وَقَرأَ وَرَكَعَ لَمْ يَحْنَثْ، وَإِنْ سَجَدَ مَعَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَطَعَ حَنِثَ،

مشکل ہے اس لئے آسانی کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ نفی کی گواہی کو قبول ہی نہ کی جائے۔

ترجمہ :(۲۴۵۷) کسی نے قسم کھائی کہ روزہ نہیں رکھوں گا پھر روزے کی نیت کر کے تھوڑی دیر رکا رہا پھر اسی دن افطار کر لیا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ شرط پائی گئی ،اس لئے کہ نیت کر کے روزہ توڑنے والی چیزوں سے تھوڑی دیر تک رکنے کا نام روزہ ہے۔

اصول :روزے کی نیت کر کے تھوڑی دیر تک روزہ توڑنے والی چیزوں سے رکنے کا نام روزہ ہے،اس لئے تھوڑی دیر تک بھی روزہ رکھا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ :(۲۴۵۸) اور اگر قسم کھائی کہ ایک دن روزہ نہیں رکھوں گا ،یا پورا روزہ نہیں رکھوں گا ، پھر تھوڑی دیر روزہ رکھا اور افطار کر لیا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ یہاں مکمل روزہ کا اعتبار ہے جس کی شریعت میں اعتبار ہے اور یہ دن ختم ہونے سے ہوگا ،اور جس جملے میں یوما کا لفظ ہے اس میں یہ بات صریح ہے۔

تشریح :جب یہ کہا کہ ایک دن کا روزہ نہیں رکھوں گا ،یا پورا روزہ نہیں رکھوں گا ،اور ایک گھڑی روزہ رکھا پھر توڑ دیا تو حانث نہیں ہوگا ، کیونکہ پورا ایک دن روزہ نہیں رکھا ہے ، جو شریعت میں معتبر ہے۔

ترجمہ :(۲۴۵۹) اور اگر قسم کھائی کہ نماز نہیں پڑھے گا ، پھر قرات کی اور رکوع کی تو حانث نہیں ہوگا ،اور اگر اس کے ساتھ سجدہ کر لیا پھر نماز توڑی تو حانث ہوگا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ،نماز چار ارکان کے مجموعے کا نام ہے ، قیام ،قرأت ،رکوع ،اور سجدہ ، پس اگر قرأت کی اور رکوع کیا تو یہ نماز نہیں ہوئی ،اس لئے اگر قسم کھائی کہ نماز نہیں پڑھوں گا تو حانث نہیں ہوگا ، کیونکہ ابھی سجدہ باقی ہے ، ہاں سجدہ بھی کر لیا تو اب حانث ہو جائے گا ، کیونکہ چاروں ارکان پائے گئے۔

ل وَالْقِيَاسُ أَنَّ الصَّلَاةَ عِبَارَةٌ عَنِ الْأَرْكَانِ الْمُخْتَلِفَةِ فَمَا لَمْ يَأْتِ بِجَمِيعِهَا لَايُسَمّٰى صَلَاةً، بِخِلَافِ الصَّوْمِ، لِأَنَّهُ رُكْنٌ وَاحِدٌ وَهُوَ الْإِمْسَاكُ وَيَتَكَرَّرُ فِي الْجُزْءِ الثَّانِي ٢ وَلَوْ حَلَفَ لَايُصَلِّيْ صَلَاة لَايَحْنَثُ مَالَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ، لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ الصَّلَاةُ الْمُعْتَبَرَةُ شَرْعًا وَأَقَلُّهَا رَكْعَتَانِ لِلنَّهْيِ عَنِ الْبُتَيْرَاءِ.

ترجمہ: ل قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ نماز شروع کرنے سے ہی حانث ہو جائے، جیسا کہ روزے کو شروع کرنے سے ہی حانث ہو جاتا ہے۔استحسان کی وجہ یہ ہے کہ چار ارکان کے مجموعے کا نام نماز ہے،اس لئے جب تک کہ سب کو نہیں کرے تو اس کو نماز نہیں کہیں گے، بخلاف روزے کے اس لئے کہ صرف ایک رکن، یعنی مفطرات سے رکنے کا نام روزہ ہے،اور ایک گھڑی کے بعد دوسری گھڑی میں اسی روزے کا مکرر ہونا ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ٢ اور اگر قسم کھائی کہ پوری نماز نہیں پڑھے گا تو جب تک کہ دو رکعت نماز نہ پڑھے گا حانث نہیں ہوگا،اس لئے کہ یہاں وہ نماز مراد ہے جو شریعت میں معتبر ہو،اور اس کی کم سے کم مقدار دو رکعت ہے اس لئے کہ حدیث میں ایک رکعت کی نماز سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

﴿بَابُ الْيَمِيْنِ فِيْ لَبْسِ الثِّيَابِ وَالْحُلِيِّ وَغَيْرِ ذٰلِكَ﴾

(۲۴۶۰) وَمَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهٖ إِنْ لَبِسْتُ مِنْ غَزْلِكِ فَهُوَ هَدْيٌ فَاشْتَرٰى قُطْنًا فَغَزَلَتْهُ فَنَسَجَتْهُ فَلَبِسَهُ فَهُوَ هَدْيٌ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَقَالَا لَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يُهْدِيَ حَتّٰى تَغْزِلَ مِنْ قُطْنٍ مِلْكِهٖ يَوْمَ حَلَفَ ۔ ۱؎ وَمَعْنَى الْهَدْيِ التَّصَدُّقُ بِهٖ بِمَكَّةَ لِأَنَّهُ اسْمٌ لِمَا يُهْدٰى إِلَيْهَا، لَهُمَا أَنَّ النَّذْرَ إِنَّمَا يَصِحُّ فِي الْمِلْكِ أَوْ مُضَافًا إِلٰى سَبَبِ الْمِلْكِ وَلَمْ يُوْجَدْ، لِأَنَّ اللُّبْسَ وَغَزْلَ الْمَرْأَةِ لَيْسَا مِنْ أَسْبَابِ مِلْكِهٖ،

﴿باب الیمین فی لبس الثیاب والحلی وغیر ذالک﴾

ترجمہ: (۲۴۶۰) کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں تیرے کاتے ہوئے سوت کا کپڑا پہنوں تو وہ ہدی ہے، اب شوہر نے روئی خریدی پھر عورت نے اس کو دھاگا بنایا اور اس کو بینا پھر شوہر نے اس کو پہنا تو اس کو ہدی کرنا ضروری ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس پر ہدی کرنا واجب نہیں ہے یہاں تک کہ جس دن نذر مانی تھی اس دن شوہر کی ملکیت میں روئی ہو اس کو کاتے اور بنے۔

ترجمہ: ۱؎ ہدی کا معنی یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں جا کر اس کو صدقہ کرے، اس لئے کہ اسی کی طرف بھیجنے کا نام ہدی ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ وہ چیز یا ابھی ملکیت میں ہو یا ملکیت کی طرف نسبت کی ہو اور یہ دونوں باتیں پائی نہیں گئی اس لئے کہ پہننا اور عورت کا کپڑا بننا یہ ملک کے اسباب میں سے نہیں ہیں۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ نذر مانتے وقت آدمی کی ملکیت میں وہ چیز ہو تب ہی نذر صحیح ہوگی، دوسری صورت ہے کہ سبب ملک کی طرف نسبت کرے تب نذر صحیح ہوگی، ورنہ نہیں، اس کے لئے یہ حدیث ہے ۔عن عمران بن حصین.....لا وفاء لنذر فی معصیة الله و لا فیما لا یملک ابن آدم ۔(ابوداود شریف، باب النذر فیما لا یملک، ص۴۸۱، نمبر ۳۳۱۶) اس حدیث میں ہے کہ آدمی جس چیز کا مالک نہ اس کی نذر صحیح نہیں ہوتی۔

تشریح: بیوی سے کہا کہ تیرا بینا ہوا کپڑا پہنوں تو وہ کپڑا ہدی ہے، اس نذر کے بعد روئی خریدی اس کو بیوی نے دھاگا بنایا، اس کو بینا، پھر شوہر نے اس کپڑے کو پہنا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ ہدی ہو جائے گی۔

وجہ: عورت عام طور پر شوہر ہی کی روئی کاتتی ہے اور اس سے کپڑا بناتی ہے، اس لئے اس سے یہ کہنا کہ تیرے کاتے ہوئے دھاگے کو پہنوں کا مطلب میری روئی جو تم نے کاتا، تو یہاں سبب ملک کی طرف نسبت کی اس لئے نذر صحیح ہوگی، اور کپڑا ہدی ہو

۲؎ وَلَهُ أَنَّ غَزْلَ الْمَرْأَةِ عَادَةً يَكُوْنُ مِنْ قُطْنِ الزَّوْجِ، وَالْمُعْتَادُ هُوَ الْمُرَادُ وَذٰلِکَ سَبَبَ مِلْكِهٖ وَلِهٰذَا يَحْنَثُ إِذَا غَزَلَتْ مِنْ قُطْنٍ مَمْلُوْكٍ لَهُ وَقْتَ النَّذْرِ، لِأَنَّ الْقُطْنَ لَمْ يَصِرْ مَذْكُوْرًا.

(۲۴۶۱) وَمَنْ حَلَفَ لَايَلْبَسُ حَلْيًا فَلَبِسَ خَاتَمَ فِضَّةٍ لَمْ يَحْنَثْ ، ۱؎ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِحُلْيٍ عُرْفًا وَلَاشَرْعًا حَتّٰى أُبِيحَ اسْتِعْمَالُهُ لِلرِّجَالِ وَالتَّخَتُّمُ بِهٖ لِقَصْدِ الْخَتْمِ،

(۲۴۶۲) وَإِنْ كَانَ مِنْ ذَهَبٍ حَنَثَ ۱؎ لِأَنَّهُ حُلْيٌ وَلِهٰذَا لَايَحِلُّ اسْتِعْمَالُهُ لِلرِّجَالِ،

جائے گا۔اور صاحبین فرماتے ہیں کہ نذر ماننتے وقت شوہر کی ملکیت میں وہ روئی نہیں تھی اس کوتو بعد میں خریدا ہے اس لئے نذر ہی صحیح نہیں ہوئی اس لئے وہ کپڑا ہدی نہیں ہوگا۔

وجہ :عورت کا روئی کا تنا اور شوہر کا پہننا یہ اس باب ملک میں سے نہیں ہے،اس لئے نہ ملک پائی گئی اور نہ سبب ملک پائی گئی اس لئے نذر صحیح نہیں ہوگی۔

لغت:غزل:سوت کا تنا،دھا گا بنانا۔قطن:روئی۔نسج:کپڑا بننا۔ہدی:مکہ مکرمہ تک ہدیہ کے طور پر بھیجنے کی چیز۔

ترجمہ :۲؎ اور امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عورت کا کپڑا بننا یہ عادۃ شوہر کی کی ملکیت میں ہوتی ہے،اور عادت ہی یہاں مراد ہے اس لئے کہ یہ ملک کا سبب ہے اسی لئے نذر کے وقت میں روئی اس کی ملکیت میں ہو اور اس سے بنا ہوا کپڑا پہنا تو حانث ہو جائے گا،اس لئے کہ روئی یہاں مذکور نہیں ہے۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عورت کی عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ شوہر کی روئی کاتتی ہے،اس لئے شوہر نے جب کہا من غزلک تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میری ملکیت کی روئی، پس اس میں سبب ملک کی طرف نسبت کی اس لئے نذر صحیح ہوگئی اس لئے اس کپڑے کو ہدی کرنا پڑے گا،جیسے نذر ماننتے وقت شوہر کی ملکیت کی روئی ہوتی اور اس کو پہنتا تو نذر صحیح ہو جاتی اور کپڑا ہدی کرنا پڑتا،اسی طرح یہ بھی کرنا پڑے گا۔

ترجمہ:(۲۴۶۱)اگر قسم کھائی کہ زیور نہیں پہنے گا اور چاندی کی انگوٹھی پہنی تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ عرف میں اور شریعت میں یہ زیور نہیں ہے،اسی لئے مردوں کے لئے یہ مباح ہے،اور چاندی کی انگوٹھی پہننا مہر لگانے کے لئے ہوتا ہے،زینت کے لئے نہیں ہوتا۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ:(۲۴۶۲)اور اگر سونے کی انگوٹھی پہنی تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ سونے کی انگوٹھی زیور ہے،اسی لئے مردوں کے لئے اس کا استعمال حلال نہیں ہے۔

(۲۴٦۳) وَلَوْ لَبِسَ عِقْدَ لُؤْلُؤٍ غَيْرِ مُرَصَّعٍ لَايَحْنَثُ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَالَا يَحْنَثُ ، ۱؎ لِأَنَّـهُ حُلْيٌ حَقِيْقَةً حَتّٰى سُمِّيَ بِهِ فِي الْقُرْآنِ، ۲؎ وَلَـهُ أَنَّهُ لَايُتَحَلّٰى بِهِ عُرْفًا إِلَّا مُرَصَّعًا، وَمَبْنَى الْأَيْمَانِ عَلَى الْعُرْفِ، ۳؎ وَقِيْلَ هٰذَا اخْتِلَافُ عَصْرٍ وَزَمَانٍ وَيُفْتٰى بِقَوْلِهِمَا ،لِأَنَّ التَّحَلِّيَ بِهِ عَلَى الْاِنْفِرَادِ مُعْتَادٌ.

تشــريح :قسم کھائی تھی کہ زیور نہیں پہنوں گا اور سونے کی انگوٹھی پہن لی تو حانث ہو جائے گا، کیونکہ سونے کی انگوٹھی زیور میں شمار ہوتا ہے اسی لئے مردوں کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

تــرجـمـه :(۲۴٦۳) اور اگر موتی کا ہار پہنا جو جڑا ہوا نہیں تھا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حانث نہیں ہوگا، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ حانث ہو جائے گا۔

ترجمه :۱؎ اس لئے کہ حقیقت میں زیور ہے قرآن نے اس کو زیور کہا ہے۔

تشريح :قسم کھائی کہ زیور نہیں پہنے گا، اور بغیر جڑے موتی کا ہار پہن لیا تو امام ابو حنیفہؒ کے یہاں حانث نہیں ہوگا، اور اگر جڑی ہوئی موتی کا ہار پہنا تو حانث ہو جائے گا، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ بغیر جڑی ہوئی موتی کا ہار پہنا تب بھی حانث ہو جائے گا۔

وجــه :(۱) صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں خالص موتی کو بھی زیور کہا ہے اس لئے اس کے پہننے سے حانث ہو جائے گا (۲) آیت یہ ہے۔ **یحلون فیها من اساور من ذهب و لؤلؤ لباسهم فیها حریر** ۔(آیت ۲۳، سورۃ الحج ۲۲) اس آیت میں لؤلؤ ، یعنی موتی کو حلیۃ یعنی زیور کہا ہے۔

لغت :لؤلؤ: موتی۔ مرصع: رصع سے مشتق ہے جڑا ہوا۔ تحلی: حلی سے مشتق ہے زیور پہننا۔

تــرجـمـه :۲؎ اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عرف میں جڑے ہوئے کے بغیر زیور کے طور پر نہیں پہنتے، اور قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے۔

تشريح: واضح ہے۔

تــرجـمـه :۳؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ زمانے کا اختلاف ہے، اور فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہے اس لئے کہ خالص موتی زیور کے طور پر پہننے کی عادت ہے۔

تشريح:بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ زمانے کا اختلاف ہے، یعنی امام ابو حنیفہؒ کے زمانے میں بغیر جڑے ہوئے موتی کا ہار پہننے کا رواج نہیں تھا اس لئے انہوں نے کہا کہ یہ زیور نہیں ہے اور صاحبینؒ کے زمانے میں بغیر جڑے ہوئے موتی کے ہار کو زیور کے طور پر پہننے کا رواج ہو گیا تھا اس لئے انہوں نے کہا یہ زیور ہے اور اس کے پہننے سے حانث ہو جائے گا۔ تاہم آج کل فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہے۔

(٢٤٦٤) وَمَنْ حَلَفَ لَایَنَامُ عَلٰی فِرَاشٍ فَنَامَ عَلَیْهِ وَفَوْقَهُ قِرَامٌ حَنَثَ ، لـ لِأَنَّهُ تَبَعٌ لِلْفِرَاشِ فَیُعَدُّ نَائِمًا عَلَیْهِ،(٢٤٦٥) وَإِنْ جُعِلَ فَوْقَهُ فِرَاشٌ آخَرُ فَنَامَ عَلَیْهِ لَایَحْنَثُ ، لـ لِأَنَّ مِثْلَ الشَّیْءِ لَایَکُوْنُ تَبَعًا لَهُ فَیَنْقَطِعُ النِّسْبَةُ عَنِ الْأَوَّلِ، (٢٤٦٦) وَلَوْ حَلَفَ لَایَجْلِسُ عَلَی الْأَرْضِ فَجَلَسَ عَلٰی بِسَاطٍ أَوْ حَصِیْرٍ لَمْ یَحْنَثْ، لـ لِأَنَّهُ لَایُسَمّٰی جَالِسًا عَلَی الْأَرْضِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا حَالَ بَیْنَهُ وَبَیْنَ الْأَرْضِ لِبَاسُهُ، لِأَنَّهُ تَبَعٌ لَهُ فَلَایُعْتَبَرُ حَائِلًا، (٢٤٦٧) وَإِنْ حَلَفَ لَایَجْلِسُ عَلٰی سَرِیْرٍ فَجَلَسَ عَلٰی سَرِیْرٍ فَوْقَهُ بِسَاطٌ أَوْ حَصِیْرٌ حَنَثَ،

ترجمہ:(٢٤٦٤) کسی نے قسم کھائی کہ اس بچھونے پر نہیں سوئے گا، پھر اس پر پتلی چادر بچھا کر سویا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ :لـ اس لئے کہ وہ بچھونے کے تابع ہے، اس لئے بچھونے پر ہی سونا شمار ہوگا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کوئی چیز تابع ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا،۔ یہاں چادر بچھونے کے تابع ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہوگا، اور گویا کہ بچھونے ہی پر سویا اس لئے حانث ہو جائے گا۔۔فرش: بچھونا۔قرام: پتلی چادر۔

ترجمہ :(٢٤٦٥) اور اگر بچھونے کے اوپر دوسرا بچھونا رکھ دیا اور اس پر سویا تو اب حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ:لـ اس لئے کہ اسی کی مثل کوئی چیز ہو تو وہ تابع نہیں ہوتی، اس لئے پہلے بچھونے سے سے نسبت ختم ہوگئی۔

تشریح: کہا تھا کہ اس بچھونے پر نہیں سوئے گا، اب اس پر بچھونا رکھ دیا اور اس پر سویا تو حانث نہیں ہوگا۔

وجہ : دوسرا بچھونا پہلے کے تابع نہیں ہے، کیونکہ وہ پہلی کے مثل ہے اس لئے گویا کہ وہ اس بچھونے پر نہیں سویا، اس لئے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ:(٢٤٦٦) اگر قسم کھائی کہ زمین پر نہیں بیٹھے گا، پھر بچھونے اور چٹائی وغیرہ پر بیٹھا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ :لـ اس لئے کہ اس کو زمین پر بیٹھنے والا نہیں کہتے ، بخلاف اگر اس کے اور زمین کے درمیان خود اس کا کپڑا حائل ہو گیا تو حانث ہو جائے گا، کیونکہ یہ کپڑا آدمی کے تابع ہے اس لئے اس کے درمیان اور زمین کے درمیان حائل نہیں سمجھا جائے گا۔

تشریح : بچھونا اور چٹائی عرف میں آدمی اور زمین کے درمیان حائل سمجھا جاتا، اس لئے بچھونا اور چٹائی پر بیٹھا تو گویا کہ زمین پر نہیں بیٹھا اس لئے حانث ہو جائے گا ، اور آدمی کا کپڑا خود آدمی کے تابع ہوتا ہے اس لئے اس کے درمیان اور زمین کے درمیان حائل نہیں سمجھا جائے گا اس لئے حانث ہو جائے گا

ترجمہ:(٢٤٦٧) اگر قسم کھائی کہ چارپائی پر نہیں بیٹھے گا، پھر ایسی چارپائی پر بیٹھا جس پر بستر تھا یا چٹائی تھی تو حانث ہو جائے گا۔

۱؎ لِأَنَّهُ يُعَدُّ جَالِسًا عَلَيْهِ، وَالْجُلُوسُ عَلَى السَّرِيرِ فِي الْعَادَةِ كَذٰلِكَ، ۲؎ بِخِلَافِ مَا إِذَا جُعِلَ فَوْقَهُ سَرِيرًا آخَرَ، لِأَنَّهُ مِثْلُ الْأَوَّلِ فَقَطَعَ النِّسْبَةَ عَنْهُ.

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ اس حال میں چار پائی پر ہی بیٹھنے والا شمار کیا جاتا ہے، اور چار پائی پر عادت میں ایسے ہی بیٹھتے ہیں [یعنی چٹائی، یا بستر بچھا کر بیٹھتے ہیں]

تشریح: چار پائی پر بستر ہے تو یہ چار پائی پر ہی بیٹھنا شمار کیا جاتا ہے کیونکہ بستر چار پائی کے تابع ہے، اس لئے حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ :۲؎ بخلاف اگر چار پائی کے اوپر دوسری چار پائی رکھ دی [اور اس پر بیٹھا تو حانث نہیں ہوگا] اس لئے کہ دوسری چار پائی پہلی کی طرح ہے اس لئے پہلی چار پائی سے نسبت ختم ہوگئی۔

وجہ : دوسری چار پائی پہلی چار پائی کے تابع نہیں ہوگی، اس لئے دوسری چار پائی پر بیٹھنا پہلی چار پائی پر بیٹھنا شمار نہیں کیا جائے گا اس لئے حانث نہیں ہوگا۔

﴿بَابُ الْيَمِيْنِ فِي الْقَتْلِ وَالضَّرْبِ وَغَيْرِهٖ﴾

(٢٤٦٨) وَمَنْ قَالَ إِنْ ضَرَبْتُكَ فَعَبْدِي حُرٌّ فَهُوَ عَلَى الْحَيَاةِ ، ل لِأَنَّ الضَّرْبَ اسْمٌ لِفِعْلٍ مُؤْلِمٍ يَتَّصِلُ بِالْبَدَنِ، وَالْإِيْلَامُ لَايَتَحَقَّقُ فِي الْمَيِّتِ، وَمَنْ يُعَذَّبُ فِي الْقَبْرِ يُوْضَعُ فِيْهِ الْحَيَاةُ فِي قَوْلِ الْعَامَّةِ، ٢ وَكَذٰلِكَ الْكِسْوَةُ، لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ التَّمْلِيْكُ عِنْدَ الْإِطْلَاقِ، وَمِنْهُ الْكِسْوَةُ فِي الْكَفَّارَةِ وَهُوَ مِنَ الْمَيِّتِ لَايَتَحَقَّقُ إِلَّا أَنْ يَنْوِيَ بِهِ السَّتْرَ، ٣ وَقِيْلَ بِالْفَارِسِيَّةِ يَنْصَرِفُ إِلَى اللُّبْسِ،

﴿باب الیمین فی القتل والضرت وغیرہ﴾

ترجمہ:(٢٤٦٨) کسی نے کہا اگر میں تم کو ماروں تو میرا غلام آزاد ہے تو اس کا مدار اس کی زندگی پر ہوگا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ تکلیف دینے والے فعل کا نام ضرب ہے جس کا تعلق بدن سے ہے اور میت کو تکلیف نہیں ہوتی، اور جو قبر میں عذاب ہوگا تو عام قول میں یہی ہے کہ میت میں زندگی ڈالی جائے گی۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ میں تم کو ماروں تو میرا غلام آزاد ہے، اب اس کے مرنے کے بعد مارا تو غلام آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ : مارنے کا مطلب ہے تکلیف دینا، اور یہ زندگی میں ہوتا ہے مرنے کے بعد نہیں ہوتا اس لئے غلام آزاد نہیں ہوگا، اور یہ جو آتا ہے کہ قبر میں میت کو عذاب ہوتا ہے تو اس کے بارے میں ہے کہ میت کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے پھر اس کو عذاب ہوتا ہے۔

ترجمہ: ٢ کپڑے پہنانے کا مدار بھی زندگی پر ہے اس لئے مطلق ہوتے وقت اس سے مراد اس آدمی کو مالک بنانا ہے، اسی سے ہے کفارہ میں کپڑا پہنانا [یعنی مسکین کو مالک بنانا] اور میت مالک نہیں بن سکتا اس لئے وہ حانث نہیں ہوگا ہاں ستر ڈھانکنے کی نیت کرے تو اور بات ہے۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ اگر زید کو کپڑا پہنایا تو میرا غلام آزاد ہے، اب زید کے مرنے کے بعد کپڑا پہنایا تو غلام آزاد نہیں ہوگا ۔ہاں اس سے یہ مراد لے کہ اس کی ستر نہیں ڈھانکوں گا تو اب غلام آزاد ہوگا، کیونکہ یہ معنی لینے کی بھی اس میں گنجائش ہے۔

وجہ :(۱) یہاں کپڑا پہنانے کا مطلب ہے اس کو مالک بنانا، اور موت کے بعد مالک نہیں بن سکتا اس لئے غلام آزاد نہیں ہوگا ۔(۲) کفارے قسم میں کپڑا پہنانا ہوتا ہے اس سے مراد اس غریب کو مالک بنانا ہے، جس پتہ چلا کہ کپڑا پہنانے کا مطلب مالک بنانا ہے۔

ترجمہ: ٣ بعض حضرات نے فرمایا کہ فارسی میں کپڑا پہنانے کا مطلب ہوتا ہے کپڑا پہنانا، مالک بنانا نہیں۔

(۲۴۶۹) وَکَذَا الْکَلَامُ وَالدُّخُولُ، ۱؎ لِأَنَّ الْـمَقْصُودَ مِنَ الْکَلَامِ الْإِفْهَامُ، وَالْمَوْتُ یُنَافِیهِ، وَالْمُرَادُ مِنَ الدُّخُولِ عَلَیْهِ زِیَارَتُهُ، وَبَعْدَ الْمَوْتِ یُزَارُقَبْرُهُ لَاهُوَ، (۲۴۷۰) وَلَوْ قَالَ إِنْ غَسَلْتُکَ فَعَبْدِي حُرٌّ فَغَسَلَهُ بَعْدَ مَا مَاتَ یَحْنَثُ، ۱؎ لِأَنَّ الْغُسْلَ هُوَ الْإِسَالَةُ وَمَعْنَاهُ التَّطْهِیرُ وَیَتَحَقَّقُ ذٰلِکَ فِي الْمَیِّتِ. (۲۴۷۱) وَمَنْ حَلَفَ لَایَضْرِبُ امْرَأَتَهُ فَمَدَّ شَعْرَهَا أَوْ خَنَقَهَا أَوْ عَضَّهَا حَنَثَ، ۱؎ لِأَنَّهُ اسْمٌ لِفِعْلٍ مُؤْلِمٍ وَقَدْ تَحَقَّقَ الْإِیْلَامُ، وَقِیلَ لَایَحْنَثُ فِي حَالِ الْمُلَاعَبَةِ، لِأَنَّهُ یُسَمّٰی مُمَازَحَةً لَاضَرْبًا،

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ:(۲۴۶۹) ایسے ہی بات کرنا اورآدمی پر داخل ہونے کا مطلب ہے [اس کی زندگی میں بات کرنا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ کلام سے مقصوداس کو سمجھانا ہے اور موت اس کے منافی ہے، اور داخل ہونے سے مراد اس کی زیارت ہے، اور موت کے بعد اس کی زیارت نہیں ہوگی، بلکہ اس کی قبر کی زیارت ہوگی۔

تشریح : کہے کہ زید سے بات نہیں کروں گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی زندگی میں بات نہیں کریگا، کیونکہ اس کا مطلب اس کو بات سمجھانا ہے اور موت کے بعد نہیں سمجھا سکتا، اس لئے زندگی کے ساتھ مقید ہوگا۔ اسی طرح کہے کہ زید پر داخل نہیں ہوں گا، تو مطلب یہ ہے کہ اس کی زندگی میں اس کی زیارت نہیں کروں، اور موت کے بعد اس کی زیارت نہیں ہوگی، بلکہ اس کی قبر کی زیارت ہوگی۔

ترجمہ:(۲۴۷۰) اگر کہا کہ تم کو غسل دوں تو میرا غلام آزاد ہے، پھر اس کی موت کے بعد اس کو غسل دیا تو حانث ہو جائے گا [یعنی اس کا غلام آزاد ہو جائے گا]

ترجمہ :۱؎ اس لئے غسل کا معنی ہے پاک کرنا اور یہ میت میں بھی متحقق ہوتا ہے، [اس لئے غلام آزاد ہو جائے گا]

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ :(۲۴۷۱) کسی نے قسم کھائی کہ اپنی بیوی کو نہیں مارے گا، پھر اس کا بال کھینچا، یا اس کا گلا دبایا، یا اس کو دانت سے کاٹا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ یہ سب کام تکلیف دینے والے ہیں، اور ان سے تکلیف ہوئی ہے [اس لئے حانث ہو جائے گا]

تشریح: یہاں مار کا مطلب ہے تکلیف دینا، اور بال کھینچنے سے اور دانت سے کاٹنے سے تکلیف ہوئی ہے اس لئے حانث ہو جائے گا۔

لغت : مد شعرھا: اس کا بال کھینچا۔ خنق: گلا دبایا۔ عض: دانت سے کاٹا۔ ملاعبۃ: لعب سے مشتق ہے کھیل کود، عورت سے کھیل

(٢٤٧٢) وَمَنْ قَالَ إِنْ لَمْ أَقْتُلْ فُلَانًا فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ وَفُلَانٌ مَيِّتٌ وَهُوَ عَالِمٌ بِهِ حَنِثَ، ١؎ لِأَنَّهُ عَقَدَ يَمِينَهُ عَلٰى حَيَاةٍ يُحْدِثُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فِيهِ وَهُوَ مُتَصَوَّرٌ فَيَنْعَقِدُ ثُمَّ يَحْنَثُ لِلْعِجْزِ الْعَادِيِّ، (٢٤٧٣) وَإِنْ لَمْ يَعْلَمْ لَايَحْنَثُ، ١؎ لِأَنَّهُ عَقَدَ يَمِينَهُ عَلٰى حَيَاةٍ كَانَتْ فِيهِ وَلَايَتَصَوَّرُ ٢؎ فَيَصِيرُ قِيَاسَ مَسْئَلَةِ الْكُوزِ عَلَى الْإِخْتِلَافِ وَلَيْسَ فِي تِلْكَ الْمَسْئَلَةِ تَفْصِيلُ الْعِلْمِ هُوَ الصَّحِيحُ.

کود کرنا، ہنسی مذاق۔ ممازحۃ: مزح سے مشتق ہے، ہنسی مذاق کرنا۔

ترجمہ: ٢؎ اور کہا گیا ہے کہ اگر ملاعبت کی حالت میں یہ سب کام کئے تو حانث نہیں ہوگا، کیونکہ اس حال میں اس کو ہنسی مذاق کہتے ہیں مار نہیں کہتے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (٢٤٧٢) کسی نے کہا کہ اگر فلاں کو قتل نہیں کیا تو میری بیوی کو طلاق ہے، فلاں مر چکا تھا اور قسم کھانے والے کو اس کا علم تھا تو حانث ہو جائے گا [یعنی اس کی بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی]

ترجمہ: ١؎ اس کی قسم اس بنیاد پر ہوگی کہ اللہ اس میں زندگی پیدا کر دے، اور یہ معجزہ کے طور پر ممکن ہے اس لئے قسم منعقد ہو جائے گی لیکن عادۃ یہ نہیں ہو سکتا اس لئے وہ حانث ہو جائے گا

تشریح: زید جانتا تھا کہ عمر مر چکا ہے پھر بھی قسم کھائی کہ اس کو قتل نہ کروں تو اس کی بیوی کو طلاق ہے، تو یہ ممکن ہے کہ معجزاتی طور پر اللہ اس کو زندہ کر دے اس لئے قسم منعقد ہو جائے گی، لیکن عادۃ ایسا ہونا ناممکن ہے اس لئے قسم میں حانث ہو جائے گا اور اس کی بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ: (٢٤٧٣) اور اگر جانتا نہیں تھا کہ وہ مر چکا ہے تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ١؎ اس لئے کہ اس قسم آدمی کی زندگی پر منعقد ہوئی ہے اور زندگی ابھی متصور نہیں ہے۔

تشریح: زید نے قسم کھائی کہ میں عمر کو قتل نہ کروں تو میری بیوی کو طلاق ہے، عمر مر چکا تھا لیکن زید کو اس کی خبر نہیں تھی کہ عمر مر چکا ہے، تو اس کی بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وجہ: چونکہ زید کو عمر کے موت کی خبر نہیں تھی اس لئے اس کی قسم اس بنیاد پر منعقد ہوئی ہے کہ عمر میں حیات ہو، اور عمر میں حیات ہے نہیں اس لئے اس کی بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ٢؎ اس مسئلے میں تفصیل ہے جیسے کوزے کے مسئلے میں تفصیل ہے، لیکن کوزے کے مسئلے میں جاننے اور نہ جاننے میں فرق نہیں ہے صحیح بات یہی ہے۔

تشریح : پہلے ایک مسئلہ گزرا تھا کہ قسم کھائی کہ میں پیالے کا پانی نہیں پیوں گا، اور پیالے میں پانی تھا نہیں تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک حانث نہیں ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حانث ہو جائے گا، ٹھیک اسی طرح کا مسئلہ یہ بھی ہے، البتہ وہاں جاننے اور نہ جاننے کی بحث نہیں تھی، بلکہ بحث یہ تھی کہ پانی پینے کی قدرت ہے یا نہیں۔ اس کی تفصیل وہاں دیکھ لیں۔

﴿بَابُ الْیَمِیْنِ فِيْ تَقَاضِي الدَّرَاهِمِ﴾

(۲۴۷۴) قَالَ وَمَنْ حَلَفَ لَیَقْضِیَنَّ دَیْنَهُ إِلٰی قَرِیْبٍ فَهُوَ مَادُوْنَ الشَّهْرِ، وَإِنْ قَالَ إِلٰی بَعِیْدٍ فَهُوَ أَکْثَرُ مِنَ الشَّهْرِ ، ا؎ لِأَنَّ مَادُوْنَهُ یُعَدُّ قَرِیْبًا، وَالشَّهْرُ وَمَازَادَ عَلَیْهِ یُعَدُّ بَعِیْدًا، وَلِهٰذَا یُقَالُ عِنْدَ بُعْدِ الْعَهجدِ مَالَقِیْتُکَ مُنْذُ شَهْرٍ،

(۲۴۷۵) وَمَنْ حَلَفَ لَیَقْضِیَنَّ فُلَانًا دَیْنَهُ الْیَوْمَ فَقَضَاهُ، ثُمَّ وَجَدَ فُلَانٌ بَعْضَهَا زُیُوْفًا أَوْ بَنَهْرَجَةً أَوْ مُسْتَحِقَّةً لَم یَحْنَثِ الْحَالِفُ، ا؎ لِأَنَّ الزِّیَافَةَ عَیْبٌ، وَالْعَیْبُ لَایَعْدِمُ الْجِنْسَ وَلِهٰذَا لَوْ تَجَوَّزَ بِهِ صَارَ مُسْتَوْفِیًا فَوُجِدَ شَرْطُ الْبِرِّ، وَقَبْضُ الْمُسْتَحِقَّةِ صَحِیْحٌ وَلَایَرْتَفِعُ بِرَدِّهِ الْبِرُّ الْمُتَحَقِّقُ،

﴿باب الیمین فی تقاضی الدراہم﴾

ترجمہ :(۲۴۷۴)اوراگرقسم کھائی کہ قرض قریب میں ادا کرے گا تو مہینے سے کم میں ہوگی اوراگرکہا کہ دیر میں تو ایک مہینے سے زائد پر ہوگی۔

ترجمہ :ا؎ اس لئے کہ مہینے سے کم کو قریب کہتے ہیں، اور مہینے سے زیادہ کو بعید کہتے ہیں، چنانچہ دیر ہوجائے تو یہ کہتے ہیں کہ تم سے ایک مہینے سے نہیں ملا ہوں

تشریح :اس مسئلے میں یہ ہے کہ قریب زمانہ اور بعید زمانہ کا اطلاق کتنے دنوں پر ہوگا۔قریب ایک مہینے کے اندر کو کہتے ہیں اور بعید ایک ماہ اور اس سے زائد کو کہتے ہیں۔اس لئے کسی نے قسم کھائی کہ قرض قریب میں ادا کروں گا تو ایک مہینے کے اندر ادا کرنا ہوگا۔اور کہا کہ بعید اور دیر میں ادا کروں گا تو ایک ماہ اور ایک ماہ کے بعد ادا کرے تب بھی حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ :(۲۴۷۵) کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کو ضرور آج قرض ادا کرے گا، پھر اس کو ادا کر دیا۔لیکن بعض سکے کھوٹے تھے، یا نہرجہ تھے، یا وہ درہم کسی کا مستحق نکل گئے تو قسم کھانے والا حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ :ا؎ اس لئے کہ کھوٹا ہونا عیب تو ہے لیکن ہے وہ درہم،اسی لئے اگر اس کو قرض خواہ چشم پوشی کر کے لے لینا چاہے تو قرض ادا ہو جائے گا،اس لئے قسم پوری کرنے کی شرط پائی گئی۔

لغت :زیوف: کھوٹا سکہ۔نہرجہ: یہ بھی ایک کھوٹا سکہ ہے،لیکن یہ زیوف سے بھی ردی سکہ تھا جسکو نہرجہ، کہتے تھے۔مستحقہ: جو درہم کسی اور کا نکل جائے۔تجوز بہ: چشم پوشی کر کے اس کو لے لے،مستوفیا: وفی سے مشتق ہے، وصول کرنے والا ہو گیا۔ بر: قسم

(۲۴۷۶) وَإِنْ وَجَدَهَا رَصَاصًا أَوْ سَتُوقَةً حَنِثَ ، لِ أَنَّهُمَا لَيْسَا مِنْ جِنْسِ الدَّرَاهِمِ حَتّٰى لَايَجُوْزُ التَّجَوُّزُ بِهِمَا فِي الصَّرْفِ وَالسَّلَمِ، (۲۴۷۷) وَإِنْ بَاعَهُ بِهَا عَبْدًا وَقَبَضَهُ بَرَّ فِي يَمِينِهِ،

پوری کرنے والا ،قسم میں بری ہونے والا ۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی اسی فیصد وہی چیز ہے البتہ کچھ خامی ہے تو حانث نہیں ہوگا۔اور اگر اسی فیصد دوسری چیز ہے یعنی مثلا وہ نام کے اعتبار سے درہم ہے ورنہ حقیقت میں وہ درہم نہیں ہے تو اس کو ادا کرنے سے حانث ہو جائے گا۔کیونکہ وہی چیز ادا نہیں کی جس کی قسم کھائی ہے

تشریح :قسم کھائی کہ آج فلاں کا قرض ضرور ادا کروں گا،اور اس نے ادا کر بھی دیا،لیکن وہ سکے کھوٹے تھے، یا نبہرجہ تھے، یا کسی کا مستحق نکل گئے تو قسم میں حانث نہیں ہوگا۔

وجہ : زیوف،اور نبہرجہ سکہ بھی سکہ تو ہے، یہ اور بات ہے کہ وہ کھوٹا ہے،لیکن چشم پوشی کر کے اس کو قرض خواہ لے لے تو لے سکتا ،اس لئے قرض ادا ہو گیا اس لئے وہ حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲ے اور مستحق درہم پر قبضہ کرنے سے قبضہ کرنا صحیح ہے اور اس کو مستحق کی طرف واپس کرنے سے متحقق بر ختم نہیں ہوگی۔

تشریح :کسی کا مستحق درہم بہر حال درہم ہے جس کو قسم کھانے والے نے ادا کیا ہے، یہ اور بات ہے کہ لینے والے کو واپس کرنا ہوگا،لیکن اس سے قسم جو پوری ہوئی تھی ختم نہیں ہوگی

ترجمہ:(۲۴۷۶)اور اگر درہم کو سیسے کا پایا یا ستوقہ پایا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ:لے اسلئے کہ یہ درہم کی جنس نہیں ہے،یہی وجہ ہے کہ اس بیع صرف میں اور بیع سلم میں چشم پوشی کر کے لے تو جائز نہیں ہوگا۔

تشریح :قرض میں سیسے کا بنا ہوا درہم دے دیا یا ایسا درہم دیا جو اندر سے سیسے کا تھا لیکن دونوں طرف سے چاندی کا رنگ چڑھا یا ہوا تھا جس کو تین طاق والا درہم ستوقہ کہتے ہیں تو حانث ہو جائے گا۔

وجہ : درہم پورا کا پورا چاندی کا ہوتا ہے یہاں سیسے کا درہم بنا کر دیا تو یہ درہم ہی نہیں ہے۔اور قسم کھائی تھی کہ درہم دوں گا اور درہم دیا نہیں اس لئے حانث ہو جائے گا۔اسی طرح ستوقہ درہم درہم ہی نہیں ہے وہ بھی سیسے کا ہے صرف چاندی کا رنگ چڑھا دیا گیا ہے تو چونکہ درہم نہیں دیا اس لئے حانث ہو جائے گا۔

لغت :رصاص : سیسہ۔ ستوقہ : تین طاق والا درہم۔

ترجمہ :(۲۴۷۷)اور اگر اس قرض کے بدلے میں اپنا غلام بیچ دیا اور قرض خواہ کو اس پر قبضہ بھی دے دیا تو وہ قسم میں بری ہو جائے گا۔

ل لِأَنَّ قَضَاءَ الدَّيْنِ طَرِيقُهُ الْمُقَاصَّةُ وَقَدْ تَحَقَّقَتْ بِمُجَرَّدِ الْبَيْعِ فَكَأَنَّهُ شَرْطُ الْقَبْضِ لِيَتَقَرَّرَ بِهِ،

(۲۴۷۸) وَإِنْ وَهَبَهَا له يَعْنِي الدَّيْن لَمْ يَبَرَّ ل لِعَدَمِ الْمُقَاصَّةِ، لِأَنَّ الْقَضَاءَ فِعْلُهُ، وَالْهِبَةُ إِسْقَاطٌ مِنْ صَاحِبِ الدَّيْنِ.

(۲۴۷۹) وَمَنْ حَلَفَ لَايَقْبِضُ دَيْنَهُ دِرْهَمًادُوْنَ دِرْهَمٍ فَقَبَضَ بَعْضَهُ لَمْ يَحْنَثْ حَتّٰى يَقْبِضَ جَمِيْعَهُ مُتَفَرِّقًا، ل لِأَنَّ الشَّرْطَ قَبْضُ الْكُلِّ لٰكِنَّهُ بِوَصْفِ التَّفَرُّقِ،أَلَايَرٰى أَنَّهُ أَضَافَ الْقَبْضَ إِلٰى دَيْنٍ مُعَرَّفٍ مُضَافٍ إِلَيْهِ فَيَنْصَرِفُ إِلٰى كُلِّهِ فَلَايَحْنَثُ إِلَّا بِهِ،

ترجمہ : ل اس لئے کہ قرض ادا کرنے کا طریقہ مقاصہ بھی ہے اور وہ محض بیچ دینے سے پایا گیا، اور قبضے کی شرط اس کو مضبوط کرنے کے لئے ہے۔

تشریح :قسم کھائی تھی کہ فلاں کو ضرور آج قرض ادا کروں گا، پس اس کے ہاتھ میں اپنا غلام بیچ دیا اور اس پر قبضہ بھی دے دیا، تو وہ قسم بری ہو جائے گا۔ ۔صرف قرض خواہ کے ہاتھ میں بیچ دینے سے مقاصہ ہو جاتا ہے، اور قسم کھانے والا بری ہو جائے گا، لیکن بیچنے کے بعد اس پر قبضہ بھی کروا دیا تو یہ مقاصہ کو اور مضبوط کرنے کے لئے ہے، حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔

وجہ : جب غلام کی قیمت قرض والے کے ذمے ہوگئی تو گویا کہ یہ قرض کے بدلے میں ہو گیا، اور گویا کہ اس نے قرض ادا کر دیا ، کیونکہ قرض ادا کرنے کا ایک طریقہ مقاصہ بھی ہے، اس لئے قسم میں حانث نہیں ہوگا۔

لغت : مقاصہ :قص سے مشتق ہے، ادل بدل کرنا ،مثلا زید کے ذمے عمر کی رقم تھی، زید نے عمر کے ہاتھ میں غلام بیچ دیا، پھر عمر سے کہا کہ تم مجھے رقم مت دو بلکہ قرض کے بدلے میں کاٹ لو اس کو مقاصہ ، کہتے ہیں۔

ترجمہ : (۲۴۷۸) اور اگر قرض کو قرض خواہ نے ہبہ کر دیا تو بری نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ل کیونکہ مقاصہ نہیں پایا گیا اسلئے کہ ادا کرنا تو قرض لینے والے کا کام تھا اور یہاں تو قرض دینے والے نے ساقط کر دیا ہے۔

تشریح: جس کا قرض تھا اس نے اپنے قرض کی رقم کو ہبہ کر دیا تو قرض لینے والا بری نہیں ہوگا۔

وجہ: یہاں قسم کھانے والے نے دیا کچھ نہیں ہے اس نے تو لیا ہے اسلئے وہ قسم میں بری نہیں ہوگا۔ (۲) اور مقاصہ بھی نہیں پایا گیا۔

ترجمہ: (۲۴۷۹) کسی نے قسم کھائی کہ اپنا قرض ایک ایک درہم کر کے نہیں لے گا پھر قبضہ کیا بعض پر تو نہیں حانث ہوگا یہاں تک کہ قبضہ کرے تمام کو تھوڑا تھوڑا کر کے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ شرط کل کو قبضہ کرنا ہے لیکن تفریق کی صفت کے ساتھ، کیا نہیں دیکھتے ہیں کہ قرض کو اپنے قرض مضاف کیا ہے، اس لئے کل قرض کی طرف پھیرا جائے گا اس لئے کل قرض وصول کرتے وقت حانث ہوگا۔

(٢٤٨٠) فَإِنْ قَبَضَ دَيْنَهُ فِي وَزَنَيْنِ وَلَمْ يَتَشَاغَلْ بَيْنَهُمَا إِلَّا بِعَمَلِ الْوَزْنِ لَمْ يَحْنَثْ وَلَيْسَ ذٰلِكَ بِتَفْرِيْقٍ، ١ِ لِأَنَّهُ قَدْ يَتَعَذَّرُ قَبْضُ الْكُلِّ دَفْعَةً وَاحِدَةً عَادَةً فَيَصِيْرُ هٰذَا الْقَدْرُ مُسْتَثْنٰى عَنْهُ،

(٢٤٨١) وَمَنْ قَالَ إِنْ كَانَ لِي إِلَّامِائَةُ دِرْهَمٍ فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ فَلَمْ يَمْلِكْ إِلَّا خَمْسِيْنَ دِرْهَمًالَمْ يَحْنَثْ،

تشریح :قسم کھائی کہ تھوڑا تھوڑا کرکے قرض وصول نہیں کرے گا، پھر تھوڑے سے قرض پر قبضہ کیا تو ابھی حانث ہونے کا حکم نہیں لگائیں گے جب تک کہ سارے قرضوں کو تھوڑا تھوڑا کرکے وصول نہ کرے۔ جب سارے قرضوں کو تھوڑا تھوڑا ہی کر کے وصول کر لیا تب اس وقت حانث ہونے کا حکم لگائیں گے۔

وجہ: (١) قسم کھانے والے نے اپنے قرض کی طرف نسبت کی ہے اس لئے اس سے کل قرض مراد ہوگا، اور جب سب قرض تھوڑا تھوڑا ہی وصول کیا تب جا کر اس پر حانث ہونے کا حکم لگایا جائے گا، ابھی خاموش رہا جائے گا (٢) یہ ہوسکتا ہے کہ ابھی جو تھوڑا سا لیا ہے وہ مقروض کو واپس کر دے اور پھر تمام قرضوں کو بیک وقت واپس لے۔ اس لئے ابھی حانث ہونے کا فیصلہ نہیں کریں گے۔ ہاں باقی قرضوں کو تھوڑا تھوڑا ہی لیا تو تمام قرضوں کو تھوڑا تھوڑا لینے کے بعد حانث ہونے کا فیصلہ کریں گے۔

ترجمہ :(٢٤٨٠) اور اگر قبضہ کیا اپنے قرضے کو دو دفعہ وزن کرکے اور دونوں وزنوں کے درمیان نہیں مشغول ہوا مگر وزن ہی کے کام میں تو حانث نہیں ہوگا۔ اور یہ متفرق طور پر لینا نہیں ہے۔

ترجمہ :١ِ اس لئے کہ کبھی بیک وقت قبضہ کرنا عادۃ مشکل ہوتا ہے، اس لئے اس مقدار مستثنی ہوگا

تشریح :مثلا پانچ سو کیلو گیہوں تھا اب اس کو ایک دفعہ وزن نہیں کرسکتا، اتنا بڑا باٹ کہاں سے لائے گا اس لئے کئی دفعہ وزن کرکے گیہوں لیا اور وزن کرنے کے دوران کسی اور کام میں مشغول نہیں ہوا بلکہ وزن ہی کے کام میں مشغول رہا تو کئی دفعہ کے وزن کو متفرق طور پر وصول کرنا نہیں کہتے ہیں اور نہ اس سے حانث ہوگا۔

وجہ : کیونکہ یہ تو مجبوری ہے۔ اور محاورے میں اس کو متفرق طور پر وصول کرنا نہیں کہتے ہیں۔ محاورے میں اس وقت متفرق طور پر وصول کرنا کہیں گے جب ایک مرتبہ وزن کرکے تھاڑا سا لے لے پھر مجلس بدل جائے پھر دوسری مجلس میں تھوڑا سا وزن کرکے وصول کرے تب متفرق طور پر لینا شمار کریں گے۔

اصول: مجبوری میں ایک ہی مجلس میں دو مرتبہ وزن کرنا متفرق طور پر لینا نہیں ہے۔ یہ ایک ہی مرتبہ وصول کرنا ہے۔

ترجمہ :(٢٤٨١) کسی نے کہا کہ میرے پاس سو سے زیادہ ہو تو میری بیوی کو طلاق، اور اس کی ملکیت میں پچاس درہم تھے تو حانث نہیں ہوگا۔

ل لِأَنَّ الْمَقْصُوْدَمِنْهُ عُرْفًانَفْيُ مَازَادَعَلَى الْمِائَةِ،وَلِأَنَّ اسْتِثْنَاءَ الْمِائَةِ اسْتِثْنَاؤُهَابِجَمِيْعِ أَجْزَائِهَا،

(۲۴۸۲) وَكَذٰلِكَ لَوْ قَالَ غَيْرُ مِائَةٍ أَوْ سِوٰى مِائَةٍ، ل لِأَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ أَدَاةُ الْإِسْتِثْنَاءِ.

ترجمه: ل اس لئے کہ عرف میں اس کا مقصد یہ ہے کہ سو سے زیادہ نہ ہو اس لئے کہ سو کا استثناء اس کے نیچے تمام جز کا استثناء ہے۔

تشریح: کسی نے کہا کہ میرے پاس سو سے زیادہ ہو تو میری بیوی کو طلاق، اب اس کے پاس پچاس نکلے تو حانث نہیں ہوگا۔

وجه: اس لئے الامأ ۃ کا مطلب ہے کہ سو سے نیچے نیچے تو ہے البتہ سو سے زیادہ نہ ہو، اس لئے پچاس سو میں داخل ہے۔

ترجمه: (۲۴۸۲) اور اگر کہا سو کے علاوہ، یا سوائے سو کے تو بھی ایسے ہی ہے [یعنی اس کی بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوگی]

ترجمه: ل اس لئے کہ یہ سب بھی استثناء کے حروف ہیں۔

تشریح: غیر اور سواء بھی استثناء کے الفاظ ہیں اس لئے غیر اور سواء کے ذریعہ استثناء کیا تب بھی اس کا معنی ہوا سو سے زیادہ نہ ہو، اس لئے پچاس نکلا تو بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

﴿مَسَائِلُ مُتَفَرِّقَةٌ﴾

(۲۴۸۳)وَإِذَا حَلَفَ لَايَفْعَلُ كَذَا تَرَكَهُ أَبَدًا، لِ لِأَنَّهُ نَفْيُ الْعَامِ مُطْلَقًا فَعَمَّ الْإِمْتِنَاعُ ضَرُورَةَ عُمُومِ النَّفْيِ، (۲۴۸۴) وَإِنْ حَلَفَ لَيَفْعَلَنَّ كَذَا فَفَعَلَهُ مَرَّةً وَاحِدَةً بَرَّ فِي يَمِينِهِ، لِ لِأَنَّ الْمُلْتَزَمَ فِعْلٌ وَاحِدٌ غَيْرُ عَيْنٍ إِذِ الْمَقَامُ مَقَامُ الْإِثْبَاتِ فَيَبِرُّ بِأَيِّ فِعْلٍ فَعَلَهُ، وَإِنَّمَا يَحْنَثُ لِوُقُوعِ الْيَأْسِ عَنْهُ وَذٰلِكَ بِمَوْتِهِ أَوْ بِفَوَاتِ مَحَلِّ الْفِعْلِ،

﴿مسائل متفرقة﴾

ترجمہ:(۲۴۸۳)اگرقسم کھائی کہ ایسا نہیں کرے گا تو ہمیشہ چھوڑ دے۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ مطلقا کام کرنے کی نفی کی ہے اس لئے نفی کو عام کرنے کے لئے امتناع عام ہوجائے گا۔

تشریح:جب یہ قسم کھائی کہ یہ کام نہیں کرے گا تو اسکا مطلب یہ ہے کہ کبھی نہیں کرے گا اسلئے ہمیشہ کے لئے چھوڑ نا پڑے گا۔

وجہ: کیونکہ کوئی وقت متعین نہیں کیا تو ہمیشہ ہی ممنوع ہوگی۔ زندگی میں کبھی ایک مرتبہ بھی کرے گا تو حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ:(۲۴۸۴)اگرقسم کھائی کہ ایسا ضرور کرے گا پس اس کو ایک مرتبہ کردیا تو اپنی قسم میں بری ہوجائے گا۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ ایک فعل کرنا لازم کیا جو غیر متعین ہے اس لئے کہ اثبات کا مقام ہے تو کوئی ایک فعل کرنے سے بری ہوجائے گا۔

تشریح:قسم کھائی کہ اس کام کو ضرور کرے گا تو زندگی میں ایک مرتبہ کرلیا تو قسم پوری ہوگئی۔

وجہ :(۱) آیت میں ہے کہ ہر آدمی جہنم میں ضرور جائے گا چاہے دیکھنے کے لئے ہی سہی۔ آیت یہ ہے۔ وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا. (آیت ۷۱ سورہ مریم ۱۹) اس آیت میں ہے کہ ہر آدمی جہنم میں ضرور جائے گا۔(۲) اور حدیث میں ہے کہ جس کی تین اولا دمری ہو وہ تحلۃ القسم صرف اس قسم کو پوری کرنے کے لئے تھوڑی دیر جہنم میں جائے گا۔ جس سے معلوم ہوا کہ زندگی میں ایک مرتبہ وہ کام کرلے تو قسم پوری ہوجائے گی۔ عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال لایموت لاحد من المسلمین ثلاثة من الولد تمسه النار الا تحلة القسم (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی واقسموا باللہ جھد ایمانھم ص نمبر ۶۶۵۶) اس حدیث میں ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے آیت والی قسم پوری کرنے کے لئے جہنم میں داخل فرمائیں گے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ کرلی تو قسم پوری ہوگئی (۳) ایک لمبی حدیث کا ٹکڑے

(۲۴۸۵) وَإِذَا اسْتَحْلَفَ الْوَالِي رَجُلًا لَيُعْلِمَنَّهُ بِكُلِّ دَاعِرٍ دَخَلَ الْبَلَدَ فَهٰذَا عَلٰى حَالِ وِلَايَتِهِ خَاصَّةً ، ل لِأَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْهُ دَفْعُ شَرِّهِ أَوْ شَرُّ غَيْرِهِ بِزَجْرِهِ فَلَايُفِيْدُ فَائِدَتَهُ بَعْدَ زَوَالِ سَلْطَنَتِهِ، وَالزَّوَالُ بِالْمَوْتِ وَكَذَا بِالْعَزْلِ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ.

(۲۴۸۶) وَمَنْ حَلَفَ أَنْ يَهَبَ عَبْدَهُ لِفُلَانٍ فَوَهَبَهُ وَلَمْ يَقْبَلْ فَقَدْ بَرَّ فِيْ يَمِيْنِهِ،

میں ہے کہ میں جو خبر دیتا ہوں وہ کرتا ہوں اور کم از کم ایک مرتبہ کر کے قسم پوری کر لیتا ہوں۔ کنا عند ابی موسی ... انی واللہ ان شاء اللہ لا احلف علی یمین فاری غیرھا خیرا منھا الا اتیت الذی ھو خیر وتحللتھا (بخاری شریف، باب الکفارۃ قبل الحنث وبعدہ ،ص ۹۹۴ نمبر ۶۷۲۱ رمسلم شریف ، باب ندب من حلف یمینا فرای غیرھا خیرا منھا ،ص ۷۴۶ ،نمبر ۱۶۴۹/۴۲۶۵)اس حدیث میں ہے تحللتھا ،جس کا مطلب یہ ہے کہ کم از کم ایک مرتبہ کر کے قسم پوری کر لیتا ہوں۔

ترجمہ: ۲ اور جب کرنے سے مایوس ہو جائے اور یہ موت کے وقت ہوگا ، کیونکہ کرنے کا محل فوت ہو گیا۔

تشریح: موت کے وقت پتہ چلے گا کہ اس نے یہ کام نہیں کیا اس لئے موت کے وقت حانث ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۸۵) اگر والی نے کسی آدمی سے قسم لی کہ مجھے خبر دینا ہر اس شریر کی جو شہر میں داخل ہو تو یہ قسم خاص اس حاکم کی ولایت تک ہوگی۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ مقصود اس کی شرارت سے محفوظ رہنا ہے یا اس کے علاوہ کی شرارت سے محفوظ رہنا ہے، اس لئے اس کی سلطنت زائل ہونے کے بعد فائدہ نہیں ہے، اور موت سے سلطنت زائل ہوگی ، یا اس کو معزول کرنے سے سلطنت زائل ہو گی ظاہر روایت میں۔

تشریح: کسی شہر کے حاکم نے کسی آدمی سے قسم لی کہ جو بھی شریر شہر میں داخل ہو مجھے اس کی خبر کرو گے تو یہ خبر دینا حاکم کی ولایت تک محدود ہوگی۔ جب حاکم اپنے عہدے سے برخاست ہو جائے تو یہ حاکم اب عام آدمی ہو گیا۔ اب اس کو شریر کی اطلاع دینا ضروری نہیں ہے۔ اور اس کو اطلاع نہ دینے سے قسم کھانے والا حانث نہیں ہوگا۔

وجہ: یہاں حاکم کا قسم کھلوانا حاکمیت کی صفت کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ حاکم ہو تب ہی شریر کو سزا دے سکے گا یا اس کی شرارت سے محفوظ رہنے کا راستہ سوچ سکے گا اور حاکم نہ ہو تو شریر کو سزا نہیں دے سکے گا، اور نہ اس سے حفاظت کا راستہ سوچ سکے گا۔ اس لئے یہ قسم حاکمیت کی صفت کے ساتھ خاص ہوگی۔

لغت: داعر : شریر، فسادی۔

ترجمہ: (۲۴۸۶) کسی نے قسم کھائی کہ اپنے غلام کو فلاں کو ہبہ کرے گا، اب اس نے ہبہ تو کیا لیکن فلاں نے قبول نہیں کیا

۱؎ خِلَافًا لِزُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يُعْتَبِرُهُ بِالْبَيْعِ، لِأَنَّهُ تَمْلِيكٌ مِثْلُهُ، ۲؎ وَلَنَا أَنَّهُ عَقْدُ تَبَرُّعٍ فَيَتِمُّ بِالْمُتَبَرِّعِ، وَلِهٰذَا يُقَالُ وَهَبَ وَلَمْ يَقْبَلْ، وَلِأَنَّ الْمَقْصُودَ إِظْهَارُ السَّمَاحَةِ وَذٰلِكَ يَتِمُّ بِهِ، ۳؎ وَأَمَّا الْبَيْعُ فَمُعَاوَضَةٌ فَاقْتَضَى الْفِعْلَ مِنَ الْجَانِبَيْنِ،

(۲۴۸۷)وَمَنْ حَلَفَ لَايَشُمُّ رَيْحَانًا فَشَمَّ وَرْدًا أَوْ يَا سَمِينًا لَايَحْنَثُ ، ۱؎ لِأَنَّهُ اسْمٌ لِمَا لَا سَاقَ لَهُ وَلَهُمَاسَاقٌ،

تو یہ قسم میں بری ہو گیا۔

تشریح : ہبہ مکمل ہوتا ہے موہوب لہ کے قبول کرنے کے بعد، لیکن یہاں ہبہ کا معنی یہ ہے کہ واہب نے ہبہ کر دیا بس اسی سے قسم پوری ہو جائے گی، چاہے موہوب لہ اس کو قبول نہ کرے۔

ترجمہ:۱؎ خلاف امام زفرؒ کے اس لئے کہ وہ بیع پر قیاس کرتے ہیں اس لئے کہ ہبہ میں بیع کی طرح مالک بنانا ہے۔

تشریح :امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح بیع میں بائع اور مشتری دونوں کے قبول سے بائع بیع سے بری ہوتا ہے اسی طرح ہبہ میں موہوب لہ کے قبول سے ہبہ سے بری ہوگا، اس لئے موہوب لہ نے قبول نہیں کیا تو قسم کھانے والا حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ :۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ احسان کا عقد ہے اس لئے احسان کرنے والے کی جانب سے ہبہ ہو جائے اسی سے ہبہ پورا ہو جائے گا، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس نے ہبہ کیا لیکن سامنے والے نے قبول نہیں کیا، اور اس لئے کہ اس مقصود سخاوت کو ظاہر کرنا ہے اور یہ ہبہ ہی سے پورا ہو جاتا ہے۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ یہاں ہبہ کا مقصد احسان کرنا ہے اور وہ کر دیا اس لئے قسم کھانے والے کی جانب سے ہبہ پورا ہو گیا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ یہاں ہبہ کا مقصد سخاوت کا اظہار ہے اور وہ کر لیا اس لئے قسم پوری ہوگئی۔

ترجمہ:۳؎ بہر حال بیع تو اس میں معاوضہ ہے اس لئے دونوں جانب سے فعل کا تقاضہ کرتا ہے۔

تشریح : یہ امام زفرؒ کو جواب ہے، کہ ہبہ معاوضہ نہیں ہے، اور بیع معاوضہ ہے اس لئے وہاں دونوں جانب سے قبول کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، اور ہبہ میں موہوب لہ کی جانب سے قبول کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

ترجمہ:(۲۴۸۷) اگر قسم کھائی کہ ریحان نہیں سونگھے گا اور گلاب اور چنبیلی سونگھ لیا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ ریحان اس کو کہتے ہیں جس میں تنا نہ ہو، بلکہ لت ہو اور گلاب اور چنبیلی میں تنا ہوتا ہے اس لئے اس کے سونگھنے سے حانث نہیں ہوگا۔

تشریح: پھول کبھی لت، اور بیل والا ہوتا ہے اور کبھی اس کا درخت تنا دار ہوتا ہے، ریحان اس پھول کو کہتے ہیں جسکا درخت

(٢٤٨٨) وَلَوْ حَلَفَ لَايَشْتَرِيْ بِنَفْسَجًا وَلَانِيَّةَ لَهُ فَهُوَ عَلٰى دُهْنِهٖ لے اعْتِبَارًا لِلْعُرْفِ وَلِهٰذَا يُسَمّٰى بَائِعُهُ بَائِعَ النَّفْسَجِ، وَالشِّرَاءُ يَبْتَنِيْ عَلَيْهِ، وَقِيْلَ فِيْ عُرْفِنَا تَقَعُ عَلَى الْوَرَقِ (٢٤٨٩) وَإِنْ حَلَفَ عَلَى الْعَدَدِ فَالْيَمِيْنُ عَلَى الْوَرَقِ، لے لِأَنَّهُ حَقِيْقَةٌ فِيْهِ، وَالْعُرْفُ مُقَرِّرٌ لَهُ وَفِي الْبَنَفْسَجِ قَاضٍ عَلَيْهِ.

لت اور بیل والا ہوتا ہے تناوالانہیں ہوتا، اور گلاب اور چنبیلی کا درخت تناوالا ہوتا ہے اس لئے اس کو سونگھنے سے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (٢٤٨٨) اگر قسم کھائی کہ بنفشہ نہیں خریدے گا اور اس کی کوئی نیت نہیں تھی تو یہ قسم اس کے تیل پر ہوگا۔

ترجمہ: لے عرف کا اعتبار کرتے ہوئے، اسی لئے اس کے بیچنے والے کو بنفشہ کا بیچنے والا کہتے ہیں، اور خریدنے کا مدار بھی اسی پر ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ہمارے عرف میں اس کے پتے پر قسم ہوگی۔

تشریح: بنفشہ اس کے پتے کو بھی کہتے ہیں اور اس کے تیل کو بھی کہتے ہیں، لیکن ماتن کے عرف میں اس کے تیل کو کہتے ہیں اس لئے اس کے تیل خریدنے سے حانث ہوگا، اور شارح صاحب ہدایہ کے عرف میں اس کے پتے کو کہتے ہیں اس لئے اس کے پتے کو خریدنے سے حانث ہوگا۔

ترجمہ: (٢٤٨٩) اگر گلاب پر قسم کھائی تو اس سے گلاب کے پتے مراد ہوں گے۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ حقیقت گلاب کے پتے پر ہے، اور عرف اس کو ثابت کرتا ہے، اور بنفشہ کے بارے میں عرف ہی فیصلہ کن ہے۔

تشریح: اگر کسی نے قسم کھائی کہ ورد نہیں سونگھے گا تو اس کا مقصد گلاب کے پھول کی پتی ہے، حقیقت میں بھی پتی کو کہتے ہیں، اور عرف میں بھی اس کی پتی ہی کو ورد کہتے ہیں۔ جیسے بنفشہ کا اطلاق حقیقت میں اس کی پتی پر ہوتا ہے، اور عرف میں بھی اس کی پتی کو ہی بنفشہ، کہتے ہیں۔

﴿کِتَابُ الْحُدُوْدِ﴾

ا‎ قَالَ الْحَدُّ لُغَةً هُوَ الْمَنْعُ وَمِنْهُ الْحَدَّادُ لِلْبَوَّابِ، وَفِي الشَّرِيْعَةِ هُوَ الْعُقُوْبَةُ الْمُقَدَّرَةُ حَقًّا لِلّٰهِ تَعَالٰى حَتّٰى لَايُسَمّٰى الْقِصَاصُ حَدًّا، لِأَنَّهُ حَقُّ الْعَبْدِ، وَلَاالتَّعْزِيْرُ لِعَدَمِ التَّقْرِيْرِ، وَالْمَقْصَدُ الْأَصْلِيُّ مِنْ شَرْعِهِ الْاِنْزِجَارُ عَمَّا يَتَضَرَّرُ بِهِ الْعِبَادُ، وَالطَّهَارَةُ لَيْسَتْ أَصْلِيَّةٌ فِيْهِ بِدَلِيْلِ شَرْعِهِ فِيْ حَقِّ الْكَافِرِ.

﴿کتاب الحدود﴾

ترجمہ :ا‎ فرماتے ہیں کہ حد کا لغوی معنی روکنے کے ہیں، اسی لئے دربان کو حداد، کہتے ہیں، اور شریعت میں ایسی سزا جو اللہ کے حق کے لئے متعین ہو، چنانچہ قصاص کو حد نہیں کہتے اس لئے کہ وہ بندے کا حق ہے، اور تعزیر کو حد نہیں کہتے اس لئے کہ اس کی مقدار متعین نہیں ہے۔

اور حد کے مشروع کرنے کا اصلی مقصد یہ ہے کہ جس سے بندوں کو نقصان ہو اس سے روکا جائے۔ حد لگنے سے آدمی گناہ سے پاک ہو جائے یہ اس کا مقصد اصلی نہیں ہے، کیونکہ کافر پر بھی حد لگتی ہے۔

تشریح :اس عبارت میں دو باتیں بیان کر رہے ہیں۔[۱] حد کا لغوی معنی اور شرعی معنی، حد کا لغوی معنی روکنا ہے اسی لئے دربان کو حداد، کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کو دروازے کے اندر آنے سے روکتا ہے۔ اور شریعت میں۔ اللہ تعالی کی جانب سے جو متعین سزا ہے اس کو حد کہتے ہیں۔ قصاص کو حد اس لئے نہیں کہتے کہ وہ بندے کا حق ہے، بندہ اس کو معاف کر کے اس کے بدلے میں رقم بھی لے سکتا ہے، اسی طرح تعزیر کو حد نہیں کہا جاتا اس لئے کہ اس کی مقدار متعین نہیں ہے۔[۲] حد لگانے کا مقصد اصلی، جو لوگ گناہ کر کے انسانوں کو نقصان دیتے ہیں انکو سزا دیکر اس نقصان کرنے سے روکنا ہے۔ حد لگانے کا مقصد اصلی یہ نہیں ہے کہ اس کو پاک کیا جائے، یہ تو توبہ سے ہوگا، کیونکہ حد سرقہ وغیرہ کافروں پر بھی لگتی ہے، حالانکہ وہ گناہوں سے پاک نہیں ہوتے، اس سے معلوم ہوا کہ حد لگانے سے وہ گناہ سے پاک نہیں ہوگا، توبہ کرنے سے گناہوں سے پاک ہوگا۔

یہ باب حد زنا کا ہے اس لئے اس کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ خود چار مرتبہ زنا کرنے کا اقرار کرے یا چار آدمی گواہی دے کہ فلاں نے زنا کیا ہے۔

وجہ :(۱) ثبوت یہ ہے۔ الزانية والزانى فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة ولا تأخذكم بهما رأفة فى دين الله۔ (آیت ۲، سورۃ النور ۲۴) (۲) والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم

(۲۴۹۰) قَالَ الزِّنَاءُ يَثْبُتُ بِالْبَيِّنَةِ وَالْإِقْرَارِ، لِ وَالْمُرَادُ ثُبُوتُهُ عِنْدَ الْإِمَامِ، لِأَنَّ الْبَيِّنَةَ دَلِيْلٌ ظَاهِرٌ وَكَذَا الْإِقْرَارُ، لِأَنَّ الصِّدْقَ فِيْهِ مَرَجَّحٌ لَاسِيَّمَا فِيْمَا يَتَعَلَّقُ بِثُبُوْتِهٖ مَضَرَّةٌ وَمُعَرَّةٌ، وَالْوُصُوْلُ إِلَى الْعِلْمِ الْقَطْعِيِّ مُتَعَذَّرٌ فَيُكْتَفٰى بِالظَّاهِرِ.

(۲۴۹۱)قَالَ فَالْبَيِّنَةُ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَةٌ مِنَ الشُّهُوْدِ عَلٰى رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ بِالزِّنَا لِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ﴾ (سورة النساء: ١٥)، وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ﴾(سورة

ثمانين جلدة و لا تقبلوا لهم شهادة ابدا (آیت۴،سورۃ النور۲۴)اس آیت سے معلوم ہوا کہ ثبوت کے لئے چار گواہ چاہئے۔(۳)والتی یأتین الفاحشة من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعة منکم فان شھدوا فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفھن الموت او یجعل الله لھن سبیلا . (آیت۱۵سورۃ النساء۴)اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ زنا کے ثبوت کے لئے چار گواہ چاہئے۔ة

(۴)اوراس حدیث سےاس کا ثبوت ہے۔عن ابی ھریرۃ قال اتی رجل رسول الله ﷺ وھو فی المسجد فناداہ فقال یارسول الله انی زنیت فاعرض عنه حتی رددعلیه اربع مرات فلماشھدعلی نفسه اربع شھادات دعاہ النبی ﷺ فقال ابک جنون؟ قال لا! قال فھل احصنت؟ قال نعم! فقال النبی ﷺ اذھبوا به فارجموہ. (بخاری شریف، باب لا یرجم المجنون المجنونة، ص۱۰۰۶، نمبر۶۸۱۵ رمسلم شریف، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، ص۶۶، نمبر۱۶۹۲/۴۴۲۰)اس حدیث سے زنا اوراس کے احکام کا علم ہوا۔

ترجمہ:(۲۴۹۰)زنا ثابت ہوتا ہے گواہی سے اوراقرار سے۔

تشریح: زنا ثابت ہونے کے لئے دوطریقے ہیں[۱]ایک ہے کہ آدمی خود اقرار کرے کہ میں نے زنا کیا ہے تو اس سے زنا ثابت ہو جائے گا، یہ چار مرتبہ اقرار کرنے سے ثابت ہوگا[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ خود اقرار تو نہیں کرتا، لیکن چار گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے تو اس سے زنا ثابت ہو جائے گا۔

ترجمہ:لے گواہی اوراقرار کا مقصد یہ ہے کہ امام کے سامنے ثابت کیا جائے، اس لئے کہ گواہی ظاہری دلیل ہے، ایسے ہی اقرار میں سچائی راجح ہے، خاص طور پر جب اقرار کرنے میں خود کا نقصان ہو اور شرمندگی ہو[تو یہی سمجھا جائے گا کہ اقرار کرنے والے نے سچ ہی کہا ہوگا]اور قطعی علم تک پہنچنا مشکل ہے اس لئے ظاہر پر اکتفاء کیا جائے گا۔

ترجمہ:(۲۴۹۱)پس بینہ کی شکل یہ ہے کہ گواہی دیں چار گواہ مرد پر یا عورت پر زنا کی۔

ترجمہ:لے اللہ تعالی کا قول عورت پر گواہ دوتم میں سے چار آدمی، اور اللہ تعالی کا قول پھر اگر چار گواہ نہ لائے، اور حضورؐ کا قول

النور: ٤)،وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلَّذِي قَذَفَ امْرَأَتَهُ ائْتِ بِأَرْبَعَةٍ يَشْهَدُوْنَ عَلَى صِدْقِ مَقَالَتِكَ، ٢ وَلِأَنَّ فِي اشْتِرَاطِ الْأَرْبَعَةِ يَتَحَقَّقُ مَعْنَى السَّتْرِ وَهُوَ مَنْدُوْبٌ إِلَيْهِ وَالْإِشَاعَةُ ضِدُّهُ،

(٢٤٩٢) وَإِذَا شَهِدُوْا يَسْأَلُهُمُ الْإِمَامُ عَنِ الزِّنَاءِ مَاهُوَ وَكَيْفَ هُوَ وَأَيْنَ زَنٰى وَمَتٰى زَنٰى ، ١ لِأَنَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اسْتَفْسَرَ مَاعِزًا عَنِ الْكَيْفِيَّةِ وَعَنِ الْمُزْنِيَةِ،

جس نے اپنی بیوی کو تہمت لگائی کہ چار گواہ لاو جو تمہاری بات پر گواہی دیں۔

تشریح: چار گواہ کسی مرد یا عورت پر گواہی دیں کہ انہوں نے زنا کیا ہے تو زنا ثابت ہوگا۔

وجه :(۱) چار گواہی کی شرط اس آیت میں ہے۔ والتی یأتین الفاحشة من نسائکم فستشهدوا علیهن اربعة منکم فان شهدوا فامسکوهن فی البیوت (آیت ۱۵، سورۃ النساء ۴) اس آیت سے معلوم ہوا کہ چار گواہ چاہئے (۲) والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا (آیت ۴، سورۃ النور ۲۴) (۳) اس حدیث میں ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے۔ ان سعید بن عبادة قال یا رسول الله ﷺ ان وجدت مع امرأتی رجلا اامهله حتی اتی باربعة شهداء ؟ قال نعم (مسلم شریف، کتاب اللعان ص ۴۸۸ نمبر ۱۴۹۸/۳۷۶۲) اس آیت سے اور حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا ثابت کرنے کے لئے چار گواہ چاہئے۔

ترجمہ: ٢ ،اور اس لئے کہ چار گواہ کی شرط سے پردہ پوشی کا معنی متحقق ہوگا، جو مستحب ہے اور اس کو شائع کرنا اس کی ضد ہے۔

تشریح : چار گواہ کی شرط میں مجرم پر پردہ پوشی ہے، اور حدیث میں ہے کہ مجرم پر پردہ پوشی کرنا مستحب ہے، اور اس کو پھیلانا اس کے خلاف ہے۔

ترجمہ :(٢٤٩٢) جب گواہی دی تو امام گواہوں سے پوچھیں گے زنا کے بارے میں کہ زنا کیا ہے؟ کس طرح ہوتا ہے؟ زنا کہاں کیا ہے؟ کب کیا ہے؟ کس کے ساتھ کیا ہے؟

ترجمہ : ١ اس لئے نبی علیہ السلام نے حضرت ماعزؓ سے زنا کی کیفیت کے بارے میں پوچھا اور کس سے زنا کیا اس کے بارے میں پوچھا۔

تشریح : گواہ زنا کی گواہی دیدے تو امام گواہوں سے پوری تحقیق کریں گے تا کہ حقیقت ظاہر ہو جائے کہ واقعی زنا ہوا ہے یا نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے حد کو ساقط کی جائے۔ عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ادرئوا الحدود عن المسلمین مااستطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیله فان الامام ان یخطئ فی العفو خیر من ان یخطئ فی العقوبة، (ترمذی شریف، باب ماجاء فی درء الحدود، ص ۲۶۳، نمبر ۱۴۲۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

٢ وَلِأَنَّ الْإِحْتِيَاطَ فِيْ ذٰلِکَ وَاجِبٌ لِأَنَّهُ عَسَاهُ غَيْرُ الْفِعْلِ فِي الْفَرَجِ عَنَاهُ أَوْ زَنٰى فِيْ دَارِ الْحَرْبِ أَوْ فِي الْمُتَقَادِمِ مِنَ الزَّمَنِ أَوْ كَانَتْ لَهُ شُبْهَةٌ لَايَعْرِفُهُ هُوَ وَلَاالشُّهُوْدُ كَوَطْئِ جَارِيَةِ الْإِبْنِ فَيُسْتَقْصٰى فِيْ ذٰلِکَ احْتِيَاطًا لَا لِلدَّرْءِ.

جہاں تک ہو سکے حدود کو شبہ کی بنا پر ساقط کی جائے۔

وجه : حدیث میں ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ **انه سمع ابا هريرة يقول جاء الاسلمی الی نبی الله ﷺ فشهد علی نفسه انه اصاب امرأة حراما اربع مرات كل ذلک يعرض عنه النبی ﷺ فاقبل فی الخامسة فقال انكتها ؟قال نعم قال حتی غاب ذلک منک فی ذلک منها ؟ قال نعم قال كما يغيب المرود فی المكحلة والرشاء فی البئر؟ قال نعم قال هل تدری ما الزنا؟ قال نعم اتيت منها حراما ما يأتی الرجل من امرأته حلالا قال فما تريد بهذا القول ؟قال اريد ان تطهر نی فامر به فرجم** (ابوداؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک،ص ۲۶۰ ،نمبر ۴۴۲۸/ بخاری شریف، باب لا یرجم المجنون والمجنونۃ،ص ۱۰۰۶ ،نمبر ۶۸۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا کیا ہے گواہوں سے اور اقرار کرنے والے سے پوری طرح اس کی تحقیق کریں گے۔

ترجمه : ٢ اس لئے کہ زنا کے ثابت کرنے میں احتیاط واجب ہے، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ شرمگاہ میں زنا کے علاوہ کوئی اور چیز مراد لی ہو، یا دار الحرب میں زنا کیا ہو، یا پرانے زمانے میں زنا کیا ہو، یا زنا میں شبہ ہو جسکو کرنے والا، اور گواہ جانتا نہ ہو، جیسے بیٹے کی بیوی سے وطی کی ہو اس لئے حد ساقط کرنے کے لئے اس بارے میں تفتیش کی جائے۔

تشریح :زنا کی حد میں جان جائے گی اس لئے پوری تفتیش کرے، ممکن ہو کہ شرمگاہ میں داخل نہ کیا ہو بلکہ صرف تاک جھانک کیا ہو جسکو زنا کرنے والا اور گواہ زنا سمجھ رہا ہو، یا دار الحرب میں زنا کیا ہو، حالانکہ دار الحرب میں زنا سے حد نہیں لگتی، یا زنا بہت پرانے زمانے میں کیا ہو، یا مثلا بیٹے کی باندی سے وطی کی ہو جس سے حد نہیں لگتی، لیکن زنا کرنے والا یہ نہیں جانتا ہو، اس لئے حد ساقط کرنے کے ان تمام باتوں کی تحقیق کرنی ضروری ہے۔

وجه:(۱) کس کے ساتھ زنا کیا یہ بھی پوچھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **حدثنی يزيد بن نعيم بن هزال عن ابيه ... فقال النبی ﷺ انک قد قلتها اربع مرات فبمن ؟ قال بفلانة قال هل ضاجعتها ؟ قال نعم قال هل باشرتها؟ قال نعم قال هل**

جامعتها ؟ قال نعم قال فامر به ان يرجم. (ابوداؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک ص ۲۶۰ نمبر ۴۴۱۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ بھی پوچھے کہ کس سے زنا کیا (۲) اور زنا کی جگہ اس لئے پوچھے کہ اگر گواہوں کے درمیان جگہ کے بارے میں

(۲۴۹۳) فَإِذَا بَيَّنُوْا ذٰلِکَ وَقَالُوْا رَأَيْنَا وَطْيَهَا فِيْ فَرْجِهَا كَالْمِيْلِ فِي الْمَكْحَلَةِ وَسَالَ الْقَاضِيْ عَنْهُمْ فَعُدِّلُوْا فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ حَكَمَ بِشَهَادَتِهِمْ،

اختلاف ہو جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔اس قول تابعی میں ہے۔عن ابراهيم فى اربعة شهدوا على امرأة بالزنا ثم اختلفوا فى الموضع فقال بعضهم بالكوفة وقال بعضهم بالبصرة قال يدرأ عنهم جميعا (مصنف عبد الرزاق، باب شہادۃ اربعۃ علی امرأۃ بالزنا واختلافهم فی الموضع، ج سابع ص ۳۳۴ نمبر ۱۳۳۸۰) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ زنا کی جگہ میں اختلاف ہو جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔اس لئے جگہ کے بارے میں بھی گواہوں سے پوچھے۔

لغت: یستقصی: قصی سے مشتق ہے، تہ تک پہنچنا، تحقیق کرنا۔احتیال: حیلہ کرنا۔درء: دور کرنا، ساقط کرنا۔

ترجمہ: (۲۴۹۳) پس جب اس کو بیان کردے اور وہ کہے میں نے اس کو وطی کرتے دیکھا ہے اس کے فرج میں جیسے سلائی سرمہ دانی میں۔قاضی نے سوال کیا گواہوں کے بارے میں تو ان کو عادل بتایا خفیہ اور علانیہ تو فیصلہ کردے ان کی شہادت کے مطابق۔

تشریح: گواہ نے اشارہ کنایہ سے زنا کی گواہی دی تو مقبول نہیں ہے بلکہ پوری وضاحت سے کہنا ہوگا کہ جیسے سلائی سرمہ دانی میں ڈالی جاتی ہے ایسا میں نے کرتے ہوئے دیکھا تب زنا کا ثبوت ہوگا۔

وجہ: (۱) اوپر کی حدیث میں اسی طرح کے الفاظ ہیں۔كل ذلك يعرض عنه النبى ﷺ فاقبل فى الخامسة فقال انكتها ؟ قال نعم قال حتى غاب ذلك منك فى ذلك منها؟ قال نعم قال كما يغيب المرود فى المكحلة والرشاء فى البئر ؟ قال نعم (ابوداؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک، ص ۲۶۰، نمبر ۴۴۲۸) اس حدیث میں ہے کہ اس طرح بیان کریں کہ میں نے سلائی کو سرمہ دانی میں جس طرح ڈالتے ہیں اس طرح کرتے دیکھا ہے۔

گواہوں کی گواہی کے بعد قاضی خفیہ اور علانیہ طور پر گواہوں کی اخلاقی حالت کے بارے میں پوچھ تاچھ کرے۔ظاہری طور پر اور باطنی طور پر دونوں طرح لوگ ان کے صلاح اور تقوی کی گواہی دیں جس کو تعدیل کہتے ہیں تو قاضی ان کی گواہی پر زنا کا فیصلہ کردے۔

وجہ: (۱) تحقیق و تفتیش کی دلیل یہ آیت ہے۔يا ايها الذين آمنوا ان جائكم فاسق بنبأ فتبينوا ان تصيبوا قوما بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم نادمين. (آیت ۶، سورۃ الحجرات ۴۹) اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی خبر آئے تو اس کی تحقیق کرنی چاہئے۔اسی میں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ گواہی دینے والوں کی بھی تعدیل کرنی چاہئے (۲) حضورؐ حضرت ماعز اسلمی کے بارے میں ان کی قوم سے پوچھا تھا کہ یہ کیسے ہیں۔عن ابن عباسؓ ان ماعز بن مالك اتى النبى ﷺ فقال انه زنى فاعرض عنه فاعاد عليه مرارا فاعرض عنه فسأل قومه امجنون هو؟ قالوا ليس به بأس. (ابو

۱؎ وَلَمْ يَكْتَفِ ظَاهِرِ الْعَدَالَةِ فِي الْحُدُوْدِ احْتِيَالًا لِلدَّرْءِ، قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ادْرَؤُا الْحُدُوْدَ مَا اسْتَطَعْتُمْ، بِخِلَافِ سَائِرِ الْحقُوْقِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَتَعْدِيْلُ السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ نُبَيِّنُهُ فِي الشَّهَادَاتِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، ۲؎ قَالَ فِي الْأَصْلِ يَحْبِسُهُ حَتّٰى يَسْأَلَهُ عَنِ الشُّهُوْدِ لِلْاتِّهَامِ بِالْجِنَايَةِ وَقَدْ حَبَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلًا بِالتُّهْمَةِ، بِخِلَافِ الدُّيُوْنِ حَيْثُ لَايُحْبَسُ فِيْهَا قَبْلَ ظُهُوْرِ الْعَدَالَةِ

داؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک ص ٢٦٠ نمبر ٤٤٢١/مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی، ص ٦٦ نمبر ١٦٩٥/٤٤٣٢) اس حدیث میں حضورؐ نے حضرت ماعزؓ کی دماغی حالت کے بارے میں تعدیل کی ہے (٣) حضرت عمرؓ نے گواہوں کے بارے میں پوچھا ہے۔ **عن خرشة بن الحر قال ان شاهدين شهداعندعمر فقال لهما انی لا اعرفكما ولا يضر كما ان لا اعرفكما ائتيا بمن يعرفكما فاتاه رجل فقال بم تعرفها ؟ قال بالصلاح والامانة قال كنت جارا لهما ؟ قال لا! قال صحبتهما فی السفر الذی يسفر عن اخلاق الرجال؟ قال لا! قال فانت لاتعرفهما ائتيا بمن يعرفكما** (اعلاء السنن، نمبر ٤٩٦٦، باب السؤال عن الشهود، ج الخامس عشر، ص ١٧٣)

اس اثر سے معلوم ہوا کہ گواہوں کے بارے میں تحقیق کرے پھر صحیح معلوم ہو تو فیصلہ کرے۔

لغت : میل : سرمہ کی سلائی، مکحلۃ : کحل سے مشتق ہے سرمہ، مکحلۃ سرمہ رکھنے کی چیز، سرمہ دانی۔ عدلو : تعدیل کرنا، گواہوں کے بارے میں پوچھنا کہ یہ اچھے لوگ ہیں یا اچھے لوگ نہیں ہیں۔

ترجمہ :۱؎ حدود میں ظاہری عدالت پر اکتفاء نہیں کیا جائے گا، تاکہ حد کو ٹالا جا سکے، حضورؐ نے فرمایا کہ جتنا ہو سکے حد کو ساقط کرنے کی کوشش کرو، بخلاف دوسرے حقوق کے کہ وہاں ظاہری عدالت پر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اکتفاء کیا جائے گا۔ سری اور اعلانیہ کے تعدیل کی بحث ان شاء اللہ کتاب الشہادات میں ذکر کروں گا۔

تشریح : حدود میں گواہوں کے ظاہری تفتیش پر اکتفاء نہیں کیا جائے، تاکہ اس کو ساقط کیا جا سکے، حضورؐ نے فرمایا کہ جتنا ہو سکے حد کو ٹالا کرو، بخلاف اور حقوق میں صرف ظاہری عدالت پر اکتفاء کیا جائے گا۔

وجہ: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن عائشه قالت قال رسول الله ﷺ ادرئوا الحدود عن المسلمين مااسطعتم فان كان له مخرج فخلوا سبيله فان الامام يخطى فی العفو كير من ان يخطى فی العقوبة** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی درء الحدود، ص ٣٤٥، نمبر ١٤٢٤) اس حدیث میں ہے کہ جتنا ہو سکے حدود کو ٹالنے کی کوشش کرو۔

ترجمہ :۲؎ مبسوط میں یہ کہا کہ مجرم کو محبوس کر لے گا یہاں تک کہ گواہوں کے بارے میں پوچھ تاچ کرے، کیونکہ مجرم پر جرم کی تہمت ہے، اور حضورؐ نے تہمت کی وجہ سے ایک آدمی کو محبوس کی فرمایا تھا۔ بخلاف قرض کے اس لئے کہ عدالت کے ظاہر

وَسَيَأْتِيكَ الْفَرْقُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

(۲۴۹۴) قَالَ وَالْإِقْرَارُ أَنْ يُقِرَّ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ عَلٰى نَفْسِهِ بِالزِّنَاءِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فِي أَرْبَعَ مَجَالِسَ مِنْ مَجَالِسِ الْمُقِرِّ كُلَّمَا أَقَرَّ رَدَّهُ الْقَاضِي،

ہونے سے پہلے حبس نہیں کرے گا، اوران شاء اللہ فرق بیان کروں گا۔

تشریح: گواہوں نے گواہی تو جب تک اس کی خفیہ اور ظاہری تفتیش نہ کر لی جائے اس وقت مجرم کو محبوس کر لیا جائے گا، کیونکہ اس پر جرم کی تہمت ہے اور حضور نے تہمت کی بنیاد پر ایک آدمی کو حبس کیا تھا اور قرض کا معاملہ ہو تو عدالت ظاہر ہونے سے پہلے مجرم کو حبس نہیں کیا جائے گا۔

وجہ: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده ان النبی ﷺ حبس رجلا فی تهمة۔ (ابوداود شریف، باب فی الدین ھل یحبس بہ، ص ۵۲۱، نمبر ۳۶۳۰) اس حدیث میں ہے کہ تہمت کی بنیاد پر حضورؐ نے ایک آدمی کو حبس کیا۔

لغت: حبس: تہمت لگنے کی وجہ سے فیصلے سے پہلے کچھ دنوں تک قید کرنے کا نام حبس ہے، اور فیصلے کے بعد جو قید کیا جاتا ہے اس کو قید کرنا کہتے ہیں۔

ترجمہ: (۲۴۹۴) اور اقرار کی شکل یہ ہے کہ اقرار کرے بالغ عاقل آدمی اپنی ذات پر زنا کا چار مرتبہ چار مجلسوں میں اقرار کرنے والے کی مجلسوں میں۔ جب جب اقرار کرے قاضی اس کو رد کر دے۔

تشریح: اوپر چار گواہوں کے ذریعہ زنا کے ثبوت کا طریقہ تھا۔ اب یہ طریقہ بیان کیا جا رہا ہے کہ اقرار کرنے والا خود اپنی ذات پر زنا کا اقرار کر رہا ہے۔ تو اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ چار مرتبہ اقرار کرے اور ہر بار اقرار کرنے والے کی مجلس بدل جائے۔ یعنی چار مرتبہ چار الگ الگ مجلسوں میں اقرار کرے۔ اور قاضی ہر بار اس کے اقرار کو رد کر دے کہ شاید تم نے دیکھا ہوگا یا بھینچا ہوگا۔

وجہ: حدیث میں ہے کہ حضرت ماعزؓ نے چار مرتبہ اقرار کیا اور چار مجلسوں میں کیا۔ ان ابا هريرة قال اتى رسول الله ﷺ رجل من الناس وهو فى المسجد فناداه يا رسول الله! انى زنيت يريد نفسه فاعرض عنه النبى ﷺ فتنحى لشق وجهه الذى اعرض عنه فقال يا رسول الله! انى زنيت فاعرض عنه فجاء لشق وجه النبى ﷺ الذى اعرض عنه فلما شهد على نفسه اربع شهادات دعاه النبى ﷺ فقال ابک جنون؟ . (بخاری شریف، باب سوال الامام المقر ھل احصنت، ص ۱۰۰۸، نمبر ۶۸۲۵ / مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی، ص ٦٦، نمبر

۱؎ فَاشْتِرَاطُ الْبُلُوْغِ وَالْعَقْلِ، لِأَنَّ قَوْلَ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ أَوْ هُوَ غَيْرُ مُوْجِبٍ لِلْحَدِّ، ۲؎ وَاشْتِرَاطُ الْأَرْبَعِ مَذْهَبُنَا، وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُكْتَفٰى بِالْإِقْرَارِ مَرَّةً وَاحِدَةً اِعْتِبَارًا بِسَائِرِ الْحُقُوْقِ، وَهٰذَا لِأَنَّهُ مُظْهِرٌ وَتَكْرَارُ الْإِقْرَارِ لَايُفِيْدُ زِيَادَةَ الظُّهُوْرِ، بِخِلَافِ زِيَادَةِ الْعَدَدِ فِي الشَّهَادَةِ. ۳؎ وَلَنَا حَدِيْثُ مَاعِزٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَإِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَخَّرَ الْإِقَامَةَ إِلٰى أَنْ تَمَّ الْإِقْرَارُ مِنْهُ

۱۶۹۲/۱۶۹۵)اس حدیث میں چار مرتبہ چار جانب سے حضرت ماعز آئے جس کا مطلب یہ ہوا کہ چار مجلسوں میں چار مرتبہ اقرار کرے تب فیصلہ کریں گے (۲) یہ اقرار بھی گواہ کی طرح ہے۔اور اوپر آیت گزری کہ چار گواہ چاہئے۔اسی طرح زنا کے اقرار کے لئے بھی چار مرتبہ اقرار کرنا چاہئے۔اور ہر بار رد کرنے کی دلیل بھی حدیث میں گزر گئی۔ابوداؤد شریف کی حدیث میں یہ لفظ بھی ہے۔**عن ابن عباس قال جاء ماعز بن مالک الی النبی ﷺ فاعترف بالزنا مرتین فطردہ** ۔(ابوداؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک،ص ۲۶۰،نمبر ۴۴۲۶)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے دو مرتبہ حضرت ماعزؓ کو ہٹا دیا۔

ترجمہ:۱؎ بالغ اور عاقل ہونے کی شرط لگائی اس لئے کہ بچے اور مجنون کے قول کا اعتبار نہیں ہے،اور اس کا اقرار حد کا سبب نہیں ہے۔

ترجمہ:۲؎ چار مرتبہ اقرار کی شرط ہمارا مذہب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک حد لگانے کے لئے ایک مرتبہ اقرار کرنا کافی ہے تمام حقوق پر قیاس کرتے ہوئے،اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر کرنے والی چیز ہے اور اقرار کا تکرار ظاہر ہونے کی زیادتی کا فائدہ نہیں دیتا،بخلاف گواہی میں زیادت عدد کے۔

تشریح:امام شافعیؒ کے نزدیک ایک مرتبہ اقرار کرنے سے زنا ثابت ہو جائے گا۔

وجہ:(۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام حقوق پر اس کو قیاس کرتے،اور حقوق میں ایک مرتبہ اقرار کرنے سے ثابت ہوتا ہے اسی طرح زنا بھی ایک مرتبہ اقرار کرنے سے ثابت ہو جائے گا(۲)اقرار کرنا جرم کو ظاہر کرنا ہے،اور اقرار کو بار بار کرنے سے اظہار میں زیادتی نہیں ہوتی،اس لئے بار بار اقرار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ:حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے ایک مرتبہ زنا کا اقرار کیا تو اس کو رجم کیا گیا۔**عن ابی ھریرۃ وزید بن خالد قالا ... واعد یا انیس علی امرأۃ ھذا فان اعترفت فارجمھا فغدا علیھا فاعترفت فرجمھا** (بخاری شریف،باب الاعتراف بالزنا،ص ۱۰۰۸،نمبر ۶۸۲۷رمسلم شریف،باب من اعترف علی نفسہ الزنا،ص ۶۶،نمبر ۱۶۹۸)اس حدیث میں عورت نے ایک مرتبہ زنا کا اعتراف کیا تو رجم کی گئی۔جس سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ اعتراف کرنے سے بھی زنا کا ثبوت ہو جائے گا۔

ترجمہ:۳؎ ہماری دلیل حضرت ماعزؓ کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے حد قائم کرنے کو موخر کیا یہاں تک کہ چار مرتبہ چار مجلس

أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فِيْ أَرْبَعَ مَجَالِسَ فَلَوْ ظَهَرَ دُوْنَهَا لِمَا أَخَّرَهَا لِثُبُوْتِ الْوُجُوْبِ، ٤ وَلِأَنَّ الشَّهَادَةَ اخْتَصَّتْ فِيْهِ بِزِيَادَةِ الْعَدَدِ فَكَذَا الْإِقْرَارُ إِعْظَامًا لِأَمْرِ الزِّنَا وَتَحْقِيْقًا لِمَعْنَى السِّتْرِ، وَلَابُدَّ مِنْ اِخْتِلَافِ الْمَجَالِسِ لِمَا رَوَيْنَا. ٥ وَلِأَنَّ لِاتِّحَادِ الْمَجَالِسِ أَثَرًا فِيْ جَمْعِ الْمُتَفَرِّقَاتِ فَعِنْدَهُ يَتَحَقَّقُ شُبْهَةُ الْاِتِّحَادِ فِي الْإِقْرَارِ،

میں اقرار کیا، پس اگر اس سے کم میں حد ظاہر ہوتی تو وجوب کے ثبوت کے لئے مؤخر نہیں کرتے۔

وجہ: حضرت ماعز کی حدیث یہ ہے۔ عن سلمان بن بریدة عن ابیه قال جاء ماعز بن مالک الی النبی ﷺ فقال یا رسول الله !طهرنی فقال ویحک ارجع فاستغفر الله و تب الیه ، قال فرجع غیر بعید ثم جاء فقال یا رسول الله !طهرنی فقال النبی ﷺ ویحک ارجع فاستغفر الله و تب الیه قال فرجع غیر بعید ثم جاء فقال یا رسول الله ! طهرنی فقال النبی ﷺ مثل ذالک حتی اذا کان الرابعة فقال له رسول الله فیم اطهرک ۔ (مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، ص٧٥٢، نمبر ١٦٩٥/٤٤٣١) اس حدیث میں چار مرتبہ حضور نے رد کیا اور چاروں مرتبہ اس کی مجلس بدلی۔ (٢) اس حدیث میں بھی چار مرتبہ حضرت غامدیہ کو موخر کیا۔ قال فجائت الغامدیة فقالت یا رسول الله انی قد زنیت فطهرنی و انه ردها فلما کان الغد قالت یا رسول لم تردنی ؟ لعلک ان تردنی کما رددت ماعزا فو الله انی لحبلی قال اما لا فاذهبی حتی تلدی (مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، ص٧٥٢، نمبر ١٦٩٥/٤٤٣٢) اس حدیث میں چار مرتبہ حضور نے رد کیا اور دو مرتبہ اس کی مجلس بدلی۔

ترجمہ: ٤ اور اس لئے کہ گواہی میں زیادتی عدد خاص ہے، ایسے ہی زنا کے معاملے کو بڑا ابتلانے کے لئے اقرار میں چار مرتبہ ہونا چاہئے، اور پردہ پوشی کے معنی کو بھی ثابت کرنا ہے، اور ہر مرتبہ مجلس کا بدلنا بھی ضروری ہے، اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح: گواہی میں چار عدد خاص ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے اقرار میں بھی چار مرتبہ ہونا چاہئے تاکہ زنا کے معاملے کو بڑا ابتلایا جائے، اور حد ٹل جائے، اور اس میں پردہ پوشی بھی ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ ہر مرتبہ اقرار کی مجلس بدلے، جیسا کہ حضرت ماعز، اور حضرت غامدیہ کی حدیث میں ہے۔

ترجمہ: ٥ اور اس لئے کہ مجلس ایک ہو تو مختلف چیزوں کو جمع کرنا کا اثر ہوتا ہے، اسلئے کہ مجلس ایک ہو تو اقرار کے متحد ہونا کا شبہ ہے۔

تشریح: چار مرتبہ مجلس بدلنے کی یہ دلیل عقلی ہے۔ آیت سجدہ کئی مرتبہ ایک ہی مجلس میں پڑھے تو ایک ہی سجدہ لازم ہوتا ہے،

٦ۦ وَالْإِقْرَارُ قَائِمٌ بِالْمُقِرِّ فَيُعْتَبَرُ اخْتِلَافُ مَجْلِسِهِ دُوْنَ مَجْلِسِ الْقَاضِيْ فَالْإِخْتِلَافُ بِأَنْ يَرُدَّهُ الْقَاضِيْ كُلَّمَا أَقَرَّ فَيَذْهَبُ حَيْثُ لَايَرَاهُ ثُمَّ يَجِيْءُ فَيَقِرُّ، هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَام طَرَدَ مَاعِزًا فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ حَتّٰى تَوَارٰي بِحِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ.

(۲۴۹۵) قَالَ فَإِذَا تَمَّ إِقْرَارُهُ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ سَأَلَهُ عَنِ الزِّنَاءِ مَاهُوَ وَكَيْفَ هُوَ وَأَيْنَ زَنٰى وَبِمَنْ زَنٰى فَإِذَا بَيَّنَ ذٰلِكَ لَزِمَهُ الْحَدُّ ا ۦ لِتَمَامِ الْحُجَّةِ، وَمَعْنَى السُّوَالِ عَنْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ بَيَّنَّاهُ فِي الشَّهَادَةِ، وَلَمْ

اس سے معلوم ہوا کہ مجلس ایک ہو تو کئی مرتبہ اقرار کرنا بھی ممکن ہو کہ ایک اقرار شمار کیا جائے، اس لئے بھی مجلس بدلنا چاہئے۔

ترجمہ: ٦ۦ اور اقرار اقرار کرنے والے کے ساتھ قائم ہے اس لئے اقرار کرنے والے کی مجلس بدلنا لازم ہے قاضی کی مجلس بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ےۦ مجلس بدلنے کی صورت یہ ہے کہ جب جب وہ اقرار کرے قاضی مجرم کو رد کر دے، اور مجرم ایسی جگہ چلا جائے جہاں قاضی اس کو نہ دیکھ سکے، پھر آ کر اقرار کرے، امام ابو حنیفہؒ سے اسی طرح مروی ہے، اس لئے کہ حضورؐ نے حضرت ماعزؓ کو اسی طرح رد کیا تھا، اور ہر مرتبہ وہ مدینہ کی دیوار میں چھپ گئے تھے۔

تشریح : قاضی اقرار کرنے والے کو رد کر دے، اور اقرار کرنے والے قاضی سے اتنی دور چلے جائے کہ قاضی اس کو دیکھ نہ سکے، پھر وہاں سے آ کر دوبارہ اقرار کرے، اسی طرح مقر چار مرتبہ کرے، حضورؐ نے حضرت ماعز کو اسی طرح رد کیا تھا۔

وجہ: حضرت ماعز کی حدیث یہ ہے۔ عن سلمان بن بریدة عن ابیه قال جاء ماعز بن مالک الی النبی ﷺ فقال یا رسول الله !طهرنی فقال ویحک ارجع فاستغفر الله و تب الیه ، قال فرجع غیر بعید ثم جاء فقال یا رسول الله !طهرنی فقال النبی ﷺ ویحک ارجع فاستغفر الله و تب الیه قال فرجع غیر بعید ثم جاء فقال یا رسول الله ! طهرنی فقال النبی ﷺ مثل ذالک حتی اذا کان الرابعة فقال له رسول الله فیم اطهرک ۔ (مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، ص ۷۵۲، نمبر ۱۶۹۵/۴۴۳۱) اس حدیث میں ہے کہ حضرت ماعز کچھ دور چلے گئے۔

ترجمہ: (۲۴۹۵) پس جب اس کا اقرار چار مرتبہ پورا ہو جائے تو قاضی اس کو زنا کے بارے میں پوچھے کہ زنا کیا ہوتا ہے، وہ کیسے ہوتا ہے اور کہاں ہوا، کس کے ساتھ کیا۔ پس جب اس کو بیان کر دے تو اس کو حد لازم ہوگی۔

ترجمہ: اۦ اس لئے کہ حجت پوری ہوگئی، اور ان چیزوں کے بارے میں سوال کا معنی کو کتاب الشہادۃ میں بیان کر چکا ہوں۔

يَذْكُرِ السُّوَالَ فِيهِ عَنِ الزَّمَانِ وَذَكَرَهُ فِي الشَّهَادَةِ، لِأَنَّ تَقَادُمَ الْعَهْدِ يَمْنَعُ الشَّهَادَةَ دُوْنَ الْإِقْرَارِ، وَقِيْلَ لَوْ سَأَلَهُ جَازَ لِجَوَازِ أَنَّهُ زَنٰى فِي صَبَاهُ.

(۲۴۹۶) فَإِنْ رَجَعَ الْمُقِرُّ عَنْ إِقْرَارِهِ قَبْلَ إِقَامَةِ الْحَدِّ أَوْ فِي وَسَطِهِ قُبِلَ رُجُوعُهُ وَخُلِّيَ سَبِيْلُهُ،

تشریح:اقرار کرنے والا چار مرتبہ اقرار کرلے تو قاضی اقرار کرنے والے کو زنا کی حقیقت پوچھے۔ یہ بھی پوچھے کہ وہ کیسے ہوتا ہے؟ یہ بھی پوچھے کہ وہ کہاں ہوا، کیونکہ اس کے اختلاف سے حد ساقط ہو جائے گی۔ کس کے ساتھ کیا، کیونکہ ممکن ہے کہ اقرار کرنے والا یہ سمجھے کہ فلاں کے ساتھ زنا کرنے سے حد لازم ہوگی حالانکہ بیٹے کی باندی سے زنا کرے تو حد لازم نہیں ہوتی ہے۔ان ساری باتوں کا جواب صحیح صحیح دے دے تو قاضی زنا کا فیصلہ کرے گا۔

ترجمہ :۲ زمانے کے بارے میں سوال کرنے کا ذکر یہاں نہیں ہے، اس کو کتاب الشہادت میں ذکر کیا ہے اس لئے کہ گواہی میں زمانہ زیادہ ہو جائے تو حد نہیں لگے گی، اقرار میں ایسا نہیں ہے۔اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر زمانے کے بارے میں بھی پوچھ لے تو زیادہ بہتر ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ بچپنے میں زنا کیا ہو تو اس سے حد نہیں لگتی ہے۔

تشریح : گواہی دے کر حد ثابت کرے تو بہت پرانا کیس ہو تو اس میں حد نہیں لگتی ہے، لیکن اگر اقرار کیا ہو تو اس میں پرانا زمانہ بھی ہو جائے تب بھی حد لگتی ہے اس لئے یہاں متن میں زمانے کے بارے میں سوال کا ذکر نہیں ہے۔لیکن بعض حضرات نے فرمایا کہ زمانے کے بارے میں بھی قاضی پوچھ لے تو زیادہ بہتر ہے، کیونکہ بچپنے میں زنا کیا ہو تو اس سے حد نہیں لگے گی اس لئے زمانے کے بارے میں پوچھ لے تو بہتر ہے۔

لغت : تقادم العہد: زمانہ بہت گزر گیا ہو۔صباہ: بچپنے میں۔

ترجمہ:(۲۴۹۶) اگر اقرار کرنے والا اپنے اقرار سے رک جائے اس پر حد قائم ہونے سے پہلے یا اس کے درمیان تو اس کا رجوع کرنا قبول کیا جائے گا اور اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔

تشریح : چار مرتبہ اقرار کرنے کی وجہ سے زنا ثابت ہوا تھا۔حد قائم کرنے سے پہلے یا حد قائم ہونے کے درمیان اپنے اقرار سے رجوع کر جائے تو اس کا رجوع کرنا قبول کیا جائے گا اور اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔

وجہ :(۱) حدیث میں ہے۔فذکروا ذلک لرسول اللہ ﷺ انہ فرّحین وجد مس الحجارة ومس الموت فقال رسول اللہ ﷺ ھلا ترکتموہ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی درء الحد عن المعترف اذا رجع، ص۲۶۳، نمبر ۱۴۲۸)(۲) ابوداؤد شریف میں یہ بھی ہے۔ھلا ترکتموہ لعلہ ان یتوب فیتوب اللہ علیہ (ابوداؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک ص ۲۵۸، نمبر ۴۴۱۹) اس حدیث میں ہے کہ تم نے حضرت ماعز کو چھوڑ کیوں نہ دیا۔ اگر وہ توبہ کر لیتے اور

۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَهُوَ قَوْلُ ابْنُ أَبِي لَيْلٰى يُقِيْمُ عَلَيْهِ الْحَدَّ،لِأَنَّهُ وَجَبَ الْحَدُّ بِإِقْرَارِهِ فَلايَبْطُلُ بِرُجُوْعِهِ وَإِنْكَارِهِ كَمَاإِذَاوَجَبَ بِالشَّهَادَةِ وَصَارَ كَالْقِصَاصِ وَحَدِّ الْقَذْفِ. ۲؎ وَلَنَاأَنَّ الرُّجُوْعَ خَبَرٌ مُحْتَمَلٌ لِلصِّدْقِ كَالْإِقْرَارِ وَلَيْسَ أَحَدٌ يُكَذِّبُهُ فِيهِ فَيَتَحَقَّقُ الشُّبْهَةُ فِي الْإِقْرَارِ، ۳؎ بِخِلَافِ مَافِيْهِ حَقُّ الْعَبْدِ وَهُوَالْقِصَاصُ وَحَدُّ الْقَذْفِ لِوُجُوْدِمَنْ يُكَذِّبُهُ وَلاكَذٰلِكَ مَاهُوَ خَالِصُ حَقِّ الشَّرْعِ،

اقرار سے رجوع کر لیتے تو اللہ ان کی توبہ قبول کر لیتا۔اس سے معلوم ہوا کہ مقر رجوع کر لے تو حد ساقط ہو جائے گی (۳) قول صحابی میں ہے۔عن عبد اللہ بن شداد ان امرأۃ رفعت الی عمر اقرت بالزنا اربع مرات فقال ان رجعت لم نقم علیک فقالت لا یجتمع علی امران ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۲۷فی الرجل والمرأۃ یقران بالحد ثم ینکرانہ،ج خامس،ص۵۴۰،نمبر۲۸۸۲۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ اقرار کے بعد انکار کر دے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ:۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا اور یہی قول ابن ابی لیلیؒ کا ہے کہ اس پر حد قائم کی جائے گی اس لئے کہ اس کے اقرار کرنے کی وجہ سے حد قائم ہوئی ہے اس لئے اس کے رجوع کرنے سے اور انکار کرنے سے حد ساقط نہیں ہوگی، جیسے گواہی کی وجہ سے حد لازم ہوتی تو جس پر گواہی دی گئی ہے اس کے انکار کرنے سے حد ساقط نہیں ہوتی،اور یہ قصاص اور حد قذف کی طرح ہو گیا۔

تشریح:امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ اقرار کرنے کی وجہ سے حد ثابت ہوئی ہو تو اب اس کے انکار کرنے کی وجہ حد ساقط نہیں ہوگی۔

وجہ :(۱) جیسے گواہ کے ذریعہ حد ثابت ہوئی ہو اور اب مقر لہ اس کا انکار کرے تو حد ساقط نہیں ہوتی۔(۱) جیسے مجرم کے اقرار سے قصاص لازم ہوا ہو تو بعد میں انکار کرنے کی وجہ سے یہ ساقط نہیں ہوتا۔اسی طرح مجرم کے اقرار سے حد قذف لازم ہو گئی تو اب اس کے انکار کرنے سے حد قذف ساقط نہیں ہوگی۔

ترجمہ:۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ رجوع کرنا بھی ایک خبر ہے جس میں سچائی کا احتمال ہے، جیسے اقرار کرنا ایک خبر ہے جس میں جھوٹ کا بھی احتمال ہے،اور ایک خبر دوسرے کی تکذیب بھی نہیں کر رہی ہے اس لئے اقرار میں شبہ ہو گیا[اور شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے]

تشریح :ہماری دلیل یہ ہے کہ اقرار کرنا بھی ایک خبر ہے جس میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال ہے،اور اس سے رجوع کرنا یہ بھی خبر ہے جس میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال ہے،اور یہ خبر اقرار کے مقابل ہو گیا اس لئے اقرار میں شبہ ہو گیا اس لئے اس شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ :۳؎ بخلاف جس میں بندے کا حق ہو اور وہ قصاص اور حد قذف ہے،اس لئے کہ کہ یہاں بندے کی جانب سے جھٹلانے والا موجود ہے،اور جہاں خالص شرعی حق ہے وہاں جھٹلانے والا نہیں ہے۔

(٢٤٩٧) وَيُسْتَحَبُّ لِلْإِمَامِ أَنْ يُلَقِّنَ الْمُقِرَّ الرُّجُوْعَ فَيَقُوْلُ لَهُ لَعَلَّكَ لَمَسْتَ أَوْ قَبَّلْتَ لے لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَاعِزٍ لَعَلَّكَ لَمَسْتَهَا أَوْ قَبَّلْتَهَا، وَقَالَ فِي الْأَصْلِ وَيَنْبَغِي أَنْ يَقُوْلَ لَهُ الْإِمَامُ لَعَلَّكَ تَزَوَّجْتَهَا أَوْ وَطِئْتَهَا بِشُبْهَةٍ وَهٰذَا قَرِيْبٌ مِنَ الْأَوَّلِ فِي الْمَعْنٰى.

تشریح : قصاص اور حد قذف بندوں کا حق ہے اس لئے ایک مرتبہ ثابت ہونے کے بعد اگر اس سے رجوع کرے تو بندہ اس کی تکذیب کرے گا اس لئے اس کے ثابت ہونے کے بعد وہ ساقط نہیں ہوگا، اور زنا کی حد صرف شریعت کا حق ہے اس لئے اس سے رجوع کرے تو بندے کی جانب سے اس کا تکذیب کرنے والا نہیں ہے، اس لئے وہ ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ :(٢٤٩٧) امام کے لئے مستحب ہے کہ اقرار کرنے والے کو رجوع کی تلقین کرے اور اس سے کہے شاید تم نے چھویا ہوگا یا بوسہ لیا ہوگا۔

ترجمہ :لے حضرت ماعز کو حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ شاید تم نے اس کو چھویا ہوگا، شاید اس کو بوسہ دیا ہوگا، اور مبسوط میں ہے کہ مناسب ہے کہ امام یوں بھی کہے کہ شاید تم نے اس سے نکاح کیا ہوگا، یا اس سے شبہ میں وطی کی ہوگی، اور یہ جملہ معنی کے اعتبار سے پہلے کے قریب ہے

تشریح : جب حضرت ماعزؓ زنا کا اقرار کرنے تشریف لائے تو آپؐ نے رجوع کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا تھا شاید تم نے بوسہ لیا تھا، شاید تم نے بھینچا تھا، شاید تم نے صرف دیکھا تھا۔ صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباسؓ قال لما اتی ماعز ابن مالک النبی ﷺ قال له لعلک قبلت او غمزت او نظرت ؟قال لا یاسول الله !** (بخاری شریف، باب ھل یقول الامام للمقر لعلک لمست اوغمزت؟ ص ١٠٠٨، نمبر ٦٨٢٤ رابو داؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک، ص ٢٦٠، نمبر ٤٤٢٧) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کے لئے مستحب ہے کہ رجوع کی تلقین کرے۔

لغت: یلقن : تلقین کرے، رجوع کرنے کا اشارہ کرے۔ قبلت : بوسہ لیا ہے۔

﴿فَصْلٌ فِيْ كَيْفِيَةِ الْحَدِّ وَ إِقَامَتِهِ﴾

(۲۴۹۸)وَإِذَا وَجَبَ الْحَدُّ وَكَانَ الزَّانِيْ مُحْصِنًا رَجَمَهُ بِالْحِجَارَةِ حَتّٰى يَمُوْتَ ، لِـ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ''رَجَمَ مَاعِزًا وَقَدْ أُحْصِنَ''،وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ الْمَعْرُوْفِ وَزَنَا بَعْدَ الْإِحْصَانِ، وَعَلٰى هٰذَا إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، (۲۴۹۹) قَالَ وَيُخْرِجُهُ إِلٰى أَرْضٍ فِضَاءٍ وَيَبْتَدِئُ الشُّهُوْدُ بِرَجْمِهِ

﴿فصل فی کیفیۃ الحدود واقامتہ﴾

ترجمہ:(۲۴۹۸)اگر زنا کرنے والا محصن ہے تو اس کو پتھر سے رجم کریں گے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

ترجمہ :لـ اس لئے کہ حضورؐ نے ماعزؓ کو رجم کیا جبکہ وہ محصن تھے،اور مشہور حدیث میں ہے کہ اور زنا احصان کے بعد اس میں قتل کیا جائے گا،اور اسی پر صحابہ کا اجماع ہے

تشریح:آدمی(۱)عاقل ہو(۲)بالغ ہو(۳)شادی شدہ ہو(۴)آزاد ہو(۵)مسلمان ہو تو اس کو محصن کہتے ہیں۔پس اگر محصن آدمی زنا کرے تو اس کو سو کوڑے نہیں لگیں گے بلکہ پتھر سے مار مار کے ہلاک کر دیا جائے گا۔

وجہ :(۱)صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔حضرت ماعزؓ اور حضرت غامدیہ محصن تھے اس لئے ان کو پتھر مار کر ہلاک کیا۔حدیث میں ہے۔ان ابا هريرة قال اتى رسول الله رجل من الناس ... فقال احصنت ؟ قال نعم يا رسول الله ! قال اذهبوه فارجموه . (بخاری شریف،باب سوال الامام المقر هل احصنت ؟ص ۱۰۰۸ نمبر ۶۸۲۵ رمسلم شریف،باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ج ثانی،ص ۶۶ ،نمبر ۱۶۹۲/۴۴۲۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زانی محصن ہو تو رجم کیا جائے گا ورنہ تو زنا کے ثبوت کے بعد سو کوڑے لگیں گے۔(۲)دوسری حدیث یہ ہے۔ان عثمان بن عفان اشرف يوم الدار فقال انشدكم بالله اتعلمون ان رسول الله ﷺ قال لا يحل دم امرىء مسلم الا احدى ثلاث زنى بعد احصان او ارتداد بعد اسلام او قتل نفس بغير حق فقتل به ۔(ترمذی شریف،باب ماجاء لا یحل دم امریء مسلم الا باحدی ثلاث ،ص ۴۹۶،نمبر ۲۱۵۸)(۳)اجماع صحابہ کی روایت یہ ہے۔قال سفيان كذا حفظت الا و قد رجم رسول الله ﷺ و رجمنا بعده ۔(بخاری شریف،باب الاعتراف بالزنا،ص ۱۱۷۶،نمبر ۶۸۲۹ رمسلم شریف،باب رجم الثیب فی الزنا،ص ۴۹۷،نمبر ۱۶۹۱/۴۴۱۸) اس حدیث کے آخیر میں ہے کہ حضور میں رجم کیا اور بعد میں بھی ہم نے رجم کیا جس سے صحابہ کے اجماع کا پتہ چلتا ہے۔

ترجمہ:(۲۴۹۹)زنا کرنے والے کو میدان کی طرف نکالے اور پہلے گواہ رجم کرنا شروع کرے پھر امام پھر لوگ۔

ثُمَّ الْإِمَامُ ثُمَّ النَّاسُ، ۱؎ كَذَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَلِأَنَّ الشَّاهِدَ قَدْ يَتَجَاسَرُ عَلَى الْأَدَاءِ ثُمَّ يَسْتَعْظِمُ الْمُبَاشَرَةُ فَيَرْجِعُ فَكَانَ فِي بِدَايَتِهِ إِحْتِيَالٌ لِلدَّرْءِ، ۲؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَايُشْتَرَطُ بِدَايَتُهُ اعْتِبَارًا بِالْجَلْدِ،

ترجمه :۱؎ حضرت علیؓ سے ایسے ہی مروی ہے، اس لئے کہ گواہ کبھی گواہی ادا کرنے پر جرأت کرتا ہے، پھر پتھر مارنا اس کو عظیم معلوم ہوتا ہے، اس لئے رجوع کر جاتا ہے، اس لئے گواہ سے شروع کرنے میں حد ساقط کرنے کا حیلہ ہے۔

تشریح :اگر گواہ کی گواہی کی وجہ سے زنا کا ثبوت ہوا ہو تو پہلے گواہ پتھر مارنا شروع کرے۔ پھر امام پتھر مارے۔ پھر لوگ پتھر مار کر ہلاک کرے۔ اور اگر گواہ پتھر نہ مارے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ گواہی دینے میں خامی ہے اس لئے حد ساقط ہو جائے گی۔

وجه :(۱) میدان کی طرف لے جانے کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو پتھر مارنے میں آسانی ہو اور لوگوں کو خون نہ لگے (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **اخبرنی من سمع جابرا قال کنت فیمن رجمه فرجمناه بالمصلی فلما اذ لقته الحجارة جمز حتی ادرکناه بالحرة فرجمناه** . (بخاری شریف، باب سوال الامام المقر هل احصنت؟ ص ۱۰۰۸ نمبر ۶۸۲۶) اس حدیث میں ہے کہ حضرت ماعز کو عیدگاہ کی طرف لے گئے جو مدینے سے باہر تھی اور مقام حرہ میں پتھر مارا جس سے معلوم ہوا کہ میدان کی طرف لے جائے۔ (۲) پہلے گواہ پتھر مارے پھر امام مارے پھر لوگ مارے اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ **فقال لها علیؓ... یا ایها الناس ان اول الناس یرجم الزانی الامام اذا کان الاعتراف. واذا شهد اربعة شهداء علی الزنا اول الناس یرجم الشهود بشهادتهم علیه ثم الامام ثم الناس ثم رماها بحجر وکبر** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الرجم والاحصان، ج سابع، ص ۲۶۰، نمبر ۱۳۴۲۰ رسنن للبیہقی، باب من اعتبر حضور الامام والشهود وبداية الامام بالرجم الخ ج ثامن، ص ۳۸۳ نمبر ۱۶۹۶۲ رمصنف ابن ابی شیبة، باب فی من یبدء بالرجم، ج خامس، ص ۵۳۹ نمبر ۲۸۸۰۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ گواہی سے زنا ثابت ہوا ہو تو پہلے گواہ سنگسار کریں گے پھر امام پھر لوگ۔ اور زانی کے اعتراف سے ثابت ہوا ہو تو پہلے امام پھر لوگ (۲) ابوداؤد میں اس کا ذکر ہے۔ **حدثنا زکریا بن سلیم باسناده نحوه زاد ثم رماها بحصاة مثل الحمصة ثم قال ارموا واتقوا الوجه** (ابوداؤد شریف، باب فی المرأة التی امر النبی ﷺ برجمها من جهینة، ص ۲۶۱، نمبر ۴۴۴۴) اس حدیث میں ہے کہ حضور جو امام وقت تھے پہلے انہوں نے حضرت غامدیہ کو کنکری ماری پھر باقی لوگوں کو کنکری مارنے کا حکم دیا جس سے معلوم ہوا کہ اعتراف کی شکل میں پہلے امام کنکری مارے۔

ترجمه :۲؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ امام کا پہلے مارنا شرط نہیں ہے جیسے کوڑے میں پہلے مارنا شرط نہیں ہے۔

تشریح :امام شافعیؒ کے نزدیک زانی کو امام پہلے مارے اس کی شرط نہیں ہے، ہاں مارے تو اچھا ہے۔ جیسے کوڑے مارنے

۳؎ قُلْنَا كُلُّ أَحَدٍ لَايُحْسِنُ الْجَلْدَ فَرُبَمَا يَقَعُ مُهْلِكًا، وَالْإِهْلَاكُ غَيْرُ مُسْتَحَقٍّ وَلَاكَذٰلِكَ الرَّجْمُ، لِأَنَّهُ إِتْلَافٌ.

(۲۵۰۰) قَالَ فَإِنِ امْتَنَعَ الشُّهُوْدُ مِنَ الْإِبْتِدَاءِ سَقَطَ الْحَدُّ، ۱؎ لِأَنَّهُ دَلَالَةُ الرُّجُوْعِ، وَكَذَا إِذَا مَاتُوْا أَوْغَابُوْا فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لِفُوَاتِ الشَّرْطِ،

میں جلاد ہی مارتا ہے گواہ نہیں مارتا۔

وجــــــہ:(۱) حضرت ماعزؓ والی حدیث میں حضورؐ نے دوسروں کو مارنے کے لئے فرمایا خود امام نے نہیں مارا۔حدیث میں ہے۔قال نعم یا رسول اللہ !قال اذھبوا فارجموہ. (بخاری شریف،باب سوال الامام المقر ھل احصنت ؟،ص ۱۰۰۸ ،نمبر ۶۸۲۵ /مسلم شریف ،باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ص ٦٦ نمبر ۱۶۹۲/ ۴۴۲۰)اس حدیث میں حضورؐ نے رجم کی ابتدا نہیں کی اس کے باوجود رجم کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ گواہ کو مارنا ضروری نہیں ہے،البتہ مارے تو اچھا ہے(۲) خادمہ کے مسئلے میں بھی حضورؐ نے حضرت انس کو فرمایا کہ جاؤ عورت اعتراف کرے تو رجم کر دینا۔اور عورت نے اعتراف کیا تو رجم کر دیا جس میں حضورؐ شامل نہیں ہوئے۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔واغد یا انیس علی امرأۃ ھذا فان اعترفت فارجمھا فغدا علیھا فاعترف فرجمھا (بخاری شریف،باب الاعتراف بالزنا،ص ۱۰۰۸،نمبر ۶۸۲۷/مسلم شریف،من اعترف علی نفسہ بالزنی،ص ٦٦ ،نمبر ۱۶۹۸/ ۴۴۳۵)اس حدیث میں حضرت انسؓ نے رجم کیا اور خود حضورؐ نے پتھر مارنا شروع نہیں کیا۔جس سے معلوم ہوا کہ گواہ یا امام پہلے پتھر نہ مارے تو حد ساقط نہیں ہوگی۔

تــرجـمــہ :۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ ہر آدمی اچھی طرح کوڑا نہیں مار سکتا،ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مار کر ہلاک کر دے،حالانکہ ہلاک کرنے کا مستحق نہیں تھا،اور رجم میں تو ایسا نہیں ہے،وہاں تو ہلاک ہی کرنا ہے۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے،کہ کوڑے مارنے میں ہر آدمی اچھی طرح کوڑا نہیں مار سکتا اس لئے گواہ کوڑا نہیں مارے گا بلکہ جلاد ہی کوڑا مارے گا تا کہ آدمی ہلاک نہ ہو جائے،اور رجم میں ہلاک ہی کرنا ہے اس لئے گواہ بھی پہلے مار سکتا ہے۔

ترجمہ :(۲۵۰۰) پس اگر گواہ شروع کرنے سے رک جائیں تو حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ گواہ کا نہ مارنا رجوع کی دلیل ہے،ایسے ہی گواہ مر گئے ،یا غائب ہو گئے تو ظاہری روایت میں حد ساقط ہو جائے گی ،کیونکہ گواہ کے مارنے کی شرط فوت ہوگئی۔

تشــریــح: گواہ مجرم کو مارنے کی ابتداء نہ کرے تو حد ساقط ہو جائے گی،اسی طرح گواہ غائب ہو گئے یا مر گئے تو اب وہ پہلے نہیں مار سکتے تب بھی حد ساقط ہو جائے گی۔

(۲۵۰۱) وَإِنْ كَانَ مُقِرًّا ابْتَدَأَ الْإِمَامُ ثُمَّ النَّاسُ ۱؎ كَذَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَرَمٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْغَامِدِيَّةَ بِحَصَاةٍ مِثْلِ الْحِمَّصَةِ وَكَانَ قَدِ اعْتَرَفَتْ بِالزِّنَاءِ،

(۲۵۰۲) وَيُغَسَّلُ وَيُكَفَّنُ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ ۱؎ لِقَوْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَاعِزٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اصْنَعُوْا بِهٖ كَمَا تَصْنَعُوْنَ بِمَوْتَاكُمْ،

وجـــہ : گواہ کا نہ مارنا دلیل ہے کہ گواہی میں کچھ کمی ہے اس لئے گواہی میں شبہ پیدا ہو گیا اور شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے اس لئے اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ :(۲۵۰۱) پس اگر زنا کرنے والے نے اقرار کیا ہو تو امام شروع کرے پھر لوگ۔ ایسے ہی حضرت علی سے مروی ہے ،اور حضورؐ نے حضرت غامدیہ کو چنے جیسی کنکری ماری ،اور حال یہ تھا کہ اس نے زنا کا اعتراف کیا تھا۔

تشریح:زنا کرنے والے نے زنا کا اقرار کیا ہو اور اس کی وجہ سے زنا کا ثبوت ہوا ہو تو امام پہلے پتھر مارے پھر لوگ ماریں گے۔

وجہ :(۱) اوپر حدیث گزری کہ پہلے حضورؐ نے غامدیہ کو کنکری ماری پھر لوگوں کو مارنے کا حکم دیا۔ حدیث میں ہے۔ زاد ثم رماها بحصاة مثل الحمصة ثم قال ارموا واتقوا الوجه (ابوداؤد شریف۔ باب فی المرأۃ التی امر النبی ﷺ برجمھا من جہینۃ ص ۶۲۱ نمبر ۴۴۴۴) (۲) حضرت علی کا قول یہ ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ فقال لها عليؓ... يا ايها الناس ان اول الناس يرجم الزانی الامام اذا كان الاعتراف ۔(مصنف عبد الرزاق ،باب الرجم والاحصان، ج سابع ،ص ۲۶۰، نمبر ۱۳۴۲۰ ر سنن للبیہقی ،باب من اعتبر حضور الامام والشھود وبدایۃ الامام بالرجم الخ ج ثامن، ص ۳۸۳ نمبر ۱۶۹۶۲ ر مصنف ابن ابی شیبۃ، نمبر ۲۸۸۰۹) جس سے معلوم ہوا کہ پہلے امام پھر لوگ پتھر ماریں گے۔

ترجمہ:(۲۵۰۲) اور غسل دیا جائے گا اور کفن دیا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی۔

ترجمہ:۱؎ حضورؐ کے قول کی وجہ سے حضرت ماعزؓ کے لئے اپنے میت کے ساتھ جیسا کرتے ہوئے اس کے ساتھ بھی ایسا ہی کرو۔

تشـریح :زنا کے گناہ کی سزا پا چکا ہے تاہم وہ مومن ہو کر مرا ہے اس لئے عام مسلمانوں کی طرح اس کو غسل دیا جائے گا، کفن بھی دیا جائے گا اور اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی اور دفن بھی کیا جائے گا۔

وجہ:(۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن علقمة بن مرثد عن ابيه قال لما رجم ماعز قالوا يا رسول الله ما يصنع به قال اصنعوا به ما تصنعون بماتاكم من الغسل و الكفن و الحنوط و الصلاة عليه (مصنف ابن ابی شیبۃ ،باب فی المرجومۃ تغسل ام لا؟، ج ثانی ،ص ۴۵۹، نمبر ۱۱۰۱۴) (۲) حدیث میں ہے کہ غامدیہ اور حضرت ماعز پر نماز پڑھی گئی۔ ثم امر بها فصلى عليها و دفنت (مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی، ص ۶۶ نمبر ۱۶۹۵ ر ۴۴۳۲ ر

٢ۦ وَلِأَنَّهُ قُتِلَ بِحَقٍّ فَلَايَسْقُطُ الْغُسْلُ كَالْمَقْتُوْلِ قِصَاصًا،وَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْغَامِدِيَّةِ بَعْدَ مَارُجِمَتْ.

(٢٥٠٣) وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُحْصِنًا وَكَانَ حُرًّا فَحَدُّهُ مِائَةُ جَلْدَةٍ ١ۦ لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ (سورة النور: ٢) إِلَّا أَنَّهُ انْتَسَخَ فِيْ حَقِّ الْمُحْصِنِ فَبَقِيَ فِيْ حَقِّ غَيْرِهِ مَعْمُوْلًا بِهِ،

بخاری شریف، باب الرجم بالمصلی ص ١١٠٠ نمبر ٦٨٢٠ /ابوداؤد شریف، باب فی المرأۃ التی امر النبی ﷺ برجمها من جهينة ص ٢٦١ نمبر ٤٤٤٢) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رجم کے بعد اس پر نماز پڑھی جائے گی اور دفن کیا جائے گا۔ تو غسل اور کفن بھی دیئے جائیں گے۔ (٢) ابوداؤد شریف میں ایک جوان کے بارے میں یہ جملہ ہے۔ فاعناه علی غسله وتکفینه ودفنه و ماا دری قال و الصلاۃ علیه ام لا ؟ (ابوداؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک، ص ٦٢٤، نمبر ٤٤٣٥)

ترجمہ: ٢ۦ اور اس لئے کہ حق کے سلسلے میں قتل کیا گیا ہے اس لئے غسل ساقط نہیں ہوگا، جیسے قصاص میں قتل کیا گیا ہو تو غسل ساقط نہیں ہوتا ہے، اور حضرت غامدیہ پر اس کے رجم کے بعد حضورؐ نے نماز پڑھی تھی۔

تشریح: زانی پر بندے کا حق تھا اس لئے وہ قتل کیا گیا ہے اس لئے اس سے غسل ساقط نہیں ہوگا، تو جس طرح قصاص میں قتل کیا گیا ہو تو اس کو غسل دیا جاتا ہے اور نماز پڑھی جاتی ہے اسی طرح رجم کیا گیا ہو تو اس کو غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی، حضرت غامدیہ پر حضورؐ نے نماز پڑھی ہے جسکی حدیث اوپر گزر چکی۔

ترجمہ: (٢٥٠٣) محصن نہ ہو اور آزاد ہو اس کی حد سو کوڑے ہیں۔

ترجمہ: ١ۦ اللہ تعالی کا قول، زانی عورت اور زانی مرد کو سو کوڑے مارو، لیکن محسن کے بارے میں منسوخ ہوگئی، اور غیر محصن کے بارے میں ابھی بھی آیت پر عمل ہے۔

وجہ (١) آیت میں ہے۔ الزانية والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة (آیت ٢ سورۃ النور ٢٤) اس آیت میں زانی مرد اور زانیہ عورت کو سو کوڑے مارنے کا حکم ہے۔ لیکن حدیث کی بنا پر محصن اس سے الگ ہو گیا۔ اس لئے غیر محصن کو سو کوڑے ہی لگیں گے (١) حدیث میں ہے کہ غیر محصن کو سو کوڑے لگیں گے۔ عن زید بن خالد الجهنی قال سمعت النبی ﷺ یأمر فیمن زنی ولم یحصن جلد مائة وتغریب عام. (بخاری شریف، باب البکر ان یجلد ان وینفیان، ص ١٠١٠، نمبر ٦٨٣١ /مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، ص ٦٦، نمبر ١٦٩٨/ ٤٤٣٥) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محصن نہ ہو تو سو کوڑے لگیں گے۔

(۲۵۰۴) يَأْمُرُ الْإِمَامُ بِضَرْبِهِ بِسَوْطٍ لاثَمَرَةَ لَهُ ضَرْبًا مُتَوَسِّطًا ، ا﴿ لِأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يُقِيْمَ الْحَدَّ كَسَرَ ثَمْرَتَهُ، وَالْمُتَوَسِّطُ بَيْنَ الْمُبَرِّحِ وَغَيْرِ الْمُؤْلِمِ لِإِفْضَاءِ الْأَوَّلِ إِلَى الْهِلَاكِ وَخَلُّو الثَّانِيْ عَنِ الْمَقْصُوْدِ وَهُوَ الْاِنْزِجَارُ

(۲۵۰۵) وَيَنْزَعُ عَنْهُ ثِيَابُهُ ، ا﴿ مَعْنَاهُ دُوْنَ الْإِزَارِ، لِأَنَّ عَلِيًّارَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَأْمُرُ بِالتَّجْرِيْدِ فِي الْحُدُوْدِ،وَلِأَنَّ التَّجْرِيْدَ أَبْلَغُ فِيْ إِيْصَالِ الْأَلَمِ إِلَيْهِ،وَهٰذَاالْحَدُّ مَبْنَاهُ عَلَى الشِّدَّةِ فِي الضَّرْبِ،وَفِيْ نَزْعِ الْإِزَارِ كَشْفُ الْعَوْرَةِ فَلْيَتَوَقَّا،

ترجمہ:(۲۵۰۴)امام حکم دے گا مارنے کا ایسے کوڑے سے جس میں گرہ نہ ہو متوسط مار۔

ترجمہ:ا﴿ اس لئے کہ حضرت علیؓ نے جب حد قائم کرنے کا ارادہ کیا تو کوڑے کے گرہ کو توڑ دیا،اور متوسط کوڑا یہ ہے کہ زیادہ شدید بھی نہ ہو، اور بہت نرم بھی نہ ہو، اس لئے کہ پہلے سے ہلاک ہو سکتا ہے اور دوسرے سے مقصود حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ سزا کا مقصد ہے آئندہ پرہیز کرنا۔

وجہ:(۱)سمعت انس بن مالک يقول كان يومر بالسوط فتقطع ثمرته ثم يدق بين حجرين حتى يلين ثم يضرب به فقلت لانس فى زمان من كان هذا ؟ قال فى زمان عمر بن الخطاب ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی السوط من یامر به ان یدق، ج خامس،ص ۵۲۵،نمبر ۲۸۶۷۴)اس قول صحابی میں ہے کہ کوڑے کو نرم کر دیا جائے گا پھر مارا جائے گا۔(۲)عن زيد بن اسلم ان النبى ﷺ اتى برجل قد اصاب حدا فاتى بسوط جديد شديد فقال دون هذا فأتى بسوط منكسر منتشر فقال فوق هذا فاتى بسوط قد ركب يعنى قد لين فقال هذا ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی السوط من یامر به ان یدق، ج خامس،ص ۵۲۵،نمبر ۲۸۶۷۶/مصنف عبد الرزاق، باب ھل ضرب النبی بالسوط، ج سابع،ص ۲۹۵،نمبر ۱۳۵۸۵) اس حدیث میں ہے کہ درمیانی کوڑے کو استعمال کرے۔(۳) ایک روایت میں ہے کہ کوڑے کا اگلا حصہ پتھر سے چور کر دے۔ثم يدق بين حجرين حتى يلين (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۰،فی السوط من یأ مر به ان یدق ج خامس ص ۵۲۵ نمبر ۲۸۶۷۴)

ترجمہ:(۲۵۰۵) کپڑے اس کے بدن سے اتروا دے۔

ترجمہ:ا﴿ کوڑا مارنے کا مقصد گناہ سے روکنا ہے[اس کپڑا ہٹا دیا جائے گا]اور اس لئے کہ حضرت علیؓ حد میں جب کوڑا مارنے کا حکم دیتے تو کپڑا نکالنے کا حکم دیتے،اور اس لئے کہ کپڑا کھولنے میں تکلیف زیادہ ہوگی،اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حد کا مدار مار میں شدت پر ہے،اور ازار کے کھولنے میں ستر عورت کو کھولنا ہے اس لئے ستر عورت کھولنے سے بچا جائے۔

(۲۵۰۶) وَيُفَرَّقُ الضَّرْبُ عَلٰى أَعْضَائِهِ ،(لِأَنَّ الْجَمْعَ فِيْ عُضْوٍ وَاحِدٍ قَدْ يُفْضِيْ إِلَى التَّلَفِ، وَالْحَدُّ زَاجِرٌ لَامُتْلِفٌ) قَالَ إِلَّا رَأْسَهُ وَوَجْهَهُ وَفَرْجَهُ ا؎ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلَّذِيْ أَمَرَهُ بِضَرْبِ الْحَدِّ اِتَّقِ الْوَجْهَ وَالْمَذَاكِيْرَ، وَلِأَنَّ الْفَرْجَ مَقْتَلٌ وَالرَّأْسَ مَجْمَعُ الْحَوَاسِ وَكَذَا الْوَجْهَ وَهُوَ مَجْمَعُ الْمَحَاسِنِ أَيْضًا فَلَايُؤْمَنُ فَوَاتُ شَيْءٍ مِنْهَا بِالضَّرْبِ وَذٰلِكَ إِهْلَاكٌ مَعْنًى فَلَايُشْرَعُ حَدًّا،

تشریح:اگر مرد ہے تو ستر پر کپڑا رکھے باقی کپڑوں کو اتروا کر کوڑا مارے۔ستر نہ کھولے کیونکہ ستر کھولنا حرام ہے۔

وجہ:(۱) کپڑا اس لئے اتارے کہ مناسب مار لگے۔خاص طور پر موٹا کپڑا اتروالے(۲) قول تابعی میں ہے۔عن قتادة قال يجلد القاذف والشارب وعليهما ثيابهما وينزع عن الزاني ثيابه حتى يكون في ازاره . (مصنف عبد الرزاق ، باب وضع الرداء ، ج سابع ،ص ۲۹۹ ،نمبر ۱۳۵۹۸ ؍مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۸ فی الزانیۃ والزانی تخلع عنهما ثیابهما او یضربان فیھا ج خامس ص ۴۹۲ نمبر ۲۸۳۲۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مرد کے جسم سے زائد کپڑے اتروا لئے جائیں گے۔(۲)قال و رأيت الهمداني وضع أرديتهما حين جلدهما ۔(مصنف عبدالرزاق، باب ھل ضرب النبی بالسوط، ج سابع ،ص ۲۹۵ ،نمبر ۱۳۵۸۵)اس حدیث میں ہے کہ کوڑا مارتے وقت چادر نیچے رکھ دی جائے۔

البتہ عورت کے کپڑے نہیں اتارے جائیں گے کیونکہ اس کا پورا جسم ستر ہے۔

وجہ:(۱)غامدیہ کی حدیث میں ہے۔فامر بها النبي ﷺ فشكت عليها ثيابها ثم امر بها فرجمت . (ابوداؤد شریف، باب فی المرأۃ التی امر النبی ﷺ برجمها من جهينة ،ص ۲۶۱ نمبر ۴۴۴۰)اس حدیث میں ہے کہ عورت پر پورا کپڑا باندھا پھر رجم کی گئی(۲)عن معمر قال بلغني ان المرأة تضرب قاعدة عليها ثيابها في الحد (مصنف عبدالرزاق، باب ضرب المرأۃ ج سابع ،ص ۳۰۰ ،نمبر ۱۳۶۰۴ ؍مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۸ فی الزانیۃ والزانی تخلع عنهما ثیابهما او یضربان فیھا ص ۴۹۲ نمبر ۲۸۳۱۸)اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ عورت پر کپڑا باندھ کر حد لگائے۔

ترجمہ :(۲۵۰۶)اور متفرق کئے جائے ضرب اس کے اعضاء پر سوائے[اس لئے کہ ایک ہی عضو پر مارے سے کبھی ہلاکت تک پہنچائے گا،اور حد روکنے کے لئے ہلاک کرنے کے لئے نہیں ہے]اس کے سر اور چہرہ اور شرمگاہ کے۔

ترجمہ :ا؎ اس لئے کہ جو حد مار رہا تھا اس کو حضور نے فرمایا تھا کہ چہرہ اور شرمگاہ پر نہیں مارنا،اور اس لئے بھی کہ شرمگاہ پر مارنے سے آدمی مرجائے گا،اور تمام حواس سر میں ہے،ایسے ہی چہرہ محاسن کا مجموعہ ہے،اس پر مارنے سے ان میں سے کوئی چیز مجروح ہوسکتی ہے،اور یہ معنوی اعتبار سے ہلاک کرنا ہے اس لئے ان پر حد لگانا مشروع نہیں ہوگا۔

تشریح :جسم کے ایک حصے پر تمام ضربیں نہ ماریں بلکہ الگ الگ عضو پر مارے،البتہ سر، چہرہ اور شرم گاہ پر نہ مارے۔

۲؎ وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُضْرَبُ الرَّأْسُ أَيْضًا رَجَعَ إِلَيْهِ وَإِنَّمَا يُضْرَبُ سَوْطًا لِقَوْلِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِضْرِبُوا الرَّأْسَ فَإِنَّ فِيْهِ شَيْطَانًا .قُلْنَا تَأْوِيْلُهُ أَنَّهُ قَالَ ذٰلِكَ فِيْمَنْ أُبِيْحَ قَتْلُهُ، وَيُقَالُ إِنَّهُ وَرَدَ فِيْ حَرْبِيٍّ كَانَ مِنْ دُعَاةِ الْكَفَرَةِ وَالْإِهْلَاكُ فِيْهِ مُسْتَحَقٌّ،

وجہ:(۱)مرد کی شرمگاہ پر مارے گا تو غالب گمان ہے کہ آدمی مرجائے گا، کیونکہ وہ جگہ بہت نازک ہوتی ہے، سرمیں حواس خمسہ ہوتے، ناک، کان، آنکھ، دماغ، اور منہ ہوتے ہیں اس لئے سر پر مارے گا تو ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی عضو مجروح ہو جائے اس لئے سر پر بھی نہ مارے، چہرہ حسن کی جگہ ہے اس لئے چہرہ پر مارنے سے حسن ختم ہوجائے گا اس لئے چہرہ پر بھی نہ مارے(۲)**عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال اذا ضرب احدكم فليتق الوجه** ۔(ابوداود شریف، باب فی ضرب الوجہ فی الحد، ص۶۳۳، نمبر ۴۴۹۰)اس حدیث میں ہے کہ چہرے کو نہیں مارنا چاہئے(۳)**عن جابر قال نهى رسل الله عن الضرب فى الوجه و عن الوسم فى الوجه** ۔(مسلم شریف، باب نہی عن ضرب الحیوان فی وجہہ ووسمہ فیہ، ص ۹۴۶، نمبر ۲۱۱۶/۵۵۵۰) اس حدیث میں بھی ہے کہ چہرہ پر نہ مارے(۴) قول صحابی میں ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔**قال اتى عليا رجل فى حد فقال اضرب واعط كل عضو حقه واجتنب وجهه ومذاكيره** (مصنف عبد الرزاق، باب ضرب الحدود وهل ضرب النبی ﷺ بالسوط؟ ج سابع، ص۲۹۶، نمبر ۱۳۵۸۷)اس اثر سے معلوم ہوا کہ مختلف اعضاء پر کوڑا مارے، البتہ چہرہ، شرمگاہ اور سر پر نہ مارے کیونکہ یہ نازک اعضاء ہیں۔

ترجمہ:۲؎ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ سر پر بھی مارا جائے گا، بعد میں اسی طرف رجوع کیا ہے، ایک کوڑ سر پر مارا جائے گا، حضرت ابو بکرؓ کے قول کی وجہ سے، کہ اس کے سر پر بھی مارو کیونکہ اس کے سر میں شیطان ہے۔

ہم اس کی تاویل یہ پیش کرتے ہیں، یہ اس آدمی کے لئے جسکو قتل کرنا بھی مباح ہوگیا تھا، حضرت ابو بکر یہ جملہ ایک حربی کے بارے میں تھا جو کفر کا داعی تھا، اور اس کو ہلاک کرنے کا مستحق تھا۔

تشریح:امام ابو یوسفؒ پہلے فرمایا کرتے تھے کہ سر پر نہ مارے، بعد میں اس سے رجوع کر گئے اور کہنے لگے کہ سر پر بھی ایک دو کوڑے لگائے، انکی دلیل حضرت ابو بکر صدیقؓ کا قول ہے جس میں فرمایا کہ سر پر بھی ایک کوڑے لگاو، کیونکہ اس کے سر میں شیطان ہے۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس آدمی کا قتل کرنا مباح تھا اس لئے سر پر بھی ایک دو کوڑے مارنے کا حکم دیا، ورنہ سب آدمی کو سر پر مارنے کا حکم نہیں ہے۔

وجہ:حضرت ابو بکرؓ کا قول یہ ہے۔آدمی نے باپ سے نسب ختم کیا تھا تو اس کی وجہ سے اس کے سر پر کوڑا مروایا۔**عن القاسم ان ابا بكر أتى برجل انتفى من ابيه فقال ابو بكر اضرب الرأس فان الشيطان فى الرأس.** (

(۲۵۰۷)وَيُضْرَبُ فِي الْحُدُوْدِ كُلِّهَا قَائِمًا غَيْرَ مَمْدُوْدٍ ۱؎ لِقَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُضْرَبُ الرِّجَالُ فِي الْحُدُوْدِ قِيَامًا وَالنِّسَاءُ قُعُوْدًا، ۲؎ وَلِأَنَّ مَبْنَى إِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَى التَّشْهِيْرِ، وَالْقِيَامُ أَبْلَغُ فِيْهِ، ۳؎ ثُمَّ قَوْلُهُ غَيْرُ مَمْدُوْدٍ فَقَدْ قِيْلَ الْمَدُّ أَنْ يُلْقٰى عَلَى الْأَرْضِ وَيُمَدُّ كَمَا يُفْعَلُ فِيْ زَمَانِنَا، وَقِيْلَ أَنَّ يَمُدَّ السَّوْطُ فَيَرْفَعُهُ الضَّارِبُ فَوْقَ رَأْسِهٖ، وَقِيْلَ أَنْ يَمُدَّهُ بَعْدَ الضَّرْبِ وَذٰلِكَ كُلُّهُ لَايُفْعَلُ، لِأَنَّهُ زِيَادَةٌ عَلَى الْمُسْتَحَقِّ.

مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب الرأس یضرب فی العقوبہ، ج سادس،ص ۵ ۔نمبر۲۹۰۲۴)اس قول صحابی میں ہے کہ سر میں بھی ایک دو کوڑے لگائے تا کہ دماغ ٹھنڈا ہو جائے۔ (۲)عن سلیمان بن یسار ان رجلا یقال له صبیغ دم المدینة فجعل یسأل عن متشابه القرآن فارسل الیه عمر و قد اعد له عراجین النخل فقال من انت؟ قال انا عبد الله صبیغ فاخذ عمر عرجونا من تلک العراجین فضربه و قال انا عبد الله عمر فجعل له ضربا حتی دمی رأسه فقال یا امیر المومنین حسبک قد ذهب الذی کنت اجد فی رأسی ۔(مسند دارمی، ۱۹،باب من هاب الفتیا وکرہ التنطع والتبدع، ج اول،ص ٦٦، نمبر۱۴۴)اس عمل صحابی میں ہے کہ علاج کے طور پر سر پر مارا۔

ترجمہ:(۲۵۰۷) تمام حدود میں مرد کو کھڑا کر کے حد لگائی جائے گی، لیٹا کر کے نہیں۔

ترجمہ:۱؎ حضرت علیؓ کے قول کی وجہ سے مرد کو کھڑا کر کے حد لگائی جائے گی، اور عورت کو بٹھا کر۔

وجہ:(۱)عن علی قال تضرب المرأة جالسة و الرجل قائما فی الحد ۔(مصنف عبد الرزاق، باب ضرب المرأة، ج سابع ،ص۳۰۰، نمبر۱۳۶۰۲)اس قول صحابی میں ہے کہ عورت کو بٹھا کر اور مرد کو کھڑا کر کے حد لگائی جائے۔(۲)عن ابن مسعود قال لا یحل فی هذه الامة التجرید ، و لا مد ، و لا غل ، و لا صفد (مصنف عبد الرزاق، باب وضع الرداء، ج سابع ،ص ۲۹۸، نمبر۱۳۵۹۲) اس قول صحابی میں ہے کہ لٹا کر حد نہ لگائی جائے۔

ترجمہ:۲؎ اور اس لئے کہ حد قائم کرنے کا مدار تشہیر کرنے پر ہے، اور کھڑا کر کے حد لگانے میں زیادہ تشہیر ہوگی۔

تشریح: حد اس لئے لگاتے ہیں تا کہ لوگوں کو سزا کی معلومات ہو جس کی بنا پر گناہ کرنے سے بچ جائیں، اور کھڑا کر کے حد لگانے میں اس کی تشہیر زیادہ ہے اس لئے مرد کو کھڑا کر کے حد لگائی جائے۔

ترجمہ:۳؎ متن میں یہ قول ,غیر ممدود، کا ترجمہ بعض لوگوں نے یہ کیا کہ زمین پر آدمی کو نہیں لٹایا جائے گا، جیسا ہمارے زمانے میں زمین پر لٹاتے ہیں، اور بعض لوگوں نے اسکا ترجمہ کیا ہے مارنے والا کوڑے کو سر سے اونچا اٹھائے۔ اور بعض لوگوں نے اسکا ترجمہ کیا ہے کہ مارنے کے بعد کوڑے کو بدن پر کھینچے، لیکن یہ سب نہ کرے، اسلئے کہ کوڑے کے مستحق کو زیادہ تکلیف ہوگی۔

(۲۵۰۸) وَإِنْ كَانَ عَبْدًا جَلَدَهُ خَمْسِيْنَ جَلْدَةً ١ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ﴾ (سورة النساء: ٢٥)، نَزَلَتْ فِي الْإِمَاءِ، ٢ وَلِأَنَّ الرِّقَّ مُنَقِّصٌ لِلنِّعْمَةِ فَيَكُوْنُ مُنَقِّصًا لِلْعُقُوْبَةِ، لِأَنَّ الْجِنَايَةَ عِنْدَ تَوَافُرِ النِّعَمِ أَفْحَشُ فَيَكُوْنُ أَدْعٰى إِلَى التَّغْلِيْظِ.

(۲۵۰۹) وَالرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ فِي ذٰلِكَ سَوَاءٌ، ١ لِأَنَّ النُّصُوْصَ تَشْمَلُهَا،

تشریح: متن میں غیر ممدود کا تین ترجمہ کیا ہے [۱] مد کا معنی زمین پر لٹانا، یعنی مجرم کو زمین پر لٹا کر کوڑے نہ مارے جائیں [۲] مد کا معنی کوڑے کو سر تک اٹھا کر زور سے مارنا۔ [۳] مد کا معنی کھینچنا، یعنی جسم پر کوڑا لگنے کے بعد اس کو جسم پر کھینچنا، تاکہ زیادہ تکلیف ہو، یہ سب صورتیں نہ کرے اس لئے کہ ان میں مجرم کو زیادہ تکلیف ہوگی۔

ترجمہ: (۲۵۰۸) اگر غلام ہو تو اس کو پچاس کوڑے مارے۔

ترجمہ: ١ اللہ تعالی کا قول، کہ باندیوں پر آزاد عورتوں کی بنسبت آدھی سزا ہے، یہ باندیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تشریح: آزاد زنا کرے تو اس کو سو کوڑے لگتے ہیں اور غلام یا باندی زنا کرے تو اس کا آدھا ہوگا یعنی پچاس کوڑے لگیں گے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے۔ **فان اتین بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب** (آیت ۲۵، سورۃ النساء۴) اس آیت سے معلوم ہوا کہ غلام باندی پر آزاد سے آدھی سزا ہے (۲) قول صحابی میں ہے۔ **امرنی عمر بن الخطابؓ فی فتية من قريش فجلدنا ولائد من ولائد الامارة خمسين خمسين فی الزنا**۔ (سنن للبیہقی ۳۴ باب ماجاء فی حد المما لک ج خامس ص ۴۹۷ نمبر ۱۷۰۸۹ مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۸ فی الامۃ والعبد یزنیان ج خامس ص ۴۲۲، نمبر ۲۸۳۷۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ باندی اور غلام کو زنا میں پچاس کوڑے لگیں گے۔ یہ آزاد کی حد زنا سو کوڑے کا آدھا ہے۔

ترجمہ: ٢ اور اس لئے کہ باندی پر نعمت آدھی ہوتی ہے اس لئے سزا بھی کم ہوگی، اس لئے کہ نعمت کی زیادتی کے باوجود جنایت کرے تو یہ جنایت خطرناک ہے جو سخت سزا کے متقاضی ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔ آزاد پر نعمت زیادہ ہے اس لئے اس پر سو کوڑے ہوں گے، اور غلام باندی پر نعمت کم ہے اس لئے اس پر سزا بھی اس سے آدھی ہوگی، کیونکہ نعمت کی زیادتی کے باوجود گناہ کیا تو یہ گناہ سخت ہے اس لئے اس کی سزا بھی سخت ہوگی۔

لغت: منقصا: نقص کرنے والا، کم کرنے والا۔ توافر: وفر سے مشتق ہے، زیادہ ہونا، بھرمار ہونا۔ افحش: فحش سے مشتق ہے، زیادہ ہونا، سخت ہونا۔

ترجمہ: (۲۵۰۹) غلام اور باندی اس بارے میں برابر ہیں۔

ترجمہ: ١ اسلئے کہ آیت دونوں کو شامل ہے۔

(۲۵۱۰) غَیْرَ أَنَّ الْمَرْأَةَ لَایُنْزَعُ مِنْ ثِیَابِهَا إِلَّا الْفَرْءَ وَالْحَشْوَ ﴿١﴾ ،لِأَنَّ فِيْ تَجْرِیْدِهَا کَشْفُ الْعَوْرَةِ. وَالْفَرْءُ وَالْحَشْوُ یَمْنَعَانِ وُصُوْلَ الْأَلَمِ إِلَی الْمَضْرُوْبِ، وَالسَّتْرُ حَاصِلٌ بِدُوْنِهِمَا فَیُنْزَعَانِ،(۲۵۱۱) وَتُضْرَبُ جَالِسَةً ﴿١﴾ لِمَا رَوَیْنَا، وَلِأَنَّهُ أَسْتَرُلَهَا.

تشریح: غلام اور باندی دونوں کی سزا آدھی آدھی ہوگی، کیونکہ اوپر کی آیت میں دونوں کو شامل ہے۔

ترجمہ:(۲۵۱۰) یہ اور بات ہے کہ عورت سے کپڑا اتارا نہیں جائے گا۔سوائے پوستین کے اور جس میں روئی وغیرہ بھرائی گئی ہو۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ عورت کے کپڑے اتارنے میں ستر عورت کھلے گا،اور پوستین اور روئی کی بھرائی کپڑے سے مضروب کو مار نہیں لگے گی،اور ستر تو پوستین کے علاوہ سے بھی ہو جائے گا،اس لئے پوستین،اور روئی سے بھرائی والا کپڑا اتار دئے جائیں گے۔

تشریح: ایسا کپڑا جو ستر ڈھانکتا ہوا ایسا کپڑا عورت پر رکھا جائے گا تا کہ اس کا ستر نہ کھلے،اور چمڑے کا کپڑا جسکو پوستین کہتے ہیں،اور ایسا کپڑا جس میں گدے کی طرح روئی بھری ہوئی ہو اس کو اتار دئے جائیں گے، کیونکہ بدن پر اس کے رہنے سے مار نہیں لگے گی۔

وجہ:(۱) غامدیہ کی حدیث میں ہے۔فامر بها النبی ﷺ فشکت علیها ثیابها ثم امر بها فرجمت . (ابوداؤد شریف، باب فی المرأة التی امر النبی ﷺ برجمها من جهینة ،ص ۲۶۱ نمبر ۴۴۴۰) اس حدیث میں ہے کہ عورت پر پورا کپڑا باندھا پھر رجم کی گئی (۲) عن معمر قال بلغنی ان المرأة تضرب قاعدة علیها ثیابها فی الحد (مصنف عبدالرزاق، باب ضرب المرأة ج سابع ،ص ۳۰۰ ،نمبر ۱۳۶۰۴ رمصنف ابن ابی شیبة ۳۸ فی الزانیة والزانی تخلع عنهما ثیابهما اویضر بان فیها ص ۴۹۲ نمبر ۲۸۳۱۸) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ عورت پر کپڑا باندھ کر حد لگائے۔(۳) سألت المغیرة بن شعبة عن القاذف اتنزع عنه ثیابه ؟ قال لا تنزع عنه الا ان یکون فروا او حشوا ۔(مصنف عبدالرزاق، باب وضع الرداء، ج سابع ،ص ۲۹۹ ،نمبر ۱۳۵۹۶) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ پوستین اور روئی کی بھرائی والا کپڑا بدن پر نہ ہو۔

لغت: فرو: چمڑے کا کپڑا، پوستین۔حشو: روئی سے بھرا گدا۔

ترجمہ:(۲۵۱۱) عورت کو بٹھا کر کے حد لگائی جائے گی۔

ترجمہ: ١ اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے روایت کی،اور اس لئے بھی کہ اس میں زیادہ ستر ہے۔

وجہ: صاحب ہدایہ کی روایت یہ ہے وجہ:(۱) عن علی قال تضرب المرأة جالسة و الرجل قائما فی الحد ۔(مصنف عبدالرزاق ، باب ضرب المرأة ، ج سابع ،ص ۳۰۰ ،نمبر ۱۳۶۰۲) اس قول صحابی میں ہے کہ عورت کو بٹھا کر اور مرد کو کھڑا کر کے حد لگائی جائے۔

(۲۵۱۲) قَالَ وَإِنْ حُفِرَ لَهَا فِي الرَّجْمِ جَازَ ، ۱؎ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَفَرَ لِلْغَامِدِيَّةِ إِلٰى ثَنْدُوَتِهَا،وَحَفَرَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الشَّرَاحَةَ الْهَمْدَانِيَةَ،وَإِنْ تَرَكَ لَايَضُرُّهُ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَأْمُرْ بِذٰلِكَ وَهِيَ مَسْتُوْرَةٌ بِثِيَابِهَا،وَالْحَفْرُأَحْسَنُ لِأَنَّهُ أَسْتَرُ،وَيُحْفَرُ إِلَى الصَّدْرِ لِمَا رَوَيْنَا،

(۲۵۱۳) وَلَايُحْفَرُ لِلرَّجُلِ، ۱؎ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَاحَفَرَ لِمَاعِزٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَلِأَنَّ مَبْنَى الْإِقَامَةِ

ترجمه:(۲۵۱۲)اوراگرعورت کے لئے رجم میں گڑھا کھودےتو جائز ہے۔

ترجمه:۱؎ اس لئے کہ حضورؐ نے حضرت غامدیہ کے لئے سینے تک گڑھا کھودوایا تھا،اور حضرت علیؓ نے حضرت شراحہ ہمدانیہ کے لئے گڑھا کھودوایا۔

تشریح:چونکہ رجم کرکے ماردینا ہےاس لئے عورت کا ستر نہ کھلےاس لئے گڑھا کھودےاوررجم کرےتو بہتر ہے۔

وجه:(۱) حدیث میں ہے کہ حضرت غامدیہ کورجم کرتے وقت سینے تک گڑھا کھودا ہے۔قال فجاء ت الغامدية فقالت ... ثم امر بها فحفر لها الى صدرها و امر الناس فرجموها (مسلم شریف،باب من اعترف علی نفسہ بالزنی،ص۶۶ ،نمبر۱۶۹۵/۴۴۳۲/ابوداؤد شریف، باب فی امرأة التی امر النبی ﷺ برجمها من جهينة ص ۲۶۱،نمبر۴۴۴۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کورجم کرتے وقت سینے تک گڑھا کھودا جائے تو بہتر ہے۔(۲) صاحب ہدایہ کاعمل صحابی یہ ہے۔ حدثنا عامر قال كان لشراحة زوج غائب بالشام .....فجلدها يوم الخميس مأة و رجمها يوم الجمعة و حفر لها الى السرة و انا شاهد۔(مسند احمد بن حنبل،مسند علی بن طالب، ج اول،ص۱۹۴،نمبر۹۸۱)اس عمل صحابی میں ہے کہ شراحہ کے لئے ناف تک گڑھا کھودا تھا۔

لغت:حفر: گڑھا کھودنا۔ثدی: سینہ، پستان۔

ترجمه:۲؎ اوراگرگڑھا کھودوانا چھوڑ دیاتو بھی کوئی حرج نہیں ہے،اس لئے کہ حضورؐ نے اس کاحکم نہیں دیا تھا،اورعورت تو کپڑے میں چھپی ہوئی ہے،البتہ گڑھا کھودنا احسن ہے، کیونکہ اس میں زیادہ ستر ہے،اور سینے تک گڑھا کھودے،اس حدیث کی بناپر جوہم نے ذکرکیا۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمه:(۲۵۱۳)اورمرد کے لئے گڑھا نہ کھودے۔

ترجمه:۱؎ کیونکہ حضرت ماعز کے لئے حضورؐ نے گڑھا نہیں کھودا،اس لئے کہ مرد میں اس کی بنیاد تشہیر پر ہے،اورآدمی کا ہاتھ باندھنااور مجرم کو پکڑے رہنا مشروع نہیں ہے۔

عَلَى التَّشْهِيرِ فِي الرِّجَالِ، وَالرَّبْطُ وَالْإِمْسَاكُ غَيْرُ مَشْرُوْعٍ.

(۲۵۱۴) وَلَا يُقِيمُ الْمَوْلٰى الْحَدَّ عَلٰى عَبْدِهِ إِلَّا بِإِذْنِ الْإِمَامِ ۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَهُ أَنْ يُقِيمَهُ، لِأَنَّ لَهُ وِلَايَةً مُطْلَقَةً عَلَيْهِ كَالْإِمَامِ بَلْ أَوْلٰى يَمْلِكُ مِنَ التَّصَرُّفِ فِيْهِ مَالَا يَمْلِكُهُ الْإِمَامُ فَصَارَ كَالتَّعْزِيْرِ،

تشریح: مرد کے لئے تشہیر بہتر ہے، ۱؎ اور گڑھا نہ کھودنے میں تشہیر ہے، اس لئے مرد کو رجم کرتے وقت گڑھا نہ کھودے۔

اسی لئے حضرت ماعزؓ کے لئے گڑھا نہیں کھودا تھا۔

وجه: ہاتھ نہ باندھا جائے، اس کے لئے یہ قول صحابی ہے۔ فقال علی اجرب و دع یدیه یتقی بهما۔ (مصنف عبد الرزاق، باب ھل ضرب النبی ﷺ بالسوط، ج سابع، ص ۲۹۶، نمبر ۱۳۵۸۸) اس قول صحابی میں ہے کہ ہاتھ کو روکنے کیلئے چھوڑ دو، جس سے معلوم ہوا کہ مجرم کو باندھا نہیں جائے گا، اور نہ اس کو پکڑا جائے گا۔

ترجمه: (۲۵۱۴) آقا اپنے غلام اور باندی پر حد قائم نہ کرے مگر امام کی اجازت سے۔

تشریح: غلام یا باندی نے زنا کیا تو آقا خود اس پر حد قائم نہیں کر سکتا۔ ہاں! امام سے رابطہ کرے وہ فیصلہ کرنے کے بعد آقا کو حد جاری کرنے کا حکم دے تو وہ حد جاری کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔

وجه: (۱) ہر آدمی حد جاری کرے گا تو زیادتی کر سکتا ہے اس لئے امام سوچ بچار کر حد جاری کرے گا (۲) قول تابعی میں ہے، جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ عن الحسن قال اربع الی السلطان الصلوة والزکوة والحدود والقضاء۔ (مصنف ابن ابی شیبة ۴۸ من قال تدفع الزکوة الی السلطان ج ثانی ص ۳۸۵ نمبر ۱۰۱۸۹/۲۸۴۲۹) (۳) اور سنن بیہقی میں ہے۔ حدثنا ابی الزناد عن ابیه عن الفقهاء الذین ینتهی الی قولهم من اهل المدینة کانوا یقولون لا ینبغی لا حد ان یقیم شیئا من الحدود دون السلطان (سنن للبیہقی ۳۶ باب حد الرجل امته اذا زنت، ج ثامن، ص ۴۲۸ نمبر ۱۷۱۱۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ قاضی حد قائم کرے۔

ترجمه: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ آقا کو حق ہے کہ وہ غلام پر حد قائم کرے، اس لئے کہ آقا کو غلام پر ولایت مطلقہ ہے جیسے امام کو ہے، بلکہ اقا کو امام سے زیادہ ولایت ہے، اس لئے کہ غلام میں بیچنے وغیرہ کا ایسا حق رکھتا ہے جس کا حق امام نہیں رکھتا، اس لئے حد تعزیر کی طرح ہوگئی۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آقا اپنے غلام اور اپنی باندی پر حد قائم کر سکتا ہے، کیونکہ آقا کو امام سے زیدہ ولایت ہے، کیونکہ آقا غلام کو بیچ سکتا ہے، جبکہ امام دوسرے کے غلام کو بیچ نہیں سکتا۔

۲ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَرْبَعٌ إِلَى الْوِلَاةِ فَذَكَرَمِنْهَاالْحُدُوْد ۳ وَلِأَنَّ الْحَدَّ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰى، لِأَنَّ الْمَقْصَدَ مِنْهَا إِخْلَاءُ الْعَالَمِ عَنِ الْفَسَادِوَلِهٰذَالَايَسْقُطُ بِإِسْقَاطِ الْعَبْدِفَيَسْتَوْفِيْهِ مَنْ هُوَنَائِبٌ عَنِ الشَّرْعِ وَهُوَالْإِمَامُ أَوْ نَائِبُهُ، ۴ بِخِلَافِ التَّعْزِيْرِ،لِأَنَّهُ حَقُّ الْعَبْدِ وَلِهٰذَا يُعَزَّرُالصَّبِيُّ،وَحَقُّ الشَّرْعِ مَوْضُوْعٌ عَنْهُ.

وجه :(۱) اس لئے کہ وہ مالک ہے۔اور یہ اس کا مال ہے(۲) حدیث میں ہے۔عن ابی ھریرةؓ وزید بن خالدؓ ان رسول الله سئل عن الامة اذا زنت ولم تحصن قال اذا زنت فاجلدوها ثم ان زنت فاجلدوهاثم ان زنت فاجلدوها ثم يبيعوها ولو بضفير (بخاری شریف، باب اذا زنت الامة ،ص ۱۰۱۱،نمبر ۶۸۳۷ / مسلم شریف، باب رجم الیهود اہل الذمة فی الزنا، ج ثانی، ص ۶۷ نمبر ۱۷۰۳ / ۴۴۴۷) اس حدیث میں آپؐ نے آقا سے فرمایا کہ باندی پر حد قائم کرو اس لئے آقا خود حد قائم کرسکتا ہے (۳) عمل صحابیہ میں ہے۔ان فاطمة بنت رسول الله حدت جارية لها زنت (سنن للبیہقی ، باب حد الرجل امتہ اذا زنت ج ثامن ص ۴۲۷ نمبر ۱۷۰۱۷/مصنف ابن ابی شیبة ۳۰ فی الرجل یزنی مملوکہ یقال علیہ الحدام لا؟ ج خامس ص ۴۸۸ نمبر ۲۸۲۶۹) اس اثر میں ہے کہ حضرت فاطمہ نے خود اپنی باندی پر حد جاری کی جس سے معلوم ہوا کہ آقا اپنے غلام اور باندی پر حد قائم کرسکتا ہے۔

ترجمه: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا چار چیزوں کی ذمہ داری والیوں پر ہے، اوران میں سے حد کو ذکر کیا۔

وجه :صاحب ہدایہ کا قول تابعی یہ ہے۔ عن الحسن قال اربع الى السلطان الصلوة والزكوة والحدود والقضاء۔(مصنف ابن ابی شیبة ۴۸ من قال تدفع الزکوة الی السلطان ج ثانی ص ۳۸۵ نمبر ۱۰۱۸۹/ ۲۸۴۲۹)

ترجمه :۳ اوراس لئے بھی کہ حد لگانا اللہ تعالی کا حق ہے،اس لئے کہ اس کا مقصد ہے دنیا کو فساد سے خالی کرنا،اسی لئے بندے کے ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا ہے،اس لئے جو شریعت کا نائب ہے وہ اس کو وصول کرے گا،یعنی امام یا اس کا نائب۔

تشریح :حد لگانا یہ اللہ تعالی کا حق ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ دنیا کو فساد سے خالی کرنا ہے اس لئے اس کو شریعت کا نائب یعنی امام یا اس کا نائب قائم کرے۔

ترجمه :۴ بخلاف تعزیر کے اس لئے کہ وہ بندے کا حق ہے،اسی لئے بچے کو بھی تنبیہ کر لیتے ہیں، حالانکہ بچے پر شریعت کا حق نہیں ہے۔

تشریح :یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے۔کہ تعزیر کرنا ایک قسم کا تنبیہ کرنا ہے، چنانچہ بچے کو بھی تعزیر کی جاسکتی ہے حالانکہ وہ شریعت کا مکلّف نہیں ہے۔اس لئے آقا بھی اپنے غلام اور باندی کو تعزیر کرسکتا ہے۔

(۲۵۱۵) قَالَ وَإِحْصَانُ الرَّجْمِ أَنْ يَكُوْنَ حُرًّا عَاقِلًا بَالِغًا مُسْلِمًا قَدْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً نِكَاحًا صَحِيْحًا وَدَخَلَ بِهَا وَهُمَا عَلٰى صِفَةِ الْإِحْصَانِ

لغت: موضوع عنہ: وضع عنہ: اس سے ہٹا دینا، بچے کو شریعت کے خطاب سے ہٹا دیا گیا ہے۔

ترجمہ: (۲۵۱۵) رجم کا محصن ہونا یہ ہے کہ (۱) وہ آزاد ہو (۲) بالغ ہو (۳) عاقل ہو (۴) مسلمان ہو (۵) کسی عورت سے نکاح صحیح کیا ہو (۶) اور اس سے وطی کی ہو اس حال میں کہ دونوں احصان کی صفت پر ہوں۔

تشریح: زنا میں رجم کے لئے محصن ہونا ضروری ہے۔ اگر محصن نہیں ہے تو مجرم کو سو کوڑے لگیں گے۔ اور غلام یا باندی ہے تو پچاس کوڑے لگیں گے۔ اس لئے مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ چھ شرطیں پائی جائیں تب آدمی محصن ہوتا ہے۔ اور اگر ان میں سے ایک نہ ہو تو محصن نہیں ہوگا۔ اس صورت میں اس کو رجم نہیں کیا جائے گا۔ ہر ایک شرط کی دلیل یہ ہے۔

[۱] آزاد ہو۔ کیونکہ غلام اور باندی محصن نہیں ہیں۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ انہ سمعہ یقول قال النبی ﷺ اذا زنت الامۃ فتبین زناھا فلیجلدھا و لا یثرب ثم ان زنت فلیجلدھا و لا یثرب (بخاری شریف، باب لا یثرب علی الامۃ اذا زنت ولا تنفی ص ۱۱۰۱ نمبر ۶۸۳۹ رمسلم شریف، باب رجم الیہود اھل الذمۃ فی الزنی ص ۶۶ نمبر ۱۷۰۳/۴۴۴۷) اس حدیث میں باندی کو کوڑا مارنے کے لئے کہا رجم کے لئے نہیں کہا۔ جس سے معلوم ہوا کہ محصن کے لئے آزاد ہونا شرط ہے (۲) آیت میں ہے۔ فان اتیتن بفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب (آیت ۲۵ سورۃ النساء ۴) اس آیت میں ہے کہ باندی پر آدھی سزا ہے اور آدھی سزا رجم میں نہیں ہو سکتی کوڑے میں ہو سکتی ہے۔ اس سے بھی پتا چلا کہ باندی اور غلام محصن نہیں ہیں بلکہ آزاد ہونا محصن کی شرط ہے۔

[۲] (۱) بالغ۔

[۳] اور عاقل ہونے کی دلیل کئی مرتبہ حدیث گزر چکی ہے۔ عن علیؓ عن النبی ﷺ قال رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یعقل (ابوداؤد شریف، باب فی المجنون یسرق اویصیب ص ۲۵۶ نمبر ۴۴۰۳) (۲) حضرت ماعزؓ کی حدیث میں آپؐ نے باضابطہ پوچھا ہے کہ کیا ماعز کو جنون تو نہیں ہے؟ لوگوں نے فرمایا نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ محصن ہونے کے لئے عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے۔ دعاہ النبی ﷺ ابک جنون؟ قال لا (بخاری شریف، باب لا یرجم المجنون والمجنونۃ ص ۱۰۰۶ نمبر ۶۸۱۵ رمسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ص ۶۶ نمبر ۱۶۹۲/۴۴۲۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محصن ہونے کے لئے عاقل بالغ ہونا ضروری ہے۔

[۴] محصن ہونے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے۔ **عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ قال من اشرک باللہ فلیس بمحصن** (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۱۰۷ نمبر ۳۲۶۶ رسنن للبیہقی، باب من قال من اشرک باللہ فلیس بمحصن ج ثامن ص ۳۷۵ نمبر ۱۶۹۳۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کے علاوہ محصن نہیں ہے اس لئے اگر وہ زنا کرے تو کوڑے لگائے جائیں گے۔ سنگسار نہیں کیا جائے گا۔

[۵] کسی عورت سے نکاح صحیح کیا ہو۔

تشریح: آدمی کسی عورت سے نکاح صحیح کر کے اس سے صحبت کی ہو تب وہ محصن ہوتا ہے۔ اگر نکاح نہیں کیا یا نکاح کیا لیکن ابھی صحبت نہیں کی تو وہ محصن نہیں ہے۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے۔ **عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یحل دم امرئ مسلم یشهد ان لا الہ الا اللہ و انی رسول اللہ الا باحدی ثلاث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینه المفارق للجماعة.** (مسلم شریف، باب ما یباح بہ دم المسلم ص ۵۹ نمبر ۱۶۷۶ ر ۴۳۷۵) اس حدیث میں کہ وہ نکاح شدہ جو زنا کرنے والا ہو وہ قتل کا مستحق ہے۔ جس سے پتا چلا کہ محصن کے لئے نکاح ہونا ضروری ہے (۲) حدیث میں ہے کہ ملازم لڑکا نکاح شدہ نہیں تھا تو اس کو رجم نہیں کیا بلکہ سو کوڑے لگائے۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **انه سمع ابا هريرة ... وعلى ابنک جلد مائة وتغريب عام.** (مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ص ۶۶ نمبر ۱۶۹۷ ر ۴۴۳۵) اس حدیث میں لڑکا غیر شادی شدہ تھا اس لئے اس کو سو کوڑے لگائے رجم نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ محصن ہونے کے لئے شادی شدہ ہونا ضروری ہے (۳) اور نکاح صحیح ہو نکاح فاسد سے محصن نہیں ہوگا اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ **عن عطاء فی رجل تزوج بامرأة ثم دخل بها فاذا هی اخته من الرضاعة قال لیس باحصان وقاله معمر عن قتادة** (مصنف عبد الرزاق، باب ہل یکون النکاح الفاسد احصانا ج سابع ص ۲۴۴، نمبر ۱۳۳۷۰) اس اثر میں رضاعی بہن سے شادی کی اور صحبت کی چونکہ یہ نکاح فاسد ہے اس لئے اس شادی اور صحبت سے آدمی محصن نہیں ہوا۔

[۶] دونوں کے احصان کی صفت پر صحبت کی ہو۔

وجه: قول تابعی میں ہے۔ **عن عطاء قال الاحصان ان یجامعها لیس دون ذلک احصان ولا یرجم حتی**

١ فَالْعَقْلُ وَالْبُلُوْغُ شَرْطٌ لِأَهْلِيَّةِ الْعُقُوْبَةِ إِذْ لَا خِطَابَ دُوْنَهُمَا وَمَا وَرَاءَ هُمَا يُشْتَرَطُ لِتَكَامُلِ الْجِنَايَةِ بِوَاسِطَةِ تَكَامُلِ النِّعْمَةِ إِذْ كُفْرَانُ النِّعْمَةِ يَتَغَلَّظُ عِنْدَ تَكَثُّرِهَا، وَهٰذِهِ الْأَشْيَاءُ مِنْ جَلَائِلِ النِّعَمِ وَقَدْ شُرِعَ الرَّجْمُ بِالزِّنَاءِ عِنْدَ اِسْتِجْمَاعِهَا فَيُنَاطُ بِهٖ.

يشهدوا لرأيناه يغيب في ذلك منها (مصنف عبدالرزاق، باب ہل تحصن الرجل ولم یدخل، ج سابع ،ص ٢٤٠ نمبر ١٣٣٤١)۔(٢) عن جابر بن عبد الله يقول في البكر ينكح ثم يزني قبل ان يجمع مع امراته قال الجلد عليه و لا يرجم (مصنف الرزاق، باب ہل تحصن الرجل ولم یدخل، ج سابع ،ص ٢٤٠ نمبر ١٣٣٤٢)ان دونوں قولوں سے معلوم ہوا کہ صحبت کرے تب محصن ہوگا صرف شادی کرنے سے محصن نہیں ہوگا۔

[٧] دونوں احصان کی صفت پر ہوں اس حال میں شادی کرے اور صحبت کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہودیہ، نصرانیہ اور باندی سے شادی کرے تو محصن نہیں ہوگا۔آزاد مسلمان عورت سے شادی کرے تب محصن ہوگا۔

وجہ :(١) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔عن كعب بن مالك انه اراد ان يتزوج يهودية او نصرانية فسأل رسول الله ﷺ فنهاه عنها وقال انها لا تحصنك. (دار قطنی ، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ١٠٨ نمبر ٣٢٦٨ سنن للبیہقی ، باب من قال من اشرک باللہ فلیس بمحصن ج ثامن ص ٣٧٦ نمبر ١٦٩٤١) اس حدیث میں یہودیہ محصنہ نہیں ہے اس لئے اس سے شادی کرنے سے آدمی محصن نہیں ہوگا (٢) قول تابعی میں ہے۔عن عطاء قال ليس نكاح الامة باحصان (مصنف عبدالرزاق، باب نکاح الامۃ لیس باحصان ج سابع ص ٢٤١، نمبر ١٣٣٤٨) اس اثر سے معلوم ہوا کہ باندی سے شادی کرے تو آدمی محصن نہیں ہوگا کیونکہ وہ محصنہ نہیں ہے۔

ترجمہ :١ عقل اور بالغ ہونا سزا کی اہلیت کے لئے شرط ہے اس لئے کہ عقل اور بالغ ہونے کے بغیر شریعت کا حکم اس پر جاری نہیں ہوتا۔اور اس کے علاوہ جو چار شرطیں ہیں وہ جرم کو مکمل ہونے کے لئے ہیں نعمت مکمل ہونے کی وجہ سے، کیونکہ نعمت زیادہ ہو پھر بھی اس کی ناشکری کرے تو گناہ سخت ہو جاتا ہے، اور یہ چیزیں بڑی نعمتیں ہیں۔زنا کی وجہ سے رجم کو ان شرطوں کو جمع ہونے کے وقت مشروع کیا، اس لئے رجم ان شرطوں کے ساتھ متعلق ہوگا۔

تشریح : آدمی کا عاقل اور بالغ ہونا یہ حد جاری ہونے کے لئے بنیادی شرط ہیں، اس کے بغیر شریعت کا کوئی حکم اس پر جاری نہیں ہوتا ، اور باقی جو چار شرطیں ہیں [١] آزاد ہونا [٢] مسلمان ہونا [٣] عورت سے نکاح صحیح کرنا [٤] احصان کی صفت پر رہتے ہوئے بیوی سے صحبت کی ہو، یہ چار شرطیں اس لئے ہیں کہ نعمت مکمل ہو، کیونکہ نعمت بہت زیادہ ہو پھر بھی آدمی گناہ کرے تو یہ گناہ سخت ہے اس لئے اس کی سزا بھی سخت ہوگی یعنی رجم کر دیا جائے گا

٢ بِخِلَافِ الشَّرَفِ وَالْعِلْمِ، لِأَنَّ الشَّرْعَ مَاوَرَدَ بِاعْتِبَارِهِمَا، وَنَصْبُ الشَّرْعِ بِالرَّأْيِ مُتَعَذِّرٌ، ٣ وَلِأَنَّ الْحُرِّيَّةَ مُمْكِنَةٌ مِنَ النِّكَاحِ الصَّحِيحِ، وَالنِّكَاحُ الصَّحِيحُ مُمْكِنٌ مِنَ الْوَطْيِ الْحَلَالِ، وَالْإِصَابَةُ شَبْعٌ بِالْحَلَالِ، وَالْإِسْلَامُ يُمَكِّنُهُ مِنْ نِكَاحِ الْمُسْلِمَةِ وَيُوَكِّدُ اعْتِقَادَ الْحُرْمَةِ فَيَكُوْنُ الْكُلُّ مُزْجِرَةٌ عَنِ الزِّنَا، وَالْجِنَايَةُ بَعْدَ تَوَافُرِ الزَّوَاجِرِ أَغْلَظُ، ٤ وَالشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُخَالِفُنَا فِي اشْتِرَاكِ الْإِسْلَامِ وَكَذَا أَبُوْيُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِيْ رِوَايَةٍ.

لغت :اذ الا خطاب دونھما: عقل اور بلوغ کے بغیر شریعت کا خطاب اس پر نہیں آتا، یعنی شریعت کا کوئی حکم اس پر نہیں آتا۔ جلائل النعم: بڑی نعمتیں ہیں۔ استجماعھما: ان شرطوں کے جمع ہوتے وقت رجم کا حکم لاگو ہوگا۔ یناط بہ: اس کے ساتھ ناطہ ہوگا، یعنی رجم کا حکم جاری ہوگا۔

ترجمہ :٢ بخلاف شرافت اور علم کے کیونکہ شریعت ان چیزوں کے اعتبار کرنے کے بارے میں وارد نہیں ہوئی ہے، اور رائے کے ذریعہ شریعت کا حکم متعین کرنا متعذر ہے۔

تشریح :شریف ہونا اور علم کا ہونا ان دوصفتوں کو رجم کی بنیاد نہیں بنایا، اس لئے کہ شریعت نے ان دوصفتوں پر مدار نہیں رکھا، اور رائے سے ان صفتوں کو رجم کا مدار نہیں بنا سکتے۔

ترجمہ ٣ :اور اس لئے کہ آزادگی سے صحیح نکاح کرنا ممکن ہے، اور صحیح نکاح سے حلال وطی ممکن ہے، اور دخول کرنا حلال سے سیری حاصل کرنا ہے، اور مسلمان ہونے کی وجہ سے مسلمہ عورت نکاح ممکن ہے، اور مسلمان ہونے کی وجہ سے زنا کی حرمت کا اعتقاد موکد ہوتا ہے، اس لئے یہ ساری شرطیں زنا سے روکنے والی ہے، اور روکنے والے چیز کے بہت زیادہ ہونے کے باوجود گناہ کرنا سخت گناہ ہے۔

تشریح :رجم کے لئے یہ چار شرطیں ہیں اس کی حکمت بیان کر رہے ہیں[١] آزادگی کی شرط اس لئے لگائی کہ اس سے صحیح نکاح کر سکے [٢] اور صحیح نکاح کی شرط اس لگائی کہ اس سے حلال وطی ممکن ہو سکے [٣] اور وطی کر چکا ہو یہ شرط اس لائے لگائی کہ نعمت سے پورا فائدہ اٹھا چکا ہو [٤] اور اسلام ہونے کی شرط اس لگائی کہ اس کو اس گناہ کی عظمت کا اندازہ ہو، اور مسلمان عورت سے نکاح کر سکے، اب اتنی ساری نعمت موجود ہو پھر بھی گناہ کرے تو یہ گناہ عظیم ہے اس لئے اس کی سزا بھی عظیم ہوگی یعنی اب رجم کر دیا جائے گا۔

ترجمہ :٤ امام شافعیؒ اسلام کی شرط کے بارے میں ہماری مخالفت کرتے ہیں، اور امام ابو یوسفؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ ان دونوں کی دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے دو یہودیوں کو زنا کی بنا پر رجم کیا ہے [جس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم کو بھی رجم کیا جا

لَهُمَامَارُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَجَمَ يَهُوْدِيَّيْنِ قَدْ زَنَيَا، ٥ قُلْنَا كَانَ ذٰلِكَ بِحُكْمِ التَّوْرَاةِ ثُمَّ نَسَخَ، يُوَيِّدُهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ أَشْرَكَ بِاللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُحْصِنٍ، ٦ وَالْمُعْتَبَرُ فِي الدُّخُوْلِ الْإِيْلاجُ فِي الْقُبُلِ عَلٰى وَجْهٍ يُوْجِبُ الْغُسْلَ، ٧ وَشَرَطَ صِفَةَ الْإِحْصَانِ فِيْهِمَاعِنْدَ الدُّخُوْلِ حَتّٰى لَوْدَخَلَ بِالْمَنْكُوْحَةِ

سکتا ہے]

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حد لگنے کے لئے مسلمان ہونا ضروری نہیں، غیر مسلم پر بھی حد لگ سکتی ہے، کیونکہ حضورؐ نے ایک یہودی اور ایک یہودیہ کو بھی رجم کیا تھا۔

وجه: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمرؓ قال اتی رسول الله ﷺ بیهودی ویهودیة قد احدثا جمیعا فقال لهم ما تجدون فی کتابکم ؟ قالوا ان احبارنا احدثو تحمیم الوجه و التجبیة قال عبدالله بن سلام ادعهم یا رسول الله بالتورة فاتی بها فوضع احدهم یده علی آیة الرجم و جعل یقرأ ما قبلها و ما بعدها فقال له ابن سلام ارفع یدک فاذا آیة الرجم تحت یده فامر بهما رسول الله ﷺ فرجما قال ابن عمر فرجما عند البلاط** (بخاری شریف، باب الرجم فی البلاط، ص ۱۰۰۷، نمبر ۶۸۱۹ رمسلم، باب رجم الیہود اہل الذمۃ فی الزنی ج ثانی ص ۶۷ نمبر ۱۶۹۹/ ۴۴۳۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہودی کو رجم کیا جا سکتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ محصن کے لئے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے۔

ترجمه: ٥ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ تورات کے حکم پر عمل کرتے ہوئے تھا، بعد میں یہ بھی منسوخ ہو گیا، حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں ہے۔

تشریح: ہمارا جواب یہ ہے کہ حضورؐ نے جو یہودی کو رجم کیا وہ تورات پر عمل کرتے ہوئے تھا، بعد میں وہ بھی منسوخ ہو گیا، اس لئے اب غیر مسلم کو رجم نہیں کیا جائے گا۔

وجه: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال من اشرک بالله فلیس محصن** ۔ (دار قطنی، باب کتاب الحدود والدیات وغیر ذالک، ج ثالث، ص ۱۰۷، نمبر ۳۲۶۶) اس حدیث میں ہے کہ شرک کیا ہو تو محصن نہیں ہے۔

ترجمه: ٦ دخول کا مطلب یہ ہے کہ شرمگاہ میں اتنا داخل کرے کہ غسل واجب ہو جائے۔

تشریح: وطی کا اتنا درجہ کافی ہے کہ دخول سے غسل واجب ہو چکا ہو۔

ترجمه: ٧ دخول کے وقت عورت اور مرد دونوں میں احصان کی صفت موجود ہو، یہی وجہ ہے کہ بیوی کافرہ ہو، یا باندی ہو، یا

الْكَافِرَةِ أَوِالْمَمْلُوْكَةِ أَوِالْمَجْنُوْنَةِ أَوِالصَّبِيَّةِ لَايَكُوْنُ مُحْصِنًا، ٨ وَكَذَاإِذَاكَانَ الزَّوْجُ مَوْصُوْفًا بِإِحْدٰى هٰذِهِ الصِّفَاتِ وَهِيَ مُسْلِمَةٌ عَاقِلَةٌ بَالِغَةٌ، لِأَنَّ النِّعْمَةَ بِذٰلِكَ تَتَكَامَلُ إِذِ الطَّبْعُ يُنَفِّرُ عَنْ صُحْبَةِ الْمَجْنُوْنَةِ وَقَلَّمَا يَرْغَبُ فِي الصَّبِيَّةِ لِقِلَّةِ رَغْبَتِهَا وَفِي الْمَنْكُوْحَةِ الْمَمْلُوْكَةِ حَذَرًا عَنْ رِقِّ الْوَلَدِ، وَلَاائْتِلَافَ مَعَ الْاِخْتِلَافِ فِي الدِّيْنِ، ٩ وَأَبُوْيُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُخَالِفُنَا فِي الْكَافِرَةِ وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَاذَكَرْنَاهُ وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَاتُحَصِّنُ الْمُسْلِمَ الْيَهُوْدِيَةُ وَلَا النَّصْرَانِيَةُ وَلَاالْحُرَّ الْأَمَةُ وَلَاالْحُرَّةَ الْعَبْدُ.

مجنون ہو، یا بچی ہوتو اس سے وطی کرنے سے محصن نہیں ہوگا۔

تشریح: وطی کے وقت مرد اور عورت دونوں احصان کی صفت پر ہو، یہی وجہ ہے کہ کافرہ، یعنی یہودیہ منکوحہ سے وطی کی تو آدمی محصن نہیں بنے گا۔ یا عورت کسی کی باندی ہو، یا مجنونہ ہو، یا بچی ہو اور اس سے وطی کی تو مرد محصن نہیں بنے گا۔

ترجمہ :٨ اسی طرح اگر شوہر ان صفتوں سے متصف ہو تو چاہے عورت عاقلہ بالغہ ہو تو بھی شوہر محصن نہیں ہوگا، اس لئے کہ ان چیزوں سے نعمت مکمل ہوتی ہے، اس لئے کہ مجنونہ سے وطی کرنے سے طبیعت کو نفرت ہوتی ہے، اور بچی ہو تو اس کی جانب سے رغبت نہ ہونے کی وجہ سے مرد کو بھی رغبت نہیں ہوتی ہے، اور بیوی باندی ہو تو اپنی اولاد کو غلام نہ بنانے کے لئے طبیعت کو نفرت ہوتی ہے، دونوں کا دین الگ الگ ہوں تو بھی الفت نہیں ہوتی۔

تشریح: عورت تو عاقلہ بالغہ ہے لیکن مرد یہودی ہے، یا کسی کا غلام ہے، یا مجنون ہے، یا بچہ ہے تو اس سے بھی محصن نہیں بنے گا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ چاروں صفت ہوں تو نعمت مکمل ہوتی ہے، اور ان میں سے کسی کی کمی ہو تو نعمت عظیم نہیں ہوتی اس لئے اس پر رجم بھی نہیں ہوگا، مثلا مجنونہ ہو تو اس سے وطی کرنے سے جی گھبراتا ہے، بچی ہو تو چونکہ اس میں وطی کی رغبت نہیں ہوتی اس لئے اس سے بھی رغبت کے ساتھ وطی نہیں کر سکتا، باندی ہو تو اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ غلام ہو جائے گا، اس لئے اپنے بچے کو غلام بنانے سے بچانے کے لئے جی بھر کر صحبت نہیں کر سکتا، اور عورت مسلمان نہ ہو تو میاں بیوی میں اتنی محبت نہیں ہوتی، اب چونکہ اس نے نکاح سے پورا فائدہ نہیں اٹھایا اس لئے اس پر رجم بھی نہیں ہوگا۔

لغت: رق: غلامیت۔ ایتلاف: الفت سے مشتق ہے، محبت ہونا۔

ترجمہ :٩ امام ابو یوسفؒ کافرہ کے بارے میں ہماری مخالفت کرتے ہیں [یعنی کافرہ سے وطی کی تب بھی محصن ہو جائے گا] اور ان پر حجت وہ دلیل ہے جو ہم نے ذکر کیا [کہ محبت نہیں ہوتی] اور حضورؐ کا قول یہودیہ اور نصرانیہ مسلمان کو محصن نہیں بناتی، اور نہ باندی آزاد کو محصن بناتی ہے، اور نہ آزاد عورت غلام کو محصن بناتی ہے۔

(۲۵۱۶) قَالَ وَلَايُجْمَعُ فِي الْمُحْصِنِ بَيْنَ الرَّجْمِ وَالْجَلْدِ، ١ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَجْمَعْ، وَلِأَنَّ الْجَلْدَ يَعْرىٰ عَنِ الْمَقْصُوْدِ مَعَ الرَّجْمِ، لِأَنَّ زَجْرَ غَيْرِهِ يَحْصُلُ بِالرَّجْمِ إِذْ هُوَ فِي الْعُقُوْبَةِ أَقْصَاهَا وَزَجْرُهُ لَايَحْصُلُ بَعْدَ هَلَاكِهِ.

تشریح : یہاں کافرہ سے یہودیہ اور نصرانیہ عورت مراد ہے، یعنی حضرت امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ مسلمان مرد نے یہودیہ یا نصرانیہ عورت سے نکاح کیا اور اس سے وطی کی تب بھی وہ محصن ہو جائے گا اور اس کو رجم کیا جائے گا،

ہمارا جواب اوپر گزرا کہ مسلمان یہودیہ اور نصرانیہ عورت سے اتنی محبت نہیں کر پاتا، اس لئے نکاح کی نعمت کا فائدہ بہت نہیں اٹھایا اس لئے رجم نہیں کیا جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ قول تابعی ہے کہ یہودیہ اور نصرانیہ مسلمان مرد کو محصن نہیں بناتی، اس لئے رجم بھی نہیں کیا جائے گا ایسی صورت میں اس پر سو کوڑے لگیں گے۔

وجہ : صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے۔ (۱) عن ابراھیم قال لا یحصن الحر بیھودیة و لا نصرانیة و لا امة ۔ (مصنف ابن ابی شیبة، باب الرجل یتزوج الامة فیفجر ما علیہ، ج خامس، ص ۵۳۰، نمبر ۲۸۷۳۳) اس قول تابعی میں ہے کہ یہودیہ، نصرانیہ اور باندی والی بیوی سے آدمی محصن نہیں بنتا۔ (۲) عن الحسن انه کان یقول لا تحصن الامة الحر ولا العبد الحرة ۔ (مصنف ابن ابی شیبة، باب الرجل یتزوج الامة فیفجر ما علیہ، ج خامس، ص ۵۳۰، نمبر ۲۸۷۳۵) اس قول تابعی میں ہے کہ باندی آزاد مرد کو اور غلام آزاد عورت کو محصن نہیں بنا سکتے۔ (۳) عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ لا یحصن المشرک بالله شیئا ۔ (دار قطنی، باب الحدود والدیات، ج ثالث، ص ۱۰۷، نمبر ۳۲۶۴) اس حدیث میں ہے کہ مشرک کسی کو محصن نہیں بنا سکتا۔

ترجمہ: (۲۵۱۶) محصن میں کوڑا اور رجم جمع نہیں کئے جائیں گے۔

ترجمہ : ١ اس لئے کہ حضورؐ نے حضرت ماعزؓ، اور حضرت غامدیہؓ میں دونوں جمع نہیں کیا، اور اس لئے بھی کہ رجم کے ساتھ کوڑے لگائیں تو مقصد حاصل نہیں ہوگا، اس لئے کہ رجم سے تنبیہ ہوگئی، اس لئے کہ یہ آخری سزا ہے، اور مجرم کے مرنے کے بعد تنبیہ نہیں ہو سکے گی۔

تشریح : آدمی محصن ہو تو اس پر رجم ہے اب رجم سے پہلے کوڑا لگایا جائے یا نہیں؟ تو اس بارے میں یہ ہے کہ صرف رجم کیا جائے گا کوڑا نہیں لگایا جائے گا۔ رجم کے بعد کوڑا لگائے تو کیسے لگائے گا؟

وجہ : (۱) رجم کر کے مارنا ہی مقصود ہے تو اس سے پہلے کوڑا لگانے سے کیا فائدہ؟ (۲) حضرت ماعزؓ اور حضرت غامدیہؓ کو صرف رجم کیا گیا۔ اس سے پہلے کوڑا نہیں لگائے اس لئے صرف رجم کیا جائے گا۔

(۲۵۱۷)قَالَ وَلَایُجْمَعُ فِي الْبِكْرِ بَيْنَ الْجَلْدِوَالنَّفْيِ ، ا؎وَالشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَاحَدًّا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ((الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُمِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ عَامٍ))،وَلِأَنَّ فِيْهِ حَسْمُ بَابِ الزِّنَاءِ لِقِلَّةِ الْمَعَارِفِ،

فائدہ :حضرت اسحاق فرماتے ہیں کہ محصن کو کوڑا بھی لگے گا اور رجم بھی ہوگا۔

وجہ:عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله ﷺ خذوا عنی فقد جعل الله لهن سبيلا الثيب بالثيب جلد مائة ثم الرجم و البكر بالبكر جلد مائة ونفى سنة (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجم علی الثیب ص ۲۶۴ نمبر ۱۴۳۴)اس حدیث میں ہے کہ محصن کو کوڑا بھی لگے گا اور رجم بھی ہوگا۔

ترجمہ :(۲۵۱۷)اور نہ جمع کرے کنوارے میں کوڑے اور جلا وطنی کو مگر یہ کہ امام اس میں مصلحت دیکھے تو جتنی مصلحت دیکھے اتنی جلا وطنی کرے۔

تشریح: کنوارا آدمی جس پر کوڑا لگنا ہے اس کو کوڑا لگانے کے ساتھ جلا وطن نہ کرے۔البتہ امام مصلحت سمجھے تو اپنی صوابدید کے مطابق کچھ دنوں کے لئے جلا وطن کر دے۔

وجہ :(۱) کنوارہ مرد، یا کنواری عورت زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے،اس کے لئے یہ آیت ہے۔الزانية و الزانى فاجلدو كل واحد منهما مائة جلدة ۔(آیت ۲،سورۃ النور ۲۴)(۲)حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو جلا وطن کیا وہ باہر جا کر نصرانی بن گیا تو فرمایا کہ اب کبھی کسی کو جلا وطن نہیں کروں گا۔قول صحابی یہ ہے۔ان ابا بكر بن امية بن خلف غرب فى الخمر الى خيبر فلحق بهرقل قال فتنصر فقال عمر لا اغرب مسلما بعده ابدا ،وعن ابراهيم ان عليا قال حسبهم من الفتنة ان ينفوا..و عن ابراهيم ان عليا قال حسبهم من الفتنة ان ينفوا (مصنف عبد الرزاق، باب النفی ج سابع ص ۲۴۸،نمبر ۱۳۳۸۵)اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ پہلے جلا وطن کرتے تھے بعد میں حضرت عمرؓ نے منع فرمایا۔ہاں مناسب سمجھے تو امام جلا وطن کر سکتا ہے۔

ترجمہ :ا؎ امام شافعیؒ کوڑے مارنے اور جلا وطن کرنے کے درمیان حد کے طور پر جمع کرتے تھے،حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ کنوارے مرد نے کنواری عورت کے ساتھ زنا کیا تو اس پر سو کوڑے بھی ہیں اور ایک سال کی جلا وطنی بھی ہے۔اور اس لئے کہ جہاں اس کو بھیجے گا وہاں تعارف نہیں ہوگا تو زنا نہیں ہو سکے اس لئے اس کے دروازے کو بند کرنا ہے۔

وجہ:(۱)حدیث میں ہے۔عن زيد بن خالد الجهنى قال سمعت النبى ﷺ يأمر فيمن زنى ولم يحصن جلد مائة وتغريب عام (بخاری شریف، باب البکر یجلد ان وینفیان ص ۱۰۱۰ نمبر ۶۸۳۱ر مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ،ص ۶۶ نمبر ۱۶۹۷ر۴۴۳۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک سال جلا وطن بھی کیا جائے گا۔(۲) جب آدمی

۲؎ وَلَـنَاقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿فَاجْلِدُوْا﴾ (سورۂ نور: ۲) جَعَلَ الْجَلْدَ كُلَّ الْمُوْجِبِ رُجُوْعًا إِلٰى حَرْفِ الْفَاءِ أَوْ إِلٰى كَوْنِهِ كُلَّ الْمَذْكُوْرِ، ۳؎ وَلِأَنَّ فِي التَّغْرِيْبِ فَتْحُ بَابِ الزِّنَاءِ لِانْعِدَامِ الِاسْتِحْيَاءِ مِنَ الْعَشِيْرَةِ ثُمَّ فِيْهِ قَطْعُ مَوَادِ الْبَقَاءِ فَرُبَّمَا تَتَّخِذُ زِنَاهَامَكْسَبَةً وَهُوَ مِنْ أَقْبَحِ وُجُوْهِ الزِّنَاءِ وَهٰذِهِ الْحُجَّةُ مُرَجَّحَةٌ لِقَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَفٰى بِالنَّفْيِ فِتْنَةً،

معاشرے سے دور ہوگا تو وہاں لوگوں سے تعارف نہیں ہوگا اس لئے زنا بھی نہیں کر پائے گا، تو شہر بدر کرنے سے زنا کے دروازے کو بند کرنا بھی ہے۔

لغت: بکر: کنوارہ مرد۔ تغریب: جلاوطن کرنا، النفی: جلاوطن کرنا۔ عام: ایک سال۔ حسم: منقطع کرنا، ختم کرنا۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل اللہ تعالی کا قول فاجلدو [کہ سو کوڑے مارو] یہاں ف ہے جسکا مطلب یہ ہوا کہ سو کوڑے مارنا ہی پوری سزا ہے، یا یوں کہو کہ ف کے بعد جو ذکر ہے وہ پوری سزا ہے۔

تشریح: آیت میں الزانیۃ والزانی کے بعد فاجلدو میں، ف، ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ سو کوڑے مارنا ہی پوری حد ہے، شہر بدر کرنا حد میں داخل نہیں ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ فاجلدو، کے بعد سو کوڑا یہ کل حد ہے جو مذکور ہے۔

وجہ: آیت یہ ہے۔ الزانیة و الزانی فاجلدو کل واحد منهما مائة جلدة ۔ (آیت ۲، سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں صرف سو کوڑے کا ذکر ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اور اس لئے کہ شہر بدر کرنے میں زنا کے دروازے کو کھولنا ہے، اس لئے اس صورت میں خاندان کی حیا ختم ہو جاتی ہے [اس لئے تو زانی جو چاہے گا کرے گا]، پھر کھانے پینے کی چیز اس کو نہیں ملے گی تو ہوسکتا ہے کہ عورت زنا کاری ہی کو کمانے کا ذریعہ بنالے، اور یہ زنا کا بہت برا طریقہ ہوگا، اس لئے شہر بدر نہ کرنے کو ترجیح ہوگی، چنانچہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ شہر بدر کرنا فتنہ کے لئے کافی ہے۔

تشریح: حضرت امام شافعی کی دلیل میں تھی کہ معاشرے سے الگ رہے گا تو زنا کم ہوگا، اس کا جواب دے رہے ہیں کہ معاشرے سے دور رہے گا تو خاندان کا ڈر کم ہو جائے گا تو اور بھی زنا کرنے کا خوف ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کھانے پینے کی چیز نہ ہو تو عورت زنا کو کھانے پینے کا ذریعہ ہی نہ بنالے، اس لئے شہر بدر کرنا فتنے کا دروازہ کھولنا ہے، چنانچہ حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ شہر بدر کرنا فتنہ ہے۔

وجہ: حضرت علی کا قول یہ ہے۔ و عن ابراهیم ان علیا قال حسبهم من الفتنة ان ینفوا (مصنف عبد الرزاق، باب النفی ج سابع ص ۲۴۸، نمبر ۱۳۳۸۵)

٤؎ وَالْحَدِيْثُ مَنْسُوْخٌ كَشَطْرِهٖ وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَرَجْمٌ بِالْحِجَارَةِ، وَقَدْ عُرِفَ طَرِيْقُهُ فِيْ مَوْضِعِهٖ،

(٢٥١٨) إِلَّا أَنْ يَرَى الْإِمَامُ فِيْ ذٰلِكَ مَصْلَحَةً فَيُغَرِّبُهُ عَلٰى قَدْرِ مَا يَرٰى ١؎ وَذٰلِكَ تَعْزِيْرٌ وَسِيَاسَةٌ، لِأَنَّهُ قَدْ يُفِيْدُ فِيْ بَعْضِ الْأَحْوَالِ فَيَكُوْنُ الرَّأْيُ فِيْهِ إِلَى الْإِمَامِ، وَعَلَيْهِ يُحْمَلُ النَّفْيُ الْمَرْوِيُّ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ. (٢٥١٩) وَإِذَا زَنَى الْمَرِيْضُ وَحَدُّهُ الرَّجْمُ رُجِمَ،

ترجمه : ٤؎ اور جو حدیث پیش کی گئی اس کا ایک حصہ منسوخ ہے، اور وہ ہے حضورؐ کا قول نکاح کیا ہوا مرد نکاح کی ہوئی عورت سے زنا کرے تو سو کوڑے بھی لگاؤ اور پتھر سے رجم بھی کرو، اور اس حدیث کے منسوخ ہونے کا طریقہ اپنی جگہ پر مذکور ہے۔

تشریح : حضرت امام شافعیؒ نے جو حدیث پیش کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا ایک حصہ آپ کے یہاں بھی منسوخ ہو گیا ہے، یعنی محصن کو صرف رجم کیا جائے گا اس کو کوڑے نہیں مارے جائیں گے، اسی طرح اس حدیث کا یہ حصہ کہ اس کو جلاوطن کیا جائے یہ بھی آیت کی وجہ سے منسوخ ہوگا۔

وجه : امام شافعی والی حدیث یہ ہے جس کا ایک حصہ منسوخ ہے ۔عن عبادة بن ثابت قال قال رسول الله ﷺ خذوا عنی خذوا عنی فقد جعل الله لهن سبیلا البکر بالبکر جلد مأة و نفی سنة و الثیب بالثیب جلد مأة و الرجم ۔(مسلم شریف، باب حد الزنی، ص ٧٤٩، نمبر ١٦٩٠/٤٤١٤) اس حدیث میں یہ کہ محصن کو رجم بھی کیا جائے اور سو کوڑے بھی لگائے جائیں۔ اس میں جلد مأة کا حصہ منسوخ ہے۔

ترجمه : (٢٥١٨) مگر یہ کہ امام اس میں مصلحت دیکھے تو جتنا مناسب سمجھے اتنی دیر کے لئے جلاوطن کر دے۔

ترجمه : ١؎ اور یہ تعزیر سیاسۃ ہے اس لئے کہ بعض وقت یہ فائدہ مند ہوتا ہے اور بعض وقت یہ فائدہ مند نہیں ہوتا، اس لئے امام کی رائے پر چھوڑ دیا جائے، اور بعض صحابہ سے جو جلاوطن کرنا منقول ہے وہ اسی سیاست پر محمول ہے۔

تشریح : یہ جلاوطن کرنا حد کے طور پر نہیں ہے بلکہ سیاست کے طور پر ہے اس لئے امام مصلحت سمجھے تو جلاوطن کرے اور مصلحت نہ سمجھے تو جلاوطن نہ کرے، اور بعض صحابہ نے جلاوطن کیا تھا وہ سیاست کے طور پر ہی تھا حد کے طور پر نہیں تھا۔

وجه : (١) ان علیا نفی من الکوفة الی البصرة ۔(مصنف عبد الرزاق، باب النفی، ج سابع، ص ٢٤٨، نمبر ١٣٣٨٨) (٢)۔ان ابن عمر نفی الی فدک ۔(مصنف عبد الرزاق، باب النفی، ج سابع، ص ٢٤٨، نمبر ١٣٣٨٨) اس عمل صحابی میں ہے کہ بصرہ اور فدک تک جلاوطن کیا۔ یہ سیاست کے طور پر تھا۔

ترجمه : (٢٥١٩) بیمار نے زنا کیا اور اس کی حد رجم ہو تو رجم کیا جائے گا۔

لِ لِأَنَّ الْإِتْلَافَ مُسْتَحِقٌّ فَلَايَمْتَنِعُ بِسَبَبِ الْمَرِيْضِ، (٢٥٢٠) وَإِنْ كَانَ حَدُّهُ الْجَلْدَ لَم يُجْلَدْ حَتّٰى يَبْرَأَ لِ كَيْ لَايُفْضِيَ إِلَى الْهَلَاكِ وَلِهٰذَا لَايُقَامُ الْقَطْعُ عِنْدَ شِدَّةِ الْحَرِّ وَالْبَرْدِ، (٢٥٢١) وَإِذَا زَنَتِ الْحَامِلُ لَمْ تُحَدَّ حَتّٰى تَضَعَ حَمْلَهَا لِ كَيْ لَايُؤَدِّيَ إِلٰى هَلَاكِ الْوَلَدِ وَهُوَ نَفْسٌ مُحْتَرَمَةٌ،

ترجمه:لِ اس لئے کہ وہ ہلاک کرنے کا مستحق ہےاس لئے مرض کے سبب سے نہیں رکے گا۔

وجه :رجم کر کے مارنا ہی مقصود ہےاس لئے بیمار ہو یا غیر بیمار ہواس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔اس لئے تندرست ہونے تک انتظار نہیں کیا جائے گا۔

ترجمه:(۲۵۲۰)اور اگر اس کی حد کوڑا لگانا ہوتو کوڑے نہ لگائے جائیں یہاں تک کہ اچھا ہو جائے۔

ترجمه :لِ تا کہ مجرم ہلاک نہ ہو جائے،اسی لئے سخت گرمی یا سخت سردی میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا

تشریح:اگر حد کوڑے لگانا ہوتو بیمار آدمی کو ابھی کوڑے نہ لگائیں تندرست ہونے کے بعد کوڑے لگائیں۔

وجه:(۱) تا کہ زیادہ بیمار نہ ہو جائے (۲) حدیث میں ہے کہ نفساء باندی پر کوڑے لگانا تھا تو نفاس ختم ہونے تک تاخیر کی تا کہ زیادہ بیمار نہ ہو جائے۔حدیث یہ ہے۔**عن ابی عبد الرحمن ... فان امة لرسول الله ﷺ زنت فامرنی ان اجلدها فاذا هی حدیث عهد بنفاس فخشیت ان انا جلد تها ان اقتلها فذکرت ذلک للنبی ﷺ فقال احسنت** ۔(مسلم شریف،باب تاخیر الحد عن النفساء،ص ۶۷ ،نمبر ۴۴۵۰/۱۷۰۵ رترمذی شریف،باب ماجاء فی اقامۃ الحد علی الاماء،ص ۲۶۶،نمبر ۱۴۴۱)اس حدیث میں عورت نفاس میں تھی تو اس کو تندرست ہونے کے بعد کوڑے لگائے۔

لغت :یبرأ : تندرست ہو جائے،ٹھیک ہو جائے۔

ترجمه :(۲۵۲۱)اگر حاملہ عورت نے زنا کرایا تو حد نہیں لگائی جائے گی یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے۔

ترجمه :لِ تا کہ بچہ ہلاک نہ ہو جائے،حالانکہ وہ محترم جان ہے۔

تشریح :زنا کرانے کی وجہ سے حاملہ ہوگئی ہے یا حمل کی حالت میں زنا کرایا دونوں صورتوں میں بچہ پیدا ہو جائے اور بچے کی پرورش کا انتظام ہو جائے تب عورت رجم کی جائے گی۔

وجه : اگر حمل کی حالت میں رجم کر دیں تو بچے کی موت واقع ہوگی اور بچے کی کوئی غلطی نہیں ہے۔اس لئے حمل کی حالت میں رجم نہیں کی جائے گی (۲) حضرت غامدیہ حاملہ تھی تو حضورؐ نے وضع حمل کے بعد بچے کی پرورش کا انتظام ہوا تب اس کو رجم کیا۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔**قال ثم جاء ته امرأة من غامد من الازد فقالت یا رسول الله طهرنی ... فاتی النبی ﷺ فقال قد وضعت الغامدیة فقال اذا لا نرجمها وندع ولدها صغیرة لیس له من یرضعه فقام رجل**

(٢٥٢٢)[الف] وَإِنْ كَانَ حَدُّهَا الْجَلْدَ لَمْ يُجْلَدْ حَتّٰى تَتَعَالٰى مِنْ نِفَاسِهَا ١؎ أَيْ تَرْتَفِعَ يُرِيْدُ بِهِ تَخْرُجُ مِنْهُ، لِأَنَّ النِّفَاسَ نَوْعُ مَرَضٍ فَيُؤَخَّرُ إِلٰى زَمَانِ الْبُرْءِ، ٢؎ بِخِلَافِ الرَّجْمِ، لِأَنَّ التَّأْخِيْرَ لِأَجْلِ الْوَلَدِ وَقَدِ انْفَصَلَ.

من الانصار فقال الی رضاعه یا نبی الله ! قال فرجمها (مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی،ص ٦٦،نمبر ١٦٩٥/٤٤٣١/ابوداؤد شریف، باب فی المرأة التی امر النبی ﷺ برجمھا من جہینۃ،ص ٢٦١،نمبر ٤٤٤٢)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاملہ عورت وضع حمل کر دے اور بچے کی پرورش کا انتظام ہو جائے تب رجم کیا جائے گا۔

ترجمہ :(٢٥٢٢)اور اس کی حد کوڑے ہوں تو یہاں تک کہ نفاس سے پاک ہو جائے۔

ترجمہ :١؎ یعنی نفاس ختم ہو جائے،یعنی نفاس سے نکل جائے،اس لئے کہ نفاس بھی ایک قسم کا مرض ہے اس لئے اس سے ٹھیک ہونے کے زمانے تک تاخیر کی جائے گی۔

تشریح :اگر حاملہ عورت پر کوڑا لگنا ہو تو چونکہ اس میں انسان کو مارنا نہیں ہے اس لئے بچے کی پرورش کے انتظام تک انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔لیکن بچہ پیدا ہو جائے اور عورت نفاس سے پاک ہو جائے تب کوڑے لگائے جائیں۔

وجہ :(١) تاکہ بچے کو نقصان نہ ہو اور بچے کی موت واقع نہ ہو۔نیز عورت نفاس میں ہے تو گویا کہ ایک مرض میں ہے اس لئے مرض سے تندرست ہو جائے تب کوڑے لگائے جائیں گے (٢)اوپر حدیث گزری کہ نفاس کے بعد کوڑے لگائے گئے۔فان امة لرسول الله زنت فامرنی ان اجلدها فاذا هی حدیث عهد بنفاس فخشیت ان انا جلدتها ان اقتلها فذکرت ذلک للنبی ﷺ فقال احسنت ۔اور دوسری روایت میں ہے۔اترکها حتی تماثل (مسلم شریف، باب تاخیر الحد عن النفساء ص ٦٧ نمبر ١٧٠٥/٤٤٥٠/ابوداؤد شریف، باب فی اقمۃ الحد علی المریض،ص ٢٦٦،نمبر ٤٤٧٣) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفاس والی عورت کا نفاس ختم ہو جائے تب کوڑے لگیں گے۔

لغت :تتعالی : بلند ہو جائے،نفاس سے باہر ہو جائے۔

ترجمہ :٢؎ بخلاف رجم کے اس لئے کہ بچے کی وجہ سے تاخیر ہے اور بچہ پیدا ہو چکا ہے اس لئے اب رجم کر دیا جائے گا[اب اس کے نفاس ختم ہونے تک تاخیر نہیں کی جائے گی]

تشریح: حاملہ عورت کو رجم کرنا ہو تو بچہ پیدا ہونے کے فورا بعد رجم کیا جا سکتا ہے۔

وجہ :اس لئے کہ نفاس کی حالت میں رجم کرنا جائز ہے،اور یہاں جو تاخیر کی گئی ہے وہ بچے کی پیدائش کی وجہ سے ہے اور بچہ پیدا ہو چکا ہے اس لئے اب فورا رجم کیا جا سکتا ہے۔

٣ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ يُؤَخَّرُ إِلٰى أَنْ يَسْتَغْنِي وَلَدُهَا عَنْهَا إِذَا لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَقُوْمُ بِتَرْبِيَتِهِ، لِأَنَّ فِي التَّأْخِيرِ صِيَانَةُ الْوَلَدِ عَنِ الضِّيَاعِ وَقَدْ رُوِيَ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِلْغَامِدِيَّةِ بَعْدَ مَاوَضَعَتْ ارْجِعِي حَتّٰى يَسْتَغْنِي وَلَدُكَ، ٤ ثُمَّ الْحُبْلٰى تُحْبَسُ إِلٰى أَنْ تَلِدَ إِنْ كَانَ الْحَدُّ ثَابِتًا بِالْبَيِّنَةِ كَيْ لَاتَهْرُبَ، بِخِلَافِ الْإِقْرَارِ، لِأَنَّ الرُّجُوْعَ عَنْهُ عَامِلٌ فَلَايُفِيْدُ الْحَبْسُ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ: ٣ امام ابوحنیفہؒ کی ایک رائے یہ ہے کہ جب تک بچہ ماں سے بے نیاز نہ ہوجائے اس وقت تاخیر کی جائے گی اگر اس کی پرورش کرنے والا کوئی نہ ہو، اس لئے کہ تاخیر کرنے میں بچے کو ضائع ہونے سے بچانا ہے، چنانچہ روایت ہے کہ حضورؐ نے بچہ پیدا ہونے کے بعد حضرت غامدیہ سے فرمایا تھا کہ لوٹ جاؤ جب تک کہ تمہارا بچہ تم سے بے نیاز نہ ہوجائے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر بچے کی پرورش کرنے والا کوئی نہ ہو تو پرورش سے بے نیاز ہونے تک رجم مؤخر کیا جائے گا تا کہ بچہ ضائع نہ ہوجائے۔

وجہ: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ قال فجأت الغامدية فقالت .....قال اما لا فاذهبى حتى تلدى قال فلما ولدت أتته بالصبى فى خرقة قالت هذا قد ولدته قال اذهبى فأرضعيه حتى تفطمه فلما فطمته أتته بالصبى فى يده كسرة خبز فقالت هذا يا نبى الله !قد فطمته و قد أكل الطعام فدفع الصبى الى رجل من المسلمين ثم امر بها فحفر لها الى صدرها و امر الناس فرجموها ۔ (مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی، ص ٦٦، نمبر ١٦٩٥/٤٤٣٢/ابو داؤد شریف، باب فی المرأۃ التی النبی ﷺ برجمها من جنیہۃ، ص ٢٦١، نمبر ٤٤٤٢) اس حدیث میں بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کے کھانا چھوڑنے تک رجم کو مؤخر کیا گیا۔

ترجمہ: ٤ پھر اگر حاملہ ہے اور گواہوں سے حد ثابت ہوئی ہے تو عورت کو محبوس کرلے تا کہ بھاگ نہ جائے، بخلاف اقرار کے کیونکہ اس کو رجوع کرنے کا حق ہے تو حبس کرنے سے فائدہ نہیں ہے۔

تشریح: اگر گواہوں کے ذریعہ زنا ثابت ہوئی ہے اور عورت حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہونے تک اس کو محبوس کیا جائے گا تا کہ وہ کہیں بھاگ نہ جائے، اور اگر اس نے اقرار کیا جس سے زنا ثابت ہوئی ہے تو اس کو محبوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اس کو یہ بھی حق ہے کہ زنا سے رجوع کرجائے، اور اپنے اوپر سے حد کو دفع کردے اس لئے اس کو محبوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

﴿بَابُ الْوَطْيِ الَّذِيْ يُوْجِبُ الْحَدَّ وَالَّذِيْ لَايُوْجِبُهُ﴾

﴿باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ﴾

ضروری نوٹ : ملک نکاح نہ ہو، اور ملک رقبہ بھی نہ ہو، اور ملک رقبہ کا شبہ بھی نہ ہو، ایسے فرج میں وطی کر لے تو اس کو زنا کہتے ہیں، اس پر حد لازم ہوتی ہے، لیکن اگر نکاح ہو، یا ملک رقبہ ہو، یا ملک رقبہ کا شبہ ہو اور وطی کر لیا تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔

آگے یہ فرماتے ہیں کہ شبہ کی دو قسمیں ہیں [۱] محل میں شبہ [۲] فعل میں شبہ [

[۱] شبہۃ المحل :شبہۃ المحل کا مطلب یہ ہے کہ باندی میں مالک ہونے کا شبہ ہے ،اس لئے حرام سمجھتے ہوئے بھی وطی کرے گا تو حد ساقط ہو جائے گی، کیونکہ شبہ موجود ہے۔

مثلا بیٹے کی باندی سے وطی کر لی تو چاہے حرام سمجھتے ہوئے وطی کر لی پھر بھی حد ساقط ہو جائے گی، کیونکہ ملکیت کا شبہ موجود ہے

وجہ :حدیث میں ہے. عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ .....انت ومالک لوالدک ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من کسب اولادکم (ابوداؤد شریف، باب الرجل یأ کل من مال ولدہ ج ثانی ص ۱۴۱ نمبر ۳۵۳۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیٹے کی باندی میں ملکیت کا شبہ ہے اس لئے اس سے وطی کرنے سے حد ساقط ہو جائے گی۔

[۲] فعل میں شبہ۔اس کو شبہۃ اشتباہ، کہتے ہیں، اس میں ملکیت کا شبہ نہیں ہوتا بلکہ شبہۃ الشبہ ہے، اس میں حلال سمجھتے ہوئے وطی کی تو حد ساقط ہو جائے گی۔اور حرام سمجھتے ہوئے وطی کی تت حد لگ جائے گی۔

،مثلا باپ کی باندی کو بیٹے کی باندی نہیں کہتے ہیں، لیکن توسع کے طور پر بیٹا باپ کی چیز کو استعمال کرتا ہے، اس لئے اس کو شبہ ہو گیا کہ باپ کی باندی بھی اس کی ہوگئی، اب باپ کی باندی سے وطی کر لی تو اپنی باندی ہونے کے شبہ میں حد ساقط ہو جائے گی لیکن اگر بیٹے نے یہ کہا کہ میرا گمان یہ تھا کہ یہ حرام ہے پھر بھی وطی کر لی تو حد لگ جائے گی۔

وجہ :(۱) .عن عقبۃ بن عامر قالوا اذا اشتبہ علیک الحدفادرأہ ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی درء الحدود بالشبہات، ج خامس، ص ۵۰۷، نمبر ۲۸۴۸۵)(۲) عن الزہری قال ادفعوا الحدود بکل شبہۃ ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی درء الحدود بالشبہات، ج خامس، ص ۵۰۷، نمبر ۲۸۴۸۸) اس قول صحابی، اور قول تابعی میں ہے کہ شبہ ہو جائے تو حد ٹال دو۔(۳) عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ ادرء وا الحدود عن المسلمین ما استطعتم (ترمذی شریف، باب ماجاء فی درء الحدود ص ۲۶۳ نمبر ۱۴۲۴ / دار القطنی، باب کتاب الحدود والدیات، ج ثالث، ص ۶۸، نمبر

(٢٥٢٢) [ب] قَالَ الْوَطْيُ الْمُوْجِبُ لِلْحَدِّ هُوَ الزِّنَاءُ ل وَأَنَّهُ فِيْ عُرْفِ الشَّرْعِ وَاللِّسَانِ وَطْيُ الرَّجُلِ الْمَرْأَةَ فِي الْقُبُلِ فِيْ غَيْرِ الْمِلْكِ وَشُبْهَةِ الْمِلْكِ، لِأَنَّهُ فِعْلٌ مَحْظُوْرٌ، ٢ وَالْحُرْمَةُ عَلَى الْإِطْلَاقِ عِنْدَ التَّعْرِيْ عَنِ الْمِلْكِ وَشُبْهَتِهِ، يُؤَيِّدُ ذٰلِكَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِدْرَءُ وا الْحُدُوْدَ بِالشُّبُهَاتِ، ٣ ثُمَّ الشُّبْهَةُ نَوْعَانِ: شُبْهَةٌ فِي الْفِعْلِ وَتُسَمّٰى شُبْهَةَ اشْتِبَاهٍ، وَشُبْهَةٌ فِي الْمَحَلِّ وَتُسَمّٰى شُبْهَةً حُكْمِيَّةً، ٤ فَالْأُوْلٰى تَتَحَقَّقُ تتحقق فی حق من اشتبه علیه لان معناه ان یظن غیر الدلیل دلیلا و لا بد من الظن لتحقق الاشتباہ،

٣٠٧٥) اس حدیث میں ہے کہ جتنا ہو سکے حد کو ٹالو۔

نوٹ: صاحب ہدایہ نے یہاں لمبی بحث کی ہے اس کو غور سے سمجھیں۔

ترجمہ: ل مصنف فرماتے ہیں کہ جو وطی حد کو واجب کرتی ہے اس کو زنا کہتے ہیں، اور شریعت اور لغت میں زنا یہ ہے کہ ایسے فرج میں وطی کرے جس میں ملکیت بھی نہ ہو اور ملکیت کا شبہ بھی نہ ہو، اس لئے کہ یہ گناہ کا فعل ہے۔

تشریح: یہ زنا کی تعریف ہے، کہ نہ ملک نکاح ہو اور نہ ملک رقبہ ہو اور نہ ملک رقبہ کا شبہ ہو ایسے فرج میں وطی کرے اس کو زنا کہتے ہیں۔ آگے ملک کا شبہ نہ ہو اس کی ساری تفصیل ہے۔

ترجمہ: ٢ اور مطلق حرمت اس وقت ہے جبکہ ملک سے بھی خالی ہو اور ملک کے شبہ سے بھی خالی ہو، کیونکہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ شبہ ملک سے بھی حد ساقط ہو جاتی ہے۔ حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے، کہ شبہ ہو تب بھی حد کو ٹال دو۔

تشریح: ملک اور شبہ ملک سے خالی ہو تب جا کر حرمت کاملہ ہوگی اور حد لگے گی، کیونکہ ملکیت کا شبہ ہو تب بھی حد ساقط ہو جاتی ہے۔

وجہ: اس کے لئے قول تابعی یہ ہے۔ عن الزهری قال ادفعوا الحدود بکل شبهة۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی درء الحدود بالشبہات، ج خامس، ص ٥٠٧، نمبر ٢٨٤٨٨) اس قول تابعی میں ہے کہ شبہ سے حد کو ٹال دو۔

ترجمہ: ٣ شبہ کی دو قسمیں ہیں [١] فعل میں شبہ، جسکو شبہۃ اشتباہ، کہتے ہیں [٢] اور دوسرا ہے شبہۃ فی المحل، اس کو شبہ حکمیہ، کہتے ہیں۔

تشریح: شبہ کی دو قسمیں ہیں، [١] فعل میں شبہ، اس کا دوسرا نام شبہۃ اشتباہ ہے۔ [٢] اور دوسرا ہے محل میں شبہ، اس کو شبہ حکمیہ، کہتے ہیں۔

ترجمہ: ٤ پہلا یعنی شبہۃ الفعل، اس وقت ہوگا جب مجرم پر مشتبہ ہو جائے، کیونکہ وہ غیر دلیل کو دلیل سمجھتا ہے، اشتباہ کو ثابت کرنے کے لئے اس کا یہ گمان ہونا ضروری ہے کہ [میں اس کو حلال سمجھتا تھا]

۵ و الثانية تتحقق لقيام الدليل النافى للحرمة فى ذاته و لا تتوقف على ظن الجانى و اعتقاده ۶، وَالْحَدُّ يَسْقُطُ بِالنَّوْعَيْنِ لِإِطْلَاقِ الْحَدِيْثِ، ۷ وَالنَّسَبُ يَثْبُتُ فِي الثَّانِيَةِ إِذَا ادَّعَى الْوَلَدَ، وَلايَثْبُتُ فِي الْأُوْلٰى وَإِنِ ادَّعَاهُ، لِأَنَّ الْفِعْلَ تَمَحُّضُ زِنَاءٍ فِي الْأُوْلٰى، وَإِنَّمَا يَسْقُطُ الْحَدُّ لِأَمْرٍ رَاجِعٍ إِلَيْهِ وَهُوَاشْتِبَاهُ الْأَمْرِ عَلَيْهِ وَلَمْ يَتَمَحَّضْ فِي الثَّانِيَةِ. ۸ فَشُبْهَةُ الْفِعْلِ فِيْ ثَمَانِيَةِ مَوَاضِعَ جَارِيَةِ أَبِيْهِ

تشریح:اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حقیقت میں ملکیت کی دلیل نہیں ہے لیکن مجرم اس کوملکیت کی دلیل سمجھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ کہے کہ میں اس عورت کوحلال سمجھتا تھا تب حد ساقط ہوگی ،اوراگر کہے کہ میں اس کوحرام سمجھتا تھا تو حد لگ جائے گی ، کیونکہ حقیقت میں حلال ہونے کی دلیل نہیں ہے،اس کوشبہۃ الفعل، کہتے ہیں۔

ترجمہ:۵ اوردوسرا شبہۃ المحل ہےاس میں حرمت کی نفی کرنے والی دلیل موجود ہوتی ہے،اور مجرم کے گمان،اوراس کے اعتقاد پرموقوف نہیں رہتا۔

تشریح:اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ شبہۃ المحل ، میں خودعورت میں ملکیت کا شبہ موجود ہے، چاہے مجرم حلال کا گمان کرے یانہ کرے، یہی وجہ ہے کہ مجرم حرام ہونے گمان کرے تب بھی حدنہیں لگے گی ، کیونکہ اس میں ملکیت کا شبہ موجود ہے۔

ترجمہ:۶ حد دونوں شبہ سے ساقط ہوجائے گی ، کیونکہ حدیث میں مطلق شبہ سے حد ساقط کرنے کا حکم ہے۔

تشریح:قول تابعی میں تھا کہ شبہ سے حد ٹال دو،اس لئے چاہے شبہۃ الفعل ہو،شبہۃ المحل ہودونوں سے حد ساقط ہوجائے گی۔

ترجمہ:۷ نسب شبہۃ المحل سے ثابت ہوگا اگروہ بچہ ہونے کا دعوی کرے،اور پہلا[یعنی شبہۃ الفعل سے] ثابت نہیں ہوگا چاہے اپنا بچہ ہونے کا دعوی کرے،اس لئے کہ یہ خالص زنا ہے،اور حد تو اس لئے ساقط ہوئی ہے کہ زانی کا گمان ہے کہ یہ عورت میرے لئے حلال ہے،اوردوسرے[یعنی شبہۃ المحل] خالص زنا نہیں ہے۔

تشریح:ایسی عورت ہوجس میں شبہۃ الفعل ہےاس سے زنا کرلیااور بچہ پیدا ہوگیا،اورزانی نے اپنا بچہ ہونے کا دعوی کیا تب بھی بچے کا نسب اس مرد سے ثابت نہیں ہوگا ، کیونکہ یہ خالص زنا ہے، باقی رہا کہ حد ساقط ہوگئی تو یہ اس لئے ہے کہ زانی کا گمان تھا کہ یہ عورت میرے لئے حلال ہے اس لئے حد ساقط ہوگئی۔اورشبہۃ المحل میں بچے کا دعوی کرے تو بچے کا نسب ثابت کردیا جائے گا،اس لئے کہ اس میں ملکیت کا شبہ ہے۔

لغت:تمحض :خالص محض۔

ترجمہ:۸ شبہۃ الفعل آٹھ جگہ ہیں۔

[۱] اپنے باپ یا دادا کی باندی سے وطی کرلے

وَأُمِّهِ وَزَوْجَتِهِ وَالْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ وَبَائِنًا فِي الطَّلَاقِ عَلٰى مَالٍ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ وَأُمِّ وَلَدٍ أَعْتَقَهَا مَوْلَاهَا وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ، وَجَارِيَةِ الْمَوْلٰى فِيْ حَقِّ الْعَبْدِ، وَالْجَارِيَةِ الْمَرْهُوْنَةِ فِيْ حَقِّ الْمُرْتَهِنِ فِيْ رِوَايَةِ كِتَابِ الْحُدُوْدِ فَفِيْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ لَاحَدَّ إِذَا قَالَ ظَنَنْتُ أَنَّهَا تَحِلُّ لِيْ، وَلَوْقَالَ عَلِمْتُ أَنَّهَا حَرَامٌ وَجَبَ الْحَدُّ. ۹؎ وَالشُّبْهَةُ فِي الْمَحَلِّ فِيْ سِتَّةِ مَوَاضِعَ جَارِيَةِ ابْنِهِ وَالْمُطَلَّقَةِ طَلَاقًا بَائِنًا بِالْكِنَايَاتِ وَالْجَارِيَةِ الْمَبِيْعَةِ فِيْ حَقِّ الْبَائِعِ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ، وَالْمَمْهُوْرَةِ فِيْ حَقِّ الزَّوْجِ قَبْلَ الْقَبْضِ

---

[۲] اپنی ماں، یا نانی کی باندی سے وطی کرلے

[۳] اپنی بیوی کی باندی سے وطی کرلے

[۴] اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے، بعد میں اس کی عدت کے دنوں میں وطی کرلے

[۵] بیوی کو مال کے بدلے طلاق بائن دے، پھر اس کی عدت میں وطی کرلے

[٦] اپنی ام ولد کو آزاد کرلے، پھر اس کی عدت میں وطی کرلے

[۷] غلام نے اپنے آقا کی باندی سے وطی کرلے

[۸] مرتہن کے پاس راہن نے باندی رہن پر رکھا، اور مرتہن اس باندی سے وطی کرلے۔

ان جگہوں پر اگر کہا کہ میرا گمان تھا کہ یہ عورت میرے لئے حلال ہے تو حد نہیں ہے، او اگر کہا کہ مجھے پتہ تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے تو حد واجب ہو جائے گی۔

تشریح : یہ آٹھ جگہ ہیں جن میں شبہۃ الفعل ہیں، ان میں مجرم یہ کہے کہ میرا گمان یہ تھا کہ یہ عورت میرے لئے حلال ہیں تو حد ساقط ہو جائے گی، اور اگر یہ کہے کہ میرا گمان تھا کہ یہ عورت میرے لئے حرم ہے تو حد لگ جائے گی۔

ترجمہ :۹؎ محل میں شبہ ہو، اس کی چھ قسمیں ہیں

[۱] اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کرلے

[۲] کنایہ سے بیوی کو طلاق بائن دی، اور اس سے وطی کرلے

[۳] اپنی باندی فروخت کی او مشتری کو حوالہ کرنے سے پہلے اس سے وطی کرلے

[۴] شوہر نے اپنی باندی کو بیوی کے مہر میں دیا لیکن بیوی کے قبضہ کرنے سے پہلے وطی کرلے

[۵] باندی دو آدمیوں کے درمیان مشترک تھی ایک شریک وطی کرلے

وَالْمُشْتَرَكَةِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غَيْرِهِ، وَالْمَرْهُوْنَةِ فِيْ حَقِّ الْمُرْتَهِنِ فِيْ رِوَايَةِ كِتَابِ الرَّهْنِ، فَفِيْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ لَايَجِبُ الْحَدُّ وَإِنْ قَالَ عَلِمْتُ أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ، ١٠ ﴿ ثُمَّ الشُّبْهَةُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ تَثْبُتُ بِالْعَقْدِ وَإِنَّهُ كَانَ مُتَّفَقًا عَلٰى تَحْرِيْمِهِ وَهُوَ عَالِمٌ بِهِ، وَعِنْدَ الْبَاقِيْنَ لَا تَثْبُتُ إِذَا عَلِمَ بِتَحْرِيْمِهِ وَيَظْهَرُ ذٰلِكَ فِيْ نِكَاحِ الْمَحَارِمِ عَلٰى مَايَأْتِيْكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى. إِذَا عَرَفْنَا هٰذَا.

(۲۵۲۳) وَمَنْ طَلَّقَ إِمْرَأَتَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ وَطِيَهَا فِي الْعِدَّةِ وَقَالَ عَلِمْتُ أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ حُدَّ ﴿ لِزَوَالِ الْمِلْكِ الْمُحَلِّلِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَتَكُوْنُ الشُّبْهَةُ مُنْتَفِيَةً وَقَدْ نَطَقَ الْكِتَابُ بِانْتِفَاءِ الْحِلِّ، وَعَلٰى ذٰلِكَ

---

[٦] مرتہن کے پاس باندی رہن پر تھی اور مرتہن اس سے وطی کر لے

ان چھ جگہوں میں اگر مجرم یہ کہے کہ میں جانتا تھا کہ حرام ہے، پھر بھی حد نہیں لگے گی۔

تشریح: ان چھ جگہوں ملکیت ہونے کا شبہ ہے اس لئے مجرم یہ کہے کہ میں جانتا تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے پھر بھی وطی کر لی تب بھی حد نہیں لگے گی۔

ترجمه: ١٠﴿ پھر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عقد سے بھی شبہ ثابت ہوتا ہے، چاہے اس عورت کے حرام ہونے پر علماء کا اتفاق ہو، اور مجرم اس کی حرمت کو جانتا بھی ہو، اور باقی علماء کے نزدیک اگر حرمت جانتا ہو تو شبہ ثابت نہیں ہوگا، اختلاف کا اثر محارم عورت کے نکاح میں ہوگا۔ جیسا کہ آگے ان شاء اللہ آئے گا، اگر آپ نے یہ سب جان لیا ہے۔

تشریح: ایسی عورت جس سے ہمیشہ کے لئے نکاح کرنا حرام ہے، جیسے بہن تو اس سے بھی نکاح کر لیا اور ایجاب قبول کر لیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس سے بھی شبہ ثابت ہو جائے گا، اور اس سے حد ساقط ہو جائے گی، لیکن دوسرے علماء کے نزدیک عقد سے شبہ ثانت نہیں ہوگا، اس لئے اگر محرم عورت سے نکاح کیا اور اس سے زنا کیا تو حد لازم ہوگی

ترجمه: (۲۵۲۳) اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں پھر عدت میں اس سے وطی کر لی، اور یہ کہا کہ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ پر حرام ہے تو حد لگے گی۔

ترجمه: ﴿ اس لئے کہ تین طلاق دینے کی وجہ سے حلال کرنے والی پوری ملکیت ختم ہو گئی، اس لئے شبہ ختم ہو گیا چنانچہ آیت میں ہے کہ حلت ختم ہو گئی، اور اسی پر اجماع بھی ہے، اور اس کے خلاف جن علماء نے کہا [کہ ایک طلاق واقع ہوئی] اس کا قول معتبر نہیں ہے، کیونکہ یہ خلاف ہے اختلاف نہیں ہے۔

تشریح: اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور ابھی وہ عدت گزار رہی تھی کہ اس سے وطی کر لی، اور اس نے یہ بھی کہا کہ میں جانتا تھا کہ یہ عورت میرے لئے اب حلال نہیں ہے تو اس کو حد لگے گی۔

الْإِجْمَاعُ، وَلَايُعْتَبَرُ قَوْلُ الْمُخَاطَبِ فِيْهِ، لِأَنَّهُ خِلَافٌ لَا إِخْتِلَافٌ، ۲؎ وَلَوْ قَالَ ظَنَنْتُ أَنَّهَا تَحِلُّ لِيْ لَايُحَدُّ، لِأَنَّ الظَّنَّ فِيْ مَوْضِعِهٖ، لِأَنَّ أَثَرَ الْمِلْكِ قَائِمٌ فِيْ حَقِّ النَّسَبِ وَالْحَبْسِ وَالنَّفَقَةِ فَاعْتُبِرَ ظَنُّهُ فِيْ إِسْقَاطِ الْحَدِّ،

وجه :(۱) تین طلاق دینے سے وہ عورت بالکل حلال نہیں رہی، اور جانتا بھی تھا کہ وہ حلال نہیں ہے اس لئے اس کو حد لگے گی ۔(۲) آیت میں ہے کہ وہ حلال نہیں رہی، آیت یہ ہے ۔**فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوج غیرہ** (آیت ۲۳۰، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ تین طلاق کے بعد عورت بالکل حلال نہیں رہی، (۳) اس قول تابعی میں ہے کہ حد لگائی جائے گی ۔**عن الزھری و قتادۃ فی رجل طلق امراتہ عند شھیدین و ھو غائب ثلاثا ثم قدم فدخل علی امراتہ فاصابھا و قال الشاھدان شھدنا لقد طلقھا قالا یحد مأۃ و یفرق بینھما و اذا جحد ....و ان اعترف انہ قد کان طلقھا رجم** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب یطلقھا ثم یدخل علیھا، ج سابع ص ۲۷۱، نمبر ۱۳۴۷۴) اس قول تابعی میں ہے کہ تین طلاق دینے والے نے عورت سے وطی کی تو حد لگائی جائے گی ۔

اور بعض حضرات نے جو کہا کہ تین طلاقیں ایک طلاق ہے اس کی بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ آیت کے مقابلے میں ان کا اختلاف کرنا، اختلاف نہیں، بلکہ خلاف کرنا اور جھگڑا کرنا ہے، انکی دلیل یہ حدیث ہے ۔**عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عھد رسول اللہ ﷺ و ابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلاث واحدۃ فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر قد کانت لھم فیہ أناۃ فلو امضیناہ علیھم فامضاہ علیھم** ۔(مسلم شریف، باب طلاق الثلاث، ص ۶۳۰، نمبر ۱۴۷۲/۳۶۷۳) اس حدیث میں ہے کہ تین طلاق پہلے ایک تھی ۔

ترجمہ :۲؎ اور اگر یہ کہا کہ، میرا گمان تھا کہ یہ حلال ہے تو حد نہیں لگے گی، اس لئے کہ اس کا گمان اپنی جگہ پر صحیح ہے، اس لئے کہ نسب، گھر میں قیام کرنا اور نفقہ کے حق میں ملکیت کا اثر قائم ہے، اس لئے حد ساقط کرنے کے لئے اس کے گمان کا اعتبار کیا گیا ہے ۔

تشریح: اور اگر یوں کہا کہ میرا گمان تھا کہ یہ عورت میرے لئے حلال ہے تو اب حد نہیں لگے گی ۔

وجہ :(۱) یہ عورت عدت میں ہے اس لئے اس کا نفقہ شوہر پر ہے، یہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نہیں نکل سکتی، اگر عدت میں حمل ثابت ہو گیا تو اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا، یہ تینوں باتیں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت ابھی بھی اس کے نکاح میں ہے، اس لئے شوہر کو نکاح کا شبہۃ الشبہ پیدا ہو گیا اس لئے حد ساقط ہو جائے گی ۔(۲) **عن الثوری فی رجل طلق ثلاثا ثم دخل علیھا قال یدرأ عنھما الحد و یکون علیہ الصداق** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب یطلقھا ثم یدخل علیھا،

٣ِ وَأُمُّ الْوَلَدِ إِذَا أَعْتَقَهَا مَوْلَاهَا، وَالْمُخْتَلِعَةُ وَالْمُطَلَّقَةُ عَلٰى مَالٍ بِمَنْزِلَةِ الْمُطَلَّقَةِ الثَّلَاثِ لِثُبُوْتِ الْحُرْمَةِ بِالْإِجْمَاعِ وَقِيَامِ بَعْضِ الْآثَارِ فِي الْعِدَّةِ.

(٢٥٢٣) وَلَوْ قَالَ لَهَا أَنْتَ خَلِيَّةٌ أَوْ بَرِيَّةٌ أَوْ أَمْرُكِ بِيَدِكِ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا ثُمَّ وَطِيَهَا فِي الْعِدَّةِ وَقَالَ عَلِمْتُ أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ لَمْ يُحَدَّ ١ِ لِاخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فِيهِ فَمِنْ مَذْهَبِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهَا تَطْلِيْقَةٌ رَجْعِيَّةٌ، وَكَذَا الْجَوَابُ فِي سَائِرِ الْكِنَايَاتِ، وَكَذَا إِذَا نَوَى ثَلَاثًا لِقِيَامِ الْاِخْتِلَافِ مَعَ ذٰلِكَ.

ج سابع،ص ١٧٢، نمبر ١٣٤٧٥) اس قول تابعی میں ہے کہ تین طلاق دینے والے نے عورت سے وطی کی تو حد لگائی جائے گی۔

ترجمہ :٣ِ ام ولد کو اس کے آقا نے آزاد کر دیا، یا عورت نے خلع لیا ، یا مال پر طلاق لی تو اس کا حکم تین طلاق والی کی طرح ہے، یونکہ بالا جماع یہ عورتیں حرام ہیں، لیکن عدت میں بعض نکاح کا اثر بھی باقی ہے۔

تشریح : یہاں تین عورتوں کا بیان ہے جنکا حکم تین طلاق دی ہوئی عورت کی طرح ہے۔[١] آقا نے ام ولد کو آزاد کیا، اب وہ عدت گزار رہی تھی کہ آقا نے اس سے وطی کر لی۔[٢] عورت نے شوہر سے خلع لیا، [٣] یا عورت نے شوہر کو مال دیا اور طلاق لی، یہ عدت گزار رہی تھی کہ شوہر نے اس سے وطی کر لی، تو اگر شوہر نے کہا کہ یہ میرے لئے حلال سمجھا اور وطی کی ہے تو حد ساقط ہو جائے گی، اور کہا کہ میں نے حرام سمجھتے ہوئے وطی کی ہے تو حد لگے گی۔

وجہ : حد تو اس لئے لگے گی کہ یہ عورتیں مرد کے نکاح میں نہیں رہیں۔ لیکن عدت میں رہنے کی وجہ سے اس کا نفقہ شوہر پر ہے، اس کے بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عورت ابھی بھی نکاح میں ہے اس شبہۃ الشبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ : (٢٥٢٣) اگر عورت سے کہا تم خلیہ ہو تم بریہ ہو، یا تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے، پھر عورت نے اپنے آپ کو طلاق کے لئے اختیار کر لیا، پھر شوہر نے عدت میں وطی کر لی، اور وہ جانتا تھا کہ حرام ہے تبھی حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ :١ِ اس لئے کہ ان الفاظ کے بارے میں صحابہ کا اختلاف ہے، حضرت عمر کا مذہب ہے کہ ان الفاظ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، یہی جواب ہے کنایات کے تمام الفاظ میں، اور ایسے ہی ان الفاظ سے تین طلاق کی نیت کی [تو بھی حد نہیں لگے گی، کیونکہ اس میں اختلاف ہے۔

تشریح : یہاں کنایہ کے تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ان تین الفاظ میں سے کسی ایک سے طلاق دی، اور عورت عدت گزار رہی تھی کہ شوہر نے وطی کر لی، اور یہ بھی کہا کہ میں اس کو حرام سمجھتے ہوئے وطی کی ہے تب بھی حد نہیں لگے گی۔

(۲۵۲۵) وَلَاحَدَّ عَلٰى مَنْ وَطِيَ جَارِيَةَ وَلَدِهٖ وَوَلَدِ وَلَدِهٖ وَإِنْ قَالَ عَلِمْتُ أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ ، لـ لِأَنَّ الشُّبْهَةَ حُكْمِيَّةٌ، لِأَنَّهَا نَشَأَتْ عَنْ دَلِيْلٍ وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ "أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيْكَ" وَالْأُبُوَّةُ قَائِمَةٌ فِيْ حَقِّ الْجَدِّ (۲۵۲۶) وَيَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْهُ وَعَلَيْهِ قِيْمَةُ الْجَارِيَةِ لـ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ.

وجه :(۱)ان الفاظ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی ، یا ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی ، یا تین طلاق واقع ہوگی اس بارے میں خود صحابہ میں اختلاف ہے، اس لئے محل میں شبہ پیدا ہو گیا اس لئے حد ساقط ہو جائے گی (۲) ایک طلاق رجعی واقع ہونے کی دلیل حضرت عمر کا یہ قول ہے۔ **ان عمر بن الخطاب سئل عن رجل طلق امراته البتة فقال الواحدة تبت راجعها** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب البتۃ والخلیۃ ، ج سادس، ص ۲۷۹، نمبر ۱۱۲۱۸) اس قول صحابی میں البتۃ ایک طلاق رجعی ہے۔(۲) **عن عمر فی الخلية و البرية و البتة و البائنة هی واحدة و هو احق بها قال و قال علی هی ثلاث ، و قال شریح نیته ان نوی ثلاثا فثلاث و ان نوی واحدة فواحدة** ۔(عبد الرزاق، باب البتۃ والخلیۃ ، ج سادس، ص ۲۷۹، نمبر ۱۱۲۲۰) اس قول صحابی میں خلیۃ وغیرہ سے ایک طلاق کا بھی ذکر ہے اور حضرت علی سے تین طلاق کا بھی ذکر ہے، اس لئے اختلاف ہو گیا اس لئے شبہ کی وجہ سے حد لازم نہیں ہوگی۔

ترجمه :(۲۵۲۵) نہیں حد ہے اس آدمی پر جس نے اپنے بیٹے کی باندی سے، وطی کی ہو یا پوتے کی باندی سے وطی کی ہو اگر چہ وہ کہتا ہو کہ میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ پر حرام ہے۔

ترجمه : لـ اس لئے کہ یہاں محل میں شبہ ہو گیا، اور یہ شبہ حدیث کی دلیل کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، اور وہ حضور ﷺ کا قول، کہ تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے، اور دادا بھی باپ کے قائم مقام ہے۔

تشریح : بیٹے کی باندی یا پوتے کی باندی سے وطی کی اور کہتا ہو کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ باندی مجھ پر حرام ہے پھر بھی باپ پر حد نہیں ہے۔ دادا بھی باپ کے درجے میں ہے اس لئے اگر دادا نے اپنے پوتے کی باندی سے وطی کی تو اس پر بھی حد لازم نہیں ہوگی۔

وجه : اوپر گزر چکا ہے کہ آپؐ نے فرمایا آپ کا مال والد کے لئے ہے۔ حدیث یہ ہے۔ **انت و مالک لوالدک ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من کسب اولادکم** (ابو داؤد شریف، باب الرجل یأ کل من مال ولدہ، ج ثانی، ص ۱۴۱ نمبر ۳۵۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیٹے کی باندی اور پوتے کی باندی میں کچھ اپنی باندی ہونے کا اثر ہے اس لئے اس سے وطی کی تو حد لازم نہیں ہوگی۔(۲) حدیث کی وجہ سے خود محل میں شبہ پیدا ہو گیا اس لئے حد لازم نہیں ہوگی۔

ترجمه:(۲۵۲۶) اور بچے کا نسب باپ سے ثابت کیا جائے گا، اور باپ پر باندی کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمه: لـ اس کی تفصیل پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔

(۲۵۲۷)وَإِذَا وَطِيَ جَارِيَةَ أَبِيهِ أَوْأُوْزَوْجَتِهِ وَقَالَ ظَنَنْتُ أَنَّهَا تَحِلُّ لِي فَلَاحَدَّ عَلَيْهِ وَلَاعَلٰى قَاذِفِهِ وَإِنْ قَالَ عَلِمْتُ أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ حَدَّ، وَكَذَا الْعَبْدُ إِذَا وَطِيَ جَارِيَةَ مَوْلَاهُ، ل لِأَنَّ بَيْنَ هٰؤُلَاءِ انْبِسَاطٌ فِي الْإِنْتِفَاعِ فَظَنُّهُ فِي الْإِسْتِمْتَاعِ مُحْتَمَلٌ فَكَانَتْ شُبْهَةَ اشْتِبَاهٍ إِلَّا أَنَّهُ زَنَا حَقِيقَةً فَلَايُحَدُّ قَاذِفُهُ،

تشریح :یہ باندی حقیقت میں باپ کی نہیں تھی لیکن اس سے باپ کا بچہ ہوا ہے اس لئے باپ پر اس باندی کی قیمت لازم ہو گی ،جسکی بنا پر باندی باپ کی ہوگئی اور بچے کا نسب باپ سے ثابت کر دیا جائے گا۔اس کی تفصیل ،باب نکاح الرقیق میں گزر چکی ہے۔

ترجمہ :(۲۵۲۷)اگر باپ کی باندی سے وطی کی ،یاماں یا اپنی بیوی کی باندی سے وطی کی اور کہا کہ میں جانتا ہوں کہ وہ میرے لئے حلال ہے تو اس پر حد نہیں لگے گی اور اس پر زنا کی تہمت لگانے والے پر بھی حد نہیں ہے،اور اگر کہا کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ مجھ پر حرام ہے تو حد لگے گی،اور ایسے ہی غلام نے اپنے آقا کی باندی سے وطی کی ہو۔

ترجمہ :ل اس لئے کہ ان لوگوں کے درمیان میں فائدہ اٹھانے کی وسعت ہوتی ہے،اس لئے مجرم کا گمان ہوا کہ وطی کرنے کی بھی گنجائش ہے،اس لئے شبہۃ الاشتباہ [فعل میں شبہ ہو گیا] ،لیکن حقیقت میں زنا ہے اس لئے اس پر تہمت لگانے والے کو حد نہیں لگے گی۔

تشریح :باپ،ماں،بیوی،آقا وغیرہ کے ساتھ رات دن کھانا پینا ہوتا ہے اس لئے یہ گمان ہوسکتا ہے کہ ان کی باندی میرے لئے حلال ہو اس لئے وطی کرنے والے کو یہ گمان ہو کہ یہ میرے لئے حلال ہے اور حلال سمجھ کر وطی کر لیا تو حد نہیں لگے گی۔اور اگر حرام سمجھتے ہوئے وطی کی تو حد لگے گی۔

وجہ :(۱) کیونکہ شبہۃ اشتباہ ہو گیا،یعنی فعل میں شبہ ہو گیا۔(۲) ماں کی باندی کے سلسلے میں یہ اثر ہے۔سألت حمادا والحکم عن الرجل یقع علی جاریة امه قالا علیه الحد وعن الحسن قال لیس علیه الحد (مصنف ابن ابی شیبة ۸۲ فی الرجل یأتی جاریة امه ج خامس ص ۵۱۴ نمبر ۲۸۵۶۳) (۳) بیوی کی باندی کے بارے میں یہ حدیث ہے۔ عن النعمان بن بشیر عن النبی ﷺ انه قال فی الرجل یأتی جاریة امرأته قال ان کانت احلتها له جلد مائة وان لم تکن احلتها له رجمته (سنن للبیہقی ،باب ما جاء فیمن اتی جاریة امرأته،ج ثامن،ص ۴۱۶ نمبر ۱۷۰۶۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی کی باندی سے وطی کرنے والے کو رجم کیا جائے گا۔(۳) قول تابعی میں ہے۔عن الزهری فی رجل زنی بولیدة امرأته قال یجلد و لا یرجم (مصنف عبد الرزاق ،باب الرجل یصیب ولیدة امرأته ج سابع ،ص ۲۷۶،نمبر ۱۳۵۰۱)اس اثر میں ہے کہ حد نہیں لگے گی بلکہ تعزیر ہوگی۔

۲؎ وَكَذَا إِذَا قَالَتِ الْجَارِيَةُ ظَنَنْتُ أَنَّهُ يَحِلُّ لِي وَالْفَحْلُ لَمْ يَدَّعِ فِي الظَّاهِرِ، لِأَنَّ الْفِعْلَ وَاحِدٌ، (۲۵۲۸) وَإِنْ وَطِيَ جَارِيَةَ أَخِيهِ أَوْ عَمِّهِ وَقَالَ ظَنَنْتُ أَنَّهَا تَحِلُّ لِي حُدَّ، ا؎ لِأَنَّهُ لَا انْبِسَاطَ فِي الْمَالِ فِيمَا بَيْنَهُمَا، ۲؎ وَكَذَا سَائِرُ الْمَحَارِمِ سِوَى الْوِلَادِ لِمَا بَيَّنَّا.

لغت :ولاعلی قاذفہ: جن لوگوں نے بیوی، ماں، باپ، اور آقا کی باندی سے وطی کی تو یہ حقیقت میں زنا ہے، اس لئے اس پر کسی نے زنا کی تہمت لگائی تو اس تہمت لگانے والے کو حد نہیں لگے گی، ولا یحد قاذفہ: کا مطلب یہی ہے۔ انبساط: وسعت ہونا۔ استمتاع: متاع سے مشتق ہے، عورت سے فائدہ حاصل کرنا۔

ترجمہ :۲؎ ایسے ہی اگر باندی نے کہا کہ میرا گمان تھا کہ میرے آقا کا یہ غلام حلال ہے، اور اس غلام نے کچھ نہیں کہا تو حد لازم نہیں ہوگی، کیونکہ باندی اور غلام کا فعل ایک ہی ہے۔

تشریح:متن میں غلام کے بارے میں تھا، یہاں باندی کے بارے میں ہے کہ اس نے آقا کے غلام سے وطی کرالی، اور کہا کہ میرا گمان تھا کہ یہ غلام میرے لئے حلال ہے، اور غلام کچھ نہیں بولتا ہے تو باندی پر بھی حد نہیں لگے گی، کیونکہ دونوں کا فعل ایک ہی ہے، اس لئے حکم بھی ایک ہی ہوگا۔ فحل: مرد، یہاں فحل سے مراد غلام ہے۔

ترجمہ :(۲۵۲۸) کسی نے بھائی کی باندی سے وطی کی یا چچا کی باندی سے اور کہا کہ میں نے گمان کیا کہ وہ حلال ہے تب بھی حد لگے گی۔

ترجمہ :ا؎ اس لئے کہ ان لوگوں کے مال میں وسعت نہیں ہوتی۔

تشریح :بھائی اور چچا کے ساتھ اتنا کھانا پینا نہیں ہوتا اور نہ آدمی ان کا مال اپنا مال سمجھتا ہے اس لئے یہ گمان بھی ہو کہ ان کی باندیاں میرے لئے حلال ہیں تب بھی حد لگے گی۔

وجہ :(۱) اثر میں ہے کہ غلام نے آقا کی بیوی سے وطی کی تو بیوی کو حد لگے گی اسی پر قیاس کرتے ہوئے بھائی اور چچا کی باندی سے وطی کی پھر بھی حد لگے گی۔ قول تابعی یہ ہے۔ **عن الثوری فی العبد یزنی بامرأۃ سیدہ فقال یقام علیھا الحد** (مصنف عبد الرزاق، باب المرأۃ تزنی بعبد زوجھا، ج سابع، ص ۲۷۹، نمبر ۱۳۵۱۲) (۲) باقی رہا یہ گمان کہ میرے لئے ان کی باندیاں حلال ہیں شاید جھوٹ یا لاعلمی پر مبنی ہے اس لئے اس کے گمان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ:۲؎ یہی حال تمام ان ذی رحم محرم کا جن میں پیدائشی رشتہ نہیں ہوتا، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے پہلے بیان کیا۔

تشریح:جو ذی رحم محرم تو ہیں، لیکن اس کے ساتھ پیدائشی رشتہ نہیں ہے، مثلا ماموں، خالہ وغیرہ ان سب کی باندیوں سے وطی کر لی تو اس کا حکم یہی ہے کہ حد لگے گی، چاہے یہ کہا ہو کہ میرا گمان تھا کہ یہ حلال ہے۔

(۲۵۲۹) وَمَنْ زُفَّتْ إِلَيْهِ غَيْرُ امْرَأَتِهِ وَقَالَتِ النِّسَاءُ إِنَّهَا تَزَوَّجَتَکَ فَوَطِيَهَا لَاحَدَّ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ لِ ، قَضٰى بِذٰلِکَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَبِالْعِدَّةِ، وَلِأَنَّهُ اعْتَمَدَ دَلِيْلًا وَهُوَ الْإِخْبَارُ فِي ج مَوْضِعِ الْاِشْتِبَاهِ إِذِ الْإِنْسَانُ لَايُمَيِّزُ بَيْنَ امْرَأَتِهِ وَبَيْنَ غَيْرِهَا فِيْ أَوَّلِ الْوَهْلَةِ فَصَارَ كَالْمَغْرُوْرِ، وَلَايُحَدُّ قَاذِفُهُ إِلَّا فِيْ رِوَايَةٍ عَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، لِأَنَّ الْمِلْکَ مُنْعَدِمٌ حَقِيْقَةً.

ترجمہ :(۲۵۲۹) شب زفاف میں شوہر کے پاس کسی اجنبی عورت کو بھیج دیا اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری بیوی ہے۔پس اس نے اس سے وطی کی تو اس پر حد نہیں ہے اور شوہر پر مہر ہوگا۔

ترجمہ:لِ حضرت علی سے یہی فیصلہ منقول ہے،اور عدت کا فیصلہ منقول ہے،اور اسلئے کہ اشتباہ کی جگہ ہے اور شوہر نے عورتوں کی خبر پر اعتماد کیا،اس لئے کہ پہلی مرتبہ انسان اپنی بیوی اور اجنبیہ میں تمیز نہیں کر سکتا ہے،اسلئے دھوکہ دئے ہوئے کی طرح ہو گیا۔

تشریح: پہلی رات تھی۔ابھی تک بیوی کو دیکھا نہیں تھا۔عورتوں نے اصلی بیوی کے علاوہ کسی غیر عورت کو شوہر کے پاس بھیج دیا اور لوگوں نے یہ بھی کہا کہ یہ تیری بیوی ہے۔اس نے اس سے وطی کر لی۔بعد میں پتا چلا کہ وہ اس کی بیوی نہیں ہے تو اس مرد پر حد نہیں ہوگی۔البتہ چونکہ وطی بالشبہ کی ہے اس لئے عقر لازم ہوگا جس کو وطی بالشبہ کا مہر کہتے ہیں۔

وجہ:(۱) شوہر یہاں دو اعتبار سے معذور ہے۔[۱] ایک تو یہ کہ ابھی تک پہچانتا ہی نہیں ہے کہ میری بیوی کون ہے۔کیونکہ یہ پہلی رات ہے اس لئے اس عذر کی بنا پر حد ساقط ہو جائے گی۔[۲] دوسری وجہ یہ ہے کہ عورتوں نے بھی گواہی دی کہ یہ تیری بیوی ہے جس سے بیوی ہونے کا گمان غالب ہو گیا۔اس لئے ان دونوں شبہوں کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی (۲) حضرت علی کا قول میں ہے کہ بیوی کہہ دے کہ یہ میرا شوہر ہے تو حد ساقط ہو جائے گی۔ یحیی بن ابی الھیثم عن ابیه عن جده انه شهد علیا واتی برجل وامرأة وجدا فی خرب مراد فاتی بهما علی فقال بنت عمی وربیبتی فی حجری فجعل اصحابه یقولون قولی زوجی فقالت هو زوجی فقال علی خذ بید امرأتک ۔دوسرے اثر میں ہے ۔عن ابراهیم فی المرأة توخذ مع الرجل فتقول تزوجنی فقال ابراهیم لو کان هذا حقا ما کان علی زان حد (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳۹ فی الرجل یوجد مع المرأۃ فتقول زوجی ج خامس ص ۵۴۵ نمبر ۲۸۸۷۲/۲۸۸۷۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت کہے کہ میرا شوہر ہے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔تو بہت عورتوں نے کہا تو بدرجۂ اولی حد ساقط ہوگی۔اور چونکہ وطی بالشبہ ہوئی ہے اس لئے عقر لازم ہوگا۔اور اس پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد لازم نہیں ہوگی، ہاں امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت ہے کہ اس کے تہمت لگانے والے پر حد لگے گی، اس لئے کہ یہاں حقیقت میں ملک نہیں ہے۔

تشریح: جس مرد نے اجنبیہ عورت سے بیوی سمجھ کر زنا کیا ہے اس پر کوئی زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد قذف نہیں لگے گی،

(۲۵۳۰) وَمَنْ وَجَدَ امْرَأَةً عَلٰى فِرَاشِهٖ فَوَطِيَهَا فَعَلَيْهِ الْحَدُّ، ١ لِأَنَّهُ اشْتِبَاهٌ بَعْدَ طُوْلِ الصُّحْبَةِ فَلَمْ يَكُنِ الظَّنُّ مُسْتَنِدًا إِلٰى دَلِيْلٍ، وَهٰذَا لِأَنَّهُ قَدْ يَنَامُ عَلٰى فِرَاشِهَا غَيْرُهَا مِنَ الْمَحَارِمِ الَّتِيْ فِيْ بَيْتِهَا، وَكَذَا إِذَا كَانَ اَعْمٰى، لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ التَّمْيِيْزُ بِالسُّوَالِ ٢ إِلَّا إِذَا كَانَ دَعَاهَا فَأَجَابَتْهُ أَجْنَبِيَّةٌ وَقَالَتْ أَنَا زَوَّجْتُكَ فَوَاقَعَهَا، لِأَنَّ الْإِخْبَارَ دَلِيْلٌ.

کیونکہ مرد کی ملک نکاح نہیں تھی اس لئے حقیقت میں زنا کیا ہے۔امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اسپر زنا کی تہمت لگانے والے کو حد لگے گی۔

ترجمہ:(۲۵۳۰)اپنی چارپائی پر اجنبیہ عورت کو پایا اور اس سے وطی کر لی تو اس پر حد لگے گی۔

ترجمہ:١ اس لئے کہ لمبے زمانے تک بیوی کے ساتھ رہنے کے باوجود اشتباہ کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی چارپائی پر بیوی کے علاوہ اس کے گھر کے کوئی ذی رحم محرم سو جائے، اور ایسے ہی اندھا ہو، اس لئے کہ پوچھ کر بیوی اور غیر بیوی میں تمیز کر سکتا ہے۔

تشریح : بیوی کے ساتھ ایک زمانے تک رہنے کے بعد اس پر اندھیرے میں ہاتھ لگانے سے بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ بیوی ہے یا نہیں، اس لئے چارپائی پر سوئی اجنبیہ عورت سے وطی کرنے پر حد لگے گی۔اسی طرح اندھا آدمی نے بیوی سمجھ کر اجنبیہ سے وطی کر لی تو اس پر حد لگے گی۔

وجہ :(۱)چارپائی پر سونا بیوی ہونے کی دلیل نہیں ہے اس پر بیٹی وغیرہ بھی سو سکتی ہے،(۲)اندھیرے میں پوچھ کر تمیز کرنا چاہئے، اور اس نے نہیں کیا اس لئے حد لگے گی۔

نوٹ:ان تمام حدود میں کوڑے کی حد لگے گی، رجم ساقط ہو جائے گا، کیونکہ شبہ موجود ہے۔

ترجمہ:٢ مگر آدمی نے بیوی کو بلایا، اور اجنبیہ عورت نے کہا کہ میں تیری بیوی ہوں، پھر اس نے اس سے وطی کر لی [تو حد نہیں لگے گی] اس لئے کہ اجنبیہ کا یہ کہنا کہ میں تیری بیوی ہوں شبہ کی دلیل ہے۔

تشریح :زید نے بیوی کو آواز دی، اجنبیہ عورت نے کہا میں تیری بیوی ہوں، اس بنیاد پر اس نے اس سے وطی کر لی تو حد نہیں لگے گی۔

وجہ:(۱)اجنبیہ کی خبر نکاح کی دلیل ہے اس لئے ملک نکاح کا شبہ ہو گیا اس لئے حد نہیں لگے گی۔(۲)عن ابراهيم في المرأة توخذ مع الرجل فتقول تزوجني فقال ابراهيم لو كان هذا حقا ما كان على زان حد (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳۹فی الرجل یوجد مع المرأۃ فتقول زوجی ج خامس ص ۵۴۵ نمبر ۲۸۸۷۵)اس قول تابعی میں ہے کہ اس نے کہا کہ

(٢٥٣١)وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لَايَحِلُ لَهُ نِكَاحُهَا فَوَطِيَهَا لَايَجِبُ عَلَيْهِ الْحَدُّ عِندَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، ١؎ لٰكِنَّهُ يُوجَعُ عُقُوبَةً إِذَاكَانَ عَلِمَ بِذٰلِكَ، ٢؎ وَقَالَ أَبُويُوسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمُحَمَّدٌرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَالشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ الْحَدُّإِذَاكَانَ عَالِمًابِذٰلِكَ،لِأَنَّهُ عَقْدٌ لَمْ يُصَادِفْ مَحَلَّهُ فَيَلْغُوكَمَاإِذَاأُضِيفَ إِلَى الذُّكُورِ،وَهٰذَالِأَنَّ مَحَلَّ التَّصَرُّفِ مَايَكُونُ مَحَلًّا لِحُكْمِهِ وَحُكْمُهُ الْحِلُّ وَهِيَ مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ،

میں تیری بیوی ہوں تو حد نہیں لگے گی

ترجمه:(٢٥٣١) کسی نے ایسی عورت سے نکاح کیا جس سے نکاح کرنا اس کے لئے حلال نہیں ہے اور اس سے وطی کی تو اس پر حد نہیں ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک۔

ترجمه:١؎ لیکن اگر اس بات کو جانتا تھا کہ یہ عورت حرم ہے تو سزا دی جائے گی۔

تشریح: مثلا سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا حالانکہ اس سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ یا خالہ سے نکاح کر لیا حالانکہ اس سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے اور وطی بھی کر لی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر حد نہیں لگے گی البتہ تعزیر ہو گی۔

وجه:(١) نکاح کرنے کی وجہ سے بیوی ہونے کا شبہ ہو گیا اور اوپر حدیث گزری کہ شبہ ہو تو حتی الامکان حدود ساقط کیا کرو۔(٢)عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ادرء و االحدود عن المسلمین مااستطعتم (ترمذی شریف، باب ماجاء فی درءالحدود ص ٢٦٣ نمبر ١٤٢٤) یہاں نکاح کرنے کی وجہ سے بیوی کا شبہ ہو گیا اس لئے حد نہیں لگے گی البتہ تعزیر کی جائے گی۔

ترجمه:٢؎ امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر اس بات کو جانتا ہو کہ عورت ابھی بھی حرام ہے تو اس پر حد لگے گی، اس لئے کہ یہ ایسا عقد ہے جو محل پر نہیں ہوا اس لئے عقد بیکار جائے گا، جیسے کوئی آدمی مرد سے نکاح کر لے تو بیکار جاتا ہے، اور اس کی وجہ یہ کہ نکاح کا محل وہ ہے جہاں نکاح کا حکم ہوتا ہو، اور اس کا حکم یہ ہے کہ عورت حلال ہو جائے اور یہاں وہ محرم عورت ہے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت محرمات میں سے اس لئے اس سے نکاح ہی نہیں ہوا، کیونکہ نکاح وہاں ہوتا ہے جہاں عورت حلال ہو جائے، اور یہ عورت محرمات میں سے ہے اس لئے نکاح ہوا ہی نہیں اس لئے نکاح کا شبہ بھی نہیں ہوا، اس لئے اس سے وطی کی تو حد لگے گی۔

وجه:(١) اس حدیث میں ہے کہ سوتیلی ماں سے نکاح کیا تو اس کو حد کے طور پر قتل کر دیا گیا۔ حدیث یہ ہے۔ عن یزید بن البراء عن ابیه قال لقیت عمی ومعه رایه فقلت له این ترید؟ فقال بعثنی رسول الله ﷺ الی رجل نکح امرأة ابیه فامرنی ان اضرب عنقه و اخذ ماله. (ابو داؤد شریف، باب فی الرجل یزنی بحریمه ص ٢٦٤ نمبر ٤٤٥٧)

٣ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّ الْعَقْدَ صَادَفَ مَحَلَّهُ،لِأَنَّ مَحَلَّ التَّصَرُّفِ مَايَقْبَلُ مَقْصُوْدَهُ، وَالْأُنْثٰى مِنْ بَنَاتِ آدَمَ قَابِلَةٌ لِلتَّوَالُدِ وَهُوَالْمَقْصُوْدُفَكَانَ يَنْبَغِي أَنْ يَنْعَقِدَ فِيْ حَقِّ جَمِيْعِ الْأَحْكَامِ إِلَّا أَنَّهُ تَقَاعَدَ عَنْ إِفَادَةِ حَقِيْقَةِ الْحِلِّ فَيُوْرِثُ الشُّبْهَةَ،لِأَنَّ الشُّبْهَةَ مَايُشْبِهُ الثَّابِتَ لَانَفْسَ الثَّابِتِ إِلَّاأَنَّهُ ارْتَكَبَ جَرِيْمَةً وَلَيْسَ فِيْهَاحَدٌّ مُقَدَّرٌ فَيُعَزَّرُ. (٢٥٣٢)وَمَنْ وَطِيَ أَجْنَبِيَّةً فِيْمَا دُوْنَ الْفَرْجِ يُعَزَّرُ، ١ لِأَنَّهُ مُنْكَرٌ لَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ مُقَدَّرٌ، (٢٥٣٣) وَمَنْ أَتٰى امْرَأَةً فِي الْمَوْضِعِ الْمَكْرُوْهِ أَوْعَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَلَاحَدَّ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَيُعَزَّرُ،وَقَالَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ وَيُوْدَعُ فِي السِّجْنِ، وَقَالَا هُوَ كَالزِّنَا، فَيُحَدُّ،

ترجمہ:٣ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ نکاح کا عقد محل پر ہوا ہے،اس لئے کہ تصرف کا محل وہ ہے جو مقصود کو قبول کرتا ہے ،اور بنی آدم کی عورتیں بچے پیدا کرنے کے لئے ہے اور یہی مقصود ہے اس لئے تمام کے حق میں نکاح منعقد ہونا چاہئے ،لیکن محرمات ہونے کی وجہ سے حقیقت حل کا فائدہ دینے سے بیٹھ گیا ،اس لئے شبہ پیدا ہو گیا ،اس لئے کہ شبہ وہ ہے جو ثابت کے مشابہ ہو نفس ثابت نہیں ،لیکن بڑا جرم کیا جس میں کوئی حد مقرر نہیں ہے اس لئے تعزیر کی جائے گی۔

تشریح:اس لمبی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ۔نکاح بچہ پیدا کرنے کے لئے کرتے ہیں ،اوران محرم عورت سے بھی بچہ پیدا کیا جا سکتا ہے،اس لئے اس سے نکاح درست ہو گیا،لیکن حرمت کی وجہ سے شبہ پیدا ہو گیا،اس لئے حد نہیں لگے گی ،البتہ یہ جرم بڑا ہے اوراس کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہے اس لئے تعزیر ہوگی۔

لغت:صادف محلہ:محل پر واقع ہوا ہے۔ تقاعد عن افادۃ حقیقت الحل :محرمات سے نکاح تھا اس لئے حقیقت میں حلال ہونے سے رہ گیا۔لان الشبھۃ ما یشبہ الثابت لانفس الثابت : کسی ثابت شدہ چیز میں شبہ پیدا ہونے کو ،شبہ، کہتے ، ثابت شدہ چیز کو شبہ نہیں کہتے۔جریمۃ : گناہ۔

ترجمہ:(٢٥٣٢) کسی نے اجنبی عورت سے شرمگاہ کے علاوہ میں وطی کی [مثلا ران میں وطی کی] تو تعزیر کی جائے گی۔

ترجمہ:١ کیونکہ یہ کام ناجائز ہے اوراس میں کوئی متعین حد نہیں ہے۔

تشریح:اجنبی عورت کی ران میں وطی کر لی تو یہ ناجائز کام ہے لیکن شریعت کی جانب سے کوئی متعین حد نہیں ہے اس لئے اس آدمی پر تعزیر کی جائے گی۔

ترجمہ:(٢٥٣٣) کسی نے عورت سے مکروہ جگہ میں وطی کی یا قوم لوط کا عمل کیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور تعزیر کی جائے گی ،اور جامع صغیر میں کہا کہ اسکو قید کر دیا جائے گا۔اور صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ زانی کی طرح ہے اسلئے حد لگے گی۔

لہ وَهُوَ أَحَدُ قَوْلَيِ الشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَالَ فِيْ قَوْلٍ يُقْتَلَانِ بِكُلِّ حَالٍ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ وَيُرْوٰى فَارْجُمُوا الْأَعْلٰى وَالْأَسْفَلَ.

ترجمہ :لہ حضرت امام شافعیؒ کا ایک قول یہی ہے۔اور دوسرے قول میں ہے کہ دونوں کو ہر حال میں قتل کر دیا جائے، حضورؐ کے قول کی وجہ سے، کہ فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے، اور ایک روایت میں ہے کہ اوپر والے اور نیچے والے دونوں کو قتل کر دیا جائے۔

تشریح :اپنی بیوی کے ساتھ لواطت کی یا کسی مرد کے ساتھ لواطت کی یعنی دبر میں وطی کی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حد نہیں ہے البتہ تعزیر ہوگی۔اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ زنا کی طرح ہے اس لئے اس میں سو کوڑے حد لگے گی، اور جامع صغیر میں ہے کہ اس وقت قید میں رکھا جائے جب تک کہ توبہ نہ کر لے۔

وجہ :(۱) آیت میں زانی کو حد یا رجم کی سزا ہے۔اور یہ زانی نہیں ہے کیونکہ زنا اس کو کہتے ہیں کہ مقام مخصوص میں وطی کرے اس لئے اس کو حد نہیں لگے گی۔

صاحبین اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ لواطت زنا کی طرح ہے اس لئے لواطت کرنے والے کو حد لگے گی یعنی محصن ہو تو رجم اور غیر محصن ہو تو کوڑے لگیں گے۔

وجہ:(۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من وجد تموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل و المفعول به**۔(ابو داؤد شریف، باب فیمن عمل عمل قوم لوط ص ۲۶۵ نمبر ۴۴۶۲ رترمذی شریف، باب ماجاء فی حد الوطی ص ۲۷۰ نمبر ۱۴۵۶) اس حدیث میں لواطت کرنے والے اور لواطت کروانے والے دونوں کو قتل کرنے کے لئے کہا۔(۲) دوسری حدیث یہ ہے۔ **عن ابی هريرة عن النبی ﷺ فی الذی يعمل عمل قوم لوط قال ارجموا الاعلى و الاسفل ارجموهما جميعا** ۔(ابن ماجۃ شریف، باب من عمل عمل قوم لوط، ص ۳۶۸، نمبر ۲۵۶۲) اس حدیث میں ہے کہ اوپر اور نیچے دونوں کو رجم کر دو۔(۳) قول تابعی میں ہے۔ **وقال بعض اهل العلم من فقهاء التابعين منهم الحسن البصری و ابراهيم النخعی وعطاء بن ابی رباح وغيرهم قالوا حد اللوطی حد الزانی وهو قول الثوری و اهل الكوفة** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی حد اللوطی، ص ۲۷۰، نمبر ۱۴۵۶ رالسنن للبیہقی، باب ماجاء فی حد اللوطی ج ثامن، ص ۴۰۶، نمبر ۱۷۰۳۲) اس اثر اور حدیث سے معلوم ہوا کہ لواطت کا حکم زنا کے حکم کی طرح ہے۔(۴) **عن الحسن قال اللوطی بمنزلة الزانی** (مصنف ابن ابی شیبۃ، فی اللوطی حد کحد الزنی، ج خامس، ص ۴۹۳، نمبر ۲۸۳۳۴) اس قول تابعی میں ہے کہ لواطت زنا کی طرح ہے۔

٢؎ وَلَهُمَا أَنَّهُ فِيْ مَعْنَى الزِّنَاءِ، لِأَنَّهُ قَضَاءُ الشَّهْوَةِ فِيْ مَحَلٍّ مُشْتَهِيْ عَلٰى سَبِيْلِ الْكَمَالِ عَلٰى وَجْهٍ تَمَحُّضٍ حَرَامًا تُقْصَدُ سَفْحُ الْمَاءِ، ٣؎ وَلَهُ أَنَّهُ لَيْسَ بِزِنَاءٍ لِاخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فِيْ مَوْجَبِهٖ مِنَ الْإِحْرَاقِ بِالنَّارِ وَهَدْمِ الْجِدَارِ وَالتَّنْكِيْسِ مِنْ مَكَانٍ مُرْتَفِعٍ بِاتِّبَاعِ الْأَحْجَارِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ، ٤؎ وَلَاهُوَ فِيْ مَعْنَى الزِّنَاءِ، لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيْهِ إِضَافَةُ الْوَلَدِ وَاشْتِبَاهُ الْأَنْسَابِ وَكَذَا هُوَ أَنْدَرُ وُقُوْعًا لِانْعِدَامِ الدَّاعِيْ فِيْ أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ، وَالدَّاعِيْ إِلَى الزِّنَا مِنَ الْجَانِبَيْنِ،

لغت: الموضع المکروہ : سے مراد دبر ہے جو مکروہ جگہ ہے۔

ترجمه: ٢؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ لواطت زنا کے معنی میں ہے اس لئے کہ خواہش والی جگہ میں شہوت پوری کرنا ہے، جو محض حرام ہے پانی کو برباد کرنے کے لئے۔

تشریح: یہ صاحبینؒ کی دلیل عقلی ہے، لواطت بھی شہوت والی جگہ میں خواہش پوری کرنی ہے، اور اپنے پانی کو برباد کرنا ہے اس لئے یہ زنا کے معنی میں ہوا اس لئے اس کو زنا کی حد لگے گی۔

ترجمه: ٣؎ اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ سزا کے سبب میں اختلاف کی وجہ سے یہ زنا کے معنی میں نہیں ہے، مثلا کسی نے کہا کہ آگ میں جلا دو، کسی نے کہا کہ اس پر دیوار گرا دو، کسی نے کہا کہ اونچی جگہ سے گرا دو اور اس پر پتھر برسا دو، وغیرہ اس لئے یہ زنا کے معنی میں نہیں ہے۔

تشریح: صحابہ میں اختلاف کی وجہ سے لواطت زنا کے معنی میں نہیں ہے۔

وجه: (١) عن الحکم فی اللوطی یضرب دون الحد ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ، فی اللوطی حد کحد الزنی، ج خامس، ص ٤٩٤، نمبر ٢٨٣٣٨) اس قول تابعی میں ہے کہ لواطت میں حد سے کم ماری جائے جس سے معلوم ہوا کہ یہ زنا کے معنی میں نہیں ہے۔ (٢) صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے۔ سئل ابن عباس ما حد اللوطی ؟ قال ینظر اعلی بناء فی القریة فیرمی به منکسا ثم یتبع بالحجارة (مصنف ابن ابی شیبۃ ، فی اللوطی حد کحد الزنی، ج خامس، ص ٤٩٤، نمبر ٢٨٣٢٨) اس حدیث میں ہے کہ اونچی جگہ پر لیجا کر گرا دو، اور اس پر پتھر برسا دو۔

ترجمه: ٤؎ اور یہ بات بھی ہے کہ لواطت زنا کے معنی میں نہیں ہے، مثلا بچے کو ضائع کرنا، نسب کا مشتبہ کرنا، پھر اس قسم کی بات کم ہوتی ہے کیونکہ دونوں جانب سے شہوت نہیں ہے اور زنا میں دونوں جانب سے شہوت ہے اس لئے وہ شہوت زنا کی طرف بلانے والی ہے۔

تشریح: زنا نہ ہونے کی تین دلیلیں ہیں [١] زنا میں بچے کو ضائع کرنا ہوتا ہے [٢] ، نسب کو مشتبہ کرنا ہوتا ہے، لواطت میں یہ

۵ے وَمَارَوَاهُ مَحْمُوْلٌ عَلَى السِّيَاسَةِ أَوْ عَلَى الْمُسْتَحِلِّ، إِلَّا أَنَّهُ يُعَزَّرُ عِنْدَهُ لِمَا بَيَّنَّاهُ.

(۲۵۳۴)وَمَنْ وَطِئَ بَهِيْمَةً فَلَاحَدَّ عَلَيْهِ، ۱ے لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي مَعْنَى الزِّنَاءِ فِي كَوْنِهِ جِنَايَةً وَفِي وُجُوْدِ الدَّاعِي،لِأَنَّ الطَّبْعَ السَّلِيْمَ يَنْفُرُعَنْهُ،وَالْحَامِلُ عَلَيْهِ نِهَايَةُ السَّفَهِ أَوْ فَرْطُ الشَّبْقِ وَلِهٰذَا لَايَجِبُ سَتْرُهُ إِلَّاأَنَّهُ يُعَزَّرُلِمَابَيَّنَّا،

بات نہیں ہے اس لئے یہ زنا کے معنی میں نہیں ہے [۳] زنا میں دونوں جانب سے شہوت ہوتی ہے جبکہ لواطت میں صرف فاعل کی جانب سے شہوت ہوتی ہے، مفعول کی جانب سے شہوت نہیں ہوتی، اس لئے لواطت کی طرف بلانے والی چیز نادر ہے اس لئے بھی وہ زنا کے معنی میں نہیں ہے۔اس لئے زنا کی حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ :۵ے اوران لوگوں نے جوروایت کی ہے وہ سیاست پر محمول ہے، یااس بناء پر اس کو یہ سزادی کہ وہ لواطت کو حلال سمجھ رہا تھا،لیکن تعزیر کی جائے گی اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کی۔

تشریح :صاحبینؒ نے جوحد والی روایت بیان کی وہ سیاست کے طور پر ہے، یااس بنا پر ہے کہ وہ آدمی لواطت کو حلال سمجھ رہا تھااس لئے وہ مرتد ہو گیااس لئے اس کوقتل کرنے کا حکم جاری کیا، البتہ اس کوتعزیر کی جائے گی۔

ترجمہ:(۲۵۳۴) کسی نے چوپائے کے ساتھ وطی کی تو اس پر حد نہیں ہے۔

وجہ : (۱) کیونکہ زنااس کو کہتے ہیں جوعورت کے ساتھ مخصوص مقام میں کیا جائے۔اور یہاں جانور کے ساتھ زنا کر رہا ہے اس لئے یہ زنا نہیں ہے۔اس لئے زنا کی حد نہیں لگے گی البتہ تعزیر ہوگی (۲) حدیث میں ہے۔عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من اتی بھیمة فاقتلوہ واقتلوھا معه ،(۳)اوردوسری روایت میں اثر ہے۔ عن ابن عباس قال لیس علی الذی یأتی البھیمة حد (ابوداؤد شریف، باب فیمن اتی بھیمۃ ص ۲۶۵ نمبر ۴۴۶۴/۴۴۶۵/ ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن یقع علی البھیمۃ ص ۲۶۹ نمبر ۱۴۵۵)اس حدیث اوراثر سے معلوم ہوا کہ جانور سے وطی کرنے والے کو تعزیر کے طور پر قتل کر دے۔البتہ اس پر زنا کی طرح حد نہیں ہے۔(۴)عن العطاء فی الذی یأتی البھیمة قال یعزر (مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب من قال لاحد علی من اتی بھیمۃ ، ج خامس ،ص ۵۰۸ ،نمبر ۲۸۴۹۶)اس قول تابعی میں ہے کہ جوکوئی جانور سے وطی کرے اس کوتعزیر کی جائے گی۔

ترجمہ :۱ے چوپائے سے وطی کرنا جرم میں یہ زنا کے معنی میں نہیں ہے،اور شہوت کی طرف بلانے والی بھی نہیں ہے اس لئے کہ سلیم طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے،اوراس کام پر امادہ کرنے والی چیز یا تو انتہائی حماقت ہے، یا نفسانی شہوت کا ابھر جانا ہے،اسی لئے مادہ جانور کی شرمگاہ اس کے مالکوں پر ڈھانپنا ضروری نہیں ہے،لیکن تعزیر کی جائے گی جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

٢ۦ وَالَّذِيْ يُرْوٰى أَنَّهُ تُذْبَحُ الْبَهِيْمَةُ وَتُحْرَقُ فَذٰلِكَ لِقَطْعِ التَّحَدُّثِ بِهٖ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ.

(٢٥٣٥) وَمَنْ زَنٰى فِيْ دَارِ الْحَرْبِ أَوْ فِيْ دَارِ الْبَغْيِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا لَايُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ،

تشریح: جانور سے وطی کرنا زنا کے معنی میں نہیں ہے[١] زنا اس کو کہتے ہیں کہ دونوں جانب سے رغبت ہو یہاں جانور سے وطی کرنے کی رغبت ذلیل آدمی کو ہی ہوسکتی ہے، یا بہت زیادہ شہوت ابھر گئی ہو اس کو ہوتی ہے، چونکہ جانور سے وطی کرنے کی رغبت نہیں ہوتی اسی لئے مالکوں پر اس کی شرمگاہ کو ڈھانک کر رکھنا لازم نہیں ہے، اس لئے یہ زنا کے معنی میں نہیں ہے اس لئے اس پر زنا کی حد نہیں لگے گی، صرف تعزیر کی جائے گی۔

لغت: الحامل علیہ: جانور سے وطی کے لئے ابھارنے والی چیز۔ نہایۃ السفہ: آخری بیوقوفی۔ فرط الشبق: بہت زیادہ شہوت۔ لا یجب سترہ: جانور کی شرمگاہ کو چھپانا واجب نہیں۔

ترجمہ: ٢ۦ اور یہ جو روایت میں ہے کہ جانور کو ذبح کر دیا جائے، یا جانور کو جلا دیا یہ اس لئے کہ آپس میں چرچا نہ کریں، لیکن ایسا کرنا واجب نہیں ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (٢٥٣٥) کسی نے دار الحرب میں زنا کیا یا باغیوں کی حکومت میں زنا کیا پھر ہمارے یہاں آ گیا تو اس پر حد قائم نہیں ہوگی۔

تشریح: مسلمان تھا دار الحرب میں زنا کیا پھر وہاں سے بھاگ کر دار الاسلام آ گیا یا باغیوں کی حکومت میں زنا کیا اور وہاں سے دار الاسلام میں آ گیا تو اس پر حد قائم نہیں ہوگی۔

وجہ: (١) دار الحرب میں یا باغیوں کی حکومت میں حد قائم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہاں امیر اور سلطان نہیں ہے تو گویا کہ یہ گناہ ابتدا میں حد کا موجب نہیں ہوا۔ اور وہاں سے دار الاسلام آنے کے بعد بھی حد قائم نہیں کریں گے کیونکہ جب شروع میں حد کا موجب نہیں ہوا تو بعد میں حد کیسے قائم کریں گے (٢) قول تابعی میں ہے کہ چار کام سلطان کے سپرد ہیں وہی انجام دیں گے۔ عن الحسن قال اربعة الی السلطان الزكاة والصلوة (ای الجمعة) والحدود والقضاء (مصنف ابن ابی شیبۃ ٥٩ من قال الحدود الی الامام ج خامس ص ٥٠٢ نمبر ٢٨٤٢٩) اور دار الحرب میں سلطان اور امیر المومنین نہیں ہیں اس لئے وہاں حد قائم نہیں ہو سکے گی (٣) ایک قول صحابی میں ہے کہ۔ ان ابا الدرداء نهى ان يقام على احد حد فی ارض العدو، (٤) اور دوسرے قول صحابی میں ہے۔ کتب عمرؓ الا يجلدون امير جيش ولا سرية احدا الحد حتى يطلع على الدرب لئلا يحمله حمية الشيطان ان يلحق بالكفار (مصنف ابن ابی شیبۃ ١٣٤ فی اقامۃ الحد

لـ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُحَدُّ لِأَنَّهُ اِلْتَزَمَ أَحْكَامَهُ أَيْنَمَا كَانَ مَقَامُهُ، ٢ـ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَايُقَامُ الْحُدُوْدُ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ، ٣ـ وَلِأَنَّ الْمَقْصُوْدَ هُوَ الْاِنْزِجَارُ، وَوِلَايَةُ الْإِمَامِ مُنْقَطِعَةٌ فِيْهَا فَيَعْرَى الْوُجُوْبُ عَنِ الْفَائِدَةِ، وَلَايُقَامُ بَعْدَ مَاخَرَجَ لِأَنَّهَا لَمْ تَنْعَقِدْ مُوْجِبَةً فَلَاتَنْقَلِبُ مُوْجِبَةً.

علی الرجل فی ارض العدوج خامس ص ۵۴۳ نمبر ۲۸۸۵۳/۲۸۸۵۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ دشمن کی زمین میں حد قائم نہ کریں اور جب وہاں قائم نہ ہوئی تو پرانی حد ہونے کی وجہ سے دارالاسلام میں بھی قائم نہیں کی جائے گی۔(۵) یوں بھی دار الحرب سے دارالاسلام تک صحیح گواہوں کو پیش کرنا ایک مشکل کام ہے۔اس لئے **ادرء وا الحدود ماستطعتم** کے تحت حد ساقط ہو جائے گی۔البتہ امام مناسب سمجھے تو تعزیر کردے۔

ترجمہ:لـ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حد لگے گی اسلئے کہ اسلام لانے کی وجہ سے اسلام کے احکام کو لازم کیا ہے، جہاں بھی ہو۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب تک دار الحرب میں تھا تو حد قائم نہیں ہوگی لیکن جب دار الاسلام میں آیا تو یہاں حد قائم ہوگی۔

وجہ:(۱) دارالاسلام میں آنے کے بعد یہاں کے احکام کا پابند ہے اور یہاں حد کا کام کرتا تو حد لگتی اس لئے یہاں آنے کے بعد حد لگے گی (۲) اوپر حضرت عمرؓ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک دشمن کی زمین ہو تو حد قائم نہ کرے لیکن جب دار الاسلام میں آجائے تو حد قائم کرے۔کیونکہ درب کہتے ہیں دارالاسلام کے پھاٹک کو یعنی پھاٹک پر آجائے تو حد قائم کرسکتا ہے۔اثر کے الفاظ یہ ہیں۔**کتب عمر الا یجلدون امیر جیش ولا سریة احدا الحد حتی یطلع علی الدرب** (مصنف ابن ابی شیبة ۳۴ فی اقمة الحد علی الرجل فی ارض العدوج خامس ص ۵۴۳ نمبر ۲۸۸۵۲) اس قول صحابی کا انداز یہ ہے کہ دارالاسلام کے پھاٹک پر آئے تو حد قائم کرسکتا ہے۔

ترجمہ:٢ـ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ دار الحرب میں حد قائم نہ کرو۔

وجہ : صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے .**ان ابا الدرداء نهى ان يقام على احد حد فى ارض العدو** ،(مصنف ابن ابی شیبة ۳۴ فی اقامة الحد علی الرجل فی ارض العدوج خامس ص ۵۴۳ نمبر ۲۸۸۵۳) اس قول صحابی میں ہے کہ دشمن یعنی دار الحرب میں حد قائم نہ کرے۔

ترجمہ :٣ـ اور اس لئے کہ حد لگانے کا مقصد تنبیہ کرنا ہے اور امام کی ولایت منقطع ہے اس لئے حد قائم کرنا فائدہ سے خالی ہوگا۔اور دار الحرب سے واپس آنے کے بعد بھی قائم نہیں کی جائے گی،اس لئے کہ جہاں جرم کر رہا تھا تو وہاں حد کے قابل نہیں تھا تو اب پلٹ کر حد کے قابل نہیں بنے گا۔

۴ وَلَوْ غَزٰی مَنْ لَهُ وِلَايَةُ الْإِقَامَةِ بِنَفْسِهٖ كَالْخَلِيْفَةِ وَأَمِيْرِ الْمِصْرِ يُقِيْمُ الْحَدَّ عَلٰى مَنْ زَنٰى فِيْ مُعَسْكَرِهٖ، لِأَنَّهُ تَحْتَ يَدِهٖ، بِخِلَافِ أَمِيْرِ الْعَسْكَرِ وَالسَّرِيَّةِ، لِأَنَّهُ لَمْ يُفَوَّضْ إِلَيْهِمَا الْإِقَامَةُ.

(۲۵۳۶) قَالَ وَكَذَا دَخَلَ حَرْبِيٌّ دَارَنَا بِأَمَانٍ فَزَنٰى بِذِمِّيَّةٍ أَوْزَنٰى ذِمِّيٌّ بِحَرْبِيَّةٍ يُحَدُّ الذِّمِّيُّ وَالذِّمِّيَّةُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَلَا يُحَدُّ الْحَرْبِيُّ وَالْحَرْبِيَّةُ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ فِيْ ذِمِّيٍّ

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، کہ حد لگانے کا مقصد لوگوں کو تنبیہ کرنا ہے، اور دار الحرب میں حد قائم کرنے سے خطرہ ہے کہ مجرم حربیوں کے ساتھ نہ مل جائے، اس لئے یہاں حد قائم کرنے کا فائدہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں امام نہیں ہے اس لئے حد کون قائم کرے گا! اور دار الاسلام آنے کے بعد اس لئے حد قائم نہیں کرے گا کہ جب جرم کرتے وقت حد کے قابل نہیں تھا تو بعد میں پلٹ کر حد کے قابل نہیں بنے گا۔

لغت: فلا تنعقد موجبۃ: دار الحرب میں جرم حد کے قابل نہیں تھا۔ فلا تنقلب موجبۃ: دار الاسلام آنے کے بعد پلٹ کر حد کے قابل نہیں بنے گا۔

ترجمہ: ۴ جس کو حد قائم کرنے کا اختیار رہے وہ غزوے میں شامل ہو، جیسے خلیفہ یا شہر کا امیر ہو تو اپنی لشکر گاہ میں حد قائم کر سکتا ہے اس لئے یہ لوگ اس کی ولایت میں ہیں، بخلاف لشکر کا امیر یا کسی ٹکڑے کا امیر اس لئے کہ ان دونوں کو حد قائم کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا ہے۔

تشریح: لشکر کے ساتھ ایسا آدمی ہے جسکو حد قائم کرنے کا اختیار ہو تو وہ اپنی لشکر گاہ میں حد قائم کر سکتا ہے، لیکن اگر فوج کی چھوٹی سی ٹکڑی ہو اور اس کا امیر ہو جسکو حد قائم کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا ہو وہ حد کو قائم نہیں کر سکتا۔

اصول: جسکو حد قائم کرنے کا اختیار ہو تو وہ حد قائم کر سکتا ہے، اور اس کا اختیار نہ ہو تو وہ لشکر گاہ میں حد قائم نہیں کر سکتا۔

لغت: معسکر: عسکر سے مشتق ہے لشکر، اسی سے معسکر، لشکر رکھنے کی جگہ۔ السریۃ: فوج کی چھوٹی سی ٹکڑی۔

ترجمہ: (۲۵۳۶) حربی امن لیکر دار الاسلام آیا، اور ذمی عورت کے ساتھ زنا کر لیا۔ یا ذمی نے حربی عورت کے ساتھ زنا کر لیا، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ذمی مرد اور ذمی عورت کو حد لگے گی، اور حربی مرد اور حربی عورت کو حد نہیں لگے گی، ذمی کے بارے میں امام محمدؒ کا قول بھی یہی ہے۔

ل يَعْنِيْ إِذَازَنٰى بِحَرْبِيَّةٍ،فَأَمَّاإِذَازَنَى الْحَرْبِيُّ بِذِمِّيَّةٍ لَايُحَدَّانِ عِنْدَمُحَمَّدٍرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَهُوَقَوْلُ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَوَّلًا.

ترجمہ :ل یعنی ذمی نے حربیہ عورت سے زنا کرلیا[تو ذمی مرد پر حد ہے،]اور حربی مرد نے ذمیہ عورت سے زنا کیا تو حربی مرد پر حد نہیں ہے تو ذمیہ عورت پر بھی حد نہیں ہے،امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول بھی یہی تھا۔

اصول :امام ابو حنیفہؒ: حربی دار الاسلام آئے تو اس پر قصاص ہے،حد قذف ہے،کیونکہ یہ حقوق العباد ہیں،اور زنا حقوق اللہ ہے اس لئے حربی مرد اور حربی عورت پر حد زنا نہیں ہے،کیونکہ وہ شریعت کا مخاطب نہیں ہے۔

اصول:امام ابو یوسفؒ۔حربی مرد یا عورت دار الاسلام آئے تو اس پر حد زنا ہے،کیونکہ اس پر دار الاسلام کا قانون نافذ ہوگا۔

اصول :امام محمدؒ۔اگر اصل پر حد نہیں ہے تو تابع پر بھی حد نہیں ہوگی،مثلا حربی نے ذمیہ سے زنا کیا تو حربی پر حد نہیں ہے،تو ذمیہ عورت سے بھی حد ساقط ہو جائے گی،کیونکہ یہاں عورت تابع ہے۔ان اصولوں کو یاد رکھیں اور مسئلہ سمجھیں۔

تشریح :یہاں دو مسئلے ہیں[ا] حربی آدمی امن لیکر دار الاسلام میں داخل ہوا،اور کسی ذمیہ کے ساتھ زنا کرلیا تو ذمیہ عورت پر حد لازم ہوگی،اور حربی پر حد لازم نہیں ہوگی۔امام محمدؒ کے نزدیک مرد پر حد نہیں ہے تو ذمیہ عورت سے بھی حد ساقط ہو جائے گی۔
[٢] حربیہ عورت امن لیکر دار الاسلام میں داخل ہوئی،اور ذمی مرد سے زنا کرالیا تو حربیہ عورت پر حد نہیں ہے،لیکن ذمی مرد پر حد ہے۔امام محمدؒ کے نزدیک بھی ذمی مرد پر حد ہے۔

وجہ :(ا) حربی مرد نے ذمیہ عورت سے زنا کیا تو چونکہ وہ عاقل بالغ ہے اس لئے اس کو لذت کاملہ ہوئی اس لئے زنا کا ارتکاب ہوا،اسی طرح ذمی مرد نے حربیہ عورت سے زنا کیا تو مرد اور عورت کو کامل لذت ہوئی اس لئے زنا کا ارتکاب ہوا،لیکن حربی مرد اور حربی عورت نے شریعت کے احکام کو لازم نہیں کیا ہے اس لئے حربی مرد اور عورت کو حد نہیں لگے گی،لیکن ذمی مرد اور عورت کو حد لگ جائے گی،کیونکہ وہ دار الاسلام میں رہ کر شریعت کے احکام کو اپنے او پر مدت عمر لازم کیا ہے،یہ بات یاد رہے کہ یہ محصن نہیں ہیں اس لئے کوڑے کی حد لگے گی،رجم نہیں کیا جائے گا(٢) حربی مرد یا عورت،دار الاسلام میں داخل ہونے کے بعد حقوق العباد کی ذمہ داری لی ہے،لیکن شرعی حقوق کی ذمہ داری نہیں لی ہے،اس لئے حربی مرد اور عورت پر حد لازم نہیں ہوگی۔اور ذمی مرد اور عورت نے دار الاسلام میں ہمارے قوانین کو قبول کیا ہے اس لئے ان دونوں پر حد زنا لازم ہوگی۔(٣) امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ حربی مرد اصل ہے اور ذمیہ عورت تابع ہے،پس جب اصل پر حد قائم نہیں ہوئی تو تابع سے بھی حد ساقط ہو جائے گی۔اور ذمی مرد نے حربیہ عورت سے زنا کیا تو مرد اصل ہے اور دار الاسلام میں رہ کر اسکے قانون کا ذمہ دار ہے اس لئے ذمی مرد پر حد لگے گی،اور حربیہ پر حد نہیں لگے گی۔

۲؎ وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُحَدُّوْنَ كُلُّهُمْ وَهُوَ قَوْلُهُ الْآخِرُ، لِأَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّ الْمُسْتَأْمِنَ الْتَزَمَ أَحْكَامَنَا مُدَّةَ مَقَامِهِ فِيْ دَارِنَا فِي الْمُعَامَلَاتِ كَمَا أَنَّ الذِّمِّيَّ الْتَزَمَهَا مُدَّةَ عُمْرِهِ وَلِهٰذَا يُحَدُّ حَدُّ الْقَذْفِ وَيُقْتَلُ قِصَاصًا، بِخِلَافِ حَدِّ الشُّرْبِ، لِأَنَّهُ يَعْتَقِدُ إِبَاحَتَهُ. ۳؎ وَلَهُمَا أَنَّهُ مَادَخَلَ لِلْقَرَارِ بَلْ لِحَاجَةٍ كَالتِّجَارَةِ وَنَحْوِهَا فَلَمْ يَصِرْ عَنْ أَهْلِ دَارِنَا، وَلِهٰذَا تَمَكَّنَ مِنَ الرُّجُوْعِ إِلٰى دَارِ الْحَرْبِ، وَلَايُقْتَلُ الْمُسْلِمُ وَلَا الذِّمِّيُّ بِهِ فَإِنَّمَا الْتَزَمَ مِنَ الْحُكْمِ مَايَرْجِعُ إِلٰى تَحْصِيْلِ مَقْصُوْدِهِ وَهُوَ حُقُوْقُ الْعِبَادِ، لِأَنَّهُ لَمَّا طَمِعَ فِي الْإِنْصَافِ يَلْتَزِمُ الْإِنْتِصَافَ، وَالْقِصَاصُ وَحَدُّ الْقَذْفِ مِنْ حُقُوْقِهِمْ، أَمَّا حَدُّ الزِّنَا حَقُّ الشَّرْعِ.

لغت: دارالحرب: اسلامی ملک کافر کے ملک سے جنگ کر رہا ہوتو اس کو دارالحرب، کہتے ہیں

ترجمہ: ۲؎ امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ سب کو حد لگے گی، اور یہ انکا آخری قول ہے، امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ امن لینے والوں نے مدت قیام میں ہمارے احکام کو اپنے اوپر لازم کیا ہے، جیسے ذمی پوری زندگی ہمارے احکام کو اپنے اوپر لازم کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر حربی زنا کی تہمت لگانے والا ہوتو اس کو حد قذف لگتی ہے، اور قصاص میں قتل کیا جاتا ہے، بخلاف شراب پینے کی حد کے اس لئے یہ اس کو مباح سمجھتے ہیں۔

تشریح: حربی نے ذمیہ عورت سے زنا کیا، یا ذمی نے حربیہ عورت سے زنا کیا ہر حال مین ذمی مرد اور عورت اور حربی مرد اور عورت چارون کو حد لگے گی ۔، جیسے زنا کی تہمت کسی پر گائی ہو، تو چاروں پر حد قذف لگتی ہے، یا قتل کیا ہوتو چروں سے قصاص لیا جاتا ہے، اسی طرح یہاں زنا کی حد بھی چاروں پر جاری کی جائے گی۔ البتہ ذمی یا ذمیہ نے، اور حربی یا حربیہ نے دارالاسلام میں شراب پی تو حد شرب نہیں لگے گی، کیونکہ شراب انکے مذہب میں حلال ہے۔

وجہ: حربی جب تک دارالاسلام میں رہے گا یہاں کے قانوں کی پاسداری لازم ہے، اس لئے اس پر حد زنا بھی لگے گی، جیسے ذمی اپنی زندگی بھر اسلامی قانون کی پاسداری کا ذمہ دار ہے۔

ترجمہ: ۳؎ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے ہ حربی ہمیشہ رہنے کے لئے دارالاسلام نہیں آیا ہے، بلکہ تجارت کی ضرورت کیلئے آیا ہے، اسلئے وہ دارالاسلام کا آدمی نہیں ہوا، یہی وجہ ہے کہ وہ دارالحرب چلا جائے گا، اور اسی وجہ سے مسلمان یا ذمی نے حربی کو قتل کر دیا تو اس کے بدلے میں مسلمان، یا ذمی قتل نہیں کیا جائے گا [بلکہ دیت دیگا] حربی نے تو صرف وہ احکام اپنے اوپر لازم کیا ہے جو اس کے مقصد حاصل کرنے کے لئے ہو اور وہ ہے حقوق العباد، اس لئے کہ اس نے انصاف حاصل کرنے کی لالچ کی ہے اس لئے انصاف کی چیز کو لازم کیا ہے اور قصاص اور حد قذف حقوق العباد میں سے ہیں، اور حد زنا حقوق شرع میں سے ہے۔

۴ وَلِمُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَهُوَ الْفَرْقُ أَنَّ الْأَصْلَ فِيْ بَابِ الزِّنَاءِ فِعْلُ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةُ تَابِعَةٌ لَهُ عَلٰى مَانَذْكُرُهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَامْتِنَاعُ الْحَدِّ فِيْ حَقِّ الْأَصْلِ يُوْجِبُ امْتِنَاعَ فِيْ حَقِّ التَّبْعِ، أَمَّا الْاِمْتِنَاعُ فِيْ حَقِّ التَّبْعِ لَايُوْجِبُ الْاِمْتِنَاعُ فِيْ حَقِّ الْأَصْلِ، نَظِيْرُهُ إِذَا زَنَى الْبَالِغُ بِصَبِيَّةٍ أَوْمَجْنُوْنَةٍ، وَتَمْكِيْنُ الْبَالِغَةِ مِنَ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ، ۵ وَلِأَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِيْهِ أَنَّ فِعْلَ الْحَرْبِيِّ الْمُسْتَأْمِنِ زِنَاءٌ، لِأَنَّهُ مُخَاطَبٌ بِالْحُرْمَاتِ عَلٰى مَاهُوَالصَّحِيْحُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُخَاطَبًا بِالشَّرَائِعِ عَلٰى أَصْلِنَا، وَالتَّمْكِيْنُ مِنْ فِعْلٍ هُوَ زِنَاءٌ مُوْجِبٌ لِلْحَدِّ عَلَيْهَا، بِخِلَافِ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ، لِأَنَّهُمَا

تشریح :امام ابوحنیفہ،اورامام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ حربی ہمارے یہاں ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا ہے وہ تو کبھی بھی چلا جائے گا اس لئے وہ دارالاسلام میں سے نہیں ہوا، یہی وجہ ہے کہ مسلمان، یا ذمی حربی کو قتل کر دے تو قصاص کے طور پر مسلمان، یا ذمی قتل نہیں کیا جائے گا،صرف دیت لازم ہوگی،البتہ انصاف کی جو چیز ہے وہ اس نے اپنے اوپر لازم کیا ہے،اور وہ حقوق العباد ہیں،اس لئے حقوق العباد کی جو چیزیں ہیں وہ ان سے لی جائے گی ،مثلا قصاص اور حد قذف حقوق العباد ہیں اس لئے حربی سے یہ لیا جائے گا،اور حد زنا شرع کا حق ہے اس لئے حد زنا حربی پر نہیں لگائی جائے گی۔

ترجمہ :۴ امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ اور یہی فرق بھی ہے۔کہ زنا کے باب میں اصل مرد کا فعل ہے اور عورت اس کا تابع ہے،اس کو ان شاءاللہ بعد میں ذکر کریں گے،اسلئے جب اصل پر حد نہیں لگی تو تابع پر بھی نہیں لگے گی،لیکن اگر تابع پر حد نہیں لگی تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ اصل پر بھی حد نہ لگے،اسکی مثال یہ ہے کہ بالغ مرد نے چھوٹی بچی، یا مجنونہ عورت سے زنا کر لیا[تو مرد پر حد ہے، بچی اور مجنونہ پر حد نہیں ہے]،اور بالغہ عورت نے بچے اور مجنون سے زنا کرالیا تو بالغہ پر حد نہیں ہے[کیونکہ اصل پر حد نہیں تو تابع پر بھی حد نہیں ہے۔

تشریح :امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ زنا میں مرد اصل ہے اور عورت تابع ہے اس لئے جب مرد پر حد نہیں تو عورت پر بھی حد نہیں ہوگی، چنانچہ حربی نے ذمیہ عورت سے زنا کیا تو حربی پر حد نہیں تو ذمیہ عورت جو تابع ہے اس پر بھی حد نہیں ہوگی۔لیکن ذمی مرد نے حربیہ عورت سے زنا کیا تو ذمی مرد پر حد ہوگی چاہے حربیہ عورت پر حد نہ ہو۔اس کی مثال دیتے ہیں کہ بالغ مرد نے بچی یا مجنونہ سے زنا کرلیا تو مرد پر حد لازم ہوگی، چاہے بچی اور مجنونہ پر حد لازم نہ ہوتی ہو۔اور بالغہ عورت نے بچے اور مجنون سے زنا کرالیا تو بچے اور مجنون پر حد نہیں ہے اس لئے اس کے تابع بالغہ عورت پر بھی حد نہیں ہوگی۔

لغت:۔تمکین البالغہ: بالغہ کا زنا کے لئے قدرت دینا،یعنی بالغہ کا زنا کرانا۔

ترجمہ :۵ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس حربی نے امن لیا اس کا فعل بھی زنا تو ہے اس لئے کہ انکے یہاں بھی یہ حرام

لَايُخَاطَبَانِ، ٦ۓ وَنَظِيرُهَا الْإِخْتِلَافُ إِذَا زَنَى الْمُكْرَهُ بِالْمُطَاوِعَةِ عِنْدَهُ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَاتُحَدُّ.

(۲۵۳۷) قَالَ وَإِذَا زَنَى الصَّبِيُّ أَوِ الْمَجْنُوْنُ بِامْرَأَةٍ طَاوَعَتْهُ فَلَاحَدَّ عَلَيْهِ وَلَاعَلَيْهَا ، ۷ۓ وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَجِبُ الْحَدُّ عَلَيْهَا وَهُوَ رِوَايَةُ عَنْ أَبِي يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ،

ہے، جیسا کہ صحیح ہے یہ اور بات ہے کہ ہمارے قاعدے پر وہ شریعت کا مخاطب نہیں ہے، اور ذمیہ کا قدرت دینا یہ زنا ہے اور حد کا سبب ہے، بخلاف بچے اور مجنون کے اس لئے کہ وہ دونوں مخاطب ہی نہیں ہیں۔

تشریح :حربی امن لیکر آیا تو اس کا فعل بھی زنا ہے، اور حد کا سبب ہے، یہ اور بات ہے کہ وہ شریعت کا مخاطب نہیں ہے اس لئے اس پر حد نہیں لگے گی ،لیکن زنا کا صدور ہوا۔ اور ذمیہ عورت مخاطب ہے، اور خوشی سے زنا کرانا زنا ہے اس لئے اس پر حد لگ جائے گی۔ اور بچہ اور مجنون نے بالغہ عورت سے زنا کیا تو بچہ اور مجنون مخاطب ہی نہیں ہیں اس لئے زنا ہی نہیں ہوا اس لئے جس بالغہ عورت سے زنا کیا اس کو بھی حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ :٦ۓ اس اختلاف کی مثال یہ ہے کہ کسی مرد پر زنا کے لئے زبردستی کی اس نے ایسی عورت سے زنا کا جو خوشی سے زنا کرا رہی تھی، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خوشی والی عورت پر حد لگے گی، اور امام محمدؒ کے نزدیک خوشی والی عورت پر حد نہیں لگے گی۔

لغت:مکرہ: جس آدمی پر زبردستی کی کہ تم زنا کرو۔ مطاوعۃ: جو عورت اپنی خوشی سے زنا کرا رہی ہو۔

تشریح :مکرہ نے مطاوعہ سے زنا کیا تو مکرہ پر حد نہیں ہے، کیونکہ وہ مجبور ہے، لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مطاوعہ عورت پر حد ہوگی، کیونکہ زنا کا صدور ہوا، اور عورت شریعت کا مخاطب ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک مکرہ پر حد نہیں ہے، تو اسکی وجہ سے مطاوعہ پر بھی حد نہیں ہوگی، کیونکہ وہ تابع ہے، اور جب اصل پر حد نہیں تو تابع پر بھی حد نہیں ہوگی، امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے درمیان یہ فرق ہوگا۔

ترجمہ:(۲۵۳۷) بچے اور مجنون نے بالغہ عورت سے اس کی خوشی سے زنا کیا تو بچے پر بھی حد نہیں ہو اور عورت پر بھی حد نہیں ہے۔

وجہ :زنا اس وقت ہوتا ہے جب زنا کرنے والے کو لذت کاملہ ہو، یہاں بچے کے پاس منی ہی نہیں ہے اس لئے زنا ہی نہیں ہوا اس لئے عورت پر بھی حد نہیں ہے، اور بچہ تو مخاطب بھی نہیں ہے اس لئے اس پر بھی حد نہیں ہے۔ اور مجنون کی صورت میں مجنون کے پاس منی تو ہے، لیکن عقل نہ ہونے کی وجہ سے اس کو لذت کاملہ نہیں ہوئی، اس لئے زنا نہیں ہوا اس لئے عورت پر حد نہیں ہے، اور مجنون تو مخاطب بھی نہیں ہے اس لئے اس پر بھی حد نہیں ہے۔

ترجمہ:۷ۓ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ عورت پر حد ہوگی، اور امام ابو یوسفؒ کی بھی ایک روایت یہی ہے۔

(۲۵۳۸)وَإِنْ زَنٰی صَحِیْحٌ بِمَجْنُوْنَةٍ أَوْصَغِیْرَةٍ تُجَامَعُ مِثْلُهَاحُدَّ الرَّجُلُ خَاصَّةً ۱؎ وَهٰذَا بِالْإِجْمَاعِ، ۲؎ لَهُمَاأَنَّ الْعُذْرَمِنْ جَانِبِهَالَایُوْجِبُ سُقُوْطَ الْحَدِّ مِنْ جَانِبِهٖ فَكَذَاالْعُذْرُ مِنْ جَانِبِهٖ،وَهٰذَا لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَامُوَاخَذٌ بِفِعْلِهٖ، ۳؎ وَلَنَا أَنَّ فِعْلَ الزِّنَاءِ يَتَحَقَّقُ مِنْهُ وَإِنَّمَا هِيَ مَحَلُّ الْفِعْلِ وَلِهٰذَا يُسَمّٰى هُوَوَاطِئًا وَزَانِيًا،وَالْمَرْأَةُ مَوْطُوْءَةٌ مَزْنِيًابِهَاإِلَّاأَنَّهَاسُمِّيَتْ زَانِيَةً مَجَازًاتَسْمِيَةً لِلْمَفْعُوْلِ بِاسْمِ الْفَاعِلِ كَالرَّاضِيَةِ فِيْ مَعْنَى الْمَرْضِيَّةِ أَوْلِكَوْنِهَامُسَبِّبَةً بِالتَّمْكِيْنِ فَيَتَعَلَّقُ الْحَدُّ فِيْ حَقِّهَابِالتَّمْكِيْنِ مِنْ قَبِيْحِ الزِّنَاءِ وَهُوَفِعْلُ مَنْ هُوَمُخَاطَبٌ بِالْكَفِّ عَنْهُ،وَمُؤْثِمٌ عَلٰى مُبَاشَرَتِهٖ،وَفِعْلُ الصَّبِيِّ لَيْسَ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ فَلَايُنَاطُ.

وجہ :یہ فرماتے ہیں کہ زنا کا ثبوت ہو گیا ہے،اورعورت بالغہ ہے اس لئے وہ مخاطب ہے اس لئے عورت پر حد ہوگی،چاہے بچے اور مجنون پر حد نہ ہو۔

ترجمہ :(۲۵۳۸)عاقل بالغ آدمی نے مجنونہ اور ایسی بچی کے ساتھ زنا کیا جو جماع کے قابل تھی تو مرد پر خاص طور پر حد لازم ہوگی۔

ترجمہ :۱؎ یہ مسئلہ بالاجماع ہے۔

وجہ :عاقل بالغ آدمی نے زنا کیا تو اس کو لذت کاملہ حاصل ہوئی اس لئے اس پر حد ہوگی،مجنونہ میں منی ہے اس لئے مرد کو لذت کامل حاصل ہوئی ہوگی،اور بچی میں منی نہیں ہے،لیکن اس جیسی بچی سے جماع کی جاسکتی ہے اس لئے اس کے ساتھ بھی لذت کاملہ ہوئی ہے اس لئے مرد پر حد ہوگی۔اور مجنونہ،اور بچی مخاطب نہیں ہیں اس لئے ان پر حد نہیں ہوگی۔(۲) زنا میں مرد اصل ہے عورت تابع ہے،اور اصل میں لذت کاملہ ہے اس لئے اس پر حد ہوگی۔

ترجمہ :امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ عورت کی جانب سے عذر ہو تو مرد سے حد ساقط نہیں ہوتی،اسی طرح مرد کی جانب سے عذر ہو تو عورت سے حد ساقط نہیں ہوگی،اس لئے کہ دونوں سے اپنے اپنے فعل کا مواخذہ کیا جاتا ہے۔

تشریح:یہ دلیل اوپر کے مسئلے کی ہے،کہ مرد عاقل بالغ ہو اور عورت مجنونہ ہو تو مرد سے حد ساقط نہیں ہوتی،اسی طرح عورت عاقلہ بالغہ ہو اور مرد بچہ اور مجنون ہو تو بھی عورت سے حد ساقط نہیں ہوگی،کیونکہ ہر آدمی کو اس کے فعل کا مواخذہ ہوتا ہے۔

ترجمہ:۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ زنا کا فعل مرد سے متحقق ہوتا ہے،اور عورت تو زنا کا محل ہے اسی لئے مرد کو واطی،اور زانی [زنا کرنے والا] کہا جاتا ہے،اور عورت کو موطوہ اور مزنیہ،کہا جاتا ہے،اور آیت میں جو عورت کو زانیہ کہا وہ مجازا کہا ہے،وہاں مفعول کو فاعل کر دیا ہے،جیسے قرآن میں راضیہ،کہا ہے اور مرضیہ کے معنی میں ہے۔یا اس بنا پر اس کو زانیہ کہا ہے کہ زنا کی قدرت دینے کی وجہ سے زنا کا سبب ہے،اس لئے قبیح زنا کی قدرت دینے کی وجہ سے عورت کے ساتھ حد متعلق ہوگی،

(۲۵۳۹) قَالَ وَمَنْ أَكْرَهَهُ السُّلْطَانُ حَتّٰى زَنٰى فَلَاحَدَّ عَلَيْهِ ، ١ـ وَكَانَ أَبُوْحَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَقُوْلُ أَوَّلًا يُحَدُّ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، لِأَنَّ الزِّنَامِنَ الرَّجُلِ لَايَكُوْنُ إِلَّا بَعْدَ انْتِشَارِ الْآلَةِ وَذٰلِكَ دَلِيْلُ الطَّوَاعِيَةِ، ثُمَّ رَجَعَ عَنْهُ فَقَالَ لَا حَدَّ عَلَيْهِ، لِأَنَّ سَبَبَهُ الْمُلْجِئُ قَائِمٌ ظَاهِرًا، وَالْاِنْتِشَارُ

حالانکہ یہ مرد کا فعل ہے اور وہی اس کے روکنے کا مخاطب ہے، اور اس کے کرنے پر گناہ گار ہوگا، اور بچے کا فعل اس صفت پر نہیں ہے [کہ زنا سے روک سکے] اس لئے اس پر حد لازم نہیں ہوگی۔ اور اس کی وجہ سے عورت پر بھی حد لازم نہیں ہوگی۔

تشریح: اس لمبی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ زنا میں اصل فعل مرد کا ہے اسی لئے اس کو زانی، کہتے ہیں، اور عورت زنا کا محل ہے اور سبب ہے اس لئے اس کو مزنیہ، کہتے ہیں، اور آیت میں جو زانیہ کہا ہے وہ مجازا کہا ہے۔ اور مرد ہی کو حکم ہے کہ زنا کو روکے، اور بچہ شریعت کا مخاطب نہیں ہے اس لئے زنا ہی نہیں ہوا اس لئے عورت پر حد بھی نہیں ہوگی، اور بچے پر بھی حد نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) الزانية و الزاني فاجلدوا كل واحد منهما مأة جلدة ۔ (آیت ۲، سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں عورت کو زانیہ، مجازا کہا ہے، ورنہ تو وہ مزنیہ اسم مفعول ہے (۲) و لا تقربوا الزنى انه كان فاحشة و ساء سبيلا (آیت ۳۲، سورۃ الاسراء ۱۷) اس آیت میں مرد کو حکم دیا ہے کہ زنا کے قریب مت جاو۔ (۳) اصل بات یہ ہے کہ بچے میں منی ہی نہیں ہے اس لئے لذت کاملہ نہیں ہوئی اس لئے زنا نہیں ہوا۔ اور مجنون میں منی تو ہے لیکن عقل نہ ہونے کی وجہ سے لذت کاملہ نہیں ہوئی اس لئے زنا نہیں ہوا اس لئے کسی پر بھی حد نہیں ہوگی

لغت: تسمیۃ للمفعول باسم الفاعل: فاعل بول کر مفعول مراد لے۔ تمکین: مکن سے مشتق ہے، قدرت دینا۔ مؤثم: گناہ گار۔ مباشرۃ: کسی کام کو کرنا فلا یناط: ناط سے مشتق ہے، متعلق ہونا۔

ترجمہ: (۲۵۳۹) کسی کو بادشاہ نے مجبور کیا جسکی وجہ سے اس نے زنا کر لیا تو اس پر حد نہیں ہے۔

اصول: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بادشاہ نے زنا پر مجبور کیا تو اس کو مجبوری کہتے ہیں، اس کے علاوہ نے مجبور کیا تو یہ مجبوری نہیں ہے اس لئے حد لگے گی۔

اصول: صاحبین: بادشاہ کے علاوہ سے بھی مجبوری ہوتی ہے، اس لئے کسی نے بھی زنا پر مجبور کیا تو حد نہیں لگے گی۔

تشریح: بادشاہ نے زنا پر مجبور کیا جسکی وجہ سے زنا کر لیا تو حد نہیں لگے گی، کیونکہ یہ مجبور ہے۔

ترجمہ: ١ حضرت امام ابو حنیفہؒ پہلے کہا کرتے تھے کہ حد لگے گی، اور یہی قول امام زفرؒ کا ہے، اس لئے کہ مرد سے جو زنا ہوتا ہے آلہ تناسل کے انتشار کے بغیر نہیں ہوتا اور یہ خوشی کی دلیل ہے، پھر اس قول سے رجوع کر گئے، اور فرمایا کہ اس مجبور پر حد نہیں ہے اس لئے مجبوری کا سبب ظاہری طور پر قائم ہے [کہ بادشاہ مجبور کر رہا ہے] اور آلہ تناسل کے انتشار والی دلیل میں تردد

دَلِيلٌ مُتَرَدِّدٌ، لِأَنَّهُ قَدْ يَكُونُ مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ، لِأَنَّ الْإِنْتِشَارَ قَدْ يَكُونُ طَبْعًا لَا طَوْعًا كَمَا فِي النَّائِمِ فَأَوْرَثَ شُبْهَةً، ٢ وَإِنْ أَكْرَهَهُ غَيْرُ السُّلْطَانِ حُدَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَالَا لَا يُحَدُّ، لِأَنَّ الْإِكْرَاهَ عِنْدَهُمَا قَدْ يَتَحَقَّقُ مِنْ غَيْرِ السُّلْطَانِ، لِأَنَّ الْمُؤَثِّرَ خَوْفُ الْهَلَاكِ وَأَنَّهُ يَتَحَقَّقُ مِنْ غَيْرِهِ.
٣ وَلَهُ أَنَّ الْإِكْرَاهَ مِنْ غَيْرِهِ لَا يَدُومُ إِلَّا نَادِرًا لِتَمَكُّنِهِ مِنَ الْإِسْتِعَانَةِ بِالسُّلْطَانِ أَوْ بِجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ وَتَمَكُّنِهِ دَفْعَهُ بِنَفْسِهِ بِالسَّلَاحِ، وَالنَّادِرُ لَا حُكْمَ لَهُ فَلَا يَسْقُطُ بِهِ الْحَدُّ.

ہے اس لئے کہ کبھی بغیر ارادے کے بھی آلہ تناسل کا انتشار ہو جاتا ہے، یہ طبعا ہوتا ہے اس میں کوئی ارادہ نہیں ہوتا جیسے سونے کی حالت میں ہوتا ہے اس لئے خوشی سے زنا کرنے میں شبہ ہو گیا [اس لئے حد نہیں لگے گی]

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کا پہلا قول یہ تھا کہ بادشاہ نے مجبور کیا ہو اور اس کی وجہ سے زنا کیا ہو تب بھی زانی کو حد لگے گی، اور اس کی وجہ یہ بتاتے تھے کہ زنا کرتے وقت آلہ تناسل منتشر ہوتا ہے یہ منتشر ہونا خوشی کی دلیل ہے، گویا کہ اس نے اپنی خوشی سے زنا کیا اس لئے حد لگے گی، بعد میں اس سے رجوع کر گئے اور دلیل یہ دی کہ آلہ تناسل کبھی بغیر ارادے کے بھی منتشر ہو جاتا ہے، جیسے خواب میں ہوتا ہے، اس لئے آلہ کا منتشر ہونا خوشی کی دلیل نہیں ہے، جبکہ بادشاہ کا جبر سامنے موجود ہے، اس لئے اس کو مجبور مانا جائے اور حد ساقط ہو جائے گی۔

لغت: طواعیۃ: خوشی سے کرنا، اطاعت سے کرنا۔ ملجی: الجاء سے مشتق ہے، مجبور کرنا۔ اورث: پیدا کر دیا۔

ترجمہ: ٢ اور اگر بادشاہ کے علاوہ نے مجبور کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پھر بھی حد لگے گی، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ حد نہیں لگے گی اس لئے کہ ان دونوں کے نزدیک بادشاہ کے علاوہ سے بھی اکراہ متحقق ہوتا ہے، اس لئے کہ مجبوری کی اصل بنیاد ہلاکت کا خوف ہونا ہے، اور یہ بادشاہ کے علاوہ سے بھی متحقق ہوتا ہے [اس لئے حد نہیں لگے گی]

تشریح: اگر بادشاہ کے علاوہ نے مجبور کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ مجبوری نہیں ہے اس لئے حد لگے گی، اس کی دلیل آگے آ رہی ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ اس سے بھی مجبوری ہوتی ہے اس لئے حد نہیں لگے گی۔

وجہ: صاحبین فرماتے ہیں کہ جان جانے کا خوف ہو تو یہ مجبوری ہے، اور یہ بادشاہ کے علاوہ بھی کسی سے ہو سکتا ہے، اس لئے کسی نے بھی مجبور کیا تو حد ساقط ہو جائے گی

ترجمہ: ٣ اور امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ بادشاہ کے علاوہ سے مجبور کرنا ہمیشہ نہیں رہتا، کبھی نادر ایسا ہوتا ہے، اس لئے کہ بادشاہ سے مدد مانگ سکتا ہے، یا مسلمان کی جماعت سے مدد مانگ سکتا ہے، یا خود ہتھیار سے دفع کر سکتا ہے، اور نادر پر کوئی حکم صادر نہیں کر سکتے، اس لئے حد ساقط نہیں ہو گی۔

۴ بِخِلَافِ السُّلْطَانِ، لِأَنَّهُ لَايُمْكِنُهُ الْاِسْتِعَانَةُ بِغَيْرِهِ وَلَاالْخُرُوْجُ بِالسَّلَاحِ عَلَيْهِ فَافْتَرَقَا.

(۲۵۴۰) وَمَنْ أَقَرَّ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فِي مَجَالِسَ مُخْتَلِفَةٍ أَنَّهُ زَنٰى بِفُلَانَةٍ وَقَالَتْ هِيَ تَزَوَّجَنِي أَوْ أَقَرَّتْ بِالزِّنَا وَقَالَ الرَّجُلُ تَزَوَّجْتُهَا فَلَاحَدَّ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ فِي ذٰلِكَ، ١ لِأَنَّ دَعْوَى النِّكَاحِ يَحْتَمِلُ الصِّدْقَ وَهُوَ يَقُوْمُ بِالطَّرْفَيْنِ فَأَوْرَثَ شُبْهَةً، وَإِذَا سَقَطَ الْحَدُّ وَجَبَ الْمَهْرُ تَعْظِيْمًا لِخَطْرِ الْبُضْعِ.

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ بادشاہ کے علاوہ نے مجبور کیا تو یہ مجبوری ہمیشہ نہیں رہتی، کیونکہ بادشاہ سے یا مسلمانوں سے مدد لیکر یہ مجبوری ختم کی جا سکتی ہے، اور کبھی کبھار ایسی مجبوری ہو جائے کہ بادشاہ، اور جماعت مسلمین سے بھی مدد نہیں لی جا سکے تو یہ نادر موقع ہے اس لئے اس پر عام حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

ترجمہ: ۴ بخلاف بادشاہ کے اس لئے کہ اس کے خلاف دوسرے سے مدد نہیں لے سکتا، اور نہ اس کے خلاف ہتھیار اٹھا سکتا ہے، اس لئے بادشاہ اور عوام میں فرق ہو گیا۔

تشریح: بادشاہ مجبور کرے تو اس کے خلاف نہ لوگوں سے مدد لے سکے گا اور نہ اس کے خلاف ہتھیار اٹھا سکے گا، اس لئے کہ حقیقی مجبوری ہوئی اس لئے اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۲۵۴۰) اگر مرد نے چار مجلسوں میں چار مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے، اور عورت کہتی ہے کہ میں نے نکاح کر کے وطی کرائی ہے، یا عورت نے زنا کا اقرار کیا اور مرد کہتا ہے کہ میں نے اس سے نکاح کیا ہے تو مرد پر حد نہیں ہوگی، لیکن مرد پر اس بارے میں مہر لازم ہوگا۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ نکاح کا دعوی سچائی کا احتمال رکھتا ہے، اس لئے کہ نکاح دونوں طرف سے منعقد ہوتا ہے اس لئے شبہ پیدا ہو گیا، اور جب حد ساقط ہو گئی تو شرمگاہ کے احترام میں مرد پر مہر لازم ہوگا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ نکاح کا شبہ پیدا ہو گیا تو حد ساقط ہو جائے گی۔

تشریح: مرد نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کا اقرار کیا لیکن عورت کہتی ہے کہ نکاح ہوا ہے، یا عورت نے زنا کا اقرار کیا اور مرد کہتا ہے کہ نکاح ہوا ہے، اس لئے نکاح کا شبہ پیدا ہو گیا اس لئے حد ساقط ہو جائے گی، لیکن وطی بہر حال کی ہے اس لئے نکاح مان کر شرمگاہ کے احترام میں اس کا مہر دینا ہوگا۔

وجہ: نکاح دونوں طرف سے ہوتا ہے، یہاں ایک طرف سے زنا کا ثبوت ہے اور دوسری طرف سے نکاح کا ثبوت ہے اس لئے حد ساقط کرنے کے لئے نکاح کو ترجیح دی جائے گی۔ اس لئے حد ساقط ہوگی اور مہر لازم ہوگا۔

(۲۵۴۱)وَمَنْ زَنٰى بِجَارِيَةٍ فَقَتَلَهَا فَإِنَّهُ يُحَدُّ وَعَلَيْهِ الْقِيْمَةُ ا؎ مَعْنَاهُ قَتَلَهَا بِفِعْلِ الزِّنَاءِ، لِأَنَّهُ جَنٰى جِنَايَتَيْنِ فَيُوَفَّرُ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حُكْمُهُ. ۲؎ وَ عَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ لَايُحَدُّ، لِأَنَّ تَقَرُّرَضَمَانِ الْقِيْمَةِ سَبَبٌ لِمِلْكِ الْأَمَةِ فَصَارَ كَمَاإِذَااشْتَرَاهَابَعْدَمَازَنٰى بِهَاوَهُوَعَلٰى هٰذَا الْإِخْتِلَافِ،وَاعْتَرَضَ سَبَبُ الْمِلْكِ قَبْلَ إِقَامَةِ الْحَدِّ يُوْجِدُسُقُوْطُهُ كَمَاإِذَامَلَكَ الْمَسْرُوْقَ قَبْلَ الْقَطْعِ،

ترجمہ :(۲۵۴۱) کسی نے باندی سے زنا کیا اور اس کو مار دیا تو حد لگے گی اور اس پر باندی کی قیمت بھی لازم ہوگی۔

ترجمہ:۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ زنا کی وجہ سے باندی مری ہے، اس لئے کہ یہاں دو جرم ہیں اس لئے دونوں پر اس کا حکم لگے گا۔

اصول: حد لگنے سے پہلے اس چیز کا مالک بن جائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔

اصول : باندی مرگئی اس کے بعد اس کی قیمت لازم ہوئی تو یہ قیمت اس کی دیت شمار ہوگی، اس لئے باندی کا مالک نہیں بنا اس لئے حد لگے گی۔

تشریح : باندی سے زنا کیا جسکی وجہ سے باندی مرگئی، تو زنا کی وجہ سے حد لگے گی، اور جو باندی مری ہے اس کی دیت لازم ہو گی، جسکو یہاں باندی کی قیمت کہا ہے۔

وجہ : یہاں دو جرم ہیں [۱] ایک ہے زنا کرنا، اس کی وجہ سے حد لگے گی [۲] دوسرا جرم ہے باندی کا مارنا اس کی وجہ سے اس پر دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ:۲؎ امام ابو یوسفؒ سے روایت یہ ہے کہ حد نہیں لگے گی، اس لئے کہ ضمان کا لازم ہونا باندی کے مالک ہونے کا سبب ہے، اس لئے ایسا ہو گیا کہ زنا کے بعد باندی کو خرید لیا، تو وہ مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے [امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حد لگے گی، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد نہیں لگے گی] حد قائم ہونے سے پہلے ملک کا سبب پیش آجائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے، جیسے ہاتھ کٹنے سے پہلے چرائی ہوئی چیز کا مالک بن جائے تو ہاتھ نہیں کٹتا ہے۔

تشریح :اس عبارت میں تین مسئلے ہیں [۱] پہلا مسئلہ۔امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ باندی کی قیمت ادا کی تو زانی اس باندی کا مالک بن گیا، اور قاعدہ ہے کہ حد لگنے سے پہلے باندی کا مالک بن جائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے اس لئے یہاں حد ساقط ہو جائے گی۔[۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ زنا کے بعد باندی کو خرید لیا، تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد ساقط ہو جائے گی، کیونکہ زانی باندی کا ملک بن گیا ہے۔اور امام ابو حنیفہؒ کے یہاں حد لگے گی [۳] تیسرا مسئلہ یہ ہے جس کو مثال کے طور پر پیش کیا ہے۔کہ چور کے ہاتھ کٹنے سے پہلے مسروقہ مال کا مالک بن گیا تو چور کا ہاتھ نہیں کٹے گا، اسی طرح یہاں حد لگنے سے پہلے زانی باندی کا مالک بن گیا اس لئے اب حد نہیں لگے گی۔

۳؎ وَلَهُمَا أَنَّهُ ضَمَانُ قَتْلٍ فَلَايُوْجِبُ الْمِلْکَ، لِأَنَّهُ ضَمَانُ دَمٍ، ۴؎ وَلَوْ كَانَ يُوْجِبُهُ فَإِنَّمَا يُوْجِبُهُ فِي الْعَيْنِ كَمَا فِيْ هِبَةِ الْمَسْرُوْقِ، لَافِيْ مَنَافِعَ الْبُضْعِ، لِأَنَّهَا اسْتُوْفِيَتْ، وَالْمِلْکُ يَثْبُتُ مُسْتَنِدًا فَلَايَظْهَرُ فِي الْمُسْتَوْفٰى لِكَوْنِهَا مَعْدُوْمَةً، ۵؎ وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا زَنٰى بِهَا فَأَذْهَبَ عَيْنَهَا يَجِبُ عَلَيْهِ قِيْمَتُهَا وَيَسْقُطُ الْحَدُّ، لِأَنَّ الْمِلْکَ هُنَالِکَ يَثْبُتُ فِي الْجُثَّةِ الْعُمْيَاءِ وَهِيَ عَيْنٌ فَأَوْرَثَتْ شُبْهَةً.

(۲۵۴۲) قَالَ وَكُلُّ شَيْءٍ صَنَعَهُ الْإِمَامُ الَّذِي لَيْسَ فَوْقَهُ إِمَامٌ فَلَاحَدَّ عَلَيْهِ إِلَّا الْقِصَاصَ

ترجمہ :۳؎ امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ باندی کی قیمت قتل کا ضمان ہے اس لئے یہ ملک کا سبب نہیں بنے گی، اس لئے کہ یہ خون کا ضمان ہے۔

تشریح :امام ابوحنیفہ لا ور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ جو قیمت واجب ہوئی ہے وہ خون کا ضمان ہے اس لئے زانی باندی کا مالک نہیں بنے گا۔

ترجمہ :۴؎ اور اگر ضمان مالک بننے کا سبب بنے تو عین باندی کا مالک بنے گا، جیسا کہ مسروق مال کے ہبہ کی شکل میں ہوتا ہے، بضع کے منافع کا مالک نہیں بنے گا، اس لئے کہ وہ تو وصول کر چکا ہے، اور ملکیت قیمت دینے کے بعد ہوئی ہے، اس لئے منافع میں اس کا اثر ظاہر نہیں ہوگا، اسلئے کہ منافع تو ختم ہو چکا ہے۔

تشریح :یہ عبارت پیچیدہ ہے، اسکا حاصل یہ ہے کہ باندی کی قیمت بھی نہیں بن سکتی کیونکہ وہ مر چکی ہے، اور اس سے جو نفع حاصل کیا ہے [یعنی وطی کی ہے] اس کی بھی قیمت نہیں بن سکتی کیونکہ وہ بھی معدوم ہو چکی ہے، اسلئے یہ قیمت باندی کی دیت بنے گی۔

ترجمہ :۵؎ اور یہ مسئلہ اس کے خلاف ہے کہ باندی سے زنا کیا اور اس کی آنکھ کانی کر دی، جسکی وجہ سے باندی کی قیمت اس پر لازم ہوگئی تو حد ساقط ہو جائے گی اس لئے کہ یہاں کانی جسم میں ملک ثابت ہوگئی اور وہ آنکھ ہے اس لئے ملکیت کا شبہ ہو گیا اس لئے حد ساقط ہو جائے گی۔

تشریح : زنا کی وجہ سے باندی مری نہیں بلکہ وہ کانی ہوگئی ہے تو جو اس کی قیمت لازم ہوگی وہ باندی کی قیمت ہوگی، کیونکہ وہ زندہ ہے، اور قیمت ادا کرنے کی وجہ سے زانی باندی کا مالک بن گیا اس لئے حد ساقط ہو جائے گی۔

وجہ: پہلے قاعدہ گزر چکا ہے کہ، حد لگنے سے پہلے باندی کا مالک ہو جائے تو حد ساقط ہو جائے گ

ترجمہ:(۲۵۴۲) ہر وہ کام جو صرف امام کرتا ہو، اور اس امام کے اوپر کوئی امام نہ ہو تو اس امام کے اوپر کوئی حد نہیں ہے، ہاں اس سے قصاص لیا جائے گا اور اس سے مال بھی لیا جائے گا۔

۱؎ فَكِنَّهُ يُؤْخَذُ بِهِ وَبِالْأَمْوَالِ، لِأَنَّ الْحُدُوْدَ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَإِقَامَتُهَا إِلَيْهِ، لَا إِلٰى غَيْرِهِ، وَلَايُمْكِنُهُ أَنْ يُقِيْمَ عَلٰى نَفْسِهِ، لِأَنَّهُ لَايُفِيْدُ، ۲؎ بِخِلَافِ حُقُوْقِ الْعِبَادِ، لِأَنَّهُ يَسْتَوْفِيْهِ وَلِيٌّ إِمَّا بِتَمْكِيْنِهِ أَوْ بِالْاِسْتِعَانَةِ بِمَنَعَةِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَالْقِصَاصُ وَالْأَمْوَالُ مِنْهَا، وَأَمَّا حَدُّ الْقَذَفِ قَالُوا الْمُغْلِبُ فِيْهِ حَقُّ الشَّرْعِ فَحُكْمُهُ كَحُكْمِ سَائِرِ الْحُدُوْدِ الَّتِيْ هِيَ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰى.

ترجمه: ۱؎ اسلئے کہ حدود اللہ کا حق ہے اور اس کو دوسرا کوئی آدمی قائم نہیں کر سکتا، اور یہ ممکن نہیں کہ امام خود اپنے اوپر حد قائم کرے، اس حد لازم کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

تشریح: بڑے امام کوئی ایسی غلطی کر جائے جس سے حد لازم ہوتی ہو تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔ اگر ایسی غلطی جس سے قصاص لازم ہوتا ہو تو وہ لیا جائے گا کیونکہ یہ حقوق العباد ہے، اسی طرح ایسی غلطی کی جس سے مال لازم ہوتا ہو تو وہ لیا جائے گا، وہ حق والا لے گا یا جماعت مسلمین کی مدد سے وصول کرے گا۔

وجه: حد جاری کرنے کے لئے امام چاہئے اور یہاں اس سے بڑا کوئی امام نہیں ہے تو اس پر حد کون جاری کرے گا! اور امام خود اپنے اوپر جاری نہیں کر سکتا، اس لئے حد لازم کرنے میں فائدہ نہیں ہے۔

ترجمه: ۲؎ بخلاف حقوق العباد کے اس لئے کہ حق والا اس سے وصول کر سکتا ہے، یا خود وصول کرے گا یا مسلمان کی جماعت سے مدد لیکر وصول کرے گا، اور قصاص اور مال کا معاملہ اسی میں ہے کہ امام سے وصول کیا جائے گا۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمه: ۳؎ حد قذف کے بارے میں علماء نے فرمایا کہ شریعت کا حق اس میں غالب ہے، اس لئے اس کا حکم تمام حدود کی طرح ہے کہ وہ اللہ کا حق ہے۔

تشریح: حد قذف حقوق اللہ ہے یا حقوق العباد اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، غالب یہ ہے کہ یہ حقوق اللہ ہے، اس لئے بڑے امام پر حق قذف ہو تو وہ ساقط ہو جائے گا۔

لغت: حد قذف: کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائی تو تہمت لگانے والے پر حد قذف لگتی ہے، اس میں بندے کا حق بھی ہے، کیونکہ اس کو تہمت لگائی ہے، اور اللہ کا حق بھی ہے، کیونکہ حد جاری کرنی ہے، لیکن حقوق اللہ غالب ہے۔

﴿بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الزِّنَا وَالرُّجُوْعِ عَنْهَا﴾

(۲۵۴۳) قَالَ وَإِذَا شَهِدَ الشُّهُوْدُ بِحَدٍّ مُتَقَادِمٍ لَمْ يَمْنَعُهُمْ عَنْ إِقَامَتِهِ بُعْدُهُمْ عَنِ الْإِمَامِ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُمْ إِلَّا فِي حَدِّ الْقَذْفِ خَاصَّةً.

(۲۵۴۴) وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ وَإِذَا شَهِدَ عَلَيْهِ الشُّهُوْدُ بِسَرَقَةٍ أَوْ بِشُرْبِ خَمْرٍ أَوْ بِزِنَا بَعْدَ حِيْنٍ لَمْ يُؤْخَذْ بِهِ وَضَمِنَ السَّرِقَةَ، ل وَالْأَصْلُ أَنَّ الْحُدُوْدَ الْخَالِصَةَ حَقًّا لِلّٰهِ تَعَالٰى تَبْطُلُ بِالتَّقَادُمِ،

﴿باب الشہادۃ علی الزنا والرجوع عنہا﴾

ترجمہ :(۲۵۴۳)اگر گواہوں نے پرانی حد کی گواہی دی جس کو قائم کرنے سے امام سے دور ہونا اس کو روکتا نہ تھا تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی مگر خاص طور پر حد قذف میں۔

تشریح :معاملات میں پرانی گواہی بھی قابل قبول ہے کیونکہ وہ حقوق العباد ہیں۔لیکن حد اور حقوق اللہ کے بارے میں اگر کوئی عذر نہیں تھا مثلا امام سے اتنا دور نہیں تھا کہ اتنی تاخیر کرنے کی ضرورت ہو پھر بھی گواہی دینے میں بہت تاخیر کی تو یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی

وجہ :(۱) ابتدا میں گواہی نہ دینے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ مجرم پر پردہ پوشی کرنا چاہتا تھا جس کی حدیث میں ترغیب ہے۔بعد میں کسی حسد اور بغض کی بنا پر گواہی کے لئے آمادہ ہو گیا تو گواہی اب حسد اور بغض کی بنیاد پر ہے۔حقوق اللہ کی بنیاد پر نہیں ہے اس لئے ایسی گواہی مقبول نہیں ہوگی (۲) قول صحابی میں ہے۔عن ابی عون قال عمر بن الخطابؓ ایما رجل شھد علی حد لم یکن بحضرتہ فانما ذلک عن ضغن (مصنف عبد الرزاق، باب لا یوجل فی الحدود ج سابع ص ۳۴۵، نمبر ۱۳۸۳۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ دیر کا مطلب یہ ہے کہ اب کینہ کی وجہ سے گواہی دے رہا ہے۔(۳)عن الشعبی قال لا یوجل فی الحدود الا قدر ما یقوم القاضی۔(مصنف عبد الرزاق، باب لا یوجل فی الحدود ج سابع ص ۳۴۵، نمبر ۱۳۸۳۲)اس قول تابعی میں ہے کہ حدود کی گواہی میں دیر نہ کرے۔

ترجمہ:(۲۵۴۴) جامع صغیر میں ہے کہ ایک زمانے کے بعد گواہ نے چوری کی گواہی دی، یا شراب پینے کی گواہی دی، یا زنا کی گواہی دی تو انکی گواہی نہیں لی جائے گی، البتہ چور کو چوری کے مال ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ :ل اصل قاعدہ یہ ہے کہ حدود خالص اللہ کا حق ہے پرانا ہونے سے گواہی باطل ہو جاتی ہے۔

۲؎ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَهُوَ يَعْتَبِرُهَا بِحُقُوْقِ الْعِبَادِ وَبِالْإِقْرَارِ الَّذِيْ هُوَ إِحْدَى الْحُجَّتَيْنِ، ۳؎ وَلَنَا أَنَّ الشَّاهِدَ مُخَيَّرٌ بَيْنَ الْحِسْبَتَيْنِ مِنْ أَدَاءِ الشَّهَادَةِ وَالسَّتْرِ، فَالتَّأْخِيْرُ إِنْ كَانَ لِاخْتِيَارِ السَّتْرِ فَالْإِقْدَامُ عَلَى الْأَدَاءِ بَعْدَ ذٰلِكَ لِضَغِيْنَةٍ هَيَّجَتْهُ وَلِعَدَاوَةٍ حَرَّكَتْهُ فَيُتَّهَمُ فِيْهَا، وَإِنْ كَانَ التَّأْخِيْرُ لَا لِلسَّتْرِ يَصِيْرُ فَاسِقًا آثِمًا فَتَيَقَّنَّا بِالْمَانِعِ،

تشریح: جامع صغیر میں تین حدود کا ذکر ہے [۱] ایک زمانے کے بعد چوری کی گواہی دی [۲] شراب پینے کی گواہی دی۔ [۳] یا زنا کی گواہی دی تو یہ گواہی رد کر دی جائے گی، البتہ چوری کی گواہی میں بندے کا حق بھی ہے کہ اس کا مال گیا اس لئے حد تو نہیں لگے گی، لیکن مال دلوایا جائے گا۔

وجه: جو خالص اللہ کا حق ہے اس کے پرانے ہونے سے اس کی گواہی رد کر دی جاتی ہے۔

ترجمه: ۲؎ خلاف امام شافعیؒ کے وہ حقوق العباد پر قیاس کرتے ہیں اور اقرار پر قیاس کرتے ہیں جو دو حجت میں سے ایک ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قدیم زمانہ بھی گزر گیا ہو تب بھی حدود کی گواہی قبول کی جائے گی۔

وجه: (۱) حقوق العباد میں زمانہ گزر جائے پھر بھی اس کی گواہی قبول کی جاتی ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے حدود کی گواہی پر زمانہ گزر جائے تو بھی قبول کی جائے گی۔ (۲) زمانہ دراز کے بعد مجرم نے اقرار کیا ہو تو اس کا اقرار قبول کیا جاتا ہے اسی پر قیاس کرتے ہوئے گواہی پر زمانہ گزر جائے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

ترجمه: ۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ گواہ کو دو نیکیوں میں سے ایک کا اختیار ہے، یا تو گواہی دے یا پردہ پوشی کر لے، اس لئے تاخیر اگر پردہ پوشی کے لئے ہے، اب ادا کرنے پر اقدام کرنا اس کے کینہ ابھرنے کی وجہ سے ہے، یا کوئی دشمنی پیدا ہوئی ہے اس لئے اس کی گواہی متہم ہے، اور اگر تاخیر پردہ پوشی کی وجہ سے نہیں ہے تو گواہ فاسق ہو گیا، گناہ گار ہو گیا یقین کے ساتھ یہی بات معلوم ہوئی اس لئے گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

تشریح: تاخیر کرنے پر اس کی گواہی کیوں قبول نہیں کی جائے گی اس کی دلیل ہے۔ گواہ کو دو اختیار تھے، [۱] ایک تو یہ کہ گواہی دے دیتا، اور گواہی دینے کا ثواب حاصل کرتا۔ [۲] دوسرا یہ کہ اس گناہ پر پردہ پوشی کرتا اور پردہ پوشی کرنے کا ثواب حاصل کرتا، لیکن جب اس نے ایک زمانے تک گواہی نہیں دی تو ایسا معلوم ہوا کہ پردہ پوشی کرنا چاہتا ہے، اب اچانک گواہی دینے کے لئے تیار ہوا تو معلوم ہوا کہ مجرم سے کسی دشمنی کی بنا پر اب گواہی دے رہا ہے، اس لئے اس گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر پردہ پوشی کی نیت نہیں تھی تو گواہی کو چھپانا یہ فسق کی علامت ہے، اس لئے پھر بھی اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

وجه: (۱) و لا تکتموا الشهادة و من یکتمها فانه آثم قلبه و الله بما تعملون علیم ۔ (آیت ۲۸۳، سورۃ

٤ بِخِلَافِ الْإِقْرَارِ، لِأَنَّ الْإِنْسَانَ لَايُعَادِيْ نَفْسَهُ ٥ فَحَدُّ الزِّنَا وَشُرْبِ الْخَمْرِ وَالسَّرِقَةِ خَالِصُ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى حَتّٰى يَصِحَّ الرُّجُوْعُ عَنْهَا بَعْدَ الْإِقْرَارِ فَيَكُوْنُ التَّقَادُمُ فِيْهِ مَانِعًا. ٦ وَحَدُّ الْقَذْفِ فِيْهِ حَقُّ الْعَبْدِ لِمَا فِيْهِ مِنْ دَفْعِ الْعَارِ عَنْهُ، وَلِهٰذَا لَايَصِحُّ رُجُوْعُهُ بَعْدَ الْإِقْرَارِ، وَالتَّقَادُمُ غَيْرُ مَانِعٍ فِيْ حُقُوْقِ الْعِبَادِ، لِأَنَّ الدَّعْوٰى فِيْهِ شَرْطٌ فَيُحْتَمَلُ تَاخِيْرُهُمْ عَلَى انْعِدَامِ الدَّعْوٰى فَلَايُوْجِبُ تَفْسِيْقَهُمْ،

البقرة٢)اس آیت میں ہے کہ ضرورت کے موقع پر گواہی چھپایا تو وہ گناہ گار ہوگا۔(٢)عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ .....و من ستر علی مسلم ستره الله فی الدنیا و الآخرة ۔(ترمذی شریف،باب ماجاء فی الستر علی المسلم،ص ٣٤٥،نمبر ١٤٢٥)اس حدیث میں ہے کہ ستر پوشی کرے تو زیادہ بہتر ہے۔(٣)عن عمر و بن العاص ان رسول الله ﷺ قال تعافوا الحدود فیما بینکم فما بلغنی من حد فقد وجب ۔(ابوداود شریف،باب یعفی عن الحدود مالم تبلغ السلطان،ص ٦١٥،نمبر ٤٣٧٦)اس حدیث میں ہے کہ آپس میں حد کو معاف کردو۔(٤)ان ما عزا اتی النبی ﷺ فاقر عنده اربع مرات فامر برجمه و قال لهزال لو سترته بثوبک کان خیرا له (ابوداود شریف ،باب الستر علی اہل الحدود،ص ٦١٥،نمبر ٤٣٧٧)اس حدیث میں ہے کہ حدود کے جرم کا چھپادے تو بہتر ہے۔

لغت : حسبتین :حسبة سے مشتق ہے،دواجر۔ضغینة: ضیغ سے مشتق ہے،کینہ۔ھیجة: ابھرآیا،بھڑک آیا۔حرکتہ:متحرک کردیا، بھڑکادیا۔فتیقنا: یقین کرلیا۔

بخلاف اقرار کے اس لئے کہ انسان اپنی ذات کا دشمن نہیں ہوتا۔

تشریح: آدمی اپنی جان کا دشمن نہیں ہوتا اس لئے اقرار کرنے میں تاخیر ہوئی تب بھی اس کو قبول کیا جائے گا اور حد لگے گی۔

ترجمہ :٥ پس زنا کی حد،شراب پینے کی حد اور چوری کی حد خالص اللہ کا حق ہے،یہی وجہ ہے کہ اقرار کے بعد بھی اس سے رجوع کرنا صحیح ہے،اس لئے گواہی میں پرانا ہونا گواہی کو روکتی ہے۔

تشریح :زنا کی حد،شراب پینے کی حد خالص اللہ کی حد ہے،یہی وجہ ہے کہ اقرار کرنے کے بعد اس سے رجوع کرسکتا ہے،یعنی رجوع کرنے سے حد ساقط ہوجائے گی ،اسلئے اس حد میں گواہی پرانی ہوگئی تو گواہی قبول نہیں کی جائے گی ۔ چوری کی حد کی دو حیثیت ہیں[١] ایک ہے مال کا وصول کرنا یہ بندے کا حق ہے،اس بارے میں گواہی پرانی بھی ہوگی تو قبول کی جائے گی۔[٢]اور دوسری حیثیت ہے حد لگنے کی ، یہ خالص اللہ کا حق ہے اس میں گواہی پرانی ہوگی تو قبول نہیں کی جائے گی،اسکی تفصیل آگے آرہی ہے

ترجمہ :٦ اور حد قذف اس میں بندے کا حق ہے کیونکہ بندے سے عار کو دفع کرنا ہے،اسی لئے اقرار کے بعد اس سے رجوع کرنا صحیح نہیں ہے،اور حقوق العباد میں پرانا ہونا بھی مانع نہیں ہے،اس لئے کہ دعوی کرنا شرط ہے،اس لئے تاخیر کو اس

ے بِخِلَافِ حَدِّ السَّرِقَةِ، لِأَنَّ الدَّعْوٰى لَيْسَتْ بِشَرْطٍ لِلْحَدِّ لِأَنَّهُ خَالِصُ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى مَامَرَّ، وَإِنَّمَا شُرِطَتْ لِلْمَالِ، ٨ وَلِأَنَّ الْحُكْمَ يُدَارُ عَلٰى كَوْنِ الْحَدِّ حَقًّا لِلّٰهِ تَعَالٰى فَلَايُعْتَبَرُ وُجُوْدُ التُّهْمَةِ فِيْ كُلِّ فَرْدٍ، ٩ وَلِأَنَّ السَّرِقَةَ تُقَامُ عَلَى الْإِسْتِسْرَارِ عَلٰى غَيْرِهٖ عَنِ الْمَالِكِ فَيَجِبُ عَلَى الشَّاهِدِ إِعْلَامُهُ وَبِالْكِتْمَانِ يَصِيْرُ فَاسِقًا آثِمًا،

بات پر محمول کیا جائے گا کہ دعوی نہیں کیا تھا اس لئے اس کو فاسق قرار دینا واجب نہیں ہے۔

تشریح: یہاں تین باتیں بیان کر رہے ہیں [١] حد قذف میں بندے کا حق زیادہ ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ بندے کے عار کو ختم کرنا ہے [٢] چونکہ یہ بندے کا حق ہے اس لئے اس کے اقرار کے بعد اس سے رجوع نہیں کر سکتا۔ [٣] گواہی پرانی ہو جائے تب بھی اس کو قبول کی جائے گی۔

وجہ: ،اور اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ حد قذف جاری کرنے کے لئے متہم آدمی کا دعوی کرنا شرط ہے، اس لئے ممکن ہے کہ دعوی کرنے میں ہی دیر ہوئی ہو، اس لئے گواہی میں دیر ہوئی تو نہ اس کو فاسق قرار دیں گے اور نہ اس کو رد کیا جائے گا۔

ترجمہ: ے بخلاف چوری کے حد کے اس لئے کہ اس میں دعوی کرنا شرط نہیں ہے اس لئے کہ یہ خالص اللہ کا حق ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ہاں مال وصول کرنے کے لئے دعوی شرط ہے۔

تشریح: پہلے گزر چکا ہے کہ چوری کی حد میں دو حیثیت ہیں [١] ایک ہے حد، یہ خالص اللہ کا حق ہے ،اس کو ثابت کرنے کے لئے دعوی کی ضرورت نہیں ہے [٢]، اور دوسری ہے مال کا وصول کرنا، یہ بندے کا حق ہے، اس کو ثابت کرنے کے لئے دعوی کی ضرورت ہے۔

ترجمہ: ٨ اور اس لئے کہ حکم کا مدار اس بات پر ہے کہ حد اللہ کا حق ہے اس لئے ہر فرد میں تہمت کے پائے جانے کا اعتبار نہیں ہے۔

تشریح: ہر گواہ میں ضروری نہیں ہے کہ کینہ ہو تب ہی ایک زمانے کے بعد گواہی دینے کے لئے تیار ہوا ہے، بلکہ صرف یہ دیکھا جائے گا کہ یہ دیکھا جائے کہ اللہ کا حق ہے، اور دیر کر کے گواہی دے رہا ہے تو اس کی گواہی کو رد کر دی جائے گی۔

وجہ: کینہ چھپی ہوئی چیز ہے اس پر مطلع ہونا مشکل ہے، اس لئے گواہی رد کرنے کے لئے حقوق اللہ ہونا کافی ہے۔

ترجمہ: ٩ اور اس لئے کہ چوری مالک کو دھوکہ دے کر چپکے سے ہوتی ہے اس لئے گواہ پر اس کا اعلان کرنا واجب ہے، اور گواہی چھپانے سے فاسق اور گناہ گار ہوگا۔

تشریح: حد سرقہ میں دیر کرنے سے گواہی کیوں رد کرتے ہیں اس کی وجہ بیان کر رہے ہیں۔ چوری اتنا چھپ کر کرتے ہیں

۱۰ ثُمَّ التَّقَادُمُ كَمَا يَمْنَعُ قُبُوْلَ الشَّهَادَةِ فِي الْإِبْتِدَاءِ يَمْنَعُ الْإِقَامَةَ بَعْدَ الْقَضَاءِ عِنْدَنَا. خِلَافًا لِزُفَرَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ حَتّٰى لَوْ هَرَبَ بَعْدَ مَاضُرِبَ بَعْضَ الْحَدِّ ثُمَّ أُخِذَ بَعْدَ مَاتَقَادَمَ الزَّمَانُ لَايُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ، لِأَنَّ الْإِمْضَاءَ مِنَ الْقَضَاءِ فِيْ بَابِ الْحُدُوْدِ. ۱۱ وَاخْتَلَفُوْا فِيْ حَدِّ التَّقَادُمش، أَشَارَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ إِلٰى سِتَّةِ أَشْهُرٍ فَإِنَّهُ قَالَ بَعْدَ حِيْنٍ وَهٰكَذَا أَشَارَ الطَّحَاوِيُّ، وَأَبُوْحَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَمْ يُقَدِّرْ فِيْ ذٰلِكَ وَفَوَّضَهُ إِلٰى رَأْيِ الْقَاضِيْ فِيْ كُلِّ عَصْرٍ، وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ قَدَّرَهُ بِشَهْرٍ، لِأَنَّ مَادُوْنَهُ عَاجِلٌ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَهُوَ الْأَصَحُّ، وَهٰذَا إِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْقَاضِيْ وَبَيْنَهُمْ مَسِيْرَةُ شَهْرٍ، أَمَّا إِذَا كَانَ تُقْبَلُ شَهَادَتُهُمْ، لِأَنَّ الْمَانِعَ بُعْدُهُمْ عَنِ الْإِمَامِ فَلَايَتَحَقَّقُ التُّهْمَةُ،

کہ مالک کو یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ کس نے چور کو دیکھا ہے، اس لئے گواہ کو چاہئے کہ خود سے جا کر گواہی دے، اور اس نے نہیں دیا بلکہ دیر کی، اتنا ہی اس کے فاسق ہونے کے لئے اور اس کی گواہی رد ہونے کے لئے کافی ہے۔

لغت : استتر ار: سر سے مشتق ہے، چپکے سے۔ غرۃ: دھوکہ۔ کتمان: چھپانا۔

ترجمہ : ۱۰ پھر گواہی پرانی ہو جائے تو ابتداء میں اس کو قبول نہیں کیا جاتا ہے اسی طرح فیصلے کے بعد اگر پرانا ہو جائے تو اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی ہمارے نزدیک، خلاف امام زفرؒ کے یہاں تک کہ اگر بعض حد قائم کرنے کے بعد مجرم بھاگ جائے پھر ایک زمانے کے بعد پکڑا جائے تو اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی اس لئے کہ حد کے باب میں حد کو جاری کرنا بھی قضا کا حصہ ہے۔

تشریح : گواہی میں دیر ہو جائے تو رد ہو جاتی ہے، اسی طرح فیصلہ ہو گیا ہے لیکن حد قائم کرنے میں ایک ماہ کی دیر کر دی تب بھی حد ساقط ہو جائے گی، یا آدھی حد قائم کی اور مجرم بھاگ گیا، اور ایک ماہ کے بعد پکڑا گیا تب بھی حد ساقط ہو جائے گی۔

وجہ : گواہی لینے سے اس کو مکمل جاری کرنے تک کو قضا کہتے ہیں اور قضا میں تاخیر ہو جائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے اس لئے اب یہ حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ : ۱۱ گواہی کے پرانے ہونے کی حد میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے جامع صغیر میں اشارہ کیا ہے کہ وہ چھ مہینے ہیں، اس لئے کہ انہوں نے کہا ہے ،بعد حین،، اور ایسے ہی امام طحاویؒ نے اشارہ کیا ہے، اور امام ابو حنیفہؒ نے اس بارے میں کوئی وقت متعین نہیں کیا، بلکہ ہر زمانے کے قاضی کی رائے پر سونپا، اور امام محمدؒ روایت ہے ایک ماہ، اس لئے کہ اس سے کم جو ہے وہ جلدی ہے اور یہی ایک روایت امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی ہے اور یہی صحیح ہے۔

۲؎ وَالتَّقَادُمُ فِيْ حَدِّ الشُّرْبِ كَذٰلِكَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعِنْدَهُمَا يُقَدَّرُ بِزَوَالِ الرَّائِحَةِ عَلٰى مَايَأْتِيْ فِيْ بَابِهٖ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

(۲۵۴۵)وَإِذَا شَهِدُوْا عَلٰى رَجُلٍ أَنَّهُ زَنٰى بِفُلَانَةٍ وَفُلَانَةٌ غَائِبَةٌ فَإِنَّهُ يُحَدُّ،وَإِنْ شَهِدُوْاأَنَّهُ سَرِقَ مِنْ فُلَانٍ وَهُوَ غَائِبٌ لَمْ يُقْطَعْ، ۱؎ وَالْفَرْقُ أَنَّ بِالْغَيْبَةِ يَنْعَدِمُ الدَّعْوٰى وَهِيَ شَرْطٌ فِي السَّرِقَةِ دُوْنَ الزِّنَاءِ.

تشریح : کتنی مدت دیر ہے اور کتنی مدت قریب ہے اس بارے میں تین رائیں ہیں [۱] چھ ماہ، یہ جامع صغیر اور طحاوی کی عبارت سے پتہ چلتا ہے۔[۲] امام محمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ ایک ماہ سے کم یہ قریب کی مدت ہے، اور ایک ماہ، اور اس سے زیادہ یہ دیر کی مدت ہے۔ اور یہی مدت زیادہ صحیح ہے [۳] امام ابوحنیفہؒ کی روایت یہ ہے کہ یہ امام کی رائے پر چھوڑ دیا جائے، وہ جس مدت کو دیر سمجھے اس کو دیر سمجھا جائے اور جسکو قریب سمجھے اس کو قریب سمجھا جائے۔

اور یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ قاضی اور گواہ کے درمیان ایک ماہ کی مسافت نہ ہو، اور اگر ایک ماہ کی مسافت ہے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی، اس لئے کہ یہاں امام سے دوری کی وجہ سے دیر ہوئی ہے اس لئے تہمت نہیں ہوگی۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ:۲؎ اور شراب پینے کی حد میں امام محمدؒ کے نزدیک ایک مہینے کے پرانے کو پرانہ کہیں گے، اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شراب کی بو زائل نہ ہو جائے اتنی مدت ہے، اس کی تفصیل حد شرب کے باب میں آئے گی ان شاء اللہ۔

تشریح : شراب پینے کی گواہی ایک مہینہ ہوگئی تو یہ پرانی ہوگئی، اور ایک ماہ سے کم ہے تو یہ تازہ گواہی ہے اس کو رد نہیں کر سکتے امام محمدؒ کی یہی رائے ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی رائے کہ منہ سے شراب کی بو زائل ہونے سے پہلے گواہی دی تو یہ جدید ہے اور بو زائل ہوگئی اس کے بعد گواہی دی تو یہ قدیم ہے اس کو قدیم ہونے کی بنا پر رد کی جائے گی۔

ترجمہ :(۲۵۴۵) چار آدمیوں نے کسی کے خلاف گواہی دی کہ اس نے فلاں سے زنا کیا ہے، لیکن فلاں عورت غائب ہے تو اس آدمی پر حد جاری ہوگی، اور اگر گواہی دی کہ فلاں آدمی کا مال چوری کی ہے، اور وہ غائب ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ :زنا میں حد لگے گی اس کے لئے یہ آیت ہے۔ الزانیة و الزانی فاجلدوا کل واحد منهما مأة جلدة ۔(آیت ۲، سورۃ النور ۲۴)

ترجمہ:۱؎ فرق یہ ہے کہ جب مرد غائب ہے تو اس کی جانب سے دعوی نہیں ہے، اور چوری میں دعوی شرط ہے زنا میں دعوی شرط نہیں ہے۔

اصول: حد زنا ثابت کرنے کے لئے عورت کی جانب سے دعوی کرنا شرط نہیں ہے۔

۲ وَبِالْحُضُوْرِ يُتَوَهَّمُ دَعْوَى الشُّبْهَةِ وَلَامُعْتَبَرَ بِالْمَوْهُوْمِ،

(۲۵۴۶)وَإِنْ شَهِدُوْا أَنَّهُ زَنٰى بِإِمْرَأَةٍ لَايَعْرِفُوْنَهَا لَمْ يُحَدَّ ل ١ اِحْتِمَالِ أَنَّهَا امْرَأَتُهُ أَوْ أَمَتُهُ بَلْ هُوَ الظَّاهِرُ،(۲۵۴۷)وَإِنْ أَقَرَّ بِذٰلِكَ حُدَّ، لِأَنَّهُ لَايَخْفٰى عَلَيْهِ أَمَتُهُ أَوْ اِمْرَأَتُهُ.

(۲۵۴۸)وَإِنْ شَهِدَ اثْنَانِ أَنَّهُ زَنٰى بِفُلَانَةٍ فَاسْتَكْرَهَهَا وَآخَرَانِ أَنَّهَا طَاوَعَتْهُ دُرِئَ الْحَدُّ عَنْهُمَا جَمِيْعًا

اصول:چوری ثابت کرنے کے لئے جس آدمی کا مال چوری ہوئی ہے اس کی جانب سے چوری کا دعوی شرط ہے۔

تشریح : چار آدمیوں نے گواہی دی کہ زید نے ساجدہ سے زنا کیا ہے،اور ساجدہ شہر میں نہیں ہے تب بھی حد لگے گی، کیونکہ زنا میں ساجدہ کی جانب سے زنا کا دعوی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دو آدمیوں نے گواہی دی کہ زید نے ساجد کا مال چوری کی ہے اور ساجد شہر میں نہیں ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ ساجد کی جانب سے چوری کا دعوی ضروری ہے،اور وہ چونکہ غائب ہے اس لئے اس کی جانب سے دعوی نہیں ہوا اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا،زنا میں اور چوری میں یہ فرق ہے۔

ترجمہ :۲ فلاں حاضر ہو کر نکاح کا دعوی کرنے کا گمان ہے،لیکن یہ ایک شبہ ہے جس کا اعتبار نہیں ہے۔

تشریح:جس عورت کے ساتھ زنا کی گواہی دی گئی اگر وہ حاضر ہوتی تو ممکن ہے کہ وہ یہ ثابت کر دیتی کہ اس نے اس مرد سے نکاح کیا ہے،اس طرح حد ساقط ہو جاتی،اس شبہ کے باوجود حد کیسے جاری کر دی گئی!،تو اس کا جواب دے رہے ہیں کہ یہ ایک وہم ہے اس لئے اس کی طرف توجہ دئے بغیر حد جاری کر دی جائے گی۔

ترجمہ:(۲۵۴۶)اگر گواہی دی کہ ایک عورت سے زنا کیا ہے جس کو گواہ پہچانتے نہیں ہیں تو حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ:ا کیونکہ یہ احتمال ہے کہ وہ عورت اسکی بیوی ہو، یا اسکی باندی ہو، بلکہ مسلمان سے ظاہر یہی ہے کہ اسکی بیوی یا باندی ہے۔

تشریح :جس عورت کے ساتھ زنا کی گواہی دی اس کے بارے میں معلوم نہیں ہے کہ کون عورت ہے تو ممکن ہے کہ وہ عورت اس کی بیوی، یا باندی ہو اس لئے اس گواہی سے حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ:(۲۵۴۷)اور اگر زانی نے خود ہی اقرار کیا تو اس پر حد لگ جائے گی۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ اسکو معلوم ہے کہ یہ اس کی بیوی، یا باندی نہیں ہے تب ہی تو زنا کا اقرار کیا۔

تشریح :زانی خود اقرار کر رہا ہے کہ میں نے زنا کیا ہے تو اس کو معلوم ہوگا کہ یہ اس کی بیوی، یا باندی نہیں ہے،اس لئے یہ نہ پہچانتا ہو کہ وہ عورت کون ہے پھر بھی حد لگ جائے گی۔

ترجمہ :(۲۵۴۸) دو آدمیوں نے گواہی دی کہ اس نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے،اور زبردستی کیا ہے،اور دوسرے

عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَقَالَا يُحَدُّ الرَّجُلُ خَاصَّةً .

ا لِاتِّفَاقِهِمَا عَلَى الْمُوْجِبِ وَتُفَرِّدُ أَحَدُهُمَا بِزِيَادَةِ جِنَايَةٍ وَهُوَ الْإِكْرَاهُ، بِخِلَافِ جَانِبِهَا، لِأَنَّ طَوَاعِيَتَهَا شَرْطٌ تَحَقُّقِ الْمُوْجِبِ فِيْ حَقِّهَا وَلَمْ يَثْبُتْ لِاخْتِلَافِهِمَا، ٢ وَلَهُ أَنَّهُ اخْتَلَفَ الْمَشْهُوْدُ عَلَيْهِ، لِأَنَّ الزِّنَا فِعْلٌ وَاحِدٌ يَقُوْمُ بِهِمَا، وَلِأَنَّ شَاهِدَيِ الطَّوَاعِيَةِ صَارَا قَاذِفَيْنِ لَهُمَا،

دو نے گواہی دی کی اس کی رضامندی سے کیا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزیک مرد اور عورت دونوں سے حد ساقط ہو جائے گی، [اور یہی قول امام زفرؒ کا ہے] ،اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ صرف مرد پر حد لگے گی۔

ترجمہ :ا کیونکہ حد کے سبب پر چاروں گواہ متفق ہیں، اور ایک فریق نے زیادہ جرم کی گواہی دی ہے اور وہ ہے عورت کی جانب کے خلاف زبردستی کرنا، اس لئے کہ عورت کے زنا کا سبب متحقق ہونے کے لئے اس کی رضامندی شرط ہے، اور دونوں فریق کے اختلاف کی وجہ سے یہ ثابت نہیں ہوا۔

اصول :رضامندی کے ساتھ زنا کرانے کی چار آدمیوں کی گواہی ہو تب ہی حد لگتی ہے، اور رضامندی کے ساتھ زنا کرانے کی چار آدمیوں کی گواہی نہ ہو تو حد نہیں لگے گی۔

لغت :لھما: اس مسئلے میں ھما، کی ضمیر دو طرح ہیں، کبھی زنا کرنے والے مرد اور عورت کی طرف ھما کی ضمیر لوٹتی ہے۔ گواہ دینے والے چار ہیں، جن میں دو فریق ہو گئے، دو گواہ زبردستی کی گواہی دینے والے، اور دو گواہ رضامندی کے ساتھ زنا کی گواہی دینے والے، اس طرح گواہ کے دو فریق ہو گئے، تو ھما کی ضمیر ان دو فریقوں کی طرف بھی لوٹتی ہے۔ اس کا خیال کر کے اس مسئلے کو سمجھیں۔

تشریح :چار آدمیوں نے زنا کی گواہی دی، لیکن اس میں دو فریق ہو گئے، ایک فریق نے کہا کہ عورت سے زبردستی کر کے زنا کیا ہے، جس کی بنا پر عورت کو حد نہیں لگنی چاہئے، اور دوسرے فریق نے کہا کہ عورت کی رضامندی سے زنا کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عورت پر بھی حد جاری ہونی چاہئے۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ عورت پر حد نہیں لگے گی، کیونکہ اس کی رضامندی پر چار گواہ نہیں ہوئے، البتہ مرد کی زنا پر چار گواہ ہیں اس لئے صرف مرد پر حد لگے گی۔

ترجمہ :٢ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس پر گواہی دی ہے اس میں اختلاف ہو گیا، اس لئے کہ زنا ایک فعل ہے جو مرد اور عورت دونوں سے ہوتا ہے اور اس لئے کہ جس نے عورت کی رضامندی کی گواہی دی اس نے دونوں پر زنا کی تہمت لگائی

تشریح :یہاں عبارت کم ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں سے زنا کا فعل ہوتا ہے۔ یہاں عورت کے اوپر دو گواہ وہ ہیں جسنے زبردستی سے زنا کی گواہی دی، اور دوسرے دو نے اطاعت کے ساتھ زنا کی گواہی

۳؎ وَإِنَّمَا يَسْقُطُ الْحَدُّ عَنْهُمَا بِشَهَادَةِ شَاهِدَيِ الْإِكْرَاهِ، لِأَنَّ زِنَاهَا مُكْرَهَةً يُسْقِطُ إِحْصَانَهَا فَصَارَا خَصْمَيْنِ فِيْ ذٰلِكَ.

(٢٥٤٩)وَإِنْ شَهِدَ إِثْنَانِ أَنَّهُ زَنٰى بِامْرَأَةٍ بِالْكُوْفَةِ وَآخَرَانِ أَنَّهُ زَنٰى بِهَا بِالْبَصْرَةِ دُرِئَ الْحَدُّ عَنْهُمَا ، ا؎ لِأَنَّ الْمَشْهُوْدَ بِهِ فِعْلُ الزِّنَا وَقَدِ اخْتَلَفَ بِاخْتِلَافِ الْمَكَانِ وَلَمْ يَتِمَّ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصَابُ الشَّهَادَةِ،

دی،تو گویا کہ عورت دو قسم کی ہوگئی ،ایک زبردستی والی اور دوسری اطاعت والی ،اور دونوں پر دو دو ہی گواہی ہے، چار گواہی کسی پر نہیں ہے اس لئے مرد پر بھی حد جاری نہیں ہوگی ۔ اختلف المشھو دعلیہ، کا یہی مطلب ہے۔

لغت : شاہدی الطّواعیۃ صارقاذفین لھما: جس گواہ نے اطاعت کے ساتھ زنا کی گواہی دی ہے اس نے گویا کہ مرد اور عورت دونوں پر زنا کی تہمت ڈالی ہے۔

ترجمہ :۳؎ اور گواہوں سے حد قذف اس لئے ساقط ہو جائے گی کہ اس لئے کہ جب دو آدمیوں نے زبردستی کی گواہی دی تو عورت سے احصان کی صفت ختم ہوگئی ،تو دونوں اس بارے میں خصم بن گئے ۔

تشریح : یہ اس اشکال کا جواب ہے کہ گواہوں نے زنا کی تہمت ڈالی تو ا پر حد قذف کیوں نہیں لگی ،تو اس کا جواب یہ دے رہے ہیں کہ جب زبردستی زنا کی گواہی دی تو عورت محصن نہیں رہی اس لئے تہمت لگانے پر حد لازم نہیں ہوگی ۔

ترجمہ : (٢٥٤٩) اگر دو آدمیوں نے گواہی دی کہ عورت سے کوفہ میں زنا کیا ہے اور دوسرے دو نے گواہی دی کہ بصرہ میں زنا کیا ہے ،تو مرد اور عورت دونوں سے حد ساقط ہو جائے گی ۔

ترجمہ :ا؎ اس لئے کہ زنا کے فعل کی گواہی دی ہے، اور مکان کے اختلاف کی وجہ سے زنا مختلف ہو گئے ،اور دونوں پر گواہی کا نصاب پورا نہیں ہوا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ زنا کا مکان بھی متحد ہو تب حد لگے گی ۔

تشریح : دو آدمیوں نے گواہی دی کہ کوفہ میں زنا کیا ہے، اور دوسرے دو نے گواہی دی کہ بصرہ میں زنا کیا ہے تو مرد اور عورت کسی پر حد نہیں لگے گی ۔

وجہ : (١) مکان کے مختلف ہونے کی وجہ سے گویا کہ دو زنا ہو گئے ،اور ہر زنا پر دو دو گواہی ہی ہیں، اس لئے نصاب شہادت پورا نہ ہونے کی وجہ سے کسی پر حد لازم نہیں ہوگی (٢) اس قول تابعی میں ہے۔ عن ابراھیم فی اربعۃ شھدوا علی امراۃ بالزنا ثم اختلفوا فی المواضع فقال بعضھم با لکوفۃ و قال بعضھم بالبصرۃ قال یدرأ عنھم جمیعا ۔(مصنف عبد الرزاق، باب شہادۃ اربعۃ علی المراۃ عذراء واختلافھم فی الموضع ،ج سابع ،ص ٢٦٦ ،نمبر ١٣٤٥٠) اس قول صحابی میں

۲ وَلَایُحَدُّالشُّھُوْدُخِلَافًالِزُفَرَرَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ لِشُبْھَۃِ الْاِتِّحَادِ نَظْرًا إِلَی اتِّحَادِ الصُّوْرَۃِ وَالْمَرْأَۃِ.

(۲۵۵۰)وَإِنِ اخْتَلَفُوْا فِيْ بَیْتٍ وَاحِدٍ حُدَّ الرَّجُلُ وَالْمَرْأَۃُ ا وَمَعْنَاہُ أَنْ یَشْھَدَ کُلُّ اثْنَیْنِ عَلَی الزِّنَاءِ فِيْ زَاوِیَۃٍ،وَھٰذَااسْتِحْسَانٌ،وَالْقِیَاسُ أَنْ لَایُحَدَّ لِاخْتِلَافِ الْمَکَانِ حَقِیْقَۃً،وَجْہُ الْاِسْتِحْسَانِ أَنَّ التَّوْفِیْقَ مُمْکِنٌ بِأَنْ یَکُوْنَ ابْتِدَاءُ الْفِعْلِ فِيْ زَاوِیَۃٍ وَالْاِنْتِھَاءُ فِيْ زَاوِیَۃٍ أُخْرٰی بِالْاِضْطِرَابِ،أَوْ لِأَنَّ الْوَاقِعَ فِيْ وَسَطِ الْبَیْتِ فَیَحْسِبُہٗ مَنْ فِي الْمُقَدَّمِ وَمَنْ فِي الْمُؤَخَّرِ فَیَشْھَدُ بِحَسْبِ مَاعِنْدَہٗ.

ہے کہ جگہ میں اختلاف ہو جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ:۲ اور گواہ کو حد اس لئے نہیں لگے گی کہ صورت ایک ہے اور عورت بھی ایک ہے،اس میں امام زفرؒ کا اختلاف ہے۔

تشریح : گواہ نے زنا کی تہمت لگائی ہے اس لئے اس کو حد لگنی چاہئے،تو اس کا جواب دے رہے ہیں کہ عورت بھی ایک ہے جس پر زنا کی گواہی ہوئی ہے،اور صورت کے اعتبار سے زنا کا معاملہ بھی ایک ہے اس لئے شبہ ہے کہ ایک زنا پر چار گواہی ہوئی ہو اس لئے گواہ پر حد قذف نہیں لگے گی۔امام زفرؒ کی رائے ہے کہ گواہوں کو حد قذف لگے گی۔

ترجمہ :(۲۵۵۰)اور ایک ہی گھر کے کونے میں اختلاف ہوا تو مرد اور عورت کو حد لگے گی۔

ترجمہ:ا اس کا معنی یہ ہے کہ دو آدمیوں نے گواہی ایک کونے کا اور دوسرے دو نے گواہی دی دوسرے کونے میں ہونے کا، اور یہ استحسان کا تقاضہ ہے،ورنہ قیاس کا تقاضہ ہے حد نہ ہو گیا اس لئے کہ حقیقت میں مکان میں اختلاف ہو گیا،استحسان کا کی وجہ یہ ہے کہ توفیق ممکن ہے کہ زنا کا فعل شروع کیا ہو ایک کونے میں اور الٹ پلٹ کر کے ختم کیا ہو دوسرے کونے میں، یا دوسری صورت یہ ہے کہ گھر کے بیچ میں زنا کیا ہو پس جو آگے تھا اس نے اگلے کونے میں خیال کیا اور جو پیچھے تھا اس نے پچھلے کونے میں زنا کا خیال کیا اور اپنے گمان کے مطابق گواہی دی،جبکہ مکان ایک ہی تھا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ گھر ایک ہو تو اس کے سارے کونے ایک ہی مکان شمار ہوتا ہے۔

تشریح: چار آدمیوں نے ایک گھر میں زنا کرنے کی گواہی دی،لیکن دو آدمیوں نے کہا کہ اس کونے میں زنا کیا ہے اور دوسرے دو نے کہا کہ دوسرے کونے میں کیا ہے تو حد لازم ہو گی۔

وجہ : یہاں مکان ایک ہے،البتہ کونے دو ہیں تو اس پر اتفاق کرنا ممکن ہے،مثلا ایک کونے میں زنا شروع کیا اور الٹتے پلٹتے دوسرے کونے میں پہنچ گیا ہو،اب جس گواہ نے شروع میں دیکھا اس نے پہلے کونے کی گواہی دی،اور جس نے آخری میں دیکھا اس نے دوسرے کونے کی گواہی دی، اس لئے دونوں نے ایک ہی زنا کی گواہی دی ہے۔دوسری صورت یہ ہے کہ گھر کے بیچ میں زنا کیا،اب جس نے آگے سے دیکھا اس نے پہلے کونے کی گواہی دی،اور جس نے پیچھے سے دیکھا اس نے دوسرے کونے

(۲۵۵۱) وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ أَنَّهُ زَنٰى بِامْرَأَةٍ بِالنُّخَيْلَةِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ، وَأَرْبَعَةٌ أَنَّهُ زَنٰى بِهَا عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ بِدَيْرِ هِنْدٍ دُرِئَ الْحَدُّ عَنْهُمْ جَمِيْعًا ، لـ أَمَّا عَنْهُمَا فَلِأَنَّا تَيَقَّنَّا بِكِذْبِ أَحَدِ الْفَرِيْقَيْنِ مِنْ غَيْرِ عَيْنٍ ٢ـ وَأَمَّا عَنِ الشُّهُوْدِ فَلِاحْتِمَالِ صِدْقِ كُلِّ فَرِيْقٍ،(۲۵۵۲) وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى امْرَأَةٍ بِالزِّنَاءِ وَهِيَ بِكْرٌ دُرِئَ الْحَدُّ عَنْهُمَا وَعَنْهُمْ، لـ لِأَنَّ الزِّنَا لَايَتَحَقَّقُ مَعَ بَقَاءِ الْبَكَارَةِ، ٢ـ وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ أَنَّ النِّسَاءَ نَظَرْنَ إِلَيْهَا فَقُلْنَ إِنَّهَا بِكْرٌ وَشَهَادَتُهُنَّ حُجَّةٌ فِيْ إِسْقَاطِ الْحَدِّ وَلَيْسَ بِحُجَّةٍ فِيْ إِيْجَابِهِ فَلِهٰذَا سَقَطَ الْحَدُّ عَنْهُمَا وَلَايَجِبُ عَلَيْهِمْ.

کی گواہی دی، تاہم ایک ہی زنا کی گواہی دی ہے اس لئے سب گواہ کے متفق ہونے کی وجہ اس پر حد لازم ہوگی۔

ترجمہ: (۲۵۵۱) چار آدمیوں نے ایک عورت پر زنا کی گواہی دی آفتاب نکلتے وقت نخیلہ جگہ میں، اور دوسرے چار نے گواہی دی کہ آفتاب نکلتے وقت زنا کیا ہے مقام دیر ہند میں تو سب سے حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ: لـ مرد اور عورت پر تو اس لئے کہ دو فریقوں میں سے ایک یقیناً جھوٹا ہے، لیکن متعین نہیں ہے کہ کون جھوٹا ہے۔

تشریح: یہاں آٹھ آدمیوں نے گواہی دی ہے، اور گواہی دینے والے دو فریق ہیں ایک فریق ہے جسنے نخیلہ میں زنا کی گواہی دی ہے، اور دوسرا فریق ہے جس نے دیر ہند میں زنا کی گواہی دی ہے اور دونوں جگہ دور دور ہیں اس لئے دونوں میں زنا نہیں ہو سکتا، اس لئے دونوں فریقوں میں سے ایک جھوٹا ہے، لیکن معلوم نہیں کہ کون سا فریق جھوٹا ہے، پھر یہ کہ دونوں فریق ایک دوسرے کے ضد ہیں اس لئے گواہ جھوٹے ہونے کا شبہ ہو گیا اس لئے حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ: ٢ـ اور گواہوں سے حد قذف اس لئے ساقط ہو جائے گا کہ ہر فریق کے سچے ہونے کا احتمال ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۵۵۲) اگر چار آدمیوں نے ایک عورت پر زنا کی گواہی دی حالانکہ وہ باکرہ ہے تو عورت سے حد ساقط ہو جائے گی، اور گواہوں سے بھی حد قذف ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ: لـ اس لئے کہ باکرہ ہونے کے ساتھ زنا متحقق نہیں ہو سکتا۔

ترجمہ: ٢ـ اور مسئلہ کا معنی یہ ہے کہ عورتوں نے باکرہ عورت کی شرمگاہ کو دیکھا اور کہا کہ یہ باکرہ ہے، اور عورتوں کی گواہی حد کے ساقط کرنے میں حجت ہے حد کے لازم کرنے میں حجت نہیں ہے اس لئے باکرہ عورت سے حد ساقط ہو جائے گی، اور گواہوں پر بھی حد قذف نہیں ہوگی۔

تشریح: چار آدمیوں نے گواہی دی کہ اس عورت نے زنا کیا ہے، اور عورتوں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ابھی باکرہ ہی ہے تو

(۲۵۵۳) وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلٰى رَجُلٍ بِالزِّنَاءِ وَهُمْ عُمْيَانٌ أَوْ مَحْدُوْدُوْنَ فِيْ قَذْفٍ أَوْ أَحَدُهُمْ عَبْدٌ أَوْ مَحْدُوْدٌ فِيْ قَذْفٍ فَإِنَّهُمْ يُحَدُّوْنَ وَلَا يُحَدُّ الْمَشْهُوْدُ عَلَيْهِ،

عورت پر حد نہیں ہوگی۔

وجه :(۱) جب باکرہ ہے تو زنا کیسے کرائی۔ اور زنا کو ثابت کرنے کے لئے عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، البتہ حد ساقط کرنے کے لئے قبول کی جائے گی۔ اور گواہوں سے اس لئے حد ساقط ہو جائے گی کہ ہوسکتا ہے کہ وہ سچے ہوں ۔(۲) عن الشعبی فی اربعة شهداء علی امراة بالزنا فاذا هی عذراء فقال اضربها و علیها خاتم ربها ؟ فترکها و درأ عنها الحد ۔(باب شہادة اربعة علی امراة عذراء واختلافهم فی الموضع، ج سابع ص۲۶۶، نمبر ۱۳۴۴۹) اس قول تابعی میں ہے کہ عورت باکرہ ہو تو اس پر حد نہیں لگے گی

(۲) خود گواہ میں خامی ہو تب گواہوں پر حد قذف لگتی ہے، اور اگر اس میں کوئی خامی نہ ہو تو اس پر حد قذف نہیں لگتی۔

ترجمه :(۲۵۵۳) اگر چار آدمیوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی، اور وہ چاروں اندھے ہیں، یا حد قذف لگی ہوئی ہے، یا ان میں سے ایک غلام ہے۔ یا ایک کو حد قذف لگی ہوئی ہے تو ان سارے گواہوں پر حد قذف لگے گی، اور جس کے خلاف گواہی دی اس کو حد نہیں لگے گی۔

اصول: خود گواہ میں خامی ہو تو مجرم پر حد زنا نہیں لگے گی، بلکہ گواہ کو ہی حد قذف لگ جائے گی، کیونکہ اس نے گواہی دیکر مجرم پر زنا کی تہمت ڈالی ہے

تشریح :زنا کی گواہی دینے کے لئے یہ تین شرطیں ہیں [۱] کہ وہ دیکھنے والا ہو اس لئے، اگر گواہ نابینا ہوں تو ان پر حد قذف لگے گی [۲] گواہ پر پہلے حد قذف نہیں لگی ہو۔ اگر ان سب پر حد قذف لگی ہو، یا ایک پر بھی حد قذف لگی ہو تو ان گواہی دینے سے مجرم پر حد زنا نہیں لگے گی بلکہ خود گواہ پر حد قذف لگ جائے گی [۳] گواہ آزاد ہو غلام نہ ہو، اس لئے اگر وہ غلام ہو تو حد قذف لگے گی۔

وجه:(۱) اندھے کی گواہی مقبول نہیں ہے اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ ان علیا لم یجز شهادة اعمی فی سرقة۔(مصنف عبد الرزاق، باب شہادة الاعمی، ج سابع، ص۲۵۰، نمبر ۱۵۴۵۹) (۲) حد قذف لگی ہو اس کی گواہی قابل قبول نہیں ہے اس کے لئے یہ آیت ہے۔و الذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة و لا تقبلو لهم شهادة ابدا و أولائک هم الفاسقون ۔(آیت ۴، سورہ النور ۲۴) (۳) اور غلام کی گواہی قابل قبول نہیں اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔عن عطاء قال .....و لا شهادة لعبد ۔(مصنف عبد الرزاق، باب العبد یفتری علی الحر، ج سابع، ص ۳۴۹، نمبر ۱۳۸۶۰)

۱؎ لِأَنَّهُ لَايَثْبُتُ بِشَهَادَتِهِمُ الْمَالُ فَكَيْفَ يَثْبُتُ الْحَدُّ وَهُمْ لَيْسُوْا مِنْ أَهْلِ أَدَاءِ الشَّهَادَةِ ،۲؎ وَالْعَبْدُ لَيْسَ بِأَهْلٍ لِلتَّحَمُّلِ وَالْأَدَاءِ فَلَمْ يَثْبُتْ شُبْهَةُ الزِّنَاءِ، لِأَنَّ الزِّنَاءَ يَثْبُتُ بِالْأَدَاءِ.

(۲۵۵۴) وَإِنْ شَهِدُوْا بِذٰلِكَ وَهُمْ فُسَّاقٌ أَوْ ظَهَرَ أَنَّهُمْ فُسَّاقٌ لَمْ يُحَدُّوْا ۱؎ ،لِأَنَّ الْفَاسِقَ مِنْ أَهْلِ الْأَدَاءِ وَالتَّحَمُّلِ وَإِنْ كَانَ فِيْ أَدَائِهٖ نَوْعُ قُصُوْرٍ لِتُهْمَةِ الْفِسْقِ،وَلِهٰذَا لَوْ قَضَى الْقَاضِيْ بِشَهَادَةِ الْفَاسِقِ يَنْفُذُعِنْدَنَافَيَثْبُتُ بِشَهَادَتِهِمْ شُبْهَةُ الزِّنَاءِ،وَبِاعْتِبَارِقُصُوْرٍ فِي الْأَدَاءِ لِتُهْمَةِ الْفِسْقِ يَثْبُتُ شُبْهَةُ عَدَمِ الزِّنَاءِ فَلِهٰذَاامْتَنَعَ الْحَدَّانِ،

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ ان گواہوں سے مال ثابت نہیں ہوسکتا تو حد کیسے ثابت ہوگی ، کیونکہ یہ لوگ گواہی کے ادا کرنے کے اہل نہیں ہیں۔

تشریح : گواہوں میں اوپر کی خامیوں میں سے کوئی ایک ہوتو اس کی گواہی سے مال ثابت نہیں ہوتا تو حد کیسے ثابت ہوگی ؟ البتہ ان گواہوں پر حد قذف لگ جائے گی۔

ترجمہ :۲؎ اور غلام تو نہ گواہی کو لے سکتا ہے اور نہ ادا کر سکتا ہے،اس لئے زنا کا شبہ بھی ثابت نہیں ہوا،اس لئے کہ زنا گواہی ادا کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔

تشریح : غلام نہ گواہی لے سکتا ہے اور نہ اس کو ادا کر سکتا ہے،اس لئے جب اس نے گواہی دی تو یہ گواہی دینا ہی غلط ہے اس لئے زنا کا شبہ بھی ثابت نہیں ہوا،صرف زنا کی تہمت لگانا ہوا اس لئے غلام پر حد قذف لگ جائے گی۔

لغت : تحمل الشهادة : گواہی کو برداشت کرنا،اس کو لینا۔

ترجمہ:(۲۵۵۴) اگر فاسقوں نے گواہی دی ، یا بعد میں ظاہر ہوا کہ یہ فاسق ہیں تو نہ فاسقوں کو حد قذف لگے گی،اور نہ مجرم کو حد زنا لگے گی۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ فاسق گواہی کو ادا کرنے کا بھی اہل ہے، برداشت کرنے کا بھی اہل ہے اگر چہ اس کی ادائیگی میں نقص ہے کیونکہ فسق کی تہمت ہے،اسی لئے قاضی اس کی گواہی پر فیصلہ کرے تو ہمارے نزدیک وہ نافذ ہو جائے گا ،اس لئے اس کی گواہی سے زنا کا شبہ پیدا ہو جائے گا۔اور فسق کی تہمت کی وجہ سے ادا کرنے میں کچھ قصور ہے اس لئے زنا کے نہ ہونے کا بھی شبہ ہے،اس لئے دونوں قسم کی حد [حد زنا بھی اور حد قذف بھی] ثابت نہیں ہوں گی

تشریح: فاسق گواہ میں دو حیثیت ہیں [۱] وہ گواہ ہے اس لئے وہ گواہی دے بھی سکتا ہے،اور گواہی کو برداشت بھی کر سکتا ہے ،اس بنیاد پر زنا کا شبہ پیدا ہو جائے گا،اس لئے ان گواہوں پر حد قذف نہیں لگے گی۔[۲] دوسری حیثیت یہ ہے کہ اس میں فسق

۲؎ وَسَيَأْتِي فِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ بِنَاءً عَلٰى أَصْلِهِ أَنَّ الْفَاسِقَ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ فَهُوَ كَالْعَبْدِ عِنْدَهُ،

(۲۵۵۵) وَإِنْ نَقَصَ عَدَدُ الشُّهُوْدِ عَنْ أَرْبَعَةٍ حُدُّوْا، لِأَنَّهُمْ، ۱؎ إِذْ لَا حِسْبَةَ عِنْدَ نُقْصَانِ الْعَدَدِ وَخُرُوْجُ الشَّهَادَةِ عَنِ الْقَذْفِ.

(۲۵۵۶) وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلٰى رَجُلٍ بِالزِّنَاءِ فَضُرِبَ بِشَهَادَتِهِمْ ثُمَّ وُجِدَ أَحَدُهُمْ عَبْدًا أَوْ مَحْدُوْدًا

کا نقص ہے اس لئے اس کی گواہی سے مجرم کو حد زنا نہیں لگے گی۔

وجہ:(۱) و الذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة و لا تقبلو لهم شهادة ابدا و أولائک هم الفاسقون ۔(آیت ۴،سورہ النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ فاسق کی گاہی سے احتیاط کرو۔(۲) و اجتنبوا الرجس من الاوثان و اجتنبوا قول الزور۔(آیت ۳۰،سورۃ الحج ۲۲) اس آیت میں ہے کہ جھوٹی گواہی سے بچو۔

لغت: امتنع الحدان: دونوں حد ممتنع ہوں گی، یعنی مجرم کو حد زنا بھی نہیں لگے گی، اور فاسق گواہ کو حد قذف بھی نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس بارے میں امام شافعیؒ کا اختلاف آ رہا ہے، ان شاء اللہ، اس لئے کہ ان کا قاعدہ یہ ہے کہ فاسق گواہی کا اہل نہیں ہے، اس لئے فاسق انکے نزدیک غلام کی طرح ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ کے نزدیک فاسق گواہ گواہی دینے کے قابل نہیں ہے، وہ غلام کی طرح ہے اس لئے اس پر حد قذف لگے گی، اس کی پوری تفصیل بعد میں آئے گی۔

ترجمہ: (۲۵۵۵) زنا میں گواہ چار سے کم ہو گئے تو گواہوں کو حد لگے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ تہمت لگانی ہے، اس لئے کہ عدد کم ہو تو ثواب بھی نہیں ملے گا، اور تہمت لگانے سے اس وقت نکلتی ہے جبکہ چار گواہ ہوں۔

تشریح: چار گواہ ہوں تب تو یہ زنا کی گواہی ہے، اور چار سے کم ہو تو یہ زنا کی تہمت لگانا ہے، یہاں چار سے کم گواہی ہے اس لئے یہ تہمت لگانا ہے اس لئے ان گواہوں پر حد قذف لازم ہوگی۔

وجہ: والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة و لا تقبلو لهم شهادة ابدا و أولائک هم الفاسقون ۔(آیت ۴،سورہ النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ چار گواہ سے کم ہوں تو گواہوں کو حد قذف میں سو کوڑے مارو۔ حسبۃ: ثواب۔

ترجمہ: (۲۵۵۶) اگر چار گواہوں نے کسی مرد پر زنا کی گواہی دی اور ان کی گواہی سے کوڑے لگائے گئے، بعد میں معلوم

فِيْ قَذَفٍ فَإِنَّهُمْ يُحَدُّوْنَ، لـ لِأَنَّهُمْ قَذَفَةٌ، إِذِ الشُّهُوْدُ ثَلاثَةٌ،

(۲۵۵۷) وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ وَلاعَلٰى بَيْتِ الْمَالِ أَرْشُ الضَّرْبِ، وَإِنْ رُجِمَ فَدِيَتُهُ عَلٰى بَيْتِ الْمَالِ،

لـ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ، وَقَالَا أَرْشُ الضَّرْبِ أَيْضًا عَلٰى بَيْتِ الْمَالِ. قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيْفُ عَصِمَهُ اللّٰهُ مَعْنَاهُ إِذَا كَانَ جَرْحَةً، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ إِذَا مَاتَ مِنَ الضَّرْبِ، وَعَلٰى هٰذَا إِذَا رَجَعَ الشُّهُوْدُ لَايَضْمَنُوْنَ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُمَا يَضْمَنُوْنَ،

ہوا کہ ان میں سے ایک گواہ غلام ہے، یا قذف میں حد لگی ہوئی ہے تو ان گواہوں کو بھی حد لگے گی۔

ترجمہ: لـ اس لئے کہ یہ تہمت لگانا ہے، کیونکہ اب تین ہی گواہ باقی رہ گئے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۵۵۷) لیکن گواہوں پر یا بیت المال پر کوڑے مارنے کا تاوان لازم نہیں ہوگا، اور اگر رجم کر دیا گیا تو اس کی دیت بیت المال پر ہے۔

ترجمہ: لـ یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے، اور صاحبین نے فرمایا کہ مارنے کا تاوان بھی بیت المال پر ہوگا۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اگر مارنے سے زخمی ہوا ہو، اور اسی اختلاف پر ہے اگر کوڑے مارنے سے مجرم مر گیا ہو تو۔ اور اسی اختلاف پر ہے اگر گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا ہو تو، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گواہ ضامن نہیں ہوں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہوں گے۔

تشریح: اس مسئلے کی عبارت میں کمی ہے۔ یہاں گواہ کی تین صورتیں ہیں [۱] چار گواہ میں سے ایک غلام ہو [۲] چار گواہ میں سے ایک کو حد قذف لگی ہوئی ہو [۳] گواہوں نے رجوع کر لیا ہو۔

یہاں مارنے کی تین صورتیں ہیں [۱] ایسی مار جس سے زخمی نہ ہوا ہو [۲] ایسی مار جس سے مجرم زخمی ہو گیا ہو [۳] ایسی مار جس سے مجرم مر گیا ہو [۴] اور چوتھی صورت ہے کہ مجرم کو رجم کیا ہو۔ ان صورتوں کو مصنف نے ایک ساتھ بیان کیا ہے اور اس کا اختلاف بھی بیان کیا ہے

مار کی تینوں صورتوں میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نہ گواہ پر ضمان ہے اور نہ بیت المال پر ضمان ہے۔ ہاں مجرم کو رجم کیا ہو تو اس کا تاوان بیت المال پر ہے۔ اس مسئلے میں صاحبین اور امام ابو حنیفہؒ کا اتفاق ہے کہ غلط طور پر رجم کا تاوان بیت المال پر ہے،

وجہ: جلاد پر ضروری ہے کہ ایسی مار مارے جس سے اس کو زخم نہ ہو، اب زخمی ہو گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو مارنے کا تجربہ نہیں ہے، اس لئے اس کا تاوان جلاد پر ہونا چاہئے، لیکن اس طرح جلاد پر تاوان لازم کیا جائے گا تو کوئی حد جاری نہیں کرے گا اس لئے جلاد پر تاوان لازم نہ کیا جائے۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اگر گواہ رجوع کر گیا ہو تو اس کا تاوان گواہ پر ہوگا،

٢ لَهُمَا أَنَّ الْوَاجِبَ بِشَهَادَتِهِمْ مُطْلَقُ الضَّرْبِ، إِذِ الْإِحْتِرَازُ عَنِ الْجَرْحِ خَارِجٌ عَنِ الْوَسْعِ فَيَنْتَظِمُ الْجَارِحُ وَغَيْرُهُ فَيُضَافُ إِلٰى شَهَادَتِهِمْ فَيَضْمَنُوْنَ بِالرُّجُوْعِ وَعِنْدَ عَدَمِ الرُّجُوْعِ يَجِبُ عَلٰى بَيْتِ الْمَالِ لِأَنَّهُ يَنْتَقِلُ فِعْلُ الْجَلَّادِ إِلَى الْقَاضِيْ وَهُوَ عَامِلٌ لِلْمُسْلِمِيْنَ فَتَجِبُ الْغَرَامَةُ فِي مَالِهِمْ فَصَارَ كَالرَّجْمِ وَالْقِصَاصِ، ٣ وَلِأَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّ الْوَاجِبَ هُوَ الْجَلْدُ وَهُوَ ضَرْبٌ مُؤْلِمٌ غَيْرُ جَارِحٍ وَلَا مُهْلِكٍ فَلَايَقَعُ جَارِحًا ظَاهِرًا إِلَّا لِمَعْنٰى فِي الضَّارِبِ وَهُوَ قِلَّةُ هِدَايَتِهٖ فَاقْتُصِرَ عَلَيْهِ إِلَّا أَنَّهُ لَايَجِبُ عَلَيْهِ الضَّمَانُ فِي الصَّحِيْحِ كَيْ لَايَمْتَنِعُ النَّاسُ عَنِ الْإِقَامَةِ مَخَافَةَ الْغَرَامَةِ.

اورا گر وہ رجوع نہیں کیا لیکن اس میں سے ایک غلام ہے، یا محدود فی القذف ہے، اس صورت میں مار کا تاوان بیت المال پر ہوگا، اور مجرم کے رجم کا تاوان بھی بیت المال پر ہوگا۔

لغت:ارش: تاوان

ترجمہ :٢ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ ان کی گواہی سے مطلق مارنا واجب ہوا [یعنی زخمی والا بھی اور بغیر زخمی کے بھی] کیونکہ زخمی ہونے سے بچنا ممکن نہیں ہے اس لئے زخمی اور زخمی دونوں کو شامل ہے اس لئے اس کی گواہی کی طرف منسوب ہوگا اور گواہی سے رجوع کرنے پر وہ ضامن ہوں گے، اور گواہ رجوع نہ کرے تو بیت المال پر واجب ہوگا، اس لئے کہ جلاد کا فعل قاضی کی طرف منتقل ہوگا، اور قاضی مسلمانوں کے لئے کام کرتا ہے، اس لئے تاوان مسلمانوں کے مال [یعنی بیت المال میں واجب ہوگا]، اس لئے مارنا بھی قصاص اور رجم کی طرح ہو گیا۔

تشریح :صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جلاد زخمی کر کے نہ مارے اس سے بچنا ناممکن ہے اس لئے گواہ کی گواہی زخمی اور غیر زخمی دونوں کو شامل ہے، اور جلاد کا کام قاضی کی طرف منسوب ہوگا اور قاضی مسلمانوں کے لئے کام کرتا ہے اس لئے ہر قسم کے مار کا تاوان بیت المال پر ہوگا

ترجمہ :٣ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ واجب ایسا مارنا تھا جو تکلیف دہ تو ہو زخمی کرنے والا نہ ہو، اور نہ ہلاک کرنے والا ہو، اس لئے مارنے والے کی غلطی کی وجہ سے زخم ہوا ہے، کیونکہ اس کو تجربہ نہیں تھا اس لئے جلاد پر ہی تاوان واجب ہونا چاہئے، لیکن اس پر بھی ضمان اس لئے واجب نہیں ہوگا کہ لوگ تاوان کے ڈر سے حد قائم کرنا چھوڑ دے گا۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہے کہ جلاد کو ایسا مار مارنا چاہئے جس سے زخمی نہ ہوا اور زخمی ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جلاد کو مارنے کا تجربہ نہیں ہے، اس لئے یہ تاوان جلاد پر ہونا چاہئے، لیکن اس پر بھی لازم نہیں کیا جائے گا، کیونکہ لوگ اس ڈر حد جاری نہیں کریں گے۔ غرامۃ: تاوان۔

(۲۵۵۸) وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلٰى شَهَادَةِ أَرْبَعَةٍ عَلٰى رَجُلٍ بِالزِّنَاءِ لَمْ يُحَدَّ ۱؎ لِمَا فِيْهَا مِنْ زِيَادَةِ الشُّبْهَةِ وَلَاضَرُوْرَةَ إِلٰى تَحَمُّلِهَا

(۲۵۵۹) فَإِنْ جَاءَ الْأَوَّلُوْنَ فَشَهِدُوْا عَلَى الْمُعَايَنَةِ فِيْ ذٰلِكَ الْمَكَانِ لَمْ يُحَدَّ أَيْضًا ، ۱؎ مَعْنَاهُ شَهِدُوْا عَلٰى ذٰلِكَ الزِّنَاءِ بِعَيْنِهٖ لِأَنَّ شَهَادَتَهُمْ قَدْ رُدَّتْ مِنْ وَجْهٍ بِرَدِّ شَهَادَةِ الْفُرُوْعِ فِيْ عَيْنِ هٰذِهِ الْحَادِثَةِ، إِذْهُمْ قَائِمُوْنَ مَقَامَهُمْ فِي الْأَمْرِ وَالتَّحْمِيْلِ،

ترجمہ:(۲۵۵۸)اگر چار فرع گواہوں نے چار اصلی گواہ پر کسی آدمی پر زنا کی گواہی دی تو اس کی وجہ سے مجرم پر حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ گواہ میں شبہ پیدا ہو گیا، اور ایسی گواہی کو لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

اصول: حد میں اصلی گواہ چاہئے، فرعی گواہ سے حد جاری نہیں کی جاتی، کیونکہ اس میں بہت شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اصول : دوسرا اصول یہ ہے کہ فرعی گواہ ایک مرتبہ رد ہو گئے تو اب اصلی گواہ بھی گواہی دے گا تب بھی حد جاری نہیں ہوگی، کیونکہ یہ گواہی ایک مرتبہ رد ہو چکی ہے۔

تشریح: چار فرع گواہ نے چار اصلی گواہ پر زنا کی گواہی دی تو اس گواہی کو قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس میں بہت زیادہ شبہ ہے، پتہ نہیں کہ اصلی گواہ نے کیا دیکھا اور کیا نہیں دیکھا۔

وجہ:(۱)عن الشعبی قال لا تجوز شهادة علی شهادة فی حد ، و لا یکفل فی حد۔(مصنف عبد الرزاق، باب لا یکفل فی حد، ج سابع ،ص ۳۴۵،نمبر ۱۳۸۳۴)(۲)سمعت حماد یقول لا تجوز شهادة علی شهادة ف حد ۔(مصنف ابن ابی شیبة ، باب فی الشہادة علی الشہادة فی الحد، ج خامس۔ص ۵۴۸،نمبر ۲۸۸۹۷)ان دو قول تابعی میں ہے کہ حد میں شہادة علی الشہادة جائز نہیں ہے۔

ترجمہ:(۲۵۵۹) پھر اصلی گواہ آ گئے اور انہوں نے اس مکان پر دیکھنے گواہی دی تب بھی حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ :۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ اپنی آنکھ سے دیکھنے کی گواہی دی، اس لئے کہ اس کی گواہی ایک مرتبہ فرع گواہوں کی رد ہو چکی ہے، اس لئے کہ فرع گواہ معاملے میں اور برداشت کرنے میں اصل کی طرح ہے۔

تشریح:فرع گواہ نے زنا کی گواہی دی وہ رد ہو گئی، اس کے بعد اصلی گواہ آ کر خود سے دیکھنے کی گواہی دی تب بھی قبول نہیں ہوگی۔

وجہ : فرع نے جو گواہی دی تھی وہ بھی اصلی گواہی کی گواہی تھی، اور وہ ایک مرتبہ رد ہو گئی، اس لئے اس میں شبہ پیدا ہو گیا اس لئے اب دوبارہ اس بارے میں گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

لغت : فی الامر و التحمیل: معاملے میں اور گواہی کو لینے میں، اصل کے قائم مقام ہے۔

۲ؚ وَلَایُحَدُّ الشُّهُوْدُ، لِأَنَّ عَدَدَهُمْ مُتَكَامِلٌ وَامْتِنَاعُ الْحَدِّ عَنِ الْمَشْهُوْدِ عَلَيْهِ لِنَوْعِ شُبْهَةٍ وَهِيَ كَافِيَةٌ لِدَرْءِ الْحَدِّ لَا لِإِيْجَابِهِ.

(۲۵۶۰) وَإِذَا شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلٰى رَجُلٍ بِالزِّنَاءِ فَرُجِمَ فَكُلَّمَا رَجَعَ وَاحِدٌ حُدَّ الرَّاجِعُ وَحْدَهُ وَغَرِمَ رُبُعَ الدِّيَةِ، ۱ؚ أَمَّا الْغَرَامَةُ فَلِأَنَّهُ بَقِيَ مَنْ يَبْقٰى بِشَهَادَتِهٖ ثَلَاثُ أَرْبَاعِ الْحَقِّ فَيَكُوْنُ الْفَائِتُ بِشَهَادَةِ الرَّاجِعِ رُبُعَ الْحَقِّ،

ترجمه :۲ؚ گواہوں پر بھی حد قذف نہیں لگے گی اس لئے کہ اس کی عدد مکمل ہے، اور مجرم پر حد نہ لگنا ایک قسم کی شبہ کی وجہ سے ہے اور حد کو ختم کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے، اور حد واجب کرنے کے لئے یہ کافی نہیں ہے

تشریح :ان گواہوں کی گواہی رد ہو گئی تو اب ان گواہوں کو حد قذف نہیں لگے گی، کیونکہ گواہ صحیح بھی ہیں اور ان کی عدد بھی چار ہیں، اس لئے گواہوں پر حد قذف نہیں لگے گی۔ کیونکہ بدلیت کا شبہ ہو گیا، اور حد ساقط کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے، البتہ حد ثابت کرنے کے لئے یہ کافی نہیں ہے۔

وجه: پہلے گزر چکا ہے کہ خود گواہوں میں خامی ہو تب ان پر حد قذف لگتی ہے۔

ترجمه :(۲۵۶۰) چار گواہوں نے ایک آدمی پر زنا کی گواہی دی، جسکی بنا پر وہ رجم کیا گیا پھر ایک گواہ رجوع کر گیا تو اس کو حد قذف لگے گی، اور چوتھائی دیت کا تاوان بھی ادا کرنا ہوگا۔

ترجمه ۱ؚ چوتھائی تاوان اس لئے ہے کہ تین گواہ باقی ہیں جسکی وجہ سے تین تہائی باقی ہیں، اس لئے کہ رجوع کرنے والے کی وجہ سے چوتھائی فوت ہو گئی۔

تشریح :چار گواہوں نے ایک آدمی پر زنا کی گواہی دی وہ محصن تھا اس لئے وہ رجم کیا گیا۔ بعد میں ایک گواہ نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا، تو جس گواہ نے رجوع کیا اس پر حد قذف لگے گی، اور اس پر چوتھائی دیت بھی لازم ہوگی۔

وجه :(۱) حد قذف اس لئے لازم ہوگی کہ اس کے رجوع کرنے کی وجہ سے اس کی گواہی ختم ہو گئی، اور اس کے حق میں قاضی کا فیصلہ بھی ختم ہو گیا، اور ایسا سمجھا جائے گا کہ مجرم کی زندگی میں اس پر زنا کی تہمت لگائی، اس لئے حد قذف لگے گی۔ (۲) اور چوتھائی دیت اس لئے کہ تین گواہ باقی ہیں اس لئے تین چوتھائی دیت باقی ہے اور ایک چوتھائی دیت رجوع کرنے والے پر لازم ہوگی۔ (۳) **عن عكرمة قال فى اربعة شهدوا على رجل و امراة بالزنا ثم رجع احدهم قال عليه ربع الدية فى ماله** (مصنف عبد الرزاق، باب الشاهد يرجع عن شهادته او يشهد ثم يجحد، ج ثامن، ص ۲۷۵، نمبر ۱۵۶۰۳) اس قول تابعی میں ہے کہ گواہ رجوع کر جائے تو اس پر چوتھائی دیت لازم ہوگی۔ (۴) **عن قتادة قال نكل عن شهادته بعد**

۲ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَجِبُ الْقَتْلُ دُوْنَ الْمَالِ بِنَاءً عَلٰى أَصْلِهِ فِيْ شُهُوْدِ الْقِصَاصِ، وَ سَنُبَيِّنُهُ فِي الدِّيَاتِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى. ۳ وَأَمَّا الْحَدُّ فَمَذْهَبُ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ وَقَالَ زُفَرُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَايُحَدُّ، لِأَنَّهُ إِنْ كَانَ الرَّاجِعُ قَاذِفُ حَيٍّ فَقَدْ بَطَلَ بِالْمَوْتِ، وَإِنْ كَانَ قَاذِفُ مَيِّتٍ فَهُوَ مَرْجُوْمٌ بِحُكْمِ الْقَاضِيْ فَيُوْرِثُ ذٰلِكَ شُبْهَةً. ۴ وَلَنَا أَنَّ الشَّهَادَةَ إِنَّمَا تَنْقَلِبُ قَذْفًا بِالرُّجُوْعِ، لِأَنَّ بِهِ

القتل فعليه الدية بقدر حصته قال معمر و كان الحسن يقول القتل ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الشاہد یرجع عن شہادتہ اویشہد ثم یجحد ، ج ثامن ،ص ۲۷۵،نمبر ۱۵۶۰۴)اس قول تابعی میں ہے کہ گواہ کی وجہ سے قتل ہوا ہوتو اس کے رجوع کے بعد اس کو بھی قتل کیا جائے گا

ترجمه :۲ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ رجوع کرنے والے پر قتل واجب ہے مال نہیں ،قصاص کے گواہوں کے بارے میں ان کا قاعدہ گزر چکا ہے،اس کو دیت میں ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

تشریح :امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ رجوع کرنے والے گواہ کی وجہ سے مجرم کو سنگسار کیا گیا ہے اس لئے اس گواہ کو قصاص میں قتل کر دیا جائے گا، کتاب القصاص میں یہ بات گزر چکی ہے۔

وجه :عن قتادة قال نكل عن شهادته بعد القتل فعليه الدية بقدر حصته قال معمر و كان الحسن يقول القتل ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الشاہد یرجع عن شہادتہ اویشہد ثم یجحد ، ج ثامن ،ص ۲۷۵،نمبر ۱۵۶۰۴)اس قول تابعی میں ہے کہ گواہ کو قتل کر دیا جائے گا۔

ترجمه :۳ رجوع کرنے والے پر حد قذف لگے گی یہ ہمارے تین علماء کا قول ہے،اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ حد قذف نہیں لگے گی ،اس لئے کہ رجوع کرنے والا گواہ اگر مجرم کی زندگی میں زنا کی تہمت لگانے والا ہے تو مقذوف کی موت کی وجہ حد ساقط ہوگئی [کیونکہ حد قذف کا دعوی کرنے والا کوئی نہیں رہا] اور اگر یوں سمجھا جائے کہ مرنے کے بعد تہمت لگائی تو یہ قاضی کے حکم سے مرا ہے اس لئے شبہ پیدا ہو گیا

تشریح : قاعدہ یہ ہے کہ مقذوف حد قذف کا دعوی کرے تب حد قذف لگتی ہے اور یہاں مقذوف مر چکا ہے اس لئے دعوی نہیں ہوگا اس لئے حد قذف بھی نہیں لگے گی ،اور اگر یوں سمجھا جائے کہ موت کے بعد تہمت لگائی ہے تو قاضی کے فیصلے سے رجم ہوا ہے اس لئے گواہ نے مارا ہے اس میں شبہ پیدا ہو گیا اس لئے گواہ پر حد قذف نہیں لگے گی۔

ترجمه :۴ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ رجوع کرنے کی وجہ سے گواہی اب تہمت لگانے والی بن گئی ،اس لئے کہ رجوع کرنے کی وجہ سے گواہی ختم ہو جاتی ہے تو یوں سمجھا جائے گا کہ ابھی اس نے میت پر زنا کی تہمت ڈالی ،اور گواہی ختم ہوئی تو اس پر فیصلہ

تَفْسَخُ شَهَادَتُهُ فَجُعِلَ لِلْحَالِ قَاذِفًا لِلْمَيِّتِ وَقَدِ انْفَسَخَتِ الْحُجَّةُ فَيَنْفَسِخُ مَايَبْتَنِيْ عَلَيْهِ وَهُوَ الْقَضَاءُ فِيْ حَقِّهِ فَلَايُوْرِثُ الشُّبْهَةَ، ٥ بِخَلَافِ مَا إِذَا قَذَفَهُ غَيْرُهُ، لِأَنَّهُ غَيْرُ مُحْصِنٍ فِيْ حَقِّ غَيْرِهِ لِقِيَامِ الْقَضَاءِ فِيْ حَقِّهِ.

(٢٥٦١) فَإِنْ لَمْ يُحَدَّ الْمَشْهُوْدُ عَلَيْهِ حَتّٰى رَجَعَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ حُدُّوْا جَمِيْعًا وَسَقَطَ الْحَدُّ عَنِ الْمَشْهُوْدِ عَلَيْهِ،

بھی ختم ہو گیا اس لئے شبہ نہیں رہا[اس لئے رجوع کرنے والے گواہ پر حد قذف ہوگی]

تشریح : یہ عبارت پیچیدہ ہے، عبارت کا حاصل یہ ہے کہ رجوع کرنے کی وجہ سے گواہی بھی ختم اور اس کی بنیاد پر جو فیصلہ ہوا تھا وہ بھی ختم، اس لئے گویا کہ قاضی نے سنگسار نہیں کیا ہے، اب باقی یہ رہ گیا کہ اس نے تہمت لگائی ہے اس لئے اس پر حد قذف ہوگی۔

ترجمہ : ٥ بخلاف جبکہ دوسرے نے زنا کی تہمت لگائی [تو اس پر حد قذف نہیں لگے گی] اس لئے کہ اس کے فیصلہ کے قائم ہونے کی وجہ سے اس کے حق محصن نہیں رہا۔

تشریح : دوسرا آدمی مجرم پر تہمت لگائے تو اس پر حد قذف نہیں لگے گی، کیونکہ قاضی کے فیصلے کی وجہ سے اس کے حق میں یہ مجرم محصن نہیں رہا۔

ترجمہ : (٢٥٦١) اگر جس کے خلاف گواہی دی ہے اس کو حد نہیں لگی تھی کہ گواہوں میں سے ایک رجوع کر گیا تو سب گواہوں کو حد لگے گی، اور جس کے خلاف گواہی دی اس کو اب حد نہیں لگے گی۔

تشریح : گواہوں کی گواہی کے بعد رجم کا فیصلہ ہوا لیکن رجم کرنے سے پہلے سبھی گواہ یا ایک دو گواہ انکار کر گئے تو رجم ساقط ہو جائے گا۔ اور جن لوگوں نے گواہی دی تھی ان پر حد قذف لگے گی۔

وجہ : (١) آیت میں ہے۔ والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة. (آیت ٤، سورة النور ٢٤) یہاں ایک گواہ رجوع کر گیا تو اب چار گواہ نہیں رہے اس لئے ان گواہوں کو حد لگے گی (٢)۔ دوسری آیت میں ہے۔ لولا جاء وا علیه باربعة شهداء فاذ لم یأتوا بالشهداء فاولئک عند الله هم الکاذبون ((آیت ١٣، سورة النور ٢٤) اس آیت میں بھی چار گواہ ضروری قرار دیا اور وہ نہ لا سکے تو تہمت لگانے والا جھوٹا ہے۔ اور چونکہ رجم سے پہلے چار گواہ نہ رہے اس لئے گواہوں کو حد لگے گی (٣) حضرت عمرؓ کے سامنے حضرت ابو بکرہ اور سفیرہ کے سلسلے میں تین گواہ پیش ہوئے اور چوتھے گواہ زیاد نے گواہی دینے سے انکار کیا تو حضرت عمرؓ نے تینوں گواہوں کو حد لگایا۔ قال فدعا الشهود فشهد ابو بکرة وشبل بن سعید وابو عبد الله نافع فقال عمر عنه حین شهد هؤلاء الثلاثة شق

۱؎ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ حُدَّ الرَّاجِعُ خَاصَّةً، لِأَنَّ الشَّهَادَةَ تَأَكَّدَتْ بِالْقَضَاءِ فَلَايَنْفَسِخُ إِلَّا فِيْ حَقِّ الرَّاجِعِ كَمَا إِذَا رَجَعَ بَعْدَ الْإِمْضَاءِ. ۲؎ وَلَهُمَا أَنَّ الْإِمْضَاءَ مِنَ الْقَضَاءِ فَصَارَ كَمَا إِذَا رَجَعَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ قَبْلَ الجقضَاءِ وَلِهٰذَا سَقَطَ الْحَدُّ عَنِ الْمَشْهُوْدِ عَلَيْهِ، ۳؎ وَلَوْرَجَعَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ قَبْلَ الْقَضَاءِ حُدُّوْا جَمِيْعًا، ۴؎ وَقَالَ زُفَرُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُحَدَّ الرَّاجِعُ خَاصَّةً، لِأَنَّهُ لَايَصْدُقُ عَلٰى غَيْرِهِ.

علی عمر شأنه فلما قام زیاد قال ان تشهد ان شاء الله الا بحق قال الزیاد اما الزنا فلا اشهد به ولکن قد رأیت امرا قبیحا قال عمر الله اکبر حدوهم فجلدوهم (سنن للبیہقی ۲۷ باب شہود الزنا اذا لم یکملوا اربعۃ ج ثامن ص ۴۰۸ نمبر ۱۷۰۴۲) اس قول صحابی میں گواہ کے رجوع کے بعد باقی تین گواہوں کو حضرت عمرؓ نے حد لگائی۔

ترجمہ: ۱؎ امام محمدؒ نے فرمایا کہ صرف رجوع کرنے والے پر حد لگے گی اس لئے کہ فیصلے کی وجہ سے گواہی موکد ہوگئی رجوع کرنے والے کے حق کے علاوہ میں فسخ نہیں ہوگی، جیسے رجم ہونے کے بعد رجوع کرتا۔

تشریح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ سب گوہوں کو حد نہیں لگے گی، بلکہ جس نے رجوع کیا صرف اس کو حد لگے گی، جیسے حد جاری کرنے کے بعد ایک گواہ رجوع کر جائے تو صرف رجوع کرنے والے کو حد لگتی ہے، ایسے ہی اس صورت میں ہوگا

وجہ: (۱) قاضی کے فیصلے کے بعد اس کی گواہی موکد ہوگئی ہے، اس لئے صرف رجوع کرنے والے کے حق میں گواہی فسخ ہوگی، باقی کے حق میں فسخ نہیں ہوگی۔ ان شریحا شهد عنده رجل بشهادة فامضی الحکم فیها فرجع الرجل بعد فلم یصدق قوله۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الشاہد یرجع عن شہادتہ او یشہد ثم یجحد، ج ثامن، ص ۲۷۴، نمبر ۱۵۵۹۷) اس قول تابعی میں ہے کہ گواہ رجوع کر جائے تو فیصلے کے بعد اس کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے دلیل یہ ہے کہ حد جاری کر دینا بھی فیصلے کا حصہ ہے تو ایسا ہو گیا کہ فیصلے سے پہلے گواہ رجوع کر گیا ہو، یہی وجہ ہے کہ مشہود علیہ سے حد ساقط ہو جائے گی

تشریح: فیصلے کے دو حصے ہیں [۱] فیصلہ کرنا [۲] اور دوسرا ہے حد کو جاری کرنا۔ پس حد جاری نہیں کیا ہے تو گویا کہ ابھی آدھا فیصلہ بھی نہیں کیا ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ فیصلے سے پہلے گواہ رجوع کر جائے تو یہ گواہی نہیں رہے گی بلکہ زنا کی تہمت ہو جائے گی، اس لئے ان سب گواہوں پر حد قذف لگے گی، یہی وجہ ہے کہ جس کے خلاف گواہی دی ہے اس کو اب حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر فیصلے سے پہلے ہی ایک گواہ رجوع کر جائے تو سب کو حد لگے گی۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۴؎ اور زفرؒ نے فرمایا کہ صرف رجوع کرنے والے کو حد لگے گی اس لئے کہ رجوع کرنے والی کی بات دوسرے پر

۵ وَلَنَا أَنَّ كَلامَهُمْ قَذْفٌ فِي الْأَصْلِ وَإِنَّمَا يَصِيرُ شَهَادَةً بِاتِّصَالِ الْقَضَاءِ بِهِ فَإِذَا لَمْ يَتَّصِلْ بَقِيَ قَذْفًا فَيُحَدُّوْنَ (۲۵٦۲) فَإِنْ كَانُوْا خَمْسَةً فَرَجَعَ أَحَدٌ فَلاشَيْءَ عَلَيْهِمْ ، ١ لِأَنَّهُ بَقِيَ مَنْ يَبْقٰى بِشَهَادَتِهٖ كُلُّ الْحَقِّ، وَهُوَ شَهَادَةُ الْأَرْبَعِ، (۲۵٦۳) فَإِنْ رَجَعَ آخَرُ حُدَّا وَغَرِمَا رُبُعَ الدِّيَةِ، ١ أَمَّا الْحَدُّ فَلِمَا ذَكَرْنَا وَأَمَّا الْغَرَامَةُ فَلِأَنَّهُ بَقِيَ مَنْ يَبْقٰى بِشَهَادَتِهٖ ثَلاثَةُ أَرْبَاعِ الْحَقِّ، وَالْمُعْتَبَرُ بَقَاءُ مَنْ بَقِيَ لَارُجُوْعَ مَنْ رَجَعَ عَلٰى مَاعُرِفَ.

نہیں تھوپی جائے گی۔

تشریح: فیصلے سے پہلے ہی ایک گواہ نے رجوع کیا تو اس میں امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ صرف رجوع کرنے والے کو حد لگے گی۔

وجہ: رجوع کرنے والے نے اپنے لئے رجوع کیا ہے اس لئے اس کی بات دوسرے گواہ پر نہیں ڈالی جائے گی، کیونکہ دوسرے گواہ نے تو رجوع نہیں کیا ہے اس لئے ان پر حد کیوں لگائی جائے؟

ترجمہ: ۵ ہماری دلیل یہ ہے کہ گواہوں کی بات اصل میں تہمت ہی ہے وہ گواہ بنتی ہے فیصلے کی وجہ سے اور ابھی فیصلہ نہیں ہوا تو گویا کہ تہمت ہی ہے اس لئے حد لگے گی۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۵٦۲) اگر پانچ گواہ تھے ان میں سے ایک نے رجوع کیا تو باقی چاروں پر کوئی حد نہیں ہے۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ جو باقی ہیں وہ چار گواہ ہیں اور انہیں کا اعتبار ہے

اصول: جتنے گواہ باقی ہیں ان کا اعتبار ہے۔

تشریح: پانچ آدمیوں نے زنا کی گواہی دی تھی اور رجم کے بعد ایک نے رجوع کرلیا تو ابھی چار باقی ہیں، اس لئے فیصلے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اس لئے کہ جو باقی ہیں ان کا اعتبار ہے جس نے رجوع کیا اس کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۵٦۳) لیکن اگر پانچویں کے بعد چوتھے نے بھی رجوع کرلیا تو ان دونوں کو حد لگے گی اور دونوں پر چوتھائی دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ١ حد کی وجہ پہلے ذکر کیا ہے اور تاوان تو اس لئے کہ تین چوتھائی گواہی باقی ہے، اور جو باقی رہا اس کا اعتبار ہے اور جو رجوع کر جائے اس کا اعتبار نہیں ہے، جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

تشریح: پہلے ایک نے رجوع کیا تھا تو کوئی اثر نہیں پڑا تھا، اب دوسرے نے بھی رجوع کرلیا تو ان دونوں گواہوں کو حد لگے گی اور ان دونوں پر ایک چوتھائی دیت لازم ہوگی۔

(۲۵۶۴) وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى الرَّجُلِ بِالزِّنَاءِ فَزُكُّوا فَرُمِمَ فَإِذَا الشُّهُوْدُ مَجُوْسٌ أَوْ عَبِيْدٌ فَالدِّيَةُ عَلَى الْمُزَكِّيْنَ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ، ل مَعْنَاهُ إِذَا رَجَعُوْا عَنِ التَّزْكِيَةِ، ٢ وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَهُوَ عَلٰى بَيْتِ الْمَالِ، وَقِيْلَ هٰذَا إِذَا قَالُوْا تَعَمَّدْنَا التَّزْكِيَةَ مَعَ عِلْمِنَا بِحَالِهِمْ. لَهُمَا أَنَّهُمْ أَثْنَوْا عَلَى الشُّهُوْدِ خَيْرًا فَصَارَ كَمَا إِذَا أَثْنَوْا عَلَى الْمَشْهُوْدِ عَلَيْهِ خَيْرًا بِأَنْ شَهِدُوْا عَلٰى إِحْصَانِهِ، لَهُمَا أَنَّهُمْ أَثْنَوْا عَلَى الشُّهُوْدِ خَيْرًا فَصَارَ كَمَا إِذَا أَثْنَوْا

وجہ :(ا)ابھی تین گواہ باقی ہیں اس لئے تین چوتھائی دیت باقی ہے،اوران دونوں کے رجوع کرنے سے ایک چوتھائی کی کمی ہوئی ہے اس لئے ان دونوں پر ایک چوتھائی دیت لازم ہوگی۔(۲) یہاں بھی وہی قاعدہ ہے کہ جو باقی ہے اس کا اعتبار ہے، جس نے رجوع کیا اس کا اعتبار نہیں ہے۔۔غرامۃ: تاوان۔

ترجمہ :(۲۵۶۴) اگر چار آدمیوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور مزکی نے اس کا تزکیہ کیا،اور مجرم رجم کیا گیا، پھر بعد میں پتہ چلا کہ گواہ مجوسی ہیں، یا غلام ہیں تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مزکی پر اس کی دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ:ل اس کا معنی یہ ہے کہ مزکی تزکیہ سے رجوع کر گئے۔

لغت :تزکیہ: گواہوں کے بارے میں یہ معلوم کرے کہ یہ آزاد ہے، مسلمان ہے، عادل ہے، اس کو تزکیہ کہتے ہیں، اور یہ معلوم فراہم کرنے والے کو مزکی، کہتے ہیں

تشریح : چار آدمیوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی، ان کا تزکیہ ہوا، اور رجم کیا گیا، بعد میں معلوم ہوا کہ گواہ مجوسی تھے مسلمان نہیں تھے، گلام تھے آزاد نہیں تھے، اور مزکی کی غلطی تھی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مزکی پر اس مجرم کی دیت لازم ہوگی۔

وجہ : شہادت اس وقت شہادت بنی جبکہ مزکی نے اس کا تزکیہ کیا اس لئے تزکیہ رجم کی علت کے درجے میں ہوا اس لئے اس کو دیت دینی ہوگی۔

ترجمہ :۲ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ضمان بیت المال پر ہوگا، بعض حضرات نے فرمایا کہ مزکی نے یہ کہا تھا کہ گواہ کی حالت کو جانتے ہوئے جان کر ہم نے تزکیہ کیا ہے، صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ مزکی نے گواہوں پر اچھائی کی گواہی دی، تو ایسا ہو گیا کہ مشہود علیہ [مجرم] پر اچھائی کی گواہی دی مثلا یہ کہا کہ مشہود علیہ محصن ہے [اور اس صورت میں بیت المال پر دیت لازم ہوتی ہے تو تزکیہ کی صورت میں بھی بیت المال پر دیت لازم ہوگی]

تشریح: صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ بیت المال پر دیت لازم ہوگی۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ تزکیہ انکے نزدیک علت کے درجے میں نہیں ہے بلکہ گواہی کی اچھائی بیان کرنا ہے، تو جیسے مجرم کے

عَلَى الْمَشْهُوْدِ عَلَيْهِ خَيْرًا بِأَنْ شَهِدُوْا عَلٰى إِحْصَانِهِ،۳ؔ وَلَهُ أَنَّ الشَّهَادَةَ إِنَّمَا تَصِيْرُ حُجَّةً عَامِلَةً، بِالتَّزْكِيَةِ فَكَانَتِ التَّزْكِيَةُ فِيْ عِلَّةِ الْعِلَّةِ فَيُضَافُ الْحُكْمُ إِلَيْهَا،۴ؔ بِخِلَافِ شُهُوْدِ الْإِحْصَانِ لِأَنَّهُ مَحْضُ الشَّرْطِ،۵ؔ وَلَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا إِذَا شَهِدُوْا بِلَفْظَةِ الشَّهَادَةِ أَوْ أَخْبَرُوْا،٦ؔ وَهٰذَا إِذَا أَخْبَرُوْا بِالْحُرِّيَّةِ وَالْإِسْلَامِ،أَمَّا إِذَا قَالُوْا هُمْ عَدُوْلٌ وَظَهَرُوْا عَبِيْدٌ لَا يَضْمَنُوْنَ، لِأَنَّ الْعَبْدَ قَدْ يَكُوْنُ عَدْلًا،

بارے میں یہ خبر دے کہ یہ محصن ہے اور بعد میں محصن ثابت نہ ہو تو محصن کہنے والے پر دیت لازم نہیں ہوتی اسی طرح یہاں مزکی پر دیت لازم نہیں ہوگی بلکہ قاضی کے فیصلے سے رجم ہوا ہے اس لئے بیت المال پر دیت لازم ہوگی۔

لغت : تعمدنا التزکیة مع علمنا بحالھم : مزکی کے رجوع کرنے کی دو صورتیں ہیں [۱] ایک یہ کہ، کہے میں نے غلطی کی ہے، اس صورت میں مزکی پر ضمان نہیں ہے۔ [۲] دوسری صورت یہ ہے کہ کہے کہ مجھے معلوم تھا کہ گواہ صحیح نہیں ہیں پھر بھی جان کر میں نے تزکیہ کر دیا، اس صورت میں یہ اختلاف ہے کہ صاحبین کے نزدیک اس کی دیت بیت المال پر ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی دیت خود مزکی پر ہے

ترجمہ :۳ؔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ تزکہ کی وجہ سے گواہی حجت بنتی ہے اس لئے تزکیہ علت کی علت کے معنی میں ہوئی، اس لئے حکم تزکیہ کی طرف منسوب ہوگا۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ تزکیہ کی وجہ سے گواہی اس قابل بنی کہ مجرم کو رجم کیا جائے اس لئے تزکیہ رجم کی علت کے درجے میں ہے، اس لئے اس کے رجوع کرنے پر مجرم کی دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ:۴ؔ بخلاف احصان کی گواہی کے اس لئے کہ وہ محض ایک شرط ہے۔

تشریح :مزکی نے یہ گواہی دی کہ مجرم محصن ہے تو اس سے یہ ہوا کہ وہ رجم کیا گیا، اور محصن نہیں ہوتا تو کوڑا لگتا، پس احصان کی گواہی دینا ایک شرط کے درجے میں ہے علت کے درجے میں نہیں ہے اس لئے احصان کی گواہی دینے والے پر دیت لازم نہیں ہوگی، اور تزکیہ علت کے درجے میں ہے اس لئے اس پر دیت لازم ہوگی

ترجمہ:۵ؔ اور کوئی فرق نہیں ہے کہ شہادت کے لفظ سے تزکیہ کیا ہو تو خبر کے لفظ سے۔

تشریح :تزکیہ کرنے کی دو صورتیں ہیں [۱] اشھد: کے لفظ سے یہ شہادت مضبوط ہے [۲] اخبرتُ کے لفظ سے، یہ اتنی مضبوط تزکیہ نہیں ہے، لیکن دونوں کا حکم برابر ہے۔

ترجمہ :٦ؔ اور یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ گواہ کے آزاد ہونے اور مسلمان ہونے کی خبر دی ہو، اور یہ کہا ہو کہ گواہ عادل ہیں اور وہ غلام نکل گئے تو مزکی ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ غلام بھی کبھی عادل ہوتا ہے۔

(۲۵٦۵) وَلَاضَمَانَ عَلَى الشُّهُوْدِ ۱؎ لِأَنَّهُ لَمْ يَقَعْ كَلَامُهُمْ شَهَادَةً، وَلَايُحَدُّوْنَ حَدَّ الْقَذْفِ لِأَنَّهُمْ قَذَفُوْا حَيًّا وَقَدْمَاتَ فَلَايُوْرَثُ عَنْهُ.

(۲۵٦٦) وَ إِذَا شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلٰى رَجُلٍ بِالزِّنَاءِ فَأَمَرَ الْقَاضِي بِرَجْمِهٖ فَضَرَبَ رَجُلٌ عُنُقَهٗ ثُمَّ وُجِدَ الشُّهُوْدُ عَبِيْدًا فَعَلَى الْقَاتِلِ الدِّيَةُ. ۱؎ وَفِي الْقِيَاسِ يَجِبُ الْقِصَاصُ، لِأَنَّهٗ قَتَلَ نَفْسًا مَعْصُوْمَةً بِغَيْرِ حَقٍّ. وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ أَنَّ الْقَضَاءَ صَحِيْحٌ ظَاهِرٌ وَقْتَ الْقَتْلِ فَأَوْرَثَ شُبْهَةً،

تشریح: مزکی کے تزکیہ کرنے کی دوصورتیں ہیں [۱] یوں کہے کہ وہ گواہ آزاد ہے مسلمان ہے، اور عادل ہے، پھر غلام نکل جائے تو ضمان دینا ہوگا [۲] اور اگر یوں کہے کہ وہ عادل ہے، پھر گواہ غلام نکل جائے تو ضمان نہیں دینا ہوگا، کیونکہ غلام بھی عادل ہوتا ہے، تو اس نے کوئی غلط بست نہیں کہی۔

ترجمہ: (۲۵٦۵) مزکی کی غلطی ہوئی ہوتو گواہوں پر مجرم کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ گواہوں کی گواہی اب شہادت نہیں رہی۔

تشریح: مزکی کی غلطی کی وجہ سے گواہوں کی گواہی نہیں رہی اس لئے گواہوں پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ اور گواہوں پر حد قذف بھی لازم نہیں ہوگی، اس لئے کہ گواہوں نے زندہ کو تہمت لگائی تھی اور وہ اب مر چکے ہیں اس لئے اس کی جانب سے حد کا مطالبہ نہیں کیا جا سکے گا، اس لئے گواہوں پر حد بھی لازم نہیں ہوگی۔ اور حد قذف کا وارث بھی نہیں بنے گا۔

تشریح: حد قذف کے لئے یہ ضروری ہے کہ مقذوف کی جانب سے حد قذف کا مطالبہ ہو، اور یہاں گواہوں نے مجرم کے زندہ ہونے کی حالت میں تہمت لگائی تھی، اور اب وہ مر چکا ہے اسلئے اس کی جانب سے مطالبہ نہیں ہوسکتا اسلئے حد قذف بھی نہیں لگے گی ۔ دوسری بات یہ ہے کہ میت کے مرنے کے بعد اس وارث حد قذف کا مطالبہ نہیں کرسکتا، کیونکہ یہ وراثت میں منتقل نہیں ہوتی۔

ترجمہ: (۲۵٦٦) چار گواہ نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی، قاضی نے اس کے رجم کرنے کا حکم دیا، لیکن جلاد نے اس کی گردن ماردی، پھر یہ معلوم ہوا کہ گواہ غلام ہیں، تو قاتل پر دیت ہوگی [قصاص نہیں ہوگا]

ترجمہ: ۱؎ حالانکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس پر قصاص واجب ہو، کیونکہ ناحق معصوم جان کا قتل کیا ہے۔ اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ قتل کرتے وقت میں ظاہری طور پر فیصلہ صحیح تھا، اس لئے قتل عمد میں شبہ پیدا ہو گیا [اس لئے دیت واجب ہوگی۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ قاضی کے فیصلے کی وجہ سے قتل عمد میں شبہ پیدا ہو گیا ہے اس لئے قاتل پر قصاص کے بجائے دیت لازم ہوگی۔

۲؎ بِخِلَافِ مَاإِذَاقَتَلَهُ قَبْلَ الْقَضَاءِ، لِأَنَّ الشَّهَادَةَ لَمْ تَصِرْ حُجَّةً بَعْدُ، ۳؎ وَلِأَنَّهُ ظَنَّهُ مُبَاحَ الدَّمِ مُعْتَمِدًا عَلٰى دَلِيلٍ مُبِيحٍ فَصَارَ كَمَا إِذَا ظَنَّهُ حَرْبِيًّا وَعَلَيْهِ عَلَامَتُهُمْ، ۴؎ وَيَجِبُ الدِّيَةُ فِي مَالِهِ، لِأَنَّهُ عَمَدٌ، وَالْعَوَاقِلُ لَاتَعْقِلُ الْعَمَدَ، وَيَجِبُ ذٰلِكَ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ، لِأَنَّهُ وَجَبَ بِنَفْسِ الْقَتْلِ.

(۲۵٦۷) وَإِنْ رُجِمَ ثُمَّ وَجَدُوْا عَبِيدًا فَالدِّيَةُ عَلٰى بَيْتِ الْمَالِ، ۱؎ لِأَنَّهُ امْتَثَلَ أَمْرَ الْإِمَامِ فَنَقَلَ فِعْلَهُ إِلَيْهِ، وَلَوْ بَاشَرَهُ بِنَفْسِهِ يَجِبُ الدِّيَةُ فِي بَيْتِ الْمَالِ لِمَا ذَكَرْنَاهُ، كَذَا هٰذَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا ضَرَبَ

تشریح :ایک آدمی پر چار گواہوں نے زنا کی گواہی دی، قاضی نے رجم کا فیصلہ کیا،لیکن جلاد نے رجم کرنے کے بجائے اس کو قتل کر دیا، بعد میں پتہ چلا کہ گواہ غلام ہیں تو قاتل پر قصاص کے بجائے دیت لازم ہوگی۔حلانکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس پر قصاص لازم ہو۔

وجہ :استحسان کی وجہ یہ ہے کہ قتل کے وقت قاضی کا فیصلہ صحیح تھا کہ اس کو رجم کردو اس لئے مباح الدم ہونے کا شبہ پیدا ہو گیا، اس لئے قصاص کے بجائے دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ:۲؎ بخلاف اگر فیصلہ سے پہلے قتل کر دیتا[تو قصاص لازم ہوتا] اس لئے کہ اس وقت شہادت حجت نہیں ہوئی ہے۔

تشریح: قاضی کے فیصلے سے پہلے جلاد مجرم کو قتل کر دیتا تو یہاں فیصلے کا شبہ نہیں ہے اس لئے قاتل پر قصاص لازم ہوگا۔

ترجمہ:۳؎ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قاضی کا فیصلہ ہے اس لئے قاضی نے مجرم کو مباح الدم شمار کیا، جیسا کہ آدمی کو حربی گمان کر لے اور اس آدمی پر حربی کی علامت موجود ہو[تو دیت لازم ہوتی ہے، اسی طرح یہاں بھی دیت لازم ہوگی]

تشریح: قاضی کا فیصلہ تھا اس لئے قاتل نے اس کو مباح الدم سمجھ کر قتل کیا ہے، اس لئے قصاص لازم نہیں ہوگا۔اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی پر حربی ہونے کی علامت زنار وغیرہ تھا، اس کو کسی آدمی نے حربی سمجھ کر قتل کر دیا تو اس پر دیت لازم ہوتی ہے، کیونکہ یہاں حربی ہونے کا شبہ پیدا ہو گیا۔

ترجمہ :۴؎ اور قاتل کے مال میں دیت لازم ہوگی اس لئے کہ یہ قتل عمد ہے، اور قتل عمد میں عاقلہ خون بہا دیتے، اور تین سال میں دیت ادا کرنا لازم ہوگا، کیونکہ قتل کی وجہ سے دیت واجب ہوئی ہے۔

تشریح :شبہ کی وجہ سے دیت لازم ہوئی ہے، لیکن حقیقت میں یہ قتل عمد ہے اس لئے خود قاتل کے مال میں دیت ہوگی اور تین سال میں یہ دیت وصول کی جائے گی۔

ترجمہ:(۲۵٦۷) اگر رجم کیا گیا پھر گواہ کو غلام پایا تو دیت بیت المال پر ہے۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ امام کے حکم کو مانا اس لئے جلاد کا رجم امام کی طرف منتقل ہو جائے گا، اگر خود امام رجم کرتا تو اس کی دیت

عُنُقَهُ، لِأَنَّهُ لَمْ يَأْتَمِرْ أَمْرَهُ، (٢٥٦٨) وَإِذَا شَهِدُوْا عَلٰى رَجُلٍ بِالزِّنَاءِ وَقَالُوْا تَعَمَّدْنَا النَّظَرَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُمْ، لِ لِأَنَّهُ يُبَاحُ النَّظَرُ لَهُمْ ضَرُوْرَةَ تَحَمُّلِ الشَّهَادَةِ فَأَشْبَهَ الطَّبِيْبَ وَالْقَابِلَةَ.

(٢٥٦٩) وَإِذَا شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلٰى رَجُلٍ بِالزِّنَاءِ فَأَنْكَرَ الْإِحْصَانَ وَلَهُ امْرَأَةٌ قَدْ وَلَدَتْ مِنْهُ فَإِنَّهُ يُرْجَمُ لِ مَعْنَاهُ أَنْ يُنْكِرَ الدُّخُوْلَ بَعْدَ وُجُوْدِ سَائِرِ الشَّرَائِطِ لِأَنَّ الْحُكْمَ بِثَبَاتِ النَّسَبِ مِنْهُ حُكْمٌ بِالدُّخُوْلِ عَلَيْهِ وَلِهٰذَا لَوْ طَلَّقَهَا يُعْقِبُ الرَّجْعَةَ، وَالْإِحْصَانُ يَثْبُتُ بِمِثْلِهِ.

بیت المال پر ہے اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے پہلے بیان کیا، بخلاف اگر اس کو قتل کیا تو امام کے حکم کو نہیں مانا۔

تشریح: اگر امام کے حکم سے رجم کیا پھر یہ معلوم ہوا کہ گواہ غلام تھا تو آدمی کی دیت بیت المال پر ہے، کیونکہ جو کچھ کیا ہے وہ امام کے حکم سے کیا ہے اس لئے اس کی دیت بیت المال پر ہے، اور اگر قتل کر دیا تو قاضی کا حکم نہیں مانا اس لئے اس کی دیت بیت المال پر نہیں ہوگی، کیونکہ قاضی کی بات کو نہیں مانی۔

ترجمہ: (٢٥٦٨) ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور گواہوں نے کہا کہ ہم نے جان کر زنا کرتے دیکھا تھا تب بھی ان کی گواہی قبول کی جائے گی۔

ترجمہ: لِ گواہ بننے کے لئے دیکھنا مباح ہے، تو ایسا ہو گیا ڈاکٹر اور دائی دیکھے۔

تشریح: جان کر زنا کرتے دیکھنے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے، لیکن یہاں چونکہ گواہی دینے کیلئے دیکھنے کی ضرورت ہے اسلئے فاسق نہیں ہوگا، اسکی دو مثال دیتے ہیں [١] ضرورت کے وقت ڈاکٹر کے دیکھنے سے فاسق نہیں ہوتا، [٢] اسی طرح دائی کے دیکھنے سے فاسق نہیں ہوتا اسی طرح گواہ کے دیکھنے سے بھی فاسق نہیں ہوگا۔ قابلہ: دائی جو بچہ کے جنتے وقت عورت کے پاس ہوتی ہے۔

ترجمہ: (٢٥٦٩) چار گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی، لیکن اس نے محصن ہونے کا انکار کیا، لیکن اس کی بیوی تھی اور اس سے اس کا بچہ تھا تو آدمی کو رجم کیا جائے گا۔

ترجمہ: لِ اس کا معنی یہ ہے کہ تمام شرائط پائے جانے کے بعد بیوی سے دخول کرنے کا انکار کیا، اس لئے کہ بچے کا نسب اس مرد سے ثابت ہونا بیوی سے دخول ہونے کی دلیل ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر بیوی کو طلاق دے رجعت کر سکتا ہے، اور اس طرح کے حکم سے احصان ثابت ہو جاتا ہے۔

تشریح: چار گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی، اور رجم کی باقی شرائط پائے گئے، لیکن مجرم کہتا ہے کہ میں بیوی سے وطی نہیں کی ہے اور میں محصن نہیں ہوں اس لئے مجھے رجم نہیں کیا جائے، لیکن مجرم کے پاس بیوی ہے اور اس سے اس کا بچہ بھی پیدا ہوا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے بیوی سے وطی کی ہے اور آدمی محصن ہے۔ اس لئے بچہ پیدا ہونے سے اس کو

(٢٥٧٠) فَإِنْ لَمْ تَكُنْ وَلَدَتْ مِنْهُ وَشَهِدَ عَلَيْهِ بِالْإِحْصَانِ رَجُلٌ وَامرَأَتَانِ رُجِمَ ۱؎ خِلَافًا لِزُفَرَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَالشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَالشَّافِعِيُّ مَرَّ عَلٰى أَصْلِهِ أَنَّ شَهَادَتَهُنَّ غَيْرُ مَقْبُوْلَةٍ فِيْ غَيْرِ الْأَمْوَالِ، ٢؎ وَزُفَرَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَقُوْلُ إِنَّهُ شَرْطٌ فِيْ مَعْنَى الْعِلَّةِ لِأَنَّ الْجِنَايَةَ يَتَغَلَّظُ عِنْدَهُ فَيُضَافُ الْحُكْمُ إِلَيْهِ فَأَشْبَهَ حَقِيْقَةَ الْعِلَّةِ فَلَاتُقْبَلُ شَهَادَةُ النِّسَاءِ فِيْهِ ٣؎ فَصَارَ كَمَاإِذَاشَهِدَ ذِمِّيَّانِ عَلٰى ذِمِّيٍّ زَنٰى عَبْدَهُ الْمُسْلِمُ أَنَّهُ أَعْتَقَهُ قَبْلَ الزِّنَاءِ فَلَاتُقْبَلُ لِمَا ذَكَرْنَا.

محصن مانا جائے گا،اورآدمی کورجم کیاجائے گا۔

وجہ: قاعدہ یہ ہے کہ دخول سے پہلے طلاق رجعی دی ہوتو وہ طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے،رجعی نہیں رہتی،اور نہ رجعت کرسکتا ہے،لیکن بچہ پیدا ہوا ہوتو اس پرطلاق رجعی واقع ہوگی، یہاں بیوی سے بچہ پیدا ہوا ہوتو اس پرطلاق رجعی واقع ہوگی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مردمحصن ہےاس لئے اس پررجم ہوگا۔

ترجمہ:(٢٥٧٠)اگر بیوی سے مرد کا بچہ نہ ہواورایک مرد اوردوعورتوں نے محصن ہونے کی گواہی دی تو بھی رجم کیا جائے گا۔

تشریح :زنا کے ثبوت میں عورت کی گواہی نہیں چلتی،تو کیا محصن ثابت کرنے میں عورت کی گواہی قابل قبول ہے یا نہیں۔ اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے کہ عورت کی گواہی سے محصن ثابت ہوگا اورمردکو رجم کیا جائے گا۔

وجہ :محصن ہونے کی گواہی دینا زنا کی گواہی دینا نہیں ہے، بلکہ مرد کے اچھے اخلاق کی گواہی دینا ہےاسلئے عورت کی گواہی بھی چل جائے گی۔

ترجمہ:۱؎ خلاف امام زفرؒاورامام شافعیؒ کے،امام شافعیؒ اپنے قاعدے پرگئے کہ مال کے علاوہ میں عورت کی گواہی مقبول نہیں ہے۔

تشریح:امام زفرؒاورامام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت کی گواہی سے احصان ثابت نہیں ہوگا،اورنہ آدمی کورجم کیا جائے گا۔

وجہ:امام شافعیؒ کے یہاں مال کے علاوہ میں عورت کی گواہی مقبول نہیں ہے۔

ترجمہ :٢؎ امام زفرؒفرماتے ہیں کہ احصان کی شرط زنا کے معنی میں ہےاس لئے کہ احصان کی وجہ سے زنا کا معاملہ سنگین ہو جاتا ہےاس لئے حقیقت زنا کی طرح ہوگیااس لئے احصان کے سلسلے میں عورت کی گواہی مقبول نہیں ہے۔

تشریح :امام زفرؒ کے یہاں احصان کی شرط پائے جانے کی وجہ سے زنا کا معاملہ سنگین ہوجاتا ہےاسلئے یہ زنا کی طرح ہوگیا اس لئے احصان کے ثابت کرنے میں بھی عورت کی گواہی مقبول نہیں ہے۔۔علۃ:علۃ سے مرادزنا کا حکم ہے۔

ترجمہ :٣؎ تو ایسا ہوگیا کہ ذمی کا مسلمان غلام تھا،دوذمیوں نے گواہی دی کہ غلام نے زنا کیا ہےاورزنا سے پہلے ذمی نے اس کوآزاد کیا ہےتو یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی،اس دلیل کی بنا پر جوہم نے پہلے ذکر کیا۔

٤ وَلَنَا أَنَّ الْإِحْصَانَ عِبَارَةٌ عَنِ الْخِصَالِ الْحَمِيْدَةِ وَأَنَّهَا مَانِعَةٌ مِنَ الزِّنَاءِ عَلٰى مَاذَكَرْنَا فَلَايَكُوْنُ فِيْ مَعْنَى الْعِلَّةِ وَصَارَ كَمَا إِذَا شَهِدُوْا بِهِ فِيْ غَيْرِ هٰذِهِ الْحَالَةِ، ٥ بِخِلَافِ مَاذُكِرَ، لِأَنَّ الْعِتْقَ يَثْبُتُ بِشَهَادَتِهِمَا وَإِنَّمَا لَايَثْبُتُ بِسَبْقِ التَّارِيْخِ لِأَنَّهُ يُنْكِرُهُ الْمُسْلِمُ أَوْ يَتَضَرَّرُ بِهِ الْمُسْلِمُ،

(۲۵۷۱) فَإِنْ رَجَعَ شُهُوْدُ الْإِحْصَانِ لَايَضْمَنُوْنَ عِنْدَنَا، ١ خِلَافًا لِزُفَرَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَهُوَ فَرْعُ مَاتَقَدَّمَ.

تشریح: یہ امام زفرؒ کی دلیل ہے۔ ذمی کا ایک غلام مسلمان تھا، دو ذمیوں نے گواہی دی کہ اس مسلمان نے زنا کیا ہے، اور یہ بھی گواہی دی کہ زنا سے پہلے مالک نے اس کو آزاد کیا ہے، یعنی آزاد ہونے کی حالت میں زنا کیا ہے اس لئے آزاد کی سزا اسی کوڑے لگے، تو یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اسی طرح احصان کے بارے میں عورت کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

ترجمہ: ٤ ہماری دلیل یہ ہے کہ اچھی خصلتوں کے ذکر کرنے کا نام احصان ہے، جس کی وجہ سے زنا نہیں کرنا چاہئے اس لئے احصان کی گواہی زنا کی گواہی کے درجے میں نہیں ہے، اور ایسا ہو گیا کہ زنا کے علاوہ میں عورت نے گواہی دی [پس جس طرح زنا کے علاوہ میں عورت کی گواہی قبول کی جاتی ہے احصان کے بارے میں بھی قبول کی جائے گی]۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ احصان کی گواہی زنا کی گواہی کی طرح نہیں ہے، بلکہ صرف اچھے اخلاق کی گواہی دینا ہے، تو ایسا ہو گیا کہ زنا کے علاوہ کی گواہی دی۔

ترجمہ: ٥ بخلاف جو امام زفرؒ نے ذکر کیا اس لئے کہ گواہی سے آزادگی ثابت ہوگی، لیکن تاریخ پہلے ہے یہ ثابت نہیں ہوگی اس لئے کہ ایک مسلمان اس کا انکار کرتا ہے، اور اس سے مسلمان کو نقصان ہے۔

تشریح: یہ امام زفرؒ کو جواب ہے۔ یہاں دو قسم کی گواہی ہے، [١] ایک ہے ذمی کی گواہی سے مسلمان غلام کی آزادگی ثابت کرنا، یہ ہو جائے گا، [٢] اور دوسرا ہے کہ زنا سے پہلے آزاد کیا ہے، یہ ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ مسلمان غلام اس کا انکار کر رہا ہے، اور اس سے مسلمان کا نقصان ہے اس لئے یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

ترجمہ: (۲۵۷۱) محصن ہونے کے گواہ رجوع کر جائے تو وہ ضامن نہیں ہوں گے۔

ترجمہ: ١ ہمارے نزدیک، خلاف امام زفرؒ کے، یہ اختلاف اوپر کے اختلاف پر ہے۔

تشریح: گواہوں نے محصن ہونے کی گواہی دی جسکی بنیاد پر وہ رجم کیا گیا، بعد میں یہ گواہ رجوع کر گئے، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گواہ دیت کا ضامن نہیں ہوں گے، کیونکہ انکے یہاں محصن ہونے کی گواہی دینا زنا کی گواہی کے درجے میں نہیں ہے، اور نہ رجم کرنے کا سبب ہے، بلکہ وہ ایک شرط کے درجے میں ہے۔ اور امام زفرؒ کے یہاں احصان کی گواہی دینا زنا کے درجے میں ہے، اور رجم کا سبب ہے اس لئے گواہ نے رجوع کیا تو وہ دیت کا ضامن ہوں گے۔

بَابُ حَدِّ الشَّرْبِ

(٢٥٧٢) وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَأُخِذَ وَرِيْحُهَا مَوْجُوْدَةٌ أَوْ جَاؤُا بِهِ سَكْرَانَ فَشَهِدَ الشُّهُوْدُ عَلَيْهِ بِذٰلِكَ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ، وَكَذٰلِكَ إِذَا أَقَرَّ وَرِيْحُهَا مَوْجُوْدَةٌ، ١ لِأَنَّ جِنَايَةَ الشُّرْبِ قَدْ ظَهَرَتْ وَلَمْ يَتَقَادَمِ الْعَهْدُ، وَالْأَصْلُ فِيْهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوْهُ.

﴿ باب حد الشرب ﴾

ضروری نوٹ: شراب یا نشہ آور چیزوں کے پینے کو شرب کہتے ہیں اس میں حد ہے۔

(۱) اس کے حرام ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (آیت ۹۰، سورہ المائدۃ ۵) اس آیت سے شراب حرام ہونے کا علم ہوا۔

ترجمہ: (٢٥٧٢) کسی نے شراب پی اور پکڑا گیا اس حال میں کہ اس کی بو موجود ہے اور گواہوں نے اس کی گواہی دی یا اقرار کیا اس حال میں کہ اس کی بو موجود ہو تو اس پر حد ہے۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ پینے کی جنایت ظاہر ہو گئی ہے اور وہ ابھی پرانا بھی نہیں ہوا ہے، اور اصل اس بارے میں حضور علیہ السلام کا قول ہے جس نے شراب پی تو اس کو کوڑے مارو، اور دوبارہ پئے تو پھر مارو۔

تشریح: حد لگنے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ [۱] ایک یہ کہ شراب پینے کی حالت میں اس حال میں پکڑا گیا ہو کہ اس کے منہ میں شراب کی بو ہو۔ [۲] اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس پر گواہ گواہی دیں کہ اس نے خوشی سے پی ہے تب حد لگے گی۔ اگر بہت پہلے پی تھی یہاں تک کہ اس کے منہ سے بد بو جاتی رہی اس حال میں پکڑا گیا، یا بد بو کی حالت میں پکڑا تو گیا لیکن اس پر کوئی گواہ نہیں ہے تو حد نہیں لگے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ شراب کی بو کی حالت میں پکڑا گیا اور پینے والا اس کا اقرار کرے کہ میں نے خوشی سے پی ہے تب حد لگے گی۔ اس حد میں اصول یہ ہے کہ پرانی گواہی یا پرانے اقرار کا اعتبار نہیں ہے۔ اور منہ کی بد بو جانے کے بعد اس کو پرانا سمجھا جائے گا۔ اس لئے بد بو جانے کے بعد پکڑنا اقرار کرنا قابل قبول نہیں ہے۔

وجہ: (۱) کان عمر اذا وجد من رجل ریح شراب جلدہ جلدات ان کان ممن یدمن الشراب و ان کان غیر مدمن ترکہ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الریح، ج تاسع، ص ۱۴۰، نمبر ۱۷۳۴۲) اس قول صحابی میں ہے کہ شراب کی بو

(۲۵۷۳) فَإِنْ أَقَرَّ بَعْدَ ذِهَابِ رَائِحَتِهَا لَمْ يُحَدَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَأَبِي يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُحَدُّ، وَكَذٰلِكَ إِذَا شَهِدُوْا عَلَيْهِ بَعْدَ مَاذَهَبَ رِيْحُهَا ،

لـ عِنْدَ أَبِيْ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَأَبِي يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

ہوتی تو حد لگاتے اور بونہیں ہوتی تو چھوڑ دیتے (۲) عن عمر بن الخطابؓ انه جلد رجلا وجد منه ريح شراب الحد تاما (دارقطنی، کتاب الاشربۃ وغیرھا ج رابع ص ۱۵۷ نمبر ۴۶۴۳ رسنن للبیھقی، باب من وجد منہ ریح شراب اولقی سکران ج ثامن ص ۵۴۷ نمبر ۱۷۵۱۳) اس سے اشارہ ہوا کہ بو کی حالت میں پکڑا گیا ہو تب حد لگے گی۔ اور گواہ یا اقرار کے بغیر تو حد جاری ہوتی ہی نہیں۔ (۲) اور اس کے پینے سے حد لگے اس کی دلیل یہ حدیث ہے جس کی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا ہے۔ عن معاوية بن ابی سفيان قال قال رسول الله ﷺ اذا شربوا الخمر فاجلدوهم ثم ان شربوا فاجلدوهم ثم ان شربوا فاجلدوهم ثم ان شربوا فاقتلوهم (ابوداؤد شریف، باب اذا تتابع فی شرب الخمر ص ۲۶۷، نمبر ۴۴۸۲ رترمذی شریف، باب ماجاء من شرب الخمر فاجلدوہ ومن عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ، ص ۲۶۶، نمبر ۱۴۴۴) اس حدیث سے پتا چلا کہ شراب پینے والوں کو حد لگے گی۔

ترجمہ: (۲۵۷۳) بو جانے کے بعد پینے کا اقرار کیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد نہیں لگے گی، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ حد لگے گی۔ ایسے ہی اگر بو جانے کے بعد گواہی دی۔

ترجمہ: لـ تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد نہیں لگے گی

تشریح: شراب ایک دن پہلے پی تھی اور اب شراب کی بو جا چکی ہے اس کے بعد پینے کا اقرار کیا تو امام ابو حنیفہ، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد نہیں لگے گی۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک ماہ کے اندر اندر پیا ہے تو یہ پرانا نہیں ہے اس لئے حد لگے گی۔

وجہ: (۱) کان عمر اذا وجد من رجل ريح شراب جلده جلدات ان كان ممن يدمن الشراب و ان كان غير مدمن تركه۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الریح، ج تاسع ص ۱۴۰، نمبر ۱۷۳۴۲) اس قول صحابی میں ہے کہ شراب کی بو ہوتی تو حد لگاتے اور بو نہیں ہوتی تو چھوڑ دیتے (۲) دوسری میں ہے۔ عن عقبة بن الحارث ان النبی ﷺ اتی بنعمان او بابن نعمان وهو سكران فشق عليه وامر من فی البيت ان يضربوه فضربوه بالجريد والنعال (بخاری شریف، باب الضرب بالجرید والنعال ص ۱۰۰۲ نمبر ۶۷۷۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سکران اور مست کی حالت میں پکڑا جائے تو حد لازم ہوگی (۳)۔ اثر میں ہے۔ عن الشعبی قال لايؤجل فی الحدود والا قدر ما يقوم القاضی. (مصنف عبد الرزاق، باب لا یوجل فی الحدود ج سابع ص ۳۴۵، نمبر ۱۳۸۳۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ پرانی باتوں کا اعتبار نہیں۔

۲؎ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُحَدُّ، فَالتَّقَادُمُ يَمْنَعُ قُبُوْلُ الشَّهَادَةِ بِالْإِتِّفَاقِ غَيْرَ أَنَّهُ مُقَدَّرٌ بِالزَّمَانِ عِنْدَهُ اِعْتِبَارًا بِحَدِّ الزِّنَاءِ، وَهٰذَا لِأَنَّ التَّاخِيْرَ يتحقّقُ بِمُضِيِّ الزَّمَانِ وَالرَّائِحَةِ، وَقَدْ تَكُوْنُ مِنْ غَيْرِهِ كَمَا قِيْلَ: شِعْرٌ يَقُوْلُوْنَ لِيْ إِنْكَه شَرِبْتَ مُدَامَةً: فَقُلْتُ لَهُمْ لَا بَلْ أَكَلْتُ السَّفَرْجَلَ،

۳؎ وَعِنْدَهُمَا يُقَدَّرُ بِزَوَالِ الرَّائِحَةِ لِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْهِ فَإِنْ وَجَدْتُمْ رَائِحَةَ الْخَمْرِ فَاجْلِدُوْهُ، وَلِأَنَّ قِيَامَ الْأَثَرِ مِنْ أَقْوىٰ دَلَالَةٍ عَلَى الشُّرْبِ،

ترجمہ: ۲؎ امام محمدؒ نے فرمایا کہ حد لگے گی، پرانے ہونے سے بالاتفاق گواہی قبول نہیں ہوگی، یہ اور بات ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک زمانے سے پرانہ ہوتا ہے، وہ حد زنا پر قیاس کرتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ گزرنے سے تاخیر متحقق ہوتی ہے، اور بو کبھی شراب کے علاوہ کی بھی ہوتی ہے، چنانچہ شعر میں کہا ہے۔لوگوں نے مجھ سے کہا کہ منہ سونگھو تم نے شراب پی ہے، میں نے کہا کہ بلکہ میں نے سفر جل کھایا ہے۔

تشریح: امام محمدؒ کے نزدیک زمانے کے اعتبار سے پرانہ گنا جائے گا، یعنی ایک ماہ پرانہ ہو تو حد نہیں لگے گی، اور ایک ماہ کے اندر شراب پی ہو اور اس پر گواہی دی گئی تو حد لگے گی۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ زنا میں ایک ماہ کے پرانے کو پرانہ شمار کرتے ہیں اسی پر قیاس کرتے ہوئے ایک ماہ کے پرانے کو پرانہ شمار کیا جائے گا۔ (۲) بو پر پرانے کا مدار رکھنا ٹھیک نہیں ہے، بو تو کسی اور چیز کی بھی ہو سکتی ہے، چنانچہ شعر میں ایسا سمجھا گیا کہ شراب کی بو ہے حالانکہ وہ سفر جل پھل کی بو تھی۔ (۳) قلت لعطاء الریح و هو یعقل ؟قال لا احد الا ببینة ، ان الریھلیکون من الشراب الذی لیس به بأس قال و قال عمر بن دینار لا احد فی الریح ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الریح، ج تاسع، ص ۱۴۲، نمبر ۱۷۳۴۹) اس قول تابعی میں ہے کہ صرف بو سے حد نہیں لگے گی۔

لغت: انکہ: افتح کے وزن پر ہے، نکہۃ، سے مشتق ہے، منہ کی بو، اس کا ترجمہ ہے منہ سونگھو۔ مدامۃ: انگور کی شراب کو مدامۃ، کہتے ہیں۔ سفر جل: سیب کی طرح ایک پھل ہوتا ہے جو کڑوا ہوتا ہے۔ شعر کا حاصل یہ ہے کہ کسی نے کہا کہ اس کا منہ سونگھو، ہو سکتا ہے کہ شراب پی ہو تو اس نے جواب دیا کہ میں نے سفر جل کھایا ہے، یہاں شراب اور سفر جل کی بو قریب قریب ہے اس لئے بو سے یہ پتہ نہیں لگے گا کہ کیا چیز کھائی ہے۔

ترجمہ: ۳؎ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شراب کی بو زائل ہو گئی پھر گواہی ہوئی، یا اقرار کیا تو حد نہیں لگے گی، حضرت عبد اللہ بن مسعود کے قول کی وجہ سے کہ تم شراب کی بو پاؤ تو حد لگاؤ، اور اس لئے کہ شراب کا اثر ہونا پینے پر قوی دلیل ہے۔

تشریح: شیخینؒ کے نزدیک شراب کی بو زائل ہو جائے پھر گواہ ہو یا اقرار کرے تو حد نہیں لگے گی، گویا کہ پینا پرانہ ہو گیا۔

۴؎ وَإِنَّمَا يُصَارُ إِلَى التَّقْدِيْرِ بِالزَّمَانِ عِنْدَ تَعَذُّرِ اعْتِبَارِهٖ، ۵؎ وَالتَّمْيِيْزُ بَيْنَ الرَّوَائِحِ مُمْكِنٌ لِلْمُسْتَدِلِّ وَإِنَّمَا يَشْتَبِهُ عَلَى الْجُهَّالِ، ٦؎ واما الاقرار فالتقادم لايبطله عند محمد كما في حد الزنا على مامر تقريره، ۷؎ وَعِنْدَهُمَا لَايُقَامُ الْحَدُّ إِلَّا عِنْدَ قِيَامِ الرَّائِحَةِ، لِأَنَّ حَدَّ الشُّرْبِ ثَبَتَ بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَلَا إِجْمَاعَ إِلَّا بِرَأْيِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ شُرِطَ قِيَامُ الرَّائِحَةِ عَلٰى مَارَوَيْنَا.

وجه :(۱) ایک تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ بو دیکھو تو کوڑے مارو۔ صاحب ہدایہ کی قول صحابی شاید یہ ہے۔ کنا بحمص فقرأ ابن مسعود سورة يوسف فقال رجل ما هكذا انزلت فقال قرأت على رسول الله ﷺ فقال احسنت ووجد منه ريح الخمر فقال أتجمع ان تكذب بكتاب الله و تشرب الخمر فضربه الحد ۔(بخاری شریف، باب القرأۃ من اصحاب رسول اللہ ﷺ ص۸۹۷، نمبر ۵۰۰۱ رمصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی رجل یوجد منہ ریح الخمر ما علیہ، ج خامس، ص۵۲۰، نمبر ۲۸۶۲۰) اس قول صحابی میں ہے کہ شراب کی بو پائی تو حد لگائی۔ (۲) اور دوسری وجہ یہ ہے کہ شراب کی بو ہونا قوی دلیل ہے کہ اس نے شراب ہی پی ہے تب حد لگائی جائے گی۔

ترجمہ :۴؎ زمانہ سے اندازہ لگانے کا سوال اس وقت ہوگا جبکہ اس کے اثر کا اعتبار کرنا متعذر رہو۔

تشریح :یہ امام محمدؒ کو جواب ہے، کہ زمانے سے پرانے ہونے کا اندازہ اس وقت لگایا جائے گا جبکہ بو سے شراب کا اندازہ لگانا ناممکن ہو، اور یہاں بو سے شراب کا اندازہ لگانا ممکن ہے اسلئے زمانے سے یعنی ایک ماہ سے پرانے ہونے کا اندازہ لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ :۵؎ ماہر آدمی کے لئے شراب کی بو اور اس کے علاوہ کی بو میں تمیز کرنا ممکن ہے اور اس سے شراب پر استدلال کیا جا سکتا ہے، جو جاہل ہوتا ہے اس پر یہ مشکل ہوتا ہے۔

تشریح :یہ بھی امام محمدؒ کو جواب ہے، کہ جس کو شراب کی بو کا تجربہ ہے اس کے لئے شراب کی بو اور غیر شراب کی بو میں تمیز کرنا کوئی مشکل نہیں ہے، اس لئے شراب کی بو ہو تب ہی حد لگے گی۔

ترجمہ:٦؎ پینے کا اقرار کرلے تو زمانہ قدیم بھی ہو جائے تب بھی امام محمدؒ کے نزدیک حد ساقط نہیں ہوتی، جیسا کہ حد زنا میں زمانہ قدیم ہو جائے تو حد ساقط نہیں ہوتی، اس کی تقریر پہلے گزر چکی ہے۔

تشریح :امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ شراب پینے پر ایک زمانہ گزر چکا ہے اور مجرم اب اقرار کر رہا ہے تو اس کو حد لگے گی، جیسے زنا کئے ہوئے ایک زمانہ گزر چکا ہے، اور اب اقرار کر رہا ہے تو اس کو حد لگتی ہے، ایسے حد شرب کا بھی معاملہ ہے۔

ترجمہ :۷؎ شراب کی بو ختم ہوگئی ہو تو شیخین کے نزدیک حد نہیں لگے گی، اس لئے کہ شراب کی حد اجماع صحابہ سے ثابت

(٢٥٧٤) فَإِنْ أَخَذَهُ الشُّهُوْدُ وَرِيحُهَا يُوجَدُ مِنْهُ أَوْ هُوَ سَكْرَانَ فَذَهَبُوا بِهِ مِنْ مِصْرٍ إِلَى مِصْرٍ فِيهِ الْإِمَامُ فَانْقَطَعَ ذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يَنْتَهُوا بِهِ حُدَّ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا ، ل لِأَنَّ هٰذَا عُذْرٌ كَبُعْدِ الْمُسَافَةِ فِي حَدِّ الزِّنَاءِ، وَالشَّاهِدُ لَايُتَّهَمُ بِهِ فِي مِثْلِهِ،

(٢٥٧٥) وَمَنْ سَكِرَ مِنَ النَّبِيذِ حُدَّ ل لِمَا رُوِيَ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَقَامَ الْحَدَّ عَلَى أَعْرَابِيٍّ سَكِرَ مِنَ النَّبِيذِ، وَنُبَيِّنُ الْكَلَامَ فِي حَدِّ السُّكْرِ وَمِقْدَارِ حَدِّهِ الْمُسْتَحَقِّ عَلَيْهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى.

ہوتی ہے، اور عبداللہ بن مسعود کی رائے کے بغیر اجماع ہی نہیں ہوسکتا۔ اور عبداللہ بن مسعود نے بو کی شرط لگائی ہے، جیسے کہ ہم نے پہلے روایت کی۔

تشریح: شراب کی بو منہ سے ختم ہو چکی ہو تو مجرم اقرار کرے گا تب بھی شیخین کے یہاں حد نہیں لگے گی۔

وجہ: اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اجماع صحابہ سے حد شرب ثابت ہوتی ہے، اور عبداللہ بن مسعود کے بغیر اجماع نہیں ہوسکتا ، کیونکہ وہ بڑے صحابہ میں سے ہیں، اور انکی رائے گزری کہ بو ختم ہو جائے تو حد نہ لگے اس لئے بو ختم ہونے پر حد نہیں لگے گی۔

نوٹ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قول میں یہ تو گزرا کہ بو تھی تو حد لگائی، لیکن یہ نہیں ہے کہ بو ختم ہو جائے تو حد بھی ساقط ہو جائے گی، دوسری بات یہ ہے کہ شراب کی حد حدیث سے ثابت ہے، اجماع صحابہ اس کی بنیاد نہیں ہے، جیسا کہ پہلے حد شرب کے بارے میں کئی حدیث گزر چکی ہے۔

ترجمہ: (٢٥٧٤) گواہوں نے مجرم کو اس حال میں پکڑا کہ شراب کی بو آ رہی تھی، یا وہ نشہ میں مست تھا، اس کو ایک شہر سے ایسے شہر کی طرف لیجا رہے تھے جہاں امام تھا، پس وہاں سے پہلے اس کی بو ختم ہو گئی تب بھی بالاتفاق حد لگے گی۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ یہ عذر ہے، جیسے حد زنا میں مسافت کی دوری ہو، اور اس قسم کے عذر سے گواہ بھی متہم نہیں ہوگا۔

تشریح: جہاں حد جاری کرنے کے لئے امام ہے وہاں لیجانا عذر ہے اس لئے وہاں تک لیجانے کے لئے بو ختم ہو جائے یا نشہ ختم ہو جائے تو اس سے حد ساقط نہیں ہوگی

ترجمہ (٢٥٧٥) اور جو نبیذ سے مست ہوا تو اس کو بھی حد لگے گی۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ حضرت عمر سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبیذ سے مست ہوا تو اس کو حد لگائی، نشہ کی حد کتنی ہے اور کتنی مقدار پینے سے حد لگتی ہے اس کو ان شاء اللہ بعد میں بیان کریں گے۔

اصول: حلال چیز میں بھی اگر نشہ آ جائے تو اس سے حد لگے گی

تشریح: نبیذ ایک حلال مشروب ہے، لیکن اس میں نشہ پیدا ہو جائے اور اس کے پینے سے آدمی مست ہو جائے تو حد لگے گی۔

(۲۵۷۶) وَلَاحَدَّ عَلٰی مَنْ وُجِدَ مِنْهُ رَائِحَةُ الْخَمْرِ أَوْ تَقَيَّأَهَا ، ١ لِأَنَّ الرَّائِحَةَ مُحْتَمَلَةٌ، وَكَذَا الشُّرْبُ قَدْ يَقَعُ عَنْ إِكْرَاهٍ وَاضْطِرَارٍ فَلَايُحَدُّ السَّكْرَانُ حَتّٰى يُعْلَمَ أَنَّهُ سَكِرَ مِنَ النَّبِيْذِ وَشَرِبَهُ طَوْعًا، لِأَنَّ السَّكَرَ مِنَ الْمُبَاحِ لَايُوْجِبُ الْحَدَّ كَالْبَنْجِ وَلَبَنِ الرِّمَاكِ وَكَذَا شُرْبُ الْمُكْرَهِ لَايُوْجِبُ الْحَدَّ

وجه:صاحب ہدائی کی حدیث یہ ہے۔عن ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ اتی برجل قد سکر من نبیذ فجلده۔(دار قطني ، کتاب الاشربۃ ص ۱۷۷ج رابع نمبر ۴۶۵۴ رسنن للبیھقی ، باب ماجاء فی وجوب الحد علی من شرب خمرا او نبیذا او سکرا ج ثامن ص ۵۴۳ نمبر ۱۷۴۹۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبیذ پیئے اور نشہ آجائے اور بو کی حالت میں پکڑا جائے اور گواہ ہو تو حد لگے گی۔

ترجمه:(۲۵۷۶)اور حد اس پر نہیں ہے جس سے شراب کی بد بو آئے یا جو شراب قے کرے۔

ترجمه:١ اس لئے کہ بو میں احتمال ہے کہ کسی اور چیز کی بو ہو، ایسے ہی پینے میں یہ ہوسکتا ہے کہ زبردستی سے یا مجبوری میں پی ہو، اسی طرح مست کو حد نہیں لگے گی یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ نبیذ سے مست ہوا ہے اور اپنی رضامندی سے پیا ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مباح چیز پی ہو اور اس سے نشہ ہو گیا ہو تو حد نہیں لگے گی، جیسے بھنگ پیا ہو، یا گھوڑی کا دودھ پیا ہو، ایسے ہی زبردستی پلایا ہو تو حد نہیں لگے گی۔

تشریح :کسی آدمی کے منہ سے شراب کی بو آئے اور اس پر گواہ نہ ہو یا اقرار نہ کیا ہو تو صرف بو آنے سے یا شراب کی قے کرنے سے حد لازم نہیں ہوگی۔۔تین شرطیں ہوں تب حد جاری ہوگی۔[۱] بو پائی جائے [۲] یہ ثابت ہو جائے کہ خوشی سے شراب پی ہے، کسی نے زبردستی نہیں پلائی ہے [۳] اس کا اقرار کرے، کہ میں نے شراب پی ہے، [۴] یا شراب پینے پر گواہ ہو تب حد جاری ہوگی

وجه :(۱) ممکن ہے کہ دوائی کے طور پر استعمال کی ہو یا کسی نے زبردستی پلائی ہو جس کی وجہ سے بد بو آرہی ہے یا قے کی ہے۔ اس لئے یہ معذور ہے اس پر حد لازم نہیں ہوگی۔ (۲) اخرجاه فی الصحیح من حدیث الاعمش ویحتمل ان عبید الله بن مسعود لم یجلده حتی ثبت عنده شربه ما یسکر ببینة او اعتراف (سنن للبیھقی ، باب من وجد منہ ریح شراب او لقی سکران ج ثامن ص ۵۴۷ نمبر ۱۷۵۱۵)(۳) قلت لعطاء الریح وهو یعقل؟ قال لا احد الا ببینة ان الریح لیکون من الشراب الذی لیس به بأس وقال عمر بن دینار لا احد فی الریح (مصنف عبدالرزاق، باب الریح ، ج تاسع ، ص ۱۴۲، نمبر ۱۷۳۴۹ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۹۱ فی رجل یوجد منہ ریح الخمر ما علیہ؟ ج خامس ص ۵۲۰ نمبر ۲۸۶۲۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بد بو کے ساتھ گواہ ہو تب حد لازم ہوگی۔صرف بد بو آنے سے حد لازم نہیں ہوگی۔(۴) آیت میں ہے کہ مجبور کر کے زنا کیا ہو تو وہ معاف ہے۔ولا تکرهوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا

(۲۵۷۷)وَلَايُحَدُّ حَتّٰى يَزُوْلَ عَنْهُ السَّكْر تَحْصِيْلًا لِمَقْصُوْدِ الْاِنْزِجَارِ، (۲۵۷۸) وَحَدَّ الْخَمْرِ وَالسَّكْرِ فِي الْحُرِّ ثَمَانُوْنَ سَوْطًا لِ لِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم

لتبتغوا عرض الحيوة الدنيا و من يكرههن فان الله من بعد اكراههن غفور رحيم (آیت۳۳،سورۃالنور۲۴) اس آیت میں ہے کہ مجبور کر کے زنا کیا ہوتو اللہ ان باندیوں کو معاف کرنے والا ہے(۵) حدیث میں ہے کہ مستکرہ پر حد لازم نہیں ہے۔ان صفية بنت ابی عبيد اخبرته ان عبدا من رقيق الامارة وقع علی وليدة من الخمس فاستكرهها حتی اقتضها،فجلده عمر الحد و نفاه و لم يجلد الوليدة من اجل انه استكرها (بخاری شریف، باب اذا استکرھت المرأۃ علی الزنا فلا حد علیھا ص ۱۲۰۷نمبر ۶۹۴۹)اس حدیث میں ہے کہ مجبور باندی پر حد نہیں لگائی۔اس سے معلوم ہوا کہ شراب یا نبیذ خوشی سے پی ہو تب حد لگے گی،مجبور کر کے پلایا ہو تو حد نہیں لگے گی۔اور یہی حال قے کا ہے کہ جب تک قے کے بعد خوشی سے شراب پینے پر گواہ نہ ہو حد لازم نہیں ہوگی۔

لغت:تقیا:قی ء سے مشتق ہے،قی کی ہو۔اضطرار:مجبوری سیب۔سکران:نشہ میں مست ہو طوعا:رضامندی سے،خوشی سے۔ بنج:اردو میں اس کو بھنگ،کہتے ہیں۔لبن الرماک:گھوڑی کا دودھ۔

ترجمہ:(۲۵۷۷)اور نہیں حد لگے گی یہاں تک کہ نشہ اتر جائے۔

ترجمہ:لِ تا کہ جو تنبیہ کرنا مقصد ہے وہ حاصل ہو جائے۔

وجہ :(۱)حد لگانے کا مقصد تنبیہ کرنا ہے اور نشہ کے عالم میں مارنے سے اس کو کچھ پتا نہیں چلے گا کہ مجھے کیوں مارا جا رہا ہے۔اس لئے نشہ اترنے کے بعد حد لگائے(۲) حدیث میں ہے۔عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ اتی برجل سكران او قال نشوان فلما ذهب سكره امر بجلده (سنن للبیہقی،باب ماجاء فی اقامۃ الحد فی حال السکر او حتی یذھب سکرہ ج ثامن ص ۵۵۱ نمبر ۱۷۵۲۵ مصنف ابن ابی شیبۃ ۹۰ ماجاء فی السکر ان متی یضرب اذا صحا او فی حال سکرہ؟ ج خامس ص ۵۱۹ نمبر ۲۸۶۱۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نشہ اترنے کے بعد حد لگائے۔

لغت: السکر : نشہ۔

ترجمہ:(۲۵۷۸) شراب اور نشہ کی حد آزاد میں اسی کوڑے ہیں

ترجمہ:لِ صحابہ کے اجماع کی وجہ سے۔

تشریح : حدیث میں ہے کہ شراب اور نشہ کی حد پہلے چالیس کوڑے تھی بعد میں حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگوں کی زیادتی کی وجہ سے اسی کوڑے کر دیئے گئے۔

(۲۵۷۹) يُفَرَّقُ عَلٰى بَدَنِهٖ ۱؎ كَمَا فِيْ حَدِّ الزِّنَاءِ عَلٰى مَامَرَّ، ۲؎ ثُمَّ يُجَرَّدُ فِي الْمَشْهُوْرِ مِنَ الرِّوَايَةِ، وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ لَايُجَرَّدُ إِظْهَارًا لِلتَّخْفِيْفِ، لِأَنَّهُ لَمْ يَرِدْ بِهٖ نَصٌّ، وَوَجْهُ الْمَشْهُوْرِ أَنَّا أَظْهَرْنَا التَّخْفِيْفَ مَرَّةً فَلَايُعْتَبَرُ ثَانِيًا.

(۲۵۸۰) وَإِنْ كَانَ عَبْدًا فَحَدُّهٗ أَرْبَعُوْنَ،

وجه: (۱) حدیث میں ہے۔ عن السائب بن يزيد قال كنا نوتی بالشارب علی عهد رسول الله ﷺ وامرة ابی بكر وصدرا من خلافة عمرؓ فنقوم اليه بايدنا ونعالنا وارديتنا حتی كان اخرة امرأة عمر فجلد اربعين حتی اذا عتوا وفسقوا جلد ثمانين (بخاری شریف، باب الضرب بالجرید والنعال ص۱۰۰۲ نمبر ۶۷۷۹ رمسلم شریف، باب حد الخمر ص ۷۱ نمبر ۱۷۰۶ / ۴۴۵۲) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آزاد کی حد شراب میں اسی کوڑے ہیں۔

ترجمہ: (۲۵۷۹) اس کے بدن پر متفرق جگہ مارے جائے

ترجمہ: ۱؎ جیسا کہ میں نے زنا میں ذکر کیا۔

وجہ: (۱) اور جسم میں الگ الگ جگہ مارے جائے اس کے لئے قول صحابی گزر چکا ہے۔ عن علیؓ قال اتی برجل سكران او فی حد فقال اضرب واعط كل عضو حقه واتق الوجه والمذاكير (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۰ ما جاء فی الضرب فی الحد ج خامس ص ۵۲۴ نمبر ۲۸۶۶۶ رمصنف عبد الرزاق، باب ضرب الحدود وھل ضرب النبیؐ بالسوط؟ ج سابع ص ۲۹۶، نمبر ۱۳۵۸۷) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ سب عضو پر تھوڑے تھوڑے کوڑے مارے جائیں گے۔ البتہ چہرہ، سر اور شرمگاہ پر نہیں ماریں گے کیونکہ یہ نازک اعضاء ہیں۔

ترجمہ: ۲؎ پھر مشہور روایت یہ ہے کہ بدن سے کپڑا کھول دیا جائے گا، اور امام محمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ حد شرب میں تخفیف ظاہر کرنے کے لئے کپڑا نہیں نکالا جائے گا، اس لئے کہ کپڑا نکالنے کے لئے کوئی روایت نہیں ہے، اور مشہور رویت کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ تخفیف کر دی کہ [سو کوڑے نہیں مارے] تو اب دوبارہ تخفیف نہیں ہوگی۔

تشریح: مشہور روایت یہ ہے کہ شراب کی حد میں کوڑے لگاتے وقت ستر پر کپڑا رکھا جائے گا اور باقی جسم سے کپڑا ہٹا دیا جائے گا تا کہ کوڑے کی ضرب اچھی طرح لگے، کیونکہ اس میں تعداد کے اعتبار سے ایک مرتبہ تخفیف ہو چکی ہے کہ زنا کی طرح سو کوڑے نہیں لگائے، اسی کوڑے لگائے اس لئے بدن پر کپڑا رکھ کر دوبارہ تخفیف نہیں کی جائے گی۔ امام محمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ کپڑا اتار دیا جائے گا تا کہ اس مار میں تخفیف ہو جائے اور کم مار لگے۔۔ جرد: تجرید سے مشتق ہے، کپڑا نکالنا۔

ترجمہ: (۲۵۸۰) پس اگر غلام ہو تو اس کی حد چالیس کوڑے ہیں۔

۱؎ لِأَنَّ الرِّقَّ مُنَصِّفٌ عَلٰی مَاعُرِفَ، (۲۵۸۱) وَمَنْ أَقَرَّ بِشُرْبِ الْخَمْرِ أَوِ السَّكَرِ ثُمَّ رَجَعَ لَمْ يُحَدَّ، ۱؎ لِأَنَّهُ خَالِصُ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى.

(۲۵۸۲) وَيَثْبُتُ الشُّرْبُ بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ وَيَثْبُتُ بِالْإِقْرَارِ مَرَّةً وَاحِدَةً

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ غلامیت سے حد آدھی ہو جاتی ہے۔

وجہ :(۱) پہلے کئی مرتبہ گزر چکا ہے کہ غلام اور باندی کی سزا آزاد سے آدھی ہے۔اس لئے آزاد کی سزا اسی کوڑے ہیں تو غلام باندی کی سزا چالیس کوڑے ہوں گے۔(۲) آیت ہے۔فان اتین بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب (آیت ۲۵،سورۃ النساء۴)(۳) عمل صحابی میں ہے کہ غلام کو آزاد سے آدھی سزا دی۔ عن ابن شهاب ابه سئل عن جلد العبد فی الخمر فقال بلغنا ان علیه نصف جلد الحر و ان عمر بن الخطابؓ وعثمانؓ بن عفان وعبد الله بن عمرؓ قد جلدوا عبيدهم نصف حد الحر فی الخمر (سنن للبیہقی ،باب ماجاء فی عدد حد الخمر ج ثامن ص ۵۵۷ نمبر ۱۷۵۴۸)اس عمل صحابی سے معلوم ہوا کہ غلام کی سزا آدھی ہوگی یعنی چالیس کوڑے ہوں گے۔

ترجمہ:(۲۵۸۱) کسی نے اقرار کیا شراب اور نشہ پینے کا پھر بعد میں اس سے پھر گیا تو حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ یہ خالص اللہ کا حق ہے [اس لئے رجوع کرنے سے حد ساقط ہو جائے گی]

تشریح :کسی نے شراب پینے کا اقرار کیا یا نشہ پینے کا اقرار کیا پھر بعد میں اس سے پھر گیا تو حد ساقط ہو جائے گی۔

وجہ : پہلے زنا کی حد کے سلسلے میں گزر چکا ہے کہ رجوع کر جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔هلا تركتموه لعله ان يتوب فيتوب الله عليه (ابوداؤد شریف ،باب رجم ماعز بن مالک ص ۲۶۰ نمبر ۴۴۱۹ رترمذی شریف، باب ماجاء فی درء الحد عن المعترف اذا رجع ص ۲۶۴ نمبر ۱۴۲۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حد شرب سے رجوع کر جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ:(۲۵۸۲) حد شرب ثابت ہوگی دو گواہوں کی گواہی سے یا ایک مرتبہ اقرار کرنے سے۔

تشریح:زنا ثابت کرنے کے لئے چار گواہوں کی ضرورت تھی اس لئے آیت کی وجہ سے وہاں چار گواہ ضروری قرار دیا۔لیکن حد شرب میں آیت میں چار گواہ کی شرط نہیں ہے اس لئے وہ اصلی مقام پر آئے گا۔اور عام حالات میں دو گواہ سے کوئی چیز ثابت ہو جاتی ہے اس لئے دو گواہ سے حد شرب ثابت ہو جائے گی۔

وجہ :(۱) آیت میں ہے۔واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء (آیت ۲۸۲ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں معاملات کے لئے کہا گیا ہے کہ دو مرد چاہئے یا ایک مرد اور

لے وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ يُشْتَرَطُ الْإِقْرَارُ مَرَّتَيْنِ وَهُوَ نَظِيْرُ الْاِخْتِلَافِ فِي السَّرِقَةِ وَسَنُبَيِّنُهَا هُنَاكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ(۲۵۸۳) وَلَايُقْبَلُ فِيْهِ شَهَادَةُ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ،

دوعورتیں چاہئے۔اس لئے دومرد حدشرب ثابت کرنے کے لئے کافی ہوں گے(۲)اس قول صحابی میں ہے۔**جاء رجلان برجل الی علیؓ بن طالب فشهدا علیه بالسرقة فقطعه** (دار قطنی، کتاب الحدود ج ثالث، ص ۱۲۸، نمبر ۳۳۶۱)اس اثر میں دومرد کی گواہی سے ہاتھ کاٹا گیا۔

(۲)ایک مرتبہ اقرار سے بھی حدشرب یا حدسرقہ ثابت ہوگی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن ابی هريرة قال اتی رسول الله ﷺ بسارق سرق شملة فقالوا ان هذا سرق فقال لا اخاله سرق فقال بلی یارسول الله ! قد سرقت قال اذهبوا به فاقطعوه ثم احسموه ثم ائتونی به** (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی الاقرار بالسرقة والرجوع عنہ ج ثامن ص ۴۷۹ نمبر ۱۷۲۷۵/دار قطنی، کتاب الحدود ج ثالث ص ۸۲ نمبر ۳۱۳۹/نسائی شریف، باب تلقین السارق ص ۶۷۲ نمبر ۴۸۸۱)اس حدیث میں ایک مرتبہ اقرار کیا اور قال بلی کہا جس پر حدسرقہ لازم کردی گئی۔جس سے معلوم ہوا کہ حدشرب بھی ایک مرتبہ اقرار کرنے سے ثابت ہوجائے گی۔

ترجمہ :لے امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ اقرار میں بھی دومرتبہ کی شرط ہے، چوری کے ثبوت میں بھی یہی اختلاف ہے،اس مسئلے کو ہم وہاں ان شاءاللہ بیان کریں گے

تشریح :امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ دومرتبہ اقرار کرے تب حدشرب ثابت ہوگی۔ چوری کے ثبوت کے بارے میں بھی ان کی رائے ہے کہ دومرتبہ اقرار کرے گا تب چوری کی حد لگے گی۔

وجہ :(۱)جس طرح حد کے ثبوت کے لئے دو گواہ ضروری ہیں اسی طرح دومرتبہ اقرار بھی ہو،تب حدشرب لگے گی (۲)عمل صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔**رأيت علياؓ اقر عنده سارق مرتين فقطع يده وعلقها فی عنقه** (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی تعلیق الید فی عنق السارق ج ثامن ص ۴۷۸ نمبر ۱۷۲۷۴)اس اثر میں دومرتبہ چوری کا اقرار کیا تب حدسرقہ ثابت کیا جس سے پتا چلا کہ حدشرب میں بھی دومرتبہ اقرار کرے تب حدشرب ثابت ہوگی۔

ترجمہ :(۲۵۸۳)اور حدود میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی مردوں کے ساتھ۔

وجہ:اور عورت کی گواہی حدود میں اس لئے کافی نہیں کہ حدیث مرسل میں اس کو منع فرمایا ہے۔**عن الزهری قال مضت السنة من رسول الله ﷺ والخليفتين من بعد الا تجوز شهادة النساء فی الحدود** (مصنف ابن ابی شیبة ۱۰۹ فی شهادة النساء فی الحدود ج خامس ص ۵۲۸ نمبر ۲۸۷۰۵/مصنف عبد الرزاق، باب هل تجوز شهادة النساء مع الرجال فی

لِ لِأَنَّ فِيهَا شُبْهَةُ الْبَدَلِيَّةِ وَتُهْمَةُ الضَّلَالِ وَالنِّسْيَانِ، (۲۵۸۴) وَالسَّكْرَانُ الَّذِي يُحَدُّ هُوَ الَّذِي لَايَعْقِلُ مَنْطِقًا لَاقَلِيْلًا وَلَا كَثِيْرًا وَلَايَعْقِلُ الرَّجُلَ مِنَ الْمَرْأَةِ. لِ قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ هٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ٢ وَقَالَا هُوَ الَّذِي يُهْذِي وَيَخْتَلِطُ كَلَامَهُ، لِأَنَّهُ هُوَ السَّكْرَانُ فِي الْعُرْفِ، وَإِلَيْهِ مَالَ أَكْثَرُ الْمَشَائِخِ رَحِمَهُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ،

الحدود وغیرھا ،ج ثامن ،ص۲۵۴ ،نمبر۲۸۴۸۱۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔اس لئے صرف دومردوں کی گواہی سے حد شرب ثابت ہوگی۔

ترجمہ :لِ اس لئے کہ عورت کی گواہی میں مرد کا بدل ہونے کا شبہ ہے ،گمراہی کی بھی تہمت ہے اور بھولنے کی بھی تہمت ہے۔

تشریح :عورت میں تین خامیاں ہیں [۱] حد میں بدل گواہی نہیں چلتی ،اور عورت میں شبہ ہے کہ وہ مرد کا بدل ہے ،اس لئے عورت کی گواہی نہیں چلے گی ۔[۲] عورت واقعہ بیان کرنے میں گمراہ بھی ہوتی ہے [۳] عورت واقعہ کو بھولتی بھی ہے اس لئے اس کی گواہی حد میں نہیں چلے گی۔

وجہ :ان تینوں باتوں کا اشارہ اس آیت میں موجود ہے۔و استشهدو ا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل و امراتان ممن ترضون من الشهداء ان تضل احدهما فتذكر احدهما الاخرى ۔(آیت ۲۸۲ ،سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں دو باتیں ہیں [۱] مرد نہ ہوں تب عورت کی گواہی لو ،جس سے یہ نکلتا ہے کہ عورت مرد کا بدل ہے [۲] عورت گواہی دینے میں گمراہ ہوتی ہے [۳] اور بھولتی بھی ہے ،اسی لئے ایک مرد کے بدلے میں دو عورتوں کو قائم مقام بنایا ،اور یہ بھی بتایا کہ ایک بھول جائے تو دوسری عورت اس کو واقعہ یاد دلائے۔

ترجمہ :(۲۵۸۴) وہ نشہ جس سے حد لگتی ہے تھوڑا یا زیادہ بات نہیں سمجھتا ہو ،اور مرد اور عورت میں فرق نہیں کر پاتا ہو۔

ترجمہ :لِ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے۔

تشریح : کتنا نشہ ہو تو اس میں حد لگے گی؟ تو امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے کہ اتنا نشہ ہو جائے کہ نہ تھوڑی بات سمجھتا ہو اور نہ زیادہ بات کو سمجھتا ہو ،اور مرد اور عورت میں فرق نہیں کر پاتا ہو تو اس نشہ میں حد لگے گی اس سے کم نشہ ہوا ہو تو حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ :٢ صاحبین نے فرمایا کہ اتنا نشہ ہو کہ بکواس کرتا ہو ،اور اکثر باتیں مختلط ہوں ،اس لئے کہ عرف میں اسی کو نشہ کہتے ہیں ،اور اکثر مشائخ اسی کی طرف مائل ہوئے ہیں۔

تشریح:واضح ہے۔

لغت :یھذی: ہذیان سے مشتق ہے ،بکواس کرنا ،بغیر سر پیر کے باتیں کرنا۔یختلط : خلط سے مشتق ہے ،کلام اس طرح مل

٣؎ وَلَهُ أَنَّهُ يُؤْخَذُ فِيْ أَسْبَابِ الْحُدُوْدِ بِأَقْصَاهَا دَرْءً لِلْحَدِّ، وَنِهَايَةَ السَّكْرِ أَنْ يَغْلِبَ السُّرُوْرُ عَلَى الْعَقْلِ فَيُسْلِبُهُ التَّمْيِيْزُ بَيْنَ شَيْءٍ وَشَيْءٍ، وَمَادُوْنَ ذٰلِكَ لَايَعْرِىْ عَنْ شِبْهَةِ الصَّحْوِ، ٤؎ وَالْمُعْتَبَرُ فِي الْقَدْحِ الْمُسْكِرِ فِيْ حَقِّ الْحُرْمَةِ مَاقَالَاهُ بِالْإِجْمَاعِ آخِذًا بِالْاِحْتِيَاطِ، ٥؎ وَالشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَعْتَبِرُ ظُهُوْرَ أَثَرِهِ فِيْ مَشْيَتِهِ وَحَرَكَاتِهِ وَأَطْرَافِهِ، ٦؎ وَهٰذَا مِمَّا يَتَفَاوَتُ فَلَامَعْنٰى لِاعْتِبَارِهِ.

جائے کہ کچھ پتہ ہی نہ چلتا ہو کہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

ترجمہ: ٣؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ حدود کے سبب میں آخری درجہ کو لیا جائے تا کہ حد کو ساقط کی جائے، اور آخری نشہ یہ ہے کہ سرور عقل پر اتنا غالب ہو جائے کہ چیزوں کے درمیان تمیز نہ کر سکے، اور اس سے جو کم ہے اس میں شبہ ہے کہ ہوش باقی ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے حد کو ساقط کرنا چاہئے اس لئے نشہ میں اس کا آخری درجہ لے، اور وہ یہ ہے کہ اتنا نشہ ہو چکا ہو کہ چیزوں کے درمیان فرق نہ کر سکے، کیونکہ اس سے کم ہے تو ممکن ہے کہ اس میں ابھی ہوش باقی ہے۔

وجہ: اس قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔ ان یعلی بن امیة قال قلت لعمر انا بارض فیها شراب کثیر . یعنی الیمن. فکیف نجلده ؟ قال اذا استقریء ام القرآن فلم یقرأها و لم یعرف ردائه اذا القته مین الاردیة فاحدده ۔ (مصنف عبدالرزاق، باب الریح، ج تاسع، ص ١٤١، نمبر ١٧٣٤٣) اس قول صحابی میں ہے کہ قرآن نہ پڑھ سکے اور چادروں کے درمیان اپنی چادر نہ پہچان سکے اتنا نشہ ہو چکا ہو تو اب اس کو حد لگاؤ۔

لغت: سرور: مستی، نشہ، خوشی۔ الصحو: ہوش وحواس۔

ترجمہ: ٤؎ حرام ہونے کے لئے وہ پیالہ معتبر ہے جس سے نشہ ہو جائے جیسا کہ صاحبینؒ نے فرمایا، یہ بات بالاجماع ہے احتیاط کو لیتے ہوئے۔

تشریح: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حد لگنے کے لئے تو اتنا نشہ چاہئے کہ مرد عورت میں تمیز نہ کر سکتا ہو، اور حرام ہونے کے لئے اتنا ہی نشہ کافی ہے کہ اس کی بات میں اختلاط پیدا ہو جائے، یعنی پیالہ کے پینے سے بات میں اختلاط پیدا ہو جائے تو اس پیالے کو پینا حرام ہوگا، تینوں ائمہ نے اسی بات کو لیا ہے، اسی میں احتیاط ہے۔

ترجمہ: ٥؎ امام شافعیؒ پینے والے کے چلنے میں اسکے حرکات میں اسکے ہاتھ اور پاؤں میں نشہ کا اثر ظاہر ہونے لگے تو یہ حرام ہے۔

تشریح: پینے والے کے چلنے میں، اس کے حرکات میں، اور اس کے ہاتھ اور پاؤں کے اندر نشہ کا اثر ظاہر ہونے لگے مثلا ہاتھ پاؤں لڑکھڑانے لگے تو یہ سمجھو کہ اس کو نشہ آ گیا ہے اور اور اتنا پینا حرام ہے۔

ترجمہ: ٦؎ ہاتھ پاؤں لڑکھڑانے میں بہت تفاوت ہوتا ہے اس لئے اس کے اعتبار کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے۔

(٢٥٨٥) وَلَايُحَدُّ السَّكْرَانُ بِإِقْرَارِهِ عَلٰى نَفْسِه ل لِزِيَادَةِ احْتِمَالِ الْكِذْبِ فِيْ إِقْرَارِهِ فَيُحْتَالُ لِدَرْئِهِ، لِأَنَّهُ خَالِصُ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى، ٢ بِخِلَافِ حَدِّ الْقَذْفِ، لِأَنَّ فِيْهِ حَقَّ الْعَبْدِ وَالسَّكْرَانُ فِيْهِ كَالصَّاحِيْ عُقُوْبَةً عَلَيْهِ كَمَا فِيْ سَائِرِ تَصَرُّفَاتِهِ، ٣ وَلَوْ ارْتَدَّ السَّكْرَانُ لَاتَبِيْنُ مِنْهُ امْرَأَتُهُ، لِأَنَّ الْكُفْرَ مِنْ بَابِ الْإِعْتِقَادِ فَلَايَتَحَقَّقُ مَعَ السَّكْرِ وَهٰذَا قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ، وَفِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ تَكُوْنُ رِدّ

تشــــریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے۔ بعض آدمی مضبوط ہوتا ہے، اس لئے پوری بیہوشی کے باوجود اس کا ہاتھ پاؤں نہیں لڑکھڑاتا ہے، اور بعض آدمی کمزور ہوتا ہے اس لئے تھوڑا سا پینے سے بھی اس کا ہاتھ پاؤں لڑکھڑانے لگتا ہے، اس لئے لڑکھڑانے کا اعتبار کرنا اور اس پر حرمت کا مدار رکھنا صحیح نہیں ہے

ترجمہ:(٢٥٨٥) نشہ میں مست آدمی اپنی ذات پر اقرار کرے تو حد نہیں لگائی جائے گی۔

ترجمہ:ل اقرار میں زیادہ جھوٹ بولنے کا احتمال ہے، اسلئے حد کو ساقط کرنے کیلئے حیلہ کیا جائے گا، کیونکہ یہ خالص اللہ کا حق ہے۔

تشریح: نشہ کی حالت میں اپنے اوپر پینے کا اقرار کیا تو حد نہیں لگے گی، کیونکہ نشہ کی حالت میں اور جھوٹ بول سکتا ہے، اور حد شرب خالص اللہ کا حق ہے اس لئے اس کو ساقط کرنے کے لئے نشہ کا عذر پیش کیا جائے گا۔

ترجمہ :٢ بخلاف حد قذف کے اس لئے کہ اس میں بندے کا حق ہے، اور اس میں نشہ ہونا گویا کہ وہ ہوش حواس میں ہے اس پر سزا دینے کے لئے جیسا کہ اور تصرفات میں ہوتا ہے۔

تشریح : نشہ کی حالت میں کسی پر زنا کی تہمت ڈالی تو اس پر حد قذف لگے گی، کیونکہ یہ بندے کا حق ہے، پس جس طرح نشے کی حالت میں اور تصرفات کرے تو اس کو ادا کرنا پڑتا ہے، اسی طرح حد قذف بھی لگے گی۔

وجہ: حقوق العباد میں یہ ہوش وحواس کی طرح ہے۔

ترجمہ :٣ اور نشہ کی حالت میں آدمی مرتد ہو جائے تو اس کی بیوی بائنہ نہیں ہوگی اس لئے کہ کفر اعتقاد کے باب میں سے ہے اس لئے نشہ کی حالت میں یہ متحقق نہیں ہوگی، یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے ہے، اور ظاہر روایت میں یہ ہے کہ وہ مرتد ہو گیا۔

تشــــریح : نشہ کی حالت میں کفر بک دے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے ہے کہ اسکی بیوی بائنہ نہیں ہوگی اور نہ اسکو مرتد شمار کیا جائے گا۔

وجہ : کیونکہ کفر یہ اعتقاد سے آدمی کافر ہوتا ہے، اور مست آدمی کو ہوش ہی نہیں ہے کہ کیا بک رہا ہوں تو کفر کا اعتقاد کیسے ہوگا! اس لئے وہ کافر نہیں بنے گا، لیکن ظاہر روایت میں یہ ہے کہ وہ کافر بن جائے گا۔

﴿بَابُ حَدِّ الْقَذَفِ﴾

(٢٥٨٦) وَإِذَا قَذَفَ الرَّجُلُ رَجُلًا مُحْصَنًا أَوِ امْرَأَةً مُحْصَنَةً بِصَرِيْحِ الزِّنَا وَطَالَبَ الْمَقْذُوْفُ بِالْحَدِّ حَدَّهُ الْحَاكِمُ ثَمَانِيْنَ سَوْطًا إِنْ كَانَ حُرًّا ا لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ إِلٰى اَنْ قَالَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً﴾،

﴿باب حد القذف﴾

ضروری نوٹ: کسی پاکدامن مرد یا عورت پر تہمت ڈالے کہ تم نے زنا کرایا ہے یا کیا ہے اور اسکو چار گواہوں سے ثابت نہ کر سکے اور جس پر تہمت ڈالی ہے وہ حد کا مطالبہ کرے تو اس پر حد لگے گی۔ اس حد کو حد قذف کہتے ہیں۔ قذف کا معنی ہے زنا کی تہمت لگانا۔

وجہ: (۱) ثبوت اس آیت میں ہے۔ والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتو باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئک هم الفاسقون ۔ (آیت ۴، سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ کسی محصنہ عورت پر زنا کی تہمت لگائے پھر چار گواہ نہ لا سکے تو اس کو اسی کوڑے مارو اور کبھی اس کی گواہی قبول نہ کرو (۲) (۲) حدیث میں ہے۔ عن عائشة قالت لما نزل عذری قام النبی ﷺ علی المنبر فذکر ذلک وتلا تعنی القرآن، فلما نزل من المنبر امر بالرجلین والمرأة فضربوا احدهم. (ابوداؤد شریف، باب فی حد القذف ص ۲٦٦ نمبر ۴۴۷۴ / ابن ماجہ شریف، باب حد القذف ص ۳٦۹ نمبر ۲۵٦۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حد قذف لگائی جا سکتی ہے۔

ترجمہ: (۲۵۸٦) اگر زنا کی تہمت لگائی کسی آدمی نے محصن مرد کو یا محصنہ عورت کو صریح زنا کی اور مقذوف نے حد کا مطالبہ کیا تو حاکم اس کو اسی کوڑے لگائیں گے اگر وہ آزاد ہو۔

ترجمہ: ا اللہ تعالیٰ کا قول و الذین یرمون المحصنات، سے فاجلدوهم ثمانین جلدة، تک آیت پڑھیں۔

تشریح: کسی آدمی نے محصن مرد یا محصنہ عورت کو زنا کی تہمت لگائی اور اشارہ کنایہ سے نہیں بلکہ زنا کی صریح لفظ سے تہمت لگائی اور جس کو تہمت لگائی اس نے حد کا مطالبہ کیا۔ پس اگر تہمت لگانے والا آزاد ہے تو حاکم اس کو اسی کوڑے حد قذف لگائے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے۔ والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتو باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئک هم الفاسقون ۔ (آیت ۴، سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ

۲ وَالْمُرَادُ الرَّمْيُ بِالزِّنَاءِ بِالْإِجْمَاعِ وَفِي النَّصِّ إِشَارَةٌ إِلَيْهِ وَهُوَ اشْتِرَاطُ أَرْبَعَةٍ مِنَ الشُّهَدَاءِ إِذْ هُوَ مُخْتَصٌّ بِالزِّنَاءِ، ۳ وَيُشْتَرَطُ مُطَالَبَةُ الْمَقْذُوْفِ، لِأَنَّ فِيْهِ حَقَّهُ مِنْ حَيْثُ دَفْعِ الْعَارِ، ۴ وَإِحْصَانُ الْمَقْذُوْفِ لِمَا تَلَوْنَا.

کسی محصنہ عورت پر زنا کی تہمت لگائے پھر چار گواہ نہ لا سکے تو اس کو اسی کوڑے مارو۔

زنا کے صریح لفظ سے تہمت لگائے تب حد لگے گی۔

وجہ: قول صحابی میں ہے۔ عن القاسم بن محمد قال ما كنا نرى الجلد الا فى القذف البين والنفى البين (سنن للبیہقی، باب من قال لا حدالا فی القذف الصریح ج ثامن ص ۴۴۰ نمبر ۱۷۱۴۵ مصنف عبدالرزاق، باب التعریض ج سابع ص ۳۳۹، نمبر ۱۳۷۸۷) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ جب تک صریح نہ کہے حد لازم نہیں ہوگی (۲) حدیث میں اعرابی نے اشارہ سے بیوی پر تہمت لگائی تو آپؐ نے حد نہیں لگائی۔ لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ جاءه اعرابى فقال يا رسول الله ﷺ ان امرأتى ولدت غلاما اسود فقال هل لك من ابل؟ الخ۔ (بخاری شریف، باب ما جاء فی التعریض ص ۱۰۱۲ نمبر ۶۸۴۷ رمسلم شریف، کتاب اللعان ص ۴۸۸ نمبر ۱۵۰۰/۳۷۶۶)

اس حدیث میں اشارہ سے بیوی پر تہمت لگائی اس لئے آپؐ نے اس پر حد قذف نہیں لگائی۔

اسی کوڑے کی وجہ خود آیت میں موجود ہے۔ ثمانين جلدة (آیت ۴ سورۃ النور ۲۴)

ترجمہ: آیت میں رمی سے مراد بالا جماع زنا کی تہمت لگانا ہے، اور آیت میں اس کا اشارہ ہے، کہ چار گواہوں کی شرط لگائی جو زنا کے ساتھ خاص ہے۔

تشریح: رمی کا ترجمہ ہے تیر پھینکنا، لیکن آیت میں اس سے مراد زنا کی تہمت لگانا ہے

وجہ: سب کا اجماع ہے کہ آیت میں رمی کا ترجمہ تہمت لگانا ہے۔ (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ آیت میں چار گواہ لانے کے لئے کہا جو زنا کے ساتھ خاص ہے، اس سے بھی پتہ چلا کہ یہاں رمی سے مراد زنا کی تہمت لگانا ہے۔

ترجمہ: ۳ جس پر زنا کی تہمت لگائی حد لگنے کے لئے اس کا مطالبہ کرنا شرط ہے، اس لئے کہ اپنے سے عار کو دفع کرنے کے لئے اس کا حق ہے۔

تشریح: مقذوف مطالبہ کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس کا حق ہے۔ اگر وہ معاف کر دے تو معاف ہو جائے گا جیسے دیت میں وارث معاف کر دے تو معاف ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۴ حد لگنے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ مقذوف محصن ہو، اس آیت کی بنا پر جو ہم نے تلاوت کی۔

(۲۵۸۷)قَالَ وَيُفَرَّقُ عَلٰى أَعْضَائِهِ ۔ لِمَا مَرَّ فِيْ حَدِّ الزِّنَاءِ (۲۵۸۸) وَلَايُجَرَّدُ مِنْ ثِيَابِهِ ، لِ لِأَنَّ سَبَبَهُ غَيْرُ مَقْطُوْعٍ بِهِ فَلَايُقَامُ عَلَى الشِّدَّةِ، بِخِلَافِ حَدِّ الزِّنَاءِ غَيْرَ أَنَّهُ يُنْزَعُ عَنْهُ الْفَرْوُ وَالْحَشْوُ، لِأَنَّ ذٰلِکَ يَمْنَعُ إِيْصَالَ الْأَلَمِ بِهِ،

تشریح: اگر مقذوف محصن نہیں ہے تو اس پر تہمت لگانے کو حد نہیں لگے گی، البتہ تعزیر کی جائے گی۔ کیونکہ آیت میں ہے کہ محصنات کو تہمت لگائی تو حد لگے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ مقذوف محصن نہ ہو تو حد نہیں لگے گی

وجہ: آیت یہ ہے۔ والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتو باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئک هم الفاسقون ۔(آیت ۴، سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ محصنات پر تہمت لگائی تو اسی کوڑے حد لگے گی۔

ترجمہ: (۲۵۸۷) مجرم کے اعضاء پر تفریق کر کے مارے۔

ترجمہ: ل جیسا کہ حد زنا میں تفصیل سے گزرا کہ عضو کے متفرق جگہ پر کوڑے مارے۔

وجہ: پہلے قول صحابی گزر چکا ہے. عن.... قال اتی علیاؓ رجل فی حد فقال اضرب واعط کل عضو حقه واجتنب وجهه ومذاکیره (مصنف عبد الرزاق، باب ضرب الحدود وهل ضرب النبی ﷺ بالسوط ج سابع ص ۲۹۶، نمبر ۱۳۵۸۷) اس عمل صحابی سے معلوم ہوا کہ مختلف اعضاء پر مارے۔

ترجمہ: (۲۵۸۸) مجرم کا کپڑا نہ اتارے علاوہ یہ کہ اس سے پوستین اور روئی بھرا ہوا کپڑا اتارے۔ [اس لئے کہ حد قذف کا سبب یقینی نہیں ہے اس لئے شدت کے ساتھ حد جاری نہیں کی جائے گی، بخلاف حد زنا کہ [اس میں کوڑا شدت کے ساتھ مارا جائے گا۔] یہ اور بات ہے کہ اس سے پوستین، اور روئی کا موٹا کپڑا اتار دیا جائے گا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ اس کے رہتے ہوئے تکلیف نہیں ہوگی۔

تشریح: کوڑا لگاتے وقت مجرم سے کپڑا نہ اتارے، قمیص وغیرہ پہنے ہوئے ہی کوڑا لگائے۔ البتہ موٹا کپڑا اور پوستین اتروا لے تا کہ کوڑا لگ سکے۔

وجہ: (۱) اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ تہمت لگانے والا سچ بول رہا کہ واقعی زنا کیا ہے، لیکن اس پر چار گواہ قائم نہ کر سکا اس لئے اس پر حد جاری کی جارہی ہے، اس لئے اس میں کوڑا آہستہ مارا جائے گا، زنا کی طرح سخت نہیں مارا جائے گا۔ (۲) اس قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔ سألت المغیرة بن شعبة عن القاذف انتزع عنه ثیابه؟ قال لا لاتنزع عنه الا ان یکون فروا او محشوا (مصنف عبد الرزاق، باب وضع الرداء ج سابع ص ۲۹۹، نمبر ۱۳۵۹۶ / مصنف ابن ابی شیبة

(۲۵۸۹) وَإِنْ كَانَ الْقَاذِفُ عَبْدًا جُلِدَ أَرْبَعِيْنَ سَوْطًا ۱ لِمَكَانِ الرِّقِّ،

(۲۵۹۰) وَالْإِحْصَانُ أَنْ يَكُوْنَ الْمَقْذُوْفُ حُرًّا عَاقِلًا بَالِغًا مُسْلِمًا عَفِيْفًا عَنْ فِعْلِ الزِّنَاءِ. ۱

أَمَّا الْحُرِّيَّةُ فَلِأَنَّهُ يُطْلَقُ عَلَيْهِ اسْمُ الإِحْصَانِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ أَيْ الْحَرَائِرِ﴾ (سورة النور ۲۴: ۴)،

---

۳۸ فی الزانیۃ والزانی تخلع عنھما ثیابھما او یضر بان فیھا ج خامس ص۴۹۲ نمبر ۲۸۳۲۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوڑا لگاتے وقت موٹا کپڑا اتروادے باقی کپڑے نہ اتارے۔

ترجمہ: (۲۵۸۹) اگر غلام ہو تو اس کو چالیس کوڑے لگائیں گے۔

ترجمہ: ۱ غلام ہونے کی وجہ سے سزا آدھی ہو جائے گی۔

وجہ: (۱) پہلے گزر چکا ہے کہ غلام کی سزا آزاد کی سزا سے آدھی ہے۔ اس لئے آزاد کو اسی کوڑے لگائیں گے تو غلام باندی کو چالیس کوڑے لگائے جائیں گے۔ آیت یہ ہے۔ فان اتین بفاحشة فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب (آیت ۲۵، سورۃ النساء۴) (۲) قول صحابی میں ہے۔ قال ادرکت عمر بن الخطابؓ وعثمان بن عفانؓ والخلفاء هلم جرا ما رأیت احدا جلد عبدا فی فریة اکثر من اربعین ۔ (سنن للبیہقی، باب العبد یقذف حراج ثامن ص ۴۳۸ نمبر ۱۷۱۳۹ مصنف عبد الرزاق، باالعبد یفتری علی الحرج سابع ص ۳۵۰، نمبر ۱۳۸۶۷) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ غلام یا باندی تہمت لگائے تو ان کو چالیس کوڑے حد قذف لگائی جائے گی۔

ترجمہ: (۲۵۹۰) محصن ہونا یہ ہے کہ مقذوف آزاد ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، مسلمان ہو زنا کے فعل سے پاک دامن ہو۔

تشریح: آیت میں گزرا کہ محصن مرد یا محصنہ عورت کو زنا کی تہمت لگائے تو تہمت لگانے والے کو حد لگے گی۔ یہاں فرماتے ہیں کہ محصن مرد یا محصنہ عورت کس کو کہیں گے۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ جو آزاد ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، مسلمان ہو اور زنا سے پاک ہو اس کو محصن کہتے ہیں۔

وجہ: ہر ایک شرط کی تفصیل کتاب الحدود مسئلہ نمبر ۲۵۱۵ میں گزر چکی ہے اور دلائل بھی گزر چکے ہیں وہاں دیکھ لیں۔

ترجمہ: ۱ آزاد ہونا اس لئے ہے کہ آزاد پر ہی احصان کا لفظ بولا جاتا ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا، فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب، اور اس آیت میں محصنات سے مراد آزاد ہیں۔

تشریح: محصن ہونے کے لئے ایک شرط آزاد ہونا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت میں گزری کہ محصن پر زنا کی تہمت ڈالے گا تب اس کو اسی کوڑے لگیں گے، اور دوسری آیت سے پتہ چلتا ہے کہ آزاد کو محصن، کہتے ہیں، اس لئے محصن ہونے کے لئے آزاد

۲ وَالْعَقْلُ وَالْبُلُوْغُ، لِأَنَّ الْعَارَ لَايَلْحَقُ بِالصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ لِعَدَمِ تَحَقُّقِ فِعْلِ الزِّنَاءِ مِنْهُمَا، ۳ وَالْإِسْلَامِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ أَشْرَكَ بِاللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُحْصَنٍ، ۴ وَالْعِفَّةُ لِأَنَّ غَيْرَ الْعَفِيْفِ لَايَلْحَقُهُ الْعَارُ، وَكَذَا الْقَاذِفُ صَادِقٌ فِيْهِ،

ہونا شرط ہے۔

وجہ: آیت یہ ہے۔ فان اتین بفاحشة فعلیهن نصف ما علی المحصنات من العذاب (آیت ۲۵، سورۃ النساء ۴) اس آیت میں محصنات سے مراد آزاد عورت ہے۔

ترجمہ: ۲ آدمی عاقل اور بالغ ہو اس لئے کہ بچے اور مجنون کو عار نہیں ہوتی، کیونکہ ان سے زنا کا فعل نہیں ہوتا ہے۔

تشریح: محصن ہونے کے لئے دوسری اور تیسری شرط یہ ہے کہ آدمی عاقل اور بالغ ہو۔

وجہ: (۱) بچے اور مجنون کو عار نہیں ہوتی، کیونکہ ان دونوں سے زنا نہیں ہوتا، بچہ تو اس لئے کہ اس کو منی ہی نہیں ہے، اور مجنون زنا کرے بھی تو اس کو ہوش نہیں ہے اس لئے اس کا فعل زنا شمار نہیں ہوتا (۲) یہ دونوں شریعت کا مخاطب نہیں ہیں۔ عن علیؓ عن النبی ﷺ قال رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یعقل (ابوداؤد شریف، باب فی المجنون یسرق او یصیب ص ۲۵۶ نمبر ۴۴۰۳) اس حدیث میں ہے کہ بچہ اور مجنون شریعت کا مخاطب نہیں ہیں۔

ترجمہ: ۳ محصن ہونے کے لئے مسلمان ہونا بھی شرط ہے، حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ مشرک محصن نہیں ہے۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ قال من اشرک بالله فلیس بمحصن (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۱۰۷ نمبر ۳۲۶۶ / سنن للبیہقی، باب من قال من اشرک باللہ فلیس بمحصن ج ثامن ص ۳۷۵ نمبر ۱۶۹۳۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرک محصن نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴ محصن ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ آدمی پاک دامن ہو، اس لئے کہ جو پاک دامن نہیں ہوتا اس کو عار محسوس نہیں ہوتی، اور اس کو تہمت لگانے والا سچا ہے

تشریح: زنا سے پاکدامن کا مطلب یہ ہے کہ اس نے نہ کبھی زنا کیا ہو نہ وطی بالشبہ کیا ہو اور نہ نکاح فاسد کیا ہو تو اس کو زنا سے پاکدامن کہتے ہیں۔

وجہ: (۱) جو لوگ ان میں سے ایک بھی کر چکا ہو اس کو زنا کی تہمت لگانے سے عار نہیں ہوتی کیونکہ وہ تو اس کام میں مبتلا ہے (۲) دوسری بات یہ ہے کہ جو اس کو تہمت لگا رہا ہے وہ اپنی بات میں سچا ہے۔ (۳) قول تابعی میں ہے کہ نکاح فاسد بھی کر کے

(۲۵۹۱) وَمَنْ نَفَى نَسَبَ غَيْرِهٖ وَقَالَ لَسْتَ لِأَبِيْکَ فَكِنَّهٗ يُحَدٌّ ۱؎ وَهٰذَا إِذَا كَانَتْ أُمُّهٗ حُرَّةً مُسْلِمَةً، لِأَنَّهٗ فِي الْحَقِيْقَةِ قَذْفٌ لِأُمِّهٖ، لِأَنَّ النَّسَبَ إِنَّمَا يَنْفِيُ عَنِ الزَّانِيْ لَا عَنْ غَيْرِهٖ.

(۲۵۹۲) وَمَنْ قَالَ لِغَيْرِهٖ فِيْ غَضَبٍ لَسْتَ بِابْنِ فُلَانٍ لِأَبِيْهِ الَّذِيْ يُدْعٰى لَهٗ يُحَدُّ، وَلَوْ قَالَ فِيْ غَيْرِ غَضَبٍ لَايُحَدُّ، ۱؎ لِأَنَّ عِنْدَ الْغَضَبِ يُرَادُ بِهٖ حَقِيْقَةً سَبًّا، لَهٗ، وَفِيْ غَيْرِهٖ يُرَادُ بِهِ الْمُعَاتَبَةُ بِنَفْيِ

وطی کیا ہوتو وہ محصن نہیں ہوتا۔عن عطاء فی رجل تزوج بامرأۃ ثم دخل بها فاذا هی اختہ من الرضاعة قال ليس باحصان وقاله معمر عن قتادة . (مصنف عبدالرزاق، باب ھل یکون النکاح الفاسد احسانا؟ ج سابع ص ۲۴۴، نمبر ۱۳۳۷۰) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ نکاح فاسد کر کے نکاح کرے تب بھی وہ محصن باقی نہں رہتا تو زنا کیا ہو یا وطی بالشبہ کیا ہوتو کیسے محصن باقی رہے گا؟

ترجمہ:(۲۵۹۱) جس نے کسی کے نسب کی نفی کی، پس کہا تم اپنے باپ کا نہیں ہو۔

تشریح : کہا کہ تم اپنے باپ کا بیٹا نہیں ہو یعنی تمہاری ماں نے زنا کرایا ہے اس سے تم پیدا ہوئے ہو۔پس اگر ماں زندہ ہوتی تو وہ حد کا، طالبہ کرتی تب حد لگتی کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ مقذوف کے مطالبے کے بعد حد لگے گی۔لیکن ماں مر چکی ہے اور وہ بھی محصنہ تھی تو اب بیٹے کو حد کے مطالبے کا حق ہوگا۔

وجه :اثر میں ہے۔قال عبد الله لا حد الا على رجلين رجل قذف محصنة او نفى رجلا من ابيه وان كانت امه امة (مصنف ابن ابی شیبة ۲۵ فی الرجل ینفی الرجل من ابیہ وامہ ج خامس ص ۴۸۴ نمبر ۲۸۲۳۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی باپ سے نسب کی نفی کرے تو اس کے مطالبے پر حد لازم ہوگی۔اور اسی میں یہ آیا کہ اس کی ماں کو زنا کے ساتھ متہم کرے تو بیٹے کو حد کے مطالبے کا حق ہوگا۔

ترجمہ ۱؎ یہ حد اس وقت لگے گی کہ اس کی ماں آزاد ہو مسلمان ہو، اس لئے کہ حقیقت میں ماں کو تہمت ڈالی ہے، اس لئے کہ زانی سے نسب کی نفی کی جاتی ہے دوسرے سے نہیں۔

تشریح :یہ حد اس وقت لگے گی جبکہ اس کی ماں آزاد عورت ہو اور مسلمان ہو، کیونکہ حقیقت میں اس نے اس کی ماں پر زنا کی تہمت ڈالی ہے، وہ محصنہ ہوگی تب ہی قاذف کو حد لگے گی۔

ترجمہ :(۲۵۹۲) کسی نے دوسرے سے غصے میں کہا کہ تم فلاں کا بیٹا نہیں ہو، اس کے اس باپ کے بارے میں کہا جس کی طرف وہ منسوب تھا تو حد لگے گی، اور اگر غصے کے علاوہ میں کہا تو حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ ۱؎ اس لئے کہ غصے میں حقیقت میں گالی دینا ہوتا ہے، اور غصے کے علاوہ میں عتاب کرنا مقصود ہوتا ہے، کہ مروت

مُشَابَهَتِهِ أَبَاهُ فِيْ أَسْبَابِ الْمُرَوَّةِ، (۲۵۹۳) وَلَوْ قَالَ لَسْتَ بِابْنِ فُلَانٍ يَعْنِيْ جَدَّهُ لَمْ يُحَدَّ، ل ۱ لِأَنَّهُ صَادِقٌ فِيْ كَلَامِهِ، وَلَوْ نَسَبَهُ إِلَى جَدِّهِ لَايُحَدُّ أَيْضًا لِأَنَّهُ قَدْ يُنْسَبُ إِلَيْهِ مَجَازًا، (۲۵۹۴) وَلَوْ قَالَ لَهُ يَا ابْنَ الزَّانِيَةِ وَأُمُّهُ مَيِّتَةٌ مُحْصِنَةٌ فَطَالَبَ الْاِبْنُ بِحَدِّهِ حُدَّ الْقَاذِفُ، ۱ لِأَنَّ قَذْفَ مُحْصِنَةٍ بَعْدَ مَوْتِهَا (۲۵۹۵) وَلَايُطَالَبُ بِحَدِّ الْقَاذِفِ لِلْمَيِّتِ إِلَّا مَنْ يَقَعُ الْقَدْحُ فِيْ نَسَبِهِ بِقَذْفِهِ وَهُوَ الْوَالِدُ وَالْوَلَدُ،

کے اسباب میں تم باپ جیسا نہیں ہو۔

تشریح: لست بابن فلاں، کے دو مطلب ہیں [۱] اگر غصے میں کہا تو اس کا مطلب گالی دینا اور اس کی ماں کو زانیہ قرار دینا ہے اس لئے حد لگے گی، اس وقت لفظ کا ترجمہ ہے کہ تم باپ کا بیٹا نہیں ہو [۲] اور خوشی کے موقع پر کہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اخلاق مندی میں تم باپ کی طرح نہیں ہو، اس لئے حد نہیں لگے گی۔

وجہ: سب: گالی دینا۔ معاتبۃ: عتاب کرنا، تنبیہ کرنا۔ مروۃ: اخلاق مندی، مروت کی بات۔

ترجمہ: (۲۵۹۳) اور اگر دادا کے بارے میں کہا کہ تم اس کا بیٹا نہیں ہو تو حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ اپنے کلام میں سچا ہے [کہ وقعی یہ دادا کا بیٹا نہیں ہے]

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۲ اور اگر دادا کے بارے میں کہا کہ تم اس کا بیٹا ہے تب بھی حد نہیں لگے گی، اس لئے کہ مجازا دادا کو باپ کہا جاتا ہے۔

دادا کا نام زید تھا، کسی نے کہا کہ تم زید کا بیٹا ہو تب بھی حد نہیں لگے گی، کیونکہ مجازا دادا کو بھی باپ کہتے ہیں۔

ترجمہ: (۲۵۹۴) اور اگر کہا کہ اے زانیہ کے بیٹے، اور اس کی ماں مر چکی تھی، اور وہ محصنہ تھی، پس بیٹے نے حد کا مطالبہ کیا تو تہمت لگانے والے کو حد لگے گی۔

ترجمہ: اس لئے کہ ماں کی موت کے بعد تہمت لگائی ہے۔

اصول: قاعدہ یہ ہے کہ ماں زندہ ہو اور اس پر تہمت لگائی تو ماں کو ہی حد کے مطالبہ کا حق ہے، بیٹا حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا، لیکن ماں مر چکی ہو اس کے بعد تہمت لگائی تو اب اس کے بیٹے کو اور اس کے والد کو حد کے مطالبہ کرنے کا حق ہے، اس لئے بیٹا حد کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

ترجمہ: (۲۵۹۵) اور میت کے لئے حد قذف کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے مگر جس کے نسب میں فرق آتا ہو تہمت لگانے سے۔ وہ والد اور بچے ہیں۔

تشریح: تہمت لگانے سے جس کے نسب میں فرق آتا ہو وہ میت کی جانب سے حد قذف کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اور یہ حق

۱؎ لِأَنَّ الْعَارَ يَلْتَحِقُ بِهٖ لِمَكَانِ الْجُزْئِيَّةِ فَيَكُوْنُ الْقَذْفُ مُتَنَاوِلًا لَهُ مَعْنًى.

۲؎ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَثْبُتُ حَقُّ الْمُطَالَبَةِ لِكُلِّ وَارِثٍ، لِأَنَّ حَدَّ الْقَذْفِ يُوْرَثُ عِنْدَهُ عَلٰى مَانُبَيِّنُ، ۳؎ وَعِنْدَنَا وِلَايَةُ الْمُطَالَبَةِ لَيْسَ بِطَرِيْقِ الْإِرْثِ بَلْ لِمَا ذَكَرْنَاهُ وَلِهٰذَا يَثْبُتُ عِنْدَنَا لِلْمَحْرُوْمِ عَنِ الْمِيْرَاثِ بِالْقَتْلِ وَيَثْبُتُ لِوَلَدِ الْبِنْتِ كَمَا يَثْبُتُ لِوَلَدِ الْاِبْنِ،

فروع میں بیٹے اور اصول میں باپ کو ہے۔ مثلا کہا کہ تمہاری ماں زانیہ تھی اور ماں مر چکی ہے تو اس سے خود اس آدمی کے نسب میں فرق آتا ہے کہ اس کو حرامی کہہ رہا ہے اور بغیر باپ کے بیٹے ہوا ایسا کہہ رہا ہے اس لئے بیٹا انتقال شدہ ماں کی جانب سے حد کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ میت کو زانی کہنے سے بیٹے کے علاوہ کسی اور کے نسب میں فرق نہیں آتا۔

وجه: قول صحابی میں ہے۔ قال عبد الله لا حد الا علی رجلین رجل قذف محصنة او نفی رجلا من ابیه وان کانت امه امة (مصنف ابن ابی شیبة ۲۵ فی الرجل ینفی الرجل من ابیہ وامہ ج خامس ص ۴۸۴ نمبر ۲۸۲۳۲) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ کوئی باپ سے نسب کی نفی کرے تو اس کے مطالبے پر حد لازم ہوگی۔

اصول: نسب میں جسکو عار ہوتی ہے وہی حد کا مطالبہ کر سکتا ہے، مثلا بیٹا، پوتا، باپ، دادا، یہ حق میراث کے طور پر نہیں ہوگا،

لغت: القدح : عیب، عار۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ جزئیت کی وجہ سے اس کو عار ہوگی، اس لئے معنوی طور پر اس کو بھی تہمت لگائی۔

تشریح: بیٹا ماں کا جز ہے اس لئے ماں پر تہمت لگانے کی وجہ سے بیٹے کو بھی شرمندگی ہوگی، اس لئے گویا کہ بیٹے پر بھی تہمت لگائی اس لئے وہ حد کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

ترجمه: ۲؎ امام شافعیؒ کے نزدیک ہر وارث کو مطالبے کا حق ہے اس لئے کہ انکے یہاں حد قذف میں وراثت ہوتی ہے، جیسا کہ ہم بعد میں بیان کریں گے۔

تشریح: امام شافعیؒ کے یہاں جن لوگوں کو وراثت ملتی ہے ان لوگوں کو حد قذف کے مطالبے کا حق ہے، ان کے یہاں حد قذف میں وراثت جاری ہوتی ہے۔

ترجمه: ۳؎ اور ہمارے یہاں مطالبے کی ولایت وراثت کے طور پر نہیں ہے بلکہ اس طور پر ہے جس کو ہم نے ذکر کیا، یعنی عار لاحق ہونے کے طور پر، یہی وجہ ہے کہ قتل کی وجہ سے جو بیٹا میراث سے محروم ہو اس کو بھی حد قذف کے مطالبے کا حق ہوتا ہے، اور نواسے کو بھی حق ہوتا ہے جیسے پوتے کو حق ہوتا ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کے یہاں جس کو عار ہوتی ہے اس کو مطالبے کا حق ہوتا ہے، وراثت کے طور پر نہیں، چنانچہ بیٹا اگر ماں

۴؎ خِلافًا لِمُحَمَّدٍ رَحِمَةُ اللّٰهِ عَلَيْه ۵؎ وَيَثْبُتُ لِوَلَدِ الْوَلَدِ حَالَ قِيَامِ الْوَلَدِ خِلافًا لِزُفَرَ رَحِمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ.

(۲۵۹۶) وَ إِذَا كَانَ الْمَقْذُوْفُ مُحْصَنًا جَازَ لِابْنِهِ الْكَافِرِ وَالْعَبْدِ أَنْ يُطَالِبَ بِالْحَدِّ،

کا قاتل ہوتو اس کو وراثت نہیں ملتی، لیکن اس کو حد قذف کے مطالبے کا حق ہوتا ہے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ نواسا کو وراثت نہیں ملتی لیکن اس کو حد قذف کے مطالبے کا حق ہوتا ہے، جس سے پتہ چلا کہ وراثت کے طاور پر نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴؎ ،خلاف امام محمدؒ کے۔

تشریح :امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ نواسے کو حد قذف کے مطالبے کا حق نہیں ہے۔

وجہ :اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ نواسا اپنے باپ دادے کی طرف منسوب ہوتا ہے، اور اسی سے نسب چلتا ہے، نانا کی طرف منسوب نہیں ہوتا، اس لئے اس کو عار نہیں ہوگا اس لئے مطالبے کا بھی حق نہیں ہوگا۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ نانا کی طرف بھی منسوب ہوتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے، نجیب الطرفین، اس لئے نانا کو گالی دینے سے بھی عار ہوتی ہے اس لئے نواسے کو بھی مطالبے کا حق ہوگا۔

ترجمہ: ۵؎ اور بیٹا کے موجودگی میں پوتے کو بھی مطالبے کا حق ہوتا ہے، امام زفرؒ اس کے خلاف ہیں۔

تشریح :بیٹا موجود ہواس کے باوجود پوتا حد قذف کا مطالبہ کرے تو ہمارے یہاں کرسکتا ہے، امام زفرؒ کے یہاں بیٹے کی موجودگی میں پوتا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

وجہ :ہمارا نظریہ یہ ہے کہ عار جس طرح بیٹے کو ہوتی ہے اسی طرح پوتے کو بھی ہوتی ہے، اس لئے بیٹے کی موجودگی پوتا بھی حد قذف کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ خود مقذوف موجود ہو تو بیٹا مطالبہ نہیں کرسکتا، اسی طرح بیٹا موجود ہو جو اہم ہے تو پوتا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

ترجمہ :(۲۵۹۶) اگر مقذوف محصن ہو تو اس کے کافر بیٹے یا غلام بیٹے کے لئے بھی جائز ہے کہ حد کا مطالبہ کرے۔

اصول: جس پر تہمت لگائی اس کا محصن ہونا ضروری ہے، جو د کا مطالبہ کر رہا اس کا محصن ہونا ضروری نہیں ہے۔

تشریح :ماں محصنہ تھی اور انتقال کر گئی تھی۔ اس کو کسی نے تہمت ڈالا تو چاہے بیٹا کافر ہو یا غلام ہو پھر بھی ان دونوں کو حد قذف کے مطالبے کا حق ہوگا۔

وجہ :(۱) خود بیٹا پر تہمت ڈالتا تو حد کا مطالبہ نہیں کرسکتا کیونکہ وہ محصن نہیں ہے کیونکہ وہ کافر ہے یا غلام ہے۔ لیکن یہاں زنا کی تہمت اس کی ماں پر ہے بیٹے پر نہیں ہے۔ وہ تو صرف حد کا مطالبہ کرنے والا ہے اور کافر بیٹے یا غلام بیٹے کو حد کے مطالبہ کا

۱؎ خِلافًا لِزُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهِ عَلَيْهِ هُوَ يَقُوْلُ الْقَذْفُ يَتَنَاوَلُهُ مَعْنًى لِرُجُوْعِ الْعَارِ إِلَيْهِ وَلَيْسَ طَرِيْقُهُ الْإِرْثُ عِنْدَنَا فَصَارَ كَمَا إِذَا كَانَ مُتَنَاوِلًا لَهُ صُوْرَةً و مَعْنًى. ۲؎ وَلَنَا أَنَّهُ عَيَّرَهُ بِقَذْفِ مُحْصَنٍ فَيَأْخُذُهُ بِالْحَدِّ، وَهٰذَا لِأَنَّ الْإِحْصَانَ الَّذِيْ يُنْسَبُ إِلَى الزِّنَاءِ شَرْطٌ لِيَقَعَ تَعْيِيْرًا عَلَى الْكَمَالِ ثُمَّ يَرْجِعُ هٰذَا التَّعْيِيْرُ الْكَامِلُ إِلٰى وَلَدِهِ، ۳؎ وَالْكُفْرُ لَايُنَافِيْ أَهْلِيَّةَ الْاِسْتِحْقَاقِ، ۴؎ بِخِلَافِ ملا إِذَا تَنَاوَلَهُ الْقَذْفُ نَفْسُهُ، لِأَنَّهُ لَمْ يُوْجَدِ التَّعْيِيْرُ عَلَى الْكَمَالِ لِفَقْدِ الْإِحْصَانِ فِي الْمَنْسُوْبِ إِلَى الزِّنَائش،

حق ہے۔اور چونکہ ماں جس پر اصل میں تہمت ڈالی ہے محصنہ ہے اس لئے تہمت لگانے والے کو حد لگے گی۔(۲) قول تابعی میں ہے۔ سألت الزهری عن رجل نفی رجلا من اب له فی الشرک فقال علیه الحد لانه نفاه من نسبه (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۴۰ فی الرجل ینفی الرجل من اب لہ فی الشرک ج خامس، ص ۵۴۶ نمبر ۲۸۸۷۶) اس قول تابعی میں ہے کہ بیٹا مشرک ہو اور ماں پر تہمت ڈالی ہو تو اس کو حد لگائی۔

ترجمہ:۱؎ خلاف امام زفرؒ کے وہ فرماتے ہیں کہ بیٹے کو بھی معنوی طور پر تہمت لگانا شامل ہے، کیونکہ اس کو بھی شرمندگی ہوتی ہے، اور ہمارے یہاں ارث کے طور پر تو ہے نہیں، تو ایسا ہوا کہ صورت اور معنی کے اعتبار سے بیٹے کو بھی تہمت ڈالی، اس لئے اس کا بھی محصن ہونا ضروری ہے۔

اصول:امام زفرؒ کے یہاں مطالبہ کرنے والے کا بھی محصن ہونا ضروری ہے۔

تشریح :امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا کافر ہو یا غلام ہو تو ماں کے لئے حد قذف کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

وجہ :اسکی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ تہمت جس طرح ماں کو شامل ہے، عار کی وجہ سے بیٹے کو بھی صورت اور معنی کے اعتبار سے شامل ہے اسلئے اسکا بھی محصن ہونا ضروری ہے، اور یہ کافر، یا غلام ہونے کی وجہ سے محصن نہیں ہے اسلئے یہ حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

ترجمہ :۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ محصن پر تہمت ڈال کر خود بیٹے کو عار دلایا اس لئے وہ حد کا مطالبہ کر سکتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس پر تہمت ڈالی اس کا محصن ہونا شرط ہے، تا کہ پورے طور پر عار ہو پھر یہ کامل عار بیٹے کی طرف منتقل ہوگی۔

تشریح :ہماری دلیل یہ ہے کہ جس پر تہمت ڈالی وہ محصن ہے جسکی وجہ سے اس میں کامل عار ہوئی، اور وہ عار بیٹے کی طرف منتقل ہوئی، اس لئے وہ حد کا مطالبہ کر سکتا ہے

ترجمہ:۳؎ اور کفر حد کے مطالبہ کرنے کے منافی نہیں ہے۔

تشریح: کافر بیٹا حد قذف کا مطالبہ کر سکتا ہے، یہ مطالبہ کفر کے منافی نہیں ہے

ترجمہ :۴؎ بخلاف تہمت خود کافر بیٹے پر ڈالی تو حد نہیں لگے گی، اس لئے کہ احصان نہ ہونے کی وجہ سے زنا کی تہمت سے

(۲۵۹۷) وَلَيْسَ لِلْعَبْدِ أَنْ يُطَالِبَ مَوْلَاهُ بِقَذْفِ أُمِّهِ الْحُرَّةِ وَلَا لِلِابْنِ أَنْ يُطَالِبَ أَبَاهُ بِقَذْفِ أُمِّهِ الْحُرَّةِ الْمُسْلِمَةِ، ١؎ لِأَنَّ الْمَوْلٰى لَايُعَاقَبُ بِسَبَبِ عَبْدِهٖ وَكَذَا الْأَبُ بِسَبَبِ ابْنِهٖ وَلِهٰذَا لَايُقَادُ الْوَالِدُ بِوَلَدِهٖ وَلَاالسَّيِّدُ بِعَبْدِهٖ، ٢؎ وَلَوْكَانَ لَهَا ابْنٌ مِنْ غَيْرِهٖ لَهُ أَنْ يُطَالِبَ لِتَحَقُّقِ السَّبَبِ وَانْعِدَامِ الْمَانِعِ.

پوری عار نہیں ہوئی۔

تشریح: خود بیٹے پر تہمت ڈالی اور وہ کافر ہے تو وہ حد کا مطالبہ نہیں کرسکتا، کیونکہ محصن نہ ہونے کی وجہ سے اس کو کامل عار نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۲۵۹۷) جائز نہیں ہے غلام کے لئے کہ مطالبہ کرے اپنے آقا پر اپنی آزاد ماں کی تہمت کی حد کا۔ اور نہ بیٹے کو حق ہے کہ اپنے باپ سے آزاد مسلمان ماں کی حد قذف کا مطالبہ کرے۔

ترجمہ: ١؎ اس لئے کہ غلام کی وجہ سے آقا پر سزا نہیں ہوتی، ایسے ہی باپ کو بیٹے کی وجہ سے سزا نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ بیٹے کو قتل کرنے کی بنا پر باپ پر قصاص نہیں ہوتا، اور نہ غلام کے قتل سے آقا پر قصاص ہوتا ہے۔

تشریح: آقا نے اپنے غلام کی آزاد ماں پر زنا کی تہمت لگائی، ماں مرچکی تھی۔ اب غلام چاہے کہ اپنی ماں پر تہمت لگانے کی وجہ سے آقا کو حد قذف لگوائے تو اس کا حق نہیں ہے۔ اسی طرح باپ نے بیوی پر تہمت لگائی اور بیٹا اس کا مطالبہ کرے تو بیٹے کی وجہ سے باپ پر حد قذف نہیں لگے گی، جیسے آقا غلام کو قتل کردے تو آپ پر قصاص نہیں ہے، یا باپ بیٹے کو قتل کردے تو باپ پر قصاص نہیں ہے، کیونکہ احترام مانع ہے۔

وجہ: (۱) ماں اگرچہ آزاد تھی۔ وہ زندہ ہوتی اور حاکم سے حد کا مطالبہ کرتی تو کرسکتی تھی۔ لیکن غلام اپنے آقا کے خلاف حد کا مطالبہ نہیں کرسکتا ہے۔ کیونکہ آقا کا احترام مانع ہے (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ باپ بیٹے کو تہمت لگائے تو بیٹا باپ کے خلاف حد کا مطالبہ نہیں کرسکتا اسی طرح غلام آقا کے خلاف حد کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔ عن عطاء فی الرجل یقذف ابنه فقال لا یجلد (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۴ فی الرجل یقذف ابنہ ماعلیہ؟ ج خامس ص ۴۸۴ نمبر ۲۸۲۳۰ رمصنف عبد الرزاق، باب الاب یفتری علی ابنہ ج سابع ص ۳۵۲، نمبر ۱۳۸۸۱) اس اثر میں ہے کہ بیٹا باپ کے خلاف حد کا مطالبہ نہیں کرسکتا جبکہ وہ آزاد ہے اسی پر قیاس کرتے ہوئے غلام آقا کے خلاف حد کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

ترجمہ: ٢؎ اور اگر بیٹا اس باپ کا نہیں ہے اور وہ مطالبہ کرے تو حد لگے گی اسلئے کہ تہمت متحقق ہے اور بیٹا ہونے کا مانع نہیں ہے۔

تشریح: بیٹا اس باپ سے نہیں تھا بلکہ دوسرے باپ سے تھا اور اس سوتیلے باپ نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی تو یہ بیٹا اپنی ماں کی حد کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

وجہ: یہ بیٹا اس باپ سے نہیں ہے اس لئے باپ ہونے کا احترام نہیں ہے، اور اس نے تہمت ڈالی ہے اس لئے بیٹے کے لئے

(۲۵۹۸)وَمَنْ قَذَفَ غَيْرَهُ فَمَاتَ الْمَقْذُوْفُ بَطَلَ الْحَدُّ،(وقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَايَبْطُلُ،) وَلَوْمَاتَ بَعْدَ مَا أُقِيمَ بَعْضُ الْحَدِّ بَطَلَ الْبَاقِي عِنْدَنَا ١؎ خِلَافًا لَهُ بِنَاءً عَلٰى أَنَّهُ يُوْرَثُ عِنْدَهُ وَعِنْدَنَا لَايُوْرَثُ، ٢؎ وَلَاخِلَافَ أَنَّ فِيهِ حَقَّ الشَّرْعِ وَحَقَّ الْعَبْدِ فَإِنَّهُ شُرِعَ لِدَفْعِ الْعَارِعَنِ الْمَقْذُوْفِ وَهُوَ الَّذِي يَنْتَفِعُ بِهِ عَلَى الْخُصُوْصِ فَمِنْ هٰذَاالْوَجْهِ حَقُّ الْعَبْدِ، ٣؎ ثُمَّ أَنَّهُ شُرِعَ زَاجِرًاوَمِنْهُ سُمِّيَ حَدًّا، وَالْمَقْصُوْدُ مِنْ شَرْعِ الزَّاجِرِ إِخْلَاءُ الْعَالَمَ عَنِ الْفَسَادِ،وَهٰذَاآيَةُ حَقِّ الشَّرْعِ،وَبِكُلِّ ذٰلِكَ تَشْهَدُ الْأَحْكَامُ،

حد کے مطالبہ کرنے کا حق ہے۔

لغت:تحقق السبب :سبب متحقق ہے،یعنی تہمت ڈالی ہے۔انعدام المانع :چونکہ یہ بیٹا نہیں ہے اس لئے احترام مانع نہیں ہے۔

ترجمہ :(۲۵۹۸)دوسرے کو زنا کی تہمت لگائی اور وہ مرگیا تو حد باطل ہو جائے گی[امام شافعیؒ کے نزدیک حد باطل نہیں ہوگی وارث حد کا مطالبہ کرسکتا ہے]اور اگر کچھ حد جاری کی تھی کہ مقذوف مرگیا تو باقی حد باطل ہو جائے گی۔

ترجمہ:١؎ ہمارے یہاں۔خلاف امام شافعیؒ کے،اس کی بنیاد یہ ہے کہ انکے نزدیک حد قذف کے مطالبے میں وراثت جاری ہوتی ہے،اور ہمارے یہاں وراثت جاری نہیں ہوتی۔

تشریح :مقذوف زندہ تھا اس حال میں اس کو تہمت لگائی،پھر وہ مرگیا تو دوسرا کوئی اس کا مطالبہ نہیں کرسکتا ہے،اسی طرح آدھی حد جاری کی تھی کہ مقذوف مرگیا تو باقی حد ساقط ہو جائے گی۔

وجہ :ہمارے یہاں حد قذف میں شرعی حق زیادہ ہے اس لئے اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی اس لئے دوسرا کوئی اس کا مطالبہ نہیں کرسکتا،پہلے جو بیٹا مطالبہ کررہا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ماں مرچکی تھی اس کے بعد کسی نے اس پر تہمت لگائی،تو بیٹا مطالبہ کرسکتا ہے،اور یہاں یہ ہے کہ ماں زندہ ہے اور اس پر کسی نے تہمت لگائی،اس کے بعد ماں مرگئی تو بیٹا بھی حد کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

ترجمہ :٢؎ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حد قذف میں شریعت کا بھی حق ہے،اور بندے کا بھی حق ہے،اسلئے کہ مقذوف سے عار دفع کرنے کیلئے مشروع ہوئی ہے،اور مقذوف اس سے خاص طور پر فائدہ اٹھاتا ہے،اس اعتبار سے بندے کا حق ہے۔

تشریح :حد قذف میں بندے کا بھی حق ہے اور شریعت کا بھی حق ہے۔اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ مقذوف سے عار کو دور کرنا ہے،اور مقذوف اس سے پورا فائدہ اٹھاتا ہے تو یہی بندے کا حق ہے

ترجمہ :٣؎ پھر یہ تنبیہ کے لئے مشروع ہوئی ہے اسی لئے اسکا نام حد[یعنی فساد سے روکنے والی چیز]اور تنبیہ کو مشروع کرنے کا مقصد دنیا کو فساد سے خالی کرنا ہے،اور یہ شریعت کے حق کی علامت ہے۔اور بہت سے احکام ہیں جن میں دونوں قسم کی علامتیں ہیں۔

٤ؔ وَإِذَا تَعَارَضَتِ الْجِهَتَانِ فَالشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ مَالَ إِلٰى تَغْلِيْبِ حَقِّ الْعَبْدِ تَقْدِيْمًا لِحَقِّ الْعَبْدِ بِاعْتِبَارِ حَاجَتِهٖ وَغِنَاءِ الشَّرْعِ، ٥ؔ وَنَحْنُ صِرْنَا إِلٰى تَغْلِيْبِ حَقِّ الشَّرْعِ، لِأَنَّ مَا لِلْعَبْدِ مِنَ الْحَقِّ يَتَوَلَّاهُ مَوْلَانَا فَيَصِيْرُ حَقُّ الْعَبْدِ مَرْعِيًّا بِهٖ، وَلَا كَذٰلِكَ عَكْسُهُ لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لِلْعَبْدِ فِي اسْتِيْفَاءِ حُقُوْقِ الشَّرْعِ إِلَّا نِيَابَةً، ٦ؔ وَهٰذَا هُوَ الْأَصْلُ الْمَشْهُوْرُ الَّذِيْ يَتَخَرَّجُ عَلَيْهِ الْفُرُوْعُ الْمُخْتَلَفُ فِيْهَا:

تشریح: حد قذف کی وجہ تہمت لگانے والے کو تنبیہ ہوتی ہے، اور آئندہ لگانے سے رکنے کا سبب ہوتا ہے، اور اس کا مقصد یہ کہ دنیا کو فساد سے خالی کیا جائے، ان علامتوں کی طرف دیکھا جائے تو یہ شریعت کا حق ہے، اس طرح کے بہت سے احکام ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بندے کا بھی حق ہے اور شریعت کا بھی حق ہے۔

لغت: زاجرا: زجر کرنا، تنبیہ کرنا۔ منہ: یہ نہی سے مشتق ہے، روکنا۔ آیۃ: علامت، نشانی۔

ترجمہ: ٤ؔ جب دونوں جہتیں متعارض ہوگئیں تو امام شافعیؒ بندے کی حق کو غالب کرنے کی طرف مائل ہوئے، بندے کے حق کو مقدم سمجھتے ہوئے، کیونکہ بندوں کو ضرورت ہے اور شریعت اس سے بے نیاز ہے۔

تشریح: حد قذف میں دونوں جہتیں ہیں اب امام شافعیؒ اس طرف مائل ہوئے کہ بندے کا حق اس میں زیادہ غالب ہے۔ کیونکہ شریعت کو اس کی ضرورت نہیں ہے اور بندے کو حد قذف کی ضرورت ہے اس لئے بندے کے حق کو غالب سمجھا۔

لغت: ۔غناء الشرع: ، یہ غنی سے مشتق ہے، شریعت کو اس کی ضرورت نہیں ہے

ترجمہ: ٥ؔ اور ہم شریعت کے حق کو غالب کرنے کی طرف گئے، اس لئے کہ اللہ تعالی کے حق میں بندوں کے حق کی رعایت ہوتی ہے، اور اس کے الٹے میں یہ بات نہیں ہوتی [یعنی بندے کے حق میں اللہ کے حق کی رعایت نہیں ہوتی] اس لئے کہ بندہ شریعت کے حق کو نیابت میں وصول کرتا ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ اس بات کی طرف گئے کہ حد قذف میں شریعت کا حق غالب ہے۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت کا حق لیں گے تو اس میں بندے کے حق کی بھی رعایت ہو جائے گی، جبکہ بندے کا حق لیں گے تو اس کے تحت میں اللہ کا حق نہیں آئے گا، اور بندہ جو شریعت کا حق وصول کرتا ہے وہ اللہ کا نائب بن کر وصول کرتا ہے۔

ترجمہ: ٦ؔ یہ مشہور قاعدے ہیں جن پر بہت سارے مختلف فیہ مسئلے متفرع ہوتے ہیں۔

تشریح: امام شافعیؒ کے نزدیک حد قذف میں بندے کا حق غالب ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اللہ کا حق غالب ہے، ان دو اصولوں پر کئی مسئلے متفرع ہیں۔ جن کا بیان آگے آ رہا ہے۔

۷ مِنهَا الإِرْثُ، إِذِالإِرْثُ يَجرِيْ فِيْ حُقُوْقِ الْعِبَادِ لَافِيْ حُقُوْقِ الشَّرْعِ، ۸ وَمِنهَا العَفْوُ، فَإِنَّهُ لَايَصِحُّ عَفوُ المَقْذُوْفِ عِنْدَنَاوَيَصِحُّ عِنْدَهُ، ۹ وَمِنهَا أَنَّهُ لَايَجُوْزُ الإِعْتِيَاضُ عَنْهُ ۱۰ وَيَجْرِيْ فِيْهِ التَّدَاخُلُ وَعِنْدَهُ لَايَجْرِيْ، ۱۱ وَعَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِي الْعَفْوِ مِثْلُ قَوْلِ الشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ،

ترجمه :۷ اس میں سے ایک مسئلہ حد قذف کا وارث ہونا ہے، اس لئے کہ بندے کے حقوق میں وراثت جاری ہوتی ہے ،شریعت کے حقوق میں نہیں۔

تشریح :امام شافعیؒ کے یہاں حد قذف بندے کا حق ہے اس لئے اس میں وراثت جاری ہوگی ،اور امام ابو حنیفہؒ کے یہاں یہ حقوق اللہ ہے اس لئے اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی ،یعنی وارث حد قذف کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

ترجمه :۸ دوسرا مسئلہ حد قذف کو معاف کرنا ہے، اس لئے کہ ہمارے نزدیک مقذوف کو معاف کرنا صحیح نہیں ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح ہے۔

تشریح :امام شافعیؒ کے یہاں قاذف مقذوف کو معاف کرنا چاہئے تو کرسکتا ہے، اور ہمارے یہاں حقوق اللہ ہے اس لئے معاف نہیں کرسکتا۔

ترجمه :۹ تیسرا مسئلہ حد قذف کے بدلے میں کوئی چیز لینا جائز ہیں [شافعیؒ کے یہاں جائز ہے]

تشریح :امام شافعیؒ کے نزدیک حقوق العباد ہے اس لئے اس کے بدلے میں کوئی چیز لینا چاہے تو لے سکتا ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حقوق اللہ ہے اس لئے اس کے بدلے میں کوئی چیز لینا چاہے تو نہیں لے سکتا۔

ترجمه :۱۰ چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک تداخل جائز ہے [یعنی کئی حد قذف کے لئے ایک ہی حد کافی ہے] اور شافعیؒ کے یہاں یہ جائز نہیں ہے [انکے یہاں ہر ہر تہمت کے لئے الگ الگ حد ضروری ہے]

تشریح :ایک آدمی نے چار آدمیوں کو تہمت لگائی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سب کے لئے ایک ہی حد کافی ہے، حد میں تداخل ہوجائے گا، کیونکہ یہ حقوق اللہ ہے جن میں تداخل ہوجاتا ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ حقوق العباد ہے اس لئے ہر تہمت پر الگ الگ حد لگے گی، حد میں تداخل نہیں ہوگا۔

ترجمه :۱۱ حد کو معاف کرنے کے بارے میں امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت امام شافعیؒ کی طرح ہے۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ امام شافعیؒ کی طرح ہے، یعنی مقذوف حد قذف کو معاف کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، کیونکہ انکے یہاں بھی یہ حقوق العباد ہے۔

۲ لے وَمِنْ أَصْحَابِنَا مَنْ قَالَ إِنَ الْغَالِبَ حَقُّ الْعَبْدِ وَخَرَّجَ الْأَحْكَامَ، وَالْأَوَّلُ أَظْهَرُ.

(۲۵۹۹) وَمَنْ أَقَرَّ بِالْقَذْفِ ثُمَّ رَجَعَ لَمْ يُقْبَلْ رُجُوعُهُ، لے لِأَنَّ لِلْمَقْذُوفِ فِيهِ حَقًّا فَيُكَذِّبُهُ فِي الرُّجُوعِ، بِخِلَافِ مَاهُوَ خَالِصُ حَقِ اللّٰهِ، لِأَنَّهُ لَامُكَذِّبَ لَهُ فِيهِ،

(۲٦۰۰) وَمَنْ قَالَ لِلْعَرَبِيِّ يَا نَبَطِيُّ لَمْ يُحَدَّ،

ترجمه: ۲ے ہمارے اصحاب میں سے کچھ نے کہا ہے کہ حد قذف میں بندے کا حق غالب ہے، اور اس قاعدے پر بہت سے احکام متفرع کئے ہیں، لیکن پہلا قول کہ [اللہ کا حق غالب ہے] زیادہ ظاہر ہے۔

تشریح: ہمارے اصحاب میں سے کچھ نے کہا کہ حد قذف میں حقوق العباد غالب ہے، اور اس قاعدے پر بہت سے احکام متفرع کئے ہیں۔لیکن پہلی روایت کہ یہ حقوق اللہ ہے زیادہ ظاہر ہے۔

ترجمه: (۲۵۹۹) اگر اقرار کیا تہمت لگانے کا پھر پھر گیا تو اس کا پھرنا قبول نہیں کیا جائے گا۔

ترجمه: لے اس لئے کہ اس میں مقذوف کا بھی حق ہے اس لئے رجوع کرنے میں مقذوف اس کو جھٹلائے گا، بخلاف اگر خالص اللہ کا حق ہو تو وہاں کوئی جھٹلانے والا نہیں ہے

تشریح: ایک آدمی نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں پر زنا کی تہمت لگائی ہے۔ بعد میں انکار کر گیا۔اس کے انکار کرنے سے حد ساقط نہیں ہوگی۔

وجه: (۱) یہ حد خالص حقوق اللہ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق بندے سے ہے اس لئے بندے کو جب معلوم ہو گیا کہ مجھ پر تہمت لگائی ہے تو وہ اب حد کا مطالبہ کرے گا۔اس لئے حد قذف ساقط نہیں ہوگی (۲) اثر میں ہے۔عن الزهری قال لو ان رجلا قذف رجلا فعفا و اشهد ثم جاء به الی الامام بعد ذلک اخذ له بحقه و لو مکث ثلاثین سنة (مصنف ابن ابی شیبة ۱۴۳ فی الرجل یفتری علیه ما قالوا فی عفوه عنه؟ ج خامس ص ۵۴٦ نمبر ۲۸۸۸۲) اس اثر میں ہے کہ جس پر تہمت ڈالا ہے وہ معاف کر دے اور اس پر گواہ بھی بنا دے پھر بھی اگر حد لگوانا چاہے تو لگوا سکتا ہے۔اسی طرح قاذف کے اقرار کے بعد رجوع کرنا چاہئے تو رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ یہ حقوق العباد ہے۔

ترجمه: (۲٦۰۰) اگر کسی نے عربی سے کہا اے نبطی تو حد نہیں لگے گی۔

تشریح: عربی آدمی سے کہا کہ اے نبطی تو گویا کہ اشارة یوں کہا کہ تیری ماں زانیہ ہے اور نبطی سے زنا کروایا ہے جس سے تم پیدا ہوئے ہو۔پھر بھی اس جملے کے کہنے والے کو حد نہیں لگے گی۔

وجه: (۱) اس میں صراحت سے زنا کی تہمت نہیں ہے بلکہ اشارے سے زنا کی تہمت ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ جب تک

لِ لِأَنَّهُ يُرَادُ بِه التَّشْبِيْهُ فِي الْأَخْلَاقِ أَوْ عَدَمُ الْفَصَاحَةِ، وَكَذَا إِذَا قَالَ لَسْتَ بِعَرَبِيٍّ لِمَا قُلْنَا.

(۲۶۰۱) وَمَنْ قَالَ لِرَجُلٍ يَا ابْنَ مَاءِ السَّمَاءِ فَلَيْسَ بِقَاذِفٍ، لِ لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ التَّشْبِيْهُ فِي الْجَوْدِ وَالسَّمَاحَةِ وَالصَّفَاءِ، لِأَنَّ مَاءَ السَّمَاءِ لُقِّبَ بِهٖ لِصَفَائِهٖ وَسَخَائِهٖ،

صراحت سے زنا کی تہمت نہ لگائے حد نہیں لگے گی۔(۲)عن القاسم بن محمد قال ما كنا نرى الجلد الا فى القذف البين والنفى البين (سنن للبیہقی، باب من قال لا حد الا فی القذف الصریح ج ثامن ص۴۴۰ نمبر ۱۷۱۴۵)اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ صریح طور پر تہمت لگائے تب حد لگے گی اور یہاں اشارے سے تہمت لگائی اس لئے حد نہیں لگے گی (۳)قول تابعی میں ہے۔عن الشعبى انه سئل عن رجل قال لرجل عربى يا نبطى !قال كلنا نبطى ليس فى هذا حدا (مصنف عبدالرزاق، باب القول سوی الفریۃ ج سابع ص۳۴۲،نمبر ۱۳۸۱۰)اس قول تابعی میں ہے کہ عربی کو نبطی کہا تو حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ:لِ اس لئے کہ اخلاق میں تشبیہ مراد ہے،یا عربی کی طرح فصیح نہیں ہے۔

تشریح:اے نبطی کہنے کا دو مطلب ہے[۱] ایک یہ کہ اخلاق وعادات میں تم نبطی کی طرح ہو۔[۲] دوسرا یہ کہ تم عربی کی طرح فصیح نہیں ہو، بلکہ تمہاری زبان نبطی کی طرح ہے۔

ترجمہ:۲ اور ایسے ہی کہا کہ تم عربی نہیں ہو تو حد نہیں لگے گی،اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے کہا۔

تشریح:اگر عربی آدمی سے کہا کہ تم عربی نہیں ہو تو اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ تمہارا اخلاق وعادات عربی کی طرح نہیں ہے، اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ تمہاری زبان عربی کی طرح فصیح نہیں ہے،اس لئے یہ گالی نہیں ہوئی اس لئے حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ:(۲۶۰۱) کسی نے آدمی سے کہا اے آسمان کے پانی کے بیٹے تو یہ تہمت زنا نہیں ہے۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ سخاوت میں جواں مردی میں اور صفائی میں تشبیہ دینا ہے،اس لئے کہ ماء السماء ایک آدمی کا صفائی اور سخاوت کی وجہ سے لقب تھا

وجہ: آسمان کے پانی طرف منسوب سخاوت میں کرتے ہیں کہ جس طرح آسمان کے پانی میں سخاوت ہے کہ ہر ایک دوست و دشمن کو نوازتا ہے اسی طرح تمہارے اندر بھی سخاوت ہے کہ آسمان کے پانی کی طرح سخاوت کرتے ہو گویا کہ تم آسمان کے پانی کا بیٹا ہو۔اس لئے اس میں زنا کی تہمت ہے ہی نہیں بلکہ تعریف ہے۔اس لئے حد کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔

لغت: جود:سخاوت۔سماحۃ:جواں مردی، درگزر کرنا۔صفاء:معاملات میں صفائی، یا پانی کی طرح صاف ستھرا معاملہ۔حضرت ہاجرہ علیہ السلام کی اولاد کو یا بنی ماء السماء، کہتے ہیں

(٢٦٠٢) وان نسبہ إِلٰی عَمِّہٖ أَوْ خَالِہٖ أَوْ إِلٰی زَوْجِ أُمِّہٖ فَلَیْسَ بِقَاذِفٍ، ١ لِأَنَّ کُلَّ وَاحِدٍ مِنْ ھٰؤُلَآءِ یُسَمّٰی أَبًاأَمَّاالْأَوَّلُ فَلِقَوْلِہٖ تَعَالٰی﴿نَعْبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ اٰبَآئِکَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحَاقَ﴾(سورۃ البقرہ:١٣٣)،وَإِسْمَاعِیْلُ کَانَ عَمًّالَہٗ،وَالثَّانِيْ لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْخَالُ أَبٌ، وَالثَّالِثُ لِلتَّرْبِیَۃِ.

(٢٦٠٣) (وَمَنْ قَالَ لِغَیْرِہٖ زَنَأْتَ فِي الْجَبَلِ وَقَالَ عَنَیْتُ صُعُوْدَ الْجَبَلِ حُدَّ، ١ وَھٰذَاعِنْدَ أَبِيْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَ أَبِيْ یُوْسُفَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ ،

ترجمہ :(٢٦٠٢)اگرکسی کومنسوب کیااس کے چچا کی طرف یااس کے ماموں کی طرف یااس کی ماں کےشوہر کی طرف تو وہ تہمت لگانے والانہیں ہوا۔

ترجمہ:١ ان میں سے ہرایک کو باپ کہتے ہیں،پہلی بات [یعنی چچا کو باپ کہا] تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ نعبد الھاک والہ آبائک ابراہیم واسماعیل واسحاق،اوراسماعیل علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے۔

تشریح :یوں کہے کہ تم چچا کے بیٹے ہو یاماموں کے بیٹے ہو یا سوتیلے باپ کے بارے میں کہا کہ تم اس کے بیٹے ہوتو ان صورتوں میں ماں پر تہمت لگانے والانہیں ہوا۔

وجہ:(١)ان حضرات کی طرف پیار سے بیٹے کی نسبت کر دیتے ہیں،زنا کی تہمت کے لئے نسبت نہیں کرتے۔چچا،ماموں اورسوتیلے باپ کی طرف نسبت کر دیا تو تہمت لگانے والانہیں ہوگا(٢) قرآن میں حضرت یعقوب علیہ السلام کوفرمایا تمہارا باپ اسماعیل علیہ السلام حالانکہ وہ باپ نہیں چچا ہیں۔**قالوا نعبد الھک والہ آبائک ابراھیم واسماعیل واسحاق الھا واحدا** (آیت١٣٣سورۃ البقرۃ٢)اس آیت میں حضرت اسماعیل کوحضرت یعقوب کا باپ کہا ہے جبکہ وہ چچا ہیں۔سوتیلا باپ تو تربیت کے اعتبار سے باپ ہے ہی۔اس لئے بھی تہمت نہیں ہوئی۔ماموں کوبھی باپ کے درجے میں لوگ مانتے ہیں اس لئے بھی تہمت نہیں ہوئی۔

ترجمہ:٢ دوسرا یعنی ماموں کولوگ باپ کہتے ہیں۔

تشریح:یہ حدیث نہیں ملی۔

ترجمہ:٣ تیسرا یعنی سوتیلے باپ کوتربیت کرنے کی بنا پرلوگ باپ کہتے ہیں۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ:(٢٦٠٣)اگرکسی نے زنأت فی الجبل ،کہااورکہ میں پہاڑ پر چڑھنا مرادلیا ہے تب بھی حد لگے گی۔

ترجمہ:١ یہ امام ابوحنیفہ اورامام ابو یوسفؒ کے یہاں ہے۔

(۲۶۰۴) وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَایُحَدُّ، ۱؎ لِأَنَّ الْمَهْمُوْزَ مِنْهُ لِلصُّعُوْدِ حَقِيْقَةً، قَالَتْ امْرَأَةٌ مِنَ الْعَرَبِ

ع وَأَرْقِ إِلَى الْخَيْرَاتِ زِنَاءً فِي الْجَبَلِ. وَذِكْرُ الْجَبَلِ يُقَرِّرُهُ مُرَادًا ۲؎ وَلَهُمَا أَنَّهُ يُسْتَعْمَلُ فِي الْفَاحِشَةِ مَهْمُوْزًا أَيْضًا، لِأَنَّ مِنَ الْعَرَبِ مَنْ يُهْمِزُ الْمُلَيَّنَ كَمَا يُلَيِّنُ الْمَهْمُوْزَ، وَحَالَتُ الْغَضَبِ وَالسِّبَابِ تُعَيِّنُ الْفَاحِشَةَ مُرَادًا بِمَنْزِلَةِ مَا إِذَا قَالَ يَا زَانِيُ أَوْ قَالَ زَنَأْتَ، ۳؎ وَذِكْرُ الْجَبَلِ إِنَّمَا يُعَيِّنُ الصُّعُوْدَ مُرَادًا إِذَا كَانَ مَقْرُوْنًا بِكَلِمَةِ عَلٰى إِذْ هُوَ الْمُسْتَعْمَلُ فِيْهِ، وَلَوْقَالَ زَنَأْتَ عَلَى الْجَبَلِ قِيْلَ لَايُحَدُّ لِمَا قُلْنَا، وَقِيْلَ يُحَدُّ لِلْمَعْنَى الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ.

تشریح: زنأ ت فی الجبل، کہا تو اس کا معنی ہوا تم نے پہاڑ میں زنا کیا، تو اس سے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد لگے گی۔

ترجمہ: (۲۶۰۴) اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ زنأ ت، ہمزہ کے ساتھ پہاڑ پر چڑھنے کے معنی میں ہوتا ہے، چنانچہ عرب کی ایک عورت نے کہا ع:۔ خیر کی طرف چڑھتا جا جیسے لوگ پہاڑ پر چڑھتے ہیں، اور جبل کو ذکر کرنا اس معنی کو زیادہ واضح کرتے ہیں۔

تشریح: امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ زنأ ت کے ساتھ جبل کر ذکر نے سے یہ بات طے ہوگئی یہاں پہاڑ پر چڑھنے کے معنی میں ہے اس لئے حد نہیں لگے گی، چنانچہ عرب کی عورت نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جس طرح پہاڑ پر چڑھتے ہیں اس طرح خیر کی طرف ترقی کرتا جا۔

ترجمہ: ۲؎ اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ زنأ ت ہمزے کے ساتھ، زنا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اس لئے کہ عرب میں وہ ہیں جو خفیف الف کو ہمزہ بدل لیتے ہیں، جیسے الف کو ہمزہ سے بدل لیتے ہیں، اور غصے اور گالی کی حالت میں زنا ہی مراد ہے، جیسے یا زانی کہے، یا زنأ ت، کہے۔

تشریح: شیخین کی دلیل یہ ہے کہ عرب میں ہمزہ کو الف، اور الف کو ہمزہ بولتے ہیں، اس لئے زنأ تَ کا ترجمہ زنا کرنا ہے، خاص طور پر غصے کی حالت میں بولے تو یہی معنی مراد لیتے ہیں، جیسے یا زانی، یا زنأ تَ کہے تو زنا کا معنی ہوتا ہے، اس لئے حد لگے گی۔

لغت: ملین: لین سے مشتق ہے، الف، کو ملین، کہتے ہیں۔ مہموز: ہمزہ والے حرف کو مہموز، کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۳؎ اور جبل سے چڑھنا اس وقت مراد لیتے ہیں کہ جبکہ اس کے ساتھ علی، لگا ہوا ہو، اس لئے کہ جبل کے ساتھ علی لگا ہوا ہو تو چڑھنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: جبل کے ساتھ علی ہو تو اس کا معنی پہاڑ پر چڑھنے کے معنی میں ہے

(۲۶۰۵) وَمَنْ قَالَ لِآخَرَ يَازَانِي فَقَالَ لَا بَلْ أَنْتَ فَإِنَّهُمَا يُحَدَّانِ، لِ لِأَنَّ مَعْنَاهُ لَا بَلْ أَنْتَ زَانٍ، ٢ إِذْ هِيَ كَلِمَةُ عَطْفٍ يُسْتَدْرَكُ بِهَا الْغَلَطُ فَيَصِيرُ الْخَبَرُ الْمَذْكُورُ فِي الْأَوَّلِ مَذْكُورًا فِي الثَّانِي،

(۲۶۰۶) وَمَنْ قَالَ لِإِمْرَأَتِهِ يَا زَانِيَةُ فَقَالَتْ لَا بَلْ أَنْتَ حُدَّ الْمَرْأَةُ وَلَا لِعَانَ لِ، لِأَنَّهُمَا قَاذِفَانِ وَقَذْفُهُ يُوجِبُ اللِّعَانَ وَقَذْفُهَا الْحَدَّ، وَفِي الْبِدَايَةِ بِالْحَدِّ إِبْطَالُ اللِّعَانِ، لِأَنَّ الْمَحْدُودَ فِي الْقَذْفِ لَيْسَ بِأَهْلٍ لَهُ، وَلَا إِبْطَالَ فِي عَكْسِهِ أَصْلًا فَيُحْتَالُ لِلدَّرْءِ إِذِ اللِّعَانُ فِي مَعْنَى الْحَدِّ.

ترجمہ :٣ اور اگر زنأت علی الجبل، کہا تو حد نہیں لگے گی، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے کہا [یعنی پہاڑ پر چڑھنے کے معنی میں ہے] اور بعض حضرات نے کہا کہ زنا کے معنی لینے کی وجہ سے حد لگے گی۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۶۰۵) کسی نے دوسرے سے کہا کہ یا زانی، دوسرے نے کہا کہ بلکہ تم زانی ہو، تو دونوں کو حد لگے گی۔

ترجمہ :١ اس لئے کہ اس کا معنی ہے کہ تم بھی زانی ہو۔

تشریح : زید نے عمر سے کہا کہ تم زانی ہو، عمر نے کہا کہ بلکہ تم ہو، تو عمر نے بھی زید کو زنا کی تہمت لگائی اس لئے زید کے ساتھ عمر کو بھی حد لگ جائے۔

ترجمہ :٢ اس لئے کہ ,لا بل، عطف کا لفظ ہے اور غلط کو درست کرنے کے لئے آتا ہے، پس پہلے جملے میں جو خبر ہوگی وہی خبر دوسرے میں ہوگی۔

تشریح : دوسرے جملے میں لا بل، ہے جو استدراک کے لئے آتا ہے، یعنی غلط کو درست کرنے کے لئے آتا ہے، اور پہلے جملے میں جو خبر ہے دوسرے جملے میں وہی خبر ہوگی، اور پہلے جملے میں یا زانی ہے تو دوسرے جملے میں بھی یا زانی ہوا اس لئے جب اس نے بھی زنا کی تہمت لگائی تو اس کو بھی حد لگے گی۔

ترجمہ :(۲۶۰۶) اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا اے زانیہ اور بیوی نے کہا کہ بلکہ تم زانی ہو تو عورت کو حد لگے گی اور لعان نہیں ہوگا۔

ترجمہ :١ اس لئے کہ دونوں ایک دوسرے کو تہمت لگانے والے ہیں، اور شوہر زنا کی تہمت لگائے تو لعان واجب ہوتا ہے، اور بیوی تہمت ڈالے تو حد لازم ہوتی ہے، اور پہلے حد لگا دیں تو لعان ختم ہو جائے گا، اس لئے کہ محدود فی القذف لعان کا اہل نہیں رہتی، اور اس کے الٹے میں لعان باطل نہیں کر سکتا، اس لئے لعان کو ساقط کرنے کے لئے یہ حیلہ کیا جائے گا [کہ پہلے بیوی پر حد لگائی جائے]، اس لئے کہ لعان بھی حد کے معنی میں ہے۔

(۲۶۰۷) وَلَوْ قَالَتْ زَنَيْتُ بِکَ فَلاحَدَّ وَلَا لِعَانَ ۱؎ وَمَعْنَاهُ قَالَتْ بَعْدَ مَا قَالَ لَهَا يَازَانِيَةُ لِوُقُوْعِ الشَّکِّ فِيْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا، لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنَّهَا أَرَادَتِ الزِّنَاءَ قَبْلَ النِّكَاحِ فَيَجِبُ الْحَدُّ دُوْنَ اللِّعَانِ لِتَصْدِيْقِهَا إِيَّاهُ وَانْعِدَامِهِ مِنْهُ، وَيَحْتَمِلُ أَنَّهَا زِنَائِيْ مَا كَانَ مَعَکَ بَعْدَ النِّكَاحِ، لِأَنِّيْ مَا مَكَّنْتُ أَحَدًا غَيْرَکَ وَهُوَ الْمُرَادُ فِيْ مِثْلِ هٰذِهِ الْحَالَةِ، وَعَلٰى هٰذَا الْإِعْتِبَارِ يَجِبُ اللِّعَانُ دُوْنَ الْحَدِّ عَلَى الْمَرْأَةِ لِوُجُوْدِ الْقَذْفِ مِنْهُ وَعَدَمِهِ مِنْهَا فَجَاءَ مَا قُلْنَا.

تشریح : یہاں شوہر نے عورت پر زنا کی تہمت ڈالی ہے، جسکی وجہ سے لعان واجب ہے۔اور بیوی نے بھی شوہر پر زنا کی تہمت ڈالی ہے جسکی وجہ سے بیوی پر حد لازم ہے۔

پس اگر بیوی پر پہلے حد لگا دی جائے تو شوہر پر لعان واجب نہیں ہوگا، کیونکہ بیوی پر حد قذف لگی ہو تو اس پر تہمت لگانے کی وجہ سے لعان واجب نہیں ہوتا ہے، اس لئے لعان ساقط کرنے کے لئے یہی حیلہ کیا جائے کہ بیوی کو پہلے حد لگا دی جائے تا کہ وہ محدود فی القذف ہو جائے، اور لعان ساقط ہو جائے۔

ترجمہ :(۲۶۰۷) اگر بیوی نے شوہر کے جواب میں کہا کہ میں نے تم ہی سے زنا کرایا ہے تو نہ حد ہوگی اور نہ لعان ہوگا۔

ترجمہ:۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ شوہر نے جب کہا کہ اے زانیہ تو دونوں کی باتوں میں شک ہو گیا اس لئے کہ یہ احتمال رکھتا ہے کہ نکاح سے پہلے زنا کرایا ہو، تو عورت پر حد واجب ہوگی، اور لعان واجب نہیں ہوگا، کیونکہ عورت نے شوہر کی تصدیق کر لی، اور شوہر کی جانب سے اس کا انکار نہیں ہے۔اور یہ بھی احتمال رکھتا ہے نکاح کے بعد تم ہی سے زنا کرایا ہے، اس لئے کہ تمہارے علاوہ کسی کو قدرت نہیں دی ہے اور اس قسم کی حالت میں یہی مراد ہو سکتی ہے، اس اعتبار سے مرد پر لعان واجب ہوگا، اور عورت پر حد واجب نہیں ہوگی اس لئے کہ شوہر کی جانب سے عوورت پر زنا کی تہمت ہے، اور عورت کی جانب سے زنا کی تہمت نہیں ہے اس لئے دونوں طرف شک کی بنیاد پر نہ حد ہوگی اور نہ لعان ہوگا]

تشریح : شوہر نے بیوی سے کہا کہ تم نے زنا کرایا ہے، بیوی نے اس کے جواب میں کہا کہ تم سے ہی زنا کرایا ہے، تو اس صورت میں نہ لعان ہوگا اور نہ حد ہوگی۔

وجہ: تم سے ہی زنا کرایا ہے، اس عبارت کے دو مطلب ہیں [۱] ایک مطلب یہ ہے کہ نکاح سے پہلے تم سے زنا کرایا ہے اس کی تصدیق کی تو عورت پر حد لازم ہوگی کیونکہ اس نے زنا کا اقرار کیا ہے، اور محدود فی القذف عورت کو تہمت لگانے میں لعان نہیں ہے۔

[۲] اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ نکاح کے بعد تم سے حلال وطی کی ہے، اور کسی سے زنا نہیں کرایا ہے، اس صورت میں شوہر نے بیوی پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس لئے لعان ہوگا، اور عورت پر حد واجب نہیں ہوگی، کیونکہ اس نے شوہر پر زنا کی تہمت نہیں لگائی

(۲۶۰۸) وَمَنْ أَقَرَّ بِوَلَدٍ ثُمَّ نَفَاهُ فَإِنَّهُ يُلاعِنُ، ل لِ أَنَّ النَّسَبَ لَزِمَهُ بِإِقْرَارِهِ وَبِالنَّفْيِ بَعْدَهُ صَارَ قَاذِفًا فَيُلاعِنُ، (۲۶۰۹) وَإِنْ نَفَاهُ ثُمَّ أَقَرَّ بِهِ حُدَّ لِ لِأَنَّهُ لَمَّا أَكْذَبَ نَفْسَهُ بَطَلَ اللِّعَانُ، لِأَنَّهُ حَدٌّ ضَرُوْرِيٌّ صُيِّرَ إِلَيْهِ ضَرُوْرَةَ التَّكَاذُبِ، وَالْأَصْلُ فِيْهِ حَدُّ الْقَذْفِ فَإِذَا بَطَلَ التَّكَاذُبُ يُصَارُ إِلَى الْأَصْلِ، (۲۶۱۰) وَالْوَلَدُ وَلَدُهُ فِي الْوَجْهَيْنِ لِ لِإِقْرَارِهِ بِهِ سَابِقًا أَوْ لَاحِقًا، ۲ وَاللِّعَانُ يَصِحُّ بِدُوْنِ قَطْعِ النَّسَبِ كَمَا يَصِحُّ بِدُوْنِ الْوَلَدِ.

ہے۔، چونکہ عبارت کے دو مطلب ہیں، اور کوئی ایک متعین نہیں ہے اس لئے شک کی وجہ سے نہ حد ہوگی اور نہ لعان ہوگا۔

ترجمہ: (۲۶۰۸) کسی نے اپنا بیٹا ہونے کا اقرار کیا پھر اس کی نفی کر دی تو لعان کرے گا۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ اقرار کرنے کی وجہ سے بچے کا نسب لازم ہو گیا، پھر اس کے بعد نسب کی نفی کی تو بیوی پر زنا کی تہمت لگانے والا ہوا اس لئے لعان کرے گا۔

تشریح: پہلے اپنا بیٹا ہونے کا اقرار کیا، بعد میں یہ کہا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے، تو یہ کہہ کر گویا کہ بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اس لئے لعان ہوگا۔

ترجمہ: (۲۶۰۹) کسی نے اپنی اولاد ہونے کی نفی کی پھر اقرار کر لیا کہ یہ بچہ میرا ہے تو شوہر پر حد لگے گی۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ جب اپنے آپ کو جھٹلا دیا تو لعان ختم ہو گیا، اس لئے کہ لعان تو اس وقت ہوتا ہے جب میاں بیوی ایک دوسرے کو جھٹلائے، اور اصل تو حد قذف ہے یہاں شوہر نے اپنے آپ کا جھٹلا دیا تو اصل حد کی طرف جائیں گے۔

تشریح: شوہر نے پہلے بچے کی نفی کی تو گویا کہ اس نے بیوی پر زنا کی تہمت ڈالی، پھر اقرار کر لیا کہ بچہ میرا ہے تو شوہر نے اپنے آپ کو جھٹلا دیا اس لئے شوہر پر حد قذف لازم ہوگی۔

وجہ: شوہر بیوی پر زنا کی تہمت ڈالے اور اس کو ثابت کرنے کے لئے چار گواہ نہ ہو تب لعان ہوتا ہے، اور یہاں تو شوہر نے اپنے آپ کو جھٹلا دیا تو لعان کی ضرورت نہیں رہی اس لئے حد قذف لازم ہوگی۔

ترجمہ: (۲۶۱۰) اور بچہ دونوں صورتوں میں باپ کا ہوگا۔

ترجمہ: لِ کیونکہ پہلے بچے کا اقرار کیا ہو یا بعد میں اقرار کیا ہو۔

تشریح: شوہر نے پہلے بچے کا اقرار کیا پھر انکار کیا یا پہلے بچے کا انکار کیا، بعد میں بچے کا اقرار کیا دونوں سورتوں میں بچہ شوہر کا ہی ہوگا، کیونکہ اس نے اقرار کیا ہے۔

ترجمہ: ۲ اور لعان تو نسب کو ختم کئے بغیر بھی درست ہوتا ہے، جیسا کہ بچہ نہ ہو تب بھی لعان ہوتا ہے۔

(۲۶۱۱) وَإِنْ قَالَ لَيْسَ بِابْنِي وَلَابِابْنِكَ فَلَاحَدَّ وَلَالِعَانَ، ۱ لِأَنَّهُ أَنْكَرَ الْوِلَادَةَ وَبِهِ لَايَصِيرُ قَاذِفًا،

(۲۶۱۲) وَمَنْ قَذَفَ امْرَأَةً وَمَعَهَا أَوْلَادٌ لَايُعْرَفُ لَهُمْ أَبٌ أَوْ قَذَفَ الْمُلَاعَنَةَ بِوَلَدٍ وَالْوَلَدُ حَيٌّ أَوْ قَذَفَهَا بَعْدَ مَوْتِ الْوَلَدِ فَلَاحَدَّ عَلَيْهِ ۱ لِقِيَامِ أَمَارَةِ الزِّنَاءِ مِنْهَا وَهِيَ وِلَادَةُ وَلَدٍ لَا أَبَ لَهُ فَفَاتَتِ الْعِفَّةُ نَظْرًا إِلَيْهَا وَهِيَ شَرْطُ الْإِحْصَانِ،

(۲۶۱۳) وَلَوْقَذَفَ امْرَأَةً لَاعَنَتْ بِغَيْرِ وَلَدٍ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ ۱ لِانْعِدَامِ أَمَارَةِ الزِّنَاءِ.

تشریح :باپ سے بچے کا نسب ختم کئے بغیر بھی لعان ہوسکتا ہے، جیسے بچہ پیدا نہ ہوا ہو اور باپ نے بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تو لعان ہو جاتا ہے، اسی طرح باپ سے بچے کا نسب ثابت رکھیں تب بھی لعان ہوگا۔

ترجمہ :(۲۶۱۱) شوہر نے کہا کہ میرا بیٹا بھی نہیں ہے اور تیرا بیٹا بھی نہیں ہے تو نہ لعان ہوگا اور نہ حد ہوگی،

ترجمہ :۱ اس لئے کہ بچہ پیدا ہونے کا ہی انکار کر دیا، اس سے زنا کی تہمت لگانے والا نہیں ہوا اس لئے نہ حد لازم ہوگی اور نہ لعان ہوگا۔

تشریح:حاصل عبارت یہ ہیکہ بچہ پیدا ہونے کا ہی انکار کیا ہے، اس سے زنا کی تہمت نہیں ہوتی اسلئے نہ حد لازم ہوگی اور نہ لعان۔

ترجمہ :(۲۶۱۲) کسی نے عورت کو تہمت ڈالی، اور حال یہ ہے کہ اس کے ساتھ بچہ ہے جسکے باپ کا پتہ نہیں ہے۔ یا بچے کی وجہ سے لعان کی ہوئی عورت پر زنا کی تہمت ڈالی اور بچہ زندہ ہے، یا بچہ مر چکا ہے تو مرد پر حد نہیں ہے۔

ترجمہ:۱ کیونکہ زنا کی علامت موجود ہے اور وہ ہے بغیر باپ کا بچہ ہونا اسلئے عورت محصن نہیں رہی زنا کی علامت دیکھتے ہوئے۔

اصول:زنا کی علامت موجود ہو اور عورت محصن نہ ہو تو اس پر تہمت لگانے پر حد قذف نہیں ہے۔

تشریح :کسی نے عورت پر زنا کی تہمت ڈالی اور عورت کے ساتھ ایک بچہ ہے جس کا باپ معلوم نہیں ہے، یا بچہ مر چکا ہے اس کے بعد عورت پر زنا کی تہمت ڈالی تو مرد پر حد قذف نہیں لگے گی، کیونکہ زنا کی علامت بغیر باپ کا بچہ موجود ہے۔

وجہ :(۱) بچہ موجود ہے اور اس کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہے تو زنا کی علامت موجود ہے اس لئے ایسی صورت میں ماں مکمل محصنہ نہیں ہوئی اس لئے قاذف کو حد نہیں لگے گی (۲) اثر میں ہے۔ وقال ابو حنیفةؒ لا یجلد فی قذف الام من قذفها لان معها ولدا لا نسب له (د) (کتاب الآثار لامام محمد، باب اللعان والانتفاء من الولد ص۱۳۱ نمبر ۵۹۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بچہ موجود ہو تو لعان شدہ عورت کو تہمت لگائے تو حد نہیں ہوگی۔

ترجمہ:(۲۶۱۳) اگر ایسی عورت کو زنا کی تہمت ڈالی جس نے بغیر بچے کے لعان کیا تھا تو اس مرد پر حد قذف ہوگی۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ عورت کے پاس زنا کی علامت نہیں ہے۔

(۲۶۱۴) قَالَ وَمَنْ وَطِيَ وَطْيًا حَرَامًا فِيْ غَيْرِ مِلْكِهٖ لَمْ يُحَدَّ قَاذِفُهٗ لِفَوَاتِ الْعِفَّةِ ۱؎ وَهِيَ شَرْطُ الْإِحْصَانِ وَلِأَنَّ الْقَاذِفَ صَادِقٌ، ۲؎ وَالْأَصْلُ فِيْهِ أَنَّ مَنْ وَطِيَ وَطْيًا حَرَامًا لِعَيْنِهٖ لَايَجِبُ الْحَدُّ بِقَذْفِهٖ، لِأَنَّ الزِّنَاءَ هُوَ الْوَطْيُ الْمُحَرَّمُ لِعَيْنِهٖ، وَإِنْ كَانَ مُحَرَّمًا لِغَيْرِهٖ يُحَدُّ، لِأَنَّهٗ لَيْسَ بِزِنَا فَالْوَطْيُ فِيْ غَيْرِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ أَوْ مِنْ وَجْهٍ حَرَامٍ لِعَيْنِهٖ، ۳؎ وَكَذَا الْوَطْيُ فِي الْمِلْكِ وَالْحُرْمَةُ مُؤَبَّدَةٌ، فَإِنْ كَانَتِ الْحُرْمَةُ مُوَقَّتَةً فَالْحُرْمَةُ لِغَيْرِهٖ وَأَبُوْحَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَشْتَرِطُ أَنْ يَكُوْنَ الْحُرْمَةُ

وجه: چونکہ اس کے پاس بچہ نہیں ہے اس لئے زنا کی کوئی علامت نہیں ہے اور لعان کر چکی ہے اس لئے مکمل محصنہ ہے اس لئے اس کے قاذف پر حد ہوگی (۲) اثر میں ثبوت ہے۔ **عن الزهری و قتادة قال من قذف الملاعنة جلد الحد** (مصنف عبد الرزاق، باب من قذف الملاعنة ج سابع ص ۹۲، نمبر ۱۲۵۱۲ رمصنف، ابن ابی شیبة ۶۶ فی قاذف الملاعنة او ابنها ج خامس ص ۵۰۵، نمبر ۲۸۴۶۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ لعان کردہ عورت پر تہمت لگائے اور بچہ نہ ہو تو حد لگے گی۔

ترجمہ: (۲۶۱۴) کسی نے حرام وطی کی دوسرے کی ملکیت میں تو اس کے تہمت لگانے والے کو حد نہیں لگے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ پاکدامنی فوت ہوگئی ہے اور محصن بننے کے لئے یہ شرط ہے کہ آدمی پاک دامن ہو، اور اس لئے کہ جس نے تہمت لگائی وہ اپنی بات میں سچا ہے۔

اصول: آدمی محصن نہ ہو تو اس پر تہمت لگانے والے کو حد قذف نہیں لگتی۔

تشریح: کوئی عورت اس کی بیوی نہیں تھی یا اس کی باندی نہیں تھی اس سے وطی کرنا حرام تھا پھر بھی اس سے وطی کر لی تو یہ آدمی محصن نہیں رہا اس لئے اس کو کوئی آدمی زنا کی تہمت لگائے تو تہمت لگانے والے پر حد قذف نہیں لگے گی۔

وجہ: (۱) آیت میں تھا کہ محصنہ پر تہمت لگائے اور چار گواہ نہ لا سکے تو اس پر حد ہے۔ اور یہ محصن نہیں رہا اس لئے اس کے قاذف پر حد نہیں ہے۔ (۲) آیت میں ہے۔ **والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتو باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة** (آیت ۴ سورة النور ۲۴) اس آیت میں محصن مرد یا محصن عورت پر تہمت لگانے پر حد کا تذکرہ ہے۔ اور یہ آدمی محصن نہیں رہا۔

ترجمہ: ۲؎ اس میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ کسی نے حرام لعینہ وطی کی تو اس پر تہمت لگانے والے پر حد نہیں لگتی ہے، اس لئے کہ زنا کہتے ہی ہیں اس کو کہ حرام لعینہ وطی کی ہو، اور اگر حرام لغیرہ وطی کی ہو تو اس کے اوپر تہمت لگانے والے پر حد قذف لگے گی، اس لئے کہ وہ زنا نہیں ہے، اس لئے ہر طرح سے دوسرے کی ملک میں وطی کی ہو، یا من وجہ ملک ہو لیکن حرام لعینہ ہو۔

ترجمہ: ۳؎ ایسے ہی اپنی ملکیت ہو لیکن حرمت موبدہ ہو [تو وہ زنا ہے] اور اگر وقتی حرمت ہو [جیسے اپنی حائضہ بیوی سے وطی کرنا تو یہ حرمت لغیرہ ہے، پس امام ابوحنیفہؒ زنا کے لئے شرط یہ لگاتے ہیں کہ ہمیشہ کی حرمت ہو جو اجماع سے ثابت ہو، یا

الْمُوَبَّدَةُ ثَابِتَةٌ بِالْإِجْمَاعِ أَوْ بِالْحَدِيْثِ الْمَشْهُوْرِ لِتَكُوْنَ ثَابِتَةً مِنْ غَيْرِ تَرَدُّدٍ، بَيَانُهُ (۲۶۱۵) أَنَّ مَنْ قَذَفَ رَجُلًا وَطِيَ جَارِيَةً مُشْتَرِكَةً بَيْنَهُ وَبَيْنَ آخَرَ فَلَاحَدَّ عَلَيْهِ ،

حدیث مشہور سے ثابت ہو، تا کہ بغیر کسی تر دد کے حرمت ثابت ہو۔

تشریح :اس لمبی عبارت میں پانچ باتیں ذکر کررہے ہیں، جنکی تفصیل آگے متن میں رہی ہے۔ایک ہے حرمت لغیرہ،اور دوسرا ہے حرمت لعینہ ۔اگر حرمت لغیرہ ہوتو اس میں وطی کرنے سے آدمی کا احصان نہیں جاتا،اس لئے اس پر تہمت لگانے والے کو حد لگے گی، جیسے بیوی حائضہ ہوتو اس حال میں وطی کرنا حرام ہے، لیکن یہ حرمت لیکن یہ حرمت حیض کی وجہ سے آئی ہے اس لئے اس حال میں وطی کرنے والے پر کوئی تہمت ڈالے تو اس پر حد قذف جاری ہوگی [اس بات کو صاحب ہدایہ نے فان کانت الحرمۃ موقتۃ فالحرمۃ لغیرہ،] سے ذکر کیا۔

دوسرا ہے حرمت لعینہ ۔اس کی چار قسمیں ہیں [۱] ہر اعتبار سے عورت حرام ہو جیسے اجنبی عورت سے زنا کرلے تو اس کا احصان ختم ہو گیا، اس پر تہمت لگانے والے پر حد جاری نہیں ہوگی [اس بات کو صاحب ہدایہ نے فالوطی فی غیر الملک من کل وجہ سے بیان کیا ہے]

[۲] من وجہ ملک ہو اور من وجہ ملک نہ ہو اس عورت سے وطی کرلی تب بھی احصان ختم ہو گیا، جیسے مشترک باندی سے وطی کرلی، یہ باندی من وجہ اس کی ہے اور من وجہ اس کی نہیں ہے، اس لئے اس سے وطی کرنے سے احصان ختم ہو گیا۔[اس بات کو من وجہ حرام لعینہ سے ذکر کیا ہے]

[۳] اس کی ملکیت ہو لیکن اس کے ساتھ حرمت موبدہ ہو، جیسے رضاعی بہن باندی تھی، اس سے وطی کرلی تو احصان ختم ہو گیا، کیونکہ یہ اس کی باندی تو ہے، لیکن رضاعی بہن سے ہمیشہ کے لئے وطی کرنا حرام ہے۔ یا باپ کی موطوۃ کو بیٹے نے خرید لیا تو یہ اس کی باندی تو ہے لیکن باپ کی موطوۃ ہونے کے وجہ سے ہمیشہ کے لئے اس سے نکاح حرام ہے اس لئے اس سے وطی کرلی تو احصان ختم ہو گیا۔[اس بات کو صاحب ہدایہ، کذا الوطی فی الملک والحرمۃ موبدۃ، سے ذکر کیا ہے]

[۴] بغیر گواہ کے نکاح کرلیا تو حدیث کی بنا پر اس عورت سے وطی کرنا حرام ہے اس لئے احصان ختم ہو گیا، اس لئے ان چاروں پر زنا کی تہمت ڈالی تو تہمت لگانے والے پر حد قذف لازم نہیں ہوگی۔۔ یہ باتیں آگے پھیلی ہوئی ہیں اس کو غور سے دیکھیں۔[اس بات کو صاحب ہدایہ نے بالحدیث المشھور لتکون ثابتۃ من غیر تردد سے ذکر کیا ہے]

ترجمہ :(۲۶۱۵) کسی نے ایسے آدمی کو تہمت لگائی جس نے اس کے درمیان اور دوسرے کے درمیان مشترک باندی سے وطی کی تھی تو اس پر حد نہیں ہے۔

ل لِانْعِدَامِ الْمِلْكِ مِنْ وَجْهٍ، (٢٦١٦) وَكَذَا إِذَا قَذَفَ امْرَأَةً زَنَتْ فِي نَصْرَانِيَتِهَا ل لِتَحَقُّقِ الزِّنَاءِ مِنْهَا شَرْعًا لِانْعِدَامِ الْمِلْكِ، وَلِهٰذَا وَجَبَ عَلَيْهَا الْحَدُّ.

(٢٦١٧) وَلَوْ قَذَفَ رَجُلًا وَطِيَ أَمَتَهُ وَهِيَ مَجُوْسِيَّةٌ أَوْ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ أَوْ مُكَاتَبَةً لَهُ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ ل ،لِأَنَّ الْحُرْمَةَ مَعَ قِيَامِ الْمِلْكِ وَهِيَ مُوَقَّتَةٌ فَكَانَتِ الْحُرْمَةُ لِغَيْرِهِ فَلَمْ يَكُنْ زِنَاءً،

ترجمہ:ل اس لئے کہ من وجہ اس کی ملکیت نہیں ہے۔

تشریح :یہ مثال من وجہ ملکیت کی ہے۔اس کے درمیان اور دوسرے کے درمیان باندی مشترک تھی اس سے وطی کر لی تو چونکہ آدھی باندی اس کی نہیں ہے،اس لئے اس سے وطی کرنے سے احصان ختم ہو گیا اس لئے اس پر تہمت ڈالنے سے حد قذف نہیں لگے گی۔

ترجمہ :(٢٦١٦)ایسے ہی ایسی عورت کو زنا کی تہمت ڈالی جس نے نصرانیت میں زنا کیا۔تو تہمت ڈالنے والے پر حد نہیں لگے گی]

ترجمہ:ل اس لئے کہ شرعا اس نے زنا کرایا ہے اس لئے کہ یہ عورت زانی کی ملکیت میں نہیں ہے،یہی وجہ ہے کہ اس عورت پر حد زنا لگ سکتی ہے۔

اصول :کفر میں زنا کرایا ہو تو اسلام لانے کے بعد اس پر زنا کی تہمت ڈالنے والے پر حد قذف نہیں لگے گی۔

تشریح :ایک عورت نے نصرانی ہونے ،یا کفر کی حالت میں زنا کرایا ہے،اب مسلمان ہونے کے بعد اس پر کسی نے زنا کی تہمت ڈالی تو تہمت ڈالنے والے پر حد قذف نہیں لگے گی۔

وجہ :اس لئے کہ حقیقت میں عورت نے زنا تو کرایا ہے،یہی وجہ ہے کہ وہ عورت دار الاسلام میں ہوتی اور ثابت ہو جاتا تو اس پر حد زنا لگتی،اس لئے تہمت ڈالنے والے پر حد قذف نہیں لگے گی۔

ترجمہ :(٢٦١٧)کسی نے ایسے مرد پر زنا کی تہمت ڈالی جس نے اپنی مجوسیہ باندی سے وطی کی ہے۔یا اپنی بیوی سے حائضہ ہونے کی حالت میں وطی کی ہے۔یا اپنی مکاتبہ سے وطی کی ہے تو تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری ہوگی۔

ترجمہ:ل اس لئے کہ ملک قائم رہتے ہوئے جو وطی حرام ہے وہ وقتی طور پر ہے،اس لئے حرمت لغیرہ ہے اس لئے زنا نہیں ہوا[اس لئے تہمت لگانے والے پر حد قذف ہوگی]

لغت :حرمت لغیرہ:ذاتی طور پر عورت پر باندی والی ملکیت ہو یا بیوی والی ملکیت ہو،لیکن حیض کی وجہ سے،یا مجوسیہ ہونے کی وجہ سے،یا مکاتبہ ہونے کی وجہ سے ابھی وطی کرنا ممنوع ہو تو اس کو حرمت لغیرہ کہتے ہیں،یعنی ذات کے اعتبار سے جائز ہے اور

٢ـ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّ وَطْيَ الْمُكَاتَبَةِ يُسْقِطُ الْإِحْصَانَ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ، لِأَنَّ الْمِلْكَ زَائِلٌ فِي حَقِّ الْوَطْيِ وَلِهٰذَا يَلْزَمُهُ الْعُقْرُ بِالْوَطْيِ ٣ـ وَنَحْنُ نَقُوْلُ مِلْكُ الذَّاتِ بَاقٍ وَالْحُرْمَةُ لِغَيْرِهٖ، إِذْ هِيَ مُوَقَّتَةٌ.

کسی عارض کی بنا پر جائز نہیں ہے۔

اصول :حرمت لغیرہ میں زنا نہیں ہوتا اس لئے ایسے شخص پر زنا کی تہمت ڈالنے سے حد قذف لازم ہوگی۔

تشریح : یہاں تین مثالیں دے رہے ہیں جن میں ذاتی اعتبار سے وطی جائز ہے،لیکن وقتی عارض کی بنا پر وطی جائز نہیں ہے، اس لئے ایسی وطی کرنے والا زنا کا مرتکب نہین ہے اس لئے اس کے اوپر تہمت ڈالنے سے حد قذف لازم ہوگی۔

[۱] آقا کی باندی ہے،لیکن مجوسیہ ہے اس لئے اس کے اسلام لانے تک وطی نہیں کرنی چاہئے لیکن کر لی تو زنا نہیں ہے،اس لئے کہ یہ اس کی باندی ہے۔

[۲] بیوی حائضہ ہے اس لئے ابھی وطی نہیں کرنی چاہئے،لیکن کر لی تو زنا نہیں ہے اس لئے کہ یہ اس کی بیوی ہے۔

[۳] مکاتبہ ذات کے اعتبار سے آقا کی باندی ہوتی ہے،لیکن کمائی کے اعتبار سے وہ آزاد ہوتی ہے،اور وطی کرانا یہ کمائی ہے، اس لئے آقا کو اس سے وطی نہیں کرنی،اور اگر کرے گا تو اس کا مہر،یعنی عقر لازم ہوگا،لیکن کر لی تو زنا نہیں ہے اس لئے کہ حقیقت میں یہ اس کی باندی ہے۔اب ان تینوں صورتوں میں مرد نے زنا نہیں کیا اس لئے اس پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد قذف لازم ہوگی۔

ترجمہ:٢ـ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ اگر اپنی مکاتبہ سے وطی کی تو اس کا احصان ساقط ہو جائے گا اور یہی قول امام زفرؒ کا ہے اس لئے کہ وطی کے حق میں آقا کی ملکیت ختم ہو چکی ہے یہی وجہ ہے کہ اس سے وطی سے عقر لازم ہوتا ہے۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ ذات کے اعتبار سے آقا کی باندی ہے،لیکن وطی،اور کمائی کے اعتبار سے وہ آزاد ہے اس لئے اس سے وطی کرنے سے آقا کا احصان ختم ہو جائے گا،اس لئے اس پر زنا کی تہمت لگانے سے حد قذف نہیں لگے گی۔

ترجمہ :٣ـ ہم کہتے ہیں کہ مکاتبہ کی ذات پر ملکیت باقی ہے اس لئے حرمت لغیرہ ہے اور وہ بھی وقتی حرمت ہے۔ [اس لئے اس سے وطی کرنے سے آقا کا احصان ختم نہیں ہوا،اس لئے اس پر تہمت ڈالنے پر حد قذف ہوگی]

تشریح:واضح ہے۔

(۲۶۱۸) وَلَوْقَذَفَ رَجُلًا وطِيَ أَمَتَهُ وَهِيَ أُخْتَهُ مِنَ الرِّضَاعَةِ لَايُحَدُّ، ۱ لِأَنَّ الْحُرْمَةَ مُؤَبَّدَةٌ وَهٰذَا هُوَالصَّحِيْحُ، (۲۶۱۹) وَلَوْ قَذَفَ مُكَاتَبًا وَتَرَكَ وَفَاءً لَاحَدَ عَلَيْهِ لِتَمَكُّنِ الشُّبْهَةِ فِي الْحُرِّيَّةِ لِمَكَانِ اخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ، (۲۶۲۰) وَلَوْقَذَفَ مَجُوْسِيًّا تَزَوَّجَ بِأُمِّهٖ ثُمَّ أَسْلَمَ يُحَدُّ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَالَا لَا حَدَّ عَلَيْهِ،

ترجمہ:(۲۶۱۸)اگر ایسے آدمی پر زنا کی تہمت ڈالی جس نے اپنی باندی سے وطی کی ہو،لیکن وہ اس کی رضاعی بہن بھی تھی تو قاذف پر حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ رضاعی بہن سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہے،اور یہی صحیح ہے۔

تشریح :یہ حرمت موبدہ کی مثال ہے۔رضاعی بہن سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہے اس لئے اس سے وطی کرنا زنا ہے ،چاہے وہ اس کی باندی بھی تھی اس لئے اس پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد قذف نہیں لگے گی۔

وجہ:عن عطاء فی رجل تزوج بامرأة ثم دخل بها فاذا هی اخته من الرضاعة قال لیس باحصان وقاله معمر عن قتادة (مصنف عبد الرزاق، باب ھل یکون النکاح الفاسد احصانا، ج سابع ،ص ۲۴۴ نمبر ۱۳۳۴۷)اس قول تابعی میں ہے کہ رضاعی بہن سے وطی کی تو محصن نہیں رہا، کیونکہ وہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔

ترجمہ :(۲۶۱۹)مکاتب پر زنا کی تہمت ڈالی،اور وہ مر گیا،اور اس کے پاس مال کتابت ادا کرنے کا مال موجود تھا،تو تہمت لگانے والے پر حد قذف نہیں لگے گی۔

ترجمہ:۱ مکاتب کے آزاد ہونے میں شبہ ہے،کیونکہ اس بارے میں خود صحابہ میں اختلاف تھا۔

تشریح :قاعدہ یہ ہے کہ غلام پر زنا کی تہمت ڈالے تو تہمت ڈالنے والے پر حد قذف نہیں ہے،اس کو تعزیر کی جائے گی۔۔ مکاتب غلام کے پاس مال کتابت ادا کر کے آزاد ہونے کی صلاحیت تھی ،اس حال میں کسی نے اس پر زنا کی تہمت ڈالی ، مکاتب مر گیا تو تہمت ڈالنے والے پر حد قذف نہیں لگے گی،

وجہ :کیونہ صحابہ میں اختلاف رہا ہے،بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ مکاتب آزاد ہو کر مرا،اس لئے اس کے قاذف کو حد قذف ہوگی اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ غلام ہی کی حالت میں مرا،اس لئے اس کے قاذف کو حد قزف نہیں ہوگی۔اس شک کی بنا پر قاذف کو حد قذف نہیں لگے گی۔

ترجمہ :(۲۶۲۰)اگر ایسے مجوسی کو زنا کی تہمت ڈالی جس نے اپنی ماں سے نکاح کیا تھا پھر اسلام لایا تو امام ابوحنیفہؒ کے یہاں تہمت لگانے والے کو حد قذف لگے گی،اور صاحبینؒ کے یہاں حد قذف نہیں لگے گی۔

لے وَهٰذَا بِنَاءٌ عَلٰى أَنْ تَزَوَّجَ الْمَجُوْسِيِّ بِالْمَحَارِمِ لَهُ حُكْمُ الصِّحَّةِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا، وَقَدْ مَرَّ فِي النِّكَاحِ، (۲۶۲۱)وَإِذَا دَخَلَ الْحَرْبِيُّ دَارَنَا بِأَمَانٍ فَقَذَفَ مُسْلِمًا حُدَّ، لے لِأَنَّ فِيْهِ حَقَّ الْعَبْدِ وَقَدِ الْتَزَمَ إِيْفَاءَ حُقُوْقِ الْعِبَادِ، وَلِأَنَّهُ طَمَعَ فِيْ أَنْ لَّايُؤْذٰى فَيَكُوْنُ مُلْتَزِمًا أَنْ لَايُؤْذِيَ وَمُوْجِبُ أَذَاهُ.

(۲۶۲۲) وَإِذَا حُدَّ الْمُسْلِمُ فِيْ قَذْفٍ سَقَطَتْ شَهَادَتُهُ وَإِنْ تَابَ،

ترجمہ: لے اس اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ مجوسی اپنی ذی رحم محرم کے ساتھ نکاح کرے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نکاح صحیح ہو جائے گا، اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہوگا۔

تشریح : مجوسی لوگ اپنی ماں سے نکاح کرنا حلال سمجھتے ہیں، اس بنیاد پر اگر اس نے اپنی ماں سے نکاح کر لیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہے، اور اس سے وطی کرنا زنا نہیں ہے، اس لئے مجوسی کے اسلام لانے کے بعد کسی نے اس پر زنا کی تہمت ڈالی تو قاذف پر حد لگے گی۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ نکاح صحیح نہیں ہے، اس لئے اس سے وطی کرنا زنا ہوا، اب اسلام لانے کے بعد کسی نے زنا کی تہمت ڈالی تو قاذف پر حد نہیں لگے گی، کیونکہ زنا کی وجہ سے مجوسی محصن نہیں رہا۔

ترجمہ: (۲۶۲۱) حربی دار الاسلام میں امن لیکر داخل ہوا اور مسلمان پر زنا کی تہمت ڈالی تو اس پر حد قذف ہوگی۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ اس میں بندے کا حق ہے، اس کی خود کی امید یہ ہے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ دے تو وہ بھی کسی کو تکلیف نہ دے، اور زنا کی تہمت ڈالنا مسلمان کو تکلیف دینے کا سبب ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ، حد قذف میں حقوق العباد غالب ہے، اس لئے حربی پر بھی حد قذف جاری ہوگی۔

تشریح : حربی امن لیکر دار الاسلام میں آیا تو اس پر لازم ہے کہ کسی مسلمان کو زنا کی تہمت نہ ڈالے اور اگر ڈالے گا تو اس کو حد قذف لگے گی۔

وجہ : اس نے وعدہ کیا ہے کہ حقوق العباد کی پابندی کرے گا، اور وہ امید کرتا ہے کہ کوئی اس کو تکلیف نہیں دے گا تو اس پر بھی لازم ہے کہ وہ کسی کو تکلیف نہ دے، اور زنا کی تہمت ڈالنا دوسرے کو تکلیف دینا ہے اس لئے اس پر حد لازم ہوگی۔

ترجمہ : (۲۶۲۲) اگر مسلمان کو قذف میں حد لگی ہو تو اس کی شہادت ساقط ہو جائے گی اگر چہ توبہ کی ہو۔

تشریح : مسلمان آدمی نے کسی پر زنا کی تہمت لگائی اور چار گواہ نہ لا سکے اس لئے اس پر حد قذف لگ گئی۔ اب اس کی گواہی کبھی قبول نہیں کی جائے گی اگر چہ قذف سے توبہ کر چکا ہو۔

وجہ : (۱) آیت میں اس کا تذکرہ ہے۔ والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتو باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئک هم الفاسقون (آیت ۴ سورة النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ

ل وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ تُقْبَلُ إِذَا تَابَ وَهِيَ تُعْرَفُ فِي الشَّهَادَاتِ، (٢٦٢٣) وَإِذَا حُدَّ الْكَافِرُ فِي قَذْفٍ لَمْ يَجُزْ شَهَادَتُهُ عَلٰى أَهْلِ الذِّمَّةِ ل ، لِأَنَّ لَهُ الشَّهَادَةَ عَلٰى جِنْسِهٖ فَتُرَدُّ تَتِمَّةً لِحَدِّهٖ، (٢٦٢٤) فَإِنْ أَسْلَمَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ عَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، ل لِأَنَّ هٰذِهٖ شَهَادَةٌ اسْتَفَادَهَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَلَمْ تَدْخُلْ تَحْتَ الرَّدِّ،

محدود قذف والے کی کبھی گواہی قبول نہیں کی جائے گی (۲) حدیث میں ہے۔ عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ لا تجوز شهادة خائن ولا خائنة ولا مجلود حدا ولا مجلود (ترمذی شریف، باب ما جاء فیمن لا تجوز شہادتہ ص ۵۵ نمبر ۲۲۹۸ رسنن للبیہقی ، باب من قال لا تقبل شہادتہ ج عاشر ص ۲۶۱ نمبر ۲۰۵۶۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محدود فی القذف کی گواہی مقبول نہیں۔ کیونکہ وہ بھی حد میں کوڑے کھاتا ہے۔

ترجمہ: ل اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ توبہ کرلے تو گواہی قبول کی جائے گی، اور کتاب الشہادات میں اس کی تفصیل معلوم ہوگی۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر محدود توبہ کرلے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

وجہ: (۱) ان کی دلیل یہ یہ قول صحابی ہے۔ وجلد عمر ابا بكرة وشبل بن معبد ونافعا بقذف المغيرة ثم استتابهم وقال من تاب قبلت شهادته واجازه عبد الله بن عتبه وعمر بن عبد العزيز (بخاری شریف، باب شہادۃ القاذف والسارق والزانی ص ۴۳۶۱ نمبر ۲۶۴۸ رسنن للبیہقی ، باب شہادۃ القاذف ج عاشر ص ۲۵۶ نمبر ۲۰۵۴۵) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ قاذف توبہ کرلے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

ترجمہ: (۲۶۲۳) کافر کو حد قذف لگی تو اہل ذمہ پر اس کی گواہی قبول نہیں ہے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ اپنے ہم جنس پر گواہی دینا تو اس کو پورا کرنے کے لئے اس کی گواہی رد کی جائے گی۔

تشریح: اہل ذمہ حد قذف لگی تو اس کی اپنی قوم کے لئے گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

وجہ: حد قذف کا دو حصہ ہیں [۱] ایک کوڑا لگنا، [۲] دوسرا گواہی قبول نہ کرنا، تو اپنی قوم کے خلاف گواہی قبول نہیں کی جائے گی تا کہ حد کا دوسرا حصہ مکمل ہو۔

ترجمہ: (۲۶۲۴) اگر کافر کو قذف میں حد لگی ہو پھر اسلام لایا تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ کافر کے لئے بھی اور مسلمان کے لئے بھی۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ یہ شہادت اسلام لانے کے بعد حاصل کی ہے اس لئے رد نہیں ہوگی۔

تشریح: کفر کی حالت میں کسی پر زنا کی تہمت لگائی جس کی وجہ سے حد قذف لگی اب مسلمان ہوگیا تو اس کی گواہی قبول کی

۲ بِخِلَافِ الْعَبْدِ إِذَا حُدَّ حَدَّ الْقَذْفِ ثُمَّ أَعْتلقَ حَيْثُ لَاتُقْبَلُ شَهَادَتُهُ، لِأَنَّهُ لَاشَهَادَةَ لَهُ أَصْلًا فِيْ حَالِ الرِّقِّ فَكَانَ رَدُّ شَهَادَتِهِ بَعْدَ الْعِتْقِ مِنْ تَمَامِ حَدِّهِ، (۲۶۲۵) فَإِنْ ضَرَبَ سَوْطًا فِيْ قَذْفٍ ثُمَّ أَسْلَمَ ثُمَّ ضَرَبَ مَابَقِيَ جَازَتْ شَهَادَتُهُ،

جائے گی۔

وجہ :(۱)اسلام نے پہلے زمانے کا قصور معاف کر دیا تو گویا کہ نیا آدمی پیدا ہوا اس لئے اس کی گواہی قبول کی جائے گی (۲) قول تابعی میں ہے۔ اخبرنا الثوریؒ قال اذا جلد الیھودی والنصرانی فی قذف ثم اسلما جازت شھادتھما لان الاسلام یھدم ما کان قبلہ و اذا جلد العبد فی قذف ثم عتق لم تجز شھادتہ (مصنف عبد الرزاق، باب شہادۃ القاذف، ج ثامن، ص ۲۸۴، نمبر ۱۵۶۵۰) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ کافر مسلمان ہو جائے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

ترجمہ :۲ بخلاف غلام کے اگر اس کو حد قذف لگ گئی ہو پھر آزاد ہوا ہو تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ غلامیت کی حالت میں اس کی گواہی بالکل قبول نہیں کی گئی ہے، اس لئے آزادگی کے بعد اس کی گواہی کو رد کرنا حد کو پورا کرنا ہے۔

تشریح : آیت میں تہمت کی دو سزا ہیں، ایک ہے کوڑا لگنا، اور دوسرا ہے اس کی گواہی قبول نہ کرنا، غلامیت کی حالت میں اس کی گواہی ہی مقبول نہیں تھی، اس لئے گواہی کو رد کرنا یہ سزا نہیں ملی تھی، اس لئے آزاد ہونے کے بعد اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی تاکہ یہ سزا بحال رہے

وجہ :(۱) قول تابعی میں ہے۔ اخبرنا الثوریؒ ..... و اذا جلد العبد فی قذف ثم عتق لم تجز شھادتہ (مصنف عبد الرزاق، باب شہادۃ القاذف، ج ثامن، ص ۲۸۴، نمبر ۱۵۶۵۰) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ غلام کو حد قذف لگی ہو تو اس کے آزاد ہونے کے بعد اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

ترجمہ :(۲۶۲۵) اگر کافر کو ایک کوڑا مارا پھر وہ اسلام لے آیا پھر باقی کوڑے مارے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

اصول : حد قذف میں دو باتیں ہیں [۱] کوڑے لگنا۔ [۲] گواہی قبول نہ کرنا۔

تشریح : یہاں تین باتیں یاد رکھیں [۱] اگر سارے کوڑے کفر کی حالت میں مارے جاتے تو اسلام لانے کے بعد اس کی گواہی قبول کی جاتی۔ [۲] اسلام لانے کے بعد سارے کوڑے مارے جاتے تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جاتی۔ [۳] تیسری صورت یہ ہے کہ ایک دو کوڑے کفر کی حالت میں مارا اور باقی اکثر کوڑے اسلام کی حالت میں مارا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

وجہ : ایک کوڑا ابھی کفر کی حالت میں مارا تو گویا کہ اس کی گواہی بھی رد کر دی گئی، اس لئے اسلام لانے کے بعد اس کی گواہی

لے لِأَنَّ رَدَّ الشَّهَادَةِ يُتِمُّ لِلْحَدِّ فَيَكُوْنُ صِفَةً لَهُ وَالْمُقَامُ بَعْدَ الْإِسْلَامِ بَعْضُ الْحَدِّ فَلَايَكُوْنُ رَدُّ الشَّهَادَةِ صِفَةً لَهُ ٢ے وَعَنْ أَبِي يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ تُرَدُّ شَهَادَتُهُ، إِذِ الْأَقَلُّ تَابِعٌ لِلْأَكْثَرِ، وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ.

(٢٦٢٦) قَالَ وَمَنْ قَذَفَ أَوْ زَنٰى أَوْ شَرِبَ غَيْرَ مَرَّةٍ فَحُدَّ فَهُوَ لِذٰلِکَ كُلِّهِ،

قبول کی جائے گی۔

ترجمہ :لے اس لئے کہ شہادت کورد کرنا حد کو پورا کرنے کے لئے ہے اس لئے گواہی کورد کرنا کوڑے کی صفت بن گئی، اور اسلام لانے کے بعد جو حد لگی ہے وہ بعض حد ہے اس لئے گواہی کورد کرنا اس کی صفت نہیں بنے گی۔

تشریح : یہ عبارت پیچیدہ ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جب ایک دو کوڑے کفر کی حالت میں لگے تو اس کے ساتھ اس کی گواہی بھی صفت بن کر رد ہوگئی، پس جب اس کی گواہی رد ہوگئی تو اسلام لانے کے بعد اس کی گواہی رد کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

لغت :فیکون صفۃ لہ: گواہی کورد کرنا ایک دو کوڑے کی صفت بن جائے گی۔ والمقام: اسلام لانے کے بعد جو صورت ہے۔

ترجمہ :٢ے امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد اس کی گواہی رد کی جائے گی، اس لئے کہ ایک دو کوڑے اکثر کوڑے کے تابع ہے۔ لیکن پہلی روایت صحیح ہے۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ زیادہ کوڑے مسلمان ہونے کے بعد مارے ہیں، اس لئے یوں سمجھا جائے گا کہ اکثر گواہی کفر میں رد نہیں ہوئی ہے، اس لئے اب اسلام لانے کے بعد اس کی گواہی رد کی جائے گی۔۔ لیکن پہلی روایت صحیح ہے۔

ترجمہ :(٢٦٢٦) کسی نے کئی مرتبہ تہمت ڈالی، یا کئی مرتبہ زنا کیا، یا کئی مرتبہ شراب پی اور ایک مرتبہ حد لگ گئی تو سب کے لئے کافی ہو جائے گی۔

اصول : حد قذف، حد زنا، حد شراب، چوری کی حد یہ حقوق اللہ ہیں اس لئے کئی کئی مرتبہ کئے ہوں تو تداخل ہو جائے گا اور ایک مرتبہ حد مارنا کئی مرتبہ کے لئے کافی ہوگا۔

تشریح : کسی نے کئی مرتبہ زنا کی تہمت ڈالی اور ایک مرتبہ حد لگ گئی تو سب کے لئے کافی ہے، اسی طرح کئی مرتبہ زنا کیا، یا کئی مرتبہ چوری کی، یا کئی مرتبہ شراب پی اور ایک مرتبہ حد لگ گئی تو سب کے لئے کافی ہے، کیونکہ یہ حقوق اللہ ہیں، اور حقوق اللہ میں تداخل ہو جاتا ہے۔

ل أَمَّا الْآخَرَانِ فَلِأَنَّ الْمَقْصَدَ مِنْ إِقَامَةِ الْحَدِّ حَقًّا لِلّٰهِ تَعَالٰى الْإِنْزِجَارُ وَاحْتِمَالُ حُصُوْلِهِ بِالْأَوَّلِ قَائِمٌ فَيَتَمَكَّنُ شُبْهَةُ فُوَاتِ الْمَقْصُوْدِ فِي الثَّانِيْ، ٢ وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا زَنٰى وَقَذَفَ وَسَرِقَ وَشَرِبَ، لِأَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْ كُلِّ جِنْسٍ غَيْرُ الْمَقْصُوْدِ مِنَ الْآخَرِ فَلَا يَتَدَاخَلُ، ٣ وَأَمَّا الْقَذْفُ فَالْمَغْلَّبُ فِيْهِ عِنْدَنَا حَقُّ اللّٰهِ فَيَكُوْنُ مُلْحَقًا بِهِمَا، ٤ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنِ اخْتَلَفَ الْمَقْذُوْفُ أَوِ الْمَقْذُوْفُ بِهٖ وَهُوَ الزِّنَاءُ لَايَتَدَاخَلُ، لِأَنَّ الْمُغَلَّبَ فِيْهِ حَقُّ الْعَبْدِ عِنْدَهٗ.

ترجمہ: ل بہرحال دوسرے دو جرم [زنا اور شراب] تو یہ اللہ کی حد ہیں اور تنبیہ کرنا مقصود ہے۔ پس پہلے سے ہی تنبیہ ہوگئی تو دوسری مرتبہ تنبیہ کرنے کی ضرورت کیا ہے۔

تشریح: زنا اور شراب یہ دونوں حقوق اللہ ہیں، اور اس میں سزا دینے کا مقصد تنبیہ کرنا ہے، اب ایک مرتبہ سزا دی گئی، اور اس سے تنبیہ ہوگئی تو دوسری مرتبہ سزا دینے کی ضرورت باقی نہیں رہی، اس لئے تداخل ہو جائے گا۔

لغت: یتمکن شبهة فوات المقصود فی الثانی: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ سزا دی گئی تو اس سے تنبیہ ہوگئی تو دوسری مرتبہ سزا دے تو اس سے تنبیہ ہوگی یا نہیں اس میں شبہ ہوگیا، اس لئے دوسری مرتبہ سزا نہیں دی جائے گی۔

ترجمہ: ٢ یہ بخلاف زنا کیا ہو، اور تہمت ڈالی ہو، اور چوری کی ہو، اور شراب پی ہو تو ہر جنس کا مقصد الگ الگ تنبیہ کرنا ہے اس لئے تداخل نہیں ہوگا۔

تشریح: کئی مرتبہ زنا کیا ہو تو سب کے لئے ایک مرتبہ حد لگے گی، لیکن زنا کیا ہو اور شراب پی ہو تو دونوں کے لئے الگ الگ حد ہوگی، یہاں تداخل نہیں ہوگا۔

وجہ: زنا کی حد کا مقصد زنا سے روکنا ہے، اور شراب کی حد کا مقصد شراب پینے سے روکنا ہے، چونکہ دونوں کا مقصد الگ الگ ہے اس لئے زنا کی حد شراب کی حد میں تداخل نہیں ہوگا، اسی طرح قذف کی حد کا مقصد تہمت سے روکنا ہے، اور چوری کی حد کا مقصد چوری سے روکنا ہے، چونکہ دونوں کا مقصد الگ الگ ہے اس لئے ایک دوسرے میں تداخل نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ٣ اور حد قذف میں غالب ہمارے نزدیک حقوق اللہ ہے اس لئے تداخل ہونے میں زنا اور شراب کی حد کی طرح ہوگئی۔

تشریح: حد قذف میں بندے کا بھی حق ہے اور اللہ کا بھی حق ہے، لیکن اس میں اللہ کا حق غالب ہے، اس لئے یہ زنا اور شراب کی طرح ہوگیا، اس لئے حد قذف میں بھی تداخل ہوگا۔

ترجمہ: ٤ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر مقذوف الگ الگ ہوں، یا مقذوف بہ الگ الگ ہوں مثلا زنا ہو تو تداخل نہیں ہوگا اس لئے کہ انکے نزدیک اس میں غالب بندے کا حق ہے۔

تشریح :امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ایک ہی آدمی کو کئی مرتبہ زنا کی تہمت ڈالی تب تو ایک ہی حد لگے گی ،لیکن اگر چار الگ الگ آدمیوں کو زنا کی تہمت ڈالی تو مقذوف الگ الگ ہو گئے اس لئے چار حد لگے گی ۔اسی طرح مثلا زید کو خالدہ کے ساتھ زنا کی تہمت ڈالی ، کچھ دنوں کے بعد زید کو عامرہ کے ساتھ زنا کی تہمت ڈالی ، پھر کچھ دنوں کے بعد زید کو ساجدہ کے ساتھ زنا کی تہمت ڈالی تو یہاں عورت بدل گئی ،جسکو مقذوف بہ ، کہتے ہیں تو تین حد لگے گی ۔

لغت:مقذوف: جسکو تہمت ڈالی ہے۔مقذوف بہٖ:جس عورت کے ساتھ زنا کی تہمت ڈالی ہے۔

﴿فَصْلٌ فِي التَّعْزِيْرِ﴾

(٢٦٢٧) وَمَنْ قَذَفَ عَبْدًا أَوْ أَمَةً أَوْ أُمَّ وَلَدٍ أَوْ كَافِرًا بِالزِّنَاءِ عُزِّرَ، لِ لِأَنَّهُ جِنَايَةُ قَذْفٍ وَقَدِ امْتَنَعَ وُجُوْبُ الْحَدِّ لِفَقْدِ الْإِحْصَانِ فَوَجَبَ التَّعْزِيْرُ، (٢٦٢٨) وَكَذَا إِذَا قَذَفَ مُسْلِمًا بِغَيْرِ الزِّنَاءِ فَقَالَ يَا فَاسِقُ أَوْ يَا كَافِرُ أَوْ يَا خَبِيْثُ أَوْ يَاسَارِقُ، لِ لِأَنَّهُ آذَاهُ وَأَلْحَقَ الشَّيْنَ بِهِ، وَلَامَدْخَلَ لِلْقِيَاسِ فِي الْحُدُوْدِ فَوَجَبَ التَّعْزِيْرِ

﴿فصل فی التعزیر﴾

ترجمہ:(٢٦٢٧) کسی نے باندی یا غلام یا کافر کو زنا کی تہمت لگائی تو تعزیر کی جائے گی۔

ترجمہ:لِ اس لئے کہ زنا کی تہمت ڈالی ہے، لیکن احصان نہ ہونے کی وجہ سے حد نہ لگا سکے تو تعزیر ہوگی۔

تشریح: آیت میں گزرا کہ محصن مرد یا محصنہ عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو حد لگے گی۔ اور باندی، غلام اور کافر محصن نہیں ہیں اس لئے ان پر زنا کی تہمت ڈالے تو حد نہیں لگے گی۔

وجہ:(۱) قول تابعی میں ہے۔ عن الزهری فی رجل افتری علی عبد او امة قال یعزر (مصنف عبد الرزاق باب فریة الحر علی المملوک ج سابع ص ٣٥٠، نمبر ١٣٨٢٧ / مصنف ابن ابی شیبة ٢٦ ما قالوا فی قاذف ام الولد؟ ج خامس ص ٤٨٥ نمبر ٢٨٢٤٠) اس اثر سے معلوم ہوا کہ غلام، باندی پر تہمت لگائے تو تہمت لگانے والے پر حد نہیں ہے البتہ تعزیر ہوگی۔ (٢) اور کافر کے بارے میں یہ قول تابعی ہے۔ عن ابراهیم انه قال من قذف یهودیا او نصرانیا فلا حد علیه (مصنف ابن ابی شیبة ١٩ فی المسلم یقذف الذی علیه حد ام لا؟ ج خامس ص ٤٨١ نمبر ٢٨١٩٥، مصنف عبد الرزاق، باب الفریة علی اهل الجاهلیة ج سابع ص ٣٤٨ نمبر ١٣٨٥٨) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کافر پر تہمت ڈالے تو تہمت ڈالنے والے پر حد نہیں ہے۔

ترجمہ :(٢٦٢٨) یا مسلمان کو زنا کے علاوہ کی تہمت لگائی مثلا کہا اے فاسق یا اے کافر یا اے خبیث یا ائے چور تو تعزیر کی جائے گی۔

ترجمہ :لِ اس لئے کہ اس کو تکلیف دی اور عیب لگائی اور حدود میں قیاس کو دخل نہیں ہے اس لئے تعزیر ہوگی۔

تشریح: اور مسلمان کو زنا کی تہمت نہ ڈالے بلکہ فاسق، کافر یا خبیث کہے تو اس سے حد نہیں لگے گی بلکہ حاکم مناسب سمجھے تو تعزیر کرے۔

٢ إِلَّا أَنَّهُ يَبْلُغُ بِالتَّعْزِيْرِ غَايَتَهُ فِي الْجِنَايَةِ الْأُوْلٰى، لِأَنَّهُ مِنْ جِنْسِ مَايَجِبُ بِهِ الْحَدُّ، وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِيْ اَلرَّأْيُ إِلَى الْإِمَامِ.

(٢٦٢٩) وَلَوْ قَالَ يَا حِمَارُ أَوْ يَا خِنْزِيْرُ لَمْ يُعَزَّرْ، ١ لِأَنَّهُ مَا أَلْحَقَ الشَّيْنَ بِهِ لِلتَّيَقُّنِ بِنَفْيِهِ، وَقِيْلَ فِيْ عُرْفِنَا يُعَزَّرُ لِأَنَّهُ يُعَدُّ سَبًّا ٢ وَقِيْلَ إِنْ كَانَ الْمَسْبُوْبُ مِنَ الْأَشْرَافِ كَالْفُقَهَاءِ وَالْعَلَوِيَّةِ يُعَزَّرُ لِأَنَّهُ

وجہ :(١)اس کی وجہ یہ ہے کہ حد جو جاری کی جاتی ہے وہ حدیث، یا آیت سے جاری کی جاتی ہے، قیاس سے جاری نہیں کی جاتی، اور آیت، یا حدیث میں ان لوگوں کے لئے حد نہیں ہے، اس لئے تعزیر لازم ہوگی (٢) قول صحابی میں ہے۔ قال علی قول الرجل للرجل یا خبیث یا فاسق قال ھن فواحش وفیھم عقوبۃ ولا تقولھن فتعودھن (مصنف ابن ابی شیبۃ ١٦١ فی الرجل یقول للرجل یا خبیث یا فاسق ج خامس ص ۵۵۴، نمبر ٢٨٩۵۵ رسنن للبیہقی، باب ماجاء فی الشتم دون القذف ج ثامن ص ۴۴٠ نمبر ١٧١۴٩) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حد تو نہیں ہوگی البتہ تعزیر ہوگی۔

لغت :شین :عیب، اور عار۔

ترجمہ :٢ مگر یہ کہ پہلی جنایت [یعنی کافر کو زنا کی تہمت لگائی] میں اتنی تعزیر کرے جو زنا کی حد کے برابر ہو اس لئے کہ یہ حد کی جنس میں سے ہے، اور دوسری وجہ میں [یعنی یا فاسق، یا کافر، کہا] تو اس میں امام کی رائے پر چھوڑ دی جائے گی۔

تشریح :پہلی جنایت میں جس میں غیر مسلم کو زنا کی تہمت ڈالی ہو اس کی تعزیر میں اتنے کوڑے مارے جائیں جو حد کے برابر ہوں، کیونکہ یہ حد ہی کی جنس میں سے ہے، صرف اس کے محصن نہ ہونے کی وجہ سے حد نہیں لگی۔ اور دوسری تمام صورتیں، جن میں اے فاسق کہا، یا اے کافر کہا تو اس میں امام جتنا کوڑے مناسب سمجھے مارے، کیونکہ یہ زنا کی تہمت کے درجے میں نہیں ہے۔

ترجمہ:(٢٦٢٩) اور اگر کہا اے گدھا یا اے سور تو تعزیر نہیں ہوگی۔

ترجمہ:١ یہ یقین ہے کہ وہ گدھا یا سور نہیں ہے اس لئے اس سے اس کو کوئی عار نہیں ہوئی، لیکن فرمایا کہ ہمارے یعنی صاحب ہدایہ کے عرف میں تعزیر کی جائے گی کیونکہ یہ گالی ہے۔

وجہ :(١) مصنف کے یہاں یہ الفاظ گالی نہیں تھے اس لئے تعزیر بھی نہیں ہوگی۔ لیکن جس معاشرے میں یہ الفاظ گالی ہیں اس میں تعزیر ہوگی۔ (٢) قول صحابی میں ہے۔ سمعت علیاً یقول انکم سألتمون عن الرجل یقول للرجل یا کافر یا فاسق یا حمار ولیس فیہ حد وانما فیہ عقوبۃ من السطان فلا تعودوا فتقولوا۔ (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی الشتم دون القذف ج خامس ص ۴۴١ نمبر ١٧١۵٠) اس اثر سے معلوم ہوا کہ یا حمار کہنے سے تعزیر ہو سکتی ہے اگر معاشرہ اس کو گالی سمجھتا ہو۔

ترجمہ :٢ بعض حضرات نے فرمایا کہ جس کو گالی دی ہے وہ شریف ہے جیسے فقہاء اور سادات کے لوگ تو تعزیر کی جائے گی

يَلْحَقُهُمُ الْوَحْشَةُ بِذٰلِكَ، وَإِنْ كَانَ مِنَ الْعَامَّةِ لَايُعَزَّرُ، وَهٰذَا أَحْسَنُ،

(٢٦٣٠) وَالتَّعْزِيْرُ أَكْثَرُهُ تِسْعَةٌ وَثَلَاثُوْنَ سَوْطًا وَأَقَلُّهُ ثَلَاثُ جَلَدَاتٍ ل .وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَبْلُغُ التَّعْزِيْرُ خَمْسًا وَسَبْعِيْنَ سَوْطًا، ٢ وَالْأَصْلُ فِيْهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ بَلَغَ حَدًّا فِيْ

اس لئے کہ حمار کے لفظ سے اس کو وحشت ہوتی ہے۔اور اگر عام لوگ ہے تو تعزیر نہیں کی جائے گی،[اس لئے کہ اس کو گدھا کہنے سے وحشت نہیں ہوتی]۔یہ تفصیل بہت اچھی ہے۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ:(۲۶۳۰)تعزیر کے زیادہ سے زیادہ انچاس کوڑے ہیں اور کم سے کم تین کوڑے ہیں۔

وجہ:(۱)قول تابعی میں ہے کہ تعزیر کے لئے چالیس کے درمیان کوڑے ہوں اس لئے ایک کوڑا کم کر کے انچالیس کوڑے رکھا۔عن الشعبی قال التعزیر مابین السوط الی الا ربعین (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳۶فی التعزیر کم ہو وکم یبلغ،ج خامس،ص۵۴۴،نمبر۲۸۸۶۳)(۲)یوں بھی شراب اور حد قذف میں غلام کی حد چالیس کوڑے ہیں اور یہ حد کا کم سے کم درجہ ہے۔اور حدیث میں ہے کہ تعزیر میں حد کے درجے کو نہیں پہنچنا چاہئے۔حدیث مرسل میں ہے۔عن الضحاک بن مزاحم قال قال رسول اللہ ﷺ من بلغ حدا فی غیر حد فھو من المعتدین،قال محمد فادنی الحدود اربعون فلا یبلغ بالتعزیر اربعون جلدۃ (کتاب الآثار لامام محمدؒ،باب التعزیر ص۱۳۳نمبر۶۱۰/سنن بیہقی،باب ماجاء فی التعزیر وانہ لایبلغ بہ اربعین،ج ثامن،ص۵۶۷،نمبر۱۷۵۸۴)اس حدیث مرسل سے معلوم ہوا کہ تعزیر حد کے کم سے کم درجے کو نہیں پہنچنا چاہئے جو انچالیس کوڑے ہیں۔

ترجمہ:ل اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا تعزیر پچھتر کوڑے پہنچ سکتا ہے۔

تشریح:وہ فرماتے ہیں کہ آزاد کی حد اسی کوڑے ہیں اس لئے اس سے پانچ کوڑے کم کر کے پچھتر کوڑے تک لگا سکتا ہے۔یعنی ایک کوڑے سے لیکر پچھتر کوڑے تک مار سکتے ہیں۔

فائدہ:بعض ائمہ کی رائے ہے کہ تعزیر دس کوڑے سے زیادہ نہ ہو۔

وجہ:ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابی بریدۃؓ انہ سمع رسول اللہ ﷺ یقول لا یجلد احد فوق عشرۃ اشواط الا فی حد من حدود اللہ (مسلم شریف،باب قدر اسواط التعزیر ص۷۲نمبر۱۷۰۸/۴۴۶۰/بخاری شریف، باب کم التعزیر والادب ص۱۰۱۲نمبر۶۸۴۸)

ترجمہ:۲ اصل اس میں حضورؐ کا قول ہے جو حد کی چیز نہیں ہے اس میں حد جتنے کوڑے مار دے تو یہ حد سے گزرنے والے

غَيْرِ حَدٍّ فَهُوَ مِنَ الْمُعْتَدِيْنَ، وَإِذَا تَعَذَّرَ تَبْلِيْغُهُ حُدَّ ٣؎ فَأَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نَظْرًا إِلٰى أَدْنَى الْحَدِّ وَهُوَ الْعَبْدُ فِي الْقَذْفِ فَصَرَفَاهُ إِلَيْهِ وَذٰلِكَ أَرْبَعُوْنَ فَنَقَصَا مِنْهُ سَوْطًا، ٤؎ وَ أَبُوْيُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اعْتَبَرَ أَقَلَّ الْحَدِّ فِي الْأَحْرَارِ إِذِ الْأَصْلُ هُوَ الْحُرِّيَّةُ ثُمَّ نَقَصَ سَوْطًا فِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَهُوَ الْقِيَاسُ، وَفِيْ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ نَقَصَ خَمْسَةً وَهُوَ مَاثُوْرٌ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَلَّدَهُ، ٥؎ ثُمَّ قَدَّرَ الْأَدْنٰى فِي الْكِتَابِ بِثَلَاثِ جَلَدَاتٍ، لِأَنَّ مَادُوْنَهَا لَايَقَعُ بِهِ الزَّجْرُ،

لوگ ہیں۔

تشریح: حدیث مرسل یہ ہے۔ عن الضحاک بن مزاحم قال قال رسول الله ﷺ من بلغ حدا فی غیر حد فهو من المعتدین، قال محمد فادنی الحدود اربعون فلا یبلغ بالتعزیر اربعون جلدة (کتاب الآثار لامام محمدؒ، باب التعزیر ص ١٣٣ نمبر ٦١٠ رسنن بیہقی، باب ما جاء فی التعزیر وانہ لا یبلغ بہ اربعین، ج ثامن، ص ٥٦٧، نمبر ١٧٥٨٤)

اس حدیث مرسل سے معلوم ہوا کہ تعزیر حد کے کم سے کم درجے کو نہیں پہنچنا چاہئے جو انچالیس کوڑے ہیں۔

ترجمہ: ٣؎ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ نے دیکھا کہ کم سے کم حد حد قذف میں غلام کی حد ہے اور وہ چالیس کوڑے ہیں، تو اس سے ایک کوڑا کم کر دیا [اور تعزیر کے انچالیس کوڑے متعین کئے]

تشریح: اوپر والی حدیث مرسل کو دیکھتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ نے یہ فرمایا کہ کم سے کم حد چالیس کوڑے ہیں تو اس سے ایک کم کر کے انچالیس کوڑے تعزیر متعین کر دئے جائیں

ترجمہ: ٤؎ اور امام یوسفؒ نے آزاد کی حد کا اعتبار کیا، اس لئے کہ اصل آزادگی ہے پھر اس سے ایک روایت میں ہے کہ ایک کوڑا کم کر دیا [اور انہتر کوڑے متعین کئے] اور یہی زفرؒ کا قول ہے اور وہی قیاس بھی ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ پانچ کوڑے کم کئے اور یہ حضرت علی سے منقول ہے اور اس کو لے لیا۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ نے اس کا اعتبار کیا کہ اصل آزاد کی حد ہے، اور وہ اسی کوڑے ہیں اس لئے اس سے ایک کم کر کے انہتر کوڑے تعزیر کے رکھے، کہ زیادہ سے زیادہ انہتر کوڑے تعزیر میں مار سکتے ہیں، اور دوسری روایت یہ ہے کہ پانچ کوڑے کم کر دو اور پچھتر کوڑے تک مار سکتے ہیں اس بارے میں حضرت علیؓ سے بھی ایک روایت ہے اس لئے اس کو لے لیا۔

ترجمہ: ٥؎ پھر متن میں ادنی کی مقدار تین کوڑے ہیں اس لئے کہ اس سے کم سے تنبیہ نہیں ہوتی

تشریح: واضح ہے۔

۶ وَذَكَرَ مَشَائِخُنَا أَنَّ أَدْنَاهُ عَلٰى مَايَرَاهُ الْإِمَامُ يُقَدَّرُ بِقَدْرِ مَايَعْلَمُ أَنَّهُ يَنْزَجِرُ، لِأَنَّهُ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ النَّاسِ، ۷ وَعَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ عَلٰى قَدْرِ عِظَمِ الْجُرْمِ وَصِغَرِهٖ، ۸ وَعَنْهُ أَنَّهُ يَقْرُبُ كُلُّ نَوْعٍ مِنْ بَابِهٖ فَيَقْرُبُ اللَّمْسُ وَالْقُبْلَةُ مِنْ حَدِّ الزِّنَاءِ، وَالْقَذْفُ بِغَيْرِ الزِّنَاءِ مِنْ حَدِّ الْقَذْفِ.

(۲۶۳۱) قَالَ وَإِنْ رَأَى الْإِمَامُ أَنْ يَضُمَّ إِلَى الضَّرْبِ فِي التَّعْزِيْرِ الْحَبْسَ فَعَلَ، ۱ لِأَنَّهُ صَلُحَ تَعْزِيْرًا وَقَدْ وَرَدَ الشَّرْعُ بِهٖ فِي الْجُمْلَةِ حَتّٰى جَازَ أَنْ يُكْتَفٰى بِهٖ فَجَازَ أَنْ يُضَمَّ إِلَيْهِ،

ترجمہ:۶ اور ہمارے مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ کم سے کم جتنا امام سمجھے وہ دے سکتا ہے، اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ کتنے کوڑے سے تنبیہ ہوگی، اس لئے کہ لوگوں کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے۔

تشریح: ہمارے بعض مشائخ اس طرف گئے کہ زیادہ سے زیادہ انچالیس کوڑے مارے، لیکن اس سے کم کوڑے کتنے مارے اس میں امام کی رائے پر چھوڑ دے، کیونکہ لوگوں کے حالات دیکھ کر وہ جانتا ہے کہ کس کو کتنے سے تنبیہ ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۷ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ بڑے جرم اور چھوٹے جرم کے اعتبار سے تعزیر کرے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی ایک رویت یہ ہے کہ بڑا جرم ہو تو زیادہ کوڑے مارے اور چھوٹا جرم ہو تو کم کوڑے مارے۔

ترجمہ: ۸ انہیں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جس قسم کا جرم ہو اس کو حد کے باب کے قریب کرو، اس لئے اجنبی عورت کا بوسہ لیا اور عورت کو چھویا تو زنا کی حد کے قریب مارو، اور زنا کے علاوہ سے تہمت ڈالی ہے تو حد قذف کے قریب مارو۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ گناہ کو دیکھو کہ وہ کس حد کے قریب ہے اس حد کے قریب تعزیر مارو۔ مثلا اجنبی عورت کو بوسہ دیا یا چھویا ہے کہ حد زنا کے قریب انہتر کوڑے تعزیر مارو، اور زنا کے علاوہ سے کسی کو تہمت ڈالی ہے تو یہ تہمت ہے اس لئے حد قذف کے قریب تعزیر کے کوڑے مارو۔

ترجمہ: (۲۶۳۱) اگر مناسب سمجھے تعزیر میں مارنے کے ساتھ قید کرنا تو کرسکتا ہے۔

تشریح: امام مناسب سمجھے کہ تعزیر میں کوڑے مارنے کے ساتھ ساتھ قید بھی کیا جائے تو قید کرسکتا ہے۔

وجہ: حد میں کوڑے مارنے کے ساتھ ایک سال کی جلاوطنی کرسکتا ہے تو تعزیر میں بھی ایسا کرسکتا ہے اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن زید بن خالد الجهنی قال سمعت النبی ﷺ یأمر فیمن زنی ولم یحصن جلد مائة وتغریب عام (بخاری شریف، باب البکر ان یجلدان وینفیان ص ۱۰۱۱، نمبر ۶۸۳۱) اس حدیث میں ہے کہ کوڑے لگانے کے ساتھ ایک سال جلاوطن کرے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے تعزیر میں مناسب سمجھے تو مجرم کو قید کرے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ قید کرنے میں بھی تعزیر کی صلاحیت ہے اور حدیث میں بھی قید کا ذکر ہے اس لئے، تو یہ بھی جائز ہے

۲۔ وَلِهٰذَا لَمْ يَشْرَعْ فِي التَّعْزِيْرِ بِالتُّهْمَةِ قَبْلَ ثُبُوْتِهٖ كَمَا شَرَعَ فِي الْحَدِّ، لِأَنَّهٗ مِنَ التَّعْزِيْرِ، (۲۶۳۲) قَالَ وَأَشَدُّ الضَّرْبِ التَّعْزِيْرُ ۱۔ ، لِأَنَّهٗ جَرَى التَّخْفِيْفُ فِيْهِ مِنْ حَيْثُ الْعَدَدِ فَلَايُخَفَّفُ مِنْ حَيْثُ الْوَصْفِ كَيْ لَايُؤَدِّيْ إِلٰى فَوَاتِ الْمَقْصُوْدِ، وَلِهٰذَا لَمْ يُخَفَّفْ مِنْ حَيْثُ التَّفْرِيْقِ عَلَى الْأَعْضَاءِ.

کہ صرف قید کردے، اور یہ بھی جائز ہے کہ تعزیر کے ساتھ قید کو ملا دے۔

تشریح: تعزیر کے ساتھ قید کرنا مناسب سمجھے تو قید بھی کردے، اور اگر یہ مناسب سمجھے کہ صرف قید کردے تو صرف قید بھی کرسکتا ہے، کیونکہ حد کے تذکرے میں قید کا ذکر ہے، اس لئے تعزیر میں بھی اس کی گنجائش ہوگی، تغریب عام کی حدیث اوپر گزری۔

ترجمہ: ۲۔ اس لئے تہمت کی وجہ سے تعزیر کرنی ہو تو اس کے ثابت ہونے سے پہلے قید نہیں کی جائے گی، جیسے حد میں قید کی جاتی ہے، کیونکہ قید بھی تعزیر کا حصہ ہے۔

تشریح: قید کرنا یہ بھی تعزیر کا حصہ ہے، اس لئے تہمت کی وجہ سے تعزیر کرنی ہو تو جب تک تہمت ثابت نہ ہو جائے قید نہیں کی جائے گی، کیونکہ ثابت ہونے سے پہلے اس کو تعزیر نہیں کرسکتے تو قید بھی نہیں کرسکتے، حد میں ایسا ہوتا ہے کہ ثابت ہونے سے پہلے قید کیا جائے گا، کیونکہ قید حد کا حصہ نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۶۳۲) سب سے سخت مار تعزیر کی ہے۔

تشریح: تعزیر میں مار سخت ماری جائے گی، پھر اس سے ہلکی زنا کی مار ہوگی، پھر اس سے ہلکی مار حد شرب کی ہوگی اور اس سے ہلکی مار حد قذف کی ہوگی۔

وجہ: (۱) ان دو اثروں میں اس کا اشارہ ہے۔ مثلا زنا کی حد کے بارے میں ہے کہ زانی کا تمام کپڑا اتار دیا جائے گا سوائے لنگی کے۔ اور حد قذف کے بارے میں ہے کہ صرف موٹا کپڑا اور پوستین اتارے جائیں گے۔ باقی قمیص وغیرہ اس کے بدن پر رہنے دیا جائے گا۔ جن سے اندازہ ہوا کہ زنا کی مار سخت ہے اور قذف کی مار اس سے ہلکی ہے۔ قول تابعی یہ ہے۔ عن قتادۃ قال یجلد القاذف والشارب وعلیھما ثیابھما، وینزع عن الزانی ثیابہ حتی یکون فی ازارہ (مصنف عبد الرزاق، باب وضع الرداء ج سابع ص ۲۹۹، نمبر ۱۳۵۹۸) اس قول تابعی میں قاذف اور شارب کا کپڑا باقی رکھا اور زانی کا کپڑا اتروایا جس سے معلوم ہوا کہ حد زنا سخت ہے اس کے بعد حد شرب اس کے بعد حد قذف ہے۔

ترجمہ: ۱۔ اس لئے کہ عدد کے اعتبار سے کمی کردی گئی اس لئے زور سے مار میں کمی نہیں کی جائے گی تاکہ مقصود فوت نہ ہو، اسی لئے اعضاء پر تفریق نہیں کی جائے گی۔

تشریح: حد میں کوڑے زیادہ ہیں اور تعزیر میں کوڑے کم ہیں، پس جب عدد کے اعتبار سے کمی کردی گئی تو سخت مار میں کمی نہیں کی

(۲۶۳۳) قَالَ ثُمَّ حَدُّ الزِّنَاءِ ۱؎ لِأَنَّهُ ثَابِتٌ بِالْكِتَابِ، وَحَدُّ الشُّرْبِ ثَبَتَ بِقَوْلِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَلِأَنَّهُ أَعْظَمُ جِنَايَةً حَتّٰى شَرَعَ فِيْهِ الرَّجْمُ، (۲۶۳۴) ثُمَّ حَدُّ الشُّرْبِ ۱؎ لِأَنَّهُ سَبَبٌ مُتَيَقَّنٌ بِهِ، (۲۶۳۵) ثُمَّ حَدُّ الْقَذْفِ ۱؎ لِأَنَّ سَبَبَهُ مُحْتَمَلٌ لِاحْتِمَالِ كَوْنِهِ صَادِقًا، وَلِأَنَّهُ جَرىٰ فِيْهِ التَّغْلِيْظُ مِنْ حَيْثُ رَدِّ الشَّهَادَةِ فَلَايُغَلَّظُ مِنْ حَيْثُ الْوَصْفِ.

جائے گی، یہی وجہ ہے کہ حد میں متفرق اعضاء پر کوڑے مارے جاتے ہیں اور تعزیر میں متفرق اعضاء پر مارنا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۶۳۳) پھر زنا کی حد ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ حد زنا آیت سے ثابت ہے اور حد شرب صحابہ کے قول سے ثابت ہے [اس لئے حد زنا سخت ہوگی اور حد شرب اس سے کم سخت ہوگی]۔ پھر یہ کہ زنا کا جرم زیادہ ہے اسی لئے اس میں رجم مشروع ہے۔

تشریح: حد زنا دو وجہ سے سخت ہے [۱] ایک یہ کہ زنا کی حد آیت سے ثابت ہے۔ [۲] دوسری یہ کہ زنا میں رجم مشروع ہے اس لئے وہ اہم ہے اس لئے اس میں سخت سزا ہوگی، اور حد شرب حدیث سے ثابت ہے۔ اس لئے وہ زنا سے کم اہم ہے۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ عن عقبة بن الحارث ان النبی ﷺ اتی بنعمان او بابن نعمان وهو سكران فشق عليه وامر من فی البيت ان يضربوه فضربوه بالجريد والنعال (بخاری شریف، باب الضرب بالجرید والنعال ص۱۰۰۲ نمبر ۶۷۷۵) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شراب کی حد ہے۔

ترجمہ: (۲۶۳۴) پھر شرب کی حد کم سخت ہے۔

ترجمہ: ۱؎ شراب پینا یقینی ہے اس لئے حد ہے، [اور حد قذف یقینی نہیں ہے۔]

تشریح: زنا کی تہمت ڈالا ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس میں وہ سچا ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اس میں سچا نہیں ہے، اس میں دونوں احتمال ہونے کی وجہ سے، اس کی حد شراب سے کم ہے اور شراب پینے کی حد یقینی ہے کیونکہ اس کو پیتے ہوئے پکڑا گیا ہے اس لئے اس کی حد حد قذف سے سخت ہے۔

ترجمہ: (۲۶۳۵) پھر حد قذف ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ حد قذف کے سبب میں احتمال ہے، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ تہمت لگانے والا سچا ہو [اور ہوسکتا ہے کہ جھوٹا ہو]، اور اس لئے بھی کہ حد قذف میں گواہی رد کر دی گئی ہے اس لئے تغلیظ ہوگئی اس لئے سخت مار کے اعتبار سے تغلیظ نہیں کی جائے گی۔

تشریح: زنا کی تہمت لگانے والا ممکن ہے کہ سچا ہو اور ممکن ہے کہ جھوٹا ہو اس لئے یہ حد حد شرب سے کم سخت ہے، دوسری وجہ

(۲۶۳۶) وَمَنْ حَدَّهُ الْإِمَامُ أَوْ عَزَّرَهُ فَمَاتَ فَدَمُهُ هَدْرٌ، ١ لِأَنَّهُ فَعَلَ مَافَعَلَ بِأَمْرِ الشَّرْعِ، وَفِعْلُ الْمَأْمُوْرِ لَايَتَقَيَّدُ بِشَرْطِ السَّلَامِ كَالْفَصَّادِ وَالْبَزَّاغِ، ٢ بِخِلَافِ الزَّرْعِ إِذَا عَزَّرَ زَوْجَتَهُ، لِأَنَّهُ مُطْلَقٌ فِيْهِ، وَالْإِطْلَاقُ يَتَقَيَّدُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ كَالْمُرُوْرِ فِي الطَّرِيْقِ،

یہ ہے کہ حد قذف میں کوڑے لگنے کے ساتھ قاذف کی گواہی رد کردی گئی تو ایک سختی آ گئی اس لئے مار کے اعتبار سے سختی نہیں ہونی چاہئے۔

ترجمہ:(۲۶۳۶)امام نے حد لگائی یا تعزیر کی پس مر گیا تو اس کا خون معاف ہے۔

اصول:امام ابوحنیفہؒ کے یہاں حد میں ہلاک کا ضمان کسی پر نہیں ہے۔

اصول:امام شافعیؒ کے یہاں حد میں ہلاک کا ضمان بیت المال پر ہے۔

وجہ:(۱)حد لگانے یا تعزیر کرنے کے بعد مر جائے اور اس کا تاوان حاکم پر لازم کرنے لگ جائیں تو کوئی حاکم عہدے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔اس لئے اس کا خون معاف ہے(۲)قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔عن علیؓ قال ما کنت اقیم علی احد حدا فیموت فیه فاجد منه فی نفسی الا صاحب الخمر لانه ان مات ودیته لان رسول الله ﷺ لم یسنه (مسلم شریف، باب حد الخمر ص ۷۱ نمبر ۱۷۰۷/۴۴۵۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ شرابی کے علاوہ کوئی حد یا تعزیر میں مر جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔البتہ شرابی پر حد زیادہ لگ جائے اور مر جائے تو اس کا احساس ہے۔کیونکہ اس کی حد کے بارے میں کوئی صاف عدد مذکور نہیں ہے۔

ترجمہ:١ اس لئے کہ شریعت کے معاملے کو اس نے انجام دیا ہے،اور کوئی ضروری نہیں ہے کہ جس کو مارا وہ سلامت رہے جیسے فصد لگانے والا اور جانور کو نشتر لگانے والا۔

تشریح:حد میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ اس کو وصول کرو اس لئے کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہلاک نہ ہو اور آدمی محفوظ رہے اس لئے ہلاک ہو گیا تو اس کی دیت لازم نہیں ہوگی، جیسے پچھنا لگانے والا اور جانور کو نشتر لگانے والا نشتر لگائے تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ آدمی ہلاک نہ ہو اور ہلاک ہوتا ہے تو اس کا ضمان پچھنا لگانے والے پر نہیں ہے،اسی طرح اس حد میں ہلاک ہونے والے کا ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ:٢ بخلاف شوہر بیوی کو تعزیر کی تو تعزیر کی اجازت ہے،ضروری نہیں ہے،اور جس میں اجازت ہوتی ہے وہ سلامت کی شرط کے ساتھ مقید ہوتی ہے،جیسے راستے میں گزرنا۔

تشریح:یہاں دو باتوں میں فرق بیان کر رہے ہیں[ا][مطلق]ایک ہے مار کی اجازت، جیسے شوہر کو مار کی اجازت ہے،اس

۳؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ تَجِبُ الدِّيَةُ فِي بَيْتِ الْمَالِ، لِأَنَّ الْإِتْلَافَ خَطَأٌ فِيْهِ إِذِ التَّعْزِيْرُ لِلتَّأْدِيْبِ غَيْرُ أَنَّهُ تَجِبُ الدِّيَةُ فِي بَيْتِ الْمَالِ، لِأَنَّ نَفْعَ عَمِلِهِ يَرْجِعُ إِلٰى عَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَكُوْنُ الْغُرْمُ فِي مَالِهِمْ، ۴؎ قُلْنَا لَمَّا اسْتَوْفٰى حَقَّ اللّٰهِ تَعَالٰى بِأَمْرِهٖ صَارَ كَأَنَّ اللّٰهُ أَمَاتَهُ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ فَلَايَجِبُ الضَّمَانُ.

میں آدمی کا محفوظ رہنا ضروری ہے، اور اگر مار کی وجہ سے بیوی ہلاک ہوگئی تو شوہر پر اس کی دیت لازم ہوگی۔[۲] اور دوسرا ہے مار کا حکم دینا، جیسے حد میں مار کی اجازت نہیں ہے بلکہ مار کا حکم ہے، اس لئے اس میں آدمی کا صحیح سالم رہنا کوئی ضروری نہیں ہے، اس لئے حد سے آدمی ہلاک ہوگیا تو اس کی دیت نہیں ہے۔ اس کی ایک مثال دی ہے کہ کسی کے کھیت میں راستہ ہے اس سے گزرنے کی اجازت ہے، تو وہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ کھیتی کو خراب نہ کرے۔ اور اگر فصل کو خراب کیا تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔

لغت: مطلق: کا معنی ہے اجازت۔ اس کا جمع ہے اطلاقات۔

ترجمہ: ۳؎ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ہلاک ہونے کی دیت بیت المال پر ہوگی اس لئے کہ ہلاک ہونا غلط بات ہے اس لئے تعزیر ادب کے لئے تھی، یہ اور بات ہے کہ دیت بیت المال پر ہوگی، اس لئے کہ امام کا نفع عام مسلمانوں کو ہے تو تاوان بھی عام مسلمانوں پر ہوگا۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حد مارنے کی وجہ سے ہلاک ہوگیا تو اس کی دیت بیت المال پر ہوگی۔

وجہ: وہ فرماتے ہیں کہ تعزیر صرف ادب دینے کے لئے ہے ہلاک کرنے کے لئے نہیں ہے، اور ہلاک کر دیا تو یہ غلطی ہے، لیکن امام چونکہ عوام کے لئے کام کیا ہے اس لئے اس کا تاوان بھی عوام کے مال میں ہوگا، بیت المال پر ہوگا۔ غرم: تاوان۔ ضمان۔

ترجمہ: ۴؎ ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اللہ کے حکم سے اللہ کا حق وصول کیا ہے، تو ایسا ہوگیا کہ بغیر واسطے کے اللہ ہی نے اس کو مارا ہے اس لئے ضمان لازم نہیں ہوگا۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے۔ ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جب اللہ کے حکم سے حد ماری تو گویا کہ اللہ ہی نے اس آدمی کو مار دیا، اس لئے امام پر ضمان نہیں ہوگا۔

﴿كِتَابُ السَّرِقَةِ﴾

۱؎ السَّرِقَةُ فِيْ اللُّغَةِ: أَخْذُ الشَّيْءِ مِنَ الْغَيْرِ عَلٰى سَبِيلِ الْخُفْيَةِ وَالِاسْتِسْرَارِ، وَمِنْهُ اسْتِرَاقُ السَّمْعِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِلا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ﴾ ۲؎ وَقَدْ زِيدَتْ عَلَيْهِ أَوْصَافٌ فِيْ الشَّرِيعَةِ عَلٰى مَا يَأْتِيک بَيَانُهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

﴿کتاب السرقۃ﴾

ترجمہ ۱؎ سرقہ کا لغوی معنی ہے، دوسرے کے مال کو چھپ کر اور آہستگی سے لے لینا، اسی سے استرق السمع ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہا ہے کہ (الا من الستر ق السمع فاتبعه شهاب مبين) آیت ۱۸، سورۃ الحجر۱۵) ترجمہ: جنات چرا کر فرشتوں سے جو سن لیتے ہیں، اس کے پیچھے پتھر پڑتا ہے۔

تشریح: یہاں سرقہ کا معنی بیان کر رہے ہیں، کہ اس کا معنی ہے چھپ کر مال لیجانا۔ چنانچہ آیت میں استرق السمع ، استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب ہے کہ شیطان چھپ کر سنتا ہے تو اس پر پتھر کی بارش ہوتی ہے۔

سرقہ کا معنی ہے، چھپ کر مال لیجانا، پھر چوری کی تین قسمیں ہیں (۱) پہلی قسم۔ نقب زنی، یعنی رات میں دیوار میں سوراخ کر کے چپکے سے گھر میں گھسا، پھر مالک سے مقابلہ کر کے مال لے گیا، تو اس صورت میں جب گھر میں داخل ہو رہا تھا تو چپکے سے داخل ہوا، اس لئے سرقہ کا معنی پایا گیا، یہ اور بات ہے کہ بعد میں مالک سے چھپ نہیں پایا، بلکہ کھلم کھلا مقابلہ کر کے مال لیا ہے ،لیکن گھر میں داخل ہوتے وقت چھپنے کی شکل ہے، اس لئے سرقہ کا معنی پایا گیا ہے، اس لئے اس کی حد جاری کی جائے گی۔ (۲) دوسری بڑی چوری جس کو ڈاکہ زنی، کہتے ہیں، اس میں کھلم کھلا مقابلہ کر کے مال لیا جاتا ہے، لیکن اس میں بھی حکومت وقت سے چھپ کر ڈاکہ زنی کی جاتی ہے اس لئے اس میں بھی چھپنے کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے اس میں اس کے مناسب حد جاری ہوگی۔ (۳) اور تیسری ہے عام چوری ہے، اس میں مالک سے یا جو اس کے قائم مقام ہو اس سے چھپ کر مال لیا جاتا ہے اس لئے اس میں سرقہ، یعنی چھپنے کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے اس میں بھی اس کے مناسب حد جاری کی جائے گی۔

لغت: سرقۃ: چھپ کر مال چرانا۔ خفیۃ: چپکے سے۔ استسرار: سر، سے مشتق ہے، آہستہ سے۔ استراق السمع: چرا کر سننا۔

ترجمہ: ۲؎ شریعت میں کچھ اور اوصاف بڑھائے گئے ہیں، جس کا بیان آگے ان شاء اللہ آئے گا۔

تشریح: سرقہ اور چوری میں چھپ کر کرنے کا معنی ہے، البتہ شریعت میں کچھ اور اوصاف بڑھائے گئے ہیں، جن کا ذکر آگے آئے گا۔

٣ وَالْمَعْنَى اللُّغَوِيُّ مُرَاعًى فِيهَا ابْتِدَاءً وَانْتِهَاءً أَوْ ابْتِدَاءً لا غَيْرَ، كَمَا إِذَا نَقَبَ الْجِدَارَ عَلَى الاسْتِسْرَارِ وَأَخَذَ الْمَالَ مِنْ الْمَالِكِ مُكَابَرَةً عَلَى الْجِهَارِ. ۴ وَفِي الْكُبْرَى: أَعْنِي قَطْعَ الطَّرِيقِ مُسَارَقَةُ عَيْنِ الْإِمَامِ لِأَنَّهُ هُوَ الْمُتَصَدِّي لِحِفْظِ الطَّرِيقِ بِأَعْوَانِهِ. ۵ وَفِي الصُّغْرَى: مُسَارَقَةُ عَيْنِ الْمَالِكِ أَوْ مَنْ يَقُومُ مَقَامَهُ.

ترجمہ: ٣ سرقہ کے لغوی معنی کا اعتبار ہر جگہ ہے، چوری کی ابتداء میں بھی اور اس کی انتہاء میں بھی، اور صرف ابتداء کی صورت میں بھی، جیسے کہ چپکے سے دیوار میں سوراخ کیا، اور مالک سے کھلم کھلا لڑ کر مال لیا۔

تشریح: چوری کے شروع میں بھی چھپنے کا معنی ہو اور اس کے آخیر میں بھی چھپنے کا معنی ہو، تو اس کو عام چوری، کہتے ہیں۔ لیکن اگر نقب زنی کی، یعنی دیوار میں سوراخ کر کے گھسا، اور بعد میں مالک سے مقابلہ کر کے مال لیا تو اگر چہ بعد میں چھپنے کا معنی نہیں پایا گیا، لیکن شروع میں چھپنے کا معنی پایا گیا اس لئے اس میں سرقہ کا معنی پایا گیا ہے۔

لغت: نقب: دیوار میں سوراخ کرنا۔ استسرار: سر سے مشتق ہے، آہستہ سے گھسنا، چھپ کر گھسنا۔ مکابرۃ: مقابلہ کر کے۔ جھار: ظاہری طور پر۔

ترجمہ: ۴ اور بڑی چوری، یعنی ڈاکہ زنی میں بھی، چھپنے کا معنی ہے کہ وہ امام کی آنکھوں سے چھپ کر ڈاکہ زنی کر رہا ہے، کیونکہ امام اپنے محافظوں کے ساتھ مل کر راستے کی حفاظت کی کوشش کرتا ہے۔

تشریح: یہ دوسری قسم کی چوری ہے۔ بڑی چوری، یعنی ڈاکہ زنی میں کھلم کھلا مقابلہ کر کے مال لیا جاتا ہے، لیکن امام کی نظر سے چھپ کر ڈاکہ زنی کی جاتی ہے اس لئے اس میں بھی چھپنے کا معنی پایا گیا۔ کیونکہ امام اپنے محافظوں کو لیکر راستے کی حفاظت کرنا چاہتا ہے۔

لغت: قطع الطریق: راستے کو کاٹنا، یعنی ڈاکہ زنی کرنا۔ متصدی: صدء سے مشتق ہے، مورچہ لگانا، مستعد رہنا۔ اعوانہ: عون سے مشتق ہے، مددگار، یہاں مراد ہے امام کا محافظ دستہ۔

ترجمہ: ۵ اور اور چھوٹی چوری [جسکو عام طور پر چوری کہتے ہیں] اس میں بھی مالک کے یا جو مالک کے قائم مقام ہے اس سے چھپا کر چوری کی جاتی ہے۔

تشریح: ڈاکہ زنی سے چھوٹی چوری، جسکو عام طور پر چوری، کہتے ہیں، اس میں ابتداء اور انتہاء دونوں میں مالک سے یا مالک کے جو قائم مقام ہو، جیسے امانت رکھنے والا سے مال چھپکے سے لیجائے تو اس میں بھی چپکے سے لیجانا ہوا، البتہ اس میں

(۲۶۳۷)قَالَ وَإِذَا سَرَقَ الْعَاقِلُ الْبَالِغُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ أَوْ مَا يَبْلُغُ قِيمَتُهُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ مَضْرُوبَةً مِنْ حِرْزٍ لَا شُبْهَةَ فِيهِ وَجَبَ الْقَطْعُ ۱ وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْله تَعَالَىٰ ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا﴾ الْآيَةَ ،

شروع میں بھی چپکے سے لیجانا ہوا اور آخیر میں بھی چپکے سے لیجانا ہوا، اس لئے اس کو صحیح چوری، کہتے ہیں۔

لغت :مسارقۃ عین المالک: مالک کی آنکھ سے چھپا کر لیجانا۔ من یقوم مقامہ: جو مالک کے قائم مقام ہو، جیسے امانت رکھنے والا۔ غصب کرنے والا، مانگ کر لیجانے والا، یہ لوگ مالک کے قائم مقام ہیں، ان سے بھی چپکے سے مال لیجائے تو اس کو بھی سرقہ کہا جائے گا، اور اس پر بھی سرقہ کی حد قائم ہوگی۔

ترجمہ :(۲۶۳۷) اگر بالغ عاقل آدمی نے چرایا دس درہم یا ایسی چیز جس کی قیمت دس درہم ہو، سکہ دار ہو یا بے سکہ ہو ایسی محفوظ جگہ سے جس میں کوئی شبہ نہ ہو تو اس پر ہاتھ کاٹنا واجب ہے غلام اور آزاد اس میں برابر ہیں۔

تشریح: چوری چھ شرطوں کے ساتھ کرے تو ہاتھ کٹے گا ۔

(۱) چوری کرنے والا عاقل بالغ ہو

(۲)، دوسری وہ چیز دس درہم یا اس سے زیادہ کی ہو۔

(۳) ایک تو محفوظ جگہ سے چوری کرے

(۴) اور تیسری یہ کہ اس چیز میں چور کا کسی قسم کا حصہ نہ ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(۵) مباح الاصل نہ ہو : یہ ایک محاورہ ہے، دار الاسلام میں جس چیز کو ہر آدمی لے سکتا ہے، جیسے پرندے کو ہر آدمی شکار کر کے لے سکتا ہے اس کو مباح الاصل، کہتے ہیں۔

(۶) چھپ کر مال لیا ہو

عاقل بالغ آدمی ہو اور وہ دس درہم یا دس درہم کی چیز چرالے اور کسی ایسی محفوظ جگہ سے چرائے جس کے محفوظ ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور غلام اور آزاد دونوں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ اس حد میں یہ نہیں ہے کہ آزاد کی حد پوری ہوگی اور غلام کی حد آدھی کہ مثلا ہاتھ کٹنے کے بدلے میں ان کو آدھے کوڑے لگے۔ بلکہ دونوں کی حد برابر ہیں یعنی ثابت ہونے پر دونوں کے ہاتھ کٹیں گے۔ دلیل آگے آرہی ہے۔

ترجمہ :۱ اصل اس میں اللہ تعالی کا قول والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما ، ہے

وجہ:(۱) چور کا ہاتھ کٹنے کی دلیل یہ آیت ہے۔ والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من الله والله عزیز حکیم (آیت ۳۸ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت سے پتا چلا کہ چور یا چورن چوری کرلیں تو دونوں کے ہاتھ

۲؎ وَلَابُدَّمِنْ اعْتِبَارِالْعَقْلِ وَالْبُلُوغِ لِأَنَّ الْجِنَايَةَ لَاتَتَحَقَّقُ دُونَهُمَاوَالْقَطْعُ جَزَاءُ الْجِنَايَةِ، ۳؎ وَلَا بُدَّ مِنْ التَّقْدِيرِ بِالْمَالِ الْخَطِيرِ لِأَنَّ الرَّغَبَاتِ تَفْتُرُ فِي الْحَقِيرِ، وَكَذَا أَخْذُهُ لَا يَخْفَى فَلَا يَتَحَقَّقُ رُكْنُهُ وَلَا حِكْمَةُ الزَّجْرِ لِأَنَّهَا فِيمَا يَغْلِبُ، ۴؎ وَالتَّقْدِيرُ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ مَذْهَبُنَا . وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ التَّقْدِيرُبِرُبُعِ دِينَارٍ .وَعِنْدَ مَالِكٍ عَلَيْهِ بِثَلَاثَةِ دَرَاهِمَ .لَهُمَاأَنَّ الْقَطْعَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ والسَّلَامُ مَا كَانَ إلَّا فِي ثَمَنِ الْمِجَنِّ، وَأَقَلُّ مَا نُقِلَ فِي تَقْدِيرِهِ ثَلَاثَةَ دَرَاهِمَ، وَالْأَخْذُ بِالْأَقَلِّ الْمُتَيَقَّنِ بِهِ أَوْلَى،

کاٹیں گے(۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابن عباس قال قطع رسول الله ﷺ يد رجل فی مجن قيمته دينار او عشرة درهم** (ابوداؤدشریف، باب مایقطع فیہ السارق،ص۶۵۴،نمبر۴۳۸۷رترمذی شریف، باب ماجاء فی کم یقطع السارق،ص۲۶۷،نمبر۱۴۴۶رمسلم شریف، باب حدالسرقۃ ونصابھا،ص۷۴۷،نمبر۱۶۸۵ر۴۴۰۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور دس درہم کی چیز ہو تو چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:۲؎ چور کا عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ اس کے بغیر جرم نہیں ہوتا، اور ہاتھ کاٹنا جرم کا بدلہ ہے۔

تشریح :چور عاقل اور بالغ نہ ہو تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنا جرم کا بدلہ ہے اور عقل، اور بلوغ کے بغیر جرم ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ وہ مرفوع القلم ہیں، اس لئے مجنون اور بچہ چوری کرلے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، البتہ قاضی مناسب سمجھے تو تعزیر کرے گا، اور مال واپس دلوائے گا۔

ترجمہ:۳؎ ضروری ہے کہ چوری کا مال خطیر ہو، اس لئے کہ حقیر مال میں رغبت کم ہوتی ہے، اسی طرح اس کو لینے میں چھپانے کی کوشش کم کرتے ہیں [جو ایک ضروری شرط ہے]، پھر کم مال میں تنبیہ کرنے کی حکمت بھی نہیں ہوگی۔

تشریح : یہاں سے یہ بتاتے ہیں کہ زیادہ مال ہو تب ہی ہاتھ کاٹا جائے گا، اس کی تین وجہ بتاتے ہیں [۱] کم مال چرانے کی رغبت کم ہوتی ہے [۲] کم مال کو چراتے وقت اس کو چھپانے کی کوشش نہیں کرتے، حالانکہ چھپا کر چرائے گا تب ہی ہاتھ کاٹا جائے گا [۳] ہاتھ کاٹنے کا مقصد چور کو تنبیہ کرنا ہے، اور کم مال میں اس کو تنبیہ نہیں ہوگی، بلکہ اور شریعت سے ناراض ہوجائے گا، کہ ایک دو پیسے ہی میں میرا اتنا اہم ہاتھ کاٹ دیا۔

لغت:خطیر: اہم مال، زیادہ مال۔ تفتر: فر سے مشتق ہے، جذبہ کم ہوجاتا ہے۔ لایخفی: مال کو چھپاتا نہیں ہے۔

ترجمہ:۴؎ ہاتھ کاٹنے میں دس درہم کو متعین کرنا یہ ہمارا مذہب ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک چوتھائی دینار متعین ہے، اور امام مالکؒ کے یہاں تین درہم، ان دونوں حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں ڈھال کی قیمت میں ہاتھ کاٹا گیا ہے ،اور اس کا کم سے کم جو اندازہ تھا وہ تین درہم تھا، اور کم کو لینا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ وہ یقینی ہے۔

٥ غَيْرَ أَنَّ الشَّافِعِيَّ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَقُولُ: "كَانَتْ قِيمَةُ الدِّينَارِ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اثْنَىٰ عَشَرَ دِرْهَمًا" وَالثَّلَاثَةُ رُبُعُهَا. ٦ وَلَنَا أَنَّ الْأَخْذَ بِالْأَكْثَرِ فِي هٰذَا الْبَابِ أَوْلَى احْتِيَالًا لِدَرْءِ الْحَدِّ. وَهٰذَا لِأَنَّ فِي الْأَقَلِّ شُبْهَةَ عَدَمِ الْجِنَايَةِ وَهِيَ دَارِئَةٌ لِلْحَدِّ، وَقَدْ تَأَيَّدَ ذٰلِكَ بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "لَا قَطْعَ إِلَّا فِي دِينَارٍ، أَوْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ"

تشریح: دس درہم میں ہاتھا کاٹا جائے گا یہ ہمارا مذہب ہے، اس کی دلیل آگے آ رہی ہے، امام شافعیؒ کے یہاں چوتھائی دینار میں ہاتھ کاٹا جائے گا، اور امام مالکؒ کے یہاں تین درہم کی قیمت ہو تب بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجہ: (۱) امام شافعیؒ کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عائشة قالت قال النبی ﷺ تقطع الید فی ربع دینار فصاعدا** (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی والسارق والسارقۃ الخ وفی کم یقطع ؟ص ۱۰۰۳ نمبر ۶۷۸۹ رمسلم شریف، باب حد السرقۃ ونصابھا، ص ۷۴۶، نمبر ۱۶۸۴/۴۳۹۸ رابوداؤد شریف، باب ما یقطع فیہ السارق، ص ۲۵۴ نمبر ۴۳۸۳) اس حدیث میں چوتھائی دینار میں ہاتھ کاٹنے کا ثبوت ہے۔

وجہ: امام مالک کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عبد اللہ قال قطع النبی فی مجن ثمنہ ثلاثۃ دراھم** (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی والسارق والسارقۃ الخ وفی کم یقطع ؟ ص ۱۰۰۳ نمبر ۶۷۹۷ رمسلم شریف، باب حد السرقۃ ونصابھا ص ۷۴۷، نمبر ۱۶۸۶/۴۴۰۶ رابوداؤد شریف، باب ما یقطع فیہ السارق، ص ۲۵۴، نمبر ۴۳۸۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین درہم میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ (۳) اور اقل قیمت میں کاٹنا احتیاط کا تقاضہ ہے

لغت: مجن: چمڑے کا ڈھال۔

ترجمہ: ٥ امام شافعیؒ کی دلیل یہ بھی ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں دینار کی قیمت بارہ درہم تھی اس لئے تین درہم ایک چوتھائی دینار رہوا۔

تشریح: امام شافعیؒ، امام مالک والی جو حدیث ہے، جس میں ہے کہ تین درہم میں ہاتھ کاٹا گیا، اس کی تاویل کرتے ہیں کہ حضور کے زمانے میں دینار کی قیمت بارہ درہم تھی، اس لئے تین درہم میں کاٹا گیا تو یہ چوتھائی درہم ہوئی۔

ترجمہ: ٦ ہماری دلیل یہ ہے کہ حد کو ساقط کرنے کے لئے اس باب میں اکثر کو لینا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ کم لینے میں جرم کے نہ ہونے کا شبہ ہے، جو حد کو ساقط کرتا ہے، اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جس میں ہے کہ ایک دینار اور دس درہم سے کم میں نہ کاٹا جائے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ کم قیمت لیں تو ممکن ہے کہ وہ جرم ہی نہ ہو، اور جرم نہ ہونے کی شبہ سے حد ساقط ہو جاتی

ے وَاسْمُ الدَّرَاهِمِ يَنْطَلِقُ عَلٰى الْمَضْرُوبَةِ عُرْفًافَهٰذَايُبَيِّنُ لَکَ اشْتِرَاطَ الْمَضْرُوبِ كَمَا قَالَ فِي الْكِتَابِ وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ،وَهُوَالْأَصَحُّ رِعَايَةً لِكَمَالِ الْجِنَايَةِ،حَتّٰى لَوْسَرَقَ عَشَرَةً تِبْرًاقِيمَتُهَا أَنْقَصُ مِنْ عَشَرَةٍ مَضْرُوبَةٍ لَايَجِبُ الْقَطْعُ،٨ وَالْمُعْتَبَرُوَزْنُ سَبْعَةِ مَثَاقِيلَ لِأَنَّهُ هُوَالْمُتَعَارَفُ فِيْ عَامَّةِ الْبِلَادِ.

ہے،اس لئے اکثر کو لینا زیادہ بہتر ہے،اوراس کی تائیداس حدیث سے ہوتا ہے جس میں یہ ہے کہ ایک دینار،یا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا۔

وجه:(۱)صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن ابن عباس قطع رسول ﷺ ید رجل فی مجن قیمته دینار او عشر ة دراهم (ابوداؤد شریف باب مایقطع فیہ السارق،ص ۶۱۷،نمبر ۴۳۸۷ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی کم یقطع السارق ،ص ۳۵۱،نمبر ۱۴۴۶)(۲)قول صحابی میں ہے۔عن ابن عباس لایقطع السارق فی دون ثمن المجن وثمن المجن عشرة دراهم (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴ من قال لاتقطع فی اقل من عشرۃ دراھم، ج خامس،ص ۴۷۳،نمبر ۲۸۰۹۵ر سنن للبیھقی ،۴۸ باب اختلاف الناقلین فی ثمن المجن وما یصح منہ ومالا یصح ،ج ثامن،ص ۴۴۸،نمبر ۱۷۱۷۳)اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ دس درہم کی چیز ہوتو ہاتھ کاٹا جائے گا (۳) ہاتھ کاٹنے میں احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ زیادہ مال میں عضو کٹے۔اگرچہ حدیث میں اس سے کم تین درہم اور چوتھائی دینار میں بھی ہاتھ کٹنے کا ثبوت ہے۔

ترجمه:ے اورعرف میں درہم کا نام ڈھلے ہوئے سکے پر بولا جاتا ہے،اس سے پتہ چلتا ہے کہ ڈھلا ہوا کی شرط ہے، جیسے کہ متن میں کہا،اور ظاہری روایت یہی ہے،اور جرم کے مکمل ہونے کی رعایت کرتے ہوئے یہی صحیح ہے، چنانچہ اگر چاندی کی دس ڈلی چرائی اوراس کی قیمت دس ڈھلے ہوئے سکے سے کم ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح :قدوری کے متن میں یہ ہے کہ ڈھلے ہوئے دس درہم کی قیمت کے برابر ہوتب ہاتھ کاٹا جائے گا،کیونکہ عرف میں ڈھلے ہوئے سکے کو ہی درہم کہتے ہیں،تاکہ جرم کامل ہو،چنانچہ اگر کسی نے چاندی کی دس ڈلی چرائی،جس کی قیمت ڈھلے دس درہم سے کم ہوتو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا،حدیث میں دس درہم کا ذکر تھا جسکا مطلب یہ ہے کہ مسروقہ چیز کی قیمت ڈھلا ہوا دس سکے کے برابر ہوتب ہاتھ کاٹا جائے گا۔

لغت:تبرا:چاندی کا ڈلا۔

ترجمه:٨ اور سات مثال والا درہم کا اعتبار ہے،اس لئے کہ عام شہر میں وہی متعارف ہے۔

تشریح : حضرت عمرؓ کے زمانے میں تین قسم کا درہم رائج تھا[۱] ایک درہم چھوٹا تھا یہ دس درہم پانچ ۵ مثقال وزن کا ہوتا تھا ۔[۲] دوسرا درہم تھا جو دس درہم دس ۱۰ مثقال وزن کا ہوتا تھا۔[۳] تیسرا درہم جو دس درہم چھ ٦ مثقال وزن کا ہوتا تھا۔لوگوں

۹ وَقَوْلُهُ أَوْ مَا يَبْلُغُ قِيمَتُهُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ غَيْرَ الدَّرَاهِمِ تُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ بِهَا وَإِنْ كَانَ ذَهَبًا، ١٠ وَلَا بُدَّ مِنْ حِرْزٍ لَا شُبْهَةَ فِيهِ لِأَنَّ الشَّهَادَةَ دَارِئَةٌ، وَسَنُبَيِّنُهُ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

کوزکوۃ دینے میں پریشانی ہوتی تھی کہ کس درہم سے زکوۃ دے، تو حضرت عمرؓ نے مشورے کے بعد تینوں درہموں کو ملایا تو تینوں درہم کا وزن اکیس ۲۱ مثقال ہوا، پھر اس سے تین درہم بنایا تو ہر درہم سات ۷ مثقال کا ہوا، یعنی دس درہم جمع کرو تو اس درہم کا وزن سات ۷ مثقال ہوگا، اسی کو وزن سبعہ کہتے ہیں، وزن سبعہ درہم کا وزن، ایک درہم کا وزن، تولہ کے اعتبار سے۔ 0.262 تولہ ہوتا ہے، اور گرام کے اعتبار سے۔ 3.061 گرام ہوتا ہے۔، اور دس درہم کا وزن تولے کے اعتبار سے 2.62 تولہ، اور گرام کے اعتبار سے 30.61 گرام چاندی بنے گی۔

ترجمہ :۹ متن میں ہے کہ یا دس درہم کی قیمت کو پہنچے، یہ جملہ اس بات کی طرف اشارہ ہے درہم کے علاوہ چرایا تو اس کی قیمت دس درہم کی ہونی چاہئے، چاہے وہ سونا ہی کیوں نہ چرائے۔

تشریح :متن میں او ما یبلغ قیمۃ عشرۃ دراہم ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دس درہم نہیں چرایا، بلکہ درہم کے علاوہ کوئی اور چیز چرائی تو اس کی قیمت دس درہم کے برابر ہونی چاہئے تب ہاتھ کاٹا جائے گا

ترجمہ :١٠ اور ضروری ہے کہ محفوظ جگہ سے چرائے تب ہاتھ کاٹا جائے گا، اس لئے کہ شبہ سے بھی حد ساقط ہو جاتی ہے، اس کو بعد میں بیان کوں گا ان شاء اللہ۔

تشریح:محفوظ جگہ سے چرانے کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اگر جگہ محفوظ نہ ہو اور وہاں سے کوئی چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ :(۱) حدیث میں ہے کہ پھل کو چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ وہ درخت پر غیر محفوظ ہوتا ہے۔ لیکن اس کو کھلیان پر لے آئے پھر کوئی چرائے تو ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ اب وہ محفوظ جگہ پر آ گیا۔ حدیث یہ ہے۔ فقال له رافعؓ سمعت رسول الله ﷺ يقول لا قطع فی ثمر ولا كثر (ابوداؤد شریف، باب مالا قطع فیہ ص ۲۵۴ نمبر ۴۳۸۸ رترمذی شریف، باب ماجاء لا قطع فی ثمر ولا کثر ص ۲۶۹ نمبر ۱۴۴۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ درخت پر پھل غیر محفوظ ہے۔ اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (۲)۔ عن عمر بن العاص عن رسول الله ﷺ انه سئل عن التمر المعلق فقال من اصاب بفيه من ذی حاجة غير متخذ خبنة فلا شیء عليه ومن خرج بشیء منه فعليه غرامة مثليه والعقوبة ومن سرق منه شيئا بعد ان يؤويه الجرين فبلغ ثمن المجن فعليه القطع ومن سرق دون ذلک فعليه غرامة مثليه والعقوبة (ابوداؤد شریف، باب مالا قطع فیہ ص ۲۵۴ نمبر ۴۳۹۰ رنسائی شریف، الثمر یسرق بعد ان یؤویہ الجرین، ص ۶۸۰، نمبر ۴۹۶۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پھل کھلیان پر لا کر محفوظ کر لیا ہو اور چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا یا پھل توڑ کر درخت کے پاس

(۲۶۳۸) . قَالَ وَالْعَبْدُ وَالْحُرُّ فِي الْقَطْعِ سَوَاءٌ ۱؎ لِأَنَّ النَّصَّ لَمْ يُفَصِّلْ، وَلِأَنَّ التَّنْصِيفَ مُتَعَذِّرٌ فَيَتَكَامَلُ صِيَانَةً لِأَمْوَالِ النَّاسِ . (۲۶۳۹) وَيَجِبُ الْقَطْعُ بِإِقْرَارِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: لَا يُقْطَعُ إِلَّا بِالْإِقْرَارِ مَرَّتَيْنِ ۱؎ وَرُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُمَا فِي مَجْلِسَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ لِأَنَّهُ إِحْدَى الْحُجَّتَيْنِ فَيُعْتَبَرُ بِالْأُخْرَى وَهِيَ الْبَيِّنَةُ كَذَلِكَ اعْتَبَرْنَا فِي الزِّنَا.

رکھا ہواور وہاں محافظ حفاظت کرر ہا ہواور چرالیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ درخت پر سے چرایا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ درخت محفوظ جگہ نہیں ہے۔

لغت:حرز: محفوظ جگہ۔

ترجمہ:(۲۶۳۸)اورآزاداورغلام دونوں برابر ہیں۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ آیت میں غلام اورآزاد کے ہاتھ کاٹنے میں فرق نہیں کیا گیا ہے،اوراس لئے کہ ہاتھ کاٹنے میں آدھا کرنا ناممکن ہے اس لئے لوگوں کے مال کو بچانے کے لئے پورا ہی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح:چوری کرنے سے جس طرح اازادا ادمی کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے،غلام چوری کرے گا تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے۔

وجہ :(۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کا آدھا نہیں ہوتا اوراس میں کوڑا مارنا منقول نہیں ہے۔اس لئے اس بھی ہاتھ ہی کاٹا جائے گا(۲)اس قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔عن ابن عمرؓ فی العبد الآبق یسرق قال یقطع (مصنف ابن ابی شیبۃ ۸ فی العبدالآبق یسرق مایصنع بہ؟ ج خامس،ص ۴۷۶،نمبر ۲۸۱۳۳ سنن للبیھقی ، باب ماجاء فی العبدالآبق اذا سرق ج ثامن،ص ۴۶۶،نمبر ۱۷۲۳۵)اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ بھاگنے والے غلام بھی چرائیں تو ہاتھ کاٹا جائے گا جس سے معلوم ہوا کہ غلام اورآزاد دونوں کی حد ایک ہی ہے۔

ترجمہ :(۲۶۳۹) کاٹنا واجب ہوگا ایک مرتبہ اقرار کرنے سے یا دو گواہوں کی گواہی سے۔یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے ہے،اورامام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دومرتبہ اقرار کے بغیر نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :۱؎ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ دومختلف مجلسوں میں دومرتبہ اقرار کرے،اس لئے کہ اقرار بھی ایک حجت ہے تو دو گواہی کی طرح یہاں دومرتبہ اقرار کرنا، جیسے کہ زنا میں چار مرتبہ اقرار کرنا پڑتا ہے [ایسے ہی یہاں بھی دومرتبہ اقرار کرنا ہوگا۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ ومحمدؒ کے نزدیک چور ایک مرتبہ چوری کا اقرار کرے تو اس سے حد جاری کی جاسکتی ہے،لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دومرتبہ اقرار کرنا ہوگا،اورایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ دومجلسوں میں دومربتہ کرنا ہوگا تب حد جاری کی جائے گی۔

۲ وَلَهُمَا أَنَّ السَّرِقَةَ قَدْ ظَهَرَتْ بِالْإِقْرَارِ مَرَّةً فَيُكْتَفَى بِهِ كَمَا فِي الْقِصَاصِ وَحَدِّ الْقَذْفِ ۳ وَلَا اعْتِبَارَ بِالشَّهَادَةِ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ تُفِيدُ فِيهَا تَقْلِيلَ تُهْمَةِ الْكَذِبِ وَلَا تُفِيدُ فِي الْإِقْرَارِ شَيْئًا لِأَنَّهُ لَا تُهْمَةَ.

وجه:(۱)امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح گواہ ہونا چوری کے لئے حجت ہے اسی طرح اقرار کرنا بھی حجت ہے اور گواہ میں دو ہونا ضروری ہے، اسی طرح اقرار بھی دو مرتبہ کرنا ضروری ہوگا۔(۲) جس طرح حد زنا میں چار مرتبہ اقرار کرنا پڑتا ہے تب جا کر حد جاری کی جاتی ہے اسی پر قیاس کرتے ہوئے چوری میں بھی دو مرتبہ اقرار کرنا پڑے گا تب جا کر حد جاری کی جائے گی۔(۳)**عن القاسم بن عبد الرحمن عن ابیه قال کنت قاعدا عند علیؓ فجاء ہ رجل فقال یا امیر المومنین انی قد سرقت فانتهرہ ثم عاد الثانیة فقال انی قد سرقت فقال له علیؓ قد سهدت علی نفسک شهادتین قال فامر به فقطعت یدہ** (مصنف ابن ابی شیبة ۷ فی الرجل یقر بالسرقة کم یرد مرة؟ ج خامس ص۴۸۰ نمبر ۲۸۱۸۱)اس سے معلوم ہوا کہ دو مرتبہ اقرار کرے تب حد لازم ہوگی اور امام پوری تحقیق بھی کرے۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے۔حدیث میں ایک مرتبہ اقرار کرنے سے آپؐ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔**عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان قال اتی رسول الله ﷺ بسارق قد سرق شمله فقال اسرقت ما اخاله سرق ؟ قال بلی !فقال رسول الله ﷺ اقطعوہ ثم احسموہ** (دار قطنی ،کتاب الحدود ج ثالث ص۸۲ نمبر ۳۱۳۹ رنسائی شریف، تلقین السارق ص۶۷۲ نمبر ۴۸۸۱)اس حدیث میں ایک مرتبہ بلی کہہ کر اقرار کیا تو آپؐ نے حد لگائی جس سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ اقرار سے حد لگے گی۔

ترجمہ: ۲امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ اقرار کرنے سے چوری ظاہر ہوگئی ہے اس لئے ایک ہی مرتبہ اقرار پر اکتفاء کیا جائے گا، جیسے کہ قصاص، اور حد قذف میں ہوتا ہے۔

تشریح:امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے، کہ ایک مرتبہ اقرار کیا تو چوری ظاہر ہوگئی اس لئے دوسری مرتبہ اقرار کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کی دو مثالیں دیتے ہیں [۱] قصاص میں ایک مرتبہ اقرار سے ہی قصاص لازم ہو جاتا ہے، [۲] اسی طرح زنا کی تہمت کا اقرار ایک مرتبہ کرے تو حد قذف لگ جاتی ہے، انہیں پر قیاس کرتے ہوئے ایک مرتبہ چوری کا اقرار کرے گا تو حد لگ جائے گی۔

ترجمہ: ۳اور اقرار کو گواہی پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ گواہ زیادہ ہوں تو جھوٹ کی تہمت کم ہوگی، اور اقرار کے زیادہ ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، اس لئے کہ اقرار میں کوئی تہمت نہیں ہے۔

تشریح:یہ امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے، گواہ میں مدعی علیہ کی جانب سے تہمت ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے اس لئے گواہ دو

٤ وَبَابُ الرُّجُوعِ فِيْ حَقِّ الْحَدِّ لَا يَنْسَدُّ بِالتَّكْرَارِ ٥ وَالرُّجُوعُ فِيْ حَقِّ الْمَالِ لَا يَصِحُّ أَصْلًا لِأَنَّ صَاحِبَ الْمَالِ يُكَذِّبُهُ، ٦ وَاشْتِرَاطُ الزِّيَادَةِ فِي الزِّنَا بِخَلَافِ الْقِيَاسِ فَيَقْتَصِرُ عَلٰى مَوْرِدِ الشَّرْعِ.

(۲۶۴۰) قَالَ وَيَجِبُ بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ ١ لِتَحَقُّقِ الظُّهُورِ كَمَا فِيْ سَائِرِ الْحُقُوقِ، ٢ وَيَنْبَغِي أَنْ يَسْأَلَهُمَا الْإِمَامُ عَنْ كَيْفِيَّةِ السَّرِقَةِ وَمَاهِيَّتِهَا وَزَمَانِهَا وَمَكَانِهَا لِزِيَادَةِ الِاحْتِيَاطِ كَمَا مَرَّ فِي الْحُدُودِ،

ہوں تو یہ تہمت کم ہو جائے گی، اور اقرار کرنے میں کوئی تہمت نہیں ہے، اس لئے اس کے زیادہ ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، اس لئے اقرار کو گواہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ: ٤ کئی مرتبہ چوری کا اقرار کیا ہو تب بھی اس سے رجوع کر سکتا ہے، یہ دروازہ بند نہیں ہوگا۔

تشریح: کئی مرتبہ چوری کا اقرار کیا پھر بھی حد لگنے سے پہلے اس سے رجوع کرنا چاہے تو رجوع کر سکتا ہے، اگر رجوع کر لیا حد ساقط ہو جائے گی، حد میں رجوع کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔

لغت: حد: سے کوئی بھی حد کی چیز ہے۔ لا ینسد: یہ سد سے مشتق ہے، بند نہیں ہوتا۔

ترجمہ: ٥ اور مال کے حق میں رجوع صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ مال والا اس کو جھٹلائے گا۔

تشریح: مثلا ایک مرتبہ زید کے لئے مال کا اقرار کر لیا تو اب اس سے رجوع نہیں کر سکتا، کیونکہ زید اس کو جھٹلائے گا۔

ترجمہ: ٦ زنا میں جو کئی مرتبہ اقرار کی شرط ہے وہ خلاف قیاس ہے اس لئے اس میں جو شریعت وارد ہوئی ہے اسی پر اکتفاء کیا جائے گا، [اس پر چوری کو قیاس نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۶۴۰) اور حد لازم ہوگی دو گواہوں کی گواہی سے۔

ترجمہ: ١ تا کہ ظہور متحقق ہو جائے، جیسے اور حقوق میں ہوتا ہے۔

تشریح: دو گواہ نے چوری کی گواہی دی تب بھی حد لازم ہوگی، اور دو گواہ کی شرط اس لئے ہے کہ تا کہ چوری متحقق ہو جائے۔

وجہ: (۱) جیسے اور حقوق میں دو گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے، اسی طرح یہاں بھی دو گواہ ضروری ہیں۔ (۲) آیت میں دو گواہ کا تذکرہ ہے۔ واستشهدوا شهيدين من رجالكم (آیت ۲۸۲ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں دو گواہوں کی گواہی سے معاملات کا فیصلہ کیا گیا (۳) عمل صحابی میں ہے۔ جاء رجلان برجل الى علیؓ بن طالب فشهدا عليه بالسرقة فقطعه (دار قطنی، کتاب الحدود ج ثالث ص ۱۲۸ نمبر ۳۳۶۱) اس عمل صحابی میں دو آدمیوں کی گواہی سے کاٹنے کا فیصلہ کیا گیا۔

ترجمہ: ٢ امام کے لئے مناسب ہے کہ گواہوں سے چوری کی کیفیت کے بارے میں پوچھے، اس کی حقیقت، پوچھے، چوری کرنے کا زمانہ پوچھے، اس کی جگہ پوچھے تا کہ زیادہ احتیاط ہو، جیسا کہ حدود کے باب میں گزرا، اور گواہوں سے پوچھنے

وَيَحْبِسُهُ إِلٰى أَنْ يَسْأَلَ عَنْ الشُّهُودِ لِلتُّهْمَةِ.

(۲۶۴۱) قَالَ وَإِذَا اشْتَرَكَ جَمَاعَةٌ فِي سَرِقَةٍ فَأَصَابَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ قُطِعَ، وَإِنْ أَصَابَهُ أَقَلُّ لَا يُقْطَعُ ا؎ لِأَنَّ الْمُوجِبَ سَرِقَةُ النِّصَابِ وَيَجِبُ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِجِنَايَتِهِ فَيُعْتَبَرُ كَمَالُ النِّصَابِ فِي حَقِّهِ.

کے عرصے میں چور کو حبس میں ڈالے رکھے، کیونکہ اس پر چوری کی تہمت لگ چکی ہے۔

تشریح : گواہ جب چوری کی گواہی دے تو اس سے یہ پوچھے چوری کی کیفیت کیا ہے، اسکی ماہیت، اسکی حقیقت کیا ہے، کس تاریخ میں چوری کی، کیونکہ چوری بہت پرانی ہوگئی ہو تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی، کس جگہ چوری کی ہے یہ بھی پوچھیں، کیونکہ چور نے اپنے ہی، یا اپنے بیٹے کے گھر سے چوری کی ہو تو حد ساقط ہو جائے گی، اسلئے چوری کی جگہ کے بارے میں بھی امام پوچھے، اور جتنے دنوں تک گواہوں سے پوچھ رہے ہوں اس دوران چور کو حبس میں رکھا جائے گا، کیونکہ اس پر چوری کی تہمت لگ چکی ہے۔

نوٹ : حبس، اور جیل میں فرق۔ قاعدہ یہ ہے کہ کسی چیز کی تہمت لگی ہو، لیکن ابھی تک وہ جرم ثابت نہیں ہوا ہو تو اس درمیان مجرم کو حوالت میں رکھتے ہیں اس کو حبس کہتے ہیں، اور جرم ثابت ہونے کے بعد جو رکھتے ہیں اس کو جیل کہتے ہیں۔

ترجمہ : (۲۶۴۱) اگر ایک جماعت چوری میں شریک ہوئی اور ان میں سے ہر ایک کو دس دس درہم ملے تو کاٹا جائے گا۔ اور اگر اس سے کم ملے تو نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ : ا؎ چوری کی حد کا سبب نصاب پورا ہونا ہے، اس لئے ہر ایک پر جرم مکمل ہونے پر حد واجب ہوگی، اس لئے ہر چور کے حق میں پورا نصاب ہونا ضروری ہے۔

تشریح : کئی آدمی چوری میں شریک ہوئے تو ہر ہر آدمی کو دس دس درہم کی چیز ملی ہو تب ہی ہر ہر آدمی کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اور اگر اس سے کم ملا ہو مثلا ہر ہر آدمی کو آٹھ آٹھ درہم ملے ہوں تو کسی کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، البتہ مال واپس دلوایا جائے گا، اور تعزیر ہوگی۔

وجہ : (۱) ہاتھ کاٹنے کا سبب نصاب پورا ہونا ہے، اور یہاں ہر ہر آدمی کے لئے سرقہ کا نصاب پورا نہیں ہوا اس لئے کسی کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اگر چہ مجموعہ ملا کر پچاس درہم ہو گیا ہو۔ (۲) قول صحابی میں ہے۔ **عن القاسم قال اتی عمر بسارق فامر بقطعه فقال عثمان ان سرقته لا تساوی عشرة دراهم قال فامر به عمر فقومت ثمانية دراهم فلم يقطعه** (مصنف ابن ابی شیبة ۴۴ من قال لا تقطع فی اقل من عشرة دراهم ج خامس، ص ۴۷۳، نمبر ۲۸۱۰۳ سنن للبیہقی، باب ما جاء عن الصحابة فیما یجب بہ القطع ج ثامن ص ۴۵۳، نمبر ۱۷۱۹۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ آٹھ درہم ملے ہوں تو ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

﴿ بَابُ مَا يُقْطَعُ فِيهِ وَمَا لا يُقْطَعُ ﴾

(۲۶۴۲) وَلَا قَطْعَ فِيمَا يُوجَدُ تَافِهًا مُبَاحًا فِي دَارِ الْإِسْلَامِ كَالْخَشَبِ وَالْحَشِيشِ وَالْقَصَبِ وَالسَّمَكِ وَالطَّيْرِ وَالصَّيْدِ وَالزِّرْنِيخِ وَالْمَغْرَةِ وَالنُّورَةِ ل وَالْأَصْلُ فِيهِ حَدِيثُ "عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ الْيَدُ لَا تُقْطَعُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي الشَّيْءِ التَّافِهِ" أَيْ الْحَقِيرِ،

﴿باب ما يقطع فيه وما لا يقطع ﴾

ترجمہ: (۲۶۴۲)[۲۵۲۶](۴) اور نہیں کاٹی جائے گی اس میں جو حقیر اور مباح پائی جاتی ہو دارالاسلام میں جیسے جلانے کی لکڑی، گھاس۔ نرکل، مچھلی اور پرندے، اور وہ جانور جو شکار کئے جاتے ہیں، اور ہڑتال، اور غیرو، اور چونا وغیرہ۔

ترجمہ: ل اس مسئلے میں اصل حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے، کہ رسول اللہؐ کے زمانے میں حقیر چیز میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا۔

اصول: معمولی چیز ہو۔ (۲) مباح الاصل ہو۔

(۳) غیر محفوظ ہو تو ان کے چرانے سے ہاتھ نہیں کٹیگا۔ نفیس اور قیمتی چیزوں میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔

تشریح: دارالاسلام میں جو چیزیں معمولی ہوں یا مباح ہوں، کہ جو کوئی اس کو لے لے اسی کی ہو جائے، یا ایسا ہو کہ وہ محفوظ نہ ہو تو اس کو چرانے سے بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ جیسے نرکل ہے یا کھیت کا گھاس ہے یہ معمولی چیزیں ہیں۔ ان کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن عائشةؓ قالت لم یکن یقطع علی عهد النبی ﷺ فی الشیء التافه** (مصنف ابن ابی شیبة ۴ من قال لا تقطع فی اقل من عشرة دراهم ج خامس ص ۴۷۳ نمبر ۲۸۱۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معمولی چیز کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (۲) اور مباح الاصل میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا مثلا پرندہ مباح الاصل ہے کہ جو اس کو پکڑ لے وہ اس کا ہے۔ اس لئے اس میں نہیں کاٹا جائیگا۔ اس کے لئے قول صحابی یہ ہے **قال عثمان بن عفانؓ لا قطع فی طیر** (سنن للبیہقی، باب القطع فی کل مالہ ثمن اذا سرق من حرز و بلغت قیمتہ ربع دینار ج ثامن ص ۴۵۸ نمبر ۱۷۲۰۵)۔ (۳) اور غیر محفوظ ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ **عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال سئل رسول الله ﷺ فی کم تقطع الید؟ قال لا تقطع فی حریسة الجبل فاذا اوی المراح قطعت فی ثمن المجن** (نسائی شریف، الثمر المعلق یسرق ص ۶۸۰ نمبر ۴۹۶۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہاڑ پر جو باڑہ ہو اس کو چرا لے تو

۲ؔ وَمَا يُوجَدُ جِنْسُهُ مُبَاحًا، فِي الْأَصْلِ بِصُورَتِهِ غَيْرُ مَرْغُوبٍ فِيهِ حَقِيرٌ تَقِلُّ الرَّغَبَاتُ فِيهِ وَالطِّبَاعُ لَا تَضَنُّ بِهِ، فَقَلَّمَا يُوجَدُ أَخْذُهُ عَلَى كُرْهٍ مِنَ الْمَالِكِ فَلَا حَاجَةَ إِلَى شَرْعِ الزَّاجِرِ، وَلِهَذَا لَمْ يَجِبُ الْقَطْعُ فِي سَرِقَةِ مَا دُونَ النِّصَابِ ۳ؔ وَلِأَنَّ الْحِرْزَ فِيهَا نَاقِصٌ؛ أَلَا يُرَى أَنَّ الْخَشَبَ يُلْقَى عَلَى الْأَبْوَابِ وَإِنَّمَا يَدْخُلُ فِي الدَّارِ لِلْعِمَارَةِ لَا لِلْإِحْرَازِ وَالطَّيْرُ يَطِيرُ وَالصَّيْدُ يَفِر ،

ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اوپر کے اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شکار میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ اوپر اثر میں تھالا قطع فی طیر کہ پرندہ یعنی شکار کرنے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔کیونکہ یہ چیزیں دارالاسلام میں مباح الاصل ہیں۔

لغت: تافہ: گھٹیا چیز،خشب: جلانے کی لکڑی،الحشیش: گھاس،القصب: نرکل۔زرنیخ: ہڑتال۔مغیرۃ: غیرو۔النورۃ: چونا۔

ترجمہ: ۲ؔ جو چیز مباح پائی جاتی ہو وہ مرغوب نہیں ہوتی،حقیر ہوتی ہے،اس میں رغبت کم ہوتی ہے،طبیعت اس کے دینے میں بخالت نہیں کرتی،اور مالک اس کے لینے پر برا نہیں مناتا اس لئے شریعت کو تنبیہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے،یہی وجہ ہے کہ نصاب سے کم ہو تو اس میں ہاتھ کاٹنا ضروری نہیں ہے۔

تشریح: جو چیز مباح الاصل ہوتی ہے،مالک اس کو دینے میں کراہیت نہیں کرتا،اور وہ حقیر سی چیز ہوتی ہے،اور یوں سمجھو کہ نصاب سے کم ہوتی ہے،جیسے جلانے کی لکڑی،یہ اصل میں مباح ہے کہ جو اس کو کاٹ لے یہ اس کی ہے،اس لئے اس کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا

لغت: لاتضن: بخالت نہیں کرتا۔فقلما یوجد اخذہ علی کرہ من المالک: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مالک کو اس کے لینے سے کراہیت نہیں ہوتی۔

ترجمہ: ۳ؔ اور اس لئے کہ حفاظت اس میں ناقص ہوتی ہے،کیا آپ نہیں دیکھے کہ لکڑی دروازے پر یوں ہی ڈال دیتے ہیں،اور عمارت بنانے کے لئے اس کو اندر لیجاتے ہیں حفاظت کے لئے نہیں لیجاتے،اور پرندہ اڑ جاتا ہے،اور شکار بھاگ جاتا ہے۔

تشریح: یہ تبصرہ اس اصول پر ہے کہ چیز محفوظ جگہ پر نہیں ہو تو اس کے چرانے میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا،جیسے جلانے کی لکڑی دروازے پر یوں ہی ڈال دیتے ہیں اور اچھی قسم کی لکڑی گھر میں بھی لیجاتے ہیں تو چھت وغیرہ بنانے کے لئے لیجاتے ہیں لکڑی کی حفاظت کے لئے اس کو گھر کے اندر نہیں لیجاتے،اس لئے اس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اسی طرح پرندہ اڑ جاتا ہے اور شکار بھاگ جاتا ہے اس لئے وہ بھی محفوظ جگہ پر نہیں ہے اس لئے اس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

لغت: احراز: حرز سے مشتق ہے،حفاظت کے لئے گھر میں رکھنا۔

۴ وَكَذَا الشَّرِكَةُ الْعَامَّةُ الَّتِي كَانَتْ فِيهِ وَهُوَ عَلٰى تِلْكَ الصِّفَةِ تُورِثُ الشُّبْهَةَ، وَالْحَدُّ يَنْدَرِءُ بِهَا . وَيَدْخُلُ فِي السَّمَكِ الْمَالِحُ وَالطَّرِيُّ، وَفِي الطَّيْرِ الدَّجَاجُ وَالْبَطُّ وَالْحَمَامُ لِمَا ذَكَرْنَا وَلِإِطْلَاقِ قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "لَا قَطْعَ فِي الطَّيْرِ". ۵ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَجِبُ الْقَطْعُ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا الطِّينَ وَالتُّرَابَ وَالسِّرْقِينَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِمَا مَا ذَكَرْنَا،

(۲۶۴۳) قَالَ: وَلَا قَطْعَ فِيمَا يَتَسَارَعُ إِلَيْهِ الْفَسَادُ كَاللَّبَنِ وَاللَّحْمِ وَالْفَوَاكِهِ الرَّطْبَةِ لِقَوْلِهِ

ترجمہ: ۴ ایسے ہی جس میں ہر عوام کی شرکت ہو اس کو چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس لئے کہ اگر وہ اسی صفت پر ہو تو اس میں چور کے وارث ہونے کا شبہ ہے اور حد شبہ سے ساقط ہو جاتا ہے، اور اس میں نمکین مچھلی، اور تر مچھلی دونوں شامل ہیں، اور پرندے میں مرغی، اور بطخ، اور کبوتر شامل ہیں، یعنی ان کے چرانے سے بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ حدیث میں یہ مطلق ہے کہ پرندے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح: جن چیزوں میں خود چور کے شریک ہونے کا حق ہے اس کے چرانے سے حد ساقط ہو جائے گی، جیسے تر مچھلی، نمکین مچھلی، پرندے، اسی پرندے میں مرغی، بطخ، اور کبوتر بھی داخل ہیں، کہ انکے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ مرغی، اور بطخ میں بھی پرندے کی صفت پائی جاتی ہے۔

وجہ: (۱) اس کی ایک وجہ تو یہ ہے ایسی چیزیں ہیں کہ کوئی بھی اس کو پکڑ لے تو وہ اس کا مالک بن جائے گا، اس لئے اس میں چور کا حق ہو گیا، اس لئے اپنی ہی چیز لینے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (۲) اس قول صحابی میں ہے کہ پرندے کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ قال عثمان بن عفانؓ لاقطع فی طیر (سنن للبیہقی، باب القطع فی کل مالہ ثمن اذا سرق من حرز وبلغت قیمتہ ربع دینار ج ثامن ص ۴۵۸ نمبر ۱۷۲۰۵ مصنف عبد الرزاق، باب من سرق ما لا یقطع فیہ، ج تاسع، ص ۵۱۰، نمبر ۱۹۱۸۰) (۳) عن ھلال بن سعید..... یعنی ان سارق الحمام لا یقطع، (مصنف عبد الرزاق، باب سارق الحمام و ما لا یقطع فیہ، ج تاسع، ص ۵۱۱، نمبر ۱۹۱۸۷) اس قول تابعی میں ہے کہ کبوتر کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

لغت: السمک المالح والطیر ی: ایک مچھلی وہ ہوتی ہے جسکو نمک لگا کر دیر تک رکھتے ہیں، اور دوسری تازی مچھلی ہوتی ہے۔

ترجمہ: ۵ امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ ہر چیز میں ہاتھ کاٹنا واجب ہے سوائے گیلی مٹی، اور خشک مٹی، اور گوبر کے اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے اور انکے خلاف حجت وہ حدیث ہے جس کو ہم نے ذکر کیا۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۶۴۳) اس میں بھی نہیں کاٹا جائے گا جو جلدی خراب ہوتی ہو جیسے، دودھ، گوشت، اور تر میوے۔

ا عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ "لا قَطْعَ فِيْ ثَمَرٍ وَلا فِيْ كَثَرٍ" وَالْكَثَرُ الْجُمَّارُ، وَقِيلَ الْوَدِيُّ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ "لا قَطْعَ فِيْ الطَّعَامِ" وَالْمُرَادُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ مَا يَتَسَارَعُ إِلَيْهِ الْفَسَادُ كَالْمُهَيَّإِ لِلْأَكْلِ مِنْهُ وَمَا فِيْ مَعْنَاهُ كَاللَّحْمِ وَالثَّمَرِ لِأَنَّهُ يُقْطَعُ فِيْ الْحِنْطَةِ وَالسُّكَّرِ إِجْمَاعًا.

ترجمہ: ا حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ پھل میں اور گوابھا میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اور حضورؐ نے فرمایا کہ کھانے کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اور اس سے مراد واللہ اعلم وہ چیز ہے جس میں فساد جلدی آتا ہے، اور جو چیز کھانے کے لئے تیار کی گئی ہو، یا جو کھانے کے معنی میں ہو جیسے گوشت اور پھل، اس لئے کہ گیہوں اور شکر میں بالاجماع ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اصول: جو چیز جلدی خراب ہونے والی ہو، یا غیر محفوظ جگہ پر ہو یا مباح الاصل ہو اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح: جو چیزیں جلدی خراب ہو جاتی ہیں وہ اتنی نفیس اور عمدہ نہیں ہیں جن میں ہاتھ جیسا عظیم عضو کاٹا جائے۔ جیسے تر میوے، دودھ، گوشت، تربوز وغیرہ، یا جو میوے درخت پر لگے ہوئے ہیں ان کے چرانے میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ: (۱) حدیث میں دونوں کی دلیلیں موجود ہیں۔ فقال له رافع سمعت رسول الله يقول لا قطع فی ثمر ولا كثر (۲) دوسری روایت میں ہے۔ عن عمرو بن العاص عن رسول الله ﷺ انه سئل عن التمر المعلق فقال من اصاب بفيه من ذی حاجة غير متخذ خبنة فلا شیء عليه ومن خرج بشیء منه فعليه غرامة مثليه والعقوبة ومن سرق منه شيئا بعد ان يؤويه الجرين فبلغ ثمن المجن فعليه القطع (ابوداؤد شریف، باب مالا قطع فیہ ص ٦٢٩ نمبر ۴۳۹۰ رنسائی شریف، الثمر یسرق بعدان یؤ دیہ الجرین ص ٦٨٠، نمبر ۴۹٦١ رنمبر ۴۹٦۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پھل اور شگوفہ کے چرانے میں نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ وہ جلدی خراب ہونے والے ہیں اور غیر محفوظ بھی ہیں اور تر میوہ بھی ہیں۔ اسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھیتی کٹی ہوئی نہ ہو تو اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (۳) حدیث میں ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے۔ عن الحسن ان النبی ﷺ اتی برجل سرق طعاما فلم يقطعه (مصنف ابن ابی شیبۃ ٨۴ فی الرجل یسرق التمر والطعام ج خامس، ص ۵١٦ نمبر ٢٨۵٧٩ رمصنف عبد الرزاق، نمبر ١٨٩١۵) اس اثر میں ہے کہ کھانے کی چیز چرائی تو نہیں کاٹا اس لئے گوشت اور دودھ کے چرانے میں بھی نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ وہ جلدی خراب ہونے والی ہے۔ (۴) قال سفيان وهو الذی يفسد من نهاره ليس له بقاء الثريد واللحم وما اشبه فليس فيه قطع ولكن يعزر واذا كانت الثمرة فی شجرتها فليس فيه قطع ولكن يعزر (مصنف عبد الرزاق، باب سارق الحمام ومالا یقطع فیہ، ج تاسع، ص ۵١٢، نمبر ١٩١٨٨) اس اثر سے معلوم ہوا کہ گوشت وغیرہ خراب ہونے والی چیز میں نہیں کاٹا جائے گا۔

لغت: الفواکہ : میوہ، اللبن : دودھ، البطیخ : تربوز، کثر: کھجور کے گوابھے میں سفید سا گودا ہوتا ہے اس کو کثر، کہتے ہیں اور

۲ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُقْطَعُ فِيهَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ''لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ فَإِذَا آوَاهُ الْجَرِينُ أَوْ الْجِرَانُ قُطِعَ''. ۳ قُلْنَا: أَخْرَجَهُ عَنْ وِفَاقِ الْعَادَةِ، وَالَّذِي يُؤْوِيهِ الْجَرِينُ فِي عَادَتِهِمْ هُوَ الْيَابِسُ مِنْ الثَّمَرِ وَفِيهِ الْقَطْعُ.

(۲۶۴۴) قَالَ وَلَا قَطْعَ فِي الْفَاكِهَةِ عَلَى الشَّجَرِ وَالزَّرْعِ الَّذِي لَمْ يُحْصَدْ ۱ لِعَدَمِ الْإِحْرَازِ

ودی بھی کہتے ہیں۔ المھیا للاکل :جو چیز کھانے کے لئے تیار ہواس کوطعام کہا جاتا ہےاس کو چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، لیکن گیہوں، جس سے کھانا بنایا جاتا ہےاس کو چرانے سے ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ وہ جلد خراب ہوتا ہےاور حقیر چیز ہے۔

ترجمہ:۲ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ پھل میں اور گودے کچرانے میں ہاتھ کاٹا جائے گا، یونکہ ابھی حدیث گزری کی پھل میں اور گودے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، لیکن اگر وہ کھلیان میں پہنچ گیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح :امام شافعیؒ نے اوپر والی کے اس حصے سے استدلال کیا کہ پھل اور گودا کھلیان میں پہنچ گیا ہوتو اس کو چرانے سے ہاتھ کاٹا جائے گا، اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ کھلیان سے پہنچنے سے پہلے پھل درخت پر بھی لگا ہوا ہوتو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :۳ ہم جواب دیتے ہیں کہ حدیث عرب کی عادت کے مطابق ہے، یونکہ انکی عادت یہ تھی کہ خشک پھل ہی کھلیان میں رکھتے تھے، اور خشک پھل میں ہمارے یہاں بھی ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔

تشریح :یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، کہ عرب کی عادت یہ ہے کہ خسک کھجور کھلیان پر رکھتے ہیں، اور خشک کھجور کے بارے میں ہماری بھی رائے یہی ہے کہ ہاتھ کاٹا جائے گا۔

نوٹ :اور پھل تو سال بھر نہیں رہتا، لیکن کھجور سال بھر رہتا ہے، اس لئے اس کی چار حالتیں ہیں، [۱] کچا پھل جو درخت پر لگا ہوتا ہے یہ غیر محفوظ ہے اور حقیر چیز بھی ہے اس لئے اس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا [۲] پھل لا کر ایسے کھلیان پر رکھا جو کھلا ہوا ہے، اور وہ غیر محفوظ ہے، اس سے بھی چرائے گا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا [۳] کھجور لا کر ایسے کھلیان پر رکھا جو محوظ ہے، یا اس پر نگرانی کرنے والا ہے، یہاں سے چرائے گا تو ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ محفوظ جگہ سے چرایا۔ [۴] خشک کھجور ہے، جسکو گھر میں رکھا، اس کو چرانے سے ہاٹھ کاٹا جائے گا، کیونکہ محفوظ جگہ سے محترم چیز چرائی۔

ترجمہ :(۲۶۴۴) درخت پر جو پھل ہے، اور وہ کھیتی جو ابھی تک کاٹی نہیں گئی ہے اس کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ وہ محفوظ نہیں ہے۔

تشریح :وہ پھل جو ابھی درخت پر ہے، یا وہ کھیتی جو ابھی تک کاٹی نہیں گئی ہے، وہ محفوظ جگہ پر نہیں ہے اس لئے اس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(۲۶۴۵) وَلا قَطْعَ فِي الْأَشْرِبَةِ الْمُطْرِبَةِ ﴿١﴾ **لِأَنَّ السَّارِقَ يَتَأَوَّلُ فِي تَنَاوُلِهَا الْإِرَاقَةَ، وَلِأَنَّ بَعْضَهَا لَيْسَ بِمَالٍ، وَفِي مَالِيَّةِ بَعْضِهَا اخْتِلَافٌ فَتَتَحَقَّقُ شُبْهَةُ عَدَمِ الْمَالِيَّةِ.**

(۲۶۴۶) قَالَ وَلا فِي الطُّنْبُورِ ﴿١﴾ **لِأَنَّهُ مِنَ الْمَعَازِفِ**

ترجمہ: (۲۶۴۵) اورنہیں کاٹا جائے گا ایسے شراب میں جو نشہ لاتی ہو۔ اس لئے کہ چور یہ تاویل کرے گا میں اس کو بہادینے کے لئے لیا تھا، اور اس لئے بھی کہ شراب مال نہیں ہے، اور بعض کی مالیت میں اختلاف ہے، اس لئے مال نہ ہونے کا شبہ ہو گیا۔

تشریح: پینے کی نشہ آور چیز چرالے تو اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس لئے کہ چور یہ کہے گا کہ میں نے اس کو بہانے کے لئے لیا تھا، دوسری وجہ یہ ہے کہ شراب مال ہی نہیں ہے، اور بعض نشہ اور چیز کے مال ہونے میں علماء کا اختلاف ہے اس لئے اس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کٹے گا۔

وجہ: (۱) نشہ آور چیزوں کے بارے میں یہ حدیث ہے۔ **ان عائشۃؓ قالت ... فقال رسول الله ﷺ کل شراب اسکر فھو حرام** (بخاری شریف، باب الخمر من العسل ھو البتع ص ۸۳۶ نمبر ۵۵۸۶) (۲) اور شراب بنانے والے برتنوں کے بارے میں فرمایا کہ ان میں نبیذ بھی نہ بناؤ۔ **عن علیؓ قال نھی النبی ﷺ عن الدباء والمزفت** (بخاری شریف، باب ترخیص النبی ﷺ فی الاوعیہ والظروف بعد النھی، ص ۸۳۷، نمبر ۵۵۹۴) جب ان برتوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا تو نشہ آور چیزوں کے چرانے سے کیسے ہاتھ کٹے گا۔

لغت: المطربۃ: خوشی میں لانے والی چیز، یہاں مراد ہے نشہ میں لانے والی چیز۔

ترجمہ: (۲۶۴۶) اورنہیں کاٹا جائے گا طنبورے میں

ترجمہ: ﴿١﴾ کیونکہ وہ لہو لعب کے طور پر بجانے کا سامان ہے

وجہ: (۱) حدیث میں کھیل کود کی چیزوں کے بارے میں سخت وعید ہے۔ **عن سلیمان بن بریدۃ عن ابیہ ان النبی ﷺ قال من لعب بالنردشیر فکأنما صبغ یدہ فی لحم خنزیر ودمہ** (مسلم شریف، باب تحریم اللعب بالنردشیر، ص ۹۶۰ نمبر ۵۸۹۶/۲۲۶۰) کتاب الشعر) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نردشیر جو کھیل کود کی چیز ہے اس سے نہیں کھیلنا چاہئے بلکہ اس کو توڑ دینا چاہئے۔ اس لئے جب وہ قیمتی نہیں رہی تو اس کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (۲) ایک قول تابعی سے بھی استدلال کی جا سکتا ہے۔ **عن ابن جریج سمعت بعض من ارضی یقول لا قطع فی باز سرق وان کان ثمنہ دینارا فاکثر من ذلک** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۸۸ الرجل یسرق الطیر اوالبازی ما علیہ؟ ج ثامن، ص ۵۱۸ نمبر ۲۸۶۰۱) اس قول تابعی میں ہے کہ باز کے چرانے سے ہاتھ نہیں کٹے گا اور باز شکار کے لئے ہوتا ہے اور کھیل کود کے لئے بھی

(۲۶۴۷) وَلَا فِيْ سَرِقَةِ الْمُصْحَفِ وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ حِلْيَةٌ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُقْطَعُ لِأَنَّهُ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ حَتّٰى يَجُوزُ بَيْعُهُ. ٢ وَعَنْ أَبِيْ يُوسُفَ مِثْلُهُ. وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّهُ يُقْطَعُ إِذَا بَلَغَتِ الْحِلْيَةُ نِصَابًا لِأَنَّهَا لَيْسَتْ مِنَ الْمُصْحَفِ فَتُعْتَبَرُ بِانْفِرَادِهَا.

ہوتا ہے اس لئے اس پر قیاس کرتے ہوئے بجانے کی چیز چرانے پر بھی ہاتھ نہیں کٹے گا۔

لغت :الطنبور : ستار، مراد ہے باجے کی چیز۔

ترجمہ:(۲۶۴۷)اور نہ قرآن کریم کے چرانے میں اگر چہ اس پر سونے کا کام ہوا ہو۔

تشریح:کوئی آدمی کسی کا قرآن پڑھنا چاہے تو عموما اس کی اجازت ہوتی ہے اور پڑھنے دینے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔اس لئے گویا کہ اس میں ہبہ کا شائبہ ہے۔اور چوری کی چیز ہبہ کر دے تو ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے۔اس لئے قرآن کریم کے چرانے میں ہاتھ نہیں کٹے گا۔اور اگر سونے کا نقش ونگار ہو اور اس کی قیمت دس درہم سے زیادہ ہو تب بھی نہیں کٹے گا۔کیونکہ وہ قرآن کریم کے تابع ہے۔

وجہ :اس حدیث میں ہے کہ اگر چیز چور کو ہبہ کر دے تو چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔عن صفوان بن امية قال كنت نائما فی المسجد علی خميصة لی ثمن ثلاثين درهما فجاء رجل فاختلسها منی فاخذ الرجل فاتی به النبی ﷺ فامر به ليقطع قال فاتيته فقلت اتقطعه من اجل ثلاثين درهما؟ انا ابيعه وانسئه ثمنها قال فهلا كان هذا قبل ان تأتينی به (ابوداؤد شریف، باب فیمن سرق من حرز، ص ۲۵۵، نمبر ۴۳۹۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چور کو ہبہ کر دے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اور چونکہ قرآن کریم میں ہبہ کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:۱ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قرآن شریف چرانے سے ہاتھ کاٹا جائے گا اس لئے کہ یہ قیمتی مال ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کا بیچنا جائز ہے۔

تشریح :امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قرآن مال متقوم ہے اس لئے اس کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔اور ایک روایت یہ ہے کہ اس پر سونے کا نقش ونگار دس درہم کا ہو تو کاٹا جائے گا کیونکہ وہ مال متقوم ہے۔

ترجمہ:۲ امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت تو امام شافعیؒ کی طرح ہے کہ قرآن کریم کے چرانے پر بھی ہاتھ کاٹا جائے گا، اور دوسری روایت یہ ہے کہ قرآن کے چرانے پر تو نہیں کاٹا جائے گا، لیکن اس پر لگی ہوئی زیور اگر نصاب تک پہنچ جائے تو ہاتھ کاٹا جائے گا اس لئے کہ وہ قرآن سے الگ چیز ہے، اس لئے قرآن سے الگ ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔

تشریح :حضرت امام ابو یوسفؒ کی دو روایت ہے، ایک روایت تو یہ ہے کہ قرآن کے چرانے پر بھی ہاتھ کاٹا جائے گا، اور

۳؎ وَوَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ الْآخِذَ يَتَأَوَّلُ فِي أَخْذِهِ الْقِرَاءَةَ وَالنَّظَرَ فِيهِ، ۴؎ وَلِأَنَّهُ لَا مَالِيَّةَ لَهُ عَلَى اعْتِبَارِ الْمَكْتُوبِ وَإِحْرَازُهُ لِأَجْلِهِ لَا لِلْجِلْدِ وَالْأَوْرَاقِ وَالْحِلْيَةِ وَإِنَّمَا هِيَ تَوَابِعُ وَلَا مُعْتَبَرَ بِالتَّبَعِ، كَمَنْ سَرَقَ آنِيَةً فِيهَا خَمْرٌ وَقِيمَةُ الْآنِيَةِ تَرْبُو عَلَى النِّصَابِ.

(٢٦۴٨) وَلَا قَطْعَ فِي أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ ۱؎ لِعَدَمِ الْإِحْرَازِ فَصَارَ كَبَابِ الدَّارِ بَلْ أَوْلَى، لِأَنَّهُ يُحَرَّزُ بِبَابِ الدَّارِ مَا فِيهَا وَلَا يُحَرَّزُ بِبَابِ الْمَسْجِدِ مَا فِيهِ حَتَّى لَا يَجِبُ الْقَطْعُ بِسَرِقَةِ مَتَاعِهِ.

دوسری روایت یہ ہے کہ قرآن کے چرانے میں تو نہیں کاٹا جائے گا، لیکن اس پر چڑھی ہوئی زیور ہے اس کی قیمت اگر دس درہم ہے تو اس پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجہ: وہ فرماتے ہیں کہ زیور قرآن کے تابع نہیں ہے، اس کو یوں سمجھو کہ وہ الگ ہے، اور الگ ہونے کی صورت میں اس کی قیمت دس درہم ہو تو کاٹا جاتا ہے۔

ترجمہ: ۳؎ ظاہری روایت کی وجہ یہ ہے کہ چرانے والا یہ تاویل کر سکتا ہے کہ پڑھنے کے لئے اور قرآن میں دیکھنے کے لئے لیا ہے [اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا]

ترجمہ: ۴؎ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن میں جو لکھا ہوا ہے اس کی کوئی قیمت نہیں ہے اور قرآن کو لکھے ہوئے ہونے کی وجہ سے لوگ محفوظ رکھتے ہیں چمڑے اور ورق کی وجہ سے نہیں۔

تشریح: اور قرآن کو گھروں میں محفوظ رکھتے ہیں وہ آیت کی وجہ سے رکھتے ہیں چمڑے اور ورق کی وجہ سے نہیں رکھتے، اور لکھی ہوئی آیت کی قیمت نہیں ہے اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور یہ بھی تاویل کر سکتا ہے کہ میں نے قرآن کو پڑھنے کے لئے لیا ہے چرانے کے لئے نہیں، کیونکہ اس کے لئے کسی کے قرآن کو پڑھنا جائز ہے، اس لئے اس تاویل کی بنیاد پر قرآن کو چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: ۵؎ اور زیور تو اس کے تابع ہے اور تابع کا اعتبار نہیں ہے، جیسے کسی نے برتن چرایا جس میں شراب تھی، اور برتن کی قیمت نصاب سے زیادہ ہے تب بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا [کیونکہ برتن شراب کے تابع ہے، اسی طرح یہاں زیور قرآن کے تابع ہے اس لئے زیور کی قیمت دس درہم ہو تب بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا]

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (٢٦۴٨) مسجد حرام کا دروازہ چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اسلئے کہ دروازہ محفوظ نہیں ہے، تو ایسا ہو گیا جیسے گھر کا دروازہ ہو بلکہ اس سے زیادہ غیر محفوظ، اسلئے کہ گھر کے

(۲۶۴۹) قَالَ وَلَا الصَّلِيبِ مِنْ الذَّهَبِ وَلَا الشِّطْرَنْجِ وَلَا النَّرْدِ ۱؎ لِأَنَّهُ يَتَأَوَّلُ مَنْ أَخَذَهَا الْكَسْرَ نَهْيًا عَنْ الْمُنْكَرِ،

دروازے سے گھر کا سامان محفوظ کیا جاتا ہےاور مسجد کے دروازے سے اس کے اندر کا سامان محفوظ نہیں کیا جاتا، اسلئے مسجد کے سامان چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح : گھر کا دروازہ محفوظ جگہ میں نہیں ہوتا وہ تو دیوار کے ساتھ لگا ہوا باہر ہوتا ہے، لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اس دروازے سے گھر کا سامان محفوظ ہو جاتا ہے، اور مسجد کا دروازہ بھی محفوظ جگہ پر نہیں ہے، اور اس دروازے سے مسجد کے اندر کا سامان محفوظ نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ مسجد کے اندر کا سامان چوری کرلے تو اس سے ہاتھ نہیں کاٹا جاتا، جب مسجد کے سامان سے ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے تو اس کے دروازے چرانے سے بدرجہ اولی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ایک اور بات ہے کہ دروازہ عموما لکڑی کا ہوتا ہے، اور لکڑی کے بارے میں پہلے گزرا کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس لئے دروازہ چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

لغت :لانه يحرز بباب الدار ما فيها: گھر کے دروازے سے گھر کے اندر کا سامان محفوظ کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گھر کا سامان چوری کرلے تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ لا يحرز بباب المسجد ما فيه : مسجد کے دروازے سے مسجد کے اندر کا سامان محفوظ نہیں کیا جاتا، یہی وجہ ہے کہ مسجد کا سامان چوری کرلے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ اس میں سب کا حصہ ہے ۔یعنی چور کا بھی حصہ ہے۔

ترجمہ:(۲۶۴۹) اور نہیں کاٹا جائے گا سونے اور چاندی کی صلیب میں اور نہ شطرنج اور نہ نرد میں۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ وہ یہ تاویل کرے گا کہ میں نے اس کو توڑنے کے لئے لیا تھا منکر سے روکنے کے لئے۔

تشریح :صلیب نصاری کے پوجنے کے لئے ہے جو ناجائز ہے اور غیر متقوم ہے۔ اور شطرنج اور نرد کھیل کود کی چیز ہے جو نفیس نہیں بلکہ حقیر ہے۔ اس لئے اگر صلیب سونے یا چاندی کی ہو تو ان کے چرانے میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اسی طرح شطرنج سونے یا چاندی کا ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا

وجہ :(۱) چرانے والا یہ تاویل کرسکتا ہے کہ میں نے بدی سے روکنے کے لئے توڑنے کے لیا تھا۔ (۲) اس کی حرمت کی دلیل آیت میں ہے۔ ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا اولئک لهم عذاب مهين (آیت ۶ سورۂ لقمان ۳۱) اس آیت میں کھیل کود کی چیزوں کی برائی بیان کی ہے۔ (۳) اور نرد شیر کے بارے میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔ عن سليمان بن بريدة عن ابيه ان النبى ﷺ قال من لعب بالنرد شير فكأنما صبغ يده فى لحم خنزير ودمه (مسلم شریف، باب تحریم اللعب بالنردشیر ص ۲۴۰، نمبر

۲ بِخِلَافِ الدِّرْهَمِ الَّذِي عَلَيْهِ التِّمْثَالُ لِأَنَّهُ مَا أُعِدَّ لِلْعِبَادَةِ فَلَا تَثْبُتُ شُبْهَةُ إِبَاحَةِ الْكَسْرِ. ۳ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ إِنْ كَانَ الصَّلِيبُ فِي الْمُصَلَّى لَا يُقْطَعُ لِعَدَمِ الْحِرْزِ، وَإِنْ كَانَ فِي بَيْتٍ آخَرَ يُقْطَعُ لِكَمَالِ الْمَالِيَّةِ وَالْحِرْزِ.

(۲۶۵۰) وَلَا قَطْعَ عَلَى سَارِقِ الصَّبِيِّ الْحُرِّ وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ حُلِيٌّ ۱ لِأَنَّ الْحُرَّ لَيْسَ بِمَالٍ وَمَا عَلَيْهِ مِنَ الْحُلِيِّ تَبَعٌ لَهُ،

۵۸۹۶/۲۲۶۰)(۴)اور ابوداؤد میں میں ہے۔عن ابن عباسؓ ... ثم قال ان اللہ حرم علی او حرم الخمر والمیسر والکوبۃ (ابوداؤد شریف، باب فی الاوعیۃ ص۱۶۳ نمبر ۳۶۹۶)اس حدیث میں ہے کہ کوبہ یعنی طبلہ جو بجانے کا ہوتا ہے وہ سب حرام ہیں۔اور جب حرام ہیں تو ان کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔(۵) قول صحابی میں ہے۔عن ابن عباسؓ قال الدف حرام والمعازف حرام والکوبۃ حرام والمزمار حرام (سنن للبیہقی ، باب ماجاء فی ذم الملاھی من المعازف والمز امیر ونحوھا، ج عاشر،ص ۳۷۶ نمبر ۲۱۰۰۰)اس قول صحابی سے بھی کھیل کود کی چیزیں حرام ہوئیں اس لئے ان کے چرانے میں ہاتھ نہیں کٹے گا۔

لغت: الصلیب : نصاری کے پوجنے کی چیز، الشطرنج : ایک قسم کے کھیلنے کی چیز ہے، نرو : یہ بھی کھیلنے کی چیز ہے۔

ترجمہ:۲ بخلاف وہ درہم جس پر تصویر بنی ہوئی ہو [اس کے چرانے سے ہاتھ کاٹا جائے گا] اس لئے کہ وہ تصویر عبادت کے لئے نہیں بنائی گئی ہے اس لئے توڑنے کے مباح ہونے کا شبہ نہیں ہے۔

تشریح: درہم پر تصویر بنی ہوئی ہے ایسے دس درہم کو چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجہ : کیونکہ یہ تصویر عبادت کے لئے نہیں ہے اس لئے یوں نہیں سمجھا جائے گا کہ اس نے توڑنے کے لئے وہ درہم لیا تھا، اس لئے اس کا لینا مباح ہے، اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :۳ امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر صلیب گرجا گھر میں تھی اور چرایا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ گرجا گھر محفوظ جگہ نہیں ہے، اور اگر صلیب کسی آدمی کے گھر میں ہے تو کاٹا جائے گا کیونکہ نصاب کا مال بھی مکمل ہے اور محفوظ بھی ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ:(۲۶۵۰) آزاد بچے کے چرانے والے پر کاٹنا نہیں ہے اگر چہ اس پر زیور ہو اور نہ بڑے غلام کے چرانے والے پر۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ آزاد مال نہیں ہے، اور جو اس پر زیور ہے وہ بچے کے تابع ہے [اور بچے کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، تو اس کے تابع کے چرانے سے بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

۲ وَلِأَنَّهُ يَتَأَوَّلُ فِي أَخْذِهِ الصَّبِيَّ إِسْكَاتَهُ أَوْ حَمْلَهُ إِلٰى مُرْضِعَتِهِ . ۳ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: يُقْطَعُ إِذَا كَانَ عَلَيْهِ حُلِيٌّ هُوَ نِصَابٌ لِأَنَّهُ يَجِبُ الْقَطْعُ بِسَرِقَتِهِ وَحْدَهُ فَكَذَا مَعَ غَيْرِهِ،

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ آزاد بچہ مال نہیں ہے، چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔

تشریح: آزاد بچہ کسی حال میں مال نہیں ہے چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو، اس لئے اس کو چرایا تو گویا کہ مال کو نہیں چرایا اس لئے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا البتہ تعزیر ہوگی، اور جو اس کے اوپر سونا ہے وہ بچے کے تابع ہے اس لئے اس کے چرانے سے بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ: عن ابن عباسؓ فی رجلین با ع احدھما الآخر قال یرد البیع ویعاقبان ولا قطع علیھما (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۶ فی الرجل یبیع امرأتہ اوبیبع الحر ابنتہ ج خامس ص ۵۲۶ نمبر ۲۸۶۹۴ رمصنف عبد الرزاق، باب الرجل یبیع الحر، ج تاسع ص ۴۸۸ نمبر ۱۹۰۶۶) اس قول صحابی سے پتا چلا کہ آزاد کو بیچ دے یا چرالے تو اس میں تعزیر ہوگی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: ۲ اور اس لئے کہ چور یہ تاویل کر سکتا ہے کہ بچے کو چپ کرنے کے لئے اٹھایا تھا، یا اسکی دودھ پلانے والی تک پہونچانے کے لئے اٹھایا تھا۔

تشریح: آزاد کو چرانے پر ہاتھ نہ کاٹنے کی یہ دوسری دلیل ہے، چور یہ کہہ سکتا ہے کہ بچہ رو رہا تھا میں نے اس کو چپ کرنے کے لئے اٹھایا تھا، یا اس کی ماں تک پہونچانے کے لئے اٹھایا تھا، اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

لغت: اسکاتہ: سکوت سے مشتق ہے چپ کرنا۔ مرضعۃ: دودھ پلانے والی عورت۔

ترجمہ: ۳ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر بچے پر زیور ہو اور اس کی قیمت نصاب تک پہونچتی ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ اگر الگ سے زیور ہو تو ہاتھ کاٹا جاتا ہے تو بچے کے ساتھ زیور ہو تو بدرجہ اولی کاٹا جانا چاہئے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر الگ سے زیور ہو اور وہ نصاب تک ہو تو اس میں ہاٹھ کاٹا جاتا ہے پس اگر بچے کے ساتھ زیور ہو تب بھی اس کے چرانے سے ہاتھ کاٹا جانا چاہئے۔ اصل کے نہ کاٹنے پر تابع ک کے چرانے پر بھی نہ کاٹا جائے یہ اصول صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳ اور اسی اصول پر یہ ہے کہ اگر چاندی کا برتن چرایا جس میں شراب یا نبیذ ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح: چاندی کے پیالے میں نبیذ تھی، یا شراب تھی، اور پیالے کی قیمت نصاب تک پہونچتی تھی، یہاں پیالہ تابع ہے، اور نبیذ اور شراب اصل ہے، اور شراب کے چرانے سے ہاتھ نہیں کٹتا اس لئے اسکا تابع پیالے کے چرانے سے بھی ہاتھ نہیں کٹے گا۔ کیونکہ یہ اصول گزرا کہ اصل پر ہاتھ نہ کٹے تو اس کے تابع سے بھی ہاتھ نہیں کٹے گا۔

۴ وَعَلٰى هٰذَا إِذَا سَرَقَ إِنَاءَ فِضَّةٍ فِيهِ نَبِيذٌ أَوْ ثَرِيدٌ . ۵ وَالْخِلَافُ فِي الصَّبِيِّ لَا يَمْشِي وَلَا يَتَكَلَّمُ كَيْ لَا يَكُونَ فِي يَدِ نَفْسِهِ.

(۲۶۵۱) وَلَا قَطْعَ فِي سَرِقَةِ الْعَبْدِ الْكَبِيرِ ۱ لِأَنَّهُ غَصْبٌ أَوْ خِدَاعٌ،

ترجمہ :۴ اوراوپر کا اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ بچہ نہ چل سکتا ہو اور نہ بات کرسکتا ہو، کیونکہ اس عمر میں بچے کو اپنی ذات پر قبضہ نہیں ہے۔

تشریح :اگر آزاد بچہ بڑا ہو اور اس کو چرا لیجائے تو یہ چوری نہیں بلکہ غصب ہے، اور اس کی سزا بالاتفاق قتل یا سخت مار ہے، اس لئے فرمار ہے ہیں کہ یہاں ایسا چھوٹا بچہ مراد ہے جو نہ چل سکتا ہو اور نہ بول سکتا ہو، اور نہ اپنا نام گاوں بتا سکتا ہو تو ایسے بچے کو اپنی ذات پر قبضہ نہیں ہے، ایسے بچے کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے درمیان اختلاف ہے، کیونکہ ایسے بچے کو اٹھانے میں چوری بنتی ہے، لیکن چونکہ وہ مال نہیں ہے اس لئے اس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

لغت:لا یکون فی ید نفسہ : چھوٹے بچے کو اپنی ذات ہر قبضہ نہیں ہے۔

ترجمہ :(۲۶۵۱) بڑے غلام کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا ۔

ترجمہ :۱ کیونکہ اس صورت میں چور یا غلام کو غصب کر رہا ہے یا اس کو دھوکا دیکر لیجا رہا ہے۔

تشریح: بڑے غلام چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ:(۱) کیونکہ وہ دفعیہ کرسکتا ہے اور لوگوں کو کہہ سکتا ہے کہ مجھے چرایا ہے پھر بھی نہیں کہہ رہا ہے تو گویا کہ غلام جانے پر راضی ہے۔(۲) اور واویلا کرنے کے باوجود چور نے یرغمال کر رکھا ہے تو یہ چوری نہیں ہے بلکہ غصب ہے اور غصب کی سزا ہاتھ کاٹنا نہیں ہے بلکہ قتل یا ضرب شدید ہے۔(۳) اور چور دھوکا دیکر غلام کو لے گیا تو یہ دھوکا ہے، اس کی سزا سخت مار ہے۔ بہر حال ان تینوں صورتوں میں چوری کا ثبوت نہیں ہوا اس لئے چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا(۴) قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔عن سفیان یقول ماسرق من صغیر مملوک ففیه القطع ومن سرق من صغیر حرا او مملوکا بلغ فلا قطع علیه (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یبیع الحر، ج تاسع ،ص ۴۸۹، نمبر ۱۹۰۷۵) اس قول تابعی میں ہے کہ چھوٹا غلام ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا، چھوٹا یا بڑا آزاد ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اور بڑا مملوک ہو تو تب بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا(۵) قول صحابی میں ہے۔عن عمر بن الخطابؓ انه لم یر علیهم القطع قال هؤلاء خلابون قال اصحابنا معناه فی العبد اذا کان عاقلا ،فقد روی عن عمر انه قطع رجلا فی غلام سرق (ای غلام صغیر) (سنن للبیہقی ،باب ماجاء فیمن سرق عبدا صغیرا من حرز ج ثامن ص ۴۶۵ نمبر ۱۷۲۳۰) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ بڑے غلام میں نہیں کاٹا جائے گا۔اور اس پر

(۲۶۵۲) وَيُقْطَعُ فِي سَرِقَةِ الْعَبْدِ الصَّغِيرِ ۱؎ لِتَحَقُّقِهَا بِحَدِّهَا ۲؎ إِلَّا إِذَا كَانَ يُعَبِّرُ عَنْ نَفْسِهِ لِأَنَّهُ هُوَ وَالْبَالِغُ سَوَاءٌ فِي اعْتِبَارِ يَدِهِ. ۳؎ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: لَا يُقْطَعُ وَإِنْ كَانَ صَغِيرًا لَا يَعْقِلُ وَلَا يَتَكَلَّمُ اسْتِحْسَانًا لِأَنَّهُ آدَمِيٌّ مِنْ وَجْهٍ مَالٌ مِنْ وَجْهٍ، ۴؎ وَلَهُمَا أَنَّهُ مَالٌ مُطْلَقٌ لِكَوْنِهِ مُنْتَفَعًا بِهِ أَوْ بِعَرْضِ أَنْ يَصِيرَ مُنْتَفَعًا بِهِ إِلَّا أَنَّهُ انْضَمَّ إِلَيْهِ مَعْنَى الْآدَمِيَّةِ.

جو سونا ہے وہ تابع ہے اس لئے وہ دس درہم سے زیادہ ہو تب بھی نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:(۲۶۵۲)اور چھوٹے غلام کے چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ چوری کی تعریف اس پر صادق آتی ہے۔

تشریح : چھوٹا بچہ مال ہے، اور نصاب سے زیادہ کی مالیت ہے، اور چونکہ بات نہیں کر سکتا اس لئے یہاں غصب کی صورت بھی نہیں ہوگی، بلکہ چوری کی تعریف صادق آئے گی اس لئے چھوٹے بچے کے چرانے پر ہاتھ کاٹا جائے گا

وجہ :(۱)اوپر قول تابعی گزر چکا ہے(۲)اس قول تابعی میں ہے۔ ثنا ابن ابی زناد عن ابیه عن الفقهاء من اهل المدینة كانوا یقولون من سرق عبدا صغیرا او اعجمیا لا حیلة له قطع (سنن للبیہقی، باب ما جاء فی من سرق عبدا صغیرا من حرز ج ثامن ص ۴۶۵ نمبر ۱۷۲۳۰)اس قول تابعی سے بھی معلوم ہوا کہ چھوٹا غلام چرائے تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :۲؎ ہاں اگر بچہ اپنی بات بتا سکتا ہے تو[اس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا] کیونکہ اپنی ذات پر قبضے کے اعتبار وہ اور بالغ برابر درجے میں ہے۔

تشریح :غلام کی عمر اتنی ہے کہ اپنی بات سمجھا سکتا ہے تو اس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ اس کو اپنی ذات پر قبضہ ہے، اور اس کا حکم بالغ کی طرح ہے، یعنی اس کو چرانے والا چور نہیں ہے بلکہ غصب کرنے والا ہے، اس لئے چوری کی سزا اس پر نافذ نہیں ہوگی، بلکہ غصب کی سزا اس پر نافذ ہوگی۔

ترجمہ :۳؎ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ چھوٹا بچہ جو نہ سمجھتا ہو اور نہ بات کر سکتا ہو اس کے چرانے میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ وہ من وجہ آدمی ہے اور من وجہ مال ہے۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ بہت چھوٹا بچہ چرا لے تب بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ اگر چہ وہ من وجہ مال ہے، لیکن من وجہ آدمی بھی ہے، یعنی آزاد آدمی کی طرح ہے اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جانا چاہئے۔

ترجمہ:۴؎ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ چھوٹا اصل میں مال ہی ہے ابھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، یا بعد میں اٹھایا جا سکتا ہے، آدمی ہونے کا معنی تو بعد میں لگایا گیا ہے۔[اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا]

(۲۶۵۳) وَلا قَطْعَ فِي الدَّفَاتِرِ كُلِّهَا ﴿۱﴾ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مَا فِيهَا وَذَلِكَ لَيْسَ بِمَال

(۲۶۵۴) إِلَّا فِي دَفَاتِرِ الْحِسَابِ ﴿۱﴾ لِأَنَّ مَا فِيهَا لا يُقْصَدُ بِالْأَخْذِ فَكَانَ الْمَقْصُودُ هُوَ الْكَوَاغِدَ.

(۲۶۵۵) قَالَ وَلا فِي سَرِقَةِ كَلْبٍ وَلا فَهْدٍ ﴿۱﴾ لِأَنَّ مِنْ جِنْسِهَا يُوجَدُ مُبَاحُ الْأَصْلِ غَيْرُ مَرْغُوبٍ فِيهِ وَلِأَنَّ الاخْتِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ ظَاهِرٌ فِي مَالِيَّةِ الْكَلْبِ فَأَوْرَثَ شُبْهَةً.

تشریح: ان دونوں حضرات کی دلیل یہ ہے کہ چھوٹے غلام میں اصل میں مال ہونا ہے، اس سے ابھی فایدہ اٹھا جائے گا، یا بالغ ہونے کے بعد فائدہ اٹھایا جائے گا، اور آدمی ہونے کا معنی بعد میں لگایا گیا ہے اس لئے آدمی ہونے کا معنی تابع ہے اسلئے اس کے چرانے سے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

لغت: مال مطلق: اصل میں مال ہے۔ عرض: درجے میں ہے انضم الیہ: بعد میں لگایا گیا ہے۔

ترجمہ: (۲۶۵۳) ہاتھ کاٹنا نہیں ہے کسی دفتر کے چرانے میں۔

ترجمہ: ﴿۱﴾ اس لئے کہ دفتر کے اندر جو لکھا ہوا ہے وہ مقصود ہے اور وہ مال نہیں ہے [اس لئے اسکے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا]۔

ترجمہ: (۲۶۵۴) سوائے حساب کے دفتر کے۔

ترجمہ: ﴿۱﴾ اس لئے یہاں ان دفتروں کو چرانے کا مقصد اس کے اندر جو لکھا ہوا ہے نہیں ہے، بلکہ کاغذ مقصود ہے۔ [اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح: حساب کے علاوہ جو دفتر ہوتا ہے، اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس میں جو لکھا ہوا ہے اس کو مطالعہ کیا جائے اور پڑھا جائے، اور جو تحریر پڑھی جاتی ہے اس کی قیمت نہیں ہوتی، اور کاغذ یہاں تابع ہے اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور حساب کا جو دفتر ہوتا ہے اس کے چرانے کا مقصد حساب کو پڑھنا نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد کاغذ کو چرانا ہے، اور کاغذ قیمتی چیز ہے اس لئے اس کے چرانے سے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۶۵۵) اور کتے کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور نہ چیتے کے چرانے سے۔

ترجمہ: ﴿۱﴾ اس لئے کہ ان دونوں [کتا اور چیتا] کو قتل کرنا مباح ہے، اس کو پالنے میں رغبت بھی نہیں ہوتی، اور اس لئے کہ اس کی مالیت ہونے میں علماء کا اختلاف ہے، اس لئے مال ہونے میں شبہ ہو گیا، اس لئے اس کو چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح: کتا ناپاک جانور ہے، اسی طرح چیتا ناپاک جانور ہے اس لئے وہ نفیس چیز نہیں رہی اس لئے اس کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ کتا اور چیتا مال بھی ہے یا نہیں اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، اس لئے اس

(۲۶۵۶) وَلَا قَطْعَ فِي دُفٍّ وَلَا طَبْلٍ وَلَا بَرْبَطٍ وَلَا مِزْمَارٍ ؎ لِأَنَّ عِنْدَهُمَا لَا قِيمَةَ لَهَا وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ آخِذُهَا يَتَأَوَّلُ الْكَسْرَ فِيهَا.

کے مال ہونے میں ہی شبہ ہوگیا اس لئے اس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا

وجہ:(۱) حدیث میں ہے۔ عن جابر قال امر نبی اللہ ﷺ بقتل الکلاب حتی ان کانت المرأۃ تقدم من البادیۃ یعنی بالکلب فنقتلہ ثم نہانا عن قتلہا وقال علیکم بالاسود (ابوداؤد شریف، باب اتخاذ الکلب للصید وغیرہ ص ۴۳۷ نمبر ۲۸۴۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کتے کو قتل کرنے کا حکم ہے اس لئے اس کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور یہی حکم چیتا اور شیر کا بھی ہے۔ (۲) ناپاکی کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی ثعلبۃؓ ان رسول اللہ ﷺ نہی عن اکل کل ذی ناب من السباع (بخاری شریف، باب اکل کل ذی ناب من السباع ص ۱۳۰ نمبر ۵۵۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پھاڑ کھانے والے جانور کا گوشت ناپاک ہے اس لئے معمولی چیز ہوگئی۔

ترجمہ:(۲۶۵۶) اور نہ دف اور نہ ڈھول اور نہ سارنگی، اور نہ بانسری کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جائیگا۔

ترجمہ: ؎ اس لئے کہ صاحبینؒ کے یہاں ان چیزوں کی کوئی قیمت ہی نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کے یہاں اس کی قیمت تو ہے لیکن یہ تاویل کرسکتا ہے کہ اس کو توڑنے کے لیا لیا ہو۔

تشریح: صاحبینؒ کے یہاں ان چاروں چیزوں کی کوئی قیمت نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کے یہاں ان کی قیمت تو ہے، لیکن یہ کہہ سکتا ہے کہ انکو توڑنے کے لیا تھا، چرانے کے لئے نہیں، اس لئے انکے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ:(۱) دف، ڈھول اور سارنگی اور بانسری کے ناجائز ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباسؓ ... ان اللہ حرم علی او حُرِم الخمر والمیسر والکوبۃ (ابوداؤد شریف، باب فی الاوعیۃ ص ۱۶۳ نمبر ۳۶۹۶) کوبۃ کا معنی ڈھول ہے اس لئے ڈھول بھی حرام ہوا۔ (۲) سارنگی کے سلسلے میں بخاری کی لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے۔ حدثنی ابو عامر الاشعری ... سمع النبی ﷺ یقول لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف (بخاری شریف، باب ماجاء فیمن یستحل الخمر ویسمیہ بغیر اسمہ، ص ۸۳۷، نمبر ۵۵۹۰) اس حدیث میں معازف کے حرام ہونے کا تذکرہ ہے۔ اس لئے ان کے چرانے میں ہاتھ نہیں جائے گا۔

اصول: یہ مسئلے اس اصول پر ہیں کہ جو چیز شریعت کی نگاہ میں معمولی ہے اس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کٹے گا، اور حرام چیزیں شریعت کی نگاہ میں معمولی ہیں اس لئے اس کے چرانے میں ہاتھ نہیں کٹے گا۔

لغت: فہد: چیتا، طبل: ڈھول، طبلہ، مزمار: سارنگی۔ بربط: بانسری۔

(٢٦٥٧) وَيُقْطَعُ فِي السَّاجِ وَالْقَنَا وَالْآبَنُوسِ وَالصَّنْدَلِ ۱؎ لِأَنَّهَا أَمْوَالٌ مُحَرَّزَةٌ لِكَوْنِهَا عَزِيزَةً عِنْدَ النَّاسِ وَلَا تُوجَدُ بِصُورَتِهَا مُبَاحَةً فِي دَارِ الْإِسْلَامِ.

(٢٦٥٨) قَالَ وَيُقْطَعُ فِي الْفُصُوصِ الْخُضْرِ وَالْيَاقُوتِ وَالزَّبَرْجَدِ ۱؎ لِأَنَّهَا مِنْ أَعَزِّ الْأَمْوَالِ وَأَنْفَسِهَا وَلَا تُوجَدُ مُبَاحَةَ الْأَصْلِ بِصُورَتِهَا فِي دَارِ الْإِسْلَامِ غَيْرَ مَرْغُوبٍ فِيهَا فَصَارَتْ كَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ.

ترجمہ:(٢٦٥٧) اور کاٹا جائے گا ساگون، نیزے کی لکڑی، ابنوس اور صندل کی لکڑی چرانے میں۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ سب محفوظ مال ہیں، اس لئے کہ لوگوں کے یہاں یہ بہت کم پایا جاتا ہے، اور دار الاسلام میں بھی یہ لکڑیاں مباح نہیں ہیں۔

تشریح: یہ لکڑیا محفوظ مال ہیں، لوگوں کے یہاں یہ کم پایا جاتا ہے، اور اس کو ہر کوئی کاٹ کر لی جائے ایسا مباح بھی نہیں ہے اس لئے اس کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

نوٹ: یہ لکڑیاں جنگل میں ہوں تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ محفوظ جگہ پر نہیں ہے، اور گھر میں محفوظ ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ اب یہ محفوظ مال بن گیا۔

لغت: الساج: ساگون کی لکڑی، القناء: نیزہ یا نیزے کی لکڑی، الابنوس: ابنوس کی لکڑی، الصندل: ایک قسم کی خوشبودار لکڑی۔

ترجمہ:(٢٦٥٨) سبز نگینوں اور یاقوت اور زبرجد کے چرانے سے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ کمیاب اور قیمتی مال ہیں اور دار اسلام بے رغبتی کے ساتھ، اس لئے یہ سونے اور چاندی کی طرح ہو گئے۔

لغت: فصوص: نگینہ۔ یاقوت: ایک قسم کا پتھر ہوتا ہے، جو قیمتی ہوتا ہے۔ زبرجد: یہ بھی ایک قسم کا پتھر ہوتا ہے جو قیمتی ہوتا ہے۔ اعز المال: ایسا مال کم پایا جاتا ہو، محبوب مال۔ مباح الاصل: یہ ایک محاورہ ہے، دار الاسلام میں جس چیز کو ہر آدمی لے سکتا ہے، جیسے پرندے کو ہر آدمی شکار کر کے لے سکتا ہے اس کو مباح الاصل، کہتے ہیں۔

تشریح: یہ تینوں پتھر ایک تو قیمتی ہیں، دوسرا یہ کم پائے جاتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ ایسا نہیں ہے جو چاہے اٹھالے، یعنی یہ مباح الاصل نہیں ہے، اس لئے یہ قیمتی مال ہیں اس لئے اس کے چرانے سے ہاتھ کاٹا جائے گا، جس طرح سونا چاندی سے ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔

نوٹ: یہ پتھر پہاڑوں میں ہو تو غیر محفوظ ہونے کی وجہ سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اور گھر میں محفوظ ہو تو اب محفوظ ہونے کی وجہ سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(۲۶۵۹) وَإِذَا اتَّخَذَ مِنَ الْخَشَبِ أَوَانِي وَأَبْوَابًا قُطِعَ فِيهَا ۱؎ لِأَنَّهُ بِالصَّنْعَةِ الْتَحَقَ بِالْأَمْوَالِ النَّفِيسَةِ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهَا تُحَرَّزُ ۲؎ بِخِلَافِ الْحَصِيرِ لِأَنَّ الصَّنْعَةَ فِيهِ لَمْ تَغْلِبْ عَلَى الْجِنْسِ حَتَّى يُبْسَطُ فِي غَيْرِ الْحِرْزِ، ۳؎ وَفِي الْحُصُرِ الْبَغْدَادِيَّةِ قَالُوا يَجِبُ الْقَطْعُ فِي سَرِقَتِهَا لِغَلَبَةِ الصَّنْعَةِ عَلَى الْأَصْلِ

ترجمہ :(۲۶۵۹)اگر لکڑی سے برتن بنایا، دروازے بنائے تو ان میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ برتن بنانے کی وجہ سے اب یہ قیمتی مال ہو گیا، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ لوگ اس کو محفوظ کر کے رکھتے ہیں۔

تشریح :عام لکڑی تھی جس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جاتا لیکن اس سے برتن بنالیا یا دروازہ بنالیا تو اب اس کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جائیگا۔

وجہ :اب یہ معمولی نہیں رہی بلکہ قیمتی ہو گئی اس لئے یوں کہا جائے گا کہ برتن چرایا یا دروازہ چرایا۔اس لئے اس کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جائیگا۔

لغت: اوانی : جمع ہے آنیۃ کی برتن، ابواب : جمع ہے باب کی دروازہ۔

ترجمہ :۲؎ بخلاف چٹائی کے اس لئے کہ اس پر کام کرنے سے اس کی جنس نہیں بدلی، یہی وجہ ہے کہ غیر محفوظ جگہ پر چٹائی بچھادی جاتی ہے۔

تشریح :لکڑی جب تک جلانے کی لکڑی ہے تو اس کی کوئی خاص قیمت نہیں ہے کہ اس سے ہاتھ کاٹا جائے، لیکن اس کا برتن بنا دیا، یا دروازہ بنا دیا تو اب یہ قیمتی مال بن گیا، یہی وجہ ہے کہ اب اس کو گھر محفوظ جگہ میں رکھتے ہیں، اس لئے اب ہاتھ کاٹا جائے گا۔ چٹائی کھجور کی پتی کی بنتی ہے، اس میں کتنا ہی نقش ونگار کریں یہ چٹائی ہی رہتی ہے جو اتنی قیمتی نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ اس کو گھر سے باہر غیر محفوظ جگہ پر بچھادیتے ہیں اس لئے اس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

لغت :صنعۃ لم تغلب علی الجنس : یہ ایک محاورہ ہے، کہ اس میں کتنا ہی نقش ونگار کر واس سے اس کی جنس نہیں بدلتی، یعنی وہ چٹائی سے کچھ اور نہیں بنتا۔

ترجمہ :۳؎ بغدادی کے بارے میں علماء نے کہا ہے کہ اس کے چرانے سے ہاتھ کاٹا جائے گا اس میں کام کرنے سے اصل پر غالب آجاتا ہے۔

تشریح :بغدادی چٹائی قیمتی ہوتی ہے اس لئے اس کے چرانے سے ہاتھ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ اس پر نقش ونگار کرنے سے چٹائی باقی نہیں رہتی بلکہ وہ ایک قیمتی چیز بن جاتی ہے۔

٤ وَإِنَّمَا يَجِبُ الْقَطْعُ فِيْ غَيْرِ الْمُرَكَّبِ، ٥ وَإِنَّمَا يَجِبُ إِذَا كَانَ خَفِيفًا لَا يَثْقُلُ عَلَى الْوَاحِدِ حَمْلُهُ لِأَنَّ الثَّقِيلَ مِنْهُ لَا يُرْغَبُ فِيْ سَرِقَتِهِ (٢٦٦٠) وَلَا قَطْعَ عَلَى خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ ١ لِقُصُورٍ فِيْ الْحِرْزِ (٢٦٦١) وَلَا مُنْتَهِبٍ وَلَا مُخْتَلِسٍ ١ لِأَنَّهُ يُجَاهِرُ بِفِعْلِهِ، كَيْفَ وَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ''لَا قَطْعَ فِيْ مُخْتَلِسٍ وَلَا مُنْتَهِبٍ وَلَا خَائِنٍ''

ترجمہ :٤ جو دروازہ دیوار کے ساتھ چپکا ہوا نہ ہو اس میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح :دروازے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دیوار کے ساتھ چپکا ہوا ہو اس کے بارے میں پہلے آیا کہ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ وہ غیر محفوظ ہے، لیکن جو دروازہ گھر میں رکھا ہوا اور محفوظ ہو اس دروازے کے چرانے سے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :٥ دروازے کے چرانے سے اس وقت کاٹا جائے گا جبکہ وہ اتنا ہلکا ہو کہ ایک آدمی پر اٹھانا مشکل نہ ہو، اس لئے کہ بہت بھاری ہوگا تو اس کو چرانے کی رغبت نہیں کرے گا۔

تشریح :دروازے پر ہاتھ کٹنے میں یہ شرط لگا رہے ہیں کہ وہ اتنا ہلکا ہو کہ ایک آدمی اس کو اٹھا کر لیجا سکے، کیونکہ بھاری ہوگا تو اس کو چرا نہیں سکے گا۔

ترجمہ :(٢٦٦٠) خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت پر کاٹنا نہیں ہے۔

ترجمہ :١ کیونکہ یہ مال اس کے لئے محفوظ نہیں ہے۔

تشریح:کسی آدمی کے پاس امانت کی رقم تھی یا مال تھا اس نے اس میں خیانت کر لی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ البتہ تعزیر کی جائے گی۔

وجہ :(۱) اس میں چوری کا معنی نہیں پایا گیا، چوری کہتے ہیں محفوظ جگہ سے چپکے سے کسی مال کو اٹھا کر لے جانا۔ اور یہاں تو وہ مال خیانت کرنے والے کے پاس ہی ہے، اس لئے چوری کی تعریف نہیں پائی گئی، اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (۲) حدیث میں ہے۔ عن جابر عن النبی ﷺ قال لیس علی خائن ولا منتهب ولا مختلس قطع (ترمذی شریف، باب ما جاء فی الخائن والمختلس والمنتهب، ص ٢٦٨ نمبر ١٤٤٨ / ابوداؤد شریف، باب القطع فی الخلسۃ والخیانۃ ص ٢٥٥، نمبر ٤٣٩١ / ٤٣٩٢ / نسائی شریف، نمبر ٤٩٧١) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خیانت کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :(٢٦٦١) اور علانیہ طور پر لیجانے والے، اور اچک کر لیجانے والے پر کاٹنا نہیں ہے۔

ترجمہ:١ اس لئے کہ وہ زبردستی کر کے لیجا رہا ہے، چنانچہ حضورؐ نے فرمایا کہ اچکنے والے اور زبردستی والے، اور خیانت والے پر کاٹنا نہیں ہے۔

(۲۶۶۲) وَلا قَطْعَ عَلٰى النَّبَّاشِ ۱؎ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ. ۲؎ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَالشَّافِعِيُّ: عَلَيْهِ الْقَطْعُ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "مَنْ نَبَشَ قَطَعْنَاهُ" وَلِأَنَّهُ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ مُحْرَزٌ يُحْرَزُ مِثْلُهُ فَيُقْطَعُ فِيهِ.

تشریح :منتھب ،یعنی زبردستی کر کے لیجانے والے ،اور اچک کر لیجانے والے پر چوری کی تعریف صادق نہیں آتی اس لئے ان دونوں کا ہاتھ بھی کاٹا نہیں جائے گا ،

وجہ اس کے لئے اوپر حدیث گزری ۔ **عن جابر عن النبی ﷺ قال لیس علی خائن و لا منتھب و لا مختلس قطع** (ترمذی شریف ،باب ماجاء فی الخائن والمختلس والمنتھب ،ص ۲۶۸ نمبر ۱۴۴۸ رابوداؤد شریف ،باب القطع فی الخلسۃ والخیانۃ ص ۲۵۵ ،نمبر ۴۳۹۱ ر ۴۳۹۲ رنسائی شریف ،نمبر ۴۹۷۱)

لغت :منتھب :نہب سے مشتق ہے ،لوٹ کر لیجانا ۔مختلس :خلس سے مشتق ہے ،اچک کر لیجانا ۔یجاھر :اعلانیہ اپنا کام کرتا ہے ۔

ترجمہ :(۲۶۶۲) اور نہ کفن چور پر ہاتھ کاٹنا ہے ۔

ترجمہ :۱؎ یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے ۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کفن مال متقوم نہیں ہے ، اس لئے نہیں کاٹا جائے گا ۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مال متقوم ہے اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا ۔

تشریح :جو آدمی کفن چراتا ہو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا ۔

وجہ :(۱) کفن چرانے والا مقام محفوظ سے نہیں چراتا کیونکہ قبرستان مقام محفوظ نہیں ہے ۔(۲) دوسری بات یہ ہے کہ مردہ پر کفن ڈال دینے کے بعد وہ معمولی اور گھٹیا قسم کی چیز سمجھی جاتی ہے ۔اس لئے کفن چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا ۔(۳) صاحب ہدایہ کا قول تابعی یہ ہے ۔**عن ابن عباس قال لیس علی النباش قطع** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۹ ماجاء فی النباش یوخذ ماحدہ؟ ج خامس ،ص ۵۱۸ ،نمبر ۲۸۶۰۴) (۴) قول تابعی میں ہے ۔**عن الزھری قال اخذ نباش فی زمان معاویۃ کان مروان علی المدینۃ فسأل من بحضرتہ من اصحاب رسول اللہ بالمدینۃ و الفقھاء فلم یجدوا احدا قطعہ قال فاجمع رأیھم علی ان یضربہ ویطاف بہ** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۹ ماجاء فی النباش یوخذ ماحدہ؟ ج خامس ،ص ۵۱۸ ،نمبر ۲۸۶۰۴) اس قول صحابی اور قول تابعی سے معلوم ہوا کہ کفن چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا ۔

لغت :نباش : نبش سے مشتق ہے ،کھودنا ، یہاں مراد ہے ،کفن چور ۔مختفی : چھپنے والا ،مراد ہے چھپ کر کفن چرانے والا ۔

ترجمہ :۲؎ امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ نے کہا کہ کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا ،حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ ،جس نے کفن

۳؎ وَلَهُمَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ "لا قَطْعَ عَلىٰ الْمُخْتَفِي" وَهُوَ النَّبَّاشُ بِلُغَةِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، ۴؎ وَلِأَنَّ الشُّبْهَةَ تَمَكَّنَتْ فِي الْمِلْكِ لِأَنَّهُ لا مِلْكَ لِلْمَيِّتِ حَقِيقَةً وَلا لِلْوَارِثِ لِتَقَدُّمِ حَاجَةِ الْمَيِّتِ، ۵؎ وَقَدْ تَمَكَّنَ الْخَلَلُ فِي الْمَقْصُودِ وَهُوَ الِانْزِجَارُ لِأَنَّ الْجِنَايَةَ فِي نَفْسِهَا نَادِرَةُ الْوُجُودِ وَمَا رَوَاهُ

چوری کی ہم اس کا ہاتھ کاٹیں گے، اور اس لئے بھی کہ وہ متقوم مال ہے، اور کفن کو جہاں محفوظ رکھنا چاہئے وہیں قبر میں محفوظ ہے، اس لئے کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اس کے لئے تین دلیلیں دے رہے ہیں۔

وجہ: (۱) کفن قیمتی مال ہے، جسکو مال متقوم کہتے ہیں (۲) قبر ایک محفوظ جگہ ہے اور وہیں کفن کو محفوظ رکھا گیا ہے، اور جب مال متقوم ہے اور محفوظ جگہ پر ہے تو اس کے چرانے سے ہاتھ کٹنا چاہئے (۳) قول تابعی میں جسکی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا، بلغنی ان عمر بن عبد العزیز قطع نباشا ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۹ ما جاء فی النباش یوخذ ما حدہ؟ ج خامس ص ۵۱۸ نمبر ۲۸۶۰۵) (۴) عن الشعبی قال النباش سارق، دوسری روایت میں ہے۔ قال یقطع فی امواتنا کما یقطع فی احیائنا (سنن للبیہقی، باب النباش یقطع اذا اخرج الکفن من جمیع القبر ج ثامن ص ۴۶۸ نمبر ۱۷۲۴۱/۱۷۲۳۹ / مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۹ ما جاء فی النباش یوخذ ما حدہ؟ ج خامس ص ۵۱۸ نمبر ۲۸۶۰۶) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: ۳؎ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مختفی پر کاٹنا نہیں ہے اور مختفی اہل مدینہ کی زبان میں کفن چور کو کہتے ہیں۔

تشریح: صاحب ہدایہ کا قول صحابی اوپر گزر گیا۔ عن ابن عباس قال لیس علی النباش قطع (مصنف ابن ابی شیبۃ، نمبر ۲۸۶۰۴)

ترجمہ: ۴؎ اور اس لئے کہ ملکیت میں شبہ ہو گیا، کیونکہ میت کے مردہ ہونے کی وجہ سے اس کی ملکیت نہیں ہو سکتی، اور وارث کی بھی ملکیت نہیں ہو سکتی، کیونکہ میت کی ضرورت پہلے ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے ہاتھ نہ کاٹنے کی یہ دوسری دلیل عقلی ہے۔ کفن کس کی ملکیت ہے اس میں شبہ ہو گیا، میت کی ملکیت اس لئے نہیں ہو سکتی کہ وہ مردہ ہے، اور وارث کی ملکیت اس لئے نہیں ہو سکتی، کہ میت کا حق مقدم ہے، اس شبہ کی وجہ سے بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: ۵؎ ہاتھ کاٹنے میں جو مقصد ہے، تنبیہ کرنا، اس میں بھی خلل ہو گیا اسلئے کہ اس قسم کا جرم بہت کم ہوتا ہے۔

غَيْرُ مَرْفُوعٍ أَوْ هُوَ مَحْمُولٌ عَلَى السِّيَاسَةِ، ٦ وَإِنْ كَانَ الْقَبْرُ فِي بَيْتٍ مُقْفَلٍ فَهُوَ عَلَى الْخِلَافِ فِي الصَّحِيحِ لِمَا قُلْنَا ٧ وَكَذَا إِذَا سَرَقَ مِنْ تَابُوتٍ فِي الْقَافِلَةِ وَفِيهِ الْمَيِّتُ لِمَا بَيَّنَّاهُ.

(٢٦٦٣)[الف] وَلَا يُقْطَعُ السَّارِقُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ ١ لِأَنَّهُ مَالُ الْعَامَّةِ وَهُوَ مِنْهُمْ.

(٢٦٦٣)[ب] قَالَ وَلَا مِنْ مَالٍ لِلسَّارِقِ فِيهِ شَرِكَةٌ ١ لِمَا قُلْنَا.

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے تیسری دلیل عقلی ہے۔ ہاتھ کاٹنے کا مقصد ہے لوگوں کو تنبیہ کرنا، اور کفن چرانا اتنا حقیر کام ہے کہ کوئی ذلیل آدمی ہی کر سکتا ہے، اس لئے اس کا ہاتھ کاٹ کر لوگوں کو تنبیہ نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ٦ اور امام ابو یوسفؒ نے جو روایت کی ہے وہ مرفوع حدیث نہیں ہے، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ سیاست کے طور پر ہاتھ کاٹا تھا۔

تشریح: یہ امام ابو یوسف کو جواب ہے، کہ امام ابو یوسفؒ نے جو روایت پیش کی وہ حدیث مرفوع نہیں ہے، بلکہ تابعی کا قول ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ تابعی عمر بن عبد العزیزؒ نے جو کاٹا ہے، وہ سزا سمجھ کر نہیں بلکہ سیاست کے طور پر کاٹا ہے، اس لئے اس کو شرعی سزا نہیں سمجھی جائے گی۔

ترجمہ: ٦ ایک گھر ہے جس پر تالا لگا ہوا ہے اس کے اندر قبر ہے [وہاں سے کفن چرایا] تو وہ بھی اسی اختلاف پر ہے۔ صحیح روایت میں اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کی۔

تشریح: قبر کسی گھر کے اندر ہے جس گھر پر تالا لگا ہوا ہے، اور اس کے اندر قبر ہے وہاں سے کفن چرایا ہے۔ یعنی بالکل محفوظ جگہ سے کفن چرایا ہے، تو اس صورت میں بھی اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے یہاں نہیں کاٹا جائے گا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کاٹا جائے گا، اور دونوں حضرات کی دلیل اوپر گزر گئی۔

ترجمہ: ٧ قافلہ میت کا تابوت لیجا رہا تھا اس سے کفن چرایا تو اس میں بھی یہی اختلاف ہے۔

تشریح: قافلہ میت کا تابوت لیجا رہا تھا اس میں سے چور نے کفن چرایا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں اس میں بھی امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے، کہ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں نہیں کاٹا جائے گا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: (٢٦٦٣) بیت المال سے چرانے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ [اس لئے کہ وہ عوام کا مال ہے، اور چور بھی عوام میں سے ہے] اور اس مال میں سے چور کی شرکت ہے، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے کہا۔

تشریح: کوئی آدمی بیت المال سے چوری کرے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ یا چور کا بھی مال تھا اور دوسرے کا بھی مال ساتھ میں تھا اس میں سے چور نے چوری کر لی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(۲۶۶۴) وَمَنْ لَهُ عَلٰى آخَرَ دَرَاهِمُ فَسَرَقَ مِنْهُ مِثْلَهَا لَمْ يُقْطَعْ لِأَنَّهُ ۱؎ اسْتِيفَاءٌ لِحَقِّهِ، ۲؎ وَالْحَالُّ وَالْمُؤَجَّلُ فِيهِ سَوَاءٌ اسْتِحْسَانًا لِأَنَّ التَّأْجِيلَ لِتَأْخِيرِ الْمُطَالَبَةِ،

وجہ :(۱) یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کسی مال میں چور کا کچھ بھی حصہ ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اور مومن ہونے کی حیثیت سے بیت المال کے مال میں کچھ نہ کچھ چور کا بھی حصہ ہے اس لئے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اسی طرح شرکت کے مال میں چور کا حصہ ہے اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (۲) حدیث میں ہے۔ عن ابن عباسؓ ان عبدا من رقیق الخمس سرق من الخمس فرفع ذلک الی النبی ﷺ فلم یقطعه ،وقال مال الله عز وجل سرق بعضه بعضا (ابن ماجہ شریف، باب العبد یسرق ص۳۷۲ نمبر ۲۵۹۰) اس حدیث میں ہے کہ اس کا حصہ تھا اس لئے چور کا ہاتھ نہیں کاٹا گیا (۳) عن علیؓ انه کان یقول لیس علی من سرق من بیت المال قطع (سنن للبیہقی ، باب من سرق من بیت المال شیئا ج ثامن ص ۴۸۹ نمبر ۱۷۳۰۴ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۸۰ فی الرجل یسرق من بیت المال ما علیہ؟ ج خامس ص ۵۱۳ نمبر ۲۸۵۵۴) (۴) قول صحابی میں یہ بھی ہے۔عن القاسم ان رجلا سرق من بیت المال فکتب فیه سعد الی عمر فکتب عمر الی سعد لیس علیه قطع له فیه نصیب (مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۰ فی الرجل یسرق من بیت المال ما علیہ؟ ج خامس ص ۵۱۳ نمبر ۲۸۵۵۴ رمصنف عبد الرزاق، باب الرجل یسرق شیئا لہ فیہ نصیب ج عاشر ص ۲۱۲ نمبر ۱۸۸۷۲) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ کسی کی شرکت ہو تو اس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:(۲۶۶۴) کسی کا دوسرے پر کچھ درہم تھے اس آدمی نے اتنا درہم چرا لیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ اس نے اپنا حق وصول کیا ہے۔

اصول:اپنا درہم واپس لے لے تو اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے۔

تشریح :مثلا زید کا عمر کے اوپر دس درہم تھے، زید نے یہ دس درہم عمر کا چرا لیا تو زید کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ گویا کہ زید نے اپنا حق وصول کیا ہے،اس لئے زید کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :۲؎ اور قرضہ فی الحال والا ہو، یا تاخیر کے ساتھ وصول کرنے والا ہو استحسانا دونوں برابر ہیں،اس لئے کہ تاخیر مطالبہ کو موخر کرنے کے لئے ہے۔

تشریح:ایک قرضہ وہ ہوتا ہے جو فوری طور پر وصول کرنا ہوتا ہے،اور دوسرا قرضہ وہ ہوتا ہے جسکے لئے وقت متعین ہوتا ہے مثلا ایک ماہ کی تاخیر کے ساتھ وصول کرنا ہے، دونوں صورتوں میں زید اپنا درہم عمر سے چرا لیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے۔

وجہ :اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ درہم تو زید کا ہی ہے، تاخیر تو صرف اس لئے ہے کہ اس کا مطالبہ کرنا موخر ہو جائے،اس لئے

٣؎ وَكَذَا إذَا سَرَقَ زِيَادَةً عَلٰى حَقِّهِ لِأَنَّهُ بِمِقْدَارِ حَقِّهِ يَصِيرُ شَرِيكًا فِيهِ،

(٢٦٦٥) وَإِنْ سَرَقَ مِنْهُ عُرُوضًا قُطِعَ ١؎ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ وِلَايَةُ الِاسْتِيفَاءِ مِنْهُ إلَّا بَيْعًا بِالتَّرَاضِي.

٢؎ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يُقْطَعُ لِأَنَّ لَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ عِنْدَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ قَضَاءً مِنْ حَقِّهِ أَوْ رَهْنًا بِحَقِّهِ.

اپنا درہم وصول کرنے میں ہاتھ ہیں کاٹا جائے گا۔

لغت :الحال:ابھی وصول کرنا ہے۔المؤجل:موخر کر کے وصول کرنا ہے،اسی سے ہے،تاجیل:موخر کر کے وصول کرنا۔

ترجمہ :٣؎ ایسے ہی اگر اپنے حق سے زیادہ مقدار چرالیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا،اس لئے کہ جتنا چور کا حق تھا اس میں وہ شریک ہو گیا۔

تشریح:مثلا زید کا عمر پر دس درہم قرضہ تھا،زید نے پندرہ درہم چرالیا تب بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ دس درہم زید کا تھا اس لئے زید پندرہ درہم میں شریک ہو گیا اور ابھی گزرا کہ شریک کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا،اس لئے زائد چوری کرنے میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:(٢٦٦٥) گر زید نے عمر کا سامان چرالیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :١؎ اس لئے کہ سامان عمر سے بیع کے طور پر رضامندی سے ہی لے سکتا تھا۔

اصول:یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اپنے حق کے بدلے میں سامان نہیں لے سکتا۔

تشریح:زید کا عمر پر دس درہم تھے،زید نے درہم کے بجائے عمر کا سامان چرالیا تو اب زید کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ زید درہم تو لے سکتا تھا،عمر کا سامان نہیں لے سکتا تھا،ہاں عمر اپنی رضامندی سے دس درہم کے بدلے میں سامان زید کے ہاتھ بیچنا چاہے تو بیچ سکتا ہے،اور وہ بیچا نہیں ہے اس لئے زید کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :٢؎ امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ یہاں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا،اس لئے کہ بعض علماء کے نزدیک زید کو اپنا حق لینے کا اختیار ہے،حق وصول کرنے کے لئے،یا حق بدلے رہن رکھنے کے لئے۔

اصول:یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ،کہ اپنے حق کے بدلے میں سامان بھی لے سکتا ہے۔

تشریح:امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ یہاں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا،

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض علمانے فرمایا کہ۔زید کو یہ حق ہے کہ اپنے درہم کے بدلے میں عمر کا سامان لے لئے،یا یوں کہا جائے کہ اپنے درہم کے بدلے میں عمر کا سامان لیکر اس کو اپنے پاس رہن رکھ لیا،چونکہ بعض علما کے نزدیک زید کا ایسا کرنا جائز ہے اس لئے زید کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

۳؎ قُلْنَا: هٰذَا قَوْلٌ لا يَسْتَنِدُ إِلٰى دَلِيلٍ ظَاهِرٍ فَلَا يُعْتَبَرُ بِدُونِ اتِّصَالِ الدَّعْوٰى بِهِ، حَتّٰى لَوْ ادَّعٰى ذٰلِكَ دُرِءَ عَنْهُ الْحَدُّ لِأَنَّهُ ظَنٌّ فِي مَوْضِعِ الْخِلَافِ، ۴؎ وَلَوْ كَانَ حَقُّهُ دَرَاهِمَ فَسَرَقَ مِنْهُ دَنَانِيرَ قِيلَ يُقْطَعُ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ حَقُّ الْأَخْذِ، وَقِيلَ لا يُقْطَعُ لِأَنَّ النُّقُودَ جِنْسٌ وَاحِدٌ.

لغت : قضاء من حقہ، اور رہنا من حقہ: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اپنا حق وصول کرنے کے لئے عمر کا سامان لے لیا، یا اپنے درہم کے بدلے میں عمر کا سامان رہن رکھ لیا۔

ترجمہ :۳؎ ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ قول[کہ زید کو اپنا حق سامان لیکر لینے کا حق ہے] بغیر ظاہری دلیل کے ہے اس لئے بغیر دعوی کے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، چنانچہ اگر چور نے اگر اس کا دعوی کیا کہ [میں نے اپنا حق لیا ہے] تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی، اس کہ یہ گمان اختلاف کی جگہ میں ہے۔

تشریح :ہمارا جواب یہ ہے کہ امام ابو یوسف کا قول بغیر دلیل کے ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ ہاں زید چور یہ دعوی کرے کرے کہ میں نے عمر کا سامان اپنے درہم کی وجہ سے لیا ہے، تو چونکہ بعض علماء کا قول ہے کہ وہ اپنا حق لے سکتا ہے، اس لئے اس شبہ سے زید سے حد ساقط ہو جائے گی۔

لغت : لانہ ظن فی موضع الخلاف :اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ، علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ سامان چرا کر اپنا حق لے سکتا ہے، اس لئے یہ بھی ایک گمان کی چیز ہے اس لئے اس گمان کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی، کیونکہ حد شبہ سے بھی ساقط ہو جاتی ہے۔

ترجمہ :۴؎ اگر اس کا حق درہم میں تھا اور اس نے دینار چرا لیا تو بعض حضرات نے فرمایا کہ کاٹا جائے گا ،اس لئے کہ اس کو دینار لینے کا حق نہیں تھا، اور بعض دوسرے حضرات نے فرمایا کہ نہیں کاٹا جائے گا، اس لئے کہ درہم اور دینار جو نقد ہیں وہ ایک ہی جنس ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ درہم اور دینار ایک ہی جنس ہے۔

تشریح :زید کا عمر پر دس درہم تھے، زید نے عمر کا دینار چرا لیا تو، کچھ حضرات نے فرمایا کہ ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ زید کا حق درہم میں تھا دینار میں نہیں تھا، یہ دوسری جنس ہے۔ اور بعض دوسرے حضرات نے فرمایا کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ :درہم اور دینار ایک ہی جنس ہے، یہ دونوں نقود ہیں، اس لئے دینار لیا تو گویا کہ درہم ہی لیا جو اس کا حق تھا اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(٢٦٦٦) وَمَنْ سَرَقَ عَيْنًا فَقُطِعَ فِيهَا فَرَدَّهَا ثُمَّ عَادَ فَسَرَقَهَا وَهِيَ بِحَالِهَا لَمْ يُقْطَعْ ﴿١﴾ وَالْقِيَاسُ أَنْ يُقْطَعَ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "فَإِنْ عَادَ فَاقْطَعُوهُ" مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ، ﴿٢﴾ وَلِأَنَّ الثَّانِيَةَ مُتَكَامِلَةٌ كَالْأُولَى بَلْ أَقْبَحُ لِتَقَدُّمِ الزَّاجِرِ،

ترجمہ :(٢٦٦٦) کسی نے کوئی چیز چرائی اور اس کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹا گیا، پھر دوبارہ اسی چیز کو چرائی، اور وہ چیز اسی حالت میں تھی تو اب ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح :مثلا زید نے عمر کا بیل چرایا، اور اس کی وجہ سے زید کا ہاتھ کاٹا گیا، اور بیل عمر کو واپس دے دیا گیا، بیل اسی حالت میں تھا کہ زید نے دوبارہ اس بیل کو چرایا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ :(۱) ہاتھ کٹنے کی وجہ سے زید کا کچھ حق اس بیل میں ہو گیا اس لئے اب زید کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔(۲) عن عبد الرحمن بن عوف قال قال رسول الله ﷺ لا غرم علی السارق بعد قطع یمینه ۔(دار قطنی، باب کتاب الحدود، ج ثالث، ص ۱۲۹، نمبر ۳۳۶۳) اس حدیث میں ہے کہ ہاتھ کٹ جانے کے بعد چور اس چیز کا تاوان نہیں ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہاتھ کٹنے کی وجہ سے چور اس چیز کا مالک بن گیا ہے تب ہی تو اس پر اس کا تاوان نہیں ہے۔(۳) ایسا کوئی ذلیل ہی آدمی ہوگا، جو ایک مرتبہ ہاتھ کٹنے بعد دوبارہ اسی چیز کو چرائے گا، اس لئے دوبارہ ہاتھ کاٹنے سے اس کی تنبیہ نہیں ہوگی اس لئے دوبارہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :﴿١﴾ اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ کاٹا جائے، اور یہی ایک روایت امام ابو یوسفؒ کی ہے، اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے، حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ اگر دوبارہ چوری کرے تو دوسری مرتبہ کاٹ لو، بغیر کسی تفصیل کے ہے۔

تشریح:امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ دوسری مرتبہ چرایا تو دوسری مرتبہ بھی کاٹا جائے گا۔

وجہ :اس کی دلیل یہ حدیث ہے جس میں ہے کہ دوسری مرتبہ چرائے تو دوبارہ ہاتھ کاٹ لو، اور اس میں یہ تفصیل نہیں ہے کہ چیز کی حالت بدلی ہو یا نہ بدلی ہو، حدیث یہ ہے۔ عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال اذا سرق السارق فاقطعوا یده و ان عاد فاقطعوا رجله فان عاد فاقطعوا یده فان عاد فاقطعوا رجله (دار قطنی، باب کتاب الحدود، ج ثالث، ص ۱۲۸، نمبر ۳۳۵۹) اس حدیث میں ہے کہ بار بار چوری کرے تو بار بار کاٹو۔

ترجمہ:﴿٢﴾ اور اس لئے کہ دوسری سزا پہلی کی طرح مکمل ہے بلکہ زیادہ قبیح ہے کیونکہ ایک مرتبہ اس کو تنبیہ ہو چکی ہے۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کی یہ دوسری دلیل عقلی ہے۔ سزا کا مقصد ہے تنبیہ کرنا، اور اس سے پہلے ہاتھ کٹ چکا ہے اس لئے دوسری مرتبہ ہاتھ کٹنے سے زیادہ تنبیہ ہوگی اس لئے دوسری مرتبہ بھی ہاتھ کٹنا چاہئے، دوسری بات یہ ہے کہ یہ سزا بھی پہلی کی طرح کامل ہے۔

٣ وَصَارَ كَمَا إِذَا بَاعَهُ الْمَالِكُ مِنَ السَّارِقِ ثُمَّ اشْتَرَاهُ مِنْهُ ثُمَّ كَانَتِ السَّرِقَةُ. ٤ وَلَنَا أَنَّ الْقَطْعَ أَوْجَبَ سُقُوطَ عِصْمَةِ الْمَحَلِّ عَلٰى مَا يُعْرَفُ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، ٥ وَبِالرَّدِّ إِلَى الْمَالِكِ إِنْ عَادَتْ حَقِيقَةُ الْعِصْمَةِ بَقِيَتْ شُبْهَةُ السُّقُوطِ نَظَرًا إِلٰى اتِّحَادِ الْمِلْكِ وَالْمَحَلِّ، وَقِيَامُ الْمُوجِبِ وَهُوَ الْقَطْعُ فِيهِ، ٦ بِخِلَافِ مَا ذُكِرَ لِأَنَّ الْمِلْكَ قَدِ اخْتَلَفَ بِاخْتِلَافِ سَبَبِهِ،

لغت : زاجر: یہ ایک محاورہ ہے، سزا دینے کا مقصد ہے چور کو تنبیہ کرنا، اور ڈرانا کہ آئیندہ یہ کام نہیں کرنا۔

ترجمہ : ٣ اور ایسا ہو گیا کہ مالک نے چور کے ہاتھ بیچ دیا پھر مالک نے خرید لیا، پھر چور نے مالک سے چرایا [تو ہاتھ کاٹا جاتا ہے] ایسے ہی یہ معاملہ ہو گیا۔

تشریح : زید نے جو بیل چرایا تھا اور اس کے بدلے ہاتھ کٹا تھا، عمر نے وہ بیل زید کے ہاتھ بیچ دیا، پھر عمر نے اس بیل کو خریدا، اس کے بعد زید نے عمر سے اس بیل کو چرایا تو اب زید کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اسی طرح عمر کے پاس وہ رہا ہو اور زید نے دوبارہ چرایا تو زید کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ : ٤ ہماری دلیل یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے محل کی عصمت ہے وہ ساقط ہو گئی، جیسا کہ بعد میں معلوم ہو گا۔

تشریح : یہاں عبارت منطقی ہے اور پیچیدہ ہے، غور سے دیکھیں۔ بیل کی وجہ سے زید کا ہاتھ کاٹا گیا تو بیل محفوظ نہیں رہا بلکہ بیل میں زید کی بھی ملکیت آ گئی ہے۔

ترجمہ : ٥ اور مالک کی طرف لوٹانے کی وجہ سے اگر چہ حقیقت عصمت لوٹ آئی ہے ساقط ہونے کا شبہ باقی ہے اتحاد ملک اور اتحاد محل کی طرف دیکھتے ہوئے، اور سبب قائم ہے اور وہ ہے کاٹنا۔

تشریح : بیل عمر کی طرف لوٹا دیا گیا جسکی وجہ سے عصمت تو لوٹ آئی، لیکن عصمت کے ساقط ہونے کا شبہ باقی ہے، کیونکہ مالک بھی وہی ہے اور ملکیت بھی وہی ہے، اور ہاتھ کٹنے کا سبب بھی وہی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ بیل کی وجہ سے زید کا ہاتھ کٹا تو گویا کہ زید بیل کا مالک بن گیا ہے اس لئے اس کو چرانے سے اس کا ہاتھ نہیں کٹنا چاہئے۔

ترجمہ : ٦ بخلاف جو ذکر کیا وہاں ملک بدل گئی سبب کے مختلف ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : یہ امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ عمر بیل کو زید کے ہاتھ بیچ دے، پھر زید عمر کے ہاتھ بیچ دے، اس کے بعد چرائے تو ہاتھ کاٹا جاتا ہے، اس کا جواب دیا رہا ہے کہ یہاں ملکیت بدل گئی ہے اس لئے گویا کہ وہ چیز بدل گئی اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا، لیکن پہلی صورت میں ایسا نہیں ہوا ہے۔

۷ وَلِأَنَّ تَكْرَارَ الْجِنَايَةِ مِنْهُ نَادِرٌ لِتَحَمُّلِهِ مَشَقَّةَ الزَّاجِرِ فَتُعَرَّى الْإِقَامَةُ عَنْ الْمَقْصُودِ وَهُوَ تَقْلِيلُ الْجِنَايَةِ، ۸ وَصَارَ كَمَا إذَا قَذَفَ الْمَحْدُودُ فِي قَذْفٍ الْمَقْذُوفَ الْأَوَّلَ.

(۲۶۶۷)قَالَ فَإِنْ تَغَيَّرَتْ عَنْ حَالِهَا مِثْلُ أَنْ يَكُونَ غَزْلًا فَسَرَقَهُ وَقُطِعَ فَرَدَّهُ ثُمَّ نُسِجَ فَعَادَ فَسَرَقَهُ قُطِعَ ۱ لِأَنَّ الْعَيْنَ قَدْ تَبَدَّلَتْ وَلِهَذَا يَمْلِكُهُ الْغَاصِبُ بِهِ، ۲ وَهَذَا هُوَ عَلَامَةُ التَّبَدُّلِ فِي كُلِّ مَحَلٍّ، وَإِذَا تَبَدَّلَتْ انْتَفَتْ الشُّبْهَةُ النَّاشِئَةُ مِنْ اتِّحَادِ الْمَحَلِّ، وَالْقَطْعُ فِيهِ فَوَجَبَ الْقَطْعُ ثَانِيًا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

ترجمہ :۷ اوراس لئے کہ وہی چوردوبارہ جنایت کرے یہ نادر ہے کیونکہ کٹنے کی مشقت برداشت کرنی ہوگی، اس لئے حد قائم کرنا مقصود سے خالی ہوگا اور وہ ہے جنایت کو کم کرنا۔

تشریح :کوئی ذلیل ہی چور ہوگا جو ایک مرتبہ ہاتھ کٹنے کے باوجود دوبارہ اسی چیز کو چرائے، اس لئے ایسا کم ہوتا ہے، اس لئے ہاتھ کاٹنے کا جو مقصد ہے تنبیہ کرنا وہ کم ہوگا، اس لئے ہاتھ کاٹنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ترجمہ:۸ اور ایسا ہو گیا کہ پہلی مرتبہ حد قذف لگی ہو اسی کو پھر زنا کی تہمت لگائی۔

تشریح :زید نے عمر کو زنا کی تہمت لگائی، جسکی وجہ سے زید کو حد قذف لگی، اب دوبارہ زید نے عمر کو زنا کی تہمت لگائی تو اب دوسری مرتبہ زید کو حد قذف نہیں لگے گی، اسی پر قیاس کرتے ہوئے زید نے دوسری مرتبہ عمر کی وہی چیز چرائی تو دوبارہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :(۲۶۶۷) پس اگر اس کی حالت بدل گئی، مثلا سوت تھا اور اس کو چرایا اور ہاتھ کاٹا گیا پھر اس کو واپس کیا پھر اس کا کپڑا بن دیا پھر اس کو چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ عین بدل چکی ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چیز کی حالت بدل گئی ہو تو اس جو چرانے سے دوبارہ ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح :مثلا عمر کا سوت تھا زید نے اس کو چرایا جس سے اس کا ہاتھ کاٹا گیا، اور سوت عمر دے دیا گیا، اب عمر نے اس کو کپڑا بن دیا اور زید نے کپڑا چرایا تو زید کا ہاتھ دوبارہ کاٹا جائے گا

وجہ:سوت کی حالت بدل جانے کی وجہ سے اب وہ پہلی چیز نہیں رہی بلکہ گویا کہ دوسری چیز بن گئی اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :۲ یہی وجہ ہے کہ غاصب اس سے مالک بن جاتا ہے، اور یہ ہر محل میں بدلنے کی علامت ہے، اور جب عین بدل گئی تو اتحاد محل اور اس میں کٹنے کا شبہ ختم ہو گیا، اس لئے اب دوبارہ ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشــريــح :غاصب نے سوت غصب کیا اور اسکا کپڑا بنا دیا تو اب غاصب مالک بن جائے گا،اور غصب پر سوت کی قیمت لازم ہوگی، غاصب کا مالک ہونا اس بات پر دلیل ہے کہ چیز کی حالت بدل گئی محل ایک نہیں رہا، اور جب محل دو ہو گیا تو دوسری مرتبہ بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

﴿فَصْلٌ فِي الْحِرْزِ وَالْأَخْذِ مِنْهُ﴾

(٢٦٦٨) وَمَنْ سَرَقَ مِنْ أَبَوَيْهِ أَوْ وَلَدِهِ أَوْ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ لَمْ يُقْطَعْ ۱؎ فَالْأَوَّلُ وَهُوَ الْوِلَادُ لِلْبُسُوطَةِ فِي الْمَالِ وَفِي الدُّخُولِ فِي الْحِرْزِ. وَالثَّانِي لِلْمَعْنَى الثَّانِي، وَلِهَذَا أَبَاحَ الشَّرْعُ النَّظَرَ إِلَى مَوَاضِعِ الزِّينَةِ الظَّاهِرَةِ مِنْهَا، بِخِلَافِ الصَّدِيقَيْنِ لِأَنَّهُ عَادَاهُ بِالسَّرِقَةِ.

﴿فصل فی الحرز والاخذ منہ﴾

ترجمہ:(٢٦٦٨)کسی نے چرائی اپنے والدین کی کوئی چیز، یا اپنے بیٹے کی یا ذی رحم محرم کی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح: کسی نے ماں باپ کی چیز دس درہم سے اوپر کی چرالی یا ماں باپ نے بیٹے کی چیز چرالی یا اپنے ذی رحم محرم کی چیز چرالی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ:(۱) یہ مسئلے دو اصولوں پر متفرع ہیں۔ایک تو یہ کہ یہ لوگ ایک دوسرے کے اتنے قریب رہتے ہیں کہ اس کے لئے اس کا گھر محفوظ نہیں رہا، مثلا باپ کے لئے بیٹے کا اور بیٹے کے لئے باپ کا گھر محفوظ اور حرز نہیں ہے۔اسی پر باقی مسئلے قیاس کر لیں۔اور چوری کہتے ہیں مقام محفوظ سے چپکے سے اٹھانا۔اس لئے چوری نہیں پائی گئی اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اور دوسرا اصول یہ ہے کہ ایک کا دوسرے کے مال میں کچھ نہ کچھ حصہ سمجھا جاتا ہے۔مثلا بیٹا سمجھتا ہے کہ باپ کے مال میں میرا حصہ ہے اور باپ بھی سمجھتا ہے کہ بیٹے کا مال میرے لئے مباح ہے۔اور اوپر اثر اور حدیث گزری کہ مال میں کچھ نہ کچھ حصہ ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔یہی حال غلام اور آقا کے درمیان کا ہے۔اور یہی حال بیوی اور شوہر کے درمیان کا ہے۔اس لئے غلام آقا کی چرالے یا آقا غلام مکاتب کی چرالے، بیوی شوہر کی چرالے یا شوہر بیوی کی چرالے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا(۲) قول صحابی میں ہے۔**سأل ابن مسعود فقال عبدی سرق قباء عبدی قال مالک سرق بعضه بعضا لا قطع فیه وهو قول ابن عباس**ؓ (سنن للبیہقی، باب العبد یسرق من متاع سیدہ ج ثامن ص ۴۸۸ نمبر ۱۷۳۰۲ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۸۱ فی العبد یسرق من مولاہ ما علیہ؟ ج خامس ص ۵۱۴ نمبر ۲۸۵۵۹)(۳) اثر میں ہے۔**فقال له عمر ماذا سرق قال سرق مرآة لامرأتی ثمنها ستون درهما فقال ارسله فلیس علیه قطع خادکم سرق متاعکم** (سنن للبیہقی، باب العبد یسرق من مال امرأۃ سیدہ ج ثامن ص ۴۸۹ نمبر ۱۷۳۰۳) ان قول صحابی سے معلوم ہوا کہ غلام آقا کے مال کو چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:۱؎ پہلا یعنی والدین اور اس کے بچے مال میں اور گھر میں داخل ہونے میں کھلا پن ہے، اور دوسرا یعنی ذی رحم محرم

٢۔ وَفِي الثَّانِي خِلَافُ الشَّافِعِيِّ لِأَنَّهُ أَلْحَقَهَا بِالْقَرَابَةِ الْبَعِيدَةِ، وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِي الْعَتَاقِ،

(٢٦٦٩) وَلَوْ سَرَقَ مِنْ بَيْتِ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ مَتَاعَ غَيْرِهِ يَنْبَغِي أَنْ لَا يُقْطَعَ، وَلَوْ سَرَقَ مَالَهُ مِنْ بَيْتِ غَيْرِهِ يُقْطَعُ ١۔ اعْتِبَارًا لِلْحِرْزِ وَعَدَمِهِ،

ہونے کی بنا پر داخل ہونے میں کھلا پن ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اس کی ظاہری زینت کی طرف دیکھنے کی اجازت دی ہے، بخلاف دو دوست کے کہ چرانے کی وجہ سے دشمنی ہو جاتی ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، کہ ماں باپ، اور ذی رحم محرم کے گھروں میں جانے کی کھلی اجازت ہوتی ہے اس لئے ان لوگوں کا گھر محفوظ جگہ نہیں رہی اس لئے یہاں سے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، البتہ تعزیر ہوگی اور مال واپس کروایا جائے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ ذی رحم محرم عورت کی زینت ظاہرہ یعنی ہاتھ پاوں، پنڈلی، اور بال دیکھنے کی گنجائش ہوتی ہے، کیونکہ ان لوگوں کے گھروں میں جانے کی کھلی اجازت ہوتی ہے۔ کھلا پن دو دوستوں کے گھروں میں ہوتا ہے، لیکن چوری کے بعد اس میں دشمنی ہو جاتی ہے، اس لئے وہاں چرانے سے ہاتھ کاٹا جائے گا، دسری بات یہ ہے کہ یہ شرعی کھلا پن نہیں ہے، بلکہ دوستی کی وجہ سے وقتی کھلا پن ہے جس کا اعتبار نہیں ہے۔

لغت :اول: سے والدین اور ان کے بچے مراد ہیں ۔الثانی: سے ذی رحم محرم مراد ہیں۔

ترجمہ:٢۔ اور دوسرے یعنی ذی رحم محرم کے سلسلے میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے [یعنی ذی رحم محرم کے گھر سے چرالے تو ہاتھ کاٹا جائے گا] اس لئے کہ انہوں نے ذی رحم محرم کو دور کا رشتہ دار قرار دیا ہے، اور اس کو ہم نے کتاب العتاق میں بیان کیا ہے۔

تشریح :امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ ذی رحم محرم کے گھر سے چرائے تو ہاتھ کاٹا جائے گا، انہوں نے ذی رحم محرم کو دور کے رشتہ دار کے ساتھ ملایا ہے، کہ مثلا چچا زاد بھائی نے چرایا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اسی طرح اپنے بھائی نے چرایا تو اس کا بھی ہاتھا کاٹا جائے گا۔

ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ دور کے رشتہ دار اور قریب کے رشتہ دار میں فرق ہے، دور کے رشتہ دار مثلا چچا زاد بھائی کے ساتھ نکاح حلال ہے، جبکہ اپنے بھائی کے ساتھ نکاح حلال نہیں ہے اس لئے ذی رحم محرم کو دور کے رشتہ دار کے ساتھ ملانا صحیح نہیں ہے۔، اس کو کتاب العتاق میں بیان کیا ہے

ترجمہ :(٢٦٦٩) اگر ذی رحم محرم کے گھر سے دوسرے کا سامان چرایا تو مناسب یہ ہے کہ ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

ترجمہ ١۔ اور اگر دوسرے کے گھر سے ذی رحم محرم کا سامان چرایا تو کاٹا جائے، محفوظ جگہ کے ہونے اور نہ ہونے کی وجہ سے۔

تشریح :ذی رحم محرم کا گھر محفوظ جگہ نہیں ہے اس لئے وہاں سے کسی اجنبی کا سامان چرائے تو قاعدے کے اعتبار سے اس کا

(۲۶۷۰) وَإِنْ سَرَقَ مِنْ أُمِّهِ مِنَ الرَّضَاعَةِ قُطِعَ ۱؎ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يُقْطَعُ لِأَنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْهَا مِنْ غَيْرِ اسْتِئْذَانٍ وَحِشْمَةٍ، بِخِلَافِ الْأُخْتِ مِنَ الرَّضَاعِ لِانْعِدَامِ هٰذَا الْمَعْنَى فِيهَا عَادَةً.

۲؎ وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّهُ لَا قَرَابَةَ وَالْمَحْرَمِيَّةُ بِدُونِهَا لَا تُحْتَرَمُ كَمَا إِذَا ثَبَتَتْ بِالزِّنَا وَالتَّقْبِيلِ عَنْ شَهْوَةٍ، وَأَقْرَبُ مِنْ ذَلِكَ الْأُخْتُ مِنَ الرَّضَاعَةِ،

ہاتھ نہیں کٹنا چاہئے۔اور دوسرے کا گھر محفوظ جگہ ہے اس لئے وہاں سے ذی رحم محرم کا سامان چرایا تو قاعدے کے اعتبار سے اس کا ہاتھ کٹنا چاہئے۔

ترجمہ:(۲۶۷۰)اگر رضاعی ماں کے گھر سے چرایا تو کاٹا جائے گا۔

تشریح: یہاں نسبی ماں اور رضاعی کے گھر میں فرق کرنا چاہتے ہیں۔۔اپنی ماں ذی رحم بھی ہوتی ہے،اور محرم بھی ہوتی ہے ،لیکن رضاعی ماں محرم تو ہوتی ہے کہ اس سے نکاح کرنا حرام ہے،لیکن ذی رحم نہیں ہوتی،یعنی رشتہ دار نہیں ہوتی،اس لئے اس کا گھر محفوظ جگہ نہیں ہے اس لئے اس کے گھر سے چرائے گا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:۱؎ امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا،اس لئے کہ اس کے گھر میں بغیر اجازت اور بغیر اطلاع کے داخل ہوتا ہے،بخلاف رضاعی بہن کے اس لئے عادۃ اس میں یہ بات نہیں ہوتی [کہ بغیر اجازت اور بغیر اطلاع کے اس کے گھر میں داخل ہوجائے]

اصول:امام ابو یوسفؒ کے یہاں رضاعی ماں نسبی ماں کے درجے میں ہے اس لئے اس کے یہاں سے چرانے میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح:امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ کہ ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجہ: کیونکہ رضاعی ماں کے گھر میں بغیر اجازت اور بغیر اطلاع کے داخل ہوتا ہے اس لئے اس کا گھر اس کے لئے محفوظ جگہ نہیں رہا،اس لئے اس کے گھر سے چرایا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اس کے برخلاف رضاعی بہن سے بھی نکاح کرنا حرام ہے، لیکن عادت میں ایسا ہے کہ اس کے گھر میں بغیر اجازت اور بغیر اطلاع کے داخل نہیں ہوتا اس لئے اس کا گھر اس کے لئے محفوظ مقام ہے اس لئے اس کے گھر سے چرائے گا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

لغت:حشمۃ: شرم وحیاء۔یہاں مراد ہے اطلاع کرنا۔

ترجمہ:۲؎ اور ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ رضاعی مان سے نسب کی قرابت نہیں ہے،اور نسب کی قرابت کے محرم ہونے کا احترام نہیں ہے،جیسے کہ زنا اور بوسہ لینے سے حرمت ثابت ہو،اس سے قریب مال ہے رضاعی بہن۔

۳؎ وَهٰذَا لِأَنَّ الرَّضَاعَ قَلَّمَا يَشْتَهِرُ فَلَا بُسُوطَةَ تَحَرُّزًا عَنْ مَوْقِفِ التُّهْمَةِ بِخِلَافِ النَّسَبِ.

(۲۶۷۱) وَإِذَا سَرَقَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ مِنَ الْآخَرِ أَوِ الْعَبْدُ مِنْ سَيِّدِهِ أَوْ مِنِ امْرَأَةِ سَيِّدِهِ أَوْ مِنْ زَوْجِ سَيِّدَتِهِ لَمْ يُقْطَعْ ۱؎ لِوُجُودِ الْإِذْنِ بِالدُّخُولِ عَادَةً،

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی ظاہر روایت تھی کہ ہاتھ کاٹا جائے گا، اس کی وجہ یہ بتا رہے ہیں کہ یہاں دودھ پلانے کی وجہ سے رضاعی ماں محرم تو ہے لیکن ذی رحم نہیں ہے، یعنی نسبی رشتہ داری نہیں ہے، اس لئے اس کا گھر محفوظ مکان نہیں ہوگا، اس کی تین مثالیں دے رہے ہیں [۱] عورت سے زنا کر لے تو اس کی ماں ساس بن جاتی ہے اور اس سے نکاح کرنا حرام ہو جاتا ہے، اور وہ ذی رحم بن جاتی ہے، پھر بھی اس کا گھر محفوظ جگہ نہیں ہوتی، [۲] عورت کا بوسہ لے لے تو اس سے حرمت مصاہرہ ثابت ہو جاتی ہے اور اس کی ماں سے نکاح کرنا ہو جاتا ہے پھر بھی اس کا گھر محفوظ جگہ نہیں ہوتی۔ [۳] رضاعی بہن سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے اس کے باوجود اس کا گھر محفوظ جگہ نہیں ہوگا، اسی طرح رضاعی ماں سے نکاح کرنا حرام ہے، لیکن اس کا گھر اس بچے کے لئے محفوظ مکان نہیں ہوگا اور اس کے گھر سے چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

لغت: تحترم: احترام نہیں کرتا، یہاں مراد ہے اس کا گھر محفوظ جگہ نہیں ہے۔ تقبیل: بوسہ لینا، جس کی وجہ سے حرمت مصاہرہ ثابت ہو جاتی ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اکی ایک وجہ یہ ہے کہ دودھ پلانے کی شہرت کم ہوتی ہے اس لئے تہمت سے بچنے کے لئے اتنا کھلا پن نہیں ہوتا، بخلاف نسب کے کہ اس کے گھر میں جانے میں کھلا پن ہوتا ہے۔

تشریح: دودھ پلانے کی وجہ سے رضاعی ماں بنتی ہے، لیکن لوگوں کو اس کا علم کم ہوتا ہے، اس لئے تہمت کی وجہ سے اس کے گھر میں کھلے عام نہیں جاتا، اس لئے اس کا گھر محفوظ جگہ نہیں ہے اس لئے اس کے یہاں سے چرانے سے ہاتھ کٹے گا۔

ترجمہ: (۲۶۷۱) میاں بیوی میں سے ایک نے دوسرے کا چرایا، یا غلام نے مالک کا چرایا، یا مالک کی بیوی کا چرایا، یا مالکہ کے شوہر کا چرایا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ عادۃ داخل ہونے کی اجازت ہوتی ہے [اس لئے یہ گھر محفوظ جگہ نہیں رہی۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ یہاں کسی کا گھر محفوظ جگہ نہیں رہی اس لئے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ: (۱) میاں بیوی ایک دوسرے کے گھر میں بے مہابہ داخل ہوتے ہیں، اسی طرح غلام مالک کے گھر اور اس کی بیوی کے گھر میں بے مہابہ داخل ہوتا ہے، اسی طرح مالکہ کے شوہر کے گھر میں بے مہابہ داخل ہوتا ہے اس لئے ان لوگوں کا گھر محفوظ جگہ نہیں ہے اس لئے اس کے سامان چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (۲) بیوی شوہر کے بارے میں یہ قول تابعی ہے۔

۲ وَإِنْ سَرَقَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ مِنْ حِرْزِ الْآخَرِ خَاصَّةً لَا يَسْكُنَانِ فِيهِ فَكَذٰلِكَ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ لِبُسُوطَةٍ بَيْنَهُمَا فِي الْأَمْوَالِ عَادَةً وَدَلَالَةً وَهُوَ نَظِيرُ الْخِلَافِ فِي الشَّهَادَةِ.

(۲۶۷۲) وَلَوْ سَرَقَ الْمَوْلٰى مِنْ مُكَاتَبِهِ لَمْ يُقْطَعْ ١ [لِأَنَّ لَهُ فِي أَكْسَابِهِ حَقًّا] وَكَذٰلِكَ السَّارِقُ مِنَ الْمَغْنَمِ ١ لِأَنَّ لَهُ فِيهِ نَصِيبًا، وَهُوَ مَأْثُورٌ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَرْءًا وَتَعْلِيلًا.

بلغنی عن عامر قال لیس علی زوج المرأة فی سرقة متاعها قطع ۔(۳)اوردوسری روایت میں ہے۔وقال عبد الکریم لیس علی المرأة فی سرقة متاعه قطع (مصنف عبدالرزاق،باب من سرق مالا یقطع فیہ،ج تاسع، ص۵۱۰،نمبر۱۹۱۸۱)(۴)اوراسی باب کے حدیث نمبر۱۹۱۸۰میں ذی رحم محرم کے بارے میں ہے۔قال الثوری ویستحسن الا یقطع من سرق من ذی رحم محرم خاله او عمه او ذات محرم (مصنف عبدالرزاق ج تاسع، نمبر۱۹۱۸۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ بیوی شوہر کا یا شوہر بیوی کا مال چرائے یا ذی رحم محرم آدمی چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:۲ اور اگر میاں بیوی میں سے کسی نے دوسرے کے خاص کمرے سے چرایا، جہاں دونوں رہتے نہیں تھے تب بھی ہمارے نزدیک یہی جواب ہے کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا،خلاف امام شافعیؒ کے اس لئے کہ عادت میں اور دلالت میں کھلا پن ہوتا ہے،اوراس کی مثال ہے گواہی دینے میں جو اختلاف ہے۔

تشریح :ایک تو صورت یہ ہے کہ میاں بیوی جہاں رہتے ہوں وہاں سے چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔لیکن بیوی کا یا شوہر کا کوئی مخصوص کمرہ تھا جہاں یہ لوگ رہتے نہیں تھے وہاں سے بیوی نے شوہر کا مال چرالیا تب بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ :میاں بیوی کے مال میں کھلا پن ہوتا ہے اور بغیر اجازت کے بھی لے لیا کرتے ہیں اس لئے گویا کہ لینے کی اجازت ہے اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

اما شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ی مخصوص کمرہ ہے اس لئے یہ محفوظ مقام ہے اس لئے اس کے یہاں چرانے سے ہاتھ کاٹا جائے گا، اسطرح کا ایک اور مسئلہ ہے گواہی دینے کا اس میں اختلاف ہے۔ہمارے یہاں میاں بیوی کے حق میں اور بیوی میاں کے حق گواہی دے تو ہمارے یہاں قبول نہیں کی جائے گی،اورامام شافعیؒ کے یہاں قبول کی جائے گی۔

لغت :بسوطۃ:بساطت ہو،کھلا پن ہو۔

ترجمہ :(۲۶۷۲)اوراگر آقا نے اپنے مکاتب کا مال چرایا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔(١ اس لئے کہ مکاتب کے مال میں آقا کا حق ہے۔)ایسے ہی مال غنیمت میں چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:١ اس لئے کہ چور کا اس مال غنیمت میں حق ہے،اوراسی طرح حضرت علیؓ سے حکم بھی منقول ہے اوروجہ بھی ذکر کیا ہے۔

(۲۶۷۳) وَقَالَ وَالْحِرْزُ عَلٰى نَوْعَيْنِ حِرْزٌ لِمَعْنًى فِيهِ كَالْبُيُوتِ وَالدُّورِ. وَحِرْزٌ بِالْحَافِظِ ۝ ١ قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ: الْحِرْزُ لَا بُدَّ مِنْهُ لِأَنَّ الِاسْتِسْرَارَ لَا يَتَحَقَّقُ دُونَهُ، ثُمَّ هُوَ قَدْ يَكُونُ بِالْمَكَانِ وَهُوَ الْمَكَانُ الْمُعَدُّ لِإِحْرَازِ الْأَمْتِعَةِ كَالدُّورِ وَالْبُيُوتِ وَالصُّنْدُوقِ وَالْحَانُوتِ، وَقَدْ يَكُونُ بِالْحَافِظِ كَمَنْ جَلَسَ فِي الطَّرِيقِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ وَعِنْدَهُ مَتَاعُهُ فَهُوَ مُحَرَّزٌ بِهِ، وَقَدْ "قَطَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَقَ رِدَاءَ صَفْوَانَ مِنْ تَحْتِ رَأْسِهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ".

وجه :(۱) پہلے یہ اصول گزر چکا ہے کہ اگر کسی کے مال میں شرکت ہو یا حق ہو تو اس مال کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے، البتہ تعزیر ہوگی اور مال واپس دلوایا جائے گا۔ یہاں مکاتب کے مال میں آقا کا حق ہے، کیونکہ مکاتب آقا ہی کا غلام ہے اس لئے آقا کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔(۲) ان سارے مسئلوں کے لئے اوپر کی حدیث ابن ماجہ شریف دلیل ہے۔عن ابن عباس ان عبدا من رقيق الخمس سرق من الخمس فرفع ذلک الی النبی ﷺ فلم يقطعه وقال مال الله عز وجل سرق بعضه بعضا ۔(ابن ماجہ شریف، باب العبد یسرق ص۳۷۲ نمبر ۲۵۹۰) اس حدیث کے آخر میں ہے بعض بعض کا چرایا اس لئے نہیں کاٹا جائے گا (۳) یہ قول تابعی بھی ہے۔عن الثوری ؒ قال ان سرق المكاتب من سيده شيئا لم يقطع وان سرق السيد من المكاتب شيئا لم يقطع (مصنف عبد الرزاق، باب الخیانۃ، ج تاسع، ص۵۰۳، نمبر ۱۹۱۴۲) اس قول تابعی میں ہے کہ آقا نے مکاتب کا مال، یا مکاتب نے آقا کا مال چرایا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح: مال غنیمت سے کوئی چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اس لئے کہ چور کا مال غنیمت میں حق ہے۔

وجه :(۱) اوپر حدیث گزر چکی ہے۔ان عبدا من رقيق الخمس سرق من الخمس الخ (ابن ماجہ شریف نمبر ۲۵۹۰) مال غنیمت میں چور کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ ہے اس لئے بھی نہیں کاٹا جائے گا۔(۲) صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے ۔قال اتی علی برجل سرق من الخمس فقال له فيه نصيب هو جائز فلم يقطعه (مصنف عبد الرزاق، باب الذی یسرق شیئا لہ فیہ نصیب ج تاسع، ص۵۰۳، نمبر ۱۹۱۴۳) اس قول صحابی میں فلم یقطعہ، کہ ہاتھ نہیں کاٹا یہ حکم بیان کرنا ہوا۔ اور لہ فیہ نصیب، میں نہ کاٹنے کی وجہ بیان کی، کہ اس کا حصہ ہے اس لئے نہیں کاٹتا ہوں۔

لغت :درء: حکم بیان کیا کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ تعلیل: وجہ بیان کی، علت بیان کی، کہ چور کا اس مال غنیمت میں حصہ ہے۔

ترجمه:(۲۶۷۳) حرز دو طرح کے ہیں، ایک یہ کہ وہ جگہ حفاظت کی ہو جیسے گھر اور کمرہ، اور حرز محافظ کے ذریعہ۔

ترجمه :۱ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ چرانے کے لئے حرز یعنی محفوظ ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ اس کے بغیر چھپکے سے لینا متحقق نہیں ہوگا، پھر حرز کبھی مکان کے ذریعہ سے ہوتا ہے، یعنی مکان سامان کی حفاظت کے لئے تیار کیا گیا ہو جیسے گھر، کمرہ،

(۲۶۷۴) وَفِي الْمُحَرَّزِ بِالْمَكَانِ لَا يُعْتَبَرُ الْإِحْرَازُ بِالْحَافِظِ هُوَ الصَّحِيحِ ۱؎ لِأَنَّهُ مُحَرَّزٌ بِدُونِهِ وَهُوَ الْبَيْتُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ بَابٌ أَوْ كَانَ وَهُوَ مَفْتُوحٌ حَتَّى يُقْطَعَ السَّارِقُ مِنْهُ، لِأَنَّ الْبِنَاءَ لِقَصْدِ الْإِحْرَازِ

صندوق، دوکان، اور کبھی محافظ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، جیسے کوئی راستے میں، یا مسجد میں بیٹھا ہوا اور اس کے پاس سامان ہو تو وہ سامان اس آدمی کی وجہ سے محفوظ ہے، چنانچہ حضرت صفوانؓ مسجد میں سوئے تھے اس کے سر کے نیچے سے چادر چرائی تو حضورؐ نے اس کا ہاتھ کاٹا۔

تشریح: جس حرز سے چرانے سے ہاتھ کٹتا ہے وہ دو طرح سے ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ مکان ہی حفاظت کے لئے ہو۔ جیسے گھر یا کمرہ ہے کہ اس میں آدمی نہ بھی ہو تو خود گھر اور کمرہ محافظ کے معنی میں ہے۔ ان کے اندر کوئی آدمی چرائے گا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور دوسری صورت یہ ہے وہ کھلا ہوا میدان ہے یا مسجد ہے جس میں عام لوگ جاتے رہتے ہیں اس لئے وہ محافظ کے معنی میں نہیں ہے۔ لیکن وہاں آدمی حفاظت کے لئے بیٹھا ہوا ہے اس لئے آدمی کی حفاظت کی وجہ سے حرز بن گیا۔ اب محافظ کے پاس سے کوئی چرائے گا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجہ: (۱) گھر یا کمرہ خود محافظ اور حرز ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **ان عبد اللہ بن عمر حدثھم ان النبی ﷺ قطع ید رجل سرق ترسا من صفة النساء ثمنه ثلاثة دراھم** (ابوداؤد شریف، باب ما یقطع فیہ السارق ص ۲۵۴ نمبر ۴۳۸۶) اس حدیث میں صفۃ النساء عورتوں کے کمرہ سے معلوم ہوا کہ کمرہ خود محافظ اور حرز ہے۔ (۲) اور آدمی کے ذریعہ حرز اور حفاظت ہو اس کی دلیل یہ حدیث ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے۔ **عن صفوان بن امیة قال کنت نائما فی المسجد علی خمیصة لی ثمن ثلاثین درھما فجاء رجل فاختلسھا منی فاخذ الرجل فاتی به النبی ﷺ فامر به لیُقطع** (ابوداؤد شریف، باب فیمن سرق من حرز ص ۲۵۵ نمبر ۴۳۹۴) نسائی شریف، باب ما یکون حرزا و مالا یکون، ص ۶۷۳ نمبر ۴۸۸۵) اس حدیث میں حضرت صفوان کے سر کے نیچے چادر تھی اس لئے وہ خود اس کا محافظ بنے تو انسان کی حفاظت کی وجہ سے چور کا ہاتھ کاٹا گیا۔

ترجمہ: (۲۶۷۴) مکان کے ذریعہ جو محفوظ ہو وہاں حفاظت کرنے والے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ صحیح بات یہی ہے، اس لئے کہ بغیر محافظ کے بھی مکان حفاظت کی چیز ہے، چاہے اس کا دروازہ نہ ہو، یا دروازہ ہو لیکن کھلا ہوا، یہاں تک کہ اس سے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اس لئے کہ عمارت حفاظت کے لئے بنائی جاتی ہے۔

تشریح: عمارت اگر ہو تو وہ خود حفاظت کی چیز ہے، وہاں آدمی کی حفاظت کا اعتبار نہیں ہے، چنانچہ عمارت سے کوئی چیز چرائی تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، چاہے وہاں محافظ ہو یا نہ ہو، کیونکہ عمارت حفاظت کے لئے بنائی جاتی ہے۔

۲ إلَّا أَنَّـهُ لا يَـجِـبُ الْـقَطْعُ إلَّا بِالْإِخْرَاجِ مِنْهُ لِقِيَامِ يَدِهِ فِيهِ قَبْلَهُ بِخِلَافِ الْمُحَرَّزِ بِالْحَافِظِ حَيْثُ يَجِبُ الْـقَطْعُ فِيهِ، كَمَا أُخِذَ لِزَوَالِ يَدِالْمَالِكِ بِمُجَرَّدِ الْأَخْذِ فَتِتمُّ السَّرِقَةُ، ۳ وَلَافَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ الْحَافِظُ مُسْتَيْـقِـظًا أَوْنَائِمًا وَالْمَتَاعُ تَحْتَهُ أَوْعِنْدَهُ هُوَالصَّحِيحُ لِأَنَّهُ لَمْ يُعَدُّ النَّائِمُ عِنْدَ مَتَاعِهِ حَافِظًالَهُ فِي الْعَادَةِ ۴ وَعَلٰى هٰذَالَايَضْمَنُ الْمُودَعُ وَالْمُسْتَعِيرُ بِمِثْلِهِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِتَضْيِيعٍ، بِخِلَافِ مَااخْتَارَهُ فِي الْفَتَاوٰى.

لغت: ان لم یکن لہ باب: کمرے کی دوسورتین بیان کرر ہے ہیں[۱] یا تو کمرے کا دروازہ ہی نہ ہو۔[۲] دروازہ تو ہولیکن کھلا ہوا ہو۔[۳] تیسری صورت اور ہے کہ دروازہ ہواور اس پر تالا لگا ہوا ہو، یہ صورت یہاں بیان نہیں کی ہے۔

ترجمہ: ۲ یہ اور بات ہے کہ جب تک کہ گھر سے سامان نکال نہ لے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس لئے کہ جب تک گھر میں سامان ہے تو اس پر مالک کا ہی قبضہ ہے، بخلاف محافظ کے کہ وہاں جیسے ہی سامان ہاتھ میں لیا ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ محض ہاتھ میں لینے سے مالک کی ملکیت ختم ہوگئی اور چوری مکمل ہوگئی۔

تشریح : مکان کی حفاظت اور محافظ کی حفاظت میں فرق بیان کرر ہے ہیں۔ مکاں کی صورت۔ جب تک سامان گھر کے اندر ہو چاہے چور کے ہاتھ میں ہوتو ابھی تک مالک کی ملکیت ہے، اور جب گھر سے باہر نکال لے گا تب چوری سمجھی جائے گی، اور تب ہاتھ کاٹا جائے گا۔ محافظ کی صورت۔ اور محافظ کا حال یہ ہے کہ جیسے ہی چور نے سامان کو اپنے ہاتھ میں لیا تو چوری ہوگئی چاہے محافظ کے پاس ہی پڑا ہوا ہو اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :۳ کوئی فرق نہیں ہے چاہے محافظ بیدار ہو، یا سویا ہوا ہو، اور سامان اس کے نیچے ہو، یا اس کے پاس ہو صحیح یہی ہے ،اس لئے کہ سامان کے پاس محافظ سویا ہوا تب بھی عادت میں اس کو حفاظت کرنے والا ہی سمجھا جاتا ہے۔

تشریح: یہاں چار صورتیں بان کرر ہے ہیں جن میں محافظ کو حفاظت کرنے والا شمار کیا جاتا ہے[۱] محافظ بیدار ہو[۲] محافظ سویا ہوا ہو[۳] محافظ کے پاس سامان ہو[۴] محافظ کے نیچے سامان ہو ان چاروں صورتوں میں حفاظت کرنے والا شمار کیا جاتا ہے، اور ان صورتوں میں چرانے سے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجہ :اس حدیث میں حضرت صفوان سوئے ہوئے ہین اور سامان سر کے نیچے ہے، جس کی بنا پر چور کا ہاتھ کاٹا گیا ہے۔ عن صفوان بن امية قال كنت نائما فى المسجد على خميصة لى ثمن ثلاثين درهما فجاء رجل فاختلسها منى فاخذ الرجل فاتى به النبى ﷺ فامر به ليُقطع (ابوداؤد شریف، باب فیمن سرق من حرز ص ۲۵۵ نمبر ۴۳۹۴) رنسائی شریف، باب ما یکون حرزا و مالا یکون، ص ۶۷۳ نمبر ۴۸۸۵)

ترجمہ :۴ یہی وجہ ہے کہ امانت رکھنے والا اور عاریت پر لینے والا اس طرح کے رکھنے سے ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ

(۲۶۷۵) قَالَ وَمَنْ سَرَقَ شَيْئًا مِنْ حِرْزٍ أَوْ مِنْ غَيْرِ حِرْزٍ وَصَاحِبُهُ عِنْدَهُ يَحْفَظُهُ قُطِعَ ۱؎ لِأَنَّهُ سَرَقَ مَالًا مُحَرَّزًا بِأَحَدِ الْحِرْزَيْنِ (۲۶۷۶) وَلَا قَطْعَ عَلَى مَنْ سَرَقَ مَالًا مِنْ حَمَّامٍ أَوْ مِنْ بَيْتٍ أُذِنَ لِلنَّاسِ فِي دُخُولِهِ ۱؎ لِوُجُودِ الْإِذْنِ عَادَةً أَوْ حَقِيقَةً فِي الدُّخُولِ فَاخْتَلَّ الْحِرْزُ وَيَدْخُلُ فِي ذَلِكَ حَوَانِيتُ التُّجَّارِ وَالْخَانَاتُ، إِلَّا إِذَا سَرَقَ مِنْهَا لَيْلًا لِأَنَّهَا بُنِيَتْ لِإِحْرَازِ الْأَمْوَالِ، وَإِنَّمَا الْإِذْنُ يَخْتَصُّ بِالنَّهَارِ.

ضائع کرنا نہیں ہے، لیکن فتوی میں اس کے خلاف اختیار کیا گیا ہے۔

تشریح : یہ دو مثالیں ہیں اور دلیل عقلی بھی ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ امانت رکھنے والا، اور عاریت لینے والا سامان کی حفاظت نہ کرے اور جان کر اس کو ضائع کر دے تو اس کو ضمان دینا پڑتا ہے، لیکن اگر سامان اس کے پاس ہو اور وہ سویا ہوا ہو اور سامان ضائع ہو جائے تو وہ ضامن نہیں ہوگا، کیونکہ اس طرح رکھنے سے شریعت کی نگاہ میں وہ حفاظت کرنے والا ہے، جب یہاں حفاظت کرنے والا ہے تو چوری کی صورت میں بھی وہ حفاظت ہی کرنے والا ہے۔ لیکن فتوی میں یہ کہا گیا ہے کہ عاریت پر لینے والا، اور امانت رکھنے والا ضامن بن جائے گا۔

لغت: مودع: ودیعت سے مشتق ہے، امانت رکھنے والا۔ مستعیر: عاریت سے مشتق ہے، مانگ کر لینے والا۔

ترجمہ: (۲۶۷۵) کسی محفوظ جگہ سے چرائی، یا محفوظ جگہ تو نہیں تھی لیکن محافظ اس کے پاس موجود تھا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ محفوظ مال چرایا ہے، جو دو حفاظتوں میں سے ایک سے محفوظ تھا۔

تشریح: محفوظ جگہ سے کوئی چیز چرائی، یا جگہ تو محفوظ نہیں تھی، مثلا میدان تھا، لیکن وہاں محافظ موجود تھا تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ حفاظت کی دو قسمیں تھیں، ان میں سے ایک کی وجہ سے محفوظ تھی، اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ : (۲۶۷۶) نہیں کاٹا ہے اس پر جس نے چرایا غسل خانے سے یا ایسے گھر سے جس میں لوگوں کے لئے داخل ہونے کی اجازت ہو۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ حمام میں عادۃ ہر ایک کو داخل ہونے کی اجازت موجود ہے، یا حقیقت میں اجازت موجود ہے اس لئے حرز نہیں رہا [اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا] اسی نہ کاٹنے میں داخل ہے تجارت کی دکان، اور مسافر خانے، ہاں اگر اس میں سے رات کو چرائے تو ہاتھ کاٹا جائے گا اس لئے کہ مال کی حفاظت کے لئے بنائے گئے ہیں، اور داخل کی اجازت تو دن میں ہے۔

تشریح : پچھلے زمانے میں غسل کرنے کے لئے حمام بناتے تھے جس میں ہر آدمی داخل ہو سکتا تھا اس لئے وہ مقام محفوظ نہیں رہا۔ اسی طرح ہر وہ مقام جس میں ہر آدمی کو داخل ہونے کی اذن عام ہو جیسے مسجد، سرائے خانہ وہ مقامات حرز نہیں ہیں تو ان مقامات سے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(۲۶۷۷) وَمَنْ سَرَقَ مِنَ الْمَسْجِدِ مَتَاعًا وَصَاحِبُهُ عِنْدَهُ قُطِعَ ١؎ لِأَنَّهُ مُحَرَّزٌ بِالْحَافِظِ لِأَنَّ الْمَسْجِدَ مَا بُنِيَ لِإِحْرَازِ الْأَمْوَالِ فَلَمْ يَكُنْ الْمَالُ مُحَرَّزًا بِالْمَكَانِ، بِخَلَافِ الْحَمَّامِ وَالْبَيْتِ الَّذِي أُذِنَ لِلنَّاسِ فِي دُخُولِهِ حَيْثُ لَا يُقْطَعُ لِأَنَّهُ بُنِيَ لِلْإِحْرَازِ فَكَانَ الْمَكَانُ حِرْزًا فَلَا يُعْتَبَرُ الْإِحْرَازُ بِالْحَافِظِ.

وجه:اس قول صحابی میں ہے۔عن ابی الدرداء قال لیس علی سارق الحمام قطع (سنن للبیہقی ، باب القطع فی کل مالہ ثمن اذا سرق من حرز وبلغت قیمتہ ربع دینار ج ثامن ص ۴۵۸ نمبر ۱۷۲۰۶ رمصنف عبد الرزاق ، باب سارق الحمام وما لا یقطع فیہ ج تاسع ،ص ۵۱۱ ،نمبر ۱۹۱۸۷)اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ حمام یعنی غسلخانہ سے چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح :تجارت کی دکان اور مسافر خانوں میں دن کو داخل ہونے کی اجازت ہوتی ہے اس لئے دن کو چرائے گا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا،لیکن رات کو اس میں ہر آدمی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی ،اس لئے رات میں اس سے چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجه : (۱)ابوداؤد شریف کی حدیث میں گزرا۔ومن سرق منه شيئا بعد ان يؤويه الجرين فبلغ ثمن المجن فعليه القطع ومن سرق دون ذلک فعليه غرامة مثليه والعقوبة (ابوداؤد شریف، باب ما قطع فیہ ص ۲۵۴ نمبر ۴۳۹۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محفوظ مقام پر نہ پہنچا ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ دوگنا تاوان لازم ہوگا۔

ترجمه:(۲۶۷۷) کسی نے مسجد سے سامان چرایا اور اس کا مالک اس کے پاس تھا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمه :١؎ اس لئے کہ محافظ کی وجہ سے محرز ہے اس لئے کہ مسجد مال کی حفاظت کے لئے نہیں بنائی گئی ہے،اس لئے مکان یعنی مسجد کی وجہ سے محرز نہیں ہوا بلکہ محافظ کی وجہ سے محرز ہوا۔بخلاف حمام اور وہ گھر جس میں لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت دی گئی ہو یہاں محافظ ہونے کے باوجود نہیں کاٹا جائے گا ،اس لئے کہ گھر احراز کے لئے بنایا گیا ہے،اس لیے گھر حرز ہے اس لئے محافظ کے ذریعہ حفاظت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا

تشریح : گھر جس میں لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت دی ہو،اور مسجد میں جو داخل ہونے کی اجازت ہے اس میں باریک فرق ہے اس کو بیان کر رہے ہیں۔۔مسجد احراز اور حفاظت کے لئے نہیں بنائی گئی ،اس میں دن اور رات دونوں میں لوگ داخل ہوتے ہیں،اس لئے وہاں محافظ ہو اسی سے احراز ہوگی ،چنانچہ محافظ ہوگا تو ہاتھ کاٹا جائے گا ورنہ نہیں ،چاہے دن ہو چاہے رات ہو۔اور گھر حقیقت میں احراز کے لئے بنایا جاتا ہے،البتہ وقتی طور پر لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت دے دی گئی ہے،اس لئے وہاں محافظ ہو یا نہ ہو اس سے نہیں کاٹا جائے گا ،جس کا حاصل یہ نکلے گا کہ دن کے وقت محافظ ہو اور سامان چرایا تب بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے اور رات کے وقت محافظ نہ بھی ہو تب بھی کاٹا جائے گا ، کیونکہ رات کے وقت داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی اس لئے گھر کے احراز کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا۔

(۲۶۷۸) وَلا قَطْعَ عَلٰى الضَّيْفِ إذَا سَرَقَ مِمَّنْ أَضَافَهُ لِ لِأَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يَبْقَ حِرْزًا فِي حَقِّهِ لِكَوْنِهِ مَأْذُونًا فِي دُخُولِهِ، وَلِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ أَهْلِ الدَّارِ فَيَكُونُ فِعْلُهُ خِيَانَةً لا سَرِقَةً.

(۲۶۷۹) وَمَنْ سَرَقَ سَرِقَةً فَلَمْ يُخْرِجْهَا مِنَ الدَّارِ لَمْ يُقْطَعْ لِأَنَّ الدَّارَ كُلَّهَا حِرْزٌ وَاحِدٌ فَلا بُدَّ مِنَ الْإِخْرَاجِ مِنْهَا، وَلِأَنَّ الدَّارَ وَمَا فِيهَا فِي يَدِ صَاحِبِهَا مَعْنًى فَتَتَمَكَّنُ شُبْهَةُ عَدَمِ الْأَخْذِ،

وجه :مسجد میں محافظ ہوتب ہاتھ کاٹا جائے گا اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن صفوان بن امية قال كنت نائما فى المسجد على خميصة لى ثمن ثلاثين درهما فجاء رجل فاختلسها منى فاخذ الرجل فاتى به النبى ﷺ فامر به ليقطع (ابوداؤدشریف، باب فیمن سرق من حرز ص ۲۵۵ نمبر ۴۳۹۴ رنسائی شریف ما یکون حرزا و مالا یکون ص ۶۷۳ نمبر ۴۸۸۵)اس حدیث میں مسجد میں حضرت صفوان محافظ تھے اس لئے چور کا ہاتھ کاٹا گیا

ترجمہ:(۲۶۷۸)نہیں کاٹنا ہے مہمان پر اگر وہ چرائے اس کی جس نے میزبانی کی ہو۔

ترجمہ :لے اس لئے کہ مہمان کے حق میں گھر محفوظ نہیں رہا کیونکہ اس کو گھر میں داخل ہونے اجازت ہے،اور اب مہمان گھر میں رہنے والے کی طرح ہوگیا،اس لئے یہ خیانت مانا جائے گا چوری نہیں۔

تشریح :مہمان نے میزبان کی چیز چرالی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجه :اس قول تابعی میں ہے۔سئل الزهرى عن رجل ضاف قوما فاختانهم فلم ير عليه قطعا (مصنف عبد الرزاق، باب الخیانۃ ج تاسع ،ص ۵۰۲ ،نمبر ۱۹۱۳۷)اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ مہمان میزبان کے گھر سے چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا(۲) مہمان کے لئے میزبان کا گھر حرز نہیں رہا، کیونکہ اس میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔

ترجمہ:(۲۶۷۹)چور نے چرایا لیکن ابھی تک سامان گھر سے نہیں نکالا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :لے اس لئے کہ پورا گھر ایک ہی حرز ہے اس لئے گھر سامان کو نکالنا ضروری ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ گھر اور جو چیز گھر میں ہے سب اس کے مالک کے قبضے میں ہے تو نہ لینے کا شبہ بھی ہوگیا۔

اصول:یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ سامان گھر سے باہر نکالے گا تب ہاتھ کاٹا جائے گا،اور اگر گھر سے باہر نہیں نکال سکا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ حرز سے باہر نہیں نکالا۔

تشریح:چور نے چوری کی لیکن سامان گھر سے باہر نہیں نکالا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجه :اس کی دو دلیل عقلی دے رہے ہیں [۱] پورا گھر مالک کا ہے اس لئے وہاں سے نکالے گا تب چور کے ہاتھ میں آئے گا ۔[۲] دوسرا یہ کہ پورا گھر مالک کا ہے، اس لئے جب تک سامان گھر میں ہے تو ابھی تک مالک ہی قبضے میں ہے چور کے قبضے میں

(۲۶۸۰) فَإِنْ كَانَتْ دَارٌ فِيهَا مَقَاصِيرُ فَأَخْرَجَهَا مِنْ الْمَقْصُورَةِ إِلَى صَحْنِ الدَّارِ قُطِعَ ۱؎ لِأَنَّ كُلَّ مَقْصُورَةٍ بِاعْتِبَارِ سَاكِنِهَا حِرْزٌ عَلَى حِدَةٍ ،

(۲۶۸۱) وَإِنْ أَغَارَ إِنْسَانٌ مِنْ أَهْلِ الْمَقَاصِيرِ عَلَى مَقْصُورَةٍ فَسَرَقَ مِنْهَا قُطِعَ ۱؎ لِمَا بَيَّنَّا.

(۲۶۸۲) وَإِذَا نَقَبَ اللِّصُّ الْبَيْتَ فَدَخَلَ وَأَخَذَ الْمَالَ وَنَاوَلَهُ آخَرَ خَارِجَ الْبَيْتِ فَلَا قَطْعَ عَلَيْهِمَا

نہیں آیا ہے اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔[۳] قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔ان عثمان قضی انه لاقطع علیه و ان کان قد جمع المتاع فاراد ان یسرق حتی یحوله ویخرج به ۔[۴] دوسری روایت میں ہے۔عن الشعبی قال لایقطع السارق حتی یخرج بالمتاع من البیت (مصنف عبدالرزاق، باب السارق یوجد فی البیت ولم یخرج بسرقته ،ج تاسع ،ص ۴۹۰ /۴۹۱ ،نمبر ۱۹۰۸۱ /۱۹۰۸۶ / مصنف ابن ابی شیبة ۱۵۰ فی القوم ینقب علیھم فیستغیثون فیجدون قوما یسرقون فیؤخذون معھم ؟ ج خامس ،ص ۵۴۹ ،نمبر ۲۸۹۱۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ سامان ساتھ لیکر باہر آیا ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا ورنہ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :(۲۶۸۰) اگر بڑا گھر ہو اور اس میں بہت سے کمرے ہوں، پس ایک کمرے سے گھر کے صحن میں سامان لایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ رہنے والے کے اعتبار سے ہر کمرہ الگ الگ حرز ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ہر کمرہ الگ الگ حرز ہے، اس لئے کمرے سے باہر نکالا تو گویا کہ حرز سے باہر نکالا، اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:(۲۶۸۱) اگر کمرے والے میں سے کسی نے دوسرے کمرے سے چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:۱؎ اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا [کہ ہر کمرہ الگ الگ حرز ہے]

تشریح: بڑے گھر میں کئی کمرے تھے، ایک کمرے والے نے دوسرے کمرے سے دس درہم کی چیز چرالی تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجہ : ہر ہر کمرہ الگ الگ حرز ہے، اس لئے ایک کمرے والے کو دوسرے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی ہے، اس لئے جب حرز سے چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :(۲۶۸۲) اگر چور نے گھر میں نقب لگایا اور داخل ہوا اور مال لیا اور دوسرے کو دے دیا جو گھر سے باہر تھا تو کسی پر ہاتھ کاٹنا نہیں ہے۔

۱؎ لِأَنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يُوجَدْ مِنْهُ الْإِخْرَاجُ لِاعْتِرَاضِ يَدٍ مُعْتَبَرَةٍ عَلٰى الْمَالِ قَبْلَ خُرُوجِهِ. وَالثَّانِي لَمْ يُوجَدْ مِنْهُ هَتْكُ الْحِرْزِ فَلَمْ تَتِمَّ السَّرِقَةُ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ. ۲؎ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ: إِنْ أَخْرَجَ الدَّاخِلُ يَدَهُ وَنَاوَلَهَا الْخَارِجَ فَالْقَطْعُ عَلٰى الدَّاخِلِ، وَإِنْ أَدْخَلَ الْخَارِجُ يَدَهُ فَتَنَاوَلَهَا مِنْ يَدِ الدَّاخِلِ فَعَلَيْهِمَا الْقَطْعُ. وَهِيَ بِنَاءٌ عَلٰى مَسْأَلَةٍ تَأْتِي بَعْدَ هٰذَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ پہلے چور سے سامان کا نکالنا نہیں پایا گیا، کیونکہ مال کو نکالنے سے پہلے اس پر دوسرے کا ہاتھ لگ گیا، اور دوسرے نے حرز نہیں توڑی تو دونوں میں سے کسی کا سرقہ پورا نہیں ہوا[اس لئے کسی کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا]

تشریح :چور نے گھر میں سوراخ کیا جس کو نقب لگانا کہتے ہیں پھر اندر داخل ہو کر مال اٹھایا اور خود گھر سے باہر نہیں لایا بلکہ گھر سے باہر دوسرا چور تھا اس کو پھینک کر دیا وہ لیکر گیا تو نہ گھر میں داخل ہونے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور نہ باہر سے اچکنے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجہ :(۱) یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چوری اس کو کہتے ہیں کہ گھر کے اندر جا کر خود مال ساتھ لیکر باہر آئے تب اس کو چوری کہتے ہیں۔ یہ خود مال ساتھ لیکر باہر نہیں آیا ہے بلکہ دوسرے کو پھینک کر دیا اور باہر والے نے اچک لیا اس لئے چوری کا معنی کسی میں نہیں پایا گیا اس لئے کسی کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا نہ داخل ہونے والے کا کہ مال ساتھ لیکر باہر نہیں آیا اور باہر والے کا کیونکہ وہ گھر کے اندر سے نہیں لایا بلکہ سڑک پر سے مال اٹھایا ہے جو غیر محفوظ جگہ ہے(۲)۔**عن الشعبی قال لایقطع السارق حتی یخرج بالمتاع من البیت** (مصنف عبد الرزاق، باب السارق یوجد فی البیت ولم یخرج بسرقتہ، ج تاسع ص ۴۹۱، نمبر ۱۹۰۸۶/ مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۵۰ فی القوم ینقب علیھم فیستغیثون فیجدون قوما یسرقون فیؤخذون معھم؟ ج خامس، ص ۵۴۹، نمبر ۲۸۹۱۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ سامان ساتھ لیکر باہر آیا ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ یہاں ساتھ لیکر باہر نہیں آیا اور دوسرے نے گھر کے اندر یعنی مقام محفوظ سے مال نہیں اٹھایا بلکہ دوسرے کے ہاتھ سے لیا ہے اس لئے اس کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :۲؎ امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت ہے کہ اگر اندر والے نے اپنا ہاتھ کمرے سے باہر نکالا، اور باہر والے نے لیا تو اندر والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔اور اگر باہر والے نے اپنا ہاتھ کمرے کے اندر داخل کیا ،اور اندر سے سامان لیا تو اس پر بھی کاٹنا ہے،اور اس کا مدار ایک مسئلے پر ہے جو بعد میں آئے گا ان شاء اللہ

تشریح :امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے[۱] کہ اگر اندر والے نے کمرے سے ہاتھ باہر کر کے باہر والے کو دیا تو اندر والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ اندر والے نے حرز سے باہر نکالا ہے۔[۲] اور اگر باہر والے نے کمرے کے اندر ہاتھ ڈالا اور سامان لیا تو باہر والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ اس صورت میں باہر والے نے حرز سے نکالا۔ یہ مسئلہ مسئلہ نمبر میں آ رہا ہے۔

۳؎ وَإِنْ أَلْقَاهُ فِي الطَّرِيقِ وَخَرَجَ فَأَخَذَهُ قُطِعَ ۴؎ وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يُقْطَعُ لِأَنَّ الْإِلْقَاءَ غَيْرُ مُوجِبٍ لِلْقَطْعِ كَمَا لَوْ خَرَجَ وَلَمْ يَأْخُذْ، ۵؎ وَكَذَا الْأَخْذُ مِنَ السِّكَّةِ كَمَا لَوْ أَخَذَهُ غَيْرُهُ.

ترجمه:۳؎ اور اگر سامان کو راستے پر ڈال دیا پھر گھر سے نکلا اور لیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح:اگر گھر کے اندر والے نے سامان گھر سے باہر پھینکا پھر باہر نکل کر خود ہی اس سامان کو اٹھا کر چلا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجہ :(۱)اس مسئلے میں سڑک پر سے کسی دوسرے چور نے نہیں اٹھایا بلکہ اندر والے چور نے ہی اٹھایا ہے اس لئے یہی سمجھا جائے گا کہ سامان ساتھ لیکر گھر سے باہر آیا۔ کیونکہ گھر سے باہر پھینکنا اور سامان کا اٹھانا ایک ہی چور کا کام ہے۔اور ایسا ہوتا ہے کہ گھر اونچا ہو اور سڑک نیچی ہو تو گھر سے سامان سڑک پر پھینکتے ہیں پھر خالی ہاتھ نیچے اترتے ہیں پھر سامان لیکر بھاگتے ہیں۔ اس لئے سامان ساتھ لیکر نکلنا سمجھا جائے گا اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا ، یا اس لئے سامان کو باہر پھینکتے کہ ہاتھ خالی ہوگا تو گھر والے سے جنگ کر سکے گا ، یا جلدی سے بھاگ سکے گا۔(۲) قول تابعی میں ہے۔عن الزهری قال اذا جمع المتاع فخرج به من البيت الى الدار فعليه القطع (مصنف عبد الرزاق، باب السارق يوجد فی البيت ولم يخرج، ج تاسع، ص ۴۹۱ نمبر ۱۹۰۸۵ / مصنف ابن ابی شيبة ۱۴۹ فی الرجل يسرق فيطرح سرقته خارجا ويوخذ فی البيت ما عليه؟ ج خامس ص ۵۴۹ نمبر ۲۸۹۱۰)اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ سامان گھر سے باہر نکالا ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اصول: سامان گھر سے پھینکا اور خود ہی لیا تو یہ بھی چوری ہے۔

لغت :نقب : گھر میں سوراخ کر کے سامان نکالنا۔

ترجمه:۴؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا ، اس لئے کہ سڑک پر ڈالنا کاٹنے کا سبب نہیں ہے ، جیسے باہر نکلتا اور نہیں لیتا تو ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ، یا گلی سے لیتا ، یا جیسے کوئی اس سامان کو لے لیتا تو ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ، [اسی طرح یہاں بھی نہیں کاٹا جائے گا]

تشریح:امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ باہر نکلنے کے بعد چور سامان لے تب بھی اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔

وجہ: انہوں نے یہاں تین دلیل دی ہیں [۱] پہلی دلیل یہ ہے کہ باہر پھینکنا کاٹنے کا سبب نہیں ، اس لئے جیسے باہر پھینکنے کے بعد سامان نہیں لیتا تو ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ، اسی طرح باہر پھینکنے کے بعد لے لیا تب بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔[۲] دوسری دلیل یہ ہے کہ گلی سے کوئی چرائے تو نہیں کاٹا جاتا ، یہاں بھی یوں سمجھا جائے کہ گلی میں پڑا ہوا مال تھا اس کو چور نے لیا ہے۔[۳] تیسری دلیل یہ ہے کہ گھر سے زید نے راستے میں ڈالا ، اور راستے سے عمر اٹھا کر لے گیا تو زید کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ، اسی طرح زید نے ہی راستے میں ڈالا ، پھر زید ہی نے راستے سے اٹھایا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

۶ وَلَنَا أَنَّ الرَّمْيَ حِيلَةٌ يَعْتَادُهَا السُّرَّاقُ لِتَعَذُّرِ الْخُرُوجِ مَعَ الْمَتَاعِ، أَوْ لِيَتَفَرَّغَ لِقِتَالِ صَاحِبِ الدَّارِ أَوْ لِلْفِرَارِ وَلَمْ تَعْتَرِضْ عَلَيْهِ يَدٌ مُعْتَبَرَةٌ فَاعْتُبِرَ الْكُلُّ فِعْلًا وَاحِدًا، ۷ فَإِذَا خَرَجَ وَلَمْ يَأْخُذْهُ فَهُوَ مُضَيِّعٌ لَا سَارِقٌ. (۲۶۸۳) قَالَ وَكَذٰلِكَ إِنْ حَمَلَهُ عَلٰى حِمَارٍ فَسَاقَهُ وَأَخْرَجَهُ ۱ لِأَنَّ سَيْرَهُ مُضَافٌ إِلَيْهِ لِسَوْقِهِ.

ترجمه :۶ ہماری دلیل یہ ہے کہ راستے میں پھینکنا چوروں کے حیلے کرنے کی عادت ہے، کیونکہ بعض مرتبہ سامان لیکر چلنا مشکل ہوتا ہے، یا گھر والے کے ساتھ جنگ کرے کے لئے فارغ ہو جائے ، اور اس پر کسی معتبر آدمی کا ہاتھ نہیں لگا، اس لئے سب کام ایک ہی چور کا مانا جائے گا۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ چوروں کی عادت یہ ہوتی ہے کہ سامان گھر سے نکال کر راستے میں پھینک دیتے ہیں تا کہ ہاتھ خالی ہو تو گھر والے سے لڑ سکے، یا جلدی سے بھاگ سکے، یا سامان کے ساتھ گھر سے نکلنا مشکل ہے اس لئے سامان کو باہر پھینک دیا، اس لئے جب سامان کو راستے سے اٹھایا تو سامان کو اندر سے نکالنا، اور اس کو راستے سے لینا ایک ہی چور کا کام شمار کیا جائے گا، اور ہاتھ کاٹا جائے گا۔

لغت :لم تعترض علیہ ید معتبرۃ:: یہ ایک محاورہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی معتبر ہاتھ نے اس سامان کو نہیں لیا، بلکہ دوبارہ چور ہی نے لیا۔

ترجمه:۷ اور اگر چور گھر سے نکلا اور سامان کو نہیں لیا، تو یہ سامان کو ضائع کیا چوری نہیں ہوئی۔

تشریح: یہ امام زفرؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ سامان چور نے نہیں لیا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے، اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ اس صورت میں چوری ہی کی تعریف صادق نہیں آتی ، بلکہ یہ سامان کو ضائع کرنا ہے اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمه :(۲۶۸۳) ایسے ہی ہاتھ کاٹا جائے گا اگر لاد اسامان گدھے پر اور اس کو ہانکا اور اس کو نکالا۔

ترجمه :۱ اس لئے کہ گدھے کا چلنا چور کی طرف منسوب ہے، کیونکہ چور ہی اس کو ہانک رہا ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جانور کا چلنا اس کے ہانکنے والے کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

تشریح: چور گھر کے اندر گیا اور گدھا بھی ساتھ لے گیا پھر سامان گدھے پر لادا اور گدھے کو ہانک کر گھر سے باہر نکالا تب بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجه:اس صورت میں سامان خود کندھے پر اٹھا کر باہر نہیں لایا لیکن گدھے پر لاد کر لانا بھی ساتھ لانا ہی ہے۔ کیونکہ بھاری سامان لوگ گدھے پر لاد کر لاتے ہیں۔اس لئے ایسا ہوا کہ کندھے پر اٹھا کر سامان باہر لایا اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(۲٦۸۴) وَإِذَا دَخَلَ الْحِرْزَ جَمَاعَةٌ فَتَوَلَّى بَعْضُهُمُ الْأَخْذَ قُطِعُوا جَمِيعًا. ١ قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ: هٰذَا اسْتِحْسَانٌ وَالْقِيَاسُ أَنْ يُقْطَعَ الْحَامِلُ وَحْدَهُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ؛ لِأَنَّ الْإِخْرَاجَ وُجِدَ مِنْهُ فَتَمَّتْ السَّرِقَةُ بِهِ. وَلَنَا أَنَّ الْإِخْرَاجَ مِنْ الْكُلِّ مَعْنًى لِلْمُعَاوَنَةِ كَمَا فِي السَّرِقَةِ الْكُبْرَى، وَهَذَا لِأَنَّ الْمُعْتَادَ فِيمَا بَيْنَهُمْ أَنْ يَحْمِلَ الْبَعْضُ الْمَتَاعَ وَيَتَشَمَّرَ الْبَاقُونَ لِلدَّفْعِ، فَلَوْ امْتَنَعَ الْقَطْعُ لَأَدَّى إِلٰى سَدِّ بَابِ الْحَدِّ.

(۲٦۸۵) قَالَ وَمَنْ نَقَبَ الْبَيْتَ وَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ وَأَخَذَ شَيْئًا لَمْ يُقْطَعْ

لغت: ساق : ہانکا۔

ترجمہ:(۲٦۸۴)اگر مکان محفوظ میں ایک جماعت داخل ہوئی اور بعض نے مال لیا تو سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چوری میں پوری مدد کرنے والا بھی مال ہی اٹھانے والا اور ساتھ لیکر باہر آنے والا ہے۔

تشریح :مثلا پانچ آدمیوں کی جماعت محفوظ مکان میں چوری کے لئے داخل ہوئی۔ان میں سے تین نے مال لیا اور باقی آنے والوں کی نگرانی کرتے رہے کہ کوئی آکر پکڑ نہ لے۔اور اتنا مال چرایا کہ ہر ایک کو دس دس درہم سے زیادہ ملے تو سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

وجہ: جماعت میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ بعض مال اٹھاتا ہے اور باقی گھر والوں پر نظر رکھتے ہیں کہ کوئی آکر پکڑ نہ لے۔ان کی مدد سے ہی مال اٹھانے والے مال اٹھاتے ہیں تو گویا کہ مکان محفوظ سے مال اٹھا کر ساتھ لانے میں سب شریک ہوئے اس لئے سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

لغت:حرز : محفوظ مکان، تولی : دوسرے کے لئے خود لے گیا۔

ترجمہ :١ مصنف فرماتے ہیں کہ یہ استحسان کا تقاضہ ہے کہ [سب کے ہاتھ کاٹے جا رہے ہیں] اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جس نے سامان اٹھایا ہے صرف اسی کا ہاتھ کاٹا جائے گا، یہی زفرؒ کا قول ہے اس لئے کہ اسی سے نکالنا پایا گیا ہے، اور اسی پر سرقہ ثابت ہوئی ہے، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مدد کرنے کی وجہ سے سب ہی نکالنے میں شریک ہیں، جیسے کہ بڑی چوری، یعنی ڈاکہ زنی میں ہوتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چوروں میں یہ عام عادت ہے کہ بعض سامان اٹھاتے ہیں، اور باقی گھر والوں سے مقابلہ کے لئے تیار رہتے ہیں، پس اگر ہاتھ کاٹنا روک دیا جائے حد لگانے کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ:(۲٦۸۵) کسی نے کمرے میں نقب ڈالا اور اس میں ہاتھ داخل کیا اور کچھ لیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح:کسی نے کمرے میں سوراخ کر کے ہاتھ ڈالا خود داخل نہیں ہوا اور اندر سے کچھ نکال لیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

۱ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ فِي الْإِمْلَاءِ أَنَّهُ يُقْطَعُ لِأَنَّهُ أَخْرَجَ الْمَالَ مِنَ الْحِرْزِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ فَلَا يُشْتَرَطُ الدُّخُولُ فِيهِ، كَمَا إِذَا أَدْخَلَ يَدَهُ فِي صُنْدُوقِ الصَّيْرَفِيِّ فَأَخْرَجَ الْغِطْرِيفِيَّ. ۲ وَلَنَا أَنَّ هَتْكَ الْحِرْزِ يُشْتَرَطُ فِيهِ الْكَمَالُ تَحَرُّزًا عَنْ شُبْهَةِ الْعَدَمِ وَالْكَمَالِ فِي الدُّخُولِ، وَقَدْ أَمْكَنَ اعْتِبَارُهُ وَالدُّخُولُ هُوَ الْمُعْتَادُ.

وجہ :(ا) کمرہ خود حرز ہے اس سے چرانے کا طریقہ یہ ہے کہ خود آدمی کمرے میں داخل ہو اور وہاں سے ساتھ سامان لائے تب چوری ہوگی۔ اور یہاں خود کمرے میں داخل نہیں ہوا بلکہ ہاتھ ڈال کر نکالا ہے اس لئے چوری نہیں پائی گئی اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (۲) اس قول صحابی میں ہے۔ اتی علیؓ برجل نقب بیتا فلم یقطعه و عزره اسواطا (مصنف عبد الرزاق، باب فی الرجل ینقب البیت و یوخذ منه المتاع ج تاسع ص ۴۹۳، نمبر ۱۹۰۹۲) اس اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ اس طرح سے نقب لگانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :۱ امام ابو یوسفؒ سے املاء میں یہ روایت ہے کہ اگر مال کو محفوظ جگہ سے نکالا، جو مقصود ہے تو اس کے اندر داخل ہونا شرط نہیں ہے، جیسے کہ کوئی سنار کے صندوق میں ہاتھ داخل کرے اور غطریفی درہم نکال لے تو ہاتھ کاٹا جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ نے جو شاگردوں کو لکھوایا ہے، اس میں یہ روایت ہے کہ محفوظ گھر میں داخل ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اس میں ہاتھ ڈال کر دس درہم نکال لے تب بھی ہاتھ کاٹا جائے گا، اس کی مثال دیتے ہیں کہ جیسے سنار کے صندوق میں ہاتھ ڈال کر درہم نکال لے تو ہاتھ کاٹا جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

لغت :املاء: شاگردوں کا املاء کرائی ہے، اس کتاب میں ہے۔ حرز: محفوظ جگہ۔ صیرفی: سنار، صراف۔ غطریفی: غطریف بن عطا کندی بادشاہ ہارون رشید کے زمانے میں خراسان کا امیر تھا اس کی امارت میں جو درہم بنے اس کی طرف منسوب کر کے اس درہم کو غطریفی درہم، کہتے ہیں۔

ترجمہ :۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ محفوظ جگہ کو توڑنا اسی شرط پر ہوگا کہ اس میں کمال ہو نہ ہونے کے شبہ سے بچنے کے لئے، اور جسم کے ساتھ داخل ہونے سے کمال ہوگا، اور اس کا اعتبار کرنا بھی ممکن ہے، اور داخل ہونے کی عادت بھی ہے۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ حرز کو توڑنے میں کمال ہونا چاہئے، اور کمال اس وقت ہوگا جبکہ صرف ہاتھ داخل نہ کرے، بلکہ جسم کے ساتھ داخل ہو جائے، اس کمال کا اعتبار کرنا ممکن ہے اور عادت میں بھی ایسا ہے کہ چور کمرے میں جسم کے ساتھ داخل ہوتے ہیں، اس لئے کمرے میں داخل ہو کر چرائے گا تو ہاتھ کاٹا جائے گا، ورنہ نہیں۔

۳ؔ بِخِلَافِ الصُّنْدُوقِ لِأَنَّ الْمُمْكِنَ فِيهِ إِدْخَالُ الْيَدِ دُونَ الدُّخُولِ، ۴ؔ وَبِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ مِنْ حَمْلِ الْبَعْضِ الْمَتَاعَ لِأَنَّ ذٰلِكَ هُوَ الْمُعْتَادُ.

(۲۶۸۶) قَالَ وَإِنْ طَرَّ صُرَّةً خَارِجَةً مِنَ الْكُمِّ لَمْ يُقْطَعْ، وَإِنْ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْكُمِّ يُقْطَعُ ۱ؔ لِأَنَّ فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ الرِّبَاطَ مِنْ خَارِجٍ، فَبِالطَّرِّ يَتَحَقَّقُ الْأَخْذُ مِنَ الظَّاهِرِ فَلَا يُوجَدُ هَتْكُ الْحِرْزِ. وَفِي الثَّانِي الرِّبَاطُ مِنْ دَاخِلٍ، فَبِالطَّرِّ يَتَحَقَّقُ الْأَخْذُ مِنَ الْحِرْزِ وَهُوَ الْكُمُّ،

ترجمہ :۳ؔ بخلاف صندوق کے اس لئے کہ اس میں ہاتھ ہی داخل کر سکتا ہے، خود داخل نہیں ہو سکتا[اس لئے صندوق میں ہاتھ ڈال کر نکالنے سے ہی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح : یہ امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے، انہوں نے استدلال کیا تھا کہ صندوق میں صرف ہاتھ ڈال کر نکالنے سے ہاتھ کاٹا جاتا ہے تو کمرے میں بھی صرف ڈال کر نکالنے سے ہاتھ کاٹا جانا چاہئے، اس کا جواب دیا کہ صندوق میں صرف ہاتھ ہی ڈال سکتا ہے، جسم داخل نہیں کر سکتا، اس لئے یہاں صرف ہاتھ ڈال کر نکالنے سے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:۴ؔ بخلاف جب بعض نے سامان اٹھایا، پھر بھی سب کا ہاتھ کاٹا گیا، وہ اس لئے کہ عادت میں ایسا ہی ہوتا ہے۔

تشریح : یہ جملہ ایک اشکال کا جواب ہے۔ اشکال یہ ہے کہ اوپر کے مسئلے میں پانچ آدمی کمرے میں داخل ہوئے اور دو نے سامان لیا تب بھی پانچوں کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، حالانکہ یہاں بھی کمال یہ ہے کہ سب آدمی کمرے سے سامان اٹھائیں تب سب کا ہاتھ کاٹا جانا چاہئے، اس کا جواب یہ ہے کہ چوروں کی عادت یہی ہے کہ کچھ سامان اٹھاتے ہیں اور باقی گھر والوں سے مقابلے کے لئے کھڑے رہتے ہیں اس لئے کچھ آدمی نے سامان اٹھایا تب بھی سب کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

لغت :صیرفی : صراف سے مشتق ہے سنار یا جو نوٹ بھنتا ہو، کم : آستین، اہل عرب آستین میں جیب بناتے تھے اس لئے کم کہہ دیا۔ یہاں مراد ہے آستین کے اندر کی جیب جو حرز ہے اور محفوظ ہے۔ اس لئے اگر آستین کے باہر جیب ہو اور اس کو کاٹ کر درہم لے لے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ باہر کی جیب حرز نہیں ہے۔

ترجمہ:(۲۶۸۶) اگر ایسی تھیلی کو کاٹا جو آستین سے باہر تھی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اور اگر آستین کے اندر ہاتھ ڈال کر درہم لیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :۱ؔ اس لئے کہ پہلی صورت میں کپڑا آستین کے اوپر سے لگایا ہے اس لئے جب تھیلی کاٹا تو تو اوپر سے درہم لینا ہوا اس لئے حرز کو ختم نہیں کیا، اور دوسری صورت میں جیب اندر کو ہے اس لئے تھیلی کاٹنے سے حرز سے لینا ہوا، اور وہ آستین ہے، اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

٢ وَلَوْ كَانَ مَكَانَ الطَّرِّ حَلُّ الرِّبَاطِ، ثُمَّ الْأَخْذُ فِي الْوَجْهَيْنِ يَنْعَكِسُ الْجَوَابُ لِانْعِكَاسِ الْعِلَّةِ.
٣ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يُقْطَعُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ لِأَنَّهُ مُحَرَّزٌ إِمَّا بِالْكُمِّ أَوْ بِصَاحِبِهِ. ٤ قُلْنَا: الْحِرْزُ هُوَ الْكُمُّ لِأَنَّهُ يَعْتَمِدُهُ، وَإِنَّمَا قَصْدُهُ قَطْعُ الْمَسَافَةِ أَوْ الِاسْتِرَاحَةِ فَأَشْبَهَ الْجُوَالِقَ.

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ درہم آستین کے اوپر سے لیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ حرز، محفوظ جگہ سے درہم نہیں لیا۔ اور اگر درہم آستین کے اندر سے لیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ محفوظ جگہ سے درہم لیا۔

اصول: یہاں دوسرا اصول یہ ہے کہ آستین کے اوپر کا حصہ حرز نہیں ہے۔ اور اندر کا حصہ حرز ہے، یعنی محفوظ جگہ ہے۔

تشریح : آستین کے اوپر تھیلی لگی ہوئی تھی چور نے اس کو کاٹ کر درہم لیا تو حرز سے درہم نہیں لیا اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور اگر آستین کے اندر تھیلی لگی ہو اور اس کے اندر ہاتھ ڈال کر درہم لیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ آستین کے اندر کا حصہ حرز ہے اور اس میں سے درہم نکالا ہے اس لئے ہاتھ کاٹا جائے۔

لغت: طر: تھیلی کاٹنا۔ صرۃ: تھیلی۔ رباط: تھیلی سینا، باندھنا۔ کم: آستین۔

ترجمہ : ٢ اور اگر کاٹنے کے بجائے گرہ کھولی پھر لیا دونوں صورتوں میں جو جواب الٹا ہو جائے گا، کیونکہ علت الٹی ہو گئی۔

تشریح : یہاں ذرا غور سے سمجھیں۔ [١] درہم آستین کے اندر تھا اور آستین کے اوپر سے اس پر گرہ لگائی، اب چور نے اوپر کی گرہ کھولی تو درہم آستین کے اندر ہو گیا، پھر اس نے آستین کے اندر ہاتھ ڈال کر درہم لیا تو چونکہ حرز سے درہم لیا اس لئے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ [٢] دوسری صورت یہ ہے کہ درہم آستین کے اوپر رکھا اور آستین کے اندر سے گراہ لگائی، اب چور نے اندر سے گرہ کھولی تو درہم آستین کے اوپر رہ گیا، اب چور نے آستین کے اوپر سے درہم لیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ حرز سے درہم نہیں لیا۔

لغت: حل الرباط: گرہ کھولنا۔ ینعکس الجواب لانعکاس العلۃ: کا مطلب اوپر تشریح میں ذکر کر دیا۔

ترجمہ : ٣ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ ہر حال میں کاٹا جائے گا اس لئے کہ یہاں یا آستین سے محفوظ ہے، یا آستین والے سے محفوظ ہے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ درہم آستین کے اوپر ہو یا اندر ہو ہر حال میں وہ حرز میں ہے، کیونکہ آستین بھی محرز ہے ، اور مالک بھی محرز ہے، اگر درہم آستین کے اوپر ہے تو مالک سے وہ محرز ہے، اس لئے چاروں صورتوں میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اصول: انکا اصول یہ ہے کہ مالک بھی حفاظت کر رہا ہے اس لئے درہم مالک کے ذریعہ محرز ہے۔

ترجمہ : ٤ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ حرز صرف آستین ہے اس لئے کہ مالک اسی آستین پر اعتماد کرتا ہے، اس لئے کہ

(۲۶۸۷) وَإِنْ سَرَقَ مِنَ الْقِطَارِ بَعِيرًا أَوْ حِمْلًا لَمْ يُقْطَعْ ﴿ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمُحَرَّزٍ مَقْصُودًا فَتَتَمَكَّنُ شُبْهَةُ الْعَدَمِ، وَهَذَا لِأَنَّ السَّائِقَ وَالْقَائِدَ وَالرَّاكِبَ يَقْصِدُونَ قَطْعَ الْمَسَافَةِ وَنَقْلَ الْأَمْتِعَةِ دُونَ الْحِفْظِ. حَتّٰى لَوْ كَانَ مَعَ الْأَحْمَالِ مَنْ يَتْبَعُهَا لِلْحِفْظِ قَالُوا يُقْطَعُ.

(۲۶۸۸) وَإِنْ شَقَّ الْحِمْلَ وَأَخَذَ مِنْهُ قُطِعَ ﴿ لِأَنَّ الْجُوَالِقَ فِي مِثْلِ هٰذَا حِرْزٌ لِأَنَّهُ يَقْصِدُ بِوَضْعِ الْأَمْتِعَةِ فِيهِ صِيَانَتَهَا كَالْكُمِّ فَوُجِدَ الْأَخْذُ مِنَ الْحِرْزِ فَيُقْطَعُ

مالک کا مقصد ہے مسافت طے کرنا یا آرام کرنا اس لئے بوری کے مشابہ ہو گیا۔

تشریح: ہمارا جواب یہ ہے کہ یہاں مالک محافظ، اور حرز نہیں ہے، بلکہ صرف آستین حرز ہے، کیونکہ مالک اپنے آرام اور مسافت طے کرنے کیلئے اپنی آستین پر اعتماد کیا ہے، اسکی مثال دیتے ہیں کہ جیسے بوری میں سامان ہو تو بوری حرز ہو جاتی ہے اسی طرح یہاں آستین حرز ہے، اس لئے آستین کے اندر سے چرائے گا تو ہاتھ کاٹا جائے گا، اور اگر اسکے باہر سے چرائے گا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

لغت:۔حمل: بوجھ، بوری کے اندر کی بوجھ۔ جوالق: بوری، گون۔

ترجمہ: (۲۶۸۷) اگر قطار میں سے ایک اونٹ چرا لیا، یا اس کا بوجھ چرا لیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: ﴿ اس لئے کہ یہاں مقصود کے اعتبار سے محرز نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اونٹ کو ہنکانے والا یا کھینچنے والا یا اس پر سوار کا ارادہ مسافت طے کرنا ہے، اور سامان کو منتقل کرنا ہے، اونٹ کی حفاظت کرنا مقصود نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر بوجھ کے ساتھ اس کے پیچھے محافظ بھی ہو تو علماء نے فرمایا ہے کہ ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ قطار محفوظ جگہ نہیں ہے۔

تشریح: اونٹ کی قطار جا رہی تھی اس میں سے ایک اونٹ چرا لیا، یا اس کا بوجھ چرا لیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ: جو اونٹ ہانک رہا ہے یا سوار ہے اس کا مقصد مسافت طے کرنا ہے، حفاظت کرنا مقصود نہیں ہے اسلئے یہ قطار اور اس کا بوجھ محرز نہیں ہے اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ہاں حفاظت کے مقصد سے ہی کوئی آدمی اس کے پیچھے ہو تو اب ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ اب محرز ہو گیا۔ اگر بوری کو پھاڑا اور اس سے سامان لیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۶۸۸) اس لئے کہ اس قسم کی بوری اسی صورت میں حرز ہے، اس لئے کہ اس میں سامان رکھنے کا مقصد اس کی حفاظت ہے، جیسے آستین حفاظت کے لئے ہوتی ہے، اس لئے حرز سے لینا ہوا اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح: اونٹ پر بوری رکھی ہوئی تھی اس کو پھاڑ کر سامان چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجہ: اس لئے یہاں بوری محرز ہے اور محرز سے لیا ہے اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(٢٦٨٩) وَإِنْ سَرَقَ جُوَالِقًا فِيهِ مَتَاعٌ وَصَاحِبُهُ يَحْفَظُهُ أَوْ نَائِمٌ عَلَيْهِ قُطِعَ ١ وَمَعْنَاهُ إِنْ كَانَ الْجُوَالِقُ فِيْ مَوْضِعٍ هُوَ لَيْسَ بِحِرْزٍ كَالطَّرِيقِ وَنَحْوِهِ حَتّٰى يَكُونَ مُحَرَّزًا بِصَاحِبِهِ لِكَوْنِهِ مُتَرَصِّدًا لِحِفْظِهِ، ٢ وَهَذَا لِأَنَّ الْمُعْتَبَرَ هُوَ الْحِفْظُ الْمُعْتَادُ وَالْجُلُوسُ عِنْدَهُ وَالنَّوْمُ عَلَيْهِ يُعَدُّ حِفْظًا عَادَةً وَكَذَا النَّوْمُ بِقُرْبٍ مِنْهُ عَلٰى مَا اخْتَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ. ٣ وَذُكِرَ فِيْ بَعْضِ النُّسَخِ، وَصَاحِبُهُ نَائِمٌ عَلَيْهِ أَوْ حَيْثُ يَكُونُ حَافِظًا لَهُ، وَهَذَا يُؤَكِّدُ مَا قَدَّمْنَاهُ مِنَ الْقَوْلِ الْمُخْتَارِ، وَاَللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

ترجمه :(٢٦٨٩) اگر ایسی بوری چرائی جس میں سامان تھا، اور اس کا محافظ اس کی حفاظت کر رہا تھا، یا بوری ہی پر سو یا ہوا تھا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح: یہاں محافظ کی وجہ سے بوری محرز میں ہوگئی اس لئے بوری چرائی تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمه :١ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ بوری ایسی جگہ تھی جو محرز نہیں ہے، جیسے راستہ وغیرہ، اس لئے اس کے مالک سے محرز ہوئی، اس لئے کہ وہ حفاظت پر لگا ہوا ہے

تشریح: بوری ایسی جگہ رکھی ہوئی تھی جہاں محفوظ نہیں ہے، جیسے راستے میں رکھی ہو، تو یہاں محافظ کی وجہ سے محرز شمار کی جائے گی۔

ترجمه :٢ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عادت میں جس طرح حفاظت کی جاتی ہے اس کا اعتبار ہے، اور بوری کے پاس بیٹھنا، یا اس پر سونا عادت میں حفاظت شمار کی جاتی ہے، ایسے ہی سامان کے قریب سونا بھی حفاظت شمار کی جاتی ہے، چنانچہ پہلے میں نے اسی صورت کا اختیار کیا۔

تشریح: عادت میں سامان کے اوپر سونا، یا اس کے قریب سونا اس کی حفاظت شمار کی جاتی ہے، پس اگر محافظ سامان کے اوپر سو رہا ہے، یا اس کے قریب سو رہا ہے تو سامان محرز ہے، اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمه :٣ بعض نسخے میں ذکر کیا ہے کہ سامان کا مالک سامان پر سویا ہو، یہا ایسی جگہ ہو جہاں سے سامان کی حفاظت ہوتی ہو، یہ عبارت قول مختار کی تاکید کرتی ہے۔

تشریح: یہاں سے بعض نسخے میں جو ہے اس کا ذکر ہے، اس میں یہ ہے کہ سامان پر سویا ہو، یا ایسی جگہ موجود ہو جس سے سامان کی حفاظت ہوتی ہو اس سے بھی محرز ہو جائے گا، یہ مختار قول ہے۔

﴿فَصْلٌ فِي كَيْفِيَّةِ الْقَطْعِ وَإِثْبَاتِهِ﴾

(۲۶۹۰) قَالَ وَيُقْطَعُ يَمِينُ السَّارِقِ مِنَ الزَّنْدِ وَيُحْسَمُ ل فَالْقَطْعُ لِمَا تَلَوْنَاهُ مِنْ قَبْلُ، وَالْيَمِينُ بِقِرَاءَةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمِنَ الزَّنْدِ لِأَنَّ الِاسْمَ يَتَنَاوَلُ الْيَدَ إِلَى الْإِبِطِ، وَهَذَا الْمَفْصِلُ: أَعْنِي الرُّسْغَ مُتَيَقَّنٌ بِهِ، كَيْفَ وَقَدْ صَحَّ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَمَرَ بِقَطْعِ يَدِ السَّارِقِ مِنَ الزَّنْدِ، وَالْحَسْمُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "فَاقْطَعُوهُ وَاحْسِمُوهُ" وَلِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يُحْسَمْ يُفْضِي إِلَى التَّلَفِ وَالْحَدُّ زَاجِرٌ لَا مُتْلِفٌ.

﴿فصل فی کیفیۃ القطع واثباتہ﴾

ترجمہ:(۲۶۹۰)اور کاٹا جائے گا چور کا دایاں ہاتھ گٹے سے اور داغ دیا جائے گا۔

ترجمہ :ل کاٹنا تو اس دلیل کی وجہ سے ہے جو آیت ہم نے پہلے تلاوت کی، اور دایاں ہاتھ حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت سے، اور گٹے سے کاٹا جائے اس لئے کہ ید کا اطلاق بغل تک ہے، اور یہ گٹے تک یقینی ہے، چنانچہ صحیح روایت میں ہے کہ چور کا گٹے سے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، اور داغنا حضورؐ کے قول کی وجہ سے ہاتھ کو کاٹو اور اس کو داغ دو، اور اس لئے کہ اگر نہیں داغے گا تو آدمی مر سکتا ہے، اور حد لگانے کا مطلب تنبیہ کرنا ہے آدمی کو ہلاک کرنا نہیں ہے۔

تشریح : کامل ثبوت کے بعد چور کا دایاں ہاتھ گٹے سے کاٹا جائے گا پھر گرم تیل میں ڈال کر داغ دیا جائے گا تا کہ خون زیادہ نہ بہہ جائے اور چور مر نہ جائے۔

وجہ:(۱) چور کا ہاتھ کٹنے کی دلیل یہ آیت ہے۔ **والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاء بما کسبا نکالا من الله والله عزیز حکیم** (آیت ۳۸ سورة المائدة ۵) اس آیت سے پتا چلا کہ چور یا چورن چوری کر لیں تو دونوں کے ہاتھ کاٹیں گے (۲) دایاں ہاتھ کاٹنے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں **فاقطعوا ایدیهما** کے بجائے **فاقطعوا ایمانهما** کا لفظ ہے جس سے معلوم ہوا کہ چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا، صاحب ہدایہ کی ذکر کردہ قرأت یہ ہے ۔ **عن مجاهد فی قرأة ابن مسعود والسارق والسارقة فاقطعوا ایمانهما** (سنن للبیہقی، باب السارق یسرق الا یقطع یده الیمنی من مفصل الکف ثم تحسم بالنار ج ثامن ص ۴۷۰ نمبر ۱۷۲۴۷) (۳) دار قطنی کی حدیث میں ہے۔ **عن عبد الرحمن بن عوف قال قال رسول الله لا غرم علی السارق بعد قطع یمینه** (دار قطنی، کتاب الحدود ج ثالث ص

(۲۶۹۱) فَإِنْ سَرَقَ ثَانِيًا قُطِعَتْ رِجْلُهُ الْيُسْرَى، فَإِنْ سَرَقَ ثَالِثًا لَمْ يُقْطَعْ وَخُلِّدَ فِي السِّجْنِ حَتّٰى يَتُوبَ ١ؔ وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ وَيُعَزَّرُ أَيْضًا، ذَكَرَهُ الْمَشَايِخُ.

۱۲۹نمبر۳۳۶۳ ۳)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ دائیں ہاتھ کاٹا جائے۔(۴)اور گٹے سے ہاتھ کاٹا جائے اس کی دلیل یہ حدیث ہے جس کو صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے۔**عن عبد اللہ بن عمرؓ قال قطع النبی ﷺ سارقا من المفصل** (سنن للبیہقی، باب السارق یسرق اولا یقطع یدہ الیمنی من مفصل الکف ثم تحسم بالنار، ج ثامن، ص ۴۷۰، نمبر ۱۷۲۵۰ ارمصنف ابن ابی شیبۃ ۸۶ ما قالوا من این تقطع ؟ ج خامس، ص ۵۱۷، نمبر ۲۸۵۹۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گٹے سے ہاتھ کاٹا جائے گا۔(۵)اور کاٹنے کے بعد زخم کو داغ دیا جائے گا تاکہ زیادہ خون نہ نکل جائے اور آدمی مر نہ جائے کیونکہ ہاتھ کاٹنے سے شہ رگ بھی کٹ جاتی ہے۔البتہ داغنے کے علاوہ خون روکنے کا کوئی نیا طریقہ ہو تو وہ کیا جاسکتا ہے۔حدیث یہ ہے۔**عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان ... فقال رسول اللہ ﷺ اقطعوہ ثم احسموہ فقطعوہ ثم حسموہ** (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۸۲ نمبر ۳۱۳۹ رسنن للبیہقی، باب السارق یسرق اولا فتقطع یدہ الیمنی من مفصل الکف ثم تحسم بالنار ج ثامن ص ۴۷۱ نمبر ۱۷۲۵۳ رمصنف ابن ابی شیبۃ، باب حسم الید، ج خامس، ص ۵۱۷، نمبر ۲۸۵۹۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کاٹنے کے بعد داغا جائے گا۔

لغت :زند : گٹا، پہنچا۔ تحسم : داغا جائے گا۔مفصل: گٹا۔

ترجمہ :(۲۶۹۱)پس اگر دوسری مرتبہ چرایا تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔پس اگر تیسری مرتبہ چرایا تو نہیں کاٹا جائے گا اور اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا کہ توبہ کر لے۔

ترجمہ :١ؔ یہ استحسان کا تقاضہ ہے، لیکن تعزیر ہوگی، جیسا کہ مشائخ نے ذکر کیا ہے۔

تشریح :دوسری مرتبہ چرائے تو بایاں پاؤں کاٹا جائے گا پھر تیسری مرتبہ چرائے تو بایاں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ ایسے چور کو قید میں ڈال دیا جائے گا یہاں تک کہ چوری سے توبہ کر لے۔، قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ تیسری مرتبہ چورانے سے بایاں ہاتھ کاٹا جائے، لیکن دونوں ہاتھ کٹنے سے وہ کھانے پینے سے مجبور ہو جائے گا اس لئے استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ کاٹا جائے، تاکہ وہ کھا پی سکے، البتہ تعزیر کی جائے گی، جیسا کہ مشائخ نے کیا ہے۔

وجہ :(۱)اگر دونوں ہاتھ کٹ جائیں یا دونوں پاؤں کٹ جائیں تو کھانا پینا، وضو، استنجاء کیسے کر سکتا ہے وہ معذور ہو جائے گا اس لئے بایاں پاؤں کٹنے کے بعد قید میں ڈال دیا جائے گا(۲)قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔**اتی علیؓ بسارق قد سرق فقطع یدہ ثم اتی بہ قد سرق فقطع رجلہ ثم اتی بہ الثالثۃ قد سرق فامر بہ الی السجن وقال دعوا**

۲؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: فِيْ الثَّالِثَةِ تُقْطَعُ يَدُهُ الْيُسْرَى، وَفِيْ الرَّابِعَةِ تُقْطَعُ رِجْلُهُ الْيُمْنَى لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ''مَنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوهُ، فَإِنْ عَادَ فَاقْطَعُوهُ، فَإِنْ عَادَ فَاقْطَعُوهُ'' وَيُرْوَى مُفَسَّرًا كَمَا هُوَ مَذْهَبُهُ، ۳؎ وَلِأَنَّ الثَّالِثَةَ مِثْلُ الْأُولَى فِيْ كَوْنِهَا جِنَايَةً بَلْ فَوْقَهَا فَتَكُونُ أَدْعَى إِلٰى شَرْعِ الْحَدِّ.

لہ رجلا یمشی علیها ویدا یأکل بها ویستنجی بها (دارقطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص۱۲۷ نمبر ۳۳۵۴/ سنن للبیہقی، باب السارق یعود فیسرق ثانیا وثالثا ورابعا ج ثامن ص ۴۷۷ نمبر ۱۷۲۶۹) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ بایاں پاؤں کاٹنے کے بعد نہیں کاٹا جائے گا تاکہ وضو استنجاء کر سکے۔

ترجمہ: ۲؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ تیسری مرتبہ میں بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا، اور چوتھی مرتبہ میں دایاں پاون کاٹا جائے گا ،حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ، جس نے چوری کی اس کا ہاتھ کاٹو پس اگر دوبارہ کیا تو پھر کاٹ لو، پھر دوبارہ کیا تو پھر کاٹ لو، اس روایت کو تفسیر کے ساتھ روایت کی ہے، یعنی بائیں ہاتھ اور دائیں پاؤں کی تفسیر بھی بیان کی ہے، جیسا کہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔

وجہ: (۱) امام شافعیؒ کے نزدیک تیسری مرتبہ میں بایاں ہاتھ اور چوتھی مرتبہ میں بایاں پاؤں کاٹا جائے گا اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن جابر بن عبد اللہؓ قال جیئ بسارق الی النبی ﷺ فقال اقتلوہ فقالوا یا رسول اللہ انما سرق فقال اقطعوہ قال فقطع ثم جیئ بہ الثانیة فقال اقتلوہ فقالوا یارسول اللہ ! انما سرق فقال اقطعوہ قال فقطع ثم جیئ بہ الثالثة فقال اقتلوہ فقالوا یا رسول اللہ ! انما سرق فقال اقطعوہ ثم اتی بہ الرابعة فقال اقتلوہ فقالوا یاسول اللہ ! انما سرق قال اقطعوہ فاتی بہ الخامسة فقال اقتلوہ قال جابرؓ فانطلقنا بہ فقتلناہ** (ابوداؤد شریف، باب السارق یسرق مرارا ص ۲۵۷ نمبر ۴۴۱۰/ نسائی شریف، باب قطع الیدین والرجلین من السارق ص ۶۸۳ نمبر ۴۹۸۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تیسری اور چوتھی مرتبہ بھی ہاتھ اور پاؤں کاٹا جائے گا کیونکہ چوری کی ہے۔ (۲) اس حدیث میں ہاتھ اور پاؤں کٹنے کی تفسیر بھی موجود ہے۔ **عن ابی ہریرہ عن النبی ﷺ قال اذا سرق السارق فاقطعوا یدہ و ان عاد فاقطعوا رجلہ فان عاد فاقطعوا یدہ فان عاد فاقطعوا رجلہ** (دارقطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص۱۲۸ نمبر ۳۳۵۹) اس حدیث میں ہاتھ پاؤں کٹنے کی تفسیر ہے

ترجمہ: ۳؎ اور اس وجہ سے کہ تیسری مرتبہ کا جرم پہلی مرتبہ کی طرح ہے بلکہ یہ زیادہ خطرناک ہے اس لئے حد کی مشروع ہونے کی طرف زیادہ بلانے والا ہے۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کی دلیل عقلی ہے، کہ تیسری مرتبہ کا جرم پہلی سے بھی زیادہ خطرناک ہے، یونکہ دو مرتبہ کٹ جانے کے بعد بھی اسی چیز کی چوری کر رہا ہے اس لئے تیسری مرتبہ بھی ہاتھ کٹنا چاہئے۔

۴؎ وَلَنَا قَوْلُ عَلِيٍّ فِيهِ: إِنِّي لَأَسْتَحِي مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى أَنْ لَا أَدَعَ لَهُ يَدًا يَأْكُلُ بِهَا وَيَسْتَنْجِي بِهَا وَرِجْلًا يَمْشِي عَلَيْهَا، وَبِهٰذَا حَاجَّ بَقِيَّةَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَحَجَّهُمْ فَانْعَقَدَ إِجْمَاعًا، ۵؎ وَلِأَنَّهُ إِهْلَاكٌ مَعْنًى لِمَا فِيهِ مِنْ تَفْوِيتِ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ وَالْحَدُّ زَاجِرٌ، ٦؎ وَلِأَنَّهُ نَادِرُ الْوُجُودِ وَالزَّجْرُ فِيمَا يَغْلِبُ وُقُوعُهُ ۷؎ بِخِلَافِ الْقِصَاصِ لِأَنَّهُ حَقُّ الْعَبْدِ فَيُسْتَوْفَى مَا أَمْكَنَ جَبْرًا لِحَقِّهِ.

ترجمہ :۴؎ اور ہماری دلیل حضرت علیؓ کا قول ہے، کہ مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ چور کے پاس بائیں ہاتھ بھی نہ چھوڑوں جس سے وہ کھا سکے اور استنجاء کر سکے، یا پیر بھی نہ چھوڑوں جس سے وہ چل سکے، باقی صحابہ نے بھی اس سے حجت پکڑی اس لئے انکے حجت پکڑنے سے اجماع ہو گیا۔

وجہ: صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے۔ کان علیؓ لا یقطع الا ید و الرجل و ان سرق بعد ذلک سجن و نکل و کان یقول انی لاستحیی اللہ الا ادع له یدا یاکل بها ویستنجی (مصنف عبد الرزاق، باب قطع السارق ج تاسع ص۴۸۲ نمبر۱۹۰۳۵/ (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۱۲۸ نمبر ۳۳۵۵) اس قول صحابی میں ہے کہ میں کھانے اور استنجاء کے لئے بھی کوئی ہاتھ نہ چھوڑوں اس سے شرمندگی ہوتی ہے اس لئے بایاں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :۵؎ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بایاں ہاتھ کاٹنے سے ایک طرح سے چور کو ہلاک کرنا ہے اس لئے کہ نفع اٹھانے کی جنس کو فوت کرنا ہے، اور حد لگانا تنبیہ کے لئے ہلاک کرنے کے لئے نہیں ہے،

تشریح : حد لگانے کا مطلب ہے تنبیہ کرنا، یہاں بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے تو اس سے آدمی ہی ہلاک ہو جائے گا، تنبیہ نہیں ہوگی، اس لئے بھی بایاں ہاتھ نہیں کاٹنا چاہیے۔

ترجمہ :٦؎ یہ بات بھی ہے کہ تیسری مرتبہ چوری کرے یہ نادر بات ہے [اس لئے یہ حد نہیں لگے گی] کیونکہ حد وہاں لگتی ہے جہاں بار بار جرم ہوتا ہو۔

تشریح : جو جرم بار بار ہوتا ہو اسی میں حد لگتی ہے، لیکن تیسری مرتبہ ایک ہی چیز کو چرائے یہ بہت نادر ہے اس لئے اس میں حد نہیں لگنی چاہئے۔

ترجمہ:۷؎ بخلاف قصاص کے اس لئے کہ وہ بندے کا حق ہے اس لئے جتنا ممکن ہو سکے بندے کے حق کو پورا کیا جائے گا۔

تشریح : یہ جملہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ زید نے عمر کا چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دئے تو یہاں چاروں کیوں کاٹا جاتا ہے یہاں بھی ہلاک کرنا ہوا۔ تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ بندے کا حق ہے اس لئے چاروں کاٹے ہیں تو چاروں کاٹے جائیں گے۔

٨ وَالْحَدِيثُ طَعَنَ فِيهِ الطَّحَاوِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ أَوْ نَحْمِلُهُ عَلَى السِّيَاسَةِ،

(٢٦٩٢) وَإِذَا كَانَ السَّارِقُ أَشَلَّ الْيَدِ الْيُسْرَى أَوْ أَقْطَعَ أَوْ مَقْطُوعَ الرِّجْلِ الْيُمْنَى لَمْ يُقْطَعْ ١ لِأَنَّ فِيهِ تَفْوِيتَ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ بَطْشًا أَوْ مَشْيًا، وَكَذَا إِذَا كَانَتْ رِجْلُهُ الْيُمْنَى شَلَّاءَ لِمَا قُلْنَا.

(٢٦٩٣) وَكَذَا إِذَا كَانَتْ إِبْهَامُهُ الْيُسْرَى مَقْطُوعَةً أَوْ شَلَّاءَ أَوْ الْأُصْبُعَانِ مِنْهَا سِوَى الْإِبْهَامِ

ترجمہ :٨ اور امام شافعیؒ نے جو حدیث پیش کی ہے اس پر حضرت امام طحاویؒ نے طعن کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، یا یہ حدیث سیاست پر محمول ہے۔

تشریح :امام شافعیؒ نے جو حدیث پیش کی ہے کہ تیسری اور چوتھی مرتبہ بھی بایاں ہاتھ، اور دایاں پاؤں کاٹا جائے گا، اس کا جواب دیتے ہیں کہ، اس حدیث میں حضرت امام طحاویؒ نے طعن کیا ہے، کہ یہ حدیث اتنی صحیح نہیں ہے، اور اگر تسلیم کر لی جائے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو یہ کاٹنا سیاست کے طور پر تھا، حد کے طور پر نہیں تھا

ترجمہ:(۲۶۹۲) اگر چور کا بائیں ہاتھ شل ہو یا کٹا ہوا ہو یا دائیں پاؤں کٹا ہوا ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :١ اس لئے کہ اس صورت میں پکڑنے اور چلنے کا نفع ختم ہو جائے گا، اسی طرح اس کا دایاں پاؤں شل ہو تو اس کا بایاں پاؤں نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح :چور کا دائیں ہاتھ کاٹنا تھا لیکن پہلے ہی سے بائیں ہاتھ کٹا ہوا ہے یا شل ہے اس لئے اس ہاتھ سے وضو استنجا نہیں کر سکتا اس لئے دائیں ہاتھ بھی کاٹ دیں تو دونوں ہاتھوں سے محروم ہو جائے گا۔ اور کسی ہاتھ سے وضو، استنجاء نہیں کر پائے گا۔ اس لئے اس کا دائیں ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا تا کہ دائیں ہاتھ سے وضو استنجا کر سکے۔ اور اگر پہلے سے دایاں پاؤں کٹا ہوا ہے پس اگر دائیں پاؤں بھی کاٹ دیں تو بالکل نہیں چل پائے گا کیونکہ ایک ہی طرف کے ہاتھ پاؤں دونوں کٹ جائیں تو بیلنس خراب ہونے کی وجہ سے چلنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس لئے اب دایاں ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا۔ البتہ توبہ کرنے تک قید میں ڈال دیا جائے گا۔

وجہ :قول صحابی میں اس کا اشارہ موجود ہے۔ **كان عليؓ لا يقطع الا يد والرجل وان سرق بعد ذلك سجن ونكل وكان يقول انى لاستحيى الله الا ادع له يدا ياكل بها ويستنجى** (مصنف عبد الرزاق، باب قطع السارق ج تاسع ص ۴۸۲ نمبر ۱۹۰۳۵/ (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۱۲۸ نمبر ۳۳۵۵) اس اثر میں ہے کہ میں کھانے اور استنجاء کے لئے بھی کوئی ہاتھ نہ چھوڑوں اس سے شرمندگی ہوتی ہے اس لئے بایاں ہاتھ شل ہو تو دایاں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

لغت: اشل : شل ہوا ہاتھ، مرا ہوا ہاتھ۔ بطشا: پکڑنا۔

ترجمہ:(۲۶۹۳) پس اگر چور کا بایاں انگوٹھا کٹا ہوا ہو، یا شل ہوی بائیں ہاتھ کی دو انگلیاں شل ہوں ابہام کے علاوہ تو

ل لِأَنَّ قِوَامَ الْبَطْشِ بِالْإِبْهَامِ

(۲۶۹۴) فَإِنْ كَانَتْ أُصْبُعٌ وَاحِدَةٌ سِوَى الْإِبْهَامِ مَقْطُوعَةً أَوْ شَلَّاءَ قُطِعَ لِأَنَّ فَوَاتَ الْوَاحِدَةِ لَا يُوجِبُ خَلَلًا ظَاهِرًا فِي الْبَطْشِ، بِخِلَافِ فَوَاتِ الْأُصْبُعَيْنِ لِأَنَّهُمَا يَتَنَزَّلَانِ مَنْزِلَةَ الْإِبْهَامِ فِي نُقْصَانِ الْبَطْشِ.

(۲۶۹۵) قَالَ وَإِذَا قَالَ الْحَاكِمُ لِلْحَدَّادِ اقْطَعْ يَمِينَ هٰذَا فِي سَرِقَةٍ سَرَقَهَا فَقَطَعَ يَسَارَهُ عَمْدًا أَوْ خَطَأً فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَقَالَا لَا شَيْءَ عَلَيْهِ فِي الْخَطَأِ وَيَضْمَنُ فِي الْعَمْدِ،

بھی دایاں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا

ترجمہ: لے اس لئے انگوٹھے سے ہی پکڑنا ہوتا ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ انگوٹھے سے پکڑا جاتا ہے، اسی طرح انگوٹھا ہو لیکن دو انگلیاں نہ ہو تو نہیں پکڑا جاتا، تو اگر انگوٹھا نہ ہو تو پورا ہاتھ ہی نہیں ہے اس لئے اگر بائیں ہاتھ کا انگوٹھا نہ ہو یا شل ہو، تو دایاں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اسی طرح سے بایاں ہاتھ کی دو انگلیاں نہ ہو تو دایاں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، تاکہ وہ کھا سکے، اور پی سکے۔

لغت: ابہام: انگوتھا، بطش: پکڑنا۔

ترجمہ: (۲۶۹۴) پس اگر انگوتھا کو علاوہ ایک انگلی کٹی ہو، یا شل ہو تو دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ ایک انگلی کے فوت ہونے سے پکڑنے میں کوئی ظاہری خلل نہیں ہے، بخلاف دو انگلیوں کے اس لئے کہ وہ پکڑنے کے نقصان میں انگوٹھے کے درجے میں ہیں۔

تشریح: بائیں ہاتھ کا انگوٹھا تو شل نہیں ہے، لیکن اس کی ایک انگلی کٹی ہوئی ہے یا شل ہے تو پکڑنے میں کوئی نقصان نہیں ہے گویا کہ اس کا بائیں ہاتھ ٹھیک ہے اس لئے دائیں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ہاں دو انگلیاں کٹی ہوئی ہوں تو اب پکڑنا مشکل ہے اس لئے اب سمجھا جائے گا کہ بائیں ہاتھ نہیں ہے اس لئے اب دائیں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۶۹۵) حاکم نے حد لگانے سے کہا کہ چوری کی وجہ سے اس کا دایاں ہاتھ کاٹ لو، حد لگانے والے نے جان کر یا غلطی سے اس کا بائیں ہاتھ کاٹ دیا، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حداد پر کچھ لازم نہیں ہوگا، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ غلطی سے کاٹا تو کچھ لازم نہیں ہوگا، لیکن جان کر کے بایاں ہاتھ کاٹا تو حداد اس کا ضامن ہوگا۔

تشریح: اجتہاد کی غلطی کا مطلب یہ ہے کہ حد لگانے والے نے، **السارق و السارقة فاقطعوا ايديهما**، آیت میں غور کیا کہ اس میں دائیں ہاتھ کی قید نہیں ہے، اس لئے بائیں ہاتھ بھی کاٹ سکتا ہوں، اس طرح اس نے غلطی سے بائیں ہاتھ کاٹ دیا، اور جان کی شکل یہ ہے کہ حد لگانے والا جانتا تھا کہ آیت میں ایدیھما، سے دائیں ہاتھ مراد ہے، لیکن پھر بھی اس نے بائیں

ا؎ وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَضْمَنُ فِيْ الْخَطَأِ أَيْضًا وَهُوَ الْقِيَاسُ، ٢؎ وَالْمُرَادُ بِالْخَطَأِ هُوَ الْخَطَأُ فِيْ الِاجْتِهَادِ، وَأَمَّا الْخَطَأُ فِيْ مَعْرِفَةِ الْيَمِينِ وَالْيَسَارِ لَا يُجْعَلُ عَفْوًا . وَقِيلَ يُجْعَلُ عُذْرًا أَيْضًا. ٣؎ لَهُ أَنَّهُ قَطَعَ يَدًا مَعْصُومَةً وَالْخَطَأُ فِيْ حَقِّ الْعِبَادِ غَيْرُ مَوْضُوعٍ فَيَضْمَنَا. ٤؎ قُلْنَا إِنَّهُ أَخْطَأَ فِيْ اجْتِهَادِهِ، إِذْ لَيْسَ فِيْ النَّصِّ تَعْيِينُ الْيَمِينِ، وَالْخَطَأُ فِيْ الِاجْتِهَادِ مَوْضُوعٌ.

ہاتھ کاٹ دیا، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حداد پر کوئی ضمان نہیں ہے۔

وجہ :(۱) آیت میں دائیں ہاتھ کی قید نہیں ہے اس لئے اس کو اجتہاد کی گنجائش ہے، اور بائیں ہاتھ کاٹنے میں معاف ہے (۲) بائیں ہاتھ کاٹا، تو اس کے بدلے دائیں ہاتھ جو اچھا ہے وہ چھوڑ دیا، اس لئے چور کے لئے تو اچھا ہی کیا، اس لئے اس پر ضمان نہیں ہونا چاہئے

صاحبین فرماتے ہیں کہ بھول کر کاٹا تب تو ضمان نہیں ہے، لیکن جان کر کاٹا تو حداد پر ضمان لازم ہوگا۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ بایاں ہاتھ معصوم عضو ہے اس کو نہیں کاٹنا چاہئے، لیکن جان کر اس کو کاٹا تو ظلم کیا، اس لئے حداد پر ضمان لازم ہونا چاہئے۔

ترجمہ :ا؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ غلطی سے کاٹنے کی صورت میں بھی حداد ضامن ہوگا، اور قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ :٢؎ یہاں غلطی کا مطلب یہ ہے کہ اجتہاد میں غلطی ہوئی ہے، اگر دائیں ہاتھ اور بائیں ہاتھ پہچاننے میں غلطی ہوئی ہو یہ معاف نہیں ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ بھی عذر ہے۔

تشریح :یہاں اجتہاد کا معنی بیان کر رہے ہیں کہ، حداد نے آیت السارق والسارقۃ ایدیہما، کے بارے میں سمجھا کہ اس میں دائیں ہاتھ کی قید نہیں ہے اس لئے بائیں ہاتھ بھی کاٹ سکتا ہوں، اور اس طرح اس نے بھول سے بائیں ہاتھ کاٹ دیا، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر ضمان نہیں ہے۔ اور اگر دائیں ہاتھ اور بائیں ہاتھ پہچاننے میں غلطی ہوگئی ہو تو حداد کو معاف نہیں کیا جائے گا، اس پر ہاتھ کا ضمان لازم ہوگا۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سورت میں بھی معاف ہے۔

ترجمہ :٣؎ امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس حداد نے ایک معصوم ہاتھ کو کاٹا ہے اور بندے کے حق میں غلطی معاف نہیں ہے اس لئے حداد ضامن ہو جائے گا۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ :٤؎ ہمارا جواب یہ ہے کہ اجتہاد میں غلطی کی ہے، اور آیت میں دائیں ہاتھ کا تعین نہیں ہے، اور اجتہاد کرنے میں غلطی

۵؎ وَلَهُمَا أَنَّهُ قَطَعَ طَرَفًا مَعْصُومًا بِغَيْرِ حَقٍّ وَلَا تَأْوِيلٍ لِأَنَّهُ تَعَمَّدَ الظُّلْمَ فَلَا يُعْفَى وَإِنْ كَانَ فِي الْمُجْتَهَدَاتِ، وَكَانَ يَنْبَغِي أَنْ يَجِبَ الْقِصَاصُ إِلَّا أَنَّهُ امْتَنَعَ لِلشُّبْهَةِ . ٦؎ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ أَتْلَفَ وَأَخْلَفَ مِنْ جِنْسِهِ مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ فَلَا يُعَدُّ إِتْلَافًا كَمَنْ شَهِدَ عَلٰى غَيْرِهِ بِبَيْعِ مَالِهِ بِمِثْلِ قِيمَتِهِ ثُمَّ رَجَعَ، وَعَلٰى هٰذَا لَوْ قَطَعَهُ غَيْرُ الْحَدَّادِ لَا يَضْمَنُ أَيْضًا هُوَ الصَّحِيحُ

ہوجائے تو یہ معاف ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۵؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ حداد نے معصوم ہاتھ کو ناحق کاٹا ہے اور جان کر کاٹنے میں کوئی تاویل نہیں ہے، کیونکہ جان کر ظلم کیا ہے اس لئے معاف نہیں ہوگا، چاہے یہ اجتہادی چیز ہو، اور یہاں مناسب تو یہ تھا کہ حداد پر قصاص لازم ہو جائے لیکن چونکہ آیت میں دائیں ہاتھ کا بھی شبہ ہے اس لئے شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہوجائے گا۔

تشریح: صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ حداد نے معصوم عضو کو کاٹا ہے اور چونکہ جان کر کاٹا ہے اس لئے اس کی کوئی تاویل بھی نہیں ہے، یہ ظلم ہے، اور قاعدے کے اعتبار سے حداد پر قصاص لازم ہونا چاہئے، لیکن چونکہ ایدیھما میں اجتہاد کی گنجائش ہے، اس لئے اس شبہ کی وجہ سے قصاص لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ٦؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے بائیں ہاتھ کاٹ کر نقصان تو کیا ہے، لیکن اس سے بہتر جو دائیں ہاتھ تھا وہ اس کے بدلے میں چھوڑ دیا ہے، اس لئے یہ نقصان شمار نہیں کیا جائے گا، جیسے کسی نے دوسرے پر مثل قیمت میں بیچنے کی گواہی دی ہو پھر رجوع کر گیا ہو [تو یہ نقصان نہیں شمار کیا جاتا ہے، کیونکہ اس کی مثلی قیمت مل گئی ہے]، اسی قاعدے پر یہ بھی ہے کہ حد لگانے والے کے علاوہ نے بایاں ہاتھ کاٹا تو وہ بھی ضامن نہیں ہوگا، صحیح روایت یہی ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے دایاں ہاتھ کاٹ کر نقصان تو کیا ہے، لیکن اس سے اچھا ہاتھ دایاں ہاتھ چھوڑ دیا ہے، اس لئے چور کا کوئی نقصان نہیں ہوا، اس کی ایک مثال دیا ہے کہ، مثلا زید نے گواہی دی کہ عمر نے خالد کے ہاتھ میں اپنا بیل پانچ سو درہم میں بیچا ہے، اور بیل کی قیمت بھی پانچ سو تھی، اور بعد میں زید اپنی گواہی سے رجوع کر جائے تو زید پر کچھ لازم نہیں ہوتا ہے، کیونکہ عمر کا بیل گیا تو اس کو اس کی مثلی قیمت پانچ سو درہم بھی مل گیا ہے، اسی طرح یہاں چور کا بایاں ہاتھ گیا ہے ت اسکے بدلے اس ے اچھا دایاں ہاتھ مل گیا ہے اس لئے حداد پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔۔ اسی قاعدے پر داد کے علاوہ کسے دوسرے نے بھی بایاں ہاتھ کاٹ دیا تو اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا، صحیح بات یہی ہے۔

ے وَلَوْ أَخْرَجَ السَّارِقُ يَسَارَهُ وَقَالَ هَذِهِ يَمِينِي لَا يَضْمَنُ بِالِاتِّفَاقِ لِأَنَّ قَطْعَهُ بِأَمْرِهِ. ۸ ثُمَّ فِي الْعَمْدِ عِنْدَهُ عَلَيْهِ ضَمَانُ الْمَالِ لِأَنَّهُ لَمْ يَقَعْ حَدًّا. ۹ وَفِي الْخَطَأِ كَذَلِكَ عَلَى هَذِهِ الطَّرِيقَةِ، وَعَلَى طَرِيقَةِ الِاجْتِهَادِ لَا يَضْمَنُ.

(۲۶۹۶) وَلَا يُقْطَعُ السَّارِقُ إلَّا أَنْ يَحْضُرَ الْمَسْرُوقُ مِنْهُ فَيُطَالِبُ بِالسَّرِقَةِ ا لِأَنَّ الْخُصُومَةَ شَرْطٌ لِظُهُورِهَا،

ترجمہ: ے اور اگر چور نے ہی اپنا بائیں ہاتھ نکال کر کاٹنے دیا، اور کہا کہ یہ میرا دائیں ہاتھ ہے تو بالاتفاق ضامن نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس کے حکم سے کاٹا ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۸ پھر جان بوجھ کر کاٹنے کی صورت میں چور پر مال کا ضمان لازم ہوگا اس لئے کہ پوری حد نہیں ہوئی۔

نوٹ: آگے قاعدہ یہ آرہا ہے کہ ہاتھ کاٹنے کے بعد چوری کا مال چور کے پاس موجود ہو تو اس مال کو مالک کی طرف لوٹایا جائے گا، اور اگر مال موجود نہ ہو تو اس کا ضمان چور پر لازم نہیں ہوگا، کیونکہ ہاتھ کٹنا ہی مال کے بدلے میں ہوگیا۔

تشریح: حداد جانتا تھا کہ آیت میں اید سے مراد دائیں ہاتھ ہے پھر بھی جان بوجھ کر بائیں ہاتھ کاٹ دیا تو اس صورت میں چونکہ مقررہ حد پوری نہیں ہوئی اس لئے چور پر چوری کا مال واپس کرنا لازم ہوگا، اور مال ضائع کر دیا ہے تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۹ اور غلطی کی صورت میں بھی یہی حال ہے، اور اجتہاد کی صورت میں ضمان لازم نہیں ہوگا۔

تشریح: حداد کا اجتہاد ہی یہ تھا کہ آیت میں اید یہما، سے مراد بایاں ہاتھ ہے، اس لئے اس نے بایاں ہاتھ کاٹ دیا، تو حد مکمل ہوگئی ہے، اس لئے اب چور پر چوری کے مال کا ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ مال کے بدلے میں ہاتھ کٹ گیا ہے۔

ترجمہ: (۲۶۹۶) چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا مگر یہ کہ جس کا چرایا ہے وہ حاضر ہو اور چوری ہونے کا دعوی کرے۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ چوری کو ظاہر کرنے کے لئے دعوی کرنا شرط ہے۔

تشریح: ہاتھ کاٹنے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مسروق منہ ہاتھ کاٹنے کا مطالبہ کرے اور دوسری شرط یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کے وقت مسروق منہ حاضر ہو۔

وجہ: (۱) ممکن ہے مسروق منہ معاف کر دے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسلئے حاکم کے سامنے مسروق منہ کے کاٹنے کا مطالبہ کرنا ضروری ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کاٹنے سے پہلے ہبہ کر دے یا بیچ دے یا چور کو ہدیہ کر دے تب بھی حد ساقط ہو جائے گی۔ اسلئے ہاتھ کاٹتے وقت اپنے مطالبہ پر برقرار رہے اسکے اظہار کیلئے ہاتھ کاٹتے وقت مسروق منہ کا حاضر ہونا ضروری ہے (۲) حدیث میں

۲؎ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الشَّهَادَةِ وَالْإِقْرَارِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ فِي الْإِقْرَارِ، ۳؎ لِأَنَّ الْجِنَايَةَ عَلٰى مَالِ الْغَيْرِ لَا تَظْهَرُ إِلَّا بِخُصُومَتِهِ، (۲۶۹۷) وَكَذَا إِذَا غَابَ عِنْدَ الْقَطْعِ عِنْدَنَا، لِأَنَّ الِاسْتِيفَاءَ مِنَ الْقَضَاءِ فِي بَابِ الْحُدُودِ،

ہے کہ فیصلے سے پہلے مسروقہ چیز چور کو ہبہ کردے یا معاف کردے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ حضرت صفوان کی لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ عن صفوان نم امیة ... قال فاتیته فقلت اتقطعه من اجل ثلاثین درهما؟ انا ابیعه وانسئه ثمنها قال فهلا کان هذا قبل ان تاتینی به (ابوداؤد شریف، باب فیمن سرق من حرزص ۲۵۵ نمبر ۴۳۹۴ رنسائی شریف ما یکون حرزا و مالا یکون ص ۶۷۳ نمبر ۴۸۸۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کاٹنے کا مطالبہ نہ کرے یا مطالبہ کرنے کے بعد معاف کردے تو کاٹنا ساقط ہو جائیگا (۳) یوں بھی شبہ سے حد ساقط ہوجاتی ہے۔ حدیث میں حد معاف کرنے کی ترغیب بھی ہے۔ عن عبد اللہ بن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ قال تعافوا الحدود فیما بینکم فما بلغنی من حد فقد وجب (نسائی شریف، ما یکون حرزا و مالا یکون ص ۶۷۳ نمبر ۴۸۹۰) (۴) اور کاٹتے وقت حاضر ہونے کی دلیل حد زنا میں گزر چکی ہے کہ پہلے گواہ مارے پھر امام مارے پھر لوگ مارے تاکہ اخیر تک حد کا ثبوت برقرار رہے۔

ترجمہ : ۲؎ اور ہمارے نزدیک اور کوئی فرق نہیں ہے گواہی کے ذریعہ سے چوری ثابت ہوئی ہو یا چور کے خود اقرار سے چوری ثابت ہوئی ہو [دونوں صورتوں میں حد لگنے کے لئے مال کے مالک کا حاضر ہونا ضروری ہے] خلاف امام شافعیؒ کے اقرار کی صورت میں، اس لئے کہ دوسرے کے مال میں جرم اس وقت ثابت ہوتا ہے جب وہ نالش کرے۔

تشریح : گواہی کے ذریعہ چوری ثابت ہوئی ہو یا خود چور کے اقرار کے ذریعہ چوری ثابت ہوئی ہو دونوں صورتوں میں حد جاری کرنے کے لئے مال کے مالک کا حاضر ہونا بھی ضروری ہے اور حد کے مطالبہ کرنا بھی ضروری ہے۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے کے مال میں جرم اس وقت ثابت ہوتا ہے جب وہ قاضی کے پاس شکایت کرے، اس لئے اقرار اور گواہی دونوں صورتوں میں مالک کا مقدمہ کرنا ضروری ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چور نے خود چوری کا اقرار کیا ہو تو اس صورت میں حد لگانے کے لئے مالک کا حاضر ہونا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ : (۲۶۹۷) ایسے ہی اگر مالک حد لگاتے وقت غائب ہو جائے تو حد نہیں لگائی جائے گی۔

تشریح : نالش کرتے وقت اور حد کا فیصلہ ہوتے وقت مالک موجود تھا، لیکن حد جاری کرتے وقت مالک ماجود نہیں تھا تب بھی حد نہیں لگائی جائے گی، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مالک چور کو اب معاف کردیا ہو، اور پہلے گزرا کہ چور کو معاف کردے تو حد ساقط ہو جاتی ہے، اس لئے حد لگاتے وقت بھی مالک کا حاضر رہنا ضروری ہے۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ حد کے باب میں حد وصول کرنا بھی فیصلے کا ایک حصہ ہے۔

(۲۶۹۸) وَلِلْمُسْتَوْدَعِ وَالْغَاصِبِ وَصَاحِبِ الرِّبَا أَنْ يَقْطَعُوا السَّارِقَ مِنْهُمْ وَلِرَبِّ الْوَدِيعَةِ أَنْ يَقْطَعَهُ أَيْضًا، وَكَذَا الْمَغْصُوبُ مِنْهُ ١ه وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ: لَا يُقْطَعُ بِخُصُومَةِ الْغَاصِبِ وَالْمُسْتَوْدَعِ، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ الْمُسْتَعِيرُ وَالْمُسْتَأْجِرُ وَالْمُضَارِبُ وَالْمُسْتَبْضِعُ وَالْقَابِضُ عَلٰى سَوْمِ الشِّرَاءِ وَالْمُرْتَهِنُ وَكُلُّ مَنْ لَهُ يَدٌ حَافِظَةٌ سِوَى الْمَالِكِ، وَيُقْطَعُ بِخُصُومَةِ الْمَالِكِ فِي السَّرِقَةِ مِنْ هَؤُلَاءِ،

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ حد لگانا بھی فیصلے کا ایک حصہ ہے، اس لئے جس طرح فیصلے کے وقت مالک کا حاضر رہنا ضروری ہے اسی طرح حد کے لگتے وقت بھی مالک کا حاضر رہنا ضروری ہے۔

ترجمہ: (۲۶۹۸) امانت رکھنے والا، اور غصب کرنے والا، اور سود پر لینے والے سے چور نے چرایا تو ان کو بھی حق ہے کہ چور کا ہاتھ کٹوا دے، اور امانت کے مالک کو بھی حق ہے کہ چور کا ہاتھ کٹوا دے، اور جس سے غصب کیا [یعنی اصل مالک] کو بھی حق ہے کہ چور کا ہاتھ کٹوا دے۔

ترجمہ: ١ه امام زفر اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ غاصب اور امانت رکھنے والے کی نالش سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اور اسی اختلاف پر ہے مانگ کر لینے والا، اجرت پر لینے والا، مضاربت پر لینے والا، اور احسان کے طور پر لینے والا، اور بھاؤ کے لئے قبضہ کرنے والا، اور رہن پر رکھنے والا، اور مالک کے علاوہ جس کا بھی قبضہ ہے [وہ نالش کرسکتا ہے یا نہیں، اور ہاتھ کٹوا سکتا ہے یا نہیں] اگر ان نو آدمیوں سے چرایا ہو تو خود مالک بھی نالش کرسکتا ہے اور ہاتھ کٹوا سکتا ہے

تشریح: یہاں بارہ مسئلے کو گھسایا ہے، اس لئے ہر ایک کو غور سے سمجھیں۔ یہاں اصول یہ ہے کہ اصل مالک کو حق ہوتا ہے کہ چوری کا مقدمہ کرے، اور مال کو واپس کرنے کا مطالبہ کرے، اور ہاتھ کاٹنے کا بھی مطالبہ کرے، تو کیا ان نو آدمیوں کو بھی [۱] نالش کرنے کا، [۲] اور مال کو واپس کرنے کا، [۳] اور ہاتھ کٹوانے کا حق ہوگا یا نہیں۔ کیونکہ اوپر مسئلے میں کہا کہ ہاتھ کٹتے وقت مالک کا حاضر ہونا ضروری ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے کہ یہاں اصل مالک کو بھی ہاتھ کٹوانے کا حق ہے، اور ان نو آدمیوں کو بھی نالش کرنے کا، اور ہاتھ کٹوانے کا حق ہے، جس کے پاس یہ مال ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صرف مالک کو ہاتھ کٹوانے کا حق ہے، باقی ان نو آدمیوں کو نہ نالش کرنے کا حق، اور نہ ہاتھ کٹوانے کا حق ہے۔

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ ان نو آدمیوں کو مال واپس کرنے کے لئے نالش کرنے کا حق ہے، ہاتھ کٹوانے کا حق نہیں ہے۔

لغت: مستودع: ودیعۃ سے مشتق ہے، جس کے پاس امانت رکھا ہو۔ صاحب ربو: یہاں سود کی شکل یہ ہے کہ زید نے عمر

۲ إلَّا أَنَّ الرَّاهِنَ إنَّمَا يُقْطَعُ بِخُصُومَتِهِ حَالَ قِيَامِ الرَّهْنِ بَعْدَ قَضَاءِ الدَّيْنِ لِأَنَّهُ لَاحَقَّ لَهُ فِي الْمُطَالَبَةِ بِالْعَيْنِ بِدُونِهِ. ۳ وَالشَّافِعِيُّ بَنَاهُ عَلٰى أَصْلِهِ أَنْ لَاخُصُومَةَ لِهَؤُلَاءِ فِي الِاسْتِرْدَادِعِنْدَهُ. ۴ وَزُفَرُ يَقُولُ: وِلَايَةُ الْخُصُومَةِ فِي حَقِّ الِاسْتِرْدَادِ ضَرُورَةُ الْحِفْظِ فَلَا تَظْهَرُ فِي حَقِّ الْقَطْعِ لِأَنَّ فِيهِ تَفْوِيتَ الصِّيَانَةِ.

کے ہاتھ میں دس درہم کو بیس درہم کے بدلے بیچا، اوراس بیس درہم پر قبضہ کرلیا تو یہ سود کی شکل ہوئی، اور بیس درہم عمر کا ہے، اب زید سے بیس درہم چرالیا تو زید کو نالش کرنے کا اور ہاتھ کٹوانے کا حق ہوگا یا نہیں۔ رب الودیعۃ: جسکی امانت ہے، یعنی اصل مالک، کو کٹوانے کا حق ہوگا یا نہیں۔ مغصوب منہ: جس سے غصب کیا، یعنی اصل مالک۔ مستعیر: عارت پر لینے والا، مانگ کر لینے والا۔ مستاجر: اجرت پر لینے والا۔ مضارب: مال زید کا ہو اور کام عمر کرے، اور نفع آدھا آدھا ہو تو ایسی تجارت کو مضاربت کہتے ہیں، اور جو کام کررہا ہے، اوراس کے پاس زید کا مال ہے اس کو مضارب کہتے ہیں، اس مضارب کے پاس سے مال چوری ہوگئی تو مضارب نالش کرسکتا ہے یا نہیں۔ مستبضع: بضاعۃ سے مشتق ہے، کسی کا مال احسان کے طور پر لیا، اوراس کو تجارت پر لگایا۔ احسان کے طور مال لینے والے کو مستبضع، کہتے ہیں۔ قابض علی سوم الشراء؛ زید نے عمر کا کپڑا بھاؤ کرنے کے لئے لیا تو زید کو قابض علی سوم الشراء، کہتے ہیں، اب زید سے کپڑا چوری ہوگیا تو زید نالش کرسکتا ہے، اور ہاتھ کٹوا سکتا ہے یا نہیں۔ مرتہن: زید نے عمر سے بیس درہم لئے، اوراس کے بدلے میں عمر کے پاس بیل گروی رکھا، اب عمر[مرتہن] سے بیل چوری ہوگیا، تو عمر نالش کرسکتا ہے یا نہیں، اور چور کا ہاتھ کٹوا سکتا ہے یا نہیں۔ یہاں زید راہن ہے، اور عمر مرتہن ہے۔

ترجمہ :۲ یہ اور بات ہے کہ راہن اس وقت نالش کر کے کٹوا سکتا ہے جبکہ قرض ادا کرنے کے بعد رہن کا معاملہ قائم ہو، اس لئے کہ قرض ادا کئے بغیر راہن کو شیء مرہون کے مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے۔

تشریح : یہاں ایک اور چیز بیان کررہے ہیں۔ مرتہن کے پاس سے شیء مرہون چوری ہوگئی تو راہن اس وقت نالش کرسکتا ہے جب مرتہن کا قرض ادا کرچکا ہو اور ابھی تک رہن کا معاملہ قائم ہو، کیونکہ قرض ادا کرنے سے پہلے شیء مرہون کا مطالبہ نہیں کرسکتا، اس لئے قاضی کے پاس اس کے واپس کرنے کا مطالبہ بھی نہیں کرسکتا۔

ترجمہ :۳ امام شافعیؒ اپنے اصل قاعدے پر گئے، ان کے یہاں ان نو لوگوں کو نالش کرنے کا بھی حق نہیں ہے۔

تشریح : امام شافعیؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ یہ نو لوگ جو مال کا مالک نہیں ہیں، انکو چوری کا مال واپس کرنے کے لئے قاضی کے پاس نالش کرنے کا بھی حق نہیں ہے، کیونکہ یہ لوگ مال کا مالک نہیں ہیں۔

ترجمہ :۴ اور زفرؒ فرماتے ہیں کہ مال واپس کرنے کے لئے ان نو لوگوں کو نالش کرنے کا حق ہے، کیونکہ ان کو مال کی حفاظت کرنا ہے، لیکن اس کی وجہ سے ہاتھ نہیں کٹوا سکتا، کیونکہ اس کٹوانے سے حفاظت کرنا فوت ہوجائے گا۔

۵ وَلَنَا أَنَّ السَّرِقَةَ مُوجِبَةٌ لِلْقَطْعِ فِيْ نَفْسِهَا،وَقَدْظَهَرَتْ عِنْدَ الْقَاضِي بِحُجَّةٍ شَرْعِيَّةٍ وَهِيَ شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ عَقِيبَ خُصُومَةٍ مُعْتَبَرَةٍ مُطْلَقًا إِذِالاعْتِبَارُ لِحَاجَتِهِمْ إِلَى الاسْتِرْدَادِ فَيَسْتَوْفِيْ الْقَطْعَ . ۶ وَالْمَقْصُودُ مِنَ الْخُصُومَةِ إِحْيَاءُ حَقِّهِ ۷ وَسُقُوطُ الْعِصْمَةِ ضَرُورَةُ الاسْتِيفَاءِ فَلَمْ يُعْتَبَرْ، ۸ وَلَا مُعْتَبَرَ بِشُبْهَةٍ مَوْهُومَةِ الاعْتِرَاضِ كَمَا إِذَا حَضَرَ الْمَالِكُ وَغَابَ الْمُؤْتَمَنُ فَإِنَّهُ يُقْطَعُ بِخُصُومَتِهِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَإِنْ كَانَتْ شُبْهَةُ الْإِذْنِ فِيْ دُخُولِ الْحِرْزِ ثَابِتَةً.

تشریح :امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ ان نولوگوں کو مال کی حفاظت کرنا ہے اس لئے ان کو مال واپس لینے کے لئے نالش کرنے کا حق ہے،لیکن ہاتھ کٹوانے کا حق نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ ہاتھ کٹے گا،اور مال چور کے پاس ضائع ہوگیا تو وہ واپس نہیں ملے گا، اس لئے ہاتھ کٹوانے کا اختیار نہیں ملے گا۔

لغت :استرداد: رد سے مشتق ہے، واپس لینا۔تفویت الصیانۃ : مال کو محفوظ ہوکر لوٹنا فوت ہوجائے گا۔

ترجمہ :۵ ہماری دلیل یہ ہے کہ چوری خود ہاتھ کٹنے کا سبب ہے، کیونکہ قاضی کے پاس حجت شرعیہ یعنی دو گواہوں کے ذریعہ چوری ثابت ہوئی ہے اور معتبر نالش بھی ہوئی ہے، کیونکہ ان نولوگوں کو مال واپس کرنے کے لئے نالش کرنے کا حق تھا، اس لئے ہاتھ کاٹنا بھی ہوجائے گا۔

تشریح :ہماری دلیل یہ ہے کہ ان نولوگوں کو مال واپس لینے کے لئے قاضی کے پاس نالش کرنے کا حق تھا،اس لئے دو گواہوں کے ذریعہ سے چوری ثابت ہوئی،اور چوری ثابت ہونا خود ہی ہاتھ کٹنے کا سبب ہے اس لئے چور کا ہاتھ کٹا۔

ترجمہ :۶ اور نو آدمیوں کے نالش کا مقصد مالک کے حق کو زندہ کرنا ہے۔

تشریح :یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے کہ ان نو آدمیوں کا مقصد ہاتھ کٹوانا نہیں ہے، بلکہ مالک کے مال کو واپس لانا،اور اس کے حق کو زندہ کرنا ہے،اب چوری کے ثابت ہونے کی وجہ سے خود ہی کاٹ جائے تو کیا کیا جائے۔

ترجمہ :۷ اور مال کی حفاظت ساقط ہوگئی یہ مال وصول کرنے کی ضرورت میں سے ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہے۔

لغت :صیانۃ: یہ ایک محارہ ہے، مال محفوظ رہے،اور حفاظت کے ساتھ مالک کو مل جائے،اس کو صیانت، کہتے ہیں

تشریح :یہ امام زفرؒ کو جواب ہے، کہ یہ نو آدمی ہاتھ کٹوائے گا تو مال کی حفاظت ختم ہوجائے گی،اور مالک کو وہ مال نہیں ملے گا ،اس کا جواب دے رہے ہیں کہ،نو آدمیوں کا مقصد صیانت ختم کرنا نہیں ہے، بلکہ مال واپس لینا ہے اب اس کے تحت میں صیانت ختم ہوجائے تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ :۸ اور وہمی شبہ کا اعتبار نہیں ہے، جیسے مالک حاضر ہوگیا اور امانت رکھنے والا غائب ہوگیا تو ظاہر روایت میں مالک

(۲٦۹۹) وَإِنْ قُطِعَ سَارِقٌ بِسَرِقَةٍ فَسُرِقَتْ مِنْهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَا لِرَبِّ السَّرِقَةِ أَنْ يَقْطَعَ السَّارِقَ الثَّانِي ١ لِأَنَّ الْمَالَ غَيْرُ مُتَقَوِّمٍ فِي حَقِّ السَّارِقِ حَتّٰى لَا يَجِبَ عَلَيْهِ الضَّمَانُ بِالْهَلَاكِ فَلَمْ تَنْعَقِدْ مُوجِبَةً فِي نَفْسِهَا، ٢ وَلِلْأَوَّلِ وِلَايَةُ الْخُصُومَةِ فِي الِاسْتِرْدَادِ فِي رِوَايَةٍ لِحَاجَتِهِ إِذْ الرَّدُّ وَاجِبٌ عَلَيْهِ.

کی نالش سے کاٹا جائے گا، اگر چہ یہ شبہ ہے کہ محفوظ جگہ میں خود امانت رکھنے والے نے چور کو جانے کی اجازت دی ہو۔

تشریح :امانت رکھنے والے کے پاس مال تھا اور وہیں سے چوری ہوا، اب امانت رکھنے والا غائب ہو گیا، اور اصل مالک آ گیا تو اصل مالک کی نالش پر ہاتھ کاٹا جائے گا، حالانکہ یہاں یہ شبہ ہے کہ امانت رکھنے والے نے ہی چور کو محفوظ جگہ پر جانے کی اجازت دی ہو، لیکن اس کے باوجود اس وہم کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے، اور مالک کی نالش سے چور کا ہاتھ کٹتا ہے۔

ترجمہ :(۲٦۹۹) اگر چوری کی وجہ سے چور کا ہاتھ کاٹا گیا، پھر اس چور سے بھی کسی اور نے چرا لیا تو پہلے چور کو اور اصل مالک کو حق نہیں ہے کہ دوسرے چور کا ہاتھ کٹوائے۔

ترجمہ :١ اس لئے کہ دوسرے چور کے حق میں مال متقوم نہیں رہا، یہی وجہ ہے کہ ہلاک ہو جائے تو پہلے چور پر اس کا ضمان لازم نہیں ہے، اس لئے ہاتھ کٹنے کا سبب منعقد نہیں ہوا۔

اصول : قاعدہ یہ ہے کہ جس مال کی وجہ سے چور کا ہاتھ کاٹا گیا وہ مال موجود ہو تو مالک کو دلوایا جاتا ہے، اور اگر موجود نہ ہو تو چور پر اس کی قیمت لازم نہیں ہے، اس لئے یہ مال غیر متقوم، یعنی غیر قیمتی ہو گیا، اس لئے اس مال کو دوسرے چور نے چرایا تو اس کی وجہ سے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح: زید نے عمر کا بیل چوری کی جسکی وجہ سے زید کا ہاتھ کاٹا گیا، اب خالد نے اس بیل کو چرا لیا تو نہ مالک خالد کا ہاتھ کٹوا سکے گا، اور نہ پہلا چور خالد کا ہاتھ کٹوا سکے گا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ہاتھ کٹنے کی وجہ سے یہ مال غیر متقوم ہو گیا، کیونکہ اس کے ہلاک ہونے پر پہلے چور پر ضمان نہیں ہے، اس لئے غیر متقوم چیز کی چوری سے دوسرے چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :٢ ایک روایت میں ہے کہ پہلے چور کو مال واپس کرنے کے لئے نالش کرنے کا حق ہے، کیونکہ اس پر واجب ہے کہ مال مالک کی طرف واپس کرے۔

تشریح : پہلا چور دوسرے چور کا ہاتھ تو نہیں کٹوا سکتا، لیکن مال کو واپس لینے کے لئے قاضی کے پاس نالش کر سکتا ہے، کیونکہ جب تک مال موجود ہے اس پر لازم ہے کہ اس مال کو اصل مالک کی طرف واپس کرے۔

(٢٧٠٠) وَلَوْ سَرَقَ الثَّانِي قَبْلَ أَنْ يُقْطَعَ الْأَوَّلُ أَوْ بَعْدَ مَا دُرِءَ الْحَدُّ بِشُبْهَةٍ يُقْطَعُ بِخُصُومَةِ الْأَوَّلِ ١ؕ لِأَنَّ سُقُوطَ التَّقَوُّمِ ضَرُورَةُ الْقَطْعِ وَلَمْ يُوجَدْ فَصَارَ كَالْغَاصِبِ

(٢٧٠١) وَمَنْ سَرَقَ سَرِقَةً فَرَدَّهَا عَلَى الْمَالِكِ قَبْلَ الارْتِفَاعِ إِلَى الْحَاكِمِ لَمْ يُقْطَعْ. ١ؕ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يُقْطَعُ اعْتِبَارًا بِمَا إِذَا رَدَّهُ بَعْدَ الْمُرَافَعَةِ. ٢ؕ وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ الْخُصُومَةَ شَرْطٌ لِظُهُورِ السَّرِقَةِ، لِأَنَّ الْبَيِّنَةَ إِنَّمَا جُعِلَتْ حُجَّةً ضَرُورَةِ قَطْعِ الْمُنَازَعَةِ وَقَدْ انْقَطَعَتْ الْخُصُومَةُ،

ترجمہ :(٢٧٠٠) پہلے چور کا ابھی ہاتھ نہیں کٹا تھا، یا شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہوگئی اور دوسرے چور نے چرا لیا تو پہلے چور کی نالش سے دوسرے چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:١ؕ کیونکہ ہاتھ کے کٹنے کی وجہ سے مال کی قیمت ختم ہوتی ہے اور وہ پایا نہیں گیا [اس لئے ہاتھ کٹے گا،] جیسے پہلا چور مال غصب کرتا، اور اس مال کو کوئی چرا لیجاتا تو اس کا ہاتھ کٹتا ہے۔

تشریح : پہلے چور کا ہاتھ کٹتا تب چوری کا مال غیر متقوم ہوتا، یہاں ابھی ہاتھ نہیں کٹا ہے، یا کسی شبہ کی وجہ سے ہاتھ کٹنا ساقط ہوگیا، اس لئے یہ مال غیر متقوم نہیں ہوا اس لئے اس مال کو دوسرا چور چرائے گا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

لغت :تقوم: جس مال کی قیمت ہو، جس مال کا ضمان لازم ہوتا ہو۔ غیر متقوم: جس مال کا ضمان لازم نہیں ہوتا ہو۔

ترجمہ :(٢٧٠١) کسی نے چوری کی اور حاکم کے پاس نالش کرنے سے پہلے چور نے مال مالک کو واپس کر دیا تو نہیں کاٹا جائے گا۔

اصول:ہاتھ کٹنے کے لئے ضروری ہے کہ فیصلے تک مقدمہ موجود ہو، پس اگر فیصلے سے پہلے پہلے مقدمہ ختم ہوگیا تو ہاتھ نہیں کٹے گا۔

تشریح : زید نے عمر کا مال چرایا، لیکن حاکم کے پاس نالش سے پہلے ہی زید نے مال عمر کو واپس کر دیا تو اب مقدمہ ہی نہیں رہا اس لئے ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :١ؕ امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت ہے کہ ہاتھ کاٹا جائے گا جیسے نالش کرنے کے بعد مال واپس کرتا۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ :٢ؕ ظاہری روایت کی وجہ یہ ہے کہ چوری ظاہر کرنے کے لئے نالش ضروری ہے، اس لئے کہ جھگڑا کو ختم کرنے کے لئے گواہی کو حجت بنایا، اور مال واپس کرنے کی وجہ سے جھگڑا ختم ہوگیا [اس لئے اب ہاتھ کٹنے کا فیصلہ بھی نہیں ہوگا]

تشریح :ہاتھ کٹنے کے فیصلے کے لئے مقدمہ ضروری ہے، اور مال واپس کر دیا تو اب جھگڑا ہی ختم ہوگیا اس لئے نہ مقدمہ ہوگا اور نہ ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ ہوگا۔

۳؎ بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْمُرَافَعَةِ لِانْتِهَاءِ الْخُصُومَةِ لِحُصُولِ مَقْصُودِهَا فَتَبْقَى تَقْدِيرًا.

(۲۷۰۲) وَإِذَا قُضِيَ عَلَى رَجُلٍ بِالْقَطْعِ فِي سَرِقَةٍ فَوُهِبَتْ لَهُ لَمْ يُقْطَعْ ۱؎ مَعْنَاهُ إِذَا سُلِّمَتْ إِلَيْهِ

(۲۷۰۳) وَكَذٰلِكَ إِذَا بَاعَهَا الْمَالِكُ إِيَّاهُ

ترجمہ: ۳؎ بخلاف اگر نالش کرنے کے بعد چور نے مال واپس کیا، تو مقصود حاصل کرنے کے لئے ابھی نالش باقی ہے، تو تقدیرا جھگڑا ابھی باقی ہے اس لئے ہاتھ کٹنے کا فیصلہ ہوگا۔

تشریح: نالش کرنے کے بعد چور نے مال واپس کیا تو اب نالش اور مضبوط ہوگئی اس لئے فیصلہ بھی ہوگا اور ہاتھ بھی کاٹا جائے گا۔

لغت: لانتہاء الخصومۃ: یہاں انتہاء کا ترجمہ ہے اور مضبوط ہو جانا۔ فتبقی تقدیرا: اندرونی اعتبار سے خصومت اور جھگڑا باقی ہے۔

ترجمہ (۲۷۰۲) کسی آدمی پر چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ ہوا پس مالک نے وہ مال چور کو ہبہ کر دیا تو اب ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح: ہاتھ کٹنے سے پہلے مالک نے وہ مال چور کو ہبہ کر دیا اور وہ مال کسی نہ کسی طرح سے چور کا ہو گیا یا تو اب ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ: (۱) ہاتھ کا کٹنا، اور حد جاری کرنا بھی فیصلے کا حصہ ہے اس لئے حد جاری ہونے سے پہلے پہلے چور ہبہ کے ذریعہ اس چیز کا مالک بن گیا تو اب ملکیت کا شبہ پیدا ہو گیا اور پہلے گزر چکا ہے کہ چور کا حصہ ہو جائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (۲) اوپر والی حدیث میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس لانے سے پہلے اس کو چور کے ہاتھ بیچ دیتا یا ہبہ کر دیتا تو ہاتھ نہ کٹتا۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ فاتیتہ فقلت اتقطعہ من اجل ثلاثین درھما؟ انا ابیعہ و انسئہ ثمنھا قال فھلا کان ھذا قبل ان تاتینی بہ (ابوداؤد شریف، باب فیمن سرق من حرز ص ۲۵۵ نمبر ۴۳۹۴ رنسائی شریف ما یکون حرزا و مالا یکون ص ۶۷۳ نمبر ۴۸۸۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیچ دیا یا ہبہ کر دیا تو چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور نسائی شریف کی دوسری روایت میں یہ جملہ بھی ہے۔ یا رسول اللہ قد تجاوزت عنہ جس سے معلوم ہوا کہ معاف کر دیا تب بھی چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ ہبہ کرنے کے بعد مال چور کو دے بھی دیا۔

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ صرف زبان سے ہبہ کرنے سے ہبہ مکمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے بعد اس پر موہوب لہ کو قبضہ دے دے تب ہبہ مکمل ہوتا ہے، اس لئے اس عبارت میں یہ بتا رہے ہیں کہ مالک مال پر چور کو قبضہ دے، تب ہبہ مکمل ہوگا۔

ترجمہ: (۲۷۰۳) ایسے ہی مالک چور کے پاس اس مال کو بیچ دے [تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح: چوری کے معاملے میں تین مراحل ہیں [۱] نالش سے پہلے [۲] نالش کے بعد فیصلے سے پہلے [۳] ہاتھ کٹنے کے

۱؎ وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ: يُقْطَعُ، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ، لِأَنَّ السَّرِقَةَ قَدْ تَمَّتْ انْعِقَادًا وَظُهُورًا، وَبِهَذَا الْعَارِضِ لَمْ يَتَبَيَّنْ قِيَامُ الْمِلْكِ وَقْتَ السَّرِقَةِ فَلَا شُبْهَةَ.

فیصلے کے بعد، لیکن حد جاری کرنے سے پہلے۔

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ فیصلے کے بعد، اور ہاتھ کٹنے سے پہلے پہلے بھی چور اس چیز کو خرید کر مالک بن جائے تو اب ہاتھ نہیں کٹے گا، کیونکہ قاعدہ گزر گیا کہ چور مسروقہ چیز کا مالک بن جائے تو اس کا ہاتھ نہیں کٹتا ہے۔

اصول: امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ فیصلے کے بعد اور ہاتھ کٹنے سے پہلے چور اس چیز کا مالک بن جائے تو چور کا ہاتھ کٹے گا، کیونکہ فیصلہ ہو چکا ہے، اور چور چوری کرتے وقت اس چیز کا مالک نہیں تھا۔

ترجمہ: ۱؎ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ ہاتھ کاٹا جائے گا، اس لئے کہ چوری پوری ہو گئی ہے اور گواہوں کے ذریعہ ظاہر بھی ہو چکی ہے۔ اور اس ملکیت کی وجہ سے چوری کے وقت مالک نہیں بنے گا، تو ملکیت کا شبہ نہیں ہوا۔

تشریح: امام زفرؒ اور امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہی ہے کہ ہاتھ کاٹنے سے پہلے پہلے چاہے خرید اراس چیز کا مالک بن جائے تب بھی اس کا ہاتھ کٹے گا۔

وجہ: (۱) چوری ہوئی بھی ہے، اور گواہوں کے ذریعہ چوری ظاہر بھی ہو چکی ہے، اور فیصلہ بھی ہو چکا ہے اس لئے اس کا ہاتھ کٹے گا۔ (۲) حدیث صفوان میں حضورؐ کے فیصلے کے بعد بیچنے کی خواہش ظاہر کی یا معاف کرنے کی خواہش ظاہر کی تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس آنے سے پہلے اور فیصلے سے پہلے یہ سب کرنا چاہئے تب حد ساقط ہوتی فیصلے کے بعد ساقط نہیں ہوگی۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **قال فاتیته فقلت اتقطعه من اجل ثلاثین درهما؟ انا ابیعه و انسئه ثمنها قال فهلا کان هذا قبل ان تاتینی به** (ابوداؤد شریف، باب فیمن سرق من حرز ص ۲۵۵ نمبر ۴۳۹۴ رنسائی شریف ما یکون حرزا و مالا یکون ص ۶۷۳ نمبر ۴۸۸۷) اس حدیث میں ہے میرے پاس لانے سے پہلے کیوں ایسا نہ کر لیا تو معاف ہو جاتا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ فیصلہ کرنے کے بعد تو کاٹا جائے گا۔ (۳) اور دوسری حدیث میں ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹا۔ **عن صفوان بن امیه ..... فقطعه رسول الله** ﷺ (نسائی شریف باب الرجل یتجاوز للسارق عن سرقته، ص ۶۷۲، نمبر ۴۸۸۲)

لغت: انعقادا: یہ محاورہ ہے، چوری منعقد ہوئی، یعنی اس نے چوری حقیقت میں کی ہے۔ ظهورا: گواہوں کے ذریعہ یہ چوری ظاہر ہوئی ہے۔ بهذا العارض: اس عارض سے یعنی بیچ دینے اور ہبہ کرنے کی وجہ سے۔ لم یتبین قیام الملک وقت السرقة: چور کے ہاتھ میں بیچنے کی وجہ سے ہاتھ کٹنے سے پہلے پہلے چور مالک بنا، چوری کرتے وقت مالک نہیں بنا، اس لئے ہاتھ تو کٹنا ہی چاہئے۔

٢ وَلَنَا أَنَّ الْإِمْضَاءَ مِنْ الْقَضَاءِ فِي هٰذَا الْبَابِ لِوُقُوعِ الِاسْتِغْنَاءِ عَنْهُ بِالِاسْتِيفَاءِ، إذْ الْقَضَاءُ لِلْإِظْهَارِ وَالْقَطْعُ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ ظَاهِرٌ عِنْدَهُ، وَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ يُشْتَرَطُ قِيَامُ الْخُصُومَةِ عِنْدَ الِاسْتِيفَاءِ وَصَارَ كَمَا إذَا مَلَكَهَا مِنْهُ قَبْلَ الْقَضَاءِ.

(۲۷۰۴) قَالَ وَكَذَا إذَا نَقَصَتْ قِيمَتُهَا مِنْ النِّصَابِ ١ يَعْنِي قَبْلَ الِاسْتِيفَاءِ بَعْدَ الْقَضَاءِ. ٢ وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يُقْطَعُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ اعْتِبَارًا بِالنُّقْصَانِ فِي الْعَيْنِ.

ترجمہ: ٢ ہماری دلیل یہ ہے کہ حد جاری کرنے کے باب میں ہاتھ کاٹنا بھی فیصلے کا حصہ ہے، کیونکہ وصول کرنے کی وجہ سے فیصلے سے بے نیاز ہے، اس لئے کہ فیصلہ اظہار کے لئے ہوتا ہے اور کاٹنا اللہ تعالی کا حق ہے، اور وہ کاٹتے وقت ظاہر ہوتا ہے، اور جب بات یہ ہے تو کاٹتے وقت تک جھگڑا قائم رہنا ضروری ہے۔ ایسا ہو گیا کہ فیصلے سے پہلے ہی چور مالک بن گیا۔

تشریح: مصنف نے یہاں خالص محاورہ استعمال کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ہاتھ کٹتے وقت تک قضاء ہے، کیونکہ ہاتھ کٹنے سے پہلے قضاء کا کوئی معنی نہیں ہے، اور ہاتھ کٹنے سے پہلے چور چیز کا مالک بنا تو گویا کہ قاضی کے فیصلے سے پہلے چور مالک بن گیا، اور قاضی کے فیصلے سے پہلے مالک بن جائے تو ہاتھ نہیں کٹتا ہے، اس لئے یہاں بھی ہاتھ نہیں کٹے گا۔

ترجمہ: (۲۷۰۴) اگر فیصلے کے بعد اور ہاتھ کاٹنے سے پہلے قیمت نصاب سے کم ہو جائے تو اسی طرح ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح: چوری کرتے وقت چیز کی قیمت نصاب سے زیادہ تھی، لیکن فیصلے کے بعد اور ہاتھ کاٹنے سے پہلے اس کی قیمت نصاب یعنی دس درہم سے کم ہو گئی تب بھی چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ: (۱) دلیل عقلی یہ ہے کہ ہاتھ کا کٹنا فیصلے کا حصہ ہے، اس لئے ہاتھ کے کٹنے تک پورا نصاب رہنا چاہئے، اور یہاں ہاتھ کے کٹنے سے پہلے نصاب سے کم ہو گیا ہے اس لئے ہاتھ نہیں کٹے گا۔ (۲) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ایمن قال لم تقطع الید فی زمان رسول اللہ ﷺ الا فی مجن و قیمته یومئذ دینار** (سنن للبیہقی، باب اختلاف الناقلین فی ثمن المجن ج ثامن ص ۴۴۸ نمبر ۱۷۱۷۴ / ابو داؤد شریف،، باب ما یقطع فیہ السارق ص ۲۵۴ نمبر ۴۳۸۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نصاب سے قیمت کم ہو جائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: ٢ امام محمد سے ایک روایت ہے اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، وہ قیاس کرتے ہیں خود چوری کے عین میں کوئی نقصان ہو جائے اور نصاب سے کم ہو جائے۔

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ مثلا دس درہم چرایا اور ہاتھ کٹتے وقت ایک درہم گم ہو گیا تب بھی ہاتھ کٹتا ہے، اسی طرح اس کی قیمت نصاب سے کم ہو گئی تب بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

۳؎ وَلَنَا أَنَّ كَمَالَ النِّصَابِ لَمَّا كَانَ شَرْطًا يُشْتَرَطُ قِيَامُهُ عِنْدَ الْإِمْضَاءِ لِمَا ذَكَرْنَا، ۴؎ بِخِلَافِ النُّقْصَانِ فِي الْعَيْنِ لِأَنَّهُ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ فَكَمُلَ النِّصَابُ عَيْنًا وَدَيْنًا، كَمَا إِذَا اسْتُهْلِكَ كُلُّهُ، ۵؎ أَمَّا نُقْصَانُ السِّعْرِ فَغَيْرُ مَضْمُونٍ فَافْتَرَقَا.

وجه:اصل بات یہ ہے کہ فیصلہ کرنے کے بعد چاہے چیز کی قیمت نصاب سے کم ہوجائے تب بھی امام شافعیؒ کے یہاں کٹے گا، کیونکہ فیصلہ ہو چکا ہے۔

ترجمہ :۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ ہاتھ کٹتے وقت بھی نصاب ہونا ضروری ہے،اس دلیل کی بناء پر جو ہم نے پہلے کہا۔کہ ہاتھ کا کٹنا بھی فیصلے کا حصہ ہے۔

تشریح :ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہاتھ کا کٹنا بھی فیصلے کا حصہ ہے،اس لئے ہاتھ کے کٹنے تک نصاب مکمل ہونا چاہئے، اور یہاں ہاتھ کٹنے سے پہلے نصاب سے کم ہو چکا ہے اس لئے ہاتھ نہیں کٹے گا۔

ترجمہ :۴؎ عین چوری کی چیز میں نقصان ہوجائے یہ پہلے کے خلاف ہے، کیونکہ جو نقصان ہوہے اس کا ضمان خود چور پر ہے،اس لئے کچھ ضمان سے اور کچھ عین چیز سے نصاب پورا کر دیا جائے گا،جیسے پوری عین چیز ہلاک ہو جائے تب بھی ہاتھ کٹتا ہے،اسی طرح یہاں بھی کٹے گا۔

تشریح:یہ جملہ امام شافعیؒ کو جواب ہے،مثلا چور نے دس درہم چرایا تھا،ہاتھ کٹنے سے پہلے ایک درہم گم ہو گیا اور عین درہم میں نقصان ہو گیا، پھر بھی ہاتھ کٹتا ہے،اس کا جواب دیا رہا ہے کہ یہ جو ایک درہم گم ہوا ہے اس کا ضمان چور پر ہے،اس لئے نو درہم جو عین ہے، وہ اور ایک درہم جو چور پر لازم ہے دونوں کو ملا کر نصاب پورا کر دیا جائے گا،اور ہاتھ کاٹا جائے گا،اس کی ایک مثال دیتے ہیں، جیسے چور سے پورے دس درم گم ہو جائے تو اس کا ہاتھ کٹتا ہے،اسی طرح ایک درہم گم ہو جائے تب بھی ہاتھ کٹے گا۔

لغت :لانہ مضمون علیہ:اس کا مطلب یہ ہے کہ جو درہم گم ہوا ہے اس کا ضمان چور پر ہے۔عینا: عین وہ درہم جو ابھی تک چور کے پاس ہے۔دینا: گم شدہ درہم،جس کا ضمان چور پر ہے۔

ترجمہ :۵؎ بہر حال بھاؤ کا کم ہونا،تو اس کی ذمہ داری چور کی نہیں ہے،اس لئے گم کرنے میں اور بھاؤ کے کم ہونے میں فرق ہو گیا۔

تشریح:چور نے جس بیل کو چرایا تھا اس کی قیمت دس درہم تھی،ہاتھ کے کٹنے سے پہلے بازار میں اس کی قیمت نو درہم ہو گئی ،تو یہ ایک درہم کا ضمان چور پر نہیں ہے، کیونکہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے،اس لئے اب اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا،اور چور نے ایک درہم گم کر دیا تو اس کی ذمہ داری چور پر ہے، کیونکہ اس نے گم کیا ہے اس لئے اس پر اس کا ضمان لازم ہوگا،اور چور

(۲۷۰۵) وَإِذَا ادَّعَى السَّارِقُ أَنَّ الْعَيْنَ الْمَسْرُوقَةَ مِلْكُهُ سَقَطَ الْقَطْعُ عَنْهُ وَإِنْ لَمْ يُقِمْ بَيِّنَةً ۱؎ مَعْنَاهُ بَعْدَمَا شَهِدَ الشَّاهِدَانِ بِالسَّرِقَةِ. ۲؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَسْقُطُ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوَى لِأَنَّهُ لَا يَعْجِزُ عَنْهُ سَارِقٌ فَيُؤَدِّي إِلَى سَدِّ بَابِ الْحَدِّ. ۳؎ وَلَنَا أَنَّ الشُّبْهَةَ دَارِئَةٌ وَتَتَحَقَّقُ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوَى لِلِاحْتِمَالِ،

کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ دونوں صورتوں میں یہ فرق ہے۔

ترجمہ :(۲۷۰۵) چوری شدہ چیز کے بارے میں چور نے دعوی کیا یہ اس کی چیز ہے تو کاٹنا ساقط ہو جائے گا، چاہے اس نے گواہ بھی پیش نہ کیا ہو۔

ترجمہ :۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ دو گواہ نے چوری کی گواہی دی اس کے بعد چور نے دعوی کیا کہ یہ چیز میری ہے۔

اصول : پہلے یہ تھا اس کی ملکیت ہوگئی تب ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اب یہ ہے کہ چور کی ملکیت کا شبہ بھی ہو تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ شبہ سے بھی حد ساقط ہو جاتی ہے۔

تشریح : دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے چوری کی ہے، اس کے بعد چور نے دعوی کیا کہ یہ چیز میری ہے، تو چاہے اس کی چیز ہونے پر گواہی پیش نہ بھی کی ہو، لیکن یہ شبہ ہو گیا کہ یہ چیز اس کی ہے اس لئے اب چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ اوپر گزرا کہ چوری کے مال میں چور کا حصہ ہو جائے یا حصے کا شبہ ہو جائے تب بھی نہیں کاٹا جائے گا۔ یہاں ملکیت کے دعوی کے بعد حصے کا شبہ ہو گیا اس لئے حد ساقط ہو جائے گی (۲) قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے کہ خریدنے کا صرف دعوی کیا تو حد ساقط ہو جائے گی۔ قال عطاءؒ ان وجدت سرقة مع رجل سوء یتهم فقال ابتعتها فلم ینفذ ممن ابتاعها منه او قال وجدتها لم یقطع ولم یعاقب (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۵۱ فی الرجل المتهم یوجد معه المتاع ج خامس ص ۵۵۰ نمبر ۲۸۹۱۳ رمصنف عبد الرزاق، باب التهمة ج تاسع ص ۵۰۸ نمبر ۱۹۱۶۶) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ خریدنے کا دعوی کرے پھر بھی حد ساقط ہو جائے گی۔ چاہے بینہ پیش نہ کیا ہو۔ کیونکہ اس اثر میں خریدنے پر بینہ پیش نہیں کیا پھر بھی حد ساقط ہوگئی۔

ترجمہ :۲؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ صرف دعوی سے حد ساقط نہیں ہوگی، کیونکہ کوئی بھی چور کم سے کم دعوے تو کر ہی دے گا، اس طرح تو حد کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ :۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ حد شبہ سے بھی ساقط ہو جاتی ہے اور محض دعوی سے شبہ کا احتمال تو ہے، اس لئے حد ساقط ہو جائے گی۔

۴ وَلا مُعْتَبَرَ بِمَا قَالَ بِدَلِيلِ صِحَّةِ الرُّجُوعِ بَعْدَ الْإِقْرَارِ.

(۲۷۰۶) وَإِذَا أَقَرَّ رَجُلَانِ بِسَرِقَةٍ ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا هُوَ مَالِي لَمْ يُقْطَعَا ۱ لِأَنَّ الرُّجُوعَ عَامِلٌ فِي حَقِّ الرَّاجِعِ وَمُورِثٌ لِلشُّبْهَةِ فِي حَقِّ الْآخَرِ، لِأَنَّ السَّرِقَةَ تَثْبُتُ بِإِقْرَارِهِمَا عَلَى الشَّرِكَةِ.

(۲۷۰۷) فَإِنْ سَرَقَا ثُمَّ غَابَ أَحَدُهُمَا وَشَهِدَ الشَّاهِدَانِ عَلَى سَرِقَتِهِمَا قُطِعَ الْآخَرُ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ الْآخِرِ وَهُوَ قَوْلُهُمَا،

تشریح :ہماری دلیل یہ ہے کہ جب چور نے اپنی ملکیت کا دعوی کر دیا تو ملکیت کا شبہ تو ہو گیا، اور حد اتنی سے شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔

ترجمہ :۴ امام شافعیؒ نے جو کہا اس کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ اقرار کے بعد رجوع کر لے تو اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے۔

تشریح :یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے۔ چور چوری کا اقرار کر لے پھر اس سے انکار کر دے تو یہ صورت جائز ہے، اسی طرح چور ملکیت کا دعوی کر لے تو یہ بھی جائز ہونا چاہئے۔

ترجمہ:(۲۷۰۶) دو آدمی چوری کا اقرار کرے پھر ایک دعوی کر لے کہ یہ میرا مال ہے تو دونوں کا ہی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :۱ اس لئے کہ رجوع کرنا رجوع کرنے والے کے حق عمل کرے گا اور دوسرے کے حق میں بھی شبہ پیدا کر دے گا، اس لئے کہ دونوں نے اقرار کیا ہے کہ دونوں کی شرکت میں چوری ہوئی ہے۔

اصول:چوری کا اقرار کرے، پھر اپنی ملکیت کا دعویٰ کرے دونوں سے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔

تشریح :یہاں دو آدمیوں نے اقرار کیا ہے کہ ایک ہی چوری دو آدمیوں کی شرکت میں ہوئی، پھر ایک آدمی دعوی کر لے کہ یہ میرا مال ہے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی، لیکن دوسرے کے بارے میں بھی شبہ پیدا ہو جائے گا کہ اس کی بھی ملک ہو اس لئے اس سے بھی حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ :(۲۷۰۷) دو آدمیوں نے چوری کی پھر ایک غائب ہو گیا اور دو گواہ نے ان دونوں کی چوری کرنے پر گواہی دی تو جو موجود ہے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ کا بھی یہی قول ہے۔

اصول :یہ مسئلہ اصول پر ہے کہ جو غائب ہو جاتا ہے گویا کہ وہ معدوم ہے، اس نے چوری ہی نہیں کی ہے، اس لئے جو موجود ہے اس پر حد جاری ہو جائے گی۔

تشریح :دو آدمیوں نے چوری کی پھر ایک آدمی غائب ہو گیا، اور جو موجود ہے اس پر چوری کی گواہی دی تو اس پر حد جاری ہو جائے گی، اور یہ وہم کہ جو غائب ہے ممکن ہے کہ وہ اپنی ملکیت کا دعوی کر دے اور جو موجود ہے اس سے بھی حد ساقط ہو جائے

۱؎ وَكَانَ يَقُولُ أَوَّلًا: لَا يُقْطَعُ، لِأَنَّهُ لَوْ حَضَرَ رُبَّمَا يَدَّعِي الشُّبْهَةَ. ۲؎ وَجْهُ قَوْلِهِ الْآخِرِ أَنَّ الْغَيْبَةَ تَمْنَعُ ثُبُوتَ السَّرِقَةِ عَلَى الْغَائِبِ فَيَبْقَى مَعْدُومًا وَالْمَعْدُومُ لَا يُورِثُ الشُّبْهَةَ وَلَا مُعْتَبَرَ بِتَوَهُّمِ حُدُوثِ الشُّبْهَةِ عَلَى مَا مَرَّ.

(۲۷۰۸) وَإِذَا أَقَرَّ الْعَبْدُ الْمَحْجُورُ عَلَيْهِ بِسَرِقَةِ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ بِعَيْنِهَا فَإِنَّهُ يُقْطَعُ وَتُرَدُّ السَّرِقَةُ إِلَى الْمَسْرُوقِ مِنْهُ ۱؎ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

، کیونکہ جو غائب ہے گویا کہ وہ معدوم ہے، یعنی وہ ہے ہی نہیں اس لئے موجود چور پر حد جاری کردی جائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اور امام ابو حنیفہؒ پہلے کہا کرتے تھے کہ جو موجود ہے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس لئے کہ جو غائب ہے وہ کوئی ایسا دعوی کردے جو موجود کی حد میں بھی شبہ پیدا کردے۔

تشریح: جو غائب ہے، ممکن ہے کہ وہ ملکیت کا دعوی کردے، جس سے موجود چور کی بھی ہاتھ کٹنا ساقط ہوجائے، یہ شبہ ہے اس لئے جب تک کہ غائب آدمی نہ آجائے موجود پر حد جاری نہ کی جائے۔

ترجمہ: ۲؎ دوسرے قول کی وجہ یہ ہے کہ جو غائب ہے اس پر چوری ہی ثابت نہیں ہوئی تو گویا کہ وہ ہے ہی نہیں، اور جو ہے ہی نہیں وہ شبہ پیدا نہیں کرتا۔

تشریح: دوسرے قول کی وجہ یہ ہے کہ جو غائب ہے وہ گویا کہ معدوم ہے اس لئے اس کے شبہ کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے جو موجود ہے اس پر حد جاری کردی جائے گی۔

ترجمہ: ۳؎ پہلے گزر چکا ہے کہ شبہ پیدا کرنے کا جو وہم ہے اس کا اعتبار نہیں ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۷۰۸) جس غلام کو آقا نے تجارت کرنے سے روک دیا ہو، اس نے متعین دس درہم کے چرانے کا اقرار کیا تو غلام کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اور یہ دس درہم اس کے مالک کو لوٹا دیا جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے۔

تشریح: یہاں سے مسئلہ نمبر ۲۷۰۹ تک ایک لمبی بحث ہے اور پیچیدہ ہے اس لئے اس بحث کو غور سے سمجھیں۔ جس غلام کو تجارت سے روک دیا گیا، اس نے اقرار کیا کہ اجنبی آدمی کا دس درہم میں نے چوری کی ہے، اور آقا کہتا کہ وہ دس درہم اجنبی کا نہیں ہے، بلکہ میرا ہے، تب بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غلام کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اور یہ دس درہم درہم والے کو دے دیا جائے گا۔

وجہ: اس کی لمبی وجہ مسئلہ نمبر ۲۷۰۹ میں آرہا ہے، اس کو وہاں دیکھیں۔

۲ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ يُقْطَعُ وَالْعَشَرَةُ لِلْمَوْلَى . ۳ وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يُقْطَعُ وَالْعَشَرَةُ لِلْمَوْلَى وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ. وَمَعْنَاهُ إِذَا كَذَّبَهُ الْمَوْلٰى.

(۲۷۰۹) وَلَوْ أَقَرَّ بِسَرِقَةِ مَالٍ مُسْتَهْلَكٍ قُطِعَتْ يَدُهُ وَلَوْ كَانَ الْعَبْدُ مَأْذُونًا لَهُ يُقْطَعُ فِي الْوَجْهَيْنِ ۱ وَقَالَ زُفَرُ: لَا يُقْطَعُ فِي الْوُجُوهِ كُلِّهَا لِأَنَّ الْأَصْلَ عِنْدَهُ أَنَّ إِقْرَارَ الْعَبْدِ عَلٰى نَفْسِهِ بِالْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ لَا يَصِحُّ لِأَنَّهُ يَرِدُ عَلٰى نَفْسِهِ وَطَرَفِهِ وَكُلُّ ذٰلِكَ مَالُ الْمَوْلَى، وَالْإِقْرَارُ عَلٰى الْغَيْرِ غَيْرُ مَقْبُولٍ إِلَّا أَنَّ الْمَأْذُونَ لَهُ يُؤَاخَذُ بِالضَّمَانِ وَالْمَالِ لِصِحَّةِ إِقْرَارِهِ بِهِ لِكَوْنِهِ مُسَلَّطًا عَلَيْهِ مِنْ جِهَتِهِ . وَالْمَحْجُورُ

ترجمہ: ۲ امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اور یہی دس درہم آقا کا ہے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں چونکہ دس درہم کے بدلے میں ہاتھ کٹ چکا ہے، اور یہ ہاتھ آقا کا مال ہے اس لئے یہ دس درہم آقا کو ملنا چاہئے۔

ترجمہ: اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اور یہ دس درہم آقا کا ہوگا، اور یہی قول امام زفرؒ کا ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ آقا نے چوری کو جھٹلا دیا۔

تشریح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا، اور یہ دس درہم بھی آقا کا ہوگا، یہ درہم بھی آقا کا ہو جائے یہ عجیب سی بات ہے، اسلئے صورت یہ ہوگی کہ غلام نے چوری کا اقرار کیا، اور آقا نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ مال مثلا زید کا نہیں ہے بلکہ خود آقا کا ہے، چونکہ یہ درہم آقا کا ثابت ہوا اسلئے درہم آقا کو دے دیا جائے گا، اور آقا کے مال چرانے سے ہاتھ نہیں کٹتا اسلئے اسکا ہاتھ بھی نہیں کٹے گا۔

ترجمہ: (۲۷۰۹) اگر ہلاک شدہ مال کی چوری کا اقرار کیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا، اور اگر غلام کو تجارت کی اجازت تھی تو دونوں صورتوں میں [مال ہلاک ہوا ہو یا مال موجود ہو] ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح: اوپر کی صورت یہ تھی کہ مال موجود تھا، اور غلام کو تجارت کی اجازت نہیں تھی، یہاں صورت یہ ہے کہ غلام کو تجارت کی اجازت نہیں ہے اور مال ہلاک ہو چکا ہے تب بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔ آگے دوسری صورت یہ ہے کہ غلام کو تجارت کی اجازت ہے اور وہ چوری کا اقرار کرتا ہے تو چاہے مال موجود ہو، یا مال ہلاک ہو چکا ہے دونوں صورتوں میں ہاتھ کاٹا جائے گا، یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے۔

ترجمہ: ۱ امام زفرؒ کی رائے ہے کہ چاروں صورتوں میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اسلئے کہ انکے یہاں قاعدہ یہ ہے کہ غلام اپنی ذات پر نہ حدود کا اقرار کر سکتا ہے اور نہ قصاص کا، اسلئے اس کا نقصان اس کی جان پر ہوگا اور اسکے عضو پر ہوگا، اور یہ سب آقا کا مال ہے، اور دوسرے پر اقرار کرنا مقبول نہیں ہے، ہاں اگر تجارت کی اجازت دی ہو تو مال کی ہلاک کی صورت میں اس پر ضمان لازم ہوگا، اور مال موجود ہو تو وہ مال واپس کرنا ہوگا، کیونکہ آقا نے ایسا کرنے پر مسلط کیا ہے، اور جس کو تجارت سے منع کیا ہے تو

عَلَيْهِ لَايَصِحُّ إِقْرَارُهُ بِالْمَالِ أَيْضًا، ٢ وَنَحْنُ نَقُولُ يَصِحُّ إِقْرَارُهُ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ آدَمِيٌّ ثُمَّ يَتَعَدَّى إِلَى الْمَالِيَّةِ فَيَصِحُّ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ مَالٌ، ٣ وَلِأَنَّهُ لَا تُهْمَةَ فِي هٰذَاالْإِقْرَارِلِمَا يَشْتَمِلُ عَلَيْهِ مِنْ الْأَضْرَارِ، وَمِثْلُهُ مَقْبُولٌ عَلَى الْغَيْرِ. ٤ لِمُحَمَّدٍ فِي الْمَحْجُورِعَلَيْهِ أَنَّ إِقْرَارَهُ بِالْمَالِ بَاطِلٌ، وَلِهٰذَالَايَصِحُّ مِنْهُ

اسکے لئے مال کا اقرار کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

تشریح: یہاں چار صورتیں ہیں ہر ایک کے بارے امام زفرؒ کی رائے اور دلیل سنیں۔[١] غلام کو تجارت کی اجازت نہیں ہے اور وہ دوسرے کے لئے مال کا اقرار کرے [٢] یا حدود کا اقرار کرے [٣] غلام کو تجارت کی اجازت ہے اور وہ دوسرے کے لئے مال کا اقرار کرے [٤] یا وہ حدود کا اقرار کرے۔ پھر ہر ایک میں یہ ہے مال موجود ہے، یا مال ہلاک ہو چکا ہے، اس طرح دو صورتیں اور بھی نکل آئیں گی۔

اصول: امام زفرؒ کا اصول یہ ہے کہ مال اور غلام کا عضو یہ آقا کا مال ہے اس لئے نہ حدود کا اقرار کرسکتا ہے، اور نہ قصاص کا اقرار کرسکتا ہے، کیونکہ اس سے آقا کا عضو ضائع ہوگا، اور نہ مال کا اقرار کرسکتا ہے، کیونکہ یہ آقا کا مال ہے۔ جس غلام کو تجارت کی اجازت دی ہو اور وہ کسی کے مال کا اقرار کرے تو چونکہ تجارت کی اجازت مالک کی جانب سے ہے، اس لئے مال ہلاک ہو چکا ہو تو اس پر اس کا ضمان لازم ہوگا، اور مال موجود ہو تو وہ مالک کی طرف واپس کرنا ہوگا۔ کیونکہ آقا ہی نے ایسا کام کرنے کی اجازت دی تھی۔ اور غلام کو تجارت کی اجازت نہ ہو تو وہ کسی کے لئے مال کا اقرار بھی نہیں کرسکتا، کیونکہ آقا نے اس کی اجازت نہیں دی ہے۔

ترجمہ: ٢ ہم کہتے ہیں کہ آدمی ہونے کے اعتبار سے حد کا اقرار کرنا صحیح ہے، پھر یہ مال کی طرف سرایت کرے گا اس لئے مال کا اقرار کرنا بھی صحیح ہے

تشریح: امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ غلام بھی آدمی ہے، اور آدمی کو اپنی جان پر اقرار کرنے کا حق ہوتا ہے، اسلئے غلام کو ہاتھ کٹوانے کے اقرار کرنے کا حق ہوگا، اور جب چوری کے اقرار کرنے کا حق ہوا تو مال اسکے تابع ہوکر اس کا اقرار شامل ہو جائے گا۔

ترجمہ: ٣ اور ہاتھ کٹنے کے اقرار میں کوئی تہمت بھی نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں خود غلام کو نقصان ہے، اور اس کے تحت میں مال کا بھی اقرار ہو جائے تو یہ مقبول ہے۔

تشریح: چور چوری کا اقرار کرے اس سے خود چور کا ہاتھ کٹے گا اس لئے یہ تہمت نہیں ہے کہ آقا کو نقصان دینا چاہتا ہے، اور چوری کا اقرار کرلیا تو اس کے تحت میں تابع ہوکر یہ بھی اقرار ہو گیا کہ میں نے فلاں کا مال لیا ہے۔

ترجمہ: ٤ امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس غلام کو تجارت کی اجازت نہ دی ہو وہ کسی کے لئے مال کا اقرار کرے یہ باطل ہے

الْإِقْرَارُ بِالْغَصْبِ فَيَبْقَى مَالُ الْمَوْلَى، وَلَا قَطْعَ عَلَى الْعَبْدِ فِي سَرِقَةِ مَالِ الْمَوْلَى. ٥ يُؤَيِّدُهُ أَنَّ الْمَالَ أَصْلٌ فِيهَا وَالْقَطْعُ تَابِعٌ حَتَّى تُسْمَعَ الْخُصُومَةُ فِيهِ بِدُونِ الْقَطْعِ وَيَثْبُتُ الْمَالُ دُونَهُ، وَفِي عَكْسِهِ لَا تُسْمَعُ وَلَا يَثْبُتُ، وَإِذَا بَطَلَ فِيمَا هُوَ الْأَصْلُ بَطَلَ فِي التَّبَعِ، بِخِلَافِ الْمَأْذُونِ لِأَنَّ إِقْرَارَهُ بِالْمَالِ الَّذِي فِي يَدِهِ صَحِيحٌ فَيَصِحُّ فِي حَقِّ الْقَطْعِ تَبَعًا. ٦ وَلِأَبِي يُوسُف أَنَّهُ أَقَرَّ بِشَيْئَيْنِ: بِالْقَطْعِ وَهُوَ عَلَى نَفْسِهِ فَيَصِحُّ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ. وَبِالْمَالِ وَهُوَ عَلَى الْمَوْلَى فَلَا يَصِحُّ فِي حَقِّهِ فِيهِ، وَالْقَطْعُ يُسْتَحَقُّ بِدُونِهِ؛ كَمَا إِذَا قَالَ الْحُرُّ الثَّوْبُ الَّذِي فِي يَدِ زَيْدٍ سَرَقْته مِنْ عَمْرٍو وَزَيْدٌ يَقُولُ هُوَ ثَوْبِي يُقْطَعُ يَدُ الْمُقِرِّ وَإِنْ كَانَ لَا يُصَدَّقُ فِي تَعْيِينِ الثَّوْبِ حَتَّى لَا يُؤْخَذَ مِنْ زَيْدٍ.

،اسی لئے وہ غصب کا اقرار نہیں کرسکتا، اس لئے یہ مال آقا کا رہا اور آقا کے مال کی چوری میں غلام کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔

تشریح: مسئلہ نمبر ۲۷۰۸ میں فرمایا تھا کہ محجور غلام دس درہم کی چوری کا اقرار کرے تو یہ دس درہم آقا کا ہوگا اور ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا، یہاں اس مسئلے کی دلیل ہے، جس غلام کو تجارت سے روک دیا گیا ہو وہ مال کا اقرار کرے یہ باطل ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ غصب کا بھی اقرار نہیں کرسکتا، اس لئے یہ مال آقا کا ہوگا، اور آقا کے مال چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: ٥ اس کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ مال اصل ہے اور ہاتھ کاٹنا اس کا تابع ہے، اسی لئے بغیر ہاتھ کاٹنے کے مال کے بارے میں کیس کی شنوائی ہوگی، اور بغیر ہاتھ کاٹنے کے مال ثابت کیا جاسکتا ہے، اور اس کا الٹا ہو [یعنی مال ثابت نہ ہو اور ہاتھ کاٹا جائے] ایسا نہیں ہوسکتا، اس لئے جب اصل میں باطل ہوگیا تو اس کے تابع میں بھی باطل ہوجائے گا

تشریح: امام محمدؒ کی جانب سے یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ، مال اصل ہے، اور ہاتھ کاٹنا تابع ہے، اس کی مثال دیتے ہیں کہ مال بغیر قطع ید کے ثابت ہوتا ہے، لیکن قطع ید بغیر مال کے ثابت نہیں ہوتا، جس سے معلوم ہوا کہ مال اصل ہے، اور جب غلام مال کا اقرار نہیں کرسکتا، تو قطع ید کا بھی اقرار نہیں کرسکتا۔

ترجمہ: ٦ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہاں غلام نے دو باتوں کا اقرار کیا، ایک ہاتھ کاٹنے کا یہ اس کی ذات کا نقصان ہے، اس لئے ہاتھ کاٹنے کا اقرار صحیح ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا، اور دوسرا مال کا یہ آقا کا حق ہے اس لئے اس کے حق میں اقرار کرنا صحیح نہیں ہے، اور بغیر مال کے کاٹنے کا استحقاق ہوتا ہے، جیسے کہ آزاد آدمی کہے کہ زید کے ہاتھ میں جو کپڑا ہے اس کو میں نے عمر سے چرایا ہوں، اور زید کہے کہ وہ میرا کپڑا ہے، تو اقرار کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اور کپڑا کس کا ہے اس کی تعیین نہیں ہوگی، یہی وجہ ہے کہ زید سے کپڑا نہیں لیا جائے گا، اور عمر کو نہیں دیا جائے گا۔

تشریح: امام ابو یوسف نے فرمایا تھا کہ محجور غلام دس درہم چوری کا اقرار کرے تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور یہ دس درہم آقا کو دیا

ے وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْإِقْرَارَ بِالْقَطْعِ قَدْ صَحَّ مِنْهُ لِمَا بَيَّنَّا فَيَصِحُّ بِالْمَالِ بِنَاءً عَلَيْهِ لِأَنَّ الْإِقْرَارَ يُلَاقِي حَالَةَ الْبَقَاءِ، وَالْمَالُ فِي حَالَةِ الْبَقَاءِ تَابِعٌ لِلْقَطْعِ حَتّٰى تَسْقُطَ عِصْمَةُ الْمَالِ بِاعْتِبَارِهِ وَيُسْتَوْفَى الْقَطْعُ بَعْدَ اسْتِهْلَاكِهِ. ٨ بِخِلَافِ مَسْأَلَةِ الْحُرِّ لِأَنَّ الْقَطْعَ إِنَّمَا يَجِبُ بِالسَّرِقَةِ مِنَ الْمُودَعِ. أَمَّا لَا يَجِبُ بِسَرِقَةِ الْعَبْدِ مَالَ الْمَوْلَى فَافْتَرَقَا،

جائے گا، اس کی دلیل دیتے ہیں، یہاں غلام نے دو باتوں کا اقرار کیا، ایک ہاتھ کے کٹنے کا، اس میں غلام کا نقصان ہے اس لئے اس کے اقرار سے ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، دوسرا دس درہم کا، یہ آقا کا مال ہے اس لئے یہ آقا کو دے دیا جائے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ ہاتھ کا کٹنا بغیر مال کے ثابت ہونے کے بھی ممکن ہے، اس کی مثال دیتے ہیں کہ مثلا خالد کہتا ہے کہ زید کے ہاتھ میں جو کپڑا ہے میں اس کو عمر کے ہاتھ سے چرایا، اور زید کہتا ہے وہ میرا کپڑا ہے، تو کپڑا کس کا ہے اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جائے گا، اور نہ عمر سے وہ کپڑا لیکر زید کو دلوایا جائے گا، لیکن خالد کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، اس مثال سے ثابت ہوا کہ مال کے ثبوت کے بغیر بھی ہاتھ کٹ سکتا ہے، اس لئے غلام کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اور مال چونکہ آقا کا ہے اس لئے اس کو دے دیا جائے گا۔

ترجمہ: ے امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ غلام سے اسکے ہاتھ کاٹنے کا اقرار صحیح ہے، کیونکہ وہ آدمی ہے، اور کاٹنے کی بنیاد پر مال کے اقرار بھی صحیح ہے، اسلئے کہ مال کا اقرار بقاء کی حالت میں ہے، اور بقا کی حالت میں مال کاٹنے کے تابع ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بقا کی حالت میں مال کی عصمت یعنی حفاظت ساقط ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مال کے ہلاک کے بعد بھی کاٹنا ہوتا ہے۔

تشریح: غلام مجبور نے دس درہم کی چوری کا اقرار کیا تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا تھا کہ غلام کا ہاتھ کاٹا جائے اور دس درہم درہم کے مالک کو دیا جائے گا، اسکی دلیل دیتے ہیں کہ یہاں دو حالتیں [۱] ایک ہے چوری کے اقرار کی حالت، اس میں مال اصل ہے، اور ہاتھ کاٹنا تابع ہے۔ [۲] دوسرا ہے سزا دینے کی حالت، یہ بقاء کی حالت ہے، اس میں ہاتھ کاٹنا اصل ہے، اور مال اس کے تابع ہے، اور غلام چونکہ آدمی ہے اس لئے کاٹنے کا اقرار کر سکتا ہے، اور اس کے تحت میں مال بھی ثابت ہو جائے گا۔ اسکی دو دلیل دیتے ہیں [۱] ایک یہ کہ یہی وجہ ہے کہ ہاتھ کٹنے کے بعد مال کی عصمت ختم ہو جاتی ہے۔ [۲] اور دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ مال کے ہلاک کے بعد بھی ہاتھ کاٹا جاتا ہے، ان دونوں دلیلوں سے معلوم ہوا کہ یہاں ہاتھ کاٹنا اصل ہے اور مال اس کے تابع ہے۔

لغت: لما بینا: امام ابوحنیفہؒ نے پہلے بیان کیا ہے کہ غلام چونکہ آدمی ہے اس لئے آدمی ہونے کے ناطے وہ ہاتھ کاٹنے کا اقرار کر سکتا ہے۔ تسقط عصمۃ المال: جب ہاتھ کاٹا جاتا ہے، اور مال ضائع ہو چکا ہے تو چور پر اس کی قیمت لازم نہیں ہوتی، کیونکہ مال کی عصمت ختم ہو گئی، اس کو عصمۃ المال، کہتے ہیں۔

ترجمہ: ٨ بخلاف آزاد کے مسئلے کے اس لئے کہ جس کے پاس امانت رکھی تھی وہاں سے چرانے سے بھی ہاتھ کاٹا جاتا

۹؎ وَلَوْصَدَّقَهُ الْمَوْلَى يُقْطَعُ فِي الْفُصُولِ كُلِّهَا لِزَوَالِ الْمَانِعِ، (۲۷۱۰) قَالَ وَإِذَا قُطِعَ السَّارِقُ وَالْعَيْنُ قَائِمَةٌ فِي يَدِهِ رُدَّتْ عَلٰى صَاحِبِهَا [لِبَقَائِهَا عَلٰى مِلْكِهِ] وَإِنْ كَانَتْ مُسْتَهْلَكَةً لَمْ يَضْمَنْ،

ہے، اور غلام آقا کا مال چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے، اس لئے آزاد اور غلام کے مسئلے میں فرق ہو گیا۔

تشریح : یہ جملہ امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ آزاد آدمی نے زید کا کپڑا عمر سے چرایا تو آزاد کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ کپڑا زید کا ہی ہے، لیکن عمر کے پاس آمانت ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ امانت والے کے پاس سے چرائے تب بھی ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اور متن میں مسئلہ دوسرا ہے، یہاں یہ ہے کہ آقا کا مال غلام چرا لے تو ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے۔ اس لئے دونوں مسئلوں میں فرق ہے۔

ترجمہ: ۹؎ اگر ان تمام صورتوں میں آقا تصدیق کر لے کہ یہ مال میرا نہیں ہے تو سب صورتوں میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح : تمام صورتوں میں مسئلہ یہ فرض کیا گیا ہے کہ غلام کہتا ہے کہ میں نے فلاں کا مال چوری کی ہے اور آقا کہتا ہے یہ مال تو میرا ہے، اس لئے ائمہ میں اختلاف ہو گیا، لیکن اگر آقا کہہ دے کہ یہ مال فلاں دوسرے کا ہے تو اس کی چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ یہ مال آقا کا نہیں ہے۔

ترجمہ : (۲۷۱۰) اگر چور کا ہاتھ کاٹا گیا اور وہ چیز بعینہ اس کے ہاتھ میں موجود ہے تو اس کو واپس کرے گا [کیونکہ مالک کی ملکیت ابھی بھی باقی ہے] اور اگر ہلاک ہو چکی ہے تو ضامن نہیں ہوگا

تشریح : چور نے مثلا برتن چرایا جس کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور برتن بعینہ موجود ہے تو چور پر لازم ہے کہ برتن مالک کی طرف واپس کرے۔ اور اگر برتن ضائع ہو چکا ہے تو چور پر اس کی قیمت ادا کرنا لازم نہیں ہے۔

وجہ : (۱) برتن کے بدلے ہاتھ کاٹا گیا تو مالک کو کچھ نہ کچھ بدلا مل گیا ہے۔ اس لئے برتن کے بدلے قیمت لازم نہیں ہوگی۔ ہاں! برتن موجود ہو تو چونکہ حقیقت میں یہ مالک کا ہے اس لئے اس پر واپس کرنا لازم ہوگا (۲) حدیث میں ہے جس کو صاحب ہدایہ نے آگے ذکر کیا ہے۔ **عن عبد الرحمن بن عوف قال قال رسول الله ﷺ لا غرم علی السارق بعد قطع یمینہ** (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۱۲۹ نمبر ۳۳۶۳ / نسائی شریف، تعلیق ید السارق فی عنقہ، ص ۶۸۴، نمبر ۴۹۸۷ / سنن للبیہقی، باب عزم السارق ج ثامن ص ۴۸۱ نمبر ۱۷۲۸۳) (۳) اور چیز بعینہ موجود ہو تو مالک کی طرف واپس کرنا ہوگا اس کی دلیل یہ تابعی کا قول ہے۔ **عن عطاء قال لا یغرم السارق بعد قطع یمینہ الا ان توجد السرقۃ بعینها فتوخذ منه** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۷ فی السارق تقطع یدہ یتبع بالسرقۃ ج خامس ص ۴۷۵ نمبر ۲۸۱۲۹ / مصنف عبد الرزاق، باب عزم السارق ج تاسع، ص ۵۰۸ نمبر ۱۹۱۶۹) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ تاوان تو لازم نہیں ہوگا البتہ وہ چیز موجود ہو تو

۱؎ وَهٰذَا الْإِطْلَاقُ يَشْمَلُ الْهَلَاكَ وَالِاسْتِهْلَاكَ، وَهُوَ رِوَايَةُ أَبِي يُوسُفَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ الْمَشْهُورُ. وَرَوَى الْحَسَنُ عَنْهُ أَنَّهُ يَضْمَنُ بِالِاسْتِهْلَاكِ. ۲؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَضْمَنُ فِيهِمَا لِأَنَّهُمَا حَقَّانِ قَدْ اخْتَلَفَ سَبَبَاهُمَا فَلَا يَمْتَنِعَانِ فَالْقَطْعُ حَقُّ الشَّرْعِ وَسَبَبُهُ تَرْكُ الِانْتِهَاءِ عَمَّا نَهَى عَنْهُ وَالضَّمَانُ حَقُّ الْعَبْدِ وَسَبَبُهُ أَخْذُ الْمَالِ فَصَارَ كَاسْتِهْلَاكِ صَيْدٍ مَمْلُوكٍ فِي الْحَرَمِ أَوْ شُرْبِ خَمْرٍ مَمْلُوكَةٍ لِذِمِّيٍّ.

مالک کی طرف واپس کروائی جائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ مستھلکۃ کا لفظ ہلاک ہونے جانے اور ہلاک کر دینے دونوں کو شامل ہے، اور امام ابو یوسفؒ کی بھی ایک روایت یہی ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کی مشہور روایت یہی ہے، اور حضرت حسن نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ ہلاک کر دینے سے ضمان لازم ہوگا۔

تشریح: متن میں ہے، ان کانت مستهلكة لم يضمن: اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ چور سے مال ہلاک ہو جائے، یا چور جان کر ہلاک کر دے دونوں صورتوں میں وہ ضامن نہیں بنے گا، چنانچہ امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہی ہے، جو مشہور ہے، لیکن حضرت حسن نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ چور جان کر مال ہلاک کر دے تو چور پر اس کا ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ چور ہلاک کر دے یا خود ہلاک ہو جائے دونوں صورتوں میں چور ضامن بنے گا، اس لئے کہ ہاتھ کٹنا، اور مال کا ضمان لازم ہونا دونوں الگ الگ حق ہیں، اور دونوں کے اسباب بھی مختلف ہیں، اس لئے ایک دوسرے کو منع نہیں کریں گے، ہاتھ کاٹنا شریعت کا حق ہے، اور اس کا سبب ہے چوری کرنا، اور ضمان بندے کا حق ہے اور اس کا سبب ہے دوسرے کا مال لینا، تو ایسا ہو گیا کہ حرم میں کسی کے مملوک شکار کو ہلاک کر دیا [تو شکار کا بدلہ بھی لازم ہوتا ہے، اور مالک کے لئے قیمت بھی لازم ہوتی ہے] یا ذمی کے مملوک شراب کو پیا [تو شراب پینے کی وجہ سے کوڑے لگتے ہیں، اور ذمی کے لئے قیمت بھی دینی پڑتی ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چور کا ہاتھ بھی کاٹا جائے گا، اور مال کی قیمت بھی دینی پڑے گی، چاہے مال ہلاک ہو چکا ہو یا چور نے جان کر ہلاک کر دیا ہو۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ یہاں دو الگ الگ حقوق ہیں ایک ہے چوری کرنا جو شریعت کا حق ہے، جس کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائے گا، اور دوسرا ہے مال لینا، جو بندے کا حق ہے اس کی وجہ سے مالک کی طرف قیمت حوالہ کرنا پڑے گا، اس کی دو مثالیں دی ہیں [۱] حرم میں کسی آدمی کا شکار مار دیا تو حرم کی وجہ سے اس کا بدلہ لازم ہوگا، اور آدمی کا جانور ہلاک کیا اس لئے اس کی قیمت مالک کی طرف حوالہ کرنا پڑے گا۔ [۲] دوسری مثال یہ ہے کہ ذمی آدمی کی شراب پی لی تو شراب پینے کی وجہ سے کوڑے مارے جائیں

۳ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ "لا غُرْمَ عَلَى السَّارِقِ بَعْدَمَا قُطِعَتْ يَمِينُهُ" ۴ وَلِأَنَّ وُجُوبَ الضَّمَانِ يُنَافِي الْقَطْعَ لِأَنَّهُ يَتَمَلَّكُهُ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ مُسْتَنِدًا إِلَى وَقْتِ الْأَخْذِ، فَتَبَيَّنَ أَنَّهُ وَرَدَ عَلَى مِلْكِهِ فَيَنْتَفِي الْقَطْعُ لِلشُّبْهَةِ وَمَا يُؤَدِّي إِلَى انْتِفَائِهِ فَهُوَ الْمُنْتَفِي، ۵ وَلِأَنَّ الْمَحَلَّ لا يَبْقَى مَعْصُومًا حَقًّا لِلْعَبْدِ، إِذْ لَوْ بَقِيَ لَكَانَ مُبَاحًا فِي نَفْسِهِ فَيَنْتَفِي الْقَطْعُ لِلشُّبْهَةِ فَيَصِيرُ مُحَرَّمًا حَقًّا لِلشَّرْعِ كَالْمَيْتَةِ وَلَا ضَمَانَ فِيهِ،

گے، جوشریعت کا حق ہے، اور ذمی کی شراب ہے اس لئے اس کی قیمت مالک کی طرف حوالہ کرنا پڑے گا۔(۲) ان کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ عن الحسن انه كان يقول هو ضامن للسرقة مع قطع يده ۔(۳) ایک دوسری روایت میں ہے۔عن ابراهيم انه كان يقول يضمن لسرقة استهلكها او لم يستهلكها وعليه القطع (سنن للبیہقی ، باب غرم السارق، ج ثامن، ص۴۸۲ نمبر ۱۷۲۸۴/۱۷۲۸۵ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۷ فی السارق تقطع یدہ یتبع السرقۃ ج خامس، ص۴۷۶، نمبر ۲۸۱۳۰) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ تاوان لازم ہوگا۔

لغت : ترک الانتہاء عما نہی عنہ: شریعت نے جس چیز سے منع کیا ہے اس کو چھوڑ دینا، مراد ہے چور کرلی۔

ترجمہ:۳ ہماری دلیل حضورؐ کا قول ہے چور پر ہاتھ کاٹنے کے بعد ضمان نہیں ہے۔

تشریح : یہ حدیث اوپر گزر چکی ہے۔عن عبد الرحمن بن عوف قال قال رسول الله ﷺ لا غرم على السارق بعد قطع يمينه (دار قطنی ، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص۱۲۹ نمبر ۳۳۶۳ رنسائی شریف، تعلیق ید السارق فی عنقہ، ص۶۸۴، نمبر ۴۹۸۷)

ترجمہ:۴ اور اس لئے کہ جب ہاتھ کاٹ لیا تو ضمان اس کے منافی ہے اسلئے کہ ضمان ادا کرنے کی وجہ سے چرانے کے وقت ہی مالک بن گیا تو ایسا ہو گیا کہ اپنی ملک کو چرایا تو شبہ کی وجہ سے نہیں کاٹنا چاہئے، اور آپ کو کاٹنا ہے اسلئے ضمان لازم نہیں کرنا چاہئے۔

تشریح : یہاں محاورہ استعمال کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ چور کو ضمان لازم کر دیں تو جس وقت سے چوری کی ہے اسی وقت سے چور اس مال کا مالک بن جائے گا، تو گویا کہ اپنا ہی مال چرایا، اس لئے ہاتھ نہیں کٹنا چاہئے، اور آپ ہاتھ کاٹنا چاہتے ہیں تو اس پر ضمان لازم نہ کریں۔

ترجمہ:۵ اور اس لئے کہ مال بندے کے حق میں معصوم نہیں رہا، اس لئے کہ اگر معصوم رہے تو ذات کے اعتبار سے مباح ہو جائے گا تو شبہ کی وجہ سے کاٹنا بھی نہ ہو تو شریعت کے حق کی وجہ سے حرام ہوگا، جیسے کہ مردار، اور اس پر ضمان نہیں ہے۔

تشریح : یہاں بھی منطقی محاورہ استعمال کیا ہے۔اس کا حاصل یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کے بعد یہ مال معصوم نہیں رہا، یعنی چوری کے مال کے بدلے ہاتھ کٹ چکا ہے تو گویا کہ یہ مال چور کا ہو چکا ہے اس لئے ہلاک ہونے کی وجہ سے اس پر اس کا ضمان لازم

٦؎ إِلَّا أَنَّ الْعِصْمَةَ لَا يَظْهَرُ سُقُوطُهَا فِي حَقِّ الِاسْتِهْلَاكِ لِأَنَّهُ فِعْلٌ آخَرُ غَيْرِ السَّرِقَةِ وَلَا ضَرُورَةَ فِي حَقِّهِ، وَكَذَا الشُّبْهَةُ تُعْتَبَرُ فِيمَا هُوَ السَّبَبُ دُونَ غَيْرِهِ. ۷؎ وَوَجْهُ الْمَشْهُورِ أَنَّ الِاسْتِهْلَاكَ إِتْمَامُ الْمَقْصُودِ فَتُعْتَبَرُ الشُّبْهَةُ فِيهِ، وَكَذَا يَظْهَرُ سُقُوطُ الْعِصْمَةِ فِي حَقِّ الضَّمَانِ لِأَنَّهُ مِنْ ضَرُورَاتِ سُقُوطِهَا فِي حَقِّ الْهَلَاكِ لِانْتِفَاءِ الْمُمَاثَلَةِ.

(۲۷۱۱) قَالَ وَمَنْ سَرَقَ سَرِقَاتٍ فَقُطِعَ فِي إِحْدَاهَا فَهُوَ لِجَمِيعِهَا، وَلَا يَضْمَنُ شَيْئًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَا: يَضْمَنُ كُلَّهَا إِلَّا الَّتِي قُطِعَ لَهَا ۱؎ وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ إِذَا حَضَرَ أَحَدُهُمْ، فَإِنْ حَضَرُوا جَمِيعًا وَقُطِعَتْ يَدُهُ لِخُصُومَتِهِمْ لَا يَضْمَنُ شَيْئًا بِالِاتِّفَاقِ فِي السَّرِقَاتِ كُلِّهَا.

نہیں ہونا چاہئے۔ واللہ اعلم

ترجمه : ٦؎ لیکن چور نے جان کر ہلاک کر دیا تو ساقط ہونا ظاہر نہیں ہوگا، اس لئے کہ چوری کے علاوہ یہ الگ ایک فعل ہے، اور اس کے حق اس کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح : جان کر چور نے ہلاک کر دیا تو یہ چوری کے علاوہ دوسرا الگ فعل ہے اس لئے اس میں مال کی عصمت ظاہر نہیں ہو گی، اس لئے چور کو ضمان دینا ہوگا۔

ترجمه : ۷؎ مشہور روایت کی وجہ یہ ہے کہ ہلاک کرنا بھی چوری کو پورا کرنا ہے اس لئے اس میں بھی شبہ کا اعتبار کیا جائے گا، ایسے ہی ضمان کے حق میں عصمت ساقط ہونا ظاہر ہوگا اس لئے کہ ہلاک کے حق میں ساقط ہونے کی ضروریات میں سے ہے، مماثلت کے نہ ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : یہاں بھی منطقی محاورہ استعمال کیا ہے۔ مشہور روایت یہ ہے کہ چور مال ہلاک کر دے تب بھی اس پر ضمان نہیں ہے، کیونکہ مال کی عصمت ختم ہو چکی ہے، چاہے اس کو ہلاک کیا ہو یا ہلاک ہوا ہو۔

ترجمه : (۲۷۱۱) کسی نے کئی چوریاں کی اور ایک کے بدلے ہاتھ کاٹا گیا تو یہ سب چوری کے لئے کافی ہوگیا، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کسی چوری کے مال کا ضامن نہیں بنے گا، اور صاحبین نے فرمایا کہ جس سے بدلے میں ہاتھ کاٹا ہے اس کا ضامن نہیں بنے گا باقی سب کا ضامن بنے گا۔

ترجمه : ۱؎ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی حاضر ہو کر ہاتھ کٹوایا، لیکن اگر سب حاضر ہوئے اور سب کے مقدمے کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا تو بالاتفاق کسی کا ضامن نہیں بنے گا۔

تشریح : مثلا ایک آدمی نے پانچ چوریاں کیں، پانچواں آدمی قاضی کے سامنے نالش کر کے ہاتھ کٹوایا تو یہ کاٹنا سب چوریوں

۲؎ لَهُمَا أَنَّ الْحَاضِرَ لَيْسَ بِنَائِبٍ عَنِ الْغَائِبِ . وَلَا بُدَّ مِنَ الْخُصُومَةِ لِتَظْهَرَ السَّرِقَةُ فَلَمْ تَظْهَرِ السَّرِقَةُ مِنَ الْغَائِبَيْنِ فَلَمْ يَقَعِ الْقَطْعُ لَهَا فَبَقِيَتْ أَمْوَالُهُمْ مَعْصُومَةً. ۳؎ وَلَهُ أَنَّ الْوَاجِبَ بِالْكُلِّ قَطْعٌ وَاحِدٌ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى لِأَنَّ مَبْنَى الْحُدُودِ عَلَى التَّدَاخُلِ وَالْخُصُومَةُ شَرْطٌ لِلظُّهُورِ عِنْدَ الْقَاضِي، فَإِذَا اسْتَوْفَى فَالْمُسْتَوْفَى كُلُّ الْوَاجِبِ؛ أَلَا يَرَى أَنَّهُ يَرْجِعُ نَفْعُهُ إِلَى الْكُلِّ فَيَقَعُ عَنِ الْكُلِّ،

کے لائے کافی ہے، اور پانچوں آدمی کے مال کے بدلے میں بھی یہ کاٹنا ہو گیا، اس لئے کسی لے مال کا ضمان ادا نہیں کرے گا۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے، اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ کاٹنا تو سب کے لئے کافی ہوگا، اور جس آدمی نے نالش کی اس کے مال کے بدلے میں بھی ہو گیا، باقی چار آدمیوں کے مال کا ضمان دے گا۔ اور اگر سب نے مل کر نالش کی اور سب نے مل کر ہاتھ کٹوایا تب تو سب کی جانب سے ہاتھ بھی کاٹا گیا، اور سب کے مال کا بھی بدلہ ہو گیا، یہ مسئلہ بالاتفاق ہے۔

وجہ: حدود میں تداخل ہوتا ہے اس لئے سب کی جانب سے کاٹنا ہو جائے گا، اور یہ کاٹنا سب کے مال کے بدلے میں بھی ہو گیا، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ کاٹنے میں تو تداخل ہو جائے گا، لیکن مال بندے کا حق ہے، اس لئے مال میں تداخل نہیں ہوگا، اس لئے ہر ایک کے مال کا بدلہ دینا ہوگا، سوائے اس مال کے جس کی نالش سے ہاتھ کاٹا گیا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جو آدمی حاضر ہے وہ غائب کا نائب نہیں ہے اور چوری کے ظاہر ہونے کے لئے نائب کا ہونا ضروری ہے، اور یہاں غائب کی جانب سے چوری ظاہر نہیں ہوئی اس لئے ان غائب کی جانب سے ہاتھ نہیں کاٹا گیا، اس لئے ان لوگوں کا مال بھی محفوظ رہا ہے، اس لئے اس کی قیمت دینی ہوگی۔

اصول: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حدود میں تداخل ہوتا ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک تداخل نہیں ہوتا۔

تشریح: صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جو آدمی حاضر ہے اور جس نے نالش کی ہے وہ ان لوگوں کا جو غائب ہیں ان کا نائب نہیں ہے، اس لئے ان لوگوں کی جانب سے نالش بھی نہیں ہوئی، اور ان لوگوں کی جانب سے ہاتھ بھی نہیں کاٹا گیا، اس لئے ان لوگوں کے مال کا بدلہ نہیں ہوا اس لئے ان لوگوں کی طرف مال کا بدلہ دینا ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ کے حق کے لئے سب کے بدلے میں ایک ہی مرتبہ کٹنا تھا، اس لئے کہ حدود کا مدار تداخل پر ہے، اور چوری کے ظاہر ہونے کے لئے قاضی کے پاس ایک مرتبہ جھگڑا کرنا کافی ہے، اور ہاتھ کا کٹنا واجب ہے جرم کی وجہ سے، پس جب ایک مرتبہ ہاتھ کاٹ کر وصول کیا تو سب کی جانب سے وصول ہو گیا، آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ سب کو اس کا نفع پہنچتا ہے، اس لئے کل کی جانب سے کٹنا ہوگا۔

اصول: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہاتھ کٹنے میں بھی تداخل ہوگا، اور مال کے دینے میں بھی تداخل ہو جائے گا۔

۴ وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ إِذَا كَانَتْ النُّصُبُ كُلُّهَا لِوَاحِدٍ فَخَاصَمَ فِي الْبَعْضِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تمام چوریوں کے لئے ایک مرتبہ کٹنا کافی ہے، اس لئے کہ حدود کا معاملہ تداخل پر ہے، یعنی ایک مرتبہ کٹنے میں تمام چوریاں داخل ہو جائے گی، اور ایک مرتبہ نالش کرنا اس لئے ہے کہ قاضی کے پاس چوری ظاہر ہو جائے، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ چور کی چوری سے سب کو نجات مل جاتی ہے اور سب کا دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے، اس لئے ایک ہی ہاتھ کٹنا سب کے لئے کافی ہوگا۔

ترجمہ: ۴ اسی اختلاف پر ہے جبکہ چوری کے کئی نصاب ایک ہی آدمی کے ہوں، اور بعض کے بارے میں ہی نالش کی۔

تشریح: مثلا زید نے عمر کا مال پانچ مرتبہ چوری کی، اور ہر مرتبہ اس کا مال دس درہم سے زیادہ کا تھا، عمر نے ایک مرتبہ نالش کر کے زید کا ہاتھ کٹوایا، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ سب کے لئے کافی ہو جائے گا، اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ سب چوری کے لئے کافی نہیں ہوگا، بلکہ صرف ایک مرتبہ کے لئے کافی ہوگا، باقی چار مرتبہ کے لئے چور سے ضمان لے سکتا ہے۔ کیونکہ ان کے یہاں تداخل نہیں ہوتا۔

﴿بابُ مَا يُحدِثُ السَّارِقُ فِيُ السَّرِقَةِ﴾

(۲۷۱۲) وَمَنُ سَرَقَ ثَوُبًا فَشَقَّهُ فِي الدَّارِ بِنِصُفَيُنِ ثُمَّ أَخُرَجَهُ وَهُوَ يُسَاوِي عَشَرَةَ دَرَاهِمَ قُطِعَ ۱؎ وَعَنُ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لا يُقُطَعُ لِأَنَّ لَهُ فِيهِ سَبَبَ الْمِلُكِ وَهُوَ الْخَرُقُ الْفَاحِشُ فَإِنَّهُ يُوجِبُ الْقِيمَةَ وَتَمَلُّكَ الْمَضُمُونِ وَصَارَ كَالْمُشْتَرِي إذَا سَرَقَ مَبِيعًا فِيهِ خِيَارٌ لِلْبَائِعِ.

﴿بابُ مَا يُحدِثُ السَّارِقُ فِي السَّرِقَةِ﴾

ترجمہ: (۲۷۱۲) کسی نے کپڑا چرایا اور اس کو گھر ہی میں دو ٹکڑے میں پھاڑ دیا، پھر اس کو گھر سے باہر نکالا، اور ہر ٹکڑے کی قیمت دس درہم تھی تو ہاتھ کاٹا جائے گا، اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اس میں مالک بننے کا سبب پیدا ہو گیا ہے، اور وہ ہے بہت زیادہ پھاڑنا اس لئے کہ وہ قیمت واجب کرتی ہے، اور جس چیز کا ضمان دیا اس کا مالک بن گیا، اور ایسا ہو گیا کہ بائع کو خیار شرط تھی اور مشتری نے اس مبیع کو چرالیا [تو مبیع مشتری کی ہوگئی اس لئے یہاں مشتری کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا]

اصول: یہاں تین اصول ہیں [۱] چوری کا مال گھر سے باہر نکالے تب چوری ثابت ہوگی۔

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ اگر کپڑے کو گھر ہی میں پھاڑ دیا تو اس پر ضمان لازم ہوگا،، اور ضمان چاہے بہت بعد میں لازم ہو لیکن پھاڑتے وقت ہی چور کپڑے کا مالک بن جائے گا۔

اصول: چوری سے پہلے چور مال کا مالک بن جائے تو ملکیت کے شبہ کی وجہ سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح: مثلا زید عمر کے گھر میں داخل ہوا اور کپڑا لیکر اس کو دو ٹکڑے میں پھاڑ دیا، دونوں ٹکڑوں کی قیمت دس دس درہم تھی، پھر گھر سے باہر نکالا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک زید کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کپڑا مکمل پھاڑ دیا تو اس پر کپڑے کی قیمت لازم ہوگئی، اور جب اس کی قیمت دے دیا تو چور پھاڑتے وقت سے کپڑے کا مالک بن گیا، تو گویا کہ اپنے ہی کپڑے کو چرایا اس لئے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ مشتری نے چیز خریدی، اور بائع نے تین دن کی خیار شرط لے لی، اس درمیان مشتری نے اس چیز کو چرالیا تو مشتری کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ یوں سمجھا جائے گا کہ مشتری خریدنے کے دن ہی سے اس چیز کا مالک بن گیا تھا، تو گویا کہ مشتری نے اپنی ہی چیز کو چرائی اس لئے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اسی طرح یہاں بھی چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

۲ؕ وَلَهُمَا أَنَّ الْأَخْذَ وُضِعَ سَبَبًا لِلضَّمَانِ لَا لِلْمِلْكِ، وَإِنَّمَا الْمِلْكُ يُثْبِتُ ضَرُورَةَ أَدَاءِ الضَّمَانِ كَيْ لَا يَجْتَمِعَ الْبَدَلَانِ فِي مِلْكٍ وَاحِدٍ، وَمِثْلُهُ لَا يُوَرِّثُ الشُّبْهَةَ كَنَفْسِ الْأَخْذِ، ۳ؕ وَكَمَا إِذَا سَرَقَ الْبَائِعُ مَعِيبًا بَاعَهُ، ۴ؕ بِخِلَافِ مَا ذَكَرَ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ مَوْضُوعٌ لِإِفَادَةِ الْمِلْكِ، ۵ؕ وَهَذَا الْخِلَافُ فِيمَا إِذَا اخْتَارَ تَضْمِينَ النُّقْصَانِ وَأَخْذَ الثَّوْبِ، فَإِنْ اخْتَارَ تَضْمِينَ الْقِيمَةِ وَتَرْكَ الثَّوْبِ عَلَيْهِ لَا يُقْطَعُ بِالِاتِّفَاقِ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ مُسْتَنِدًا إِلَى وَقْتِ الْأَخْذِ فَصَارَ كَمَا إِذَا مَلَكَهُ بِالْهِبَةِ فَأَوْرَثَ شُبْهَةً،

اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ کپڑے کی قیمت مجبوراً لازم کی ہے تا کہ کپڑا بھی اور اس کی قیمت بھی چور کے ہاتھ میں جمع نہ ہو جائے، اس سے چوری سے پہلے کپڑے کا مالک نہیں بنے گا، اس لئے اس کا ہاتھ کٹے گا

ترجمہ :۲ؕ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ کپڑے کو لینا ضمان کا سبب ہے، لیکن ملکیت کا سبب نہیں ہے، ضمان کو ادا کرنے کی وجہ سے مجبوراً ملکیت ثابت ہوگی، تا کہ دو بدل [کپڑا اور اس کی قیمت] ایک کی ملکیت میں جمع نہ ہو جائے، اور اس قسم کی ملکیت سے ہاتھ کاٹنے میں شبہ نہیں ہوتا، جیسے خود کپڑے کو لینا شبہ پیدا نہیں کرتا۔ جیسے کہ خود لینے سے ملکیت نہیں ہوتی۔

تشریح :امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کپڑے کا ضمان جو لازم کیا ہے وہ ملکیت کے لئے نہیں ہے، بلکہ صرف ضمان کے لئے ہے، البتہ کپڑا بھی اور اس کی قیمت بھی چور کی ملک میں جمع نہ ہو جائیں اس لئے مجبوراً چور کی ملکیت ثابت کی ہے، اور اس قسم کی کمزور ملک سے ہاتھ کاٹنے میں شبہ نہیں ہوگا، اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:۳ؕ جیسے بائع نے عیب دار چیز کو بیچا، اور اس کو چرا لیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

تشریح :زید نے عمر کے ہاتھ میں عیب دار بیل بیچا، اور پھر زید نے اس بیل کو چرا لیا تو زید کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اگر چہ عیب نہ بتانے کی وجہ سے بیل زید کی طرف واپس ہونے کے قابل تھا، اس کے باوجود چرایا تو زید کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اسی طرح یہاں بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ:۴ؕ بخلاف جو امام ابو یوسفؒ نے مثال دی اس لئے کہ بیع ملک کے فائدے کے لئے ہوتی ہے۔

تشریح :یہ امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے، کہ بائع کو خیار شرط تھی، اس درمیان مشتری نے اس مبیع کو چرا لیا تو مشتری کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا، کیونکہ بیع کی وجہ سے مشتری کی ملکیت ہو چکی تھی اس لئے مشتری کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :۵ؕ یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ نقصان کا ضمان لیا اور چور سے کپڑا واپس لے لیا، اور اگر پورے کپڑے کی قیمت لی، اور کپڑا چور کے پاس چھوڑ دیا تو بالاتفاق ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس لئے کہ چوری کے وقت ہی سے چور مالک بن گیا،

۶ؕ وَهَـذَا كُـلُّهُ إِذَا كَانَ النُّقْصَانُ فَاحِشًا، فَإِنْ كَانَ يَسِيرًا يُقْطَعُ بِالِاتِّفَاقِ لِانْعِدَامِ سَبَبِ الْمِلْكِ إِذْ لَيْسَ لَهُ اخْتِيَارُ تَضْمِينِ كُلِّ الْقِيمَةِ

(۲۷۱۳) وَإِنْ سَـرَقَ شَـاةً فَذَبَحَهَاثُمَّ أَخْرَجَهَالَمْ يُقْطَعْ ١ؕ لِأَنَّ السَّـرِقَةَ تَمَّتْ عَلَى اللَّحْمِ وَلَاقَطْعَ فِيهِ

(۲۷۱۴) وَمَـنْ سَـرَقَ ذَهَبًـا أَوْ فِـضَّـةً يَـجِـبُ فِيـهِ الْـقَـطْـعُ فَصَنَعَهُ دَرَاهِمَ أَوْ دَنَانِيرَ قُطِعَ فِيهِ وَتَرَكَ الدَّرَاهِمَ وَالدَّنَانِيرَ إِلَى الْمَسْرُوقِ مِنْهُ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا: لَا سَبِيلَ لِلْمَسْرُوقِ مِنْهُ عَلَيْهِمَا ١ؕ وَأَصْلُهُ فِي الْغَصْبِ فَهَذِهِ صَنْعَةٌ مُتَقَوِّمَةٌ عِنْدَهُمَا خِلَافًا لَهُ،

تو ایسا ہو گیا کہ چوری کے بعد مالک نے چور کو ہبہ کر دیا ہو، اس لئے ملک کا شبہ ہو گیا۔

تشریح: چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں کاٹا جائے یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ چور سے کپڑا پھاڑنے کا نقصان لے لیا، اور کپڑا اپنے پاس رکھ لیا، لیکن اگر پورے کپڑے کی قیمت لیکر چور کو ہی کپڑا دے دیا تو چور چوری کے وقت ہی سے کپڑے کا مالک بن گیا، اس لئے ملکیت کی شبہ کی وجہ سے بالاتفاق ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: ۶ؕ یہ تمام اس وقت ہے جبکہ نقصان بہت زیادہ ہو، اور اگر نقصان کم ہو تو بالاتفاق ہاتھ کاٹا جائے گا، اس لئے کہ ملک کا سبب نہیں ہے اس لئے کہ پوری قیمت کے لازم کا اختیار نہیں ہے۔

تشریح: کپڑے کو بہت کم پھاڑا ہے تو اس صورت میں چور پر نقصان کی قیمت لازم ہے، اور کپڑا مالک کا ہی ہوگا، تو چونکہ چور کی ملکیت کا شبہ نہیں ہے اس لئے بالاتفاق چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۷۱۳) گھر کے اندر بکری چوری کی اور اس کو ذبح کیا پھر گوشت کو گھر سے باہر نکالا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: ١ؕ اس لئے کہ گوشت پر چوری واقع ہوئی، اور گوشت سے ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے۔

تشریح: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ گوشت چوری کی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اور یہاں گھر سے جو باہر نکالا وہ گوشت ہے اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۷۱۴) کسی نے چاندی، یا سونے کی اتنی بڑی ڈلی چرائی کہ اس میں ہاتھ کاٹا جاتا، اور اس کو درہم، یا دینار بنا دیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا، اور مسروقہ چیز مالک کی طرف لوٹا دیا جائے گا، یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مالک کو مسروقہ چیز نہیں ملے گی۔

ترجمہ: ١ؕ اس کی اصل باب الغصب میں ہے، اور یہ درہم اور دینار بنانے کا کام صاحبینؒ کے نزدیک اہم ہے، برخلاف امام ابو حنیفہؒ کے [یہ کام اہم نہیں ہے۔

۲؎ ثُـمَّ وُجُـوبُ الْـحَدِّ لا يُشْكِلُ عَلٰى قَوْلِهِ لِأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْهُ، وَقِيلَ عَلٰى قَوْلِهِمَا لا يَجِبُ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ قَبْلَ الْقَطْعِ، ۳؎ وَقِيلَ يَجِبُ؛ لِأَنَّهُ صَارَ بِالصَّنْعَةِ شَيْئًا آخَرَ فَلَمْ يَمْلِكْ عَيْنَهُ.

(۲۷۱۵)فَإِنْ سَرَقَ ثَوْبًا فَصَبَغَهُ أَحْمَرَ لَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُ الثَّوْبُ وَلَمْ يَضْمَنْ قِيمَةَ الثَّوْبِ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَ أَبِي يُوسُفَ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يُؤْخَذُ مِنْهُ الثَّوْبُ وَيُعْطَى مَا زَادَ الصَّبْغُ فِيهِ،

اصول :امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چاندی کو درہم بنانا کوئی اہم تبدیلی نہیں ہے بلکہ اسکو چاندی ہی کی حالت میں رکھنا ہے۔اسی طرح سونے کی ڈلی کو دینار بنادیا تو کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی، بلکہ اسکو سونے کی حالت میں رکھنا ہواسلئے اسکو چرانے سے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اصول :صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ چاندی کی ڈلی کو درہم بنانا اہم چیز ہے، بلکہ اس کی حالت کو تبدیل کرنا ہے،اسی طرح سونے کی ڈلی کو دینار بنانا اہم چیز ہے، گویا کہ اس کی حالت بدلنا ہے۔

تشریح :زید نے دس درہم سے زائد چاندی کی یا سونے کی ڈلی چورائی،اوراس کو درہم،اور دینار بنادیا توہاتھ کاٹا جائے گا، اور چاندی اور سونا اس کے مالک کی طرف لوٹا دیا جائے گا،اور صاحبینؒ کے نزدیک مسروقہ مال مالک کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا۔

وجہ :امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک درہم اور دینار بنا کر کوئی خاص تبدیلی نہیں کی،اور صاحبینؒ کے نزدیک خاص تبدیلی کی ہے اس لئے چور اس کا مالک بن گیا اس لئے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :۲؎ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر چور پر حد لگانے میں کوئی اشکال نہیں ہے اس لئے کہ چور اس کا مالک نہیں بنا۔اور کہا کہ صاحبینؒ کے نزدیک حد واجب نہیں ہوگی اس لئے کہ کاٹنے سے پہلے چور اس کا مالک بن گیا ہے

تشریح: چاندی کی ڈلی کو درہم اور سونے کی ڈلی کو دینار بنانے سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چور اس کا مالک نہیں بنا،اس لئے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا،اور صاحبینؒ کے نزدیک مالک بن گیا اس لئے چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :۳؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ درہم بنانے کی وجہ سے بالکل دوسری چیز بن گئی اس لئے چور عین چاندی،اور عین سونے کا مالک نہیں بنا۔

تشریح:بعض حضرات نے فرمایا کہ ہاتھ کاٹا جائے گا،اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ چاندی کی ڈلی کو درہم بنانے کی وجہ سے گویا کہ کوئی اور ہی چیز بن گئی اور اس کا مالک بنا،ڈلی کا مالک نہیں بنا اس لئے ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ترجمہ :(۲۷۱۵)اگر کپڑا چرایا اور اس کو لال رنگ میں رنگ دیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا،اور اس سے کپڑا نہیں لیا جائے گا اور کپڑے کی قیمت کا بھی ضامن نہیں ہوگا، یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے،اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ چور سے کپڑا لیا جائے گا،اور رنگنے کی وجہ سے جو قیمت میں زیادتی ہوئی ہے وہ چور کو دیا جائے گا۔

لـ اِعْتِبَارًا بِالْغَصْبِ، وَالْجَامِعُ بَيْنَهُمَا كَوْنُ الثَّوْبِ أَصْلًا قَائِمًا وَكَوْنُ الصَّبْغِ تَابِعًا ٢ وَلَهُمَا أَنَّ الصَّبْغَ قَائِمٌ صُورَةً وَمَعْنًى، حَتّٰى لَوْ أَرَادَ أَخْذَهُ مَصْبُوغًا يَضْمَنُ مَازَادَ الصَّبْغُ فِيهِ، وَحَقُّ الْمَالِكِ فِي الثَّوْبِ قَائِمٌ صُورَةً لَامَعْنًى، أَلَا تَرَى أَنَّهُ غَيْرُ مَضْمُونٍ عَلَى السَّارِقِ بِالْهَلَاكِ فَرَجَّحْنَا جَانِبَ السَّارِقِ، ٣ بِخِلَافِ الْغَصْبِ، لِأَنَّ حَقَّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا قَائِمٌ صُورَةً وَمَعْنًى فَاسْتَوَيَا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ فَرَجَّحْنَا جَانِبَ الْمَالِكِ بِمَا ذَكَرْنَا.

ترجمہ: لـ غصب پر قیاس کرتے ہوئے۔ امام محمدؒ کے نزدیک اس کی علت یہ ہے کہ کپڑا اصل ہے اور رنگ اس کا تابع ہے۔

اصول: لال رنگ سے رنگنا کپڑے میں ایک قسم کا اضافہ ہے۔

اصول: شیخین کا اصول یہ ہے کہ رنگنے کی وجہ سے چور کا کام غالب آ گیا، اور کپڑا مغلوب ہو گیا اس لئے ہاتھ تو کاٹا جائے گا اس لئے نہ چور سے کپڑا لیا جائے گا، اور نہ کپڑے کا ضمان لازم ہوگا۔

اصول: امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ مالک کا اصل کپڑا موجود ہے، اس لئے کپڑا مالک کو دلوایا جائے گا، اور چور کے رنگنے کی وجہ سے جو قیمت میں زیادتی ہوئی ہے وہ چور کو دلوئی جائے گی۔

تشریح: زید نے عمر کا کپڑا چوری کی اور اس کو لال رنگ سے رنگ دیا تو شیخین کے نزدیک ہاتھ تو کٹے گا، لیکن چور سے نہ کپڑا واپس لیا جائے گا، اور نہ اس پر کپڑے کی قیمت لازم ہوگی،

وجہ: اسکی وجہ یہ ہے کہ لال رنگ رنگنے کی وجہ سے کپڑا گویا کہ معدوم ہو گیا، اسلئے نہ کپڑا واپس لیا جائے گا، اور اسکا ضمان چور پر لازم ہو گا۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ کپڑا اصل ہے اسلئے کپڑا مالک کو دیا جائے گا، اور رنگ کی وجہ سے اضافہ ہوا ہے وہ چور کی طرف دلوائی جائے گی۔

ترجمہ: ٢ اور امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ رنگ صورت کے اعتبار سے اور معنی کے اعتبار سے قائم ہے یہی وجہ ہے کہ کپڑے کا مالک کپڑے کو لینا چاہے تو رنگ سے جو قیمت میں زیادہ ہوئی وہ چور کی طرف دینا ہوگا، اور مالک کا حق کپڑے میں صورت کے اعتبار سے قائم ہے معنی کے اعتبار سے قائم نہیں ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ کپڑا ہلاک ہونے سے چور پر کوئی ضمان نہیں ہے، اس لئے ہ نے چور کی جانب کو ترجیح دی۔

تشریح: یہاں عبارت پیچیدہ ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ کپڑا صرف صورت کے اعتبار سے قائم ہے، اور رنگ صورت اور معنی دونوں اعتبار سے قائم ہے، اس لئے چور سے کپڑا واپس نہیں لیا جائے گا۔

ترجمہ: ٣ بخلاف غصب کے اس لئے کہ وہاں صورت اور معنی کے اعتبار دونوں سے قائم ہیں اس لئے وہاں دونوں برابر ہیں اس لئے ہم نے مالک کی جانب کو ترجیح دی، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کی۔

تشریح: غصب کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمر کا کپڑا غصب کیا اور اس کو لال رنگ سے رنگ دیا، تو قاعدہ یہ ہے کہ شیخین

(۲۷۱۶)وَإِنْ صَبَغَهُ أَسْوَدَأُخِذَ مِنْهُ فِي الْمَذْهَبَيْنِ ۱؎ يَعْنِي عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، ۲؎ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ هٰذَاوَالْأَوَّلُ سَوَاءٌ لِأَنَّ السَّوَادَزِيَادَةٌ عِنْدَهُ كَالْحُمْرَةِ، ۳؎ وَعِنْدَمُحَمَّدٍ زِيَادَةٌ أَيْضًا كَالْحُمْرَةِ وَلَكِنَّهُ لَايَقْطَعُ حَقَّ الْمَالِكِ، ۴؎ وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ السَّوَادُ نُقْصَانٌ فَلَا يُوجِبُ انْقِطَاعَ حَقِّ الْمَالِكِ،

کے یہاں بھی کپڑا مالک کو دیا جائے گا،اور رنگ کی قیمت زید غاصب کو دیا جائے گا۔

وجه:غصب کی صورت میں مالک کا حق بھی صورت اور معنی کے اعتبار سے قائم ہے اور رنگ بھی صورت اور معنی کے اعتبار سے قائم ہے اس لئے یہاں مالک کو ترجیح دی گئی،اس لئے اس کو کپڑا ملے گا اور غاصب کو رنگ کی قیمت ملے گی۔واللہ اعلم

ترجمه :(۲۷۱۶)اور اگر کالے رنگ میں رنگ دیا تو دونوں مذہب کے اعتبار سے چور سے کپڑا لیا جائے گا۔

ترجمه:۱؎ یعنی امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک بھی۔

تشریح :چور نے کپڑے کو کالا رنگ سے رنگ دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گویا کہ اس میں نقصان کر دیا،اس لئے مالک کا کپڑا موجود رہا ہے اس لئے کپڑا مالک کی طرف لوٹا دیا جائے گا،اور امام محمدؒ کے یہاں تو لال رنگنے میں بھی کپڑا مالک کی طرف لوٹایا جاتا تھا اس لئے دونوں بزرگوں کے یہاں کپڑا مالک کی طرف لوٹایا جائے گا۔

ترجمه:۲؎ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک لال رنگ اور کالا رنگ اضافے میں برابر ہے،اس لئے کہ انکے یہاں قیمت زیادہ کرنے میں کالا بھی لال کی طرح ہے۔

ترجمه:۳؎ اور امام محمدؒ کے نزدیک کالا بھی اضافہ کرنے میں لال کی طرح ہے،لیکن اس سے مالک کا حق ختم نہیں ہوگا۔

تشریح:امام محمدؒ کے نزدیک کالا رنگ بھی لال کی طرح ہے،یعنی کالا سے بھی قیمت میں اضافہ ہی ہوگا،لیکن اس سے مالک کا حق ختم نہیں ہوتا اس لئے کپڑا مالک کی طرف لوٹایا جائے گا۔

ترجمه:۴؎ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کالا رنگنا نقصان کرنا ہے اس لئے اس رنگ سے مالک کا حق ختم نہیں ہوگا،اس لئے انکے یہاں بھی کپڑا مالک کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔

واللہ اعلم بالصواب

اللہ کے فضل سے آج چھٹی جلد کی شرح ختم ہوئی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الکریم

احقر ثمیر الدین قاسمی

۱۳/ ۲/ ۲۰۱۵ء